وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (حشر)

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

تالیف:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی

فیصل آباد

تفہیم البخاری پبلیکیشنز

فیصل آباد

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (الحشر)

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

تالیف:
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی
فیصل آباد

ناشر:
صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی
P-41 سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیگل ایڈوائزر رانا علی عباس خاں (ایڈووکیٹ) چیمبر نمبر 119 ضلع کچہری فیصل آباد

TAFHEEM-UL-BUKHARI PUBLICATIONS
P-41, Santpura Faisalabad. Mob:0300-9650272, Fax:+92-41-2643623

تفہیم البخاری پبلیکیشنز P-41 سنت پورہ فیصل آباد
Mob:0300-9650272, Fax:+92-41-2643623

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج

اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ (الحشر)

تفہیم البخاری

شرح

صحیح البخاری

جلد اول

تالیف:
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی
فیصل آباد

ناشر:
صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن رضوی
P-41 سنت پورہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفہیم البخاری

جلد اوّل

تعداد .... گیارہ سو (1100)

تالیف:

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ علیہ محدث کبیر

جامعہ سراجیہ رسولیہ رضویہ اعظم آباد، فیصل آباد

کتابت: حکیم محمود الحسن خاں اسلام پورہ، منڈی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ

مطبع: علی پرنٹنگ پریس دربار ہسپتال روڈ لاہور

ہدیہ روپے

ناشر: صاحبزادہ محمد حبیب الرحمٰن رضوی P-41 سنت پورہ فیصل آباد

Mob:0300-9650272, Fax:+92-41-2643623

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ شَرَحَ بِمَعَارِفِ السُّنَّةِ النَّبَوِیَّةِ صُدُوْرَ اَوْلِیَآئِهٖ وَرَوَّحَ بِسَمَاعِ اَحَادِیْثِهَا الطَّیِّبَةِ اَرْوَاحَ اَهْلِ وِدَادِهٖ وَاَصْفِیَآئِهٖ فَسَرَّ سِرُّ سَرَائِرِهِمْ فِیْ رِیَاضِ رَوْضَةِ قُدْسِهٖ وَسَنَآئِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَلَّغَنَا رِسَالَةَ رَبِّهٖ وَاَسْرَارَ کَلَامِهِ الَّذِیْ اُوْتِیَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ فَتَفَرَّدَ بِعَظِیْمِ الْاٰیَةِ وَنُصِرَ بِالرُّعْبِ فِیْ نُحُوْرِ اَعْدَآئِهٖ وَاُیِّدَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَخُلَّصِ اَحِبَّآئِهٖ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَخُلَفَآئِهٖ وَعَلٰی مُحَدِّثِیْ کَلَامِهٖ وَفُقَهَآئِهٖ۔

اَمَّا بَعْدُ! قرآن کریم کے بعد حدیث شریف تمام علوم سے اَفضل اور اَجلّ ہے۔ قیامت کے روز علماءؔ سے علم کی تبلیغ سے متعلق پوچھا جائے گا۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً نفلی نماز اور روزہ سے علم حدیث میں شغل افضل عمل ہے۔

سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ اٰیَةٌ مُّحْکَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِیْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ ان تینوں کی معرفت ہی علمِ شریعت ہے کیونکہ کتاب اللہ کی معرفت سُنتِ نبویہ کی حفاظت و صیانت اور ان دونوں اور اجماعِ امّت سے مستنبط مستقیم احکام پر ہی قصرِ شریعت کی اساس استوار ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے علوم کو اساسِ شریعت میں دخل نہیں۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ ستودہ صفات پر درود افضل عمل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھ پر زیادہ درود پڑھنے والا قیامت کے روز میرے بہت قریب ہوگا۔ اور اس امّت مرحومہ میں محدّثین سے زیادہ درود شریف کوئی نہیں پڑھتا۔

الحاصل علمی اور عملی زندگی کا بہترین مقصد علمِ حدیث میں شغل اور اس کی ترویج ہے۔ یہی وہ باعث ہے جس نے بندۂ پُرتقصیر کو صحیح بخاری کے ترجمہ اور وضاحت پر مامُور کیا۔ اپنے قصورِ علم کا معترف ہوتے ہوئے

حضرات ناظرین کرام سے التماس ہے کہ جہاں بھی کوئی لغزش اور خطاء دیکھیں تو اس میں اصلاحی جانب اختیار کرتے ہوئے مطلع کر کے عنداللہ ماجور رہوں۔ بندہ مسکین نے یہ التزام کیا ہے کہ حدیث اگرچہ متکرر رہی ہو کا بامحاورہ ترجمہ اور مقتضی حال کے مطابق وضاحت کرتے ہوئے تطویل سے احتراز کیا ہے۔ جبکہ اہم مقامات میں مناسب تفصیل ذکر کی ہے اور حدیث، ترجمہ اور وضاحت کا ایک ساتھ نمبر ذکر کیا ہے اور وضاحت میں شروح بخاری میں سے عمدۃ القاری، فتح الباری، ارشاد الساری اور الکواکب الدراری سے اقتباس کے ساتھ ساتھ دیگر شروح احادیث سے بھی اقتباس کیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض اساتذہ کرام سے ماخوذ فوائد کے علاوہ کچھ زوائد بھی ذکر کئے ہیں جن سے نفس حدیث کی تفہیم ہو جاتی ہے اور اس بات کا خیال کیا گیا ہے کہ تفہیم میں بقدر ضرورت ائمہ کرام کے مسالک کی وضاحت کر کے حنفی مذہب کے مطابق جامع تشریح کی جائے تاکہ حنفی مسلک کے مطابق حدیث سمجھنے میں اشکال نہ رہے۔ اس لئے اس کو تفہیم البخاری سے موسوم کیا ہے۔ خداوند قدوس کے حضور دعاء ہے کہ اپنے حبیب کریم علیہ التحیہ والتسلیم کے صدقہ اسے قبول فرمائے اور میرے لئے زادِ آخرت کرے۔

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ هُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن بردزبہ ہیں۔ مغیرہ مجوسی تھے اور بخارا کے حاکم یمانی جُعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ کا والد اسماعیل نیک خُو اور صالح انسان تھا اور والدہ مجابۃ الدعاء تھی۔ کمسنی میں بخاری کی بینائی جاتی رہی جس کا ان کی والدہ کو سخت صدمہ تھا اور وہ اس صدمہ میں روتی رہتی تھیں۔ رحمت لایزال کے فیضان سے ان کی آرزو پوری ہوئی اور سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو خواب میں زیارت سے مشرف کرنے کے بعد فرمایا کہ اے خاتون نیک صفات تو اپنے بیٹے کی بینائی کی واپسی کی بکثرت دعا کرتی رہی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی بصارت بحال کر دی ہے۔ جب صبح ہوئی تو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں صحیح سالم اور بصارت درست تھی۔

امام بخاری ۱۹۴ ہجری کو بخارا میں متولد ہوئے ان کو کمسنی میں جبکہ ان کی عمر دس برس تھی حدیث یاد کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اسی اثناء میں ان کے والد حج کرنے حجاز مقدس گئے اور ان کو اپنے ساتھ کر لیا۔ وہ تو حج کر کے واپس آ گئے مگر امام بخاری طلب علم کے لئے مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہر گئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس ہو چکی تھی۔ انھوں نے علم حدیث کی طلب میں بلادِ اسلام میں گھومنا شروع کیا اور مشائخ حدیث اور ائمہ کرام سے وافر علم حاصل کیا۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ میں نے ایک ہزار اسی ۱۰۸۰

محدثین سے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبہا پڑھیں۔ سب یہ کہتے تھے ایمان، قول اور عمل ہے اور ایمان کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔

تمام محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری تمام کتب سے اصح کتاب ہے۔ ایک لاکھ یا اس سے کم و بیش لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔

محدثین کے تاثرات

حضرات علماء کرام کے نزدیک وہ انتہائی درجہ کے معظم و محترم تھے حتیٰ کہ امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ جب اُن کے پاس جاتے تو سلام کے بعد یہ خواہش کرتے کہ ان کے پاؤں کو بوسہ دیں اور حدیث کے طبیب، اُستاذ الاساتذین اور سید المحدثین کے القاب سے ان کو یاد کرتے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے بخاری کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس امت کی زینت پیدا کیا ہے۔ حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا بخاری اس امت میں بہت بڑے فقیہہ تھے۔ محمد بن بشار رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علمائے مکہ مکرمہ کہتے تھے کہ امام بخاری ہمارے امام و فقیہہ اور خراسان کے فقیہہ ہیں۔ ابن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اُنھوں نے ان کی مثل کوئی نہیں دیکھا ہے۔

ابن خزیمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سقفِ سماء کے تحت حدیث کا عالم اور حافظ ان سے بڑا کوئی نہیں۔ بعض علماء نے کہا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ زمین پر چلتی پھرتی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

امام بخاری کی معیشت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد کے ترکہ سے کثیر مال پایا مگر اسے صدقہ کر دیا۔ بسا اوقات کھانا کھائے بغیر دن گزر جاتا وہ کبھی دو یا تین نوالے کھاتے اور ہر تیسری رات قرآن ختم کرتے تھے۔ وہ غائتِ کمال میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے۔

بخاری کی کتابت

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے صحیح بخاری میں تقریباً ۶ ہزار حدیث ذکر کی ہے۔ اور ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے میں غسل کر کے دو رکعتیں

نماز پڑھتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام بخاری نے مکہ مکرمہ "شَرَّفَهَا اللهُ تَعَالیٰ" میں صحیح بخاری تالیف کی وہ آبِ زمزم سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ (صلّی اللہ علیٰ صاحبہا) میں بخاری تالیف کی اور روضۂ مبارکہ میں تراجم ابواب لکھے اور ہر ترجمہ لکھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سولہ برس میں صحیح بخاری کی تالیف کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا امتحان

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کئی دفعہ بغداد گئے۔ وہاں کے رہنے والے لوگ علم حدیث میں ان کی مہارت و حذاقت کے معترف ہوگئے۔ ایک دفعہ اُنھوں نے ایک سو احادیث میں قلب اسانید اور قلب متون سے امام کا امتحان لیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوراً سب کو درست کر دیا اور وہ امام کے علم و فضل کے معترف ہوگئے

بخارا کی طرف واپسی

جب بغداد میں خلقِ قرآن کا مسئلہ پیدا ہُوا اور اس فتنہ نے بڑے بڑے اعاظم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو آپ نے بغداد سے بخارا کی راہ اختیار۔ اہلِ بخارا نے آپ کی بڑی قدر کی اور ان کی تشریف آوری کا خیر مقدم کیا۔ آپ کچھ عرصہ بخارا کی مسجد میں تدریس حدیث کرتے رہے۔ اس وقت بخارا کا حاکم خالد بن محمد ذہیلی تھا اُس نے امام کو پیغام بھیجا اور گذارش کی کہ وہ صحیح لے کر ان کے مکان پر تشریف لائیں اور وہاں ان کو حدیث پڑھائیں۔ مگر امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ علم کو لوگوں کے دروازوں پہ لے جاکر میں اسے ذلیل نہیں کروں گا۔ اس پر امیر بخارا برہم ہُوا اور یہ واقعہ دونوں کے مابین منافرت و وحشت کا باعث بنا اور اُس نے امام کو بخارا سے نکل جانے کا حکم دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بددعا کی ابھی ایک ماہ گزرنے نہ پایا تھا کہ دار الخلافہ سے پروانہ آیا کہ خالد کو گدھی پر سوار کر کے بخارا کے گلی کوچوں میں پھرایا جائے اور اس کو معزول کرنے کے بعد قید کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ قید ہی میں مرگیا۔

سمرقند کی طرف روانگی

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جب بخارا کو الوداع کہا تو سمرقند کے لوگوں نے آپ کو سمرقند آنے کو کہا

تو آپ نے سمرقند کے لئے رختِ سفر باندھا۔ جب سمرقند سے دو میل دُور خرتنگ کے مقام پر پہنچے تو آپ کو یہ خبر ملی کہ آپ کے سمرقند آنے کے باعث اہلِ سمرقند میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ بعض ان کو چاہتے ہیں اور بعض اُن کو ناپسند کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک وہیں اقامت کرلی جب تک کہ صورتِ حال کی وضاحت نہ ہوجائے۔ ایک رات آپ کبیدہ خاطر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی جبکہ رات کو نماز سے فارغ ہوئے کہ اے اللہ زمین کشادہ ہونے کے باوجود میرے لئے تنگ ہوگئی ہے اب مجھے قبض کرکے اپنے پاس بلالے اور اسی ماہ ۲۵۶ ہجری میں ۶۲ برس کی عمر میں عازمِ سفرِ آخرت ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

یہ کہنا درست نہیں کہ حدیث کی روشنی میں اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ موت کی خواہش کرنے سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

کیونکہ حدیث شریف میں دنیاوی تکالیف سے تنگ آکر موت کی خواہش کرنے سے روکا گیا ہے اور دین میں خلل کے خطرہ کے پیشِ نظر موت کی خواہش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ کی قبر

امام بخاری رضی اللہ عنہ کو جب دفن کیا گیا تو ان کی قبر کی مٹی سے کستوری سے کہیں زیادہ خوشبو مہکنے لگی اور قبر کے محاذی آسمان کی طرف لمبی سفید جھلک ظاہر ہوئی اور لوگ برکت کے لئے ان کی قبر سے مٹی اُٹھا کرلے جاتے حتیٰ کہ قبر کا حفرہ ظاہر ہوگیا۔

اور زبردست حفاظت کے باوجود لوگ نہ رُکے تو قبر پر لکڑی کا جنگلا نصب کردیا گیا۔

پھر لوگ اردگرد کی مٹی اور کنکریاں وغیرہ اُٹھا کرلے جاتے تھے۔

کئی روز تک ان کی قبر سے خوشبو مہکتی رہی حتیٰ کہ قرب وجوار کے بلاد میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ سچ ہے کہ ایسے معظم اور پاکیزہ حضرات سے اس قسم کی کرامات کا ظہور بعید نہیں ہے۔

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ۔

علم حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض

تعریف علم حدیث وہ علم ہے جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور احوال معلوم ہوں۔

موضوع علم حدیث کا موضوع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ کریمہ بحیثیت رسول اللہ ہے۔

غرض علمِ حدیث کی غرض و غائت دارین کی سعادت میں کامیابی حاصل کرنا۔

صحیح بخاری کی احادیث

صحیح بخاری کی مستند احادیث کی تعداد ۷۲۷۵ ہے اس میں تقریبًا نصف احادیث مکرر ہیں اگر ان سے تجرید کر لی جائے تو بدونِ تکرار اس کی احادیث تقریبًا چار ہزار ہیں۔

امام بخاری رضی اللہ عنہ نے جن مشائخ سے احادیث اخذ کیں ان کی تعداد ۲۸۹ ہے اور جن سے روایات کرنے میں وہ منفرد ہیں ان کی تعداد اس سے کم ہے۔

اصطلاحاتِ حدیث

حضرات محدثین کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں تحصیلِ حدیث میں ہم عظیمہ صرف کیں وہاں ترویجِ روائت میں بڑی احتیاط کو پیشِ نظر رکھا اور متن حدیث تک اسانید میں مذکور رُوات کے احوال کی پوری تحقیق کے بعد روائت کی صحت و سقم کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اسناد سے حدیث کی صورتِ منتجہ واضح ہوتی ہے کیونکہ اسناد نہ ہوتا تو جو کوئی جو چاہتا کہتا۔ صرف اسناد کی صحیح تحقیق و توثیق حدیث کا معیار ہے جبکہ احوالِ رجال سے اوصافِ حدیث کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس طرح حدیث مختلف اقسام میں منقسم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضروری امر ہے کہ حدیث کے اقسام تفصیلاً ذکر کیے جائیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے اعتبار سے حدیث قولی اور فعلی کہلاتی ہے۔ اور آپ کے سامنے کوئی فعل کیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع نہ فرمائیں تو اس کو حدیث تقریری کہتے

ہیں۔ اور شہرت و عدمِ شہرت کے اعتبار سے حدیث متواتر اور احاد کہلاتی ہے۔

متواتر وہ حدیث ہے جس کی روائت اتنے لوگ کریں کہ عادۃً ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا محال ہو اور ابتداء سے انتہا تک مذکور کثرت میں کمی واقع نہ ہو اور ان کی خبر سے سامع کو بداہتہ علم حاصل ہو جائے جیسے ارشاد نبوی ہے ؛ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ کو دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث متواتر ہے۔

مشہور وہ حدیث ہے جس کو ابتداء میں چند لوگ روائت کریں جو متواتر کے راویوں سے کم ہوں پھر راوی زیادہ ہو جائیں حتی کہ ان کی کثرت متواتر کی حد تک پہنچ جائے اور یہ کثرت آخر تک باقی رہے جیسے حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کی سند کی ابتداء احاد پر مشتمل ہے اور یحیٰی بن سعید سے اس کی شہرت ہوئی اور ان سے دو سو افراد نے روائت کی جن میں اکثر ائمہ کرام ہیں یہ علم نظری کی مفید ہے۔

صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل، ضابط اور ثقہ ہوں اور شذوذ و علت سے خالی ہو۔ یہ حدیث صحیح لذاتہ ہے اور اگر اس سے راوی کم درجہ کے ہوں تو صحیح لغیرہٖ ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس کی سند متصل ہو اور ثقہ راوی اوثق کی مخالفت نہ کرے اور اگر صحیح کی دونوں قسموں کے راوی صفتِ ضبط میں کم درجہ کے ہوں تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور اگر حدیث کے راوی حسن لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں جبکہ وہ کئی سندوں سے مروی ہو تو حسن لغیرہٖ ہے۔ صحیح اور حسن میں یہ فرق ہے کہ صحیح کے تمام شرائط حسن کی تعریف میں معتبر ہیں۔ لیکن صحیح میں عدالت ظاہر اور اتقان کامل ہونا چاہیے اور حسن میں یہ شرط نہیں ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جس حدیث کے اسناد میں کوئی راوی ایسا نہ ہو جو متہم بالکذب ہو اور نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو اور کئی سندوں سے مروی ہو وہ حدیث حسن ہوتی ہے۔

جب یہ کہا جائے کہ اس حدیث کا اسناد حسن یا صحیح ہے تو وہ حدیث درجہ میں حسن صحیح یا حسن سے کم ہوتی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ حدیث کا اسناد متصل ہونے اور راویوں کے ثقہ اور ضابط ہونے کے باعث صحیح اور حسن ہو مگر اس کا متن شذوذ و معلول ہونے کی وجہ سے صحیح نہ ہو اور جو حدیث حسن و صحیح ہو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک اسناد کے اعتبار سے صحیح اور دوسرے اسناد کے لحاظ سے حسن ہے۔

ضعیف وہ حدیث ہے جو حسن کے درجہ سے کم ہو اور اس میں صحیح یا حسن کی صفت نہ ہو اور ضعف میں اس کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔

مسند وہ حدیث ہے جس کی سند آخر تک متصل ہو اس کا استعمال مرفوع میں اکثر ہے

مرفوع — وہ حدیث ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو وہ متصل ہو یا منقطع غیر پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا یا صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قول یا فعل کی خبر دے۔

موقوف — وہ حدیث ہے جو صرف صحابی پر مقصور ہو وہ اس کا قول ہو یا فعل ہو اس کو اثر بھی کہتے ہیں۔ اگر صحابی یوں کہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس طرح کیا کرتے تھے تو اس حدیث کو مرفوع کہا جائے گا اگرچہ اس کے الفاظ موقوف ہیں۔

متصل — وہ حدیث ہے جو مرفوع یا موقوف ہو اس کی سند متصل (مسلسل ہو) "اس کو موصول بھی کہتے ہیں۔

مرسل — وہ ہے جسے مطلقاً تابعی یا تابعی کبیر مرفوع کرے۔ یہ امام ابو حنیفہ، مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک معتبر ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ اس سے استدلال نہیں کرتے، ان کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ البتہ اگر کسی اور مسند طریق سے اس کی تقویت ہو جائے تو یہ شافعی کے نزدیک بھی حجت ہے۔ اسی لئے وہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی مراسیل سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے وجوہ سے مسانید پائی جاتی ہیں ـــ کم سن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراسیل جو انھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنیں وہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی حجت ہیں

مقطوع — وہ ہے جو تابعی کا قول یا فعل ہو جبکہ وہ اس پر موقوف ہو

منقطع — وہ حدیث ہے جس کی سند سے صحابی سے پہلے ایک یا دو اکثر راوی مختلف مقامات سے ساقط ہوں اور ساقط ہونے والے ایک راوی سے زائد نہ ہوں"

مُعضل — وہ ہے جس کی سند سے صحابی سے پہلے مسلسل دو یا زیادہ راوی ساقط ہوں جیسے امام مالک کہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو منقطع بھی کہا جاتا ہے فقہاء اسے مرسل کہتے ہیں"

مُعنعن — وہ ہے جس کی سند میں فلاں عن فلاں کہا جائے اور سماع یا تحدیث یا اخبار کی تصریح نہ کی جائے۔ جمہور کے نزدیک اس کے راویوں کی آپس میں ملاقات کا ثبوت شرط ہے اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اور مُعنعِن تدلیس نہ کرے۔ علی بن مَدینی اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے۔ امام مُسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شرط کا انکار کیا ہے" اور دعویٰ کیا ہے کہ یہ مخترع قول ہے اور صرف امکان مُلاقات پر اکتفاء کی"

مؤنن — وہ ہے کہ راوی کہے کہ ہمیں فلاں نے خبر دی کہ فلاں نے یہ کہا"

معلق — وہ ہے جس کی سند ابتداء سے محذوف ہو"

مُدلّس وہ ہے جس کی سند میں راوی اپنے شیخ کا نام ساقط کردے اور شیخ کا شیخ یا اس سے مافوق کو ذکر کرے اور یہ نہ کہے کہ مجھے فلاں نے خبر دی بلکہ عن فلاں ذکر کرے یا کہے کہ فلاں نے کہا جس سے یہ وہم ہو کہ اُس نے فلاں سے سُنا ہے اور اخبرنا وغیرہ ذکر نہ کرے۔

مُدرج وہ کلام ہے جو حدیث کے بعد متصل ذکر کیا جائے جس سے یہ وہم ہو کہ یہ حدیث میں شامل ہے یا جس کے دو متن دو سندوں سے مروی ہوں اور راوی ایک سند سے اس کی روائت کرے یا ایک جماعت سے کوئی حدیث سُنے جو اس کے اسناد یا متن میں اختلاف کرتے ہیں اور وہ اسے بالاتفاق ذکر کرے،، اور یہ کبھی متن حدیث کے اوّل میں ہوتا ہے۔ جیسے ابوہریرہ کی حدیث ہے۔ " اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اس میں "اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ" ابوہریرہ کا قول ہے اور باقی حدیث ہے یا متن حدیث کے آخر میں ہوتا ہے جیسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الخ اس حدیث کی سند میں ابوخیثمہ زُہیر بن معاویہ حسن بن حُر سے راوی ہیں۔ اُنھوں نے اس کے آخر میں ابن مسعود کا کلام داخل کردیا ہے اور وہ یہ ہے۔ فَاِذَا قُلْتَ هٰذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلٰوتَكَ اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ،،

غریب وہ ہے جس کی روائت کرنے میں راوی منفرد ہو۔

عزیز جس کی روائت کرنے میں دو یا تین راوی منفرد ہوں۔

مُعَلَّل وہ حدیث ہے جو بظاہر عِلّت سے سالم ہوتی ہے کیونکہ وہ صحت کی شرطوں کی جامع ہوتی ہے۔ لیکن اس میں خفی علّت ہوتی ہے جس پر حدیث کے ماہر علماء ہی مطلع ہوتے ہیں

فرد جس میں ایک راوی ثقہ یا غیر ثقہ راویوں میں سے ہر ایک سے روائت کرنے میں منفرد ہو،، اگر کوئی دوسرا راوی اس کے موافق پایا جائے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں۔

شاذ جس میں ثقہ راوی حدیث میں زیادتی یا نقصان میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرے اس لئے گمان یہ کیا جاتا ہے کہ اس کو وہم ہوگیا ہے،، اس میں کچھ تفصیل بھی ہے وہ یہ کہ اگر منفرد راوی اپنے سے زیادہ حافظ اور زیادہ ضابط کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود ہے اگر مخالفت نہ کرے بلکہ ایسی شئی کی روائت کرے جسے اس کے غیر نے روائت نہیں کیا حالانکہ وہ عادل ہے تو یہ حدیث صحیح ہے یا ضابط تو نہیں مگر درجۂ ضابط سے بعید بھی نہیں تو یہ حدیث حسن ہے اور اگر درجۂ ضابط سے بعید ہے تو شاذ منکر ہے " اور شذوذ کبھی سند میں اور کبھی متن میں ہوتا ہے،،

منکر وہ حدیث ہے جس کا راوی منفرد ہو اور اس کا متن اس راوی کے بغیر کسی اور راوی سے منقول و معروف نہ ہو اور نہ ہی اس کا متابع اور شاہد ہو اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو شاذ میں مذکور ہے "

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف طریقوں سے مروی ہو جو اختلاف میں مساوی ہوں۔ جیسے ایک راوی کبھی ایک طریق سے روایت کرے اور کبھی اس کے دوسرے مخالف طریق سے روایت کرے۔ اگر راوی کے حفظ اور اس کے مروی عنہ سے صحبت زیادہ ہونے کے باعث ایک روایت راجح ہو جائے تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے اور راجح پر حکم مبنی ہوتا ہے۔ اضطراب سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے کیونکہ اضطراب عدم ضبط کی دلیل ہے ،، اضطراب کبھی سند میں اور کبھی متنِ حدیث میں ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اضطراب ایک راوی سے ہوگا یا زیادہ سے ہوگا۔

موضوع یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت ہے اس کو مختلق موضوع بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا علم ہوتے ہوئے اس کی روایت کرنی حرام ہے۔ البتہ اس کی وضاحت کر دینے میں حرج نہیں ،، اور اس پر عمل کرنا مطلق حرام ہے۔

مقلوب وہ حدیث ہے جس کا متن ایک راوی سے مشہور ہو اور اس کو اسی طبقہ کے کسی اور راوی سے بدل دیا جائے۔ مثلاً سالم نے ایک حدیث کی روایت کی اور اس کی جگہ نافع کو ذکر کر دیا جائے یا کسی حدیث کا اسناد دوسری حدیث کے ساتھ اور اس کا متن دوسرے متن کے اسناد کے ساتھ لگا دیا جائے ،،

منقلب وہ حدیث ہے جس کے بعض الفاظ راوی سے منقلب ہو جائیں اور اس کا معنیٰ متغیر ہو جائے۔

مصحف وہ ہے جس میں حروف کے نقطوں یا ان کے حرکات وسکنات کے باعث تغیر پیدا ہو جائے جیسے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: رُمِیَ أُبَیٌّ یَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَی أَکْحَلِہٖ، یعنی غزوۂ احزاب میں ابی کے بازو پر تیر لگا۔ غندر نے غلطی کی اور "ابی" کو اضافت سے ذکر کیا جس کا معنیٰ یہ ہے کہ غزوہ احزاب میں میرے باپ کے بازو پر تیر لگا ،، حالانکہ حضرت جابر کے والد اس سے پہلے غزوۂ احد میں شہید ہو چکے تھے اور غزوہ احزاب میں ابی بن کعب کے بازو پر تیر لگا تھا ،،

مختلف وہ ہے کہ دو حدیثیں معنیٰ میں بظاہر متضاد ہوں ان کا جامع محمل ذکر کیا جائے جس سے تضاد جاتا رہے۔" جیسے ایک حدیث میں ہے "لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ"، اور دوسری میں ہے: فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْأَسَدِ ،، ان کا جامع محمل یہ ہے کہ طبعی طور پر امراض میں عدویٰ نہیں ہے۔ یعنی ایک مریض سے دوسرے کو مرض نہیں لگتا مگر اللہ تعالیٰ نے مریض اور تندرست کی مخالطت کو عدویٰ کا سبب بنا دیا ہے اور کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا۔

حدیث کی روائت کے الفاظ

شیخ اپنے شاگرد کو زبانی یا حدیث کی کتاب سے دیکھ کر حدیث پڑھائے یا لکھائے تو اس صورت میں شیخ کا کلام مسموع ہوتا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث کی اعلیٰ قسم ہے۔ اس صورت میں سامع روائت کرتے وقت یہ کہہ سکتا ہے کہ شیخ نے مجھے خبر دی یا میں نے فلاں سے سُنا یا اُس نے کہا یا ہم سے ذکر کیا۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کے یہ الفاظ ہیں : حَدَّثَنَا، اَخْبَرَنَا، اَنْبَانَا، سَمِعْتُ فُلَانًا، قَالَ لَنَا۔ ذَکَرَلَنَا

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حَدَّثَنَا کا اطلاق صرف اس حدیث میں جائز ہے جو شیخ سے بالمشافہ سُنی ہو اور جو حدیث شیخ کے سامنے پڑھی جائے وہاں اخبرنا کا اطلاق ہوتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ بعض علماء کی اصطلاح میں اَنبأنا کا اطلاق اجازتِ حدیث میں ہوتا ہے۔ اس کا درجہ اَخْبَرَنَا سے کم ہے۔"

خطیب بغدادی نے کہا مذکور عبارات میں سے "سَمِعْتُ" کا مقام ارفع ہے۔ اس کے بعد حَدَّثَنِی" اس کے بعد" اَخْبَرَنِی" اس کے بعد" اَنْبَانِی" کا درجہ ہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا محدثین کی ایک جماعت نے کہا کہ حَدَّثَنَا" کا اطلاق صرف بالمشافہ حدیث میں ہوتا ہے اور اَخْبَرَنَا" کا اطلاق کبھی تو بالمشافہ حدیث میں کبھی کتابتِ حدیث اور کبھی تبلیغِ حدیث میں ہوتا رہتا ہے"

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہم نے کتاب وسنّت میں حدیث اور خبر میں کوئی فرق نہیں دیکھا، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَخْبَرَنِی تَمِیمُ الدَّارِیُّ" مجھے تمیم داری نے خبر دی"

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو حدیث شیخ کے سامنے پڑھی جائے وہاں حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا" کا اطلاق جائز ہے۔

امام سفیان بن عیینہ، امام مالک اور امام بخاری رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے۔ علماءِ حجاز مقدس اور علماءِ کوفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے۔

امام احمد بن حنبل اور امام نسائی اس پر حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا" کا اطلاق نہیں کرتے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا کہ امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ ان عبارات میں فرق نہیں اس لئے اُنھوں نے مخالف کا مذہب ذکر نہیں کیا اور ان میں اتحاد کا مذہب نقل کیا ہے۔

تطبیقِ حدیث

اگر دو حدیثیں بظاہر متضاد نظر آئیں تو ان میں موافقت کی راہ تلاش کی جائے گی یا ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دی جائے گی۔ اس کی تکمیل صرف وہی ائمہ کرام کرسکتے ہیں جنہیں حدیث وفقہ میں مہارت حاصل ہو۔ اگر متضاد حدیثوں میں کسی صورت اتفاق ممکن ہو تو وہی صورت متعین ہو جاتی ہے۔ اس طرح دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو تو اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ایک حدیث ناسخ اور دوسری منسوخ ہے تو ناسخ پر عمل کیا جائے گا۔ ورنہ راجح حدیث معمول بہ ہوگی اور راویوں کے صفات کے پیش نظر ترجیح دی جاتی ہے۔

نسخ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کوئی حکم فرماتے ہیں پھر اس حکم کے رفع کے بعد میں دوسرا حکم فرماتے ہیں۔ اس میں شارع علیہ السلام کی صراحت ہونی چاہیئے جیسے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریحًا فرمایا ہم تمہیں زیارتِ قبور سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اب ان کی زیارت کرسکتے ہو۔ یا صحابی کے قول سے دریافت کیا جاتا ہے۔ جیسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امر یہ تھا کہ جس شے کو آگ نے مس کیا ہو اس کے استعمال سے وضو نہیں جاتا ۔ بعض نسخ تاریخ سے معلوم کئے جاتے ہیں اور مؤخر مقدم کا ناسخ قرار پاتا ہے اور بعض دلالتِ اجماع سے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ شرابی اگر چوتھی بار شراب پیئے تو اسے قتل کر دو ۔ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شرابی کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ اجماع کو حدیث کا ناسخ نہیں کہہ سکتے مگر وہ ناسخ پہ دلالت کرسکتا ہے۔

حضرات عشرہ مبشرہ کی عمریں اور تواریخ وفات "رضی اللہ عنہم"

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲۔ ربیع الاول شریف گیارہ ہجری میں چاشت کے وقت پیر کے روز ۶۳ برس کی عمر شریف میں اکمالِ دینِ اسلام کر کے انتقال فرمایا۔ جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۱۳ ہجری کو جمادی الاول میں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۲۳۔ ہجری کو ذوالحجہ میں تریسٹھ تریسٹھ برس کی عمروں میں وفات پائی سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ۳۵ ہجری میں ۸۲ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ جبکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ۴۰ ہجری ماہ رمضان المبارک میں ۶۳ برس کی عمر میں وفات فرمائی۔ حضرات طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما ۳۶ ہجری جمادی الاولیٰ میں چونسٹھ چونسٹھ برس کی عمروں میں فوت ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۵۵ ہجری میں اور حضرت سعید رضی اللہ عنہ ۵۱ ہجری میں فوت ہوئے جبکہ اُن کی عمریں ۷۳، ۷۳ برس تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ۳۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ سال تھی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ۱۸ ہجری میں فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر ۵۸ سال تھی۔ یہ وہ حضرات

ہیں جن کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ کے نام سے معروف ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تفضیل صحابہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہم"

اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں اور جمہور اہلسنت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل کہتے ہیں۔ ابو منصور بغدادی نے کہا ہمارے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاروں خلفاء راشدین سب سے افضل ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ پھر اصحاب بدر، پھر اصحابِ اُحد پھر وہ صحابہ کرام جنہوں نے بیعتِ رضوان کی، جن صحابہ کرام نے دونوں قبلوں کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی ان کو سابقون اولون کہتے ہیں۔ امام شعبی نے کہا وہ اصحاب بیعتِ رضوان ہیں اور محمد بن کعب اور عطاء کا یہ خیال ہے کہ اصحاب بدر سابقون اولون کے مصداق ہیں۔ واللہ اعلم!

ائمہ کرام وحفاظ حدیث رضی اللہ عنہم کی تواریخ وفات

- امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نعمان بن ثابت "ہیں اُنہوں نے ۱۵۰ ہجری میں ستر برس کی عمر میں بغداد شریف میں وفات پائی۔
- امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۶۱ ہجری میں بصرہ میں فوت ہوئے۔
- امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔
- امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ ہجری کو رجب کے آخر میں مصر میں فوت ہوئے۔
- امام ابو عبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ۱۶۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ ہجری میں ماہِ ربیع الاول میں وفات پائی۔
- امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ " ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل" ۱۹۴ ہجری میں ۱۳ شوال بروز جمعہ پیدا ہوئے اور ۲۵۶ ہجری میں عید الفطر کی رات فوت ہوئے۔
- امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۵۵ برس کی عمر میں ۲۶۱ ہجری میں ۲۵ رجب کو نیشا پور میں وفات پائی۔
- امام ابو داؤد سجستانی ۲۷۵ ہجری میں ماہ شوال میں بصرہ میں فوت ہوئے۔
- امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ ۲۷۹ ہجری میں ۱۳۔ رجب کو ترمذ میں فوت ہوئے۔
- امام ابو عبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ ۳۰۳ ہجری میں فوت ہوئے۔
- حافظ ابو الحسن دارقطنی ۳۰۶ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ ہجری کو بغداد ہی میں فوت ہوئے۔
- حافظ ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری ۳۲۱ ہجری ماہ ربیع الاول میں پیدا ہوئے اور ۴۰۵ ہجری میں ماہ صفر المظفر میں فوت ہوئے۔
- حافظ ابو محمد عبدالغنی بن سعید ۳۳۲ ہجری میں مصر میں پیدا ہوئے اور ۴۰۹ ہجری ماہ صفر میں اصفہان میں فوت ہوئے

- حافظ ابو عمر بن عبد البر ۳۶۸ھ ہجری ماہ ربیع الآخر میں پیدا ہوئے اور ۴۶۲ ہجری میں شاطبہ میں فوت ہوئے
- حافظ ابو بکر بیہقی ۳۸۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۵۸ ہجری میں جمادی الاولیٰ میں نیشاپور میں فوت ہوئے
- حافظ ابو بکر خطیب بغدادی ۳۹۲ ہجری جمادی الاولیٰ میں پیدا ہوئے اور ۴۶۳ ہجری ذوالحجہ میں بغداد میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ عنہم۔

مُبہمات

بُخاری کی بعض روایات میں مُبہمات مذکور ہیں ان کی کئی قسمیں ہیں :

اوّل یہ کہ روایت میں نام ذکر کئے بغیر کسی مرد یا عورت کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ اِنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْحَجُّ کُلَّ عَامٍ یعنی ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر سال حج فرض ہے یہ سوال کرنے والا یہ شخص حضرت اَقْرَعِ بِنْ حَابِسْ تھے اسی طرح ایک عورت نے غسل حیض کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُذِی فُرْصَۃً ،، سوال کرنے والی یہ عورت" اسماء بنت یزید بن سکن ،، تھی۔ مسلم کی روایت کے مطابق یہ عورت " اسماء بنت شکل تھی۔

دوسری قسم" یہ ہے کہ ابن یا بنت کو مُبْہَمْ ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے اُمّ عطیہؓ کی حدیث ہے کہ عورتوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دیا مگر صاحبزادی کے نام کی تصریح نہیں اور وہ سیدہ زینب بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں " رضی اللہ عنہا ،، اسی طرح زکوٰۃ کی فراہمی کے لئے ابن لتبیہ ،، کو بھیجا اور ان کا نام عبداللہ بن ابی کتب ہے ،، ایسے ہی ابن مکتوم ،، بعض روایات میں مُبہم مذکور ہے اور ان کا نام عبداللہ یا عمرو ہے اور ان کی والدہ کا نام عَاتِکَہ ،،

تیسری قسم ،، یہ ہے کہ عمّ یا عمّۃ کو نام کے بغیر ذکر کیا جاتا ہے ،، جیسے رافع بن خدیج عَنْ عَمِّہٖ یعنی رافع بن خدیج نے اپنے چچا سے روایت کی اور ان کے چچا کا نام " ظہیر بن رافع " ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد عمرو جب اُحد کی لڑائی میں شہید ہو گئے تو جابر کی پھوپھی بہت روئی تھی اور ان کا نام فاطمہ بنت عمرو ہے۔ بعض نے ان کا نام " ہند " ذکر کیا ہے ،، ایسے ہی زیادہ " زیاد بن علاقہ " اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں اور ان کا نام قطبہ بن مالک ہے ،،

چوتھی قسم ،، یہ ہے کہ " زوج یا زوجہ " کو مُبہم ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے " زَوْجُ سُبَیْعَۃَ ،، اور ان کا نام سعد بن خولہ ہے۔ اسی طرح " زَوْجُ بَرْوَعِ بِنْتِ وَاشِقٍ ،، ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ان کا نام ھلال بن مُرّہ ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

صحابی کی تعریف

محدثین کے نزدیک " صحابی ،، ہر وہ مسلمان ہے جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔ حضرت سعید بن مُسیّب نے کہا کہ صحابی وہ ہے جس نے ایک یا دو سال سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کی ہو اور آپ کی معیت میں ایک یا دو جنگیں لڑا ہوں مگر یہ ضعیف ہے کیونکہ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ اور اسی طرح کے اور صحابی کو صحابی نہ کہا جائے حالانکہ ان کے صحابی ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَاِمَامِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْکَامِلِیْنَ الْوَاصِلِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ! امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کو خطبہ کے بغیر شروع کیا حالانکہ مصنفین اپنی تصانیف کی ابتداء میں خطبہ ذکر کرتے ہیں جس سے مصنّف کا مقصود واضح ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا یُبْدَءُ فِیْہِ بِحَمْدِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ، ہر کام جو اللہ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی اور فرمایا: کُلُّ خُطْبَۃٍ لَیْسَ فِیْھَا شَھَادَۃٌ فَھِیَ کَالْیَدِ الْجَذْمَاءِ جس خطبہ میں توحید و رسالت کا ذکر نہ ہو وہ خطبہ شَل ہاتھ جیسا ہوتا ہے۔ اور امام کے اس طرح خطبہ ذکر نہ کرنے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کے سیاق تصنیف کی مخالفت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خطبہ سے غرض یہ ہوتی ہے کہ کتاب کا افتتاح اس طرح ہو کہ اس سے مقصود پر دلالت ہو اور یہ امام کے سیاق تصنیف میں پایا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے بدءُ الوحی سے بخاری شروع کی ہے اور اس کے بعد حدیث ذکر کی ہے جو ان کے مقصود پر دلالت کرتی ہے کہ عمل کا دار و مدار نیت پر ہے اور میں نے ایسے طریقہ سے جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثورہ احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا ہے جس سے میرے مقصد کی خوبی ظاہر ہوگی کیونکہ ہر انسان کی نیت معمول بہ ہوتی ہے اس لئے امام نے تصریح کی جگہ تلویح کو دی تاکہ اس میں توضیح کا اخفاء نہ رہے اور سوال میں دونوں حدیثیں جو ابو داؤد میں ابوہریرہ سے مروی ہیں امام کی شرط کے مطابق نہیں اور دونوں میں کلام ہے۔ وہ اگرچہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ان کا منطوق اور مکتوب متعین ممکن ہو۔ ممکن ہے کہ امام نے حمد وثنا اور صلوٰۃ وسلام اور توحید و رسالت کی شہادت زبان سے کہہ لی ہو اور بسم اللہ پر اقتصار کرکے انہیں لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی ہو۔ کیونکہ مذکورہ امور ثلاثہ سے مقصد اللہ تعالیٰ کے

کے صفاتِ کمالیہ کا اظہار ہے جو بخاری کے سیاق میں پایا جاتا ہے اور قرآن کریم کا اوّل نزول اس کی تائید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے "اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ" نازل فرمایا لہٰذا اسے اساسِ مقصد اختیار کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر اقتصار کیا۔ نیز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے ملوک و سلاطین کی طرف خطوط لکھے اور ان میں صرف "بِسْمِ اللّٰه" پر اقتصار کیا اور حمد و ثنا کو ذکر نہ کیا چنانچہ آپ نے ہرقل کو خط لکھا اس میں بسم اللہ کے بعد قرآن کی ایک آئت ذکر کی۔ اسی طرح صلح حدیبیہ میں صلحنامہ حمد و ثنا کے ذکر کے بغیر لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حمد و ثنا اور توحید و رسالت کی شہادت کا لکھنا ضروری نہیں، اور تمام سلف صالحین کا بھی اس پر اتفاق نہیں جو سائل نے ذکر کیا ہے بلکہ بخاری کے شیوخ اور ان کے ہم عصر علماء محدثین ایسے امام مالک نے مؤطا میں، عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں، امام احمد نے اپنے مسند میں اور ابوداؤد نے سنن میں اسی طرح دیگر اکثر علماء نے اپنی تصانیف کی ابتداء میں صرف بسم اللہ پر اقتصار کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ لکھا، البتہ بعض علماء جن کی تعداد قلیل ہے۔ اُنھوں نے اپنی تصانیف میں خطبات ذکر کئے ہیں بعض افاضل نے بسملہ اور حمدلہ کی احادیث کا معنی یہ ذکر کیا ہے کہ مثلاً تصنیف کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کے صفاتِ کمالیہ کا اظہار نہ کیا جائے تو برکت نہیں ہوتی اور بسم اللہ ذکر کرنے سے یہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بصری علماء باء کا متعلق محذوف اسم بیان کرتے ہیں جو اس سے مقدم ہے۔ دراصل عبارت یہ ہے۔ ابتدائی کائن اور مستقر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جبکہ کئی علماء اس کا متعلق فعل مقدم کہتے ہیں۔ ان کے قول کے مطابق دراصل عبارت اس طرح ہے اَبْدَءُ بِسْمِ اللّٰهِ الرحمٰن الرحیم بعض علماء متعلق اسم مؤخر ذکر کرتے ہیں یعنی بسم اللہ ابتدائی۔ اللہ کے نام سے میرے کلام کی ابتداء ہے۔ علامہ زمخشری فعل مؤخر کہتے ہیں یعنی بسم اللہ اَقْرَءُ اَوْ اَتْلُوْ۔ کیونکہ جس کی تلاوت کی جائے وہ مقروء ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر فاعل فعل کے مطابق متعلق مقدر کرے گا۔ چنانچہ اگر مسافر سفر کرنے لگے تو کہے گا بسم اللہ ارتحل علیٰ ہذا القیاس یہ اَبْدَءُ مقدر کرنے سے زیادہ اچھا ہے کیونکہ اس تقدیر پر مشروع سے مطابقت نہیں اور اگر ابتدائی مقدر کریں تو اس میں اضمار و حذف زیادہ ہے۔ محذوف کو متاخر اور معمول کو مقدم اس لئے کرتے ہیں کہ اس میں ایک تو اختصاص پایا جاتا ہے اور دوسرے اللہ کے نام کی تعظیم زیادہ ہے اور وجود کے بھی موافق ہے۔ کیونکہ اللہ کا وجود قراءت سے مقدم ہے۔ لہٰذا اس کا نام بھی مقدم ہونا چاہیئے کیونکہ جب تک اللہ کے نام سے فعل شروع نہ کیا جائے تو شرعًا اس فعل کا اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَءُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم کی آئت "اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ" میں اِقْرَءْ کو کیوں مقدم ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ ہر فعل کی اہمیت ملحوظ ہوتی ہے۔ اس آئت میں قراءت اہم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْؤُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

اس لئے فعل کو متعلق سے مقدم ذکر کیا ہے لیکن بسم اللہ میں یہ صورت نہیں کیونکہ وہاں ابتداء اہم ہے۔ (بیضاوی) بعض علماء نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ ابتدائی یا ابدء مختار ہے کیونکہ یہ مقام میں پورا اُترتا ہے۔ اور عام کو مقدر کرنا اولیٰ ہے کیونکہ بسم اللہ سے غرض مقصود یہ ہے کہ ابتداء کو مقدر کریں اور اس سے غرض یہ ہے کہ یہ ہر فعل ابتداء میں ہو جیسے حدیث میں ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَاْ یُبْدَءُ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ،، نیز بسم اللہ ابتداء کے لئے ہی مشروع ہے۔ جب اس کی ابتداء کے ساتھ خصوصیت ہے تو ابتداء کا فعل ہی مقدر کرنا چاہیئے (قسطلانی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب کَیْفَ کَانَ بدءالوحی اِلٰی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کیسے ہوئی یا اس کا ظہور کیسے ہوا،،

قاضی عیاض نے کہا ،، بدء ،، میں دال ساکن ہے اس کا معنیٰ ابتداء ہے۔ اور اگر یہ ہمزہ کے بغیر ہو تو دال مضموم اور واؤ مشدد ہو تو اس کا معنیٰ ظہور ہے۔ بعض روایات میں ،،کیف کان ابتداء الوحی،، ہے یہ روایت پہلے معنیٰ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام بخاری نے کئی مواضع میں اسے استعمال کیا ہے۔ چنانچہ بدءالحیض، بدءالاذان، بدءالخلق اسی روایت کے مطابق ہیں کثیر مشائخ نے یہی ذکر کیا ہے۔

لغت میں "وحی" کا معنی خفیۃً خبردار کرنا ہے۔ کتابت، مکتوب، بعث، الہام، امر، ایماء، اشارہ اور وقفہ وقفہ کے بعد آواز دینے پر بھی وحی کا اطلاق ہوتا ہے۔ شریعت میں وحی کا اطلاق مُوحٰی پر ہوتا ہے۔ اور وہ اللہ کا کلام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو۔

وقولُ اللّٰہِ جَلَّ ذِکْرُہٗ "اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِہٖ" قول مرفوع ہے یا مجرور اگر مرفوع ہو تو باب کے حذف کی تقدیر پر اس کا جملہ پر عطف ہے کیونکہ وہ محل رفع میں ہے۔ اسی طرح اگر باب کو منون پڑھا جائے تو قول مرفوع ہے اور اگر مجرور پڑھا جائے تو اس "کا کیف" پر عطف ہوگا اور باب منون نہ ہوگا یعنی باب بمعنی قول اللہ تعالیٰ یا الاحتجاج والاستدلال بقول اللہ کذا لیکن یہ تقدیر صحیح نہیں کہ یہ کہا جائے کیفیت قول اللہ تعالیٰ، کیونکہ اللہ کا کلام غیر مکیف ہے۔ اس کی کوئی کیفیت نہیں۔ (قاضی عیاض)

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کیونکہ صحیح بخاری سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار میں منحصر ہے۔ اس لئے اسے بدء الوحی کے باب سے شروع کیا کیونکہ اس میں شان رسالت اور وحی کی ابتداء کا ذکر ہے اور آیت کریمہ کو تبرکاً ذکر کیا ہے۔ اور اس کی عنوان سے مناسبت بھی ہے کیونکہ آیت کریمہ کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں سے کلام کا طریقہ وحی ہے۔

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ نبی ہیں تو آپ آسمان سے ایک ہی بار کتاب لائیں جیسے موسیٰ علیہ السلام ایک ہی بار تورات لائے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں جیسے پہلے نبیوں کی طرف وحی کی گئی اسی طرح آپ کی طرف وحی کی گئی ہے۔ اور آپ کا حکم بھی وہی ہے جو دوسرے نبیوں کا حکم تھا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ آیت کریمہ میں نوح علیہ السلام کو خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے نبی ہیں۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے صاحب شرع ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کی اُمت کو عذاب دیا گیا ہے۔ اس لئے انہیں خصوصاً ذکر کیا تاکہ اس امت مرحومہ کو ان کی امت کا حال دیکھ کر عبرت ہو مگر یہ دونوں جواب کمزور ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی طرف مبعوث ہوئے تھے آپ نے ان کو احکام شرع بیان کئے لہٰذا آپ پہلے نبی صاحب شریعت ہیں پھر آپ کے بعد نبوت کا بوجھ حضرت شیث پر ڈالا اور وہ نبی و رسول تھے۔ ان کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کو قابیل کی اولاد کی طرف مبعوث کیا پھر انہیں آسمانوں میں اٹھا لیا۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام پہلے صاحب شرع نبی ہیں۔

دوسرا جواب بھی کمزور ہے کیونکہ حضرت شیث علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کی قوم کو عذاب دیا گیا۔ فریری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا کہ حضرت شیث علیہ السلام اپنے بھائی قابیل سے جنگ کرنے گئے اور اپنے والد آدم کی

وصیت کے مطابق قابیل کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور وہ قید ہی میں کفر کی حالت میں مر گیا۔ لہٰذا شافی جواب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دوسرے باپ ہیں اور تمام دُنیا والے آپ کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے نوح کی اولاد کو باقی رکھا۔ نوح علیہ السلام کے تین بیٹے تھے جبکہ چوتھے بیٹے کنعان آپ کے حقیقی بیٹے نہیں تھے۔ بلکہ آپ کی بیوی کے پہلے خاوند سے بیٹا تھا اور کفر کے باعث طوفان میں ہلاک ہُوا۔ لہٰذا تمام لوگ سام، حام اور یافث کی اولاد ہیں۔ کیونکہ اصحابِ سفینہ کے بغیر تمام لوگ طوفان میں ہلاک ہو گئے تھے اور اس نوح علیہ السلام اور ان کی بیوی اور تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان کی بیویاں کُل آٹھ افراد زندہ رہے تھے۔ محمد بن اسحاق نے ان کے سوا دس ذکر کئے جبکہ مقاتل نے بہتر (۷۲) ذکر کئے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استی (۸۰) انسان ذکر کئے ہیں؛ لیکن مقصد یہ ہے کہ آٹھ انسان زندہ رہے تھے اور باقی کشتی سے باہر آنے کے بعد سب مر گئے تھے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا انتقال ہُوا اور آپ کے تینوں بیٹے باقی رہے ان تینوں سے ساری مخلوق پیدا ہُوئی ہے لہٰذا طوفان کے بعد تمام نبیوں اور رسُولوں سے پہلے نبی ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام آدم، شیث اور ادریس کے سوا آپ کے بعد ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو خصوصًا ذکر فرمایا اور دُوسرے انبیاء کثیر تعداد میں تھے اس لئے ان کا نوح پر عطف کیا۔

امام بخاری کی عادت ہے کہ آپ نے جو حدیث ذکر کرنا ہوتی ہے اس کے مناسب قرآن کی آیت یا اس کی تفسیر یا حدیث یا بعض صحابہ یا تابعین کے اثر مقام کے مطابق ذکر کر دیتے ہیں؛ نیز ان کی عادت ہے کہ ابواب کے تراجم میں قرآن کی کثیر آیات ذکر کرتے ہیں۔ بسا اوقات تو انہیں پر اقتصار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ کوئی دُوسری شئے ذکر نہیں کرتے توضیح کی ابتداء میں اس آیت کریمہ کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ نبیوں کی طرف وحی کرنا اللہ کی سُنّت ہے۔ (عینی)

وحی کے معنیٰ

: لُغت میں وحی کا معنیٰ خفیۃً خبردار کرنا ہے۔ جوہری نے کہا کتابت، اشارہ، کتابت، رسالت، الہام، کلام خفی اور غیر سے گفتگو پر پر وحی کا اطلاق ہوتا ہے۔ شریعت میں وحی کا معنیٰ اللہ کا کلام ہے جو کسی نبی پر نازل ہو۔

وحی کے اقسام

: نبیوں پر وحی تین طرح ہوتی ہے۔ وہ قدیم کلام سُنتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر سُنا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ اسریٰ میں سُنا یا فرشتہ کے واسطہ سے وحی ہو یا اُن کے دل میں القاء ہو جیسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے میرے دل میں کچھ ڈالا۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی اور کی طرف وحی کا معنیٰ صرف الہام ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

وحی کی صُورتیں

: وحی کی صورتیں سات (۷) ہیں: نمبر ۱، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی ابتداء نیند میں اچھے خواب تھے۔ ۲ گھنٹی کی آواز جیسا کلام۔ ۳ دل میں کلام پڑ جائے۔ ۴ فرشتہ انسانی شکل میں آئے۔ ۵ فرشتہ اپنی صحیح صورت میں ظاہر جیسے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر ظاہر ہُوئے۔ ۶ اللہ تعالیٰ پردہ میں کلام کریں اور ساتویں صورت یہ ہے کہ سیدنا اسرافیل علیہ السلام وحی کریں؛ چنانچہ انقطاع وحی کے زمانہ میں وہ تین برس تک وحی لاتے رہے پھر وحی جبرائیل کے سپرد ہوئی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار ذکر کرنے تھے۔ اس لئے وحی کی کیفیت کو پہلے ذکر کیا حتّٰی کہ خطبہ بھی پہلے ذکر نہ کیا اور "انما الاعمال بالنیات" کی حدیث پر اکتفا کی گویا کہ اُنھوں نے کہا میں نے اس طرح کتاب کی ابتداء کی اور وحی

١ـ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ ابْنَ وَقَّاصِ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلٰى امْرَاَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

١ـ ترجمہ: عبداللہ بن زبیر حمیدی نے کہا ہمیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں یحییٰ بن سعید انصاری نے خبر دی اُنھوں نے کہا مجھے محمد بن ابراہیم تیمی نے خبر دی کہ اُنھوں نے علقمہ بن وقاص لیثی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو منبر شریف پر یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اعمال نیات کے ساتھ ہیں ہر شخص کو وہی حاصل ہوگا جس کی وہ نیت کرے لہٰذا جس کی ہجرت دُنیا کے لئے ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا اس کی ہجرت عورت کے لئے ہے جس سے وہ نکاح کی خواہش رکھتا ہے تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔"

١ـ شرح: حمیدی ابوبکر عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ ہیں وہ حمید بن اسامہ کی طرف منسوب ہیں جو قبیلہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی جو ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبیلہ ہے کی شاخ ہے۔ وہ ام المؤمنین خدیجہ کے ساتھ اسد میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصی میں ملتے ہیں۔ وہ امام کبیر مصنف ہیں اور سفیان بن عیینہ سے طلبِ علم میں امام شافعی کے ساتھی ہیں۔ علم فقہ سفیان سے حاصل کیا اور اُن کے ساتھ ہی مصر چلے گئے اور ان کی وفات کے بعد واپس مکہ مکرمہ آ گئے حتیٰ کہ دوسو انیس ٢١٩ ہجری میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "قَدِّمُوْا قُرَيْشًا" کہ قریش کو مقدم کرو پر عمل کرتے ہوئے صحیح بخاری کو حمیدی سے روایت کرنے سے شروع کیا کیونکہ وہ بہت بڑے فقیہہ قریشی ہیں۔ انہی سے اُنھوں نے علم حاصل کیا نیز حمید مکی ہیں جیسے ان کے شیخ سفیان مکی ہیں اس لئے مناسب یہی خیال کیا بدء الوحی کے اول ترجمہ میں انہیں ذکر کریں کیونکہ وحی کی ابتداء مکہ میں ہوئی تھی۔ اسی لئے دوسری حدیث امام مالک سے روایت

کی کیونکہ وہ مدینہ منورہ کے عالم ہیں اور نزولِ وحی میں مدینہ منورہ کا مرتبہ، مکہ مکرمہ کے بعد ہے امام مالک اور سفیان دونوں ساتھی ہیں امام شافعی نے فرمایا اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا۔ کبھی ان کا اشتباہ حمیدی سے ہو جاتا ہے جو ان کے بعد ہوئے ہیں اور صاحب الجمع بین الصحیحین ہیں وہ علامہ ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ بن فتوح بن حمید اندلسی ہیں —— امام کبیر صاحب تصانیف ہیں۔

سفیان بن عُیَینَہ،، بن ابو عمرو ہلالی ہیں آپ کی جائے پیدائش کوفہ ہے۔ متعدد شیوخ سے علم حاصل کرنے میں امام مالک کے ساتھی ہیں ان کی وفات کے بعد بیس برس بقیدِ حیات رہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ انھوں نے ستر تابعیوں سے علم حاصل کیا ہے۔ ۱۰۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ ہجری کے رجب میں فوت ہوئے۔

یحییٰ بن سعید کے دادا کا نام قیس بن عمرو ہے وہ صحابی ہیں اور یحییٰ تابعی ہیں ان کے شیخ محمد بن ابراہیم ابن حارث تیمی ہیں اور محمد کے شیخ علقمہ بن وقاص لیثی ہیں جو کبار تابعین کرام سے ہیں۔ اس حدیث کے اسناد میں مسلسل تین تابعی ہیں۔ ابن مندہ نے معرفت میں ذکر کیا کہ علقمہ صحابی ہیں اگر یہ ثابت ہو جائے تو اس اسناد میں دو صحابی اور دو تابعی ہیں۔ مُحدِّثین کرام حدیث کے اَسانید میں کبھی حَدَّثَنَا کبھی اَخبَرَنَا کبھی سَمِعتُ اور کبھی عَنعَنَہ ذکر کیا کرتے ہیں۔ اس حدیث کے اسناد میں تمام صیغے مذکور ہیں۔

امام بخاری پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ اُنھوں نے بدءالوحی کے ترجمہ میں اعمال کی حدیث ذکر کی ہے حالانکہ اسے اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اس کے جواب میں ابن رشید نے کہا۔ امام نے یہ حدیث اس لئے یہاں ذکر کی ہے کہ ان کی اس کتاب کی تالیف میں نیت خالص ہے اور اُنھوں نے اس کی تالیف میں دُنیاوی امور کو پیش نظر نہیں رکھا۔ علماء کرام نے اس حدیث کی مناسبت میں بہت تکلفات کئے ہیں جو بھی کسی کے خیال میں آیا بیان کیا۔ چنانچہ بعض علماء نے کہا کہ امام نے اس حدیث کو خطبۃ الکتاب کا مقام دیا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں منبر شریف پر اس حدیث کو ذکر کیا لہٰذا اگر اس حدیث میں منبر کے خطبہ کی صلاحیت ہے تو یقیناً یہ کتاب کا خطبہ بھی ہو سکتی ہے۔ امام مہلب نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے اس حدیث کے ساتھ لوگوں کو مخاطب فرمایا لہٰذا اس کا بدءالوحی میں ذکر مناسب ہے کیونکہ ہجرت سے پہلے کے حالات اس کے لئے مقدمہ کی طرح ہیں۔ کیونکہ ہجرت سے مشرکوں سے جنگ کرنے کی ابتداء ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عاقبت فتوحات عظیمہ اور نصرت مستقیمہ فرمائی،، یہ وجہ تو بہت اچھی ہے لیکن مدینہ منورہ میں تشریف لاکر سب سے پہلے اس حدیث کے ساتھ خطاب کہیں منقول نہیں۔ البتہ باب ترک الحیل میں یہ الفاظ ہیں سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ یَا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّۃِ الخ اس میں یہ اشارہ تو ملتا ہے کہ یہ خطبہ کی حالت میں فرمایا لیکن یہ واضح نہیں کہ مدینہ منورہ تشریف لاتے ہی یہ فرمایا حالانکہ ترمذی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف

لائے تو سب سے پہلے آپ سے میں نے یہ کلمات سُنے یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ) شائد مذکور قائل نے مہاجر ام قیس سے سند لی ہو، چنانچہ ابن دقیق العید نے کہا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اس لئے کی کہ ام قیس سے نکاح کرے اور ہجرت کی عظمت اور فضیلت اس کے پیش نظر نہ تھی۔ اسی لئے حدیث میں عورت سے نکاح کا ذکر ہے۔ لیکن یہ اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ ہجرت نبویہ میں صرف اسی حدیث کو پہلے ذکر کرنے میں کیا استلزام ہے مہاجر ام قیس کا واقعہ طبرانی نے اعمش کے طریقہ سے ذکر کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت مسماۃ ام قیس کو منگنی کا پیغام بھیجا تو اُس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ اس سے نکاح نہ کرے گی حتیٰ کہ وہ ہجرت کرے چنانچہ اُس نے ہجرت کی اور اس سے نکاح کر لیا اسی لئے ہم اسے مہاجر ام قیس کہا کرتے تھے۔ طبرانی کا یہ اسناد بخاری کی شرط پہ ہے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حدیث اسی لئے بیان فرمائی تھی۔ اگر امام نے اس کو خطبہ کے قائم مقام کیا ہوتا تو اسے ترجمہ سے پہلے ذکر کرتے جیسے اسماعیلی نے کیا ہے۔ ابن بطال رحمۃ اللہ نے کہا تبویب کا تعلق آیت اور حدیث دونوں سے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی طرف وحی بھیجا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی کہ اعمال کا دار و مدار نیات پر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نبیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اخلاص سے عبادت کریں۔ ابو عبد المالک بونی نے ذکر کیا کہ حدیث کی ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ وحی کی ابتداء نیت کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید پہ پیدا کیا اور آپ کے دل میں بتوں سے بغض کرنا ڈالا اور نبوت کے اولین اسباب ایسے اچھے خواب آپ کو عطا کئے۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو غارِ حراء میں تشریف لے گئے اور اس کے لئے نیت خالص فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپکا یہ عمل قبول کیا اور آپ کو نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ ابن منیر نے کہا: سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نبوت کا مقدمہ غارِ حراء میں تنہائی کی حالت میں اللہ کی طرف ہجرت کرنا ہے۔ اس لئے ہجرت کی حدیث کے ساتھ افتتاح مناسب تھا۔ اس حدیث کی عظیم قدر و منزلت حضرات ائمہ کرام سے متواتر منقول ہے۔ ابو عبد اللہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منقول اخبار میں اس حدیث سے زیادہ جامع اور مفید کوئی حدیث نہیں۔ حضرات محدثین کرام عبد الرحمٰن بن مہدی امام شافعی، احمد بن حنبل، علی بن مدینی، ابوداؤد، ترمذی، دارقطنی اور حمزہ کنانی نے بالاتفاق ذکر کیا کہ یہ حدیث اسلام کی تہائی ہے۔ ان میں سے بعض نے چوتھائی اسلام کہا ہے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کے ثُلثُ الاسلام ہونے کی یہ وجہ ذکر کی ہے کہ انسان کا کسب دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور نیت ان تینوں میں سے راجح ہے کیونکہ یہ کبھی مستقل عبادت ہوتی ہے اور اس کے علاوہ دوسرے اس کے محتاج ہیں اسی لئے وارد ہے "نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ" مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ نیز اس حدیث کے صحیح ہونے میں سب کا اتفاق ہے اور متعدد روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ مسلم میں ام المؤمنین عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ لوگ اپنی نیتوں پہ اُٹھائے جائیں گے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا

لیکن جہاد اور نیت "ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ جس نے اس نیت سے جہاد کیا کہ اللہ کا دین بلند ہو وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے،، ابن مسعود کی حدیث ہے کہ جنگ کی صفوں میں بہت ایسے مقتول ہیں جن کی نیت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ نسائی میں حدیث ہے کہ جس نے جہاد کیا حالانکہ اس کی نیت دنیاوی سامان کا حصول ہے تو اسے وہی حاصل ہوگا جو اس نے نیت کی۔ الحاصل اقسام عبادات، معاملات اور عادات بے شمار ہیں اور تمام میں نیت کو دخل ہے۔ علامہ عینی نے ذکر کیا کہ شیخ قطب الدین رحمہ اللہ نے کہا یہ حدیث کثیر طرق سے منقول ہونے کے باوجود مفرد اور غریب ہے۔ متواتر نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں تواتر کی شرط مفقود ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حضرت عمر فاروق نے ہی نقل کیا ہے اور عمر فاروق سے علقمہ ہی نے اور علقمہ سے محمد بن ابراہیم نے اور محمد سے صرف یحییٰ بن سعید نے نقل کیا پھر عام لوگوں نے اس کی روایت کی لہٰذا یہ آخر کے اعتبار سے مشہور اور اول سند کے اعتبار سے غریب اور مفرد ہے اور اس کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔

"امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں یہ حدیث کیوں اختیار کی؟"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا،، اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ انسان جو بھی عمل کرے اس کی نیت میں اخلاص ہونا چاہیے گویا کہ امام نے اشارۃً بتایا کہ اس کتاب کی تالیف میں صرف اللہ کی رضا قصد کی ہے۔ چنانچہ ان کا مقصد پورا ہُوا کہ شرق و غرب میں صحیح بخاری مقبول ہے۔ حافظ ابن مہدی نے کہا جو کوئی تصنیف کرنا چاہے اسے پہلے یہ حدیث ذکر کرنا چاہیئے۔ اگر میں نے تصنیف کی تو ہر باب سے پہلے یہ حدیث ذکر کروں گا۔

اگر کوئی انسان چار احادیث پر عمل پیرا ہو تو بھی اسے کافی ہے۔ ایک یہ حدیث کہ اعمال نیات کے ساتھ ہیں دوم حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے۔ سوم انسان کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ جو مقصد کی بات نہ ہو اسے ترک کر دے۔ چہارم یہ کہ،، مومن کامل مومن نہیں ہوتا حتیٰ کہ جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہو وہی اپنے مومن بھائی کے لئے پسند کرے۔ طاہر بن مفوز نے کہا: ؎

عُمْدَةُ الدِّيْنِ عِنْدَنَا كَلِمَاتٌ　　أَرْبَعٌ مِنْ كَلَامِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ
اِتَّقِ الشُّبُهَاتِ وَازْهَدْ وَدَعْ مَا　　لَيْسَ يَعْنِيْكَ وَاعْمَلْ بِنِيَّةٍ

ہمارے نزدیک عمدہ دین سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار ارشادات ہیں مشتبہ سے بچو تھوڑی شئی پر اکتفاء کرو، بے مقصد کام چھوڑ دو اور نیت سے کام کرو!،،

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری کو حدیث الاعمال سے شروع کیا اور حدیث التسبیح سے ختم کیا کیونکہ اس سے مجالس خوشبودار ہوتی ہیں اور جالسین مجلس سے جو کوتاہی وغیرہ ہو جائے اس سے اس کا

کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اس حدیث کا مورد اگرچہ خاص ہے جیسے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یہ حدیث مہاجر ام قیس کے بارے میں وارد ہوئی لیکن اس کے الفاظ عام ہیں اور وہی معتبر ہیں لہٰذا یہ ہجرت کے تمام اقسام کو شامل ہے۔ بعض علماء نے کہا ہجرت کے پانچ اقسام ہیں:

اول: حبشہ کی طرف ہجرت۔ دوم: مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف۔

سوم: قبائل کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنا۔

چہارم: جو مکہ والوں سے مسلمان ہو اس کا مکہ سے ہجرت کرنا۔

پنجم: جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہو اسے ترک کر دینا۔

ان پانچوں کے ساتھ تین اور ہیں: اوّل یہ کہ حبشہ کی طرف دوسری بار ہجرت کرنا کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے حبشہ کی طرف دو بار ہجرت کی تھی۔

دوم جو کوئی کفرستان میں مقیم ہو اور اظہارِ دین پر قادر نہ ہو تو اس پہ بلادِ اسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے۔ سوم آخر زمانہ میں شام کی طرف ہجرت کرنا جبکہ فتنوں کا عام ظہور ہو گا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ بخاری، مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت ختم ہے، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔ اس طرح کی کثیر احادیث صحیحین میں مذکور ہیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ ہجرت ختم ہو چکی ہے

اور ابو داؤد اور نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ توبہ کا دروازہ بند ہونے تک ہجرت ختم نہ ہو گی اور توبہ کا دروازہ بند نہ ہو گا حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع کرے گا۔ اور امام نے ابن سعدی کی مرفوع حدیث ذکر کی کہ جب تک دشمنانِ اسلام سے جنگ ہوتی رہے گی ہجرت ختم نہ ہو گی۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سے ایک مرفوع روایت یہ ہے کہ جب تک جہاد ہوتا رہے گا ہجرت ختم نہ ہو گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداءِ اسلام میں ہجرت فرض تھی پھر جب مکہ فتح ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ اور اس کا استحباب باقی رہا۔ لہٰذا جو ہجرت ختم ہو چکی ہے وہ فرض ہجرت ہے اور جو باقی ہے وہ مستحب ہجرت ہے۔

ابن اثیر نے کہا دراصل دو ہجرتیں ہیں ایک وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے جبکہ کوئی شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتا اور اپنا مال و متاع اور بیوی بچے چھوڑ آتا تھا اور ان کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا جب مکہ فتح ہوا تو یہ ہجرت ختم ہو گئی۔ دوسری ہجرت وہ ہے جو اعراب میں سے بعض لوگ ہجرت کرتے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کرتے اور ان سے وہ فعل نہ ہوا جو اصحابِ ہجرت نے کیا تھا۔ وہ ہجرت باقی ہے ختم نہیں ہو گی حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

ایک اور حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہجرت باقیہ سے مراد گناہوں سے ہجرت کرنا ہے چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہجرت کی دو خصلتیں ہیں ایک یہ کہ تم گناہ ترک کر دو اور دوم یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرو اور جب تک توبہ قبول ہوتی رہے گی ہجرت ختم نہ ہوگی۔ اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ قبول ہوتی رہے گی جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو اللہ تعالیٰ دلوں پر مہریں لگا دے گا اور جو کچھ اس سے پہلے دلوں میں تھا وہ مختوم ہوگا اور عمل کی ضرورت نہ ہوگی۔ یعنی مُہر اگر نیک اعمال پر لگی ہے تو اس کے نیک اعمال شمار ہوتے رہیں گے ورنہ بد اعمال شمار ہوتے رہیں گے۔ الحاصل ہجرت مفروضہ منقطع ہو چکی ہے اور غیر مفروضہ باقی ہے۔ لہٰذا احادیث میں تضاد نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا کہ وضوء اور غسل وغیرہ میں نیت فرض ہے۔ کیونکہ حدیث میں تقدیرِ عبارت یہ ہے ”صِحَّۃُ الْاَعْمَالِ بِالنِّیَّاتِ“، کہ اعمال کی صحت نیات پر مبنی ہے۔ لہٰذا نیت کے بغیر عمل صحیح نہ ہوگا۔ چونکہ الاعمال میں الف ولام استغراقی ہے لہٰذا اس میں تمام اعمال شامل ہیں اور روزہ، حج، زکوٰۃ، نماز اور وضوء سب میں نیت فرض ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقدیرِ عبارت یہ ذکر کی ہے کہ ”اِنَّمَا الْاَعْمَالُ تُحْسَبُ اِذَا کَانَتْ بِنِیَّتِہٖ وَلَا تُحْسَبُ اِذَا کَانَتْ بِلَا نِیَّتِہٖ“، لہٰذا طہارت اور دیگر عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ”انما الاعمال بالنیات“ سے مراد عین اعمال نہیں کیونکہ وہ تو نیت کے بغیر بھی محسوس ومشاہد ہیں۔ اس کا صرف اور صرف معنیٰ یہ ہے کہ دین کے بارے میں اعمال کے احکام کی صحت نیت سے ہے اور افعال کی صحت اور عدم صحت میں نیت فارق ہے کیونکہ لفظ ”اِنَّمَا“، کے دو رکن ہیں ایک ایجاب اور دوسرا نفی۔ یہ ایک کو ثابت کرتا ہے اور اس کے ماسوا کی نفی کرتا ہے۔ اس کا مدلول یہ ہے کہ جب عبادت میں نیت ہو تو صحیح ہوں گے اور اگر نیت نہ ہو تو صحیح نہ ہوں گے اور عموم کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اعمال دینیہ اقوال، افعال، فرض، نفل قلیل وکثیر نیت کے بغیر صحیح نہیں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے کیونکہ ذاتِ اعمال کی نفی نہیں ہو سکتی بلکہ اعمال کے احکام کی نفی مراد ہے اور وہ صحت وفضیلت ہے اور حدیث کو صحت کی نفی پر محمول کرنا زیادہ اچھا ہے کیونکہ صراحتاً لفظ ذات کی نفی کرتا ہے اور بالتبع جملہ صفات کی نفی کرتا ہے۔ اور ظاہر دلیل سے ذات کی نفی تو نہیں ہوتی لہٰذا صفات کی نفی ہوگی اور وہ صحت وغیرہ ہے۔

امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر، سفیان ثوری، اوزاعی، حسن بن حی ایک روایت کے مطابق امام مالک رضی اللہ عنہم نے فرمایا وضوء میں نیت فرض نہیں۔ اسی طرح غسل وغیرہ ہیں۔ اوزاعی اور حسن بن علی تو تیمم میں بھی نیت فرض نہیں کہتے ہیں۔ عطاء اور مجاہد نے کہا رمضان کے روزوں میں بھی نیت فرض نہیں۔ بشرطیکہ مسافر یا مریض نہ ہو۔ انہوں نے کہا حدیث میں تقدیرِ عبارت یہ ہے ثواب الاعمال بالنیات، کیونکہ کثیر

اعمال نیت کے بغیر پائے جاتے ہیں اور شرعاً معتبر ہیں۔ کیونکہ ثواب کے اضمار میں سب کا اتفاق ہے اور صحت کا اضمار متفق علیہ نہیں لہٰذا متفق علیہ پہ عمل کرنا اولیٰ ہے۔ نیز انتفاءِ صحت سے ثواب منتفی ہو جاتا ہے لیکن لیکن انتفاءِ ثواب سے صحت کی نفی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس میں اضمار قلیل ہے تو یہی اولیٰ ہے۔ نیز اگر صحت کو مقدر کہا جائے تو لازم آئے گا کہ خبرِ واحد سے کتاب اللہ منسوخ ہو جائے اور یہ ممنوع ہے۔ کیونکہ وضوء کی آئت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ، منہ اور پاؤں کا دھونا اور سَر کا مسح کرنا فرض ہے اور اس میں نیت مذکور نہیں۔ لہٰذا اگر خبر واحد سے نیت فرض کہیں تو نص قطعی کا مطلق حکم مرتفع ہوگا۔ یہی نسخ ہے۔ نیز لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی کی ثواب پہ دلالت ہے۔ کیونکہ جو انسان کے لئے ہے وہ تو اجر و ثواب ہے۔ عمل تو انسان پہ ہے۔ اس کے لئے نہیں لہٰذا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب نیت پہ موقوف ہے۔ علاوہ ازیں حدیث مذکور عام ہے اور اس سے بعض افعال مخصوص ہیں چنانچہ قرض ادا کرنا امانت واپس کرنا۔ اذان، تلاوت، اذکار و اوراد، راستہ بتانا اور اس سے کانٹے وغیرہ دُور کرنا تمام عبادات ہیں اور بالاتفاق نیت کے بغیر صحیح ہیں لہٰذا وضوء اور غسل میں بھی نیت معتبر نہیں۔ اور علماء سلف و خلف میں سے کسی نے ان اعمال میں نیت کو شرط قرار نہیں دیا اگرچہ ان اعمال کے وقت نیت ہوتی ہے۔ مگر نیت شرط نہیں اور دعویٰ بھی یہی ہے کہ ان اعمال میں نیت شرط نہیں۔ مثلاً قرض ادا کرنے والا جب بریُ الذمہ ہونے کا قصد کرے گا تو قرض ادا کرنے سے وہ بریُ الذمہ ہو جائے گا اور اسے ثواب حاصل ہوگا اس میں نزاع نہیں اور جب ذمّہ کی براءت کے قصد کے بغیر قرض ادا کرے تو جب وہ بریُ الذمہ ہو جائے گا لیکن ثواب نہ ہوگا۔

الحاصل حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ثَوَابُ الْاَعْمَالِ بِالنِّیَّةِ "، کہ اعمال کا ثواب نیت پہ موقوف ہے جس کسی نے ہجرت اس نیت سے کی کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اس کا ثواب اللہ کے ذمّہ ہے۔ جس نے دُنیا یا عورت سے نکاح کرنے کی نیت سے ہجرت کی تو اسے وہ کچھ ملے گا اور آخرت میں کچھ ثواب حاصل نہ ہوگا۔

یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عمل شروع کرتے وقت نیت کا اعتبار ہے۔ اگر عبادت کی نیت کی اور بعد میں کوئی ایسی چیز مل گئی جو اخلاص کے مغایر ہو تو علامہ طبری رحمہ اللہ نے جمہور سلف علماء سے نقل کیا کہ اعتبار ابتداء کا ہے۔ اگر عمل کی ابتداء خالص اللہ کے لئے ہو تو بعد میں عارض ہونے والی شئی مضر نہیں۔ مثلاً خالصاً کوئی فعل شروع کیا۔ پھر اس میں فخر و عجب وغیرہ مل گیا تو اخلاص میں کمی نہ ہوگی۔ اور اسے ثواب بدستور حاصل ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث میں ایک ہی شئی شرط اور وہی جزاء ہے حالانکہ شرط و جزاء متغایر ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جزاء عین شرط نہیں بلکہ جزاء محذوف ہے۔ اور حدیث میں مذکور جزاء کے قائم مقام ہے۔ اور وہ پہلی صورت میں " فَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ "، اور دوسری صورت میں فَہِیَ حَظُّهٗ وَلَا نَصِیْبَ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ " ہے۔ پہلی تعظیم کے لئے دوسری تحقیر کے لئے ہے لہٰذا شرط و جزا میں اتحاد نہیں۔ ملخص۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَاْتِيْكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْيَانًا يَاْتِيْنِيْ مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهٗ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّيْ وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَاَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِيْ فَاَعِيْ مَا يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رض وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيْدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَاِنَّ جَبِيْنَهٗ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا

۲ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کبھی تو میرے پاس وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے۔ حالانکہ وہ بہت سخت ہوتی ہے اور فرشتہ مجھ سے جدا ہوتا ہے یا اس کی شدت جاتی رہتی ہے۔ حالانکہ اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے میں نے یاد کر لیا ہوتا ہے۔ اور کبھی میرے سامنے مرد کی صورت اختیار کرتا ہے اور میرے ساتھ کلام کرتا ہے تو جو وہ کہتا ہے میں یاد کرتا جاتا ہوں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آپ کو دیکھا کہ شدت کی سردی کے روز آپ پر وحی نازل ہوتا۔ وہ آپ سے جدا ہوتا تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہا کرتا تھا۔

۲ — شرح : یہ بدء الوحی کی احادیث میں سے دوسری حدیث ہے۔ دراصل یہ باب وحی کے بیان اور اس کی کیفیت کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں وہ احادیث مذکور ہوں گی جو وحی سے متعلق ہوں۔ لیکن انما الاعمال بالنیات کی حدیث کو اس باب میں پہلے اس لئے ذکر کیا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ مصنف نے صحیح بخاری کی تصنیف محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کی ہے۔ اور اس میں وہ مخلص ہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ہجرت پر مشتمل ہے اور ہجرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نبوت کا مقدمہ اور اس کی ابتداء ہے۔

سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا غارِ حراء میں خلوت اور تنہائی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لئے اللہ کی طرف ہجرت کرنا اس کے فیضان اور نزولِ وحی کی ابتداء تھی۔ اس مناسبت سے ہجرت کی حدیث کو بدء الوحی کے باب میں ذکر کیا ہے۔

اسماءِ رجال: اس حدیث کے چھ راوی ہیں۔ اوّل عبداللہ بن یوسف تنّیسی وہ تنیس میں آئے تھے دراصل وہ دمشق کے رہنے والے تھے یحییٰ بن معین نے ذکر کیا وہ مؤطا کے ثقہ راویوں سے ہیں اور دو سو اٹھارہ ہجری کو مصر میں فوت ہوئے۔ امام بخاری نے کہا میں نے دو سو سترہ ہجری کو مصر میں ان سے ملاقات کی اور انہی سے مؤطا امام مالک کی سماعت کی۔ صحاح ستہ میں ان کے سوا عبداللہ بن یوسف نام کا کوئی راوی نہیں ہے۔ اس حدیث کے دوسرے راوی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ آپ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر ہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے امام ہیں۔ آپ نے نو سو شیوخ سے حدیث سنی جن میں سے تین سو تابعی اور چھ سو تبع تابعی ہیں۔ یہ وہ شیوخ ہیں جن سے روایت کرنے میں آپ مطمئن تھے۔ طبقاتِ فقہاء میں ام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ذکر کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتے اور اُن کے قول کو لیتے تھے۔ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بھی آپ سے سماعت کی ہے۔

واقدی نے کہا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے بال بہت سفید تھے، قد درمیانہ تھا۔ آپ کا سَر مبارک بہت بڑا تھا آپ بالوں کو رنگ نہیں کرتے تھے اور بہترین عدنی لباس پہنتے تھے اور پرانے کپڑوں سے نفرت کرتے تھے۔ آپ ان علماء سے ہیں جنہیں اللہ کی راہ میں مصائب برداشت کرنے پڑے آپ نے ایک فتویٰ دیا تھا جو بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھا اس کی پاداش میں آپ کو ستر کوڑے مارے گئے۔ چودہ صفر ۱۷۹ ہجری میں وفات پائی اور عبداللہ بن محمد بن ابراہیم نے جو اس روز مدینہ منورہ کے حاکم تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد سے تھے۔ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ ۹۴ ہجری کے ربیع الاوّل میں پیدا ہوئے۔ اسی سال لیث بن سعد بھی پیدا ہوئے تھے۔ امام مالک اور مالک بن انس کوفی کے سوا مالک بن انس کے نام کا کوئی راوی نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ چھ مذاہب میں سے ایک امام صاحبِ مذہب ہیں۔ دوسرے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے ستر سال کی عمر میں ایک سو پچاس ہجری کو بغداد میں انتقال فرمایا تیسرے امام شافعی رضی اللہ عنہ آپ نے ۵۴ سال کی عمر میں دو سو چار ہجری کو مصر میں وفات پائی چوتھے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ آپ نے اسّی سال کی عمر میں دو سو اکتالیس ہجری کو بغداد میں وفات پائی۔ پانچویں سفیان ثوری چونسٹھ برس کی عمر میں آپ نے ایک سو اکسٹھ ہجری کو بصرہ میں وفات پائی۔ چھٹے داؤد بن علی اصبہانی ظاہری آپ نے اٹھاسی سال کی عمر میں دو سو نوے ہجری کو بغداد میں وفات پائی۔ آپ فرقہ ظاہریہ کے امام ہیں جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اس حدیث کے تیسرے راوی ہشام بن عروہ بن زبیر ہیں آپ تابعی مدنی ہیں۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔ اکسٹھ ہجری میں

آپ پیدا ہوئے جبکہ اسی سال امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے۔ اور ایک سو بینتالیس ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ہشام بن عروہ نام کا اور کوئی راوی نہیں۔ چوتھے راوی ابو عبداللہ عروہ بن زبیر ہشام کے والد ہیں۔ آپ مدنی تابعی ہیں۔ آپ کی جلالت، امامت اور کثرتِ علم وفضل وبراعت میں ساری امت کا اتفاق ہے۔ آپ فقہاء سبعہ سے ہیں۔ فقہاء سبعہ یہ ہیں: عروہ بن زبیر، سعید بن مسیّب، عبیداللہ بن عبداللہ ابن عتبہ بن مسعود، قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، سلیمان بن یسار، خارجہ بن زید بن ثابت اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام،، آپ کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق ہیں۔ آپ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خالو، ابوبکر نانا جان، زبیر والد، اسماء والدہ اور ام المؤمنین عائشہ آپ کی خالہ ہیں۔ آپ بیس ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔ عروہ بن زبیر کے نام کا راوی آپ کے سوا اور کوئی نہیں اور نہ ہی صحابہ میں عروہ بن زبیر نام کا کوئی صحابی ہے۔ رضی اللہ عنہم،،

اس حدیث کی پانچویں راویہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے دو سال پہلے شوال میں نکاح کیا۔ جبکہ آپ کی عمر چھ برس تھی بعض روایات میں تین برس پہلے اور بعض میں ڈیڑھ برس پہلے مذکور ہے۔

آپ فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ آپ نے چھپن برس کی عمر میں رمضان شریف میں وفات پائی اور آپ کے حکم کے مطابق رات کو بقیع میں مدفون ہوئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ان کی فضیلت کا بیان باب المناقب میں ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز!

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں امہات المؤمنین ہیں۔ قرآن کریم میں "وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ" نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور ان کے بھائی مومنوں کے ماموں اور بہنیں مومنوں کی خالائیں اور ان کی بیٹیاں مومنوں کی بہنیں ہونے میں اہل علم کی مختلف آرائیں ہیں۔ صحیح تر یہ ہے کہ ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی روائت نہیں۔ اسی طرح امہات المؤمنین کے آباء اور امہات کو مومنوں کے دادے اور دادیاں نہیں کہا جائے گا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے باپ ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصریح کی ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صلبی بیٹا زندہ نہیں رہا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے "صلبی" باپ نہیں ہیں۔

اس حدیث کے چھٹے راوی حارث بن ہشام بن مغیرہ ہیں۔ آپ ابوجہل لعین کے حقیقی بھائی ہیں اور خالد بن ولید کے چچازاد بھائی ہیں۔ بدر کی جنگ میں کافروں کی طرف سے آئے اور شکست خوردہ بھاگ گئے اور فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ میں انہیں ایک سو اونٹ دیا آپ پندرہ ہجری کو جنگِ یرموک میں شہید ہوگئے۔ آپ اپنی قوم کے سردار تھے۔ آپکی اولاد میں تینس ۳۳ افراد ہیں (عینی)

اس حدیث کی تقریر یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے۔ تو آپ نے اس کے دو طریقے بیان فرمائے۔ ایک یہ کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور اس کی آواز گھنٹی کی آواز کے مشابہ ہوتی ہے اور یہ میرے لئے بہت سخت ہوتی ہے اور فرشتہ جب چلا جاتا ہے تو میں نے جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے یاد کر لیا ہوتا ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرشتہ میرے سامنے مرد کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ میرے ساتھ کلام کرتا ہے تو میں اسے یاد کئے جاتا ہوں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت سردی میں نزولِ وحی کے وقت دیکھا کہ وحی کی شدت کے باعث آپ کی جبین پاک سے پسینے کے قطرات ٹپکتے تھے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ گھنٹی کی آواز مذموم ہے کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے تو فرشتے کی آواز اس کے مشابہ کیسے ہو سکتی ہے۔ حالانکہ فرشتے اس سے نفرت کرتے ہیں اور جس قافلہ میں گھنٹی کی آواز ہو اس کے ساتھ فرشتے نہیں چلتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں فرشتے کی آواز کو گھنٹی کی آواز سے تشبیہ دی ہے۔ اور تشبیہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مشبّہ مشبّہ بہ کے تمام صفات میں مساوی ہو۔ بلکہ کسی ایک صفت میں مشارکت کافی ہے اور یہاں جنس مراد ہے اس لئے وہ شئے ذکر کی جس کے سماع سے سامعین کو انس ہو تاکہ ان کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

الحاصل گھنٹی کی آواز کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت قوت ہے اور دوسری جہت طنین ہے۔ قوت کے اعتبار سے وحی کو گھنٹی سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی وحی کی آواز بہت قوی ہوتی ہے اور طنین کے اعتبار سے اس کی آواز مکروہ ہے اس سے منع کیا گیا اور اسی سے فرشتے دور بھاگتے ہیں۔

امام فضل اللہ تورپشتی نے کہا جب جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی کیفیت سے متعلق سوال عرض کیا گیا حالانکہ یہ ان مشکل مسائل سے ہے جن کے وجوہ سے شدت کے نقاب اٹھائے نہیں گئے اس لئے ظاہر حال میں اس کی مثال ایسی آواز بیان فرمائی جو سنی تو جاتی ہے مگر اس سے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ اس مثال میں اس بات کی وضاحت کر دی کہ وحی ہیبتِ جلال اور عظمتِ کبریاء میں قلب پر وارد ہوتی ہے تو اس وقت خطاب کی ہیبت سے قلب سخت مرعوب ہو کر نہایت مہیب ہو جاتا ہے اور اس میں کلام وارد ہونے کے باوجود قولِ ثقیل سے وہ شئے پائی جاتی ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا۔ جب یہ ہیبت اس سے جاتی رہتی ہے تو جو کلام ہیبت کی حالت میں دل میں ڈالا گیا تھا اسے ایسے پاتا ہے جیسے سنتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا وہ مجھ جدا ہوتا ہے حالانکہ میں نے وہ یاد کر لیا ہوتا ہے۔ وحی کی یہ قسم فرشتوں کی طرف وحی کے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس حالت میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ ملکیہ میں متکیف ہوتے ہیں تو جب حالت جبلتیہ کی طرف عود کرتے ہیں تو سب کچھ آپ کو یاد ہوتا ہے اسی لئے بصیغۂ ماضی فرمایا، "وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ" یعنی جو فرشتہ نے کہا ہوتا ہے میں نے وہ یاد کر لیا ہوتا ہے۔ الحاصل وحی کی کیفیت کا علم ان امور میں سے ہے جنہیں عقل ادراک نہیں کر سکتی اور فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے کلام کا سماع کرنا حروف یا آواز کے بغیر

ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سامع میں علم ضروری خلق کر دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا کلام بشر کے کلام جیسا نہیں ایسے ہی اس کا سماع جو اپنے بندے کے لئے پیدا کرتا ہے آواز کے سماع جیسا نہیں۔ وحی کی یہ قسم بہت سخت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت طباع بشریہ سے اوضاع ملکیہ کی طرف انتقال ہوتا ہے اور جیسے فرشتوں کی طرف وحی ہوتی ہے نبی کی طرف بھی اس طرح وحی ہوتی ہے۔

وحی کی دوسری قسم یہ ہے کہ فرشتہ بشری صورت اختیار کرتا ہے۔ تو اس وقت وحی کرتے وقت وہ یاد ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں لفظ مضارع ذکر فرمایا۔ لیکن وحی ان دونوں صورتوں میں منحصر نہیں اس کے اور بھی کئی طریقے ہیں۔ البتہ عموماً یہ دو صورتیں ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا وجود ہے اور اس میں ملاحدہ اور فلاسفہ کا رد ہے جو ان کا انکار کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مشکل مسائل کے حل کے لئے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اور آپ ان کی ہر طریقہ تسلی فرما دیتے تھے۔ بعض لوگ استفسار کرتے اور بعض یاد کرتے تھے۔ نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ فرشتے مختلف اوضاع اور اشکال اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سوال میں وحی کے آنے کی کیفیت پوچھی گئی ہے اور جواب میں وحی کے حامل کی کیفیت ذکر کی گئی ہے یہ سوال ہے اگر تسلیم بھی کر لیں تو حاملِ وحی کی کیفیت سے اتیانِ وحی کی کیفیت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ البتہ جواب میں حاملِ وحی کی کیفیت کا اضافہ کر دیا ہے تاکہ سائل دوبارہ حامل کی کیفیت پوچھنے کی تکلیف نہ کرے۔

احادیث میں ثابت ہے کہ فرشتہ دحیہ کلبی کی صورت میں دربارِ رسالت میں حاضر ہوتا تھا۔ کیونکہ دحیہ کلبی بہت خوبصورت تھے۔ اسی لئے وہ عورتوں کے فتنہ کے ڈر سے منہ ڈھانپ رکھتے تھے۔ تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ اس کے معترف تھے۔ حدیث شریف میں وحی کی دو حالتیں ذکر کی ہیں اور تیسری کو یہاں ذکر نہیں کیا اور وہ اچھے خواب ہیں کیونکہ سائل کا مقصد مخصوص حالت اور غیر معروف مخفی حالتِ وحی دریافت کرنا تھا۔ نیز نیند کی حالت میں بھی وحی ان دو حالتوں میں نازل ہوتی تھی اور یہی دو حالتیں نزولِ وحی کے لئے مستمر تھیں۔ اچھے خواب صرف ابتداءِ نبوت میں آتے تھے جیسا کہ حدیث ۴ سے واضح ہے۔ حدیث ۳۰۰۳ کی شرح دیکھیں۔

حلّ لغات

أَحْيَانًا ،، حِین کی جمع ہے۔ اس کا معنی وقت ہے قلیل ہو یا کثیر حدیث میں مطلق وقت مراد ہے صَلْصَلَةٌ ،، لوہے کے لوہے پر گرنے کی آواز۔ جَرَسٌ ،، گھنٹی۔ فَيُفْصَمُ ،، منقطع ہو۔ يَتَمَثَّلُ ،، صورت اختیار کرتا ہے۔ لَيَتَفَصَّدُ ،، فصد سے ہے۔ دراصل فصد کا معنی خون بہانے کے لئے رگ کھولنا ہے۔ پسینہ کی کثرت کے باعث مبالغہ کے لئے آپ کی پیشانی کو عرق مفصود سے تشبیہ دی ،،

۳ — حدثنا يحيى بن بكير قال اخبرنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة ام المؤمنين رضي الله عنها انها قالت اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم فكان لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء وكان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد قبل ان ينزع الى اهله ويتزود لذلك ثم يرجع الى خديجة فيتزود لمثلها حتى جاءه الحق وهو في غار حراء فجاءه الملك فقال اقرأ فقال فقلت ما انا بقارئ قال فاخذني فغطني حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذني فغطني الثانية حتى بلغ مني الجهد ثم ارسلني فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ قال فاخذني فغطني الثالثة ثم ارسلني فقال اقرأ باسم ربك الذي خلق

۳ — ترجمہ: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر وہ صبح کی روشنی کی طرح واضح ہو جاتا۔ پھر آپ کو تنہا رہنا پسند ہوا اور غارِ حرا میں تنہا رہنے لگے اور گھر کی طرف لوٹنے سے پہلے اس میں متعدد راتیں عبادت کرتے اور خلوت و عبادت کے لئے خرچہ لے جاتے۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹتے اور عبادت کرنے کے لئے طعام لے جاتے۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے جبکہ آپ غارِ حرا میں تھے اور کہا پڑھیئے۔ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اُس نے مجھے پکڑا اور زور سے اس قدر دبایا کہ اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔ پھر مجھے کہا پڑھیئے میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے مجھے پکڑا اور دوبارہ زور سے پوری طاقت سے دبایا۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْجُفُ فُؤَادُهٗ فَدَخَلَ عَلٰى خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ فَقَالَ زَمِّلُوْنِيْ زَمِّلُوْنِيْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ فَقَالَ لِخَدِيْجَةَ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ فَقَالَتْ خَدِيْجَةُ كَلَّا وَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِيْجَةُ حَتّٰى اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى اِبْنَ عَمِّ خَدِيْجَةَ وَكَانَ امْرَاً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ فَيَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِيْلِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ عَمِيَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِيْجَةُ يَا ابْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ يَا ابْنَ اَخِيْ مَاذَا تَرٰى فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَ

اور کہا اپنے ربّ کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو بستہ خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے آپ کا رب اکرم ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِن آیات کو لے کر لوٹے جبکہ آپ کا قلب شریف خائف و مضطرب تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے کپڑوں میں لپیٹ لو۔ انھوں نے آپ کو کپڑوں میں لپیٹ دیا حتٰی کہ آپ سے خوف و گھبراہٹ جاتی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا فرشتے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ کی قسم مجھے اپنے نفس کا ڈر ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اللہ کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں (اقربا پر احسان کرتے ہیں) بوجھ اٹھاتے ہیں (ضعیف لوگوں کی مدد کرتے ہیں) اپنے غیر کو مال معدوم دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور نوائب حق پر مدد کرتے ہیں۔ ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ کے پاس لے گئیں وہ ام المؤمنین خدیجہ کے چچا کے بیٹے تھے۔ انھوں نے جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر لیا

مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰى مُوسٰى يَا لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا يَا لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ وَفَتَرَ الْوَحْيُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ قَالَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَا أَنَا أَمْشِي إِذَا سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَرُعِبْتُ مِنْهُ فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ

تھا وہ عبرانی لکھا کرتے تھے اور انجیل سے عبرانی میں جو اللہ تعالیٰ چاہتا لکھا کرتے تھے۔ وہ معمّر تھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ انہیں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے میرے چچا کے بیٹے اپنے بھتیجے سے کچھ سنو۔ ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے آپ کیا دیکھتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا سارا واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ نے کہا یہ وہ راز دان ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا کاش کہ میں ایام نبوت میں نوجوان ہوتا ہے اور جب آپ کو آپ کی قوم مکہ سے نکالے گی کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ لوگ ایسا کریں گے؟ اور مجھے مکہ سے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا جی ہاں! جو خبر آپ لائے ہیں اس جیسی خبر کوئی نہیں لاتا مگر اس کے ساتھ دشمنی کی جاتی ہے۔ اگر مجھے آپ کو اخراج کے زمانہ نے پایا یا آپ کی نبوت کے انتشار کے زمانہ نے پایا تو میں آپ کی زبردست مدد کروں گا! اس کے بعد ورقہ نہ ٹھہرے اور جلد فوت ہو گئے اور وحی رُک گئی۔ ابن شہاب نے کہا اور مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے بیان دیا کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا جبکہ وہ وحی کے رُک جانے کی خبر دے رہے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیان میں فرمایا کہ اس اثنا میں میں چل رہا تھا کہ اچانک میرے پاس

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ فَحَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابَعَهُ هِلَالُ بْنُ رَدَّادٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ بَوَادِرُهُ

آسمان سے آواز آئی۔ میں نے نظر اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں اس سے مرعوب ہو کر واپس لوٹا اور کہا مجھے کپڑوں میں لپیٹ لو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ اے کپڑا اوڑھنے والے محبوب اُٹھئے اور کافروں کو ڈراؤ، اپنے رب کی تعظیم کرو اور کپڑے صاف کرو۔ اور بتوں سے دُور رہو۔ اور بکثرت وحی کا نزول ہونے لگا۔ اس کی متابعت عبداللہ بن یوسف اور ابو صالح نے کی ہے۔ اور ہلال بن ردّاد نے زُہری سے اس کی متابعت کی اور یونس و معمر نے "بَوَادِرُہ" ذکر کیا ہے۔ اور وہ کندھے اور گردن کے درمیان گوشت کا ٹکڑا ہے جو گھبراہٹ کے وقت حرکت کرتا ہے۔

۳

شرح: یہ تیسری حدیث ہے۔ اس کے چھ راوی ہیں۔ اوّل یحییٰ بن عبداللہ ابن بُکیر قرشی مخزومی مصری ہیں۔ امام نے ان کے دادے کی طرف انہیں منسوب کیا۔ آپ ایک سو چپن ہجری میں پیدا ہُوئے اور دو سو اکتیس ہجری میں فوت ہُوئے۔ آپ مصر کے بہت بڑے محدّث حافظ ہیں اور مؤطا امام مالک کے راوی ہیں۔ دوسرے لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی ہیں آپ مصر کے بہت بڑے عالم ہیں۔ موضع قَلْقَشَنْدَہ جو قاہرہ سے تین فرسخ دُور ہے میں ۹۳ ہجری میں پیدا ہُوئے اور ۱۷۵ ہجری کو ماہِ شعبان میں فوت ہوئے آپ کی قبر قرافہ مصر میں ہے اور ہر عام و خاص آپ کی قبر کی زیارت کرتا ہے۔ آپ بہت بڑے امام ہیں۔ آپ کی بزرگی اور ضبطِ حدیث پر اُمّت کا اتفاق ہے۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے پیروکار تھے۔ صحاح ستّہ میں آپ کے نام کا کوئی راوی نہیں۔ تیسرے راوی ابو خالد عقیل ہیں اُن کا ۱۴۱ھ۔ ہجری کو مصر میں ناگہانی موت واقع ہونے سے انتقال ہو گیا ان کے سوا صحاح میں عُقیل نام کا کوئی اور شخص نہیں۔ چوتھے راوی امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عُبید اللہ ہیں آپ مدنی ہیں شام میں مقیم رہے۔ آپ چھوٹے طبقہ کے تابعی ہیں۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو دیکھا ہے اور اُن سے روایت کی ہے۔ آپ کی وفات ۷۲ سال کی عمر میں ۱۲۴ ہجری کو شام میں ہوئی آپ نے وصیت کی تھی کہ انہیں شعب و بدا گاؤں کے راستہ میں دفن کیا جائے۔ پانچواں راوی عروہ بن زُبیر اور چھٹے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے۔ کیونکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کو نہیں پایا۔ لیکن ظاہر یہ ہے

کہ ام المؤمنین نے یہ واقعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کیونکہ آپ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرشتے نے مجھے پکڑا اور زور سے دبایا لہٰذا ام المؤمنین کا کلام "اَوَّلُ مَا بُدِئَ" جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف کی حکایت ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مرسل نہیں۔ قول "مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ" یعنی وحی کے اقسام سے اچھے خواب ہیں۔ اور اچھے خواب بھی صحت میں وحی جیسے ہیں کیونکہ ان میں شیطان کو دخل نہیں اور سچے خواب وہ ہیں جن میں جھوٹ نہ ہو اس کے بعد "فِی النَّوْمِ" کو وضاحت اور بیان کے لئے ذکر کیا۔ علامہ بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ تک سچے خواب آتے رہے۔ لہٰذا نبوت کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ جو صبح کی روشنی کی طرح واضح ہو جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فرشتہ اچانک پیغام نبوت لے کر آجاتا تو بشری قوت اس کی متحمل نہ ہو سکتی تھی اس لئے مقدمات نبوت سے ابتداء ہوئی سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا رہنا پسند ہوا اس لئے غارِ حرا میں تنہا رہنے لگے۔ کیونکہ تنہائی میں دل فارغ ہونے اور مخلوق سے منقطع ہونے کے باعث وحی کے اخذ کرنے پر متمکن ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تنہائی افضل طریق ہے۔ کیونکہ اس میں دل دنیاوی مشاغل سے خالی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل کرنے کے لئے فارغ ہوتا ہے اور اس سے حکمت کے چشمے نکلنے لگتے ہیں لیکن سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تنہائی پسند کرنا قربِ الٰہی کے لئے تھا۔ نبوت حاصل کرنے کے لئے نہ تھا کیونکہ نبوت کسبی نہیں اور نہ ہی یہ ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ غارِ حرا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف جائیں تو تین میل جبلِ حرا میں غار ہے جسے غارِ حرا کہا جاتا ہے۔ وہاں آپ چند راتیں عبادت کرتے رہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دینِ حنیف کی پیروی کرتے رہے۔ ایک مہینہ آپ غارِ حرا میں رہے۔ محمد بن اسحاق نے کہا رمضان کا مہینہ وہاں رہے۔ فیضانِ الٰہی کے حصول کے لئے یہ مدت منصوص ہے قرآن کریم میں ہے۔ "وَاعَدْنَا مُوسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً" حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تیس دن کوہِ طور پر رہے۔ چونکہ انہوں نے مسواک کر لی تھی اس لئے انہیں دس دن اور وہاں رہنا پڑا دراصل مدت ایک ماہ تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "لَیَالِیَ ذَوَاتِ عَدَدٍ" سے مراد تیس راتیں ہیں۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اللہ کی عبادت کے لئے غارِ حرا کی خصوصیت کا کیا سبب ہے اور کوئی جگہ منتخب کیوں نہیں فرمائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غارِ حرا کو دوسرے مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ وہاں سے کعبہ معظمہ نظر آتا ہے اور کعبہ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔ غارِ حرا میں عبادت کیسی تھی؟ اس کی کیفیت کی تصریح نہیں ملتی۔ البتہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا محض تنہائی اختیار کرنے پر عبادت کا اطلاق کیا ہے کیونکہ لوگوں سے علیحدہ رہنا خصوصاً ان لوگوں سے کنارہ کشی کرنا جو باطل عقائد رکھتے ہیں عبادت ہے۔ بعض علماء اس عبادت کو اللہ تعالیٰ کے عجائب میں غور و خوض اور تفکر پر محمول کرتے ہیں۔ سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں معتکف تھے کہ سترہ رمضان کو آپ پر وحی نازل ہوئی جبکہ آپ کی عمر شریف چالیس برس تھی۔ آپ پر

وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے اور آپ کو بار بار یہ کہتے رہے کہ پڑھیے لیکن آپ جواب میں یہی فرماتے ہیں پڑھنے والا نہیں۔ جب فرشتے نے یہ کہا کہ اپنے رب کے نام پڑھئے تو آپ نے پڑھا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ صحیح کے الفاظ یہ ہیں کہ فرشتہ نے آپ کو دبانے میں پوری ہمت اور قوت صرف کر دی۔ حتیٰ کہ جبرائیل میں باقی طاقت نہ رہی تو انسان کا بدن ملکی قوت کی انتہا کو کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ حالانکہ جبرائیل علیہ السلام کی منجملہ طاقت یہ ہے کہ انھوں نے کوہ طور کو ہاتھوں پہ اٹھا لیا۔ قوم لوط کی زمین کو اٹھا کر آسمانوں پہ لے گئے اور نمرود کے مقابلہ میں ابراہیم علیہ السلام کی مدد کو جب آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا اگر نمرود کہے کہ وہ سورج مشرق سے لاتا ہے تو ابراہیم مغرب سے لائے تو تم اپنے ہاتھ سے فلک میں تصرف کرو (مشرق کو مغرب میں لے جاؤ)۔

حالانکہ دنیا میں ان تینوں اجسام سے بڑھ کر کوئی عظیم مخلوق نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ "ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پہ امانت پیش کی" اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ان تینوں سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں تو اتنی قوت والے شخص کے سخت سے سخت دباؤ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے برداشت کر لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے دبایا تھا اس وقت وہ اپنی حقیقی صورت میں نہیں تھے جس صورت میں وہ سدرۃ المنتہیٰ پہ ظاہر ہوئے تھے کہ ان کے چھ سو پر تھے اور تمام افقِ سماء کو روکے ہوئے تھے چونکہ جبرائیل غارِ حرا میں بشری حالت میں آئے تھے۔ اور اسی حالت میں آپ کو دبایا تھا اس لئے ملکی قوت کو بشری بدن کا برداشت کرنا اس اعتبار سے ممکن ہے بعید نہیں (کرمانی و خطابی) اس واقعہ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہ رعب طاری ہو جانا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمانا کہ مجھے کپڑوں میں لپیٹ لو کسی خوف کے باعث نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ آپ پہ اللہ تعالیٰ نے قولِ ثقیل نازل فرمایا ہے جسے آپ کفار و مشرکین کے پاس لے جائیں گے وہ اس کی تکذیب کریں گے صرف ان کی تکذیب کے خوف سے آپ پہ گھبراہٹ طاری تھی۔ نیز اچانک عادت کے مخالف کسی امر کے آجانے سے بشری طبع گھبراتی ہے اور اس حالت میں کچھ سوچا نہیں جاتا کیونکہ نبوت طبائعِ بشریہ کو زائل نہیں کرتی۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ فرشتے نے تین بار کیوں دبایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار اس لئے دبایا تھا کہ آپ دنیاوی امور کو نظر انداز کریں۔

دوسری بار اس لئے کہ جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اس کے لئے فارغ البال ہو کر متوجہ ہوں

تیسری بار آپ کے ساتھ انس پیدا کرنے کے لئے دبایا تھا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ آپ دنیاوی امور کو نظر انداز کر کے کلیتہً اس کی طرف متوجہ ہوں جو آپ پہ نازل کیا گیا ہے۔ شیخ عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ پہلی بار اس لئے دبایا کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کو ابدی رضا کے لئے وسیلہ بنانا چاہتے تھے۔ دوسری بار اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت حاصل کریں۔ تیسری بار اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہوں اور قرآن کریم کی اس آیت کریمہ "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ" سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا۔ تمہیں میری رحمت سے کیا ملا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تو مجھے اپنی حسنِ عاقبت کا یقین ہوگیا ہے جو پہلے نہ تھا۔ یہ آپ کی رحمت کا صدقہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ہر طور کے اعتبار سے جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ سے قوی تر ہیں

ورقہ بن نوفل نے نصرانی ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے ذکر کیا کہ ان کی نبوت میں یہود و نصاریٰ کا اتفاق ہے جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعض یہودی منکر تھے یا اس لئے کہ نصاریٰ بھی تورات کے احکام تسلیم کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی سورۃ "اِقْرَأْ" سب سے پہلے نازل ہوئی جمہور علماء یہی کہتے ہیں۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی گھبراہٹ کے وقت کہا کہ آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں لوگوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور ضعیف لوگوں کی مدد کرتے ہیں، غریب پروری کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور نوائبِ حق پہ مدد کرتے ہیں۔ ان باتوں کا گھبراہٹ سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکور افعال پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا ہے اور یہ آپ کی جبلّت میں داخل ہیں اور افعالِ خیر جس کی جبلّت ہو اُسے کوئی ضرر نہیں پہنچتی اس لئے آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان افعال کا حامل ہمیشہ مقبول ہوتا ہے۔ اگرچہ جُزوی طور پر کوئی مخالف ہو۔ لہٰذا آپ کی تبلیغ مکمل ہو کر رہے گی۔ اور اللہ آپ کا ناصر ہوگا!

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کا بھتیجہ اس لئے ذکر کیا کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کا تیسرا باپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے باپ کا بھائی ہے۔ یا بطورِ احترام ذکر کیا ہے۔ ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو بن نفیل جاہلیت کے طور و طریق اور ان کے مذہب سے متنفر تھے اور وہ دینِ حق کی تلاش میں شام وغیرہ مختلف اقالیم میں سرگردان تھے اور ورقہ نے نصرانیت کو پسند کیا کیونکہ وہ ایسے لوگوں سے ملے تھے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تبدیلی نہیں کی تھی۔ مشہور یہ ہے کہ تورات عبرانی ہے اور انجیل سریانی ہے، لیکن سفیان نے ذکر کیا کہ آسمان سے ہر کتاب عربی میں نازل ہوئی تھی اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قوم پر عبرانی یا سریانی وغیرہ میں ترجمہ کرکے پیش کرتے تھے

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ورقہ بن نوفل نے کہا کاش کہ میں آپ کے اظہارِ نبوت کے زمانہ میں طاقتور اور نوجوان ہوتا تو آپ کی مدد کرتا، حالانکہ جوانی کا واپس آنا محال ہے اور محال کی خواہش جائز نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب نیک فعل ہو تو اس کی خواہش کرنا جائز ہے یا ورقہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ جو بیان کر رہے ہیں صحیح ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اس طرح کا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوا تھا یا حسرت کے طور پر کہا تھا۔ ورقہ بن نوفل کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کر لیا تھا لیکن وہ دعوتِ اسلام سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ لہٰذا ورقہ کا حال بحیرا راہب کے حال جیسا ہے۔

ورقہ اظہارِ نبوت کے تھوڑا عرصہ بعد مکہ میں فوت ہوئے تھے اور مکہ ہی میں مدفون ہوئے۔ چنانچہ اسی حدیث میں ہے کہ تھوڑی دیر بعد ورقہ فوت ہو گئے۔

واقدی کا کہنا کہ جذام و لخم کے قبائل کے لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تھا صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جب بلال مسلمان ہوئے اور مشرک لوگ انہیں عذاب دیتے تھے تو ورقہ اس کے پاس سے گزرا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ورقہ دعوتِ اسلام تک زندہ رہے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاریخی واقعہ ہے اور صحیح کی روایت کے معارض نہیں ہو سکتا یا راوی نے اتنی بات پر ہی اکتفا کی ہے اور ورقہ کے بعد والے احوال اُس نے نہیں دیکھے ہوں گے۔

قولہ تَابَعَہُ الخ ضمیر منصوب کا مرجع یحییٰ بن بکیر ہے یعنی عبداللہ بن یوسف اور ابو صالح نے لیث بن سعد سے روایت کرنے میں یحییٰ بن بکیر کی متابعت کی ہے یعنی لیث سے تین شخصوں یحییٰ، عبداللہ اور صالح نے روایت کی ہے۔ قولہ تَابَعَہُ ہلال آہ یعنی محمد بن مسلم زہری سے روایت کرنے میں ہلال بن ردّاد نے عقیل بن خالد کی متابعت کی ہے صحیح بخاری میں یہ پہلا مقام ہے۔ جہاں متابعت ذکر کی گئی ہے۔

متابعت کی دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی متابعت دوسری سے قوی تر ہے کیونکہ پہلی متابعت تامہ ہے اور دوسری ناقصہ ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب دو راویوں میں سے ایک راوی شروع اسناد سے آخر اسناد تک دوسرے کا ساتھی رہے تو متابعت تامہ ہے اور شروع اسناد میں ساتھی نہ ہو بلکہ اس کے کسی درجہ میں ساتھی ہو تو متابعت ناقصہ ہے۔ دونوں قسموں کا مُتَابَعْ علیہ مذکور ہوگا یا نہیں اس طرح متابعت کی چار قسمیں ہیں: متابعت تامہ ہو اور متابع علیہ مذکور یا محذوف ہو۔ متابعت ناقصہ ہو اور متابع علیہ مذکور یا محذوف ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلی متابعت میں متابع علیہ لیث کو ذکر نہیں کیا اور دوسری میں متابع علیہ زہری کو ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چاروں قسموں میں سے ہر ایک کو ذکر کیا ہے۔

حَلِّ لغات

یَتَحَنَّثُ ،، عبادت کرتے تھے۔ اَنْ یُّنْزَعَ ،، شوق کرتے اور واپس لوٹتے۔ یَتَزَوَّدُ ،، عبادت کرنے کے لئے کھانا لیتے۔ غَطَّ ،، زور سے دبایا۔ اَلْجُھْدُ ،، جہد کا معنی مشقت اور طاقت ہے۔ مَعْدُوْم ،، جو کسی سے نہ ملے۔ نَوَائِبُ الْحَقِّ ،، حق کے حوادث۔ نَامُوْسُ ،، رازداں۔ جَذَعًا ،، طاقتور مُؤَزَّرًا ،، مضبوط تر۔ لَمْ یَنْشَبْ ،، نہ ٹھہرے۔ فَتَرَ ،، رُک گئی (نفستہ یا تین سال) زَمِّلُوْنِیْ ،، مجھے لپیٹ لو۔ رِجْز ،، بت۔ بَوَادِر ،، بادرہ کی جمع ہے۔ کندھے اور گردن کے درمیان والا گوشت کا ٹکڑا جو گھبراہٹ کے وقت حرکت کرتا ہے۔

۴ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوعَوَانَةَ
قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ جُبَيْرٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ
لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ
شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا
فَأَنَا أُحَرِّكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا وَقَالَ
سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَرِّكُهُمَا
فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ
بِهٖ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ قَالَ جَمْعُهٗ لَكَ فِي صَدْرِكَ وَتَقْرَأَهٗ
فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهٗ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا
أَنْ تَقْرَأَهٗ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَتَاهُ جِبْرِيْلُ
اِسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَهٗ

۴ — ترجمہ: سعید بن جبیر نے ابن عباس سے اس آیت کریمہ "لا تحرك به لسانك لتعجل به" کی تفسیر میں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تنزیل پر شدت محسوس کرتے تھے اور لوگوں کی طرح ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے۔ ابن عباس نے کہا میں ہونٹوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہونٹ ہلاتے تھے۔ سعید نے کہا میں ہونٹ ہلاتا ہوں جیسے میں نے ابن عباس کو ہونٹ ہلاتے دیکھا تھا اور دونوں ہونٹ ہلائے اس کے متصل بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ ابن عباس نے کہا اس کو آپ کے سینہ میں محفوظ کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ اور آپ اسے خود بخود پڑھنے لگیں گے۔ تو جب ہم اسے پڑھ چکیں اس وقت آپ پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ ابن عباس نے کہا اسے کان لگا کر سنیں پھر بے شک اس کی

باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر ہمارے ذمہ ہے کہ آپ اسے پڑھیں۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ خاموش سنتے رہتے جب وہ چلے جاتے تو جیسے انھوں نے پڑھا ہوتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پڑھتے تھے۔

۴ — **شرح :** اس حدیث کے پانچ راوی ہیں۔ اوّل موسیٰ بن اسماعیل آپ کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ آپ کو مِنقَرِیُ بصری تبوذکی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ منقر بن عبید بن مقاعس کی طرف منسوب ہیں اور تبوذ کی تبوذک کی طرف نسبت ہے۔ انہیں تبوذک کی طرف اس لیے منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ تبوذک والوں میں سے کسی کے گھر ٹھہرے تھے۔ ابوحاتم نے کہا انھوں نے تبوذک میں مکان خریدا تھا۔ ابن ناصر نے کہا وہ مرغوں کے جگر اور قلب وغیرہ فروخت کیا کرتے تھے۔ ۲۲۳ ہجری کے رجب میں بصرہ میں فوت ہوئے۔

دوسرے راوی ابوعوانہ ہیں۔ ان کا نام وضاح بن عبداللہ یشکری ہے انہیں کندی واسطی بھی کہا جاتا ہے انھوں نے حسن بصری ابن سیرین کو دیکھا ہے اور محمد بن منکدر سے ایک حدیث کی روایت کی ہے۔ عفان نے کہا ابوعوانہ ثقہ راوی ہے۔ ۱۷۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

تیسرے راوی موسیٰ بن ابی عائشہ ہیں ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور کوفہ کے رہنے والے ہیں انہیں ہمدانی بھی کہا جاتا ہے۔ سفیان ثوری ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔

چوتھے راوی سعید بن جبیر ہیں۔ آپ کوفی اسدی والبی ہیں۔ ولاء کے اعتبار سے بنی والب کی طرف منسوب ہیں ان کی بندگی، رفعت علمی پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ بہت بڑے عابد تھے۔ حجاج بن یوسف نے انہیں ۹۵ ہجری کو شعبان میں ظلماً قتل کیا تھا حجاج کے چوکیدار خلف بن خلیفہ نے بیان کیا کہ جب سعید بن جبیر کا سر زمین پر گرا تو اس سے لا الہ الا اللہ کی آواز سنائی دیتی تھی اور فصیح زبان سے تین بار کلمہ پڑھا۔ ان کو قتل کرنے کے بعد حجاج چند دن زندہ رہا، لیکن ان کو قتل کرنے کے بعد کسی کو قتل نہ کیا۔ آپ بہت بڑے تابعی ہیں۔ آپ نے ایک مرغ رکھا ہوا تھا۔ رات کو اس کی آواز پر بیدار ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز صبح تک مرغ نے آواز نہ نکالی اور سعید رات کی نماز نہ پڑھ سکے جس سے انہیں بہت صدمہ ہوا تو کہا اللہ تعالیٰ اس کی آواز ہی ختم کر دے اس کے بعد اس مرغ کی آواز نہیں سنی گئی۔

پانچویں راوی حضرت ابن عباس ہیں رضی اللہ عنہما۔ آپ کو اس امت کا حبر کہا جاتا ہے اور کثرتِ علم کے سبب آپ کو بحر کہا جاتا ہے۔ یعنی آپ اس امت کے بہت بڑے عالم اور علم کے سمندر ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالعباس ہے۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی والدہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہمشیرہ ام فضل ہے۔ آپ کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی کہ اے اللہ ابن عباس کو قرآن کی سمجھ دے۔ عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں ابن عباس قرآن کریم کے ترجمان ہیں۔ حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ ان کی جلالتِ علمی کے باعث ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے آپ عبادلہ اربعہ میں سے ہیں اور وہ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زُبیر اور عبداللہ بن عمرو ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے ذکر کیا ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث کی روائت کرنے والے چھ صحابہ ہیں اور وہ ابوہریرہ، ابن عمر، عائشہ، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک اور عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ عنہم۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب شریف ڈال کر ان کی تحنیک کی۔ آپ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ ۱۳ برس تھی۔ ۶۸ ہجری کو طائف میں فوت ہوئے اور محمد بن حنفیہ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ آپ نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث روائت کی ہیں جن میں سے بخاری نے ۲۱۵ حدیثیں روائت کی ہیں۔ عطاء نے کہا میں چودھویں رات کا چاند دیکھتا تو ابن عباس کے چہرے کا حسن یاد آجاتا تھا۔ آپ آخر عمر میں بینائی سے محروم ہوگئے تھے۔ اسی طرح ان کے والد حضرت عباس اور دادے عبدالمطلب بہت خوبصورت تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت رویا کرتے تھے حتیٰ کہ آنسوؤں سے آپ کے رخساروں پہ نہری نشان پڑ گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سوانح حصہ پنجم کے مناقب میں دیکھیں"

حدیث کی تقریر یہ ہے کہ سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم پہ وحی نازل ہوتی تو آپ عظیم شدت محسوس کرتے تھے۔ کیونکہ وحی کی دونوں قسمیں شدید ہیں لیکن ایک قسم دوسری سے زیادہ شدید ہے۔ جیسا کہ حدیث ع۲ میں مذکور ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دیا کرتے تھے تاکہ اسے یاد کرتے جائیں۔ آپ بکثرت اس طرح کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کی حرکت کی وضاحت کی یا سنت ادا کی اسی طرح سعید بن جبیر نے بھی یہ کہتے ہوئے کیا کہ ابن عباس نے ایسا کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آئت کریمہ نازل فرمائی کہ آپ ساتھ ساتھ نہ پڑھیں بلکہ مُنزّل وحی کی خاموشی سے سماعت فرمائیں۔ ہم اسے آپ کے سینہ میں محفوظ کریں گے جب وحی پوری ہوجائے تو پڑھیں"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھا یا سُنا تھا کہ آپ نزولِ وحی کے وقت ہونٹ ہلایا کرتے تھے۔ لیکن غالب یہی ہے کہ انہوں نے آپ کو ہونٹ ہلاتے دیکھا نہیں تھا کیونکہ یہ بعثت کا ابتدائی حال ہے اس وقت ابن عباس پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا بہت چھوٹے تھے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر صرف تیرہ برس تھی۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ میں ہونٹوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونٹ ہلایا کرتے تھے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے آپ کو ہونٹ ہلاتے دیکھا جیسے سعید بن جبیر نے کہا میں نے ابن عباس کو ہونٹوں کو حرکت دیتے دیکھا اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ " سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبان کو حرکت

۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ وَمَعْمَرٌ نَحْوَهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْاٰنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ

دیتے تھے ہونٹ نہیں ہلاتے تھے۔ لہٰذا آئت اور حدیث میں مطابقت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ زبان کی حرکت اور ہونٹوں کی حرکت ایک دوسرے کو لازم ہے یا معنی یہ ہے کہ آپ منہ کو حرکت دیتے تھے جو زبان پر مشتمل ہے لہٰذا دونوں پر حرکت کا اطلاق درست ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معلّم کو چاہیے کہ متعلّم کے سامنے فعل ظاہر کرے اور اسے فعل کی صورت دکھائے جیسے ابن عباس یا سعید بن جُبیر رضی اللہ عنہما نے فعل کی صورت ظاہر کی۔ کیونکہ اس طرح بیان کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ ابن عباس نے آخر میں کہا کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آتے تو وحی کا استماع فرماتے جب وہ چلے جاتے تو جو اس نے پڑھا ہوتا تھا وہ آپ پڑھتے تھے۔ استماع اور سماع میں فرق یہ ہے کہ استماع میں قصد شرط ہے اور سماع میں شرط نہیں۔ قولہ " ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ " یعنی ہم اس کے مشکلات کی وضاحت کر دیں گے۔ چونکہ " ثُمَّ " تراخی پر دلالت کرتا ہے اس لئے علماء نے اس سے استدلال کیا کہ بیان خطاب سے مؤخر ہوتا ہے۔ اس حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ ظاہر ہے کیونکہ اس میں جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ابتداء وحی یا ظہورِ وحی کے حال کا بیان ہے۔

۵ ـــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ اور آپ بہت زیادہ سخی رمضان مبارک میں ہوتے تھے۔ جبکہ آپ سے جبرائیل علیہ السلام ملاقات کرتے تھے اور وہ رمضان مبارک میں ہر رات آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ اور

اور آپکے ساتھ رمضان مبارک میں قرآن کریم کا دَور کیا کرتے تھے یقیناً جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت میں کھلی تیز ہوا سے عمومِ نفع میں زیادہ سخی تھے۔

۵

شرح: اس حدیث میں آٹھ راوی ہیں: (۱) عبدان یہ عبداللہ بن عثمان ابن جبلہ بن ابی رواد میمون ہیں مسلم، ابو داؤد اور نسائی نے کسی راوی کے ذریعہ ان سے روایت کی ہے۔ ۷۶ برس کی عمر میں دوسو بائیس (۲۲۲) ہجری میں فوت ہوئے۔ عبدان ایک جماعت کا لقب ہے یہ ان میں سے بڑے ہیں۔ ابن طاہر نے کہا انہیں عبدان اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن اور نام عبداللہ ہے اس طرح ان کی کنیت اور نام دونوں جمع ہو کر عبدان ہوئے یعنی دو عبد۔ ایک ابو عبدالرحمٰن کا عبد دُوسرے عبداللہ کا عبد۔ دونوں کا تثنیہ عبدان ہے۔ یہی وجہ صحیح تر ہے۔

ع ۲ عبداللہ، آپ ابن مبارک بن واضح حنظلی تمیمی ہیں۔ آپ حدیث کے امام ہیں آپ کی جلالت امامت، تقوی، سخاوت اور عبادت میں سب کا اتفاق ہے۔ آپ ثقہ راوی ہیں اور حجت ہیں۔ طبقات کے اعتبار سے تبع تابعی ہیں۔ آپ کے والد ترکی ایک ہمدانی کے مملوک تھے جبکہ آپ کی والدہ خوارزمیہ ہیں آپ ایک سوتیرہ (۱۱۳) ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ ہجری کو رمضان میں فوت ہوئے ایک غزوہ سے واپسی میں عراق کے مقام ہیئت میں جو فرات کے کنارے ہے آپ کا انتقال ہُوا۔ اس نام کا کوئی راوی صحاح میں نہیں ہے۔

ع ۳ یونس بن یزید قرشی، معاویہ بن ابی سفیان ایلی کے مولیٰ ہیں۔ آپ نے زہری سے حدیث کی سماعت کی ہے اور لیث نے اُن سے روایت کی ہے جب زہری شام میں جاتے تو آپ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور جب مدینہ منورہ کا سفر کرتے تو یونس ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ آپ ۱۵۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع ۴ زہری،، آپ امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب بن عبداللہ بن حارث ابن زہرہ بن کلاب زہری مدنی ہیں اور شام میں سکونت پذیر رہے۔ آپ مشہور تابعی ہیں اٹھارہ سے زیادہ صحابہ سے آپ نے سماعت کی ہے۔ لیث نے کہا میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ عمرو بن دینار نے کہا آپ حدیث میں بہت مضبوط تھے۔ ان کے نزدیک درہم و دینار کی قدر گوبر کے برابر نہ تھی۔ امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا کہ آپ نے اسی دنوں میں قرآن حفظ کیا۔ علماء ان کی جلالت و امامت، حفظ و اتقان اور ضبط و عرفان میں متفق ہیں۔ آپ شام میں ۱۲۴ ہجری میں سترہ رمضان میں بہتر برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

ع ۵ بشر بن محمد سختیانی مروزی ہیں۔ آپ ۲۲۴ ہجری میں فوت ہوئے ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ علامہ عینی نے کہا بشر بن محمد مرجئہ میں سے ہیں۔

ع ۶ معمر بن راشد بصری ہیں۔ یمن میں رہائش پذیر رہے۔ آپ نے زہری سے سماعت کی ہے۔ آپ تابعی نہیں لیکن چار تابعیوں نے آپ سے روایت کی ہے اور وہ عمرو بن دینار، اسحاق سبیعی، ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن ابی کثیر ہیں۔ یہ چاروں آپ کے شیوخ ہیں اور اُنھوں نے آپ سے روایت بھی کی ہے۔

اس طرح اکابر کی اصاغر سے روایت میں یہ بھی داخل ہیں۔ ۱۵۲ ہجری میں فوت ہوئے۔
عـ۷ عبیداللہ بن عبداللہ بن مسعود ھذلی مدنی ہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں اور وہ عبیداللہ، عروہ، قاسم، سعید، ابوبکر، سلیمان اور خارجہ ہیں۔ زہری نے کہا میں جس عالم کے پاس بیٹھا اس کے پاس وہی علم پایا جو میں جانتا تھا لیکن عبیداللہ کے پاس میں نے عجیب علوم پائے۔ آپ کے تلامذہ میں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۃ المسلمین ہیں آپ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ آپ ۹۴ یا ۹۵ یا ۹۸ یا ۹۹ ہجری میں فوت ہوئے
عـ۸ آٹھویں راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ حدیث عـ۴ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے۔
—— حدیث کی تقریر یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخی تھے۔ خصوصاً جب حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان مبارک میں آپ کے پاس آتے تو آپ بہت سخاوت کیا کرتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کی ہر شب میں آپ سے قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم نفع میں کھلی ہوا سے زیادہ سخی تھے۔

سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ تمام ذوات سے اشرف اور آپ کا مزاج تمام مزاجوں سے بہتر ہے اس لئے ضروری ہے کہ آپ کے افعال بھی تمام افعال سے اچھے ہوں اور آپ کا خلق بھی سب اخلاق سے اعلیٰ اور ارفع ہو۔ لہٰذا آپ کا سب لوگوں سے زیادہ سخی ہونا لازمی امر ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو باقیات صالحات عطاء فرمائے ہیں اس لئے آپ دنیا کی فانی اشیاء سے مستغنی تھے۔ اور رمضان مبارک میں زیادہ سخاوت اس لئے کرتے تھے کہ رمضان خیرات کا موسم ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ رمضان میں اپنے بندوں پر بہت مہربانیاں فرماتا ہے جو رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں نہیں کرتا اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے آپ بھی رمضان میں بہت سخاوت کرتے تھے۔ قولہ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ آہ لفظِ خیر لوگوں کی حاجات کے اعتبار سے سخاوت کے تمام انواع کو شامل ہے اور ہر ایک کی حاجت کے اعتبار سے ان پر سخاوت کرتے تھے۔ ہر انسان کی بیماری زائل کرتے اور پیاس بجھاتے تھے۔ اس حدیث شریف میں چار جملے مرتب ہیں۔ پہلا جملہ: كَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ» ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ دوسرا جملہ «وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ آہ ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ رمضان مبارک کے سوا دوسرے اوقات کی نسبت آپ رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے۔ تیسرا جملہ «فَلَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ» ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ عموم نفع اور اس میں تیزی کرنے میں کھلی ہوا کی طرح آپ کی سخاوت تھی۔ عموم نفع اور اس کا لوگوں تک پہنچنے کی تیزی کو کھلی ہوا سے تشبیہ دی جو کسی روک کے بغیر ہر طرف تیزی سے پھیل جاتی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہے۔ جبکہ کھلی ہوا مردہ زمین کو زندہ کرتی ہے۔
چوتھے جملہ «وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ» کی دوسرے جملوں سے مناسبت یہ ہے کہ رمضان مبارک کے علاوہ دوسرے ایام میں آپ کی سخاوت سے رمضان مبارک میں سخاوت کی فضیلت دو اعتبار سے ہے ایک

۶ — حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ
عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ
أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ
هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِي رَكْبٍ مِّنْ قُرَيْشٍ وَكَانُوا تُجَّارًا بِالشَّامِ فِي الْمُدَّةِ
الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَادَّ فِيهَا أَبَا سُفْيَانَ وَكُفَّارَ
قُرَيْشٍ فَأَتَوْهُ وَهُمْ بِإِيلِيَاءَ فَدَعَاهُمْ فِي مَجْلِسِهِ وَحَوْلَهُ عُظَمَاءُ
الرُّومِ ثُمَّ دَعَاهُمْ وَدَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا بِهٰذَا

آپ کا رمضان میں سخاوت کرنا دوسرے جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور ان سے قرآن کا دور کرنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حدیث بیان کرنے کا مقصد آپ کی سخاوت کے اقسام میں ایک دوسرے پر فضیلت بیان کرنا ہے اس لئے انھوں نے وہ سبب ذکر کیا جو سخاوت کا موجب ہے اور وہ رمضان میں اور جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے وقت سخاوت کرنا ہے۔ کیونکہ رمضان مبارک برکت والا مہینہ ہے۔ اس میں روزے اور لیلۃ القدر ہے۔ یہ دونوں اعلیٰ عبادتیں ہیں اس لئے لازمی طور پر اس میں صدقات کا ثواب کئی گنا زیادہ ہوگا۔ اسی لئے زہری نے کہا رمضان میں ایک بار تسبیح کہنے کا ثواب غیر رمضان میں ستر بار تسبیح کہنے سے زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گنہگاروں کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام کی ملاقات سے مقامات میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں بہت فوائد مذکور ہیں وہ یہ کہ سخاوت ہمہ اوقات کرنی چاہیئے اور رمضان مبارک میں زیادہ سخاوت کرنی چاہیئے۔ نیک لوگوں کی مجالس میں بیٹھنا چاہیئے اور ان کی زیارت کرنا چاہیئے۔ رمضان مبارک میں قرآن پاک کی تلاوت بکثرت کرنا چاہیئے۔ اور قرآن پاک اور کتب دینیہ کا تکرار اور دور کرنا چاہیئے اور قرآن کی تلاوت دیگر اوراد و اذکار سے افضل ہے۔

لغات : فَيُدَارِسُهُ ،، باری باری قرآن پڑھتے ۔ اَلرِّيْحُ الْمُرْسَلَة ،، کھلی ہوا۔

۶ — **ترجمہ :** زہری نے کہا مجھے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے بیان دیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے بیان کیا کہ ابوسفیان

الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ قَالَ اَبُوْسُفْيٰنَ فَقُلْتُ اَنَا اَقْرَبُهُمْ نَسَبًا
فَقَالَ اَدْنُوْهُ مِنِّيْ وَقَرِّبُوْا اَصْحَابَهُ فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهٖ
ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهُمْ اِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا
الرَّجُلِ فَاِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ اَنْ يَاْثِرُوْا عَلَيَّ
كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ ثُمَّ كَانَ اَوَّلَ مَا سَاَلَنِيْ عَنْهُ اَنْ قَالَ كَيْفَ نَسَبُهٗ
فِيْكُمْ قُلْتُ هُوَ فِيْنَا ذُوْ نَسَبٍ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ مِنْكُمْ اَحَدٌ
قَطُّ قَبْلَهٗ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَاَشْرَافُ
النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ
يَنْقُصُوْنَ قُلْتُ بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ فَهَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ

بن حرب انہیں خبر دی کہ ہرقل نے اس کی طرف قاصد بھیجا جبکہ وہ قریش کے قافلہ میں تھا اور وہ شام میں تاجر بن کر آئے تھے یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور کفار قریش سے صلح کر رکھی تھی (صلح حدیبیہ) وہ سب اس کے پاس آئے اور وہ ایلیا (بیت المقدس) میں تھے۔ ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا اس میں روم کے عظماء موجود تھے پھر انہیں بلایا اور اپنے ترجمان کو طلب کیا اور کہا تم میں سے اس شخص کے جو کہتا ہے کہ وہ نبی ہے، کے نسب میں زیادہ قریب کون ہے؟ ابوسفیان نے کہا ان سب میں سے نسب میں ان سے زیادہ قریب میں ہوں۔ ہرقل نے کہا اسے میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر دو اور انہیں ابوسفیان کے پس پشت کرو پھر اپنے ترجمان سے کہا ان سے کہو میں ابوسفیان سے اس شخص کے متعلق پوچھنے والا ہوں اگر یہ میرے سامنے جھوٹ بولے تو تم اسے جھٹلا دو (ابوسفیان نے کہا) اللہ کی قسم اگر اس بات کا حیا نہ ہوتا کہ یہ لوگ میرا جھوٹ نقل کریں گے تو میں آپ کی نسبت جھوٹ بول دیتا پھر اس نے آپ کی نسبت جو سب سے پہلے پوچھا وہ یہ تھا کہ تم میں ان کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں عالی نسب ہیں اس نے کہا کیا اس سے پہلے کسی نے ایسی بات بھی کہی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا کیا ان کے آباء و اجداد میں سے کوئی بادشاہ تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا رئیس لوگ اس کی تابعداری کرتے ہیں

بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ
قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ
فِىْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِىْ مَا هُوَ فَاعِلٌ فِيْهَا قَالَ وَلَمْ تُمْكِنِّىْ كَلِمَةٌ اُدْخِلُ فِيْهَا
شَيْئًا غَيْرُ هٰذِهِ الْكَلِمَةِ قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ
قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قُلْتُ اَلْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالٌ يَنَالُ مِنَّا وَنَنَالُ مِنْهُ
قَالَ مَاذَا يَاْمُرُكُمْ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ
شَيْئًا وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَاؤُكُمْ وَيَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ
وَالصِّلَةِ فَقَالَ لِلتَّرْجُمَانِ قُلْ لَهٗ سَاَلْتُكَ عَنْ نَسَبِهٖ فَذَكَرْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ
ذُوْ نَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِىْ نَسَبِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ اَحَدٌ

یا کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں ؟ میں نے کہا صرف کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ اُس نے کہا کیا وہ زیادہ ہوتے ہیں یا کم ہوتے ہیں ؟ میں نے کہا زیادہ ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا کیا ان میں سے کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے ؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا کیا جو کچھ اُس نے کہا ہے یہ کہنے سے پہلے تم اس کو جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے ؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا کیا وہ غدر کرتا ہے ؟ میں نے کہا اور اُن سے ایسی مدت میں ہیں معلوم نہیں وہ اس مدت میں کیا کریں۔ ابوسفیان نے کہا اس کلمہ کے سوا کسی کلمہ نے مجھے قادر نہ کیا کہ میں اس میں کوئی شئی داخل کروں۔ ہرقل نے کہا کیا تم نے اس سے لڑائی کی ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں ! اُس نے کہا تمہاری لڑائی ان سے کیسی رہی ؟ میں نے کہا ہمارے اور ان کے درمیان لڑائی ڈول کی مثل رہی ہے۔ کبھی وہ ہم سے اور کبھی ہم اُن سے لیتے ہیں ہرقل نے کہا وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں ؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں ایک اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور جو تمہارے باپ دادے کہتے ہیں وہ ترک کر دو۔ نماز، سچ بولنے، پاکدامنی، صلہ رحمی کا حکم کرتے ہیں۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا ابوسفیان سے کہو : میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تم نے کہا وہ تم میں عالی نسب ہیں اللہ کے رسول ایسے ہی ہوتے ہیں جو اپنی قوم میں معبوث ہوتے ہیں۔ (وہ اپنی قوم میں افضل اور عالی نسب

مِنْكُمْ هٰذَا الْقَوْلَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا قُلْتُ لَوْكَانَ اَحَدٌ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهٗ لَقُلْتُ رَجُلٌ يَأْتَسِيْ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ اٰبَآئِهٖ مِنْ مَلِكٍ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا فَقُلْتُ فَلَوْكَانَ مِنْ اٰبَآئِهٖ مِنْ مَلِكٍ قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ اَبِيْهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا فَقَدْ اَعْرِفُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَذَرَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ وَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَأَلْتُكَ اَشْرَافُ النَّاسِ اتَّبَعُوْهُ اَمْ ضُعَفَآؤُهُمْ فَذَكَرْتَ اَنَّ ضُعَفَآءَهُمْ اتَّبَعُوْهُ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَأَلْتُكَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ فَذَكَرْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ اَمْرُ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَأَلْتُكَ اَيَرْتَدُّ اَحَدٌ سَخْطَةً لِدِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَدْخُلَ فِيْهِ فَذَكَرْتَ اَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حِيْنَ تُخَالِطُ

ہوتے ہیں) میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی اور نے یہ بات کہی ہے؟ تم نے کہا: نہیں میں نے خیال کیا کہ اگر ان سے پہلے کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو میں جانتا کہ یہ شخص اس بات کی اقتداء کرتا ہے جو اس سے پہلے کہی گئی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کیا اس کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

تم نے کہا نہیں میں نے خیال کیا کہ اگر اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں خیال کرتا کہ وہ اپنے باپ کا ملک طلب کرتا ہے۔

میں نے تم سے پوچھا کیا جو کچھ اس نے کہا ہے (اعلان نبوت) یہ کہنے سے پہلے تم اس کو جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے کہا نہیں۔ یقیناً میں جانتا ہوں کہ جو شخص لوگوں پر جھوٹ کہنا چھوڑ دے وہ اللہ پر کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ میں نے تم سے پوچھا کہ رئیس لوگ اس کی تابعداری کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تم نے کہا کمزور لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ (کمزور) رسولوں کے تابعدار ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کیا وہ زیادہ ہوتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟ تم نے کہا وہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ایمان کا یہی حال ہے حتیٰ کہ مکمل ہو جائے۔ میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے

بَشَاشَتُهُ الْقُلُوبَ وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَذَكَرْتَ أَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ
لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا يَأْمُرُكُمْ فَذَكَرْتَ أَنَّهُ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ
وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَيَنْهَاكُمْ عَنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ وَيَأْمُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ
وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ
هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ أَنِّي
أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ
عَنْ قَدَمَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي
بَعَثَ بِهِ مَعَ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ إِلَى عَظِيمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرٰى
إِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ
وَرَسُولِهِ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ

دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص اُن کے دین سے ناراض ہوکر پھر جاتا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ ایمان کا یہی حال ہے جبکہ اس کی وضاحت دلوں میں مل جائے۔ میں نے تم سے پوچھا کیا وہ غدر (عہد شکنی) کرتے ہیں؟ تم نے کہا نہیں۔ رسول ایسے ہی ہُوا کرتے ہیں وہ غدر نہیں کرتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ تم نے کہا وہ کہتے ہیں اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور وہ تمہیں بتوں کی پُوجا سے روکتے ہیں اور نماز، صدق، پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں جو کچھ تم کہتے ہو اگر یہ حق اور درست ہے تو وہ عنقریب میرے اِن دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔ میں یقیناً جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں۔ مگر میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم سے ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اُن تک پہنچ سکوں گا۔ تو اُن کی ملاقات کی مشقت اُٹھاتا اور اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو اُن کے قدم دھوتا۔ پھر ہرقل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبرک خط جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کے ذریعے بُصریٰ کے بادشاہ کو بھیجا تھا۔ اور اُس نے ہرقل تک پہنچا دیا تھا طلب کیا اور اسے پڑھا تو اس میں یہ عبارت تھی۔

بَعۡدُ فَاِنِّیۡ اَدۡعُوۡكَ بِدِعَايَةِ الۡاِسۡلَامِ اَسۡلِمۡ تَسۡلَمۡ يُؤۡتِكَ اللّٰهُ اَجۡرَكَ مَرَّتَيۡنِ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتَ فَاِنَّ عَلَيۡكَ اِثۡمَ الۡيَرِيۡسِيِّيۡنَ وَيَاۤ اَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَنۡ لَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ قَالَ اَبُوۡسُفۡيٰنَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنۡ قِرَآءَةِ الۡكِتَابِ كَثُرَ عِنۡدَهُ الصَّخَبُ فَارۡتَفَعَتِ الۡاَصۡوَاتُ وَاُخۡرِجۡنَا فَقُلۡتُ لِاَصۡحَابِیۡ حِيۡنَ اُخۡرِجۡنَا لَقَدۡ اَمِرَ اَمۡرُ ابۡنِ اَبِیۡ كَبۡشَةَ اِنَّهٗ يَخَافُهٗ مَلِكُ بَنِی الۡاَصۡفَرِ فَمَا زِلۡتُ مُوۡقِنًا اَنَّهٗ سَيَظۡهَرُ حَتّٰى اَدۡخَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ الۡاِسۡلَامَ وَكَانَ ابۡنُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"اللہ کے عبد اور اس کے رسول کی طرف سے یہ خط روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے۔ ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلام ہو۔ اس کے بعد جان لو میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامتی میں رہو گے۔ اللہ تمہیں دوگنا ثواب دے گا۔ اور اگر تم اسلام سے پھر و گے تو تمہاری ساری رعایا کا گناہ تم پر ہو گا۔! اے کتابیو! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم اور تم میں یکساں ہے۔ یہ کہ عبادت نہ کریں مگر خدا کی۔ اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے سوا اللہ کے۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں!"

ابوسفیانؓ نے کہا جو کچھ ہرقل نے کہنا تھا جب کہہ لیا اور پاکیزہ گرامی نامہ

النَّاطُورِ صَاحِبَ اِيلِيَاءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ اِيلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ حِيْنَ سَاَلُوْهُ اِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِي النُّجُوْمِ مَلِكَ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَاْنُهُمْ وَاكْتُبْ اِلٰى مَدَآئِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَا هُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ اُتِيَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پڑھنے سے فارغ ہُوا تو اس کے پاس شور و غل زیادہ ہوگیا اور آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہمیں باہر نکال دیا گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جبکہ ہمیں باہر نکال دیا گیا خدا کی قسم ابو کبشہ کے بیٹے کا کام عظیم تر ہوگیا ہے کہ اس سے بنو اصفر کا بادشاہ (رومی) خائف ہے۔ میں ہمیشہ یہ یقین کرتا رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائے گا حتیٰ کہ اللہ نے میرے اُوپر اسلام کی مہربانی کی۔ ابن ناطور جو ایلیا کا حاکم اور ہرقل کا ساتھی تھا وہ شام کے نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا آیا تو ایک روز صبح کو غمناک اور سخت پریشان بیدار ہُوا تو اس کے خاص آدمی نے کہا ہم نے آپ کی حالت متغیر دیکھی ہے۔ ابن ناطور نے کہا ہرقل نجومی تھا ستاروں کا علم رکھتا تھا جب اُنھوں نے پوچھا تو کہا میں نے آج رات جب ستاروں کو دیکھا تو معلوم ہُوا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہوگیا ہے۔ اس زمانہ میں کون لوگ ختنہ کرتے ہیں؟ اُنھوں نے کہا صرف یہودی ہی ختنہ کرتے ہیں۔ ان سے آپ کو غمناک نہیں ہونا چاہئیے (یہودی تو کمزور اور حقیر لوگ ہیں) اپنی سلطنت کے تمام علاقوں میں خطوط لکھو کہ جس قدر ان شہروں میں یہودی ہیں سب کو قتل کر دیں۔ اسی اثناء میں ہرقل کے پاس ایک شخص آیا جسے غسّان کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ وہ اسے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے خبردار کر رہا تھا۔ جب اس سے ہرقل نے اطلاع پائی۔ تو کہا اس مخبر کو لے جاؤ اور دیکھو کہ اس کا ختنہ ہے یا نہیں۔ لوگوں نے اسے دیکھا اور اسے بتایا کہ یہ شخص ختنہ کئے ہُوئے ہے۔ اس سے ہرقل نے عربوں کا حال پوچھا تو اس نے کہا وہ سب ختنہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے کہا یہ ملک

فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوا فَانْظُرُوا أَمُخْتَتِنٌ هُوَ أَمْ لَا فَنَظَرُوا
إِلَيْهِ فَحَدَّثُوهُ أَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَأَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ يَخْتَتِنُونَ
فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مُلْكُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ إِلٰى
صَاحِبٍ لَهُ بِرُومِيَةَ وَكَانَ نَظِيرَهُ فِي الْعِلْمِ وَسَارَ هِرَقْلُ إِلَى حِمْصَ
فَلَمْ يَرِمْ حِمْصَ حَتَّى أَتَاهُ كِتَابٌ مِنْ صَاحِبِهِ يُوَافِقُ رَأْيَ هِرَقْلَ عَلٰى
خُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ نَبِيٌّ فَأَذِنَ هِرَقْلُ لِعُظَمَاءِ
الرُّومِ فِي دَسْكَرَةٍ لَهُ بِحِمْصَ ثُمَّ أَمَرَ بِأَبْوَابِهَا فَغُلِّقَتْ ثُمَّ اطَّلَعَ
فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الرُّومِ هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرُّشْدِ وَأَنْ يَثْبُتَ
مُلْكُكُمْ فَتُبَايِعُوا هٰذَا النَّبِيَّ فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ
فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ فَلَمَّا رَأَى هِرَقْلُ نَفْرَتَهُمْ أَيِسَ مِنَ الْإِيمَانِ قَالَ
رُدُّوهُمْ عَلَيَّ وَقَالَ إِنِّي قُلْتُ مَقَالَتِي آنِفًا أَخْتَبِرُ بِهَا شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ فَقَدْ
رَأَيْتُ فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ فَكَانَ ذٰلِكَ آخِرَ شَأْنِ هِرَقْلَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ
رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ وَيُونُسُ وَمَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

اس امت کا ہے وہ ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر ہرقل نے رومیہ میں اپنے ایک ساتھی کو خط لکھا وہ بھی علم میں اس جیسا تھا اور خود ہرقل حمص چلا گیا۔ وہ حمص میں ٹھہرا رہا حتی کہ اس کے ساتھی کا خط آیا جس میں اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ہرقل سے اتفاق کیا تھا اور کہا کہ وہ نبی ہیں۔ ہرقل نے روم کے دانشوروں اور رؤساء کو حمص میں اپنے شاہی محل میں آنے کی اجازت دی اور دروازے بند کرنے کا حکم دیا جب سارے دروازے بند کر دیئے گئے تو وہ گھر سے باہر نکلا اور لوگوں کے پاس گیا اور کہا اے رومیو! کیا تمہاری فلاح و ہدایت اور ملک کے استحکام میں رغبت ہے تو اس نبی سے بیعت کر لو یہ سن کر وہ جنگلی گدھوں کی طرح دروازوں

کی طرف بھاگے اور ان کو بند پایا یا ہرقل نے جب ان کی اسلام سے نفرت دیکھی اور اُن کے ایمان سے نااُمید ہُوا تو کہا انہیں میرے پاس واپس لاؤ اور کہا ابھی ابھی جو میں نے کہا تھا۔ اس سے تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر مضبوط ہو اور وہ میں نے دیکھ لیا ہے۔ سب نے ہرقل کو سجدہ کیا اور اس سے راضی ہو گئے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں ہرقل کی یہ آخری حالت تھی۔ صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے اس حدیث کو زُہری سے روایت کیا ہے۔

۶ — **شرح** : اس حدیث کے چھ راوی ہیں : ع ۱ ابوالیمان حکم بن نافع حمصی بہرانی ہیں۔ وہ بہراء کی ایک خاتون مسماۃ ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں بہت لوگوں نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ وہ ایک سو اڑتالیس ہجری (۱۴۸) میں پیدا ہُوئے اور دو سو اکیس یا بائیس ہجری میں فوت ہُوئے۔ صحاح ستہ میں ان کے سوا اس نام کا کوئی راوی نہیں۔ ایک اور حکم بن نافع ہے جو قلزم کے قاضی تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔

ع ۲ شعیب بن ابی حمزہ قرشی اموی ہیں۔ وہ ثقہ حافظ مضبوط راوی ہیں۔ ایک سو باسٹھ یا تریسٹھ ہجری میں فوت ہُوئے۔ ان کی عمر ستر برس سے زائد تھی۔ صحاح ستہ میں شعیب بن ابی حمزہ کے نام کا اور کوئی راوی نہیں۔ ع ۳ زُہری، ع ۴ عبیداللہ بن عبداللہ اور ع ۵ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو چکا ہے۔

ع ۶ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی مکی ہیں۔ ان کی کنیت ابوحنظلہ بھی ذکر کی جاتی ہے۔ وہ سال فیل سے دس سال پہلے پیدا ہُوئے اور فتح مکہ میں مسلمان ہُوئے۔ طائف اور حنین کی جنگوں میں شریک ہُوئے۔ حنین کی جنگ میں جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں غنیمت کے اموال سے ایک سو اونٹ چالیس اوقیہ چاندی عطا کی تھی ان کی ایک آنکھ طائف کی جنگ میں ضائع ہو چکی تھی اور دوسری آنکھ جنگ یرموک میں جاتی رہی تھی وہ مدینہ منورہ آئے اور وہیں اکتیس ہجری میں فوت ہو گئے جبکہ ان کی عمر اٹھاسی برس تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہی کے بیٹے ہیں۔ ابوسفیان نام کے بہت راوی ہیں لیکن ابوسفیان بن حرب صرف یہی ہیں۔ اس نام کا اور کوئی راوی نہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اس حدیث میں "ہرقل" روم کے بادشاہ کا ذکر ہے۔ اس لئے اس حدیث کو ہرقلی حدیث بھی کہتے ہیں "ہرقل" کی ہاء مکسور راء مفتوح اور قاف ساکن ہے۔ مشہور یہی ہے۔ بعض ہاء پر کسرہ راء کو ساکن اور قاف کو مکسور پڑھتے ہیں۔ اس میں منع صرف کے دو سبب عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں اس لئے اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ اُس نے اکتیس ۳۱ سال بادشاہی کی اسی دوران جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے وفات پائی اس کا لقب قیصر تھا جیسے فارس کے بادشاہ کو کسریٰ، ترک کے بادشاہ کو خاقان حبشہ کا نجاشی، قبط کا فرعون مصر کا عزیز، حمیر کا تبع ہندوستان کا دہمی، چین کا فغفور، زنج کا غانہ، یونان کا بطلیموس، یہود کا قیطون، بربر کا جالوت، صابئہ کا نمرود، یمن کا تبع، فرغانہ کا اخشد، عرب کا نعمان، افریقیہ کا جرجیر کہلاتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ

نے اور بھی بہت ذکر کئے ہیں۔

● حدیث کی تقریر یہ ہے کہ ہرقل نے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کی تحقیق کے متعلق ابوسفیان سے گیارہ سوال کئے کیونکہ اُس نے پہلی کتب میں یہ نبی و رسُول کی علامات دیکھی تھیں اور ہرقل کے کلام میں جن کو دُہرایا گیا وہ نو ہیں اُس نے دو کو نہیں دوہرایا۔ اور وہ "سَئَلْتُكَ عَنِ الْقِتَالِ اور سَئَلْتُكَ كَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ" ہیں کیونکہ ان دونوں کو نبوت و رسالت کی علامت ہونے میں ابتداءً کچھ دخل نہیں یہ عاقبت کے اعتبار سے نبوّت کی علامت ہیں جیسا کہ دُوسرے مقام میں اس کی تصریح کی ہے

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے مقدس خط میں ہرقل کو عظیم روم لکھا ہے۔ مَلِکِ روم نہیں لکھا کیونکہ وہ دینِ اسلام کے احکام کے مطابق بادشاہی سے معزول تھا۔ کیونکہ ہر بادشاہ کو سلطنت و حکومت صرف جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ ہرقل نے اپنی ریاست قائم رکھنے کے لئے اسلام قبول نہ کیا تھا اور اسی پر اس کا خاتمہ ہُوا تھا۔

ہرقل نے پہلا سوال نسب کی اقربیّت سے سوال کیا کیونکہ جس کا نسب قریب ہو وہ اس کے ظاہر و باطن پر دوسروں کی نسبت زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ نیز جس کا نسب بعید ہو وہ نسب میں قدح کر سکتا ہے۔

ابوسفیان کا نسب سرورِ کون ومکان کے زیادہ قریب ہے کیونکہ وہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عبدمناف میں ملتے ہیں جو حضور علیہ السّلام کے چوتھے باپ ہیں اور ابوسفیان کے بھی چوتھے باپ ہیں۔ ہرقل نے ابوسفیان کے ساتھیوں کو اس کے قریب اس لئے کیا اگر وہ جھوٹ بولے تو وہ اس کی کذب بیانی بتانے میں حیا نہ کریں۔ ابوسفیان نے ہرقل کے ایک سوال کے جواب میں کہا کبھی ہم ان کے آدمی قتل کرتے ہیں کبھی وہ ہمارے آدمی قتل کرتے ہیں۔ اس سے جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کی طرف اشارہ تھا کہ بدر میں ستّر کافر قتل ہُوئے جبکہ جنگِ اُحُد میں ستر مسلمان شہید ہُوئے تھے "سِجَالٌ" کا معنی باری ہے۔ یعنی کبھی غلبہ میں ان کی باری ہوتی ہے کبھی ہماری باری۔ جیسے ڈول سے باری باری لوگ پانی پیتے ہیں۔

ہرقل نے جب ابوسفیان سے مذکورہ سوالات کے جواب پوچھے تو کہ جو کچھ تو نے کہا ہے اگر صحیح ہے تو یقیناً وہ نبی ہیں کیونکہ یہ علامات نبی میں پائی جاتی ہیں۔ میں ان کے ظہور کو پہلے ہی جانتا تھا لیکن یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم سے ہیں محمد بن اسحاق کی مرسل روایت میں ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے کہا تیری ہلاکت ہو۔ بخدا! میں نے جان لیا ہے کہ وہ نبی و رسُول ہیں لیکن میں رومیوں سے ڈرتا ہوں۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی اتباع کر لیتا۔ عبداللہ بن شداد نے ابوسفیان سے روایت کی کہ ہرقل نے کہا اگر میں جانتا ہوتا کہ آخرالزمان وہی نبی ہیں تو میں ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا حتیٰ کہ آپ کے سرِ مبارک کو بوسہ دیتا اور آپکے قدم شریف دھوتا۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ابوسفیان نے کہا میں نے ہرقل کا چہرہ دیکھا کہ جب اس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مکتوب شریف پڑھا تو اس کے دبدبہ سے اس کی پیشانی سے پسینہ کے قطرات ٹپک رہے تھے

اور پاؤں کانپ رہے تھے (قسطلانی)

ہرقل نے ابوسفیان سے مذکور گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والانامہ کھولا جو آپ نے دِحیہ کلبی کو دیکر عظیم بصری کے پاس بھیجا تھا۔ اور اس نے وہ ہرقل تک پہنچایا تھا۔ واقدی نے ذکر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب شریف ہرقل کو چھ ہجری میں پہنچا تھا۔ ہرقل کے ترجمان نے اسے پڑھا تو اس کی ابتداء بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ " سے تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خط اگرچہ کافر کو لکھا جائے اس کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا مستحب ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم میں ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو خط لکھا تھا تو انہوں نے بسم اللہ سے پہلے اپنا نام لکھا تھا؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَاِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور شان یہ ہے کہ میں اللہ مہربان رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں) اس کا جواب یہ ہے کہ اُس خط کی ابتداء بھی بسملہ سے تھی اور اس پر مہر لگانے کے بعد اُنھوں نے اپنا نام بطور عنوان لکھا تھا کیونکہ مذکور عنوان پڑھنے کے بعد بلقیس نے پہچانا تھا کہ یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے اسی لئے اُس نے کہا یہ سلیمان کی طرف سے ہے۔ پھر خط کا مضمون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا۔ مدائنی نے ذکر کیا کہ جب ترجمان نے پڑھا کہ یہ خط مُحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰہِ " صلی اللہ علیہ وسلم " کی طرف سے ہے تو ہرقل کا بھائی سُن کر غُصّہ سے بھر گیا اور والانامہ کو کھینچنا چاہا تو ہرقل نے کہا یہ کیا کر رہے ہو اُس نے کہا انہوں نے اپنے نام سے خط شروع کیا ہے اور تجھے صاحبِ روم لکھا ہے ہرقل نے کہا تیری فکر کمزور ہے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں والانامہ پڑھنے سے پہلے اسے پھینک دوں اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کا اپنے نام سے شروع کرنا صحیح ہے اور یہ درست ہے کہ میں صاحبِ روم ہوں اُنھوں نے سچ کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ میرا اور اُن کا مالک ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسم گرامی کے بعد اَمَّا بَعْدُ لکھا ابن حجر نے ذکر کیا کہ سب سے پہلے اَمَّا بَعْدُ کس نے لکھا؟ اس میں کئی اقوال ہیں۔ کہا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام نے لکھا بعض نے کہا یعرب بن قحطان نے لکھا بعض نے کہا کعب بن لوی نے لکھا بعض نے قس بن ساعدہ کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ سحبان نے لکھا تھا دار قطنی کی غرائبِ مالک میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سب سے پہلے اَمَّا بَعْدُ لکھا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قحطان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے تو یہ صحیح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہلے لکھا ہے اور اگر یہ کہیں کہ قحطان ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئے ہیں تو یعرب نے سب سے پہلے لکھا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے والانامہ میں فرمایا: " اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَیْنِ الخ مُسلمان ہو جاؤ سلامتی میں رہو گے اللہ تمہیں دوگنا ثواب دے گا۔ اور اگر تم اسلام سے پھرو گے تو تمہاری ساری رعایا کا گناہ تم پر ہوگا۔ کیونکہ ایمان سلامتی کا سبب ہے۔ اور ہرقل پہلی کتاب پر ایمان رکھتا تھا پھر اگر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا تو اس کو دو نبیوں پر ایمان لانے کے سبب دوگنا ثواب حاصل ہوتا۔ چونکہ عوام اپنے بادشاہوں کے دین کے مطابق چلتے ہیں اس لئے اگر وہ دینِ مستقیم سے پھریں تو لوگ ان کے تابع ہوں گے اس لئے

فرمایا اگر تو پھر گیا تو ان کے ایمان نہ لانے کا سبب تم ہو گے اس لئے ان کا گناہ بھی تم پہ ہو گا اور خود بھی بطریق اولیٰ گنہگار ہو گے والا نامہ کے آخر میں فرمایا اگر تم توحید پہ ایمان نہ لاؤ تو حجت تم پہ قائم ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم یہ اعتراف کرو اور اس بات کے گواہ بن جاؤ کہ ہم مسلمان ہیں اور تم توحید کے منکر ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کے خط مبارک کی تعظیم

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی رحمہما اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں سہیلی سے نقل کیا کہ ہرقل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کی تعظیم کے لئے اسے سونے کی ڈبیہ میں رکھا تھا پھر وہ ہمیشہ اس کے وارث بنتے رہے حتی کہ فرنج کے بادشاہ جس نے طیطلہ پر غلبہ حاصل کر لیا تھا کے پاس پہنچا پھر اس کی اولاد کے پاس رہا۔ ہمارے ایک ساتھی نے ذکر کیا کہ مسلمانوں کے قائد عبد الملک بن سعد اس بادشاہ سے ملے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ باہر نکالا جب اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کو بوسہ دینے کی اجازت طلب کی جس کا اس نے انکار کر دیا۔ صاحب فتح نے کہا قاضی نور الدین بن صائغ دمشقی نے خبر دی انھوں نے کہا ہم سے سیف الدین فلیح منصوری نے بیان کیا کہ مجھے بادشاہ منصور قلاون نے مغرب کے بادشاہ کے پاس ہدیہ دے کر بھیجا تو مغرب کے بادشاہ نے مجھے فرنج کے بادشاہ کے پاس کسی شفاعت کے لئے بھیجا جسے اس نے قبول کر لیا اور مجھے اپنے پاس اقامت کے لئے کہا تو میں نے انکار کر دیا۔ اُس نے مجھے کہا میں تمہیں گراں قدر تحفہ پیش کرتا ہوں پھر ایک صندوق نکالا جسے سونے سے جڑاؤ کیا ہوا تھا پھر اس سے سونے کی ڈبیہ نکالی اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ نکالا جبکہ اس کے اکثر حروف مدھم پڑ گئے تھے اور وہ ریشمی رومال میں لپٹا ہوا تھا اُس نے کہا یہ تمہارے نبی علیہ السلام کا خط ہے جو انھوں نے میرے دادا قیصر کو بھیجا تھا اب تک یہ ہماری وراثت میں آ رہا ہے۔ تا کہ ہمارا ملک ہمارے لئے ہمیشہ کے لئے رہے۔ ہمارے بڑوں نے ہمیں وصیت کی تھی کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس رہے گا ہمارا ملک ہمیشہ ہمارے لئے قائم رہے گا۔ ہم اسے پوری حفاظت سے رکھتے ہیں اور اس کو نصاریٰ سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ تا کہ ہمارے ملک کے لئے دوام رہے۔ فتح الباری میں ہے کہ عمیر بن اسحاق نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کو خطوط لکھے کسریٰ نے جب خط پڑھا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور قیصر نے جب پڑھا تو اس کو لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے میرے خط کے ٹکڑے

کئے ہیں وہ خود ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور جنہوں نے خط کا احترام کیا ہے ان کا ملک باقی رہے گا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسریٰ کا جواب آیا تو آپ نے فرمایا اس کا ملک تباہ و برباد ہو جائے گا اور جب ہرقل کا جواب آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کا ملک قائم رکھے گا۔

اہلِ سیر کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ہرقل وہی ہے جس کے ساتھ مسلمانوں نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں جنگ کی تھی یا اس کا بیٹا ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ وہی ہرقل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ اس کا بیٹا ہے علامہ عینی اور مؤرخین نے کہا کہ جس ہرقل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا وہ مر چکا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا موزق قیصر بادشاہ ہوا تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں تھا پھر اس کے بعد اس کا بیٹا ہرقل قیصر بادشاہ ہوا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں تھا۔ اس پر مسلمانوں نے فتح حاصل کی تھی اور وہ بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا ان کے چالیس بادشاہ ہوئے ہیں اور انھوں نے پانچ سو سات برس حکومت کی ہے سبحان اللہ! ایک کافر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کا احترام کرتا ہے اور سینکڑوں برس اس کا ملک قائم رہتا ہے۔ اگر مسلمان شریعت مطہرہ کا احترام کریں قرآن کریم کی عظمت کو اپنے دلوں میں جگہ دیں تو وہ محرومیت کا قطعاً شکار نہ ہوں۔

ابوسفیان نے کہا جب ہرقل سوال وجواب کے بعد والا نامہ پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کی مجلس میں شور برپا ہو گیا اور ہمیں باہر نکال دیا گیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ابن ابی کبشہ کی شان بہت بلند ہو گئی ہے کہ رومیوں کا بادشاہ آپ سے خائف ہے۔

"ابن ابی کبشہ کی تحقیق"

اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ یہ آپ کے رضاعی باپ حرث بن عبدالعزی کی کنیت ہے۔ ابن بکیر نے کہا حرث مسلمان ہو گیا تھا اس کی بیٹی کبشہ تھی اس لئے ان کی کنیت ابوکبشہ تھی۔

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ابوکبشہ حلیمہ کا والد تھا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہے۔ تیسری وجہ یہ ذکر کی جاتی ہے کہ یہ آپ کے نانے وہب کے دادے کی طرف نسبت ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب ہیں اور وہب کے دادا کی والدہ قیلہ بنت ابی کبشہ ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ یہ آپ کے دادا عبدالمطلب کے اخیافی دادے کی طرف نسبت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ابوکبشہ قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص وجز بن غالب تھا۔ وہ قریش کی بت پرستی کے سخت مخالف تھا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عربوں کی بت پرستی کے خلاف تھے اس لئے انھوں نے مخالفت میں اشتراک کے باعث اس کی طرف نسبت کی یعنی ہماری مخالفت میں آپ ابوکبشہ ہیں۔

ابوسفیان نے جب رومیوں کے بادشاہ کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ ایک دن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

یقیناً غالب ہو کر رہیں گے حتیٰ کہ فتح مکہ میں اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ایمان ڈال دیا۔

وَكَانَ ابْنُ نَاطُوْرٍ صَاحِبَ إِيْلِيَاءَ

اس میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا ماقبل پر عطف ہے اور یہ زہری کی سند میں داخل ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ الخ ثم قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكَانَ ابْنُ نَاطُوْرَ يُحَدِّثُ الخ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ لہذا یہ ابن ناطور سے موصول ہے معلق نہیں جیسا کہ بعض نے وہم کر لیا ہے اور ابن ناطور کا واقعہ مذکور اسناد کے ساتھ ابوسفیان سے مروی نہیں اس کی زہری نے روایت کی ہے۔

ناطور کا معنیٰ ہے باغ کا محافظ اور کھیتوں کی دیکھ بھال کرنے والا۔ ہرقل مجرور ایلیاء پر معطوف ہے یعنی ابن ناطور ایلیاء اور ہرقل کا صاحب تھا اور صاحب کی نسبت جب ہرقل کی طرف ہو تو اس کا حقیقی معنی مراد ہے اور اگر ایلیا کی طرف تو اس کا مجازی معنی حاکم مراد ہے اور یہ عموم مجاز کے اعتبار سے جائز ہے۔ کیونکہ حقیقت اور مجاز دونوں عموم مجاز کے فرد ہوتے ہیں۔ سُقُفًّا، سین اور قاف مضموم اور فاء مشدد حال ہونے کے باعث منصوب ہے یا مرفوع ہے اور مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وَكَانَ ابْنُ نَاطُوْرٍ صَاحِبَ إِيْلِيَاءَ وَصَاحِبَ هِرَقْلَ سُقُفًّا عَلَى النَّصَارٰى يُحَدِّثُ كَذَا ''، یعنی ابن ناطور جو ایلیاء (بیت المقدس) کا حاکم اور ہرقل کا ساتھی تھا۔ وہ شام کے نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا۔ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب بیت المقدس میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت غمناک ہوا الخ بَطَارِقَة ''، بطریق کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے بادشاہوں کا خاص آدمی حزا ''، کا معنی ہے کاہن یعنی ہرقل کے خاص آدمی نے کہا ہم آپ کو پریشان متغیر الحال دیکھ رہے ہیں اس کا کیا سبب ہے۔

ابن ناطور نے کہا ہرقل کاہن تھا، نجوم کا علم رکھتا تھا۔ جب ہرقل کے خاص آدمی نے اس کی پریشانی کا سبب دریافت کرنا چاہا تو اس نے کہا میں نے آج رات دیکھا ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ غالب آگیا ہے اور سارا ملک اس کے زیر تصرف آگیا ہے الخ۔ پھر تحقیق کے بعد اسے معلوم ہوا کہ عرب ختنہ کرتے ہیں تو اس نے کہا اس امت کا بادشاہ غالب آگیا ہے۔ پھر ہرقل نے رومیہ میں اپنے ساتھی کو خط لکھا جبکہ وہ ہرقل جیسا علم رکھتا تھا اور خود حمص چلا گیا اور وہیں تھا کہ اس کے ساتھی کا جواب آیا کہ وہ ہرقل کی رائے سے اتفاق کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں ـــ ہرقل نے روم کے بڑے بڑے رؤساء اور اساطین ملک کو حمص کے دسکرہ میں جمع کیا۔ (دسکرہ وہ محل ہے جس کے اردگرد خادموں کے مکان ہوتے ہیں اور وہ ان کے درمیان ہوتا ہے) پھر اس کے دروازے بند کر کے مقفل کر دیئے۔ پھر اپنے گھر سے نکل کر ان کے پاس آیا اور ان سے کہا اے رومیو! کیا تمہیں کامیابی مطلوب ہے اور تم چاہتے ہو کہ تمہارا ملک ہمیشہ تمہارے پاس رہے تو اس نبی ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی پیروی کر لو کیونکہ اس نے پہلی کتابوں میں دیکھا تھا کہ کفر پر جمے رہنا ملک کے زوال کا سبب ہے اور تورات میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میں تیرے جیسا نبی جن لوگوں کی طرف بھیجوں گا اور وہ انہیں میرا کلام پہنچائے گا

اگر وہ میرا کلام قبول نہیں کریں گے تو میں انہیں ہلاک کر دوں گا (ملخص)
یہ سن کر وہ لوگ گدھوں کی طرح باہر کو دوڑے اور دروازوں کو مقفل پایا الخ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ابوسفیان کا ہرقل کے ساتھ گفتگو کا واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد ہُوا اور باب کا عنوان بدءالوحی کی کیفیت ہے تو اس حدیث کی عنوان سے مناسبت کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ساری حدیث سے وحی کے ابتداء کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ سوال وجواب سے ابتداء نبوت کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کی صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے زہری سے روائت کی یہ متابعت ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ راویوں کی کثرت سے حدیث میں تقویت ہو جاتی ہے کیونکہ ان تینوں راویوں نے زہری سے روائت کرنے میں شعیب کی متابعت کی ہے۔ چونکہ اس متابعت میں متابع علیہ زہری مذکور ہے۔ لہٰذا یہ متابعت مقیدہ ہے۔ اگر متابع علیہ زہری مذکور نہ ہوتا تو متابعت مطلقہ ہوتی۔ حدیث ۳ کی شرح میں متابعت کے اقسام ذکر کر چکے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسے اسلام کی دعوت دینی ہو اس کے ساتھ ملاطفت کرنی چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ"، اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو عظیم روم فرمایا کیونکہ لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اسے "ملک روم" نہیں فرمایا کیونکہ وہ بحکم دین اسلام حکومت سے معزول تھا کیونکہ جس کسی کو سلطنت نصیب ہوتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ملتی ہے (کرمانی) ـــ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور سرانجام دینے اور اُن کے معاملات کے اہتمام کے لئے خاندانی سربراہ ہونا چاہیئے جو حسب ونسب اور شرافت و فضیلت کے اعتبار سے اعلیٰ کردار کا حامل ہو اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ" اور خلفاء سب قریشی تھے کیونکہ خاندانی اشخاص اپنی حسب ونسب کو داغدار نہیں ہونے دیتے اور وہ ایسے امور کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جن سے اُن کا حسب متاثر ہو۔

نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تحریر میں فصیح و بلیغ اور مختصر جامع الفاظ ذکر کرنے مستحب ہیں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: "اَسْلِمْ تَسْلَمْ" میں نہائت اختصار ہے اور فصاحت و بلاغت کے مراتب قصوی کا حامل ہے۔ نیز کفار و مشرکین کے علاقہ میں سفر کرنا جائز ہے۔ اور جو شخص ضلالت کا سبب ہو اور ہدائت سے منع کرے وہ گنہگار ہے۔ جھوٹ کو ہر ملت میں عیب دیکھا گیا ہے۔ اسی لئے ابوسفیان نے اس وقت کافر ہونے کے باوجود جھوٹ سے اجتناب کیا۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ رسول، اعلیٰ اور معزز خاندان میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس کا نسب اعلیٰ ہو وہ باطل امور کا قصد نہیں کرے گا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور علامات نبوت اہل کتاب کو قطعی طور پر معلوم تھیں۔ ان میں سے جن لوگوں نے آپ کی تصدیق نہیں کی وہ محض حسد وبغض کے سبب تھا اور دنیاوی مناصب فوت ہونے کے ڈر سے آپ پر ایمان نہیں لائے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اس حدیث کی صالح بن کیسان، یونس اور معمر نے زہری سے روایت کرنے میں شعیب کی متابعت اور موافقت کی ہے۔ محدثین اسے متابعت کہتے ہیں۔ اس سے حدیث کی تقویت اور تاکید ہوتی ہے۔ جبکہ راویوں کی کثرت ترجیح کا باعث ہوتی ہے۔ اس متابعت میں زہری متابع علیہ ہیں اور متابع علیہ جب مذکور ہو تو اسے متابعت مقیدہ کہتے ہیں۔ اور اگر متابع علیہ مذکور نہ ہو تو اسے مطلقہ کہتے ہیں۔ ہم شروع میں ذکر کر چکے ہیں۔ متابعت کے چار اقسام ہیں۔

اگر ایک راوی دوسرے راوی کا شروع اسناد سے آخر تک ساتھی ہو تو اسے متابعت تامہ کہتے ہیں اگر اوّلِ اسناد میں ساتھی نہ ہو بلکہ بعض میں موافقت کی ہو تو اسے متابعت ناقصہ کہتے ہیں۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو، دو قسمیں ہیں۔ کبھی ان میں متابع علیہ مذکور ہوگا اور کبھی مذکور نہ ہوگا۔ اس طرح مطابقت کے چار اقسام ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں احتمال ہے کہ امام اس اسناد کے ساتھ بھی تینوں سے روایت کریں گویا کہ امام نے کہا ہمیں ابوالیمان بن نافع نے خبر دی انھوں نے کہا مجھ سے ان تینوں نے زہری سے بیان کیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان تینوں سے کسی اور طریق سے بیان کریں۔

صالح بن کیسان کی کنیت ابو محمد یا ابوالحارث ہے آپ غفاری یا دَوسی ہیں۔ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے استاذ تھے۔ ان کے متعلق امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور ان کی تحسین کی حاکم نیساپوری نے کہا صالح کی عمر ایک سو ستر برس ہوئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات کی پھر اس کے بعد زہری کی شاگردی اختیار کی اور ان سے علم پڑھا نوّے سال کی عمر میں علم پڑھنا شروع کیا۔

یونس ،، آپ ابن یزید قرشی ہیں اور زہری بہت بڑے امام آپ کا نام ابوبکر محمد بن مسلم ہے اور وہ محمد بن شہاب کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا مفصل ذکر گزر چکا ہے۔ صلی اللہ علی سید المرسلین وامام المتقین!

مُفردات

رَکب ،، راکب کی جمع ہے اس کا معنیٰ ہے۔ دس یا اس سے زیادہ اُونٹوں والے۔ قریش ،، قرش سے ہے۔ قرش طاقتور سمندری جانور ہے جو سمندر کے تمام جانوروں سے قوی تر ہوتا ہے۔ معاویہ بن عباس نے کہا قریش کا یہ نام سمندری جانور کے نام پر ہے جو دوسروں کو کھا جاتا ہے اسے کوئی نہیں کھا سکتا۔ وہ دوسرے جانوروں پر غالب ہوتا مغلوب نہیں ہوتا۔ اور تصغیر تعظیم کے لئے ہے قرآن کریم میں اسے منصرف پڑھا گیا ہے۔

شام ،، نبیوں کی اقلیم ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تشریف لے گئے اور دوسری بار پچیس برس کی عمر میں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت

کِتَابُ الْاِیْمَانِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لے کر تشریف لے گئے اور دو بار اظہار نبوت کے بعد تشریف لے گئے۔ ایک بار معراج کی رات میں اور دوسری بار غزوۂ تبوک میں۔ مادّ ،، باب مفاعلہ سے ماضی کا صیغہ مدّت سے ہے اور وہ مدت صلح حدیبیہ کی تھی۔ اِیلیا ،، بیت المقدس کا نام ہے۔ ترجمان ،، جو ایک زبان کی دوسری زبان سے تعبیر کرے۔ یَاثِرُوْا نقل کریں گے۔ سِجَال ،، سجل کی جمع ہے۔ اس کا معنی ہے بڑا ڈول۔ یعنی کبھی ہماری باری ہوتی ہے کبھی ان کی باری۔ عَفَاف ،، حرام سے رکنا۔ یَاتَسِیْ ،، پیروی کرتا ہے۔ بَشَاشَۃٌ ،، کسی کے آنے پر خوش ہونا یہاں وضاحت مراد ہے۔

اَلیَرِیسیّن ،، یریس کی جمع ہے۔ یاء کو ہمزہ سے بھی بدلا جاتا ہے اور اریسین پڑھا جاتا ہے۔ اس کا معنی ہے کاشتکار یا پیروکار، الصخب ،، شور و غوغا۔ سفقا ،، پادری۔ دَسکَرَۃٌ ،، اندرونی مکان۔ فَحَاصُوْا ،، بھاگے۔ اَنِفًا ،، قریب۔ اَخْتَبِرُ ،، میں امتحان لیتا ہوں۔ مَعْشَر ،، جماعت۔

کِتَابُ الْاِیْمَان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لغت میں ایمان کا معنی تصدیق ہے۔ اور ایمان لغوی اور شرعی واحد ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایمان لغوی کا متعلق مطلق ہے اور ایمان شرعی کا متعلق شارع علیہ السلام کے لائے ہوئے احکام ہیں اور ایمان معنی

لغوی سے شرعی معنی کی طرف منقول نہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں کی اور اس کی کتابوں، رسولوں اور قیامت کے دن کی تصدیق کرو اور تقدیر اچھی ہو یا بُری، کی تصدیق کرو۔ ،، اس حدیث میں ایمان لغوی کی ایمان شرعی سے تفسیر کی گئی ہے۔ معلوم ہُوا ایمان لغوی اور شرعی ایک ہی شئی ہے نقل کا قول صحیح نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراب کو ایمان کی تفسیر کئے بغیر اللہ تعالیٰ اور رسولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اور انھوں نے کسی استفسار کے بغیر اسے قبول کیا حالانکہ وہ منقولاتِ شرعیہ سے ناواقف تھے۔ معلوم ہُوا کہ ایمان لغوی اور شرعی ایک ہی شئی ہیں اور ایمانِ شرعی ایمان لغوی سے منقول نہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ بعض کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جانتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وہ نبی کو ایسا جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ کفار میں تصدیق پائی گئی تھی اس کے باوجود شریعت نے ان کے ایمان کا فیصلہ نہیں کیا۔ معلوم ہُوا کہ صرف تصدیق ایمان نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تصدیق کا معنیٰ تسلیم ہے اور کافروں کو تسلیم حاصل نہیں تھی بلکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا ایسا جانتے تھے۔ جیسے سوفسطائی وجودِ عالم کو جانتا ہے۔ کیونکہ علم کے لئے اتنی قدر ضروری ہے۔ کوئی عقلمند اس سے خالی نہیں اور یہ سوفسطائی بھی جانتے ہیں لیکن وہ اِذعان اَمر تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ جیسے ابوجہل نے کہا تھا کہ محمد سچے نبی ہیں اچھے اخلاق اپناتے ہیں لیکن وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا تھا۔

الحاصل تصدیق کا معنی گرویدن ہے اور یہ معنی کفار کو حاصل نہ تھا۔ اگر کسی کافر کو یہ معنی حاصل ہو بھی جائے تو اس کو اس لئے کافر کہیں گے کہ اس پر کفر کی علامت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی کافر تسلیم بھی کرے۔ بایں ہمہ وہ اپنے اختیار سے جنیو (وہ دھاگہ جو کافر بدن پر اپنی بغل میں سے گزار کر باندھ لیتے ہیں) باندھے یا کسی بت کو سجدہ کرے تو اسے کافر ہی کہیں گے۔ کیونکہ جنیو پہننا یا بُت کو سجدہ کرنا تکذیب کی علامت ہے۔ پس ایمان شرعی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دینی احکام اللہ کی طرف سے لائے ہیں اور کسی نظر و فکر کے بغیر عام لوگ انہیں جانتے ہوں کہ آپ یہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں ان کی اجمالاً تصدیق کرنا ہے۔ یہی اجمالی تصدیق ایمان کے لئے کافی ہے۔ جبکہ تفصیل کا علم نہ ہو۔

جمہور علماء جن میں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، کا مذہب یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب ہے اور اجراءِ احکام کے لئے زبان سے اقرار کرنا شرط ہے۔ کیونکہ تصدیق قلبی باطنی امر ہے اس کے لئے علامت کا ہونا ضروری ہے لہٰذا جو کوئی دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار نہ کرے وہ عنداللہ مومن ہے اور دنیاوی احکام میں مومن نہیں بشرطیکہ اس پر تکذیب و انکار کی علامت نہ ہو ورنہ عنداللہ بھی کافر ہوگا اور جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ منافق ہے اور جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ لوگوں کے نزدیک مومن ہے اور عنداللہ کافر ہے۔ اور نصوص شرعیہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ

ایمان صرف تصدیق قلبی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا: اُولٰٓئِكَ كَتَبَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ، قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا، وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء میں فرمایا کرتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ، ان آیات و روایات میں ایمان کی نسبت دل کی طرف ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان تصدیق قلبی ہے۔ بے شمار آیات اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

ایمان میں اختلافِ اقوال

مسئلہ ایمان میں علماء کے دس مذاہب ہیں: **پہلا مذہب**: شیخ ابوالحسن اشعری اور ابوالمنصور ماتریدی کہتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب ہے اور زبانی اقرار کرنا اجراءِ احکام کے لئے شرط ہے جمہور محققین کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسرا مذہب جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی اور زبانی اقرار ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔

تیسرا مذہب خوارج کی طرف منسوب ہے کہ ایمان تصدیق قلبی اور زبانی اقرار کرنا اور مامورات پر عمل کرنا اور منہیات کو ترک کرنا ہے جبکہ ترکِ عمل کفر ہے حتیٰ کہ صغیرہ گناہ کرنا اور مستحب کو ترک کرنا کفر ہے۔

چوتھا مذہب قاضی عبدالجبار اور ابوالہذیل معتزلیوں کی طرف منسوب ہے۔ وہ بھی خوارج کی طرح کہتے ہیں لیکن ان کے مذہب میں ترکِ عمل کے سبب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا ہے شارح شرح مقاصد نے ان دونوں مذہبوں کو بعید از عقل سمجھا ہے انھوں نے کہا مستحب کو ترک کرنے کے باعث ایمان سے خارج ہو جانا کسی ذی عقل کا مذہب نہیں۔

پانچواں مذہب ابوالجبائی اور اس کا بیٹا ابوہاشم کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق، اقرار اور واجبات پر عمل کرنا اور محرمات کو بایں معنی ترک کرنا کہ ترک واجب اور فعلِ حرام کے سبب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

چھٹا مذہب امام مالک، شافعی، احمد اور اکثر پہلے علماء کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل بایں معنی کہ ترکِ عمل کے سبب ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

ساتواں مذہب جہم بن صفوان کہتا ہے کہ ایمان معرفت ہے اور معرفت تصدیق کا اقل درجہ ہے یا اس سے عام ہے کیونکہ یہ کبھی تکذیب اور انکار کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے۔

آٹھواں مذہب کرامیہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار باللسان ہے۔

نانواں مذہب اقاشی نے کہا کہ ایمان اقرار ہے اور معرفت اس کی شرط بایں معنی ہے کہ شرط ایمان

سے خارج ہے جیسے وضوء نماز کے لئے شرط ہے لیکن یہ حقیقت صلوٰۃ سے خارج ہے۔

دسواں مذہب قطان اشعری نے کہا کہ ایمان اقرار ہے لیکن تصدیق اس کی شرط ہے جو کسب سے حاصل ہوتی ہے۔

جمہور محدثین کہتے ہیں کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اقرار کرے اور اعضاء کے ساتھ عمل کرے۔ ان محدثین سے یہ بھی روائت کی جاتی ہے کہ تصدیق عمل ہے کیونکہ عمل دل و زبان اور اعضاء کے فعل کو شامل ہے۔ چونکہ اعمال طاعات ہیں اور وہ بنفسِ خود کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کے مذہب میں ایمان زیادہ اور کم ہوتا رہتا ہے۔

"ایمان کے کم و بیش ہونے میں احناف کا مسلک"

احناف کے مذہب میں ایمان صرف قلبی تصدیق ہے۔ اور اعمال اس میں داخل نہیں ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ اس آئت کریمہ میں اعمال کا ایمان پر عطف ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔ لہٰذا اعمال حقیقتِ ایمان میں داخل نہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اعمال کی صحت کے لئے ایمان شرط ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ، یعنی مومن کا عمل باطل نہیں بلکہ اسے جزاء دی جائے گی اور یہ مسلم امر ہے کہ مشروط شرط میں داخل نہیں ہوتا ورنہ لازم آئے گا کہ ذات اپنے لئے خود شرط ہو کیونکہ مذکورہ آئت کریمہ میں عمل صالح مشروط ہے اور ایمان جو تصدیق و اقرار اور عمل کا مجموعہ شرط ہے۔ لہٰذا عمل ہی مشروط اور وہی شرط ہوا پس ثابت ہوا کہ اعمال ایمان کی حقیقت میں داخل نہیں ہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ بعض اعمال ترک کردیں قرآن میں انہیں مومن کہا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا، اس آئت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے باہم لڑائی جھگڑا کرنے والوں کو مومن فرمایا ہے۔ اگر عمل ایمان کا رکن ہوتا تو اس کا تارک مومن نہ ہوتا۔

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقتِ ایمان میں اعمال داخل نہیں۔ اس تقریر کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ایمان کی حقیقت زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔ اس مسئلہ میں چار مذاہب ہیں:

پہلا: کثیر علماء ایسے عمر فاروق، علی المرتضیٰ، معاذ بن جبل، عبداللہ بن مسعود، ابو درداء، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، حذیفہ اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم نے کہا ایمان زیادتی اور نقصان کے قابل ہے۔

چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان زیادہ اور کم ہوتا رہتا ہے۔ جوزقانی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ لیکن امام مجدالدین لغوی نے کہا اس مسئلہ میں کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔

دُوسرا مذھب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، ابوالمنصور ماتریدی امام الحرمین اور اہلسنت وجماعت متکلمین کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایمان تصدیق یقینی ہے جو تفاوت کے قابل نہیں کیونکہ اذعان تفاوت کو قبول نہیں کرتا۔

تیسرا مذھب قاضی عضد الدین کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق ہونے کے باوجود زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ کیونکہ تصدیق کے لئے ظن کافی ہے۔ اور اگر تصدیق کو یقین تسلیم بھی کرلیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یقین تفاوت کو قبول نہیں کرتا۔ یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔

چوتھا مذھب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی شخص اجمالاً ایمان لاتا ہے پھر تفصیل سے اس کی تصدیق زیادہ ہوتی ہے۔

پانچواں مذھب یہ ہے کہ ایمان کے زیادہ یا کم ہونے میں توقف ہے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ کا قول ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایمان تصدیق قلبی ہے جو اذعان اور جزم کی حد کو پہنچتی ہے اور یہ قدر زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ ظن زیادہ یا کم ہوتا ہے۔ یقین زیادہ کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نیک اعمال کرے یا گناہوں کا مرتکب ہو اس کی تصدیق باقی رہتی ہے اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور وہ نیک اعمال سے زیادہ نہیں ہوتی اور گناہوں سے کم نہیں ہوتی۔

"امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر بخاری میں مذکورہ آیات سے استدلال کیا ہے۔ احناف ان کے جواب میں کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمالاً ایمان لاتے کہ جو کچھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام لائے ہیں وہ اُن کی تصدیق کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اور فرض نازل ہوتے تو وہ ان پر ایمان لاتے۔ اس طرح ہر خاص فرض کی وہ علیحدہ علیحدہ تصدیق کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ سب سے پہلے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں توحید کی تعلیم دی جب لوگ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے لگے اور توحید پر ایمان لائے تو نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت نازل ہوئی۔ پھر جہاد فرض ہوا پھر حج کی فرضیت نازل ہوئی۔ اس طرح وہ ہر فرض خاص پر ایمان لاتے تو ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان زیادہ ہوتا تھا اور یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مختص تھا۔ اس کے بعد اس طرح ایمان کا زیادہ ہونا متصوّر نہیں ہوتا کیونکہ دین پُورا ہوچکا ہے اور وحی کی آمد ختم ہوچکی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آج کے دن ہم نے تمہارا دین پُورا کردیا ہے یہ آئت کریمہ حلال وحرام کے بعد نازل ہوئی تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیات میں زیادتی سے مراد نفس تصدیق میں زیادتی نہیں بلکہ ایمان پر قائم رہنا اور اس پر دوام و استمرار کرنا اور کسی وقت اس سے غافل نہ ہونا بھی زیادتی ہے۔ کیونکہ

کیونکہ استمرار تجددِ امثال کو واجب کرتا ہے۔ اس طرح ہر وقت میں تصدیق کے کثیر اعداد حاصل ہوتے ہیں۔ یہ جواب امام الحرمین نے ذکر کیا ہے۔ وہ مذھبًا شافعی ہونے کے باوجود ایمان کے زیادہ یا کم ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ انھوں نے کہا اس جواب سے بہت بڑا اشکال حل ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر ایمان زیادتی اور نقصان کا قابل نہ ہو اور نفس تصدیق ایمان ہو تو یہ تصدیق نبیوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ تو لازم آئے گا کہ ایمان میں نبی اور غیر نبی مساوی ہو جائیں وھو کما تری، اشکال کے حل کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام غفلت سے معصوم ہوتے ہیں اور ان کی تصدیق مستمر اور دائمی ہوتی ہے۔ اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کی تصدیق گاہے بگاہے ہوتی ہے۔ لہٰذا نبیوں کا ایمان غیر نبیوں سے زیادہ ہے۔ بایں ہمہ ایمان بنفسہٖ تفاوت کا قابل نہیں ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص ایک درہم کا مالک ہے اور دوسرا ایک ہزار درہم کا مالک ہے۔ حالانکہ نفس درہم میں وہ دونوں مساوی ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں ایمان کے ثمرات مراد ہیں اور وہ یہ کہ مومن کا قلب صاف ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں نورانیت آ جاتی ہے اور ایمان کے ثمرات نیک عمل کرنے سے زیادہ ہوتے ہیں اور گناہوں کے ارتکاب سے ناقص ہوتے ہیں۔ الحاصل بخاری میں مذکور آیات مؤوّلہ ہیں۔ ان سے مراد نفسِ ایمان میں زیادتی نہیں بلکہ اس کے ثمرات میں زیادتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں ایمان سے مراد کمالِ ایمان ہے جس میں اعمال داخل ہیں نفس تصدیق مراد نہیں اور کمالِ ایمان بالاتفاق زیادتی اور نقصان کا قابل ہے۔ لیکن ہمارا کلام نفسِ ایمان میں ہے اسی لئے امام رازی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ایمان کے زیادہ یا کم ہونے میں نزاعِ لفظی ہے۔ یعنی نفسِ تصدیق اس کی قابل نہیں۔ یہ شافعی بھی تسلیم کرتے ہیں اور کامل ایمان اس کا قابل ہے۔ اسے احناف بھی تسلیم کرتے ہیں۔

الحاصل ایمان کے زیادہ یا کم ہونے میں نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ یہ ایمان کی تفسیر پر موقوف ہے کہ اگر ایمان کی تفسیر صرف تصدیق قلبی سے کی جائے تو تفاوت کا قابل نہیں کیونکہ تصدیق یقین ہے اور تفاوت ظن میں ہوتا ہے۔ اگر ایمان کی تفسیر میں اعمال کو داخل کریں تو تفاوت کا قابل ہوگا کما قلنا آنفًا۔

البتہ ایمان قوت وضعف کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق کیف ہے اور کیف تقسیم کو قبول نہیں کرتا چونکہ ایمان قوت وضعف کا قابل ہے اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان دوسرے تمام لوگوں سے قوی تر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے کم وبیش ہونے میں وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ سے بھی استدلال کیا ہے۔ اس کی تقریر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کی تصدیق حاصل تھی کیونکہ وہ نبی مرسل تھے اور نبی سے کفر محال ہے۔ لہٰذا وہ نفسِ تصدیق کے طالب نہ تھے وہ احیاء موتی کی تصدیق کی زیادتی کے طالب تھے۔ معلوم ہوا کہ ایمان زیادتی کا قابل ہے اور جو زیادتی کا قابل ہو وہ نقصان کا بھی قابل ہوتا ہے

بَابُ قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس دلیل کا جواب یوں ذکر کیا کہ ایمان محض یقین ہے جس پر نہ بادتی نہیں ہوسکتی اور راس سے کمی کفر ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں نے تمہیں خلیل بنایا ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ میں خلیل کی دعاء سے مردے زندہ کردیتا ہوں اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے خیال کیا کہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ خلیل آپ ہیں یا کوئی اور تاکہ ان کا دل انتظار میں نہ رہے اور اطمینان حاصل ہو جائے۔

دُوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پوچھنا بطور ادب و احترام تھا اور ان کا مقصود یہ تھا کہ اے میرے پروردگار مجھے مردہ زندہ کرنے پر قادر کر تاکہ اس خواہش میں میرا دل مطمئن ہو جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور ان کو الزام دینے کے لئے یہ سوال عرض کیا کہ عیاناً ان پر حجت قائم کریں تاکہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے اور وہ اس کا جواب دے سکیں۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ ایمان کامل زیادتی اور نقصان کا قابل ہے نفسِ ایمان اس کا قابل نہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بابُ الاِیمان

اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد: اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر ہے

اسلام کا لغوی معنیٰ تابعداری اور یقین ہے۔ اور شریعت میں اس کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسول کی نبوت و رسالت کا اقرار کرنا، واجبات پر عمل کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا ہے۔ کیونکہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم سے اسلام کے متعلق سوال عرض کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرے اس کا کسی کو شریک نہ بنائے نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اسلام کا اطلاق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے دینِ اسلام،، اور قرآن کریم میں ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

وَهُوَ قَوْلٌ وَّفِعْلٌ وَّيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَّيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى

اللہ کو پسند دین اسلام ہے۔ علماء محققین کہتے ہیں کہ اسلام اور ایمان دونوں متغایر ہیں کیونکہ اصل ایمان تصدیق ہے اور اصل اسلام انقیاد واستسلام ہے۔ حق یہ ہے کہ ان میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ کیونکہ مومن کے احوال بدلتے رہتے ہیں بعض حالات میں ایمان اسلام کے بغیر پایا جاتا ہے۔ جیسے کوئی بچہ پہاڑ کی چوٹی میں ہو اور لوگوں سے اس کا میل جول نہ ہو تو وہ اپنی عقل سے اللہ کو جانے گا اس کے وجود اور صفات اور توحید کی تصدیق کرے گا حالانکہ اس تک کسی نبی کا پیغام نہیں پہنچا یہ شخص مومن ہے مسلمان نہیں اسی طرح جب کافر نے اعتقادیات کا جزم کر لیا لیکن زبانی اقرار اور عمل سے پہلے فوت ہو گیا وہ مومن ہے مسلمان نہیں اور بعض حالات میں وہ زبان سے اقرار کرتا ہے لیکن دل سے تصدیق نہیں کرتا جیسے منافق ہیں یہ دونوں افتراقی مادے ہیں اور اجتماعی مادہ جس میں دونوں پائے جاتے ہیں وہ یہ کہ دل سے تصدیق کرے، زبان سے اقرار کرے اور عمل بھی کرے۔ یہ شخص مومن اور مسلمان ہے۔

کیا ایمان مخلوق ہے؟

بعض علماء نے ایمان کو مخلوق کہا ہے لیکن امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایمان غیر مخلوق ہے فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے کہا کہ ایمان اقرار اور ہدایت ہے۔ اقرار عبد کا فعل ہے اور وہ مخلوق ہے اور ہدایت اللہ کا فعل ہے اور وہ غیر مخلوق ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے احسن کہا ہے۔

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ

بخاری نے کہا: وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ وَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ " یہاں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ ایمان قول اور عمل ہے۔ دوسری یہ کہ ایمان زیادہ اور ناقص ہوتا ہے۔ قول سے مراد توحید و رسالت کا اقرار ہے اور عمل سے مراد عام ہے جو قلب اور اعضاء کے عمل کو شامل ہے اور اس میں اعتقاد اور عبادات داخل ہیں اور بعض علماء اعمال کو ایمان کی تعریف میں داخل کرتے ہیں اور بعض داخل نہیں کرتے ہیں اس لئے ایمان کی تفسیر میں مختلف اقوال مذکور ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے زیادہ ہونے میں متعدد آیات ذکر کی ہیں اور ناقص ہونے کی دلیل ذکر نہیں۔ لیکن جو زیادتی کا قابل ہو وہ نقصان کا بھی قابل ہوتا ہے اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ بخاری نے کہا ہے۔ ایمان قول اور فعل ہے حالانکہ ایمان تصدیق قلبی بھی ہے اسے کیوں نہیں

وَّالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی وَّاٰتٰھُمْ تَقْوٰھُمْ وَیَزْدَادُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا وقولہٗ عَزَّوَجَلَّ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وقولہٗ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَقَوْلُہٗ وَمَا زَادَھُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا وَالْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَکَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اِلٰی عَدِیِّ بْنِ عَدِیٍّ اِنَّ لِلْاِیْمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُوْدًا ۔

ذکر کیا اس کا جواب یہ ہے کہ تصدیق قلبی کے ایمان ہونے میں کسی کا جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا تو صرف یہ ہے کہ زبانی اقرار اور عمل اعضاء اور عمل قلب کو شامل ہے۔ لیکن اس تقدیر پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر فعل عام ہے تو عملِ لسان کو بھی شامل ہے تو چاہیئے یہ تھا کہ قول بھی ذکر نہ کرتے۔

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا قلبی تصدیق ایمان کی پہلی منزل ہے جس سے انسان مؤمن کہلاتا ہے لیکن اس قدر سے انسان کمال ایمان تک نہیں پہنچتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عمل سے ایمان کامل ہوتا ہے اور اس کو مذکور ابواب کی اساس مقرر کیا ہے چنانچہ اُنھوں نے کہا در باب امور الایمان، الجہاد من الایمان الخ اس میں مرجیئہ کا رد ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان قول بلا عمل ہے (کرمانی)

چونکہ بخاری کے نزدیک ایمان اور اسلام متحد ہیں اس لئے ھو قول وفعل، میں ضمیر کا مرجع ایک شئی ہوسکتا ہے۔ اگر قول وفعل کو ایمان واسلام میں داخل کیا جائے تو ایمان کا زیادہ اور ناقص ہونا ظاہر ہے اور اگر ایمان صرف تصدیق قلبی ہو تو قوت وضعف اور اجمال وتفصیل کے اعتبار سے زیادہ اور ناقص ہوگا یا مومن بہ کے متعدد ہونے سے ایمان زیادہ ہوگا اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ قوت وضعف کیف ہیں اور زیادہ اور ناقص کم ہوتا ہے اس طرح اجمال کے بعد تفصیل پر زیادہ ہونے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ الحاصل ایمان کے زیادہ اور ناقص ہونے میں لفظی نزاع ہے اور اس باب میں مذکور آیات کا محمل کمال ایمان ہے۔ نفس ایمان نہیں۔

اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ مِنَ الْاِیْمَانِ

امام نے یہ ایمان کے زیادہ اور ناقص ہونے پر دلیل ذکر کی ہے اسی طرح مذکور آیات بھی ذکر کی ہیں لیکن اس کی کمال ایمان پر دلالت ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے اپنے اسناد سے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی

وَسُنَنًا فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْاِيْمَانَ فَاِنْ اَعِشْ فَسَاُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتّٰى تَعْمَلُوْا بِهَا وَاِنْ اَمُتْ فَمَا اَنَا عَلٰى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيْصٍ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ وَقَالَ مُعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِيْقَةَ التَّقْوٰى حَتّٰى يَدَعَ مَا حَاكَ فِى الصَّدْرِ وَقَالَ مُجَاهِدٌ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا اَوْصَيْنَاكَ يَا مُحَمَّدُ وَاِيَّاهُ دِيْنًا وَّاحِدًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا سَبِيْلًا وَّسُنَّةً وَدُعَاؤُكُمْ اِيْمَانُكُمْ

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اَلْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ افضل ایمان ہے۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا۔ اَلْحُبُّ فِى اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِى اللّٰهِ سے ایمان بہت زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور ابوداؤد نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض کرے اور اللہ کے لئے دے اور اللہ کے لئے منع کرے اس کا ایمان کامل ہے۔ معلوم ہوا کہ مذکورہ اثر کمال ایمان پر دلالت کرتا ہے اور علماءِ احناف بھی یہی کہتے ہیں کہ اعمال سے ایمان کامل ہوتا ہے۔ امام بخاری نے ذکر کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عدی بن عدی کو خط لکھا :

اَنَّ لِلْاِيْمَانِ فَرَائِضَ وَشَرَائِعَ وَحُدُوْدًا وَّسُنَنًا الخ

کہ ایمان کے فرائض، عقائد دینیہ، منہیات اور مندوبات ہیں جس نے انہیں کامل کیا اُس نے ایمان مکمل کر لیا اور جس نے ان کو کامل نہ کیا اُس نے ایمان مکمل نہ کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو ان کی ایسی وضاحت کروں گا کہ تم ان پر عمل کرنے لگو گے اگر میں فوت ہو گیا تو میں تمہاری صحبت پر حریص نہیں ہوں۔

اس اثر میں فرائض وہ امور ہیں جو ہم پر فرض ہیں جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ اور شرائط وہ امور ہیں جو ہمارے لئے مشروع ہیں جیسے نماز میں قبلہ کی طرف متوجہ ہونا۔ نماز کے صفات، ماہِ رمضان کے ایام کی تعداد

قاذف کو کوڑے مارنے کی تعداد اور طلاق وغیرہ کی تعداد اور "سنن" وہ افضل اعمال ہیں جن کا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حکم دیا ہے۔ پس جو کوئی فرائض، سُنن ادا کرے اور امور شرعیہ کو جانے وہ کامل مومن ہے۔ آخر میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا میں عنقریب ان کی وضاحت کروں گا جسے تم میں سے ہر ایک سمجھ لے گا اور وضاحت کی حاجت کے وقت سے تاخیر اگرچہ جائز نہیں لیکن جب اس کا مقصد معلوم ہو تو تاخیر جائز ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ لوگ اس وضاحت کے مقاصد جانتے ہیں، لیکن آپ نے ان کو نصیحت کرنے اور مقصود پر خبردار کرنے میں مبالغہ کیا اور لوگوں کو اجمالی طور پر ایمان کے اقسام سے روشناس کیا کہ جب وہ اس کی وضاحت کے لئے فارغ ہوں گے تو اسے مفصل ذکر کریں گے اور اس وقت وہ اس سے اہم امر میں مشغول تھے (عینی) اس حکایت سے غرض یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے کہ ایمان قول و فعل ہے اور زیادہ اور ناقص ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے کہا جس نے عقائد دینیہ، منہیاتِ ممنوعہ اور مستحبات کو کامل کیا اُس نے ایمان کامل کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

وفات ۲۵۔ رجب ۱۰۱ھ مطابق ۱۷۔ جنوری ۷۲۰ء

آپ کا نسب یہ ہے: عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن الوالعاصی بن امیہ بن عبدالشمس اموی ہیں آپ عادل امام خلفاءِ راشدین میں سے ہیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور انس بن مالک سے حدیث کی سماعت کی۔ حضرت انس نے ان کی خلافت سے قبل ان کی اقتداء میں نماز پڑھی اور کہا میں نے اس جوان کے علاوہ کوئی شخص نہیں دیکھا جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ ننانوے ۹۹ ہجری میں آپ خلیفہ مقرر ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دو سال پانچ ماہ خلافت کی اور اس مختصر مدت میں ساری زمین عدل و انصاف سے بھر دی۔ آپ کی جلالت و فضیلت، وفور علم، زہد و تقویٰ اور مسلمانوں پر شفقت اور مہربانی کرنے میں ساری اُمت کا اتفاق ہے۔ سفیان ثوری نے کہا خلفاء پانچ ہیں:

(۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق (۳) عثمان غنی (۴) علی المرتضیٰ (۵) اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم جب آپ مسندِ خلافت پر فائز ہوئے تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریوں کے چرواہوں نے کہا یہ نیک خلیفہ کون ہے جو لوگوں کے امور کا اہتمام کرتا ہے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے کہا ہے کہ یہ نیک خلیفہ ہے تو انھوں نے کہا لوگوں کے امور کا اہتمام کرنے والا خلیفہ اس طرح نیک ہو تو بھیڑیے ہماری بکریوں سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتے اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری بکریوں کو بھیڑیوں سے قطعاً خطرہ اور ڈر نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر سَو سال بعد ایک ایسا شخص ظاہر کرتا ہے جو اس امت کے دینی امور کی صحت کرتا ہے ہم نے پہلی صدی میں جب اس پر نگاہ اُٹھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو پایا۔ دراصل دین کی تقیح ہر اس شخص کو شامل ہے جو دین کی خدمت سرانجام دے اور صدی گزرنے کے وقت زندہ ہو اور وفورِ علم کے باعث مرجع خلائق ہو اگرچہ ایک وقت میں ایسے متعدد علماء ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پہلی صدی گزرنے کے وقت بقیدِ حیات تھے اور وفورِ علم، زہد و تقویٰ اور عدل و انصاف میں مرجع خلائق تھے۔ بنو امیہ کے امرآء نے اپنے دَور میں جو تجاوزات کئے تھے وہ سب ختم کر دیئے حتیٰ کہ فدک جس پر بنو امیہ نے قبضہ جما رکھا تھا وہ بنو ہاشم کو واپس کر دیا ابو داؤد میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ جب جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی لختِ جگر سیّدہ شہزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغِ فدک دینے سے انکار کر دیا تھا تو بنو امیہ کو اس پر کیسے استحقاق ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اَشجّ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ کسی جانور نے آپ کے چہرہ پہ لات مار کر زخمی کر دیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میری اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا چہرہ زخمی ہوگا وہ ساری زمین عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی والدہ ماجدہ اُمّ عاصم بنت عاصم بن عمر فاروق ہیں رضی اللہ عنہم۔ آپ مصر میں پیدا ہوئے اور حمص کے قصبہ دیرِ سمعان میں ۲۵۔ رجب ایک سو ایک ہجری میں وفات پائی۔

اِنّا لِلہِ و اِنّا اِلَیہِ راجعون

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی وصیّت

آپ نے وصیت کی تھی کہ جو ان کے پاس جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال اور ناخن شریف ہیں وہ ان کے ساتھ قبر میں دفن کئے جائیں اور جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ یوسف بن مالک نے کہا ہم عمر بن عبدالعزیز کی قبر شریف پہ مٹی ڈال رہے تھے۔ اچانک آسمان سے ہمارے اُوپر ایک کاغذ گرا جس پہ یہ لکھا ہُوا تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عمر بن عبدالعزیز دوزخ سے اللہ کی امان میں ہیں۔

عدی بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ بہت بڑے فاضل ابو وفرہ کندی جزری ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔ بعض علماء انہیں صحابی کہتے ہیں کیونکہ اُنھوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مرسل احادیث روائت کی ہیں۔ اس سے

بعض لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ صحابی ہیں ۔ آپ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی طرف سے جزیرہ اور موصل کے حاکم تھے ۔ عمر بن عبدالعزیز کا انہیں حاکم مقرر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صحابی نہیں تھے ۔ کیونکہ آپ عمر بن عبدالعزیز کے بعد فوت ہوئے حالانکہ ان کی خلافت کے عہد میں کوئی صحابی باقی نہ رہا تھا ۔
امام بخاری نے کہا عدی اہل جزیرہ کے سردار ہیں اور امام احمد بن حنبل نے کہا عدی جیسا کوئی شخص نہیں جس سے مسائل پوچھے جائیں ۔ انھوں نے ۱۲۳ ہجری میں وفات پائی

وَقَالَ مُعَاذٌ اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا ۔ بیٹھئے ہم کچھ وقت ایمان زیادہ کریں ۔ اس سے امام بخاری نے استدلال کیا کہ ایمان زیادتی کا قابل ہے کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ مومن تھے ۔ اس کے باوجود انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائیں اس کا یہی معنیٰ ہے کہ ایمان زیادہ کریں ۔ یہ حضرت معاذ بن جبل نے اسود بن ہلال سے کہا تھا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایمان کامل ایمان پر محمول ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا " وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ "

" مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آئے "

یعنی وحی کے ساتھ مشاہدہ کے انضمام سے بصیرت اور سکون میں اضافہ ہو ۔ کیونکہ جو طمانیت عین الیقین میں ہے ۔ علم الیقین میں نہیں ۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ تصدیق یقینی زیادتی کی قابل ہے ۔ احناف کی طرف سے اس کا جواب گزر چکا ہے ۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

ابراہیم کا معنی " اب رحیم " ہے ۔ آپ تارخ کے بیٹے ہیں اور آزر آپ کا چچا ہے ۔ قرآن میں آزر کو باپ کہا ہے کیونکہ قرآن کی اصطلاح میں چچا پہ باپ کا اطلاق ہوتا رہتا ہے ۔ آپ عراق کے ایک خطہ کوثا میں پیدا ہوئے ۔ آپ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے ۔ اور عراق سے شام کی طرف ہجرت کر گئے ۱۷۵ برس آپ کی عمر تھی ۔ بیت المقدس میں آپ نے وفات پائی ۔ حبرون گاؤں میں آپ کی قبر شریف ہے ۔ اسے بلدۂ خلیل کہتے ہیں ۔

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفات ربیع الاوّل ۱۸ھ مطابق مارچ ۶۳۹ء

آپ ابو عبدالرحمٰن مُعاذ بن جبل انصاری خزرجی مدنی ہیں اٹھارہ برس کی عمر میں مشرف باسلام ہُوئے ستر انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر تھے۔ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو عبداللہ بن مسعود کا بھائی بنایا تھا۔ آپ نے ایک سو پچھتر (۱۷۵) احادیث روائت کی ہیں جن میں سے امام بخاری نے پانچ حدیثیں صحیح میں ذکر کی ہیں۔ سرورِ کون ومکان صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا بخدا! اے مُعاذ، مجھے تیرے ساتھ محبّت ہے۔ حضرت انس نے کہا جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں قرآن کو چار اشخاص اُبَیّ بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید انصاری نے جمع کیا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا حلال وحرام کو معاذ خوب جانتے ہیں اور یہ اچھے مرد ہیں۔ آپ کو جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یمن میں قاضی بناکر بھیجا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تین مفتی مہاجر اور تین انصار تھے۔ مہاجر مفتی عمر فاروق، عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ تھے اور انصار سے اُبَیّ بن کعب، مُعاذ بن جبل اور زید بن ثابت تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم،، آپ طاعونِ عمواس میں ۳۳ برس کی عمر میں شام میں فوت ہُوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اَلْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ،،

اس اثر سے امام نے ایمان کے زیادہ ہونے پر استدلال کیا کیونکہ لفظ "کُل،، سے اس شیٔ کی تاکید کی جاتی ہے جس کے اجزاء ہوں اور حسّی یا حکمی طور پر ان کا افتراق ہوسکے۔ معلوم ہُوا کہ ایمان کل اور بعض ہوتا ہے۔ لہٰذا زیادتی اور نقصان کو قبول کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ ابن مسعود بن غافل ھذلی ہیں آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ وہ کہتے تھے کہ میں چھٹا مسلمان ہوں۔ جبکہ رُوئے زمین پر ہمارے سوا کوئی مُسلمان نہ تھا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہاں سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں آگئے۔ آپ تمام جنگوں میں شریک ہوتے رہے ہیں اُنھوں نے جنگ بدر میں ابوجہل کا سَر کاٹا تھا۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو جنت کی

خوشخبری دی آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوڑا بردار تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑا ہونے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوڑا پہنایا کرتے تھے اور جب اُتار کر بیٹھ جاتے تو عبداللہ بن مسعود اسے پکڑ کر اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود نے آٹھ سو اڑتالیس (۸۴۸) احادیث روائت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے صرف پچاسی احادیث ذکر کی ہیں۔ آپ عمر کے آخری حصہ میں کوفہ چلے گئے تھے۔ اور ۳۲ ہجری میں وہیں فوت ہوگئے۔ بعض مورخین نے کہا کہ مدینہ منورہ واپس آگئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت عثمان غنی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ کہا گیا ہے کہ حضرت زبیر نے پڑھی تھی۔ حضرت عمار بن یاسر کا بھی نام لیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ آپ کوفہ میں قاضی رہے ہیں اور کوفہ میں حضرت عمر فاروق کے خازن بھی رہے ہیں۔ نیز حضرت عثمان کی خلافت کے ابتدائی دور میں بھی آپ کوفہ کے بیت المال کے محافظ تھے۔

لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ حَقِیْقَۃَ التَّقْوٰی الخ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کوئی بھی تقویٰ (ایمان) کی حقیقت کو نہیں پہنچتا حتی کہ جو سینہ میں مخدوش معلوم ہو اسے ترک کر دے۔ تقویٰ کی حقیقت ایمان ہے کیونکہ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ نفس کو شرک، برے اعمال سے بچائے اور نیک اعمال پر ہمیشگی کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مؤمن ایمان کی حقیقت کو پہنچے ہیں اور بعض نہیں پہنچے۔ لہٰذا ایمان میں زیادتی اور نقصان جائز ہے۔

"مفردات" "یَدَعُ" چھوڑ دے۔ حَاكَ "مخدوش۔ امام نووی نے کہا جو دل میں واقع ہو اور اس سے شرحِ صدر نہ ہو اور اس میں گناہ کا خوف کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

وفات محرم ۷۴ھ مطابق مئی ۶۹۳ء

آپ عبداللہ بن عمر بن خطاب قرشی عدوی مکی ہیں۔ بلوغ سے پہلے اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہوئے آپ نے سرکار سے سولہ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث روائت کی ہیں۔ ان میں سے امام بخاری نے ۲۵۱ حدیثیں ذکر کی ہیں جن چھ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت روایات کی ہیں۔ ان میں سے ایک آپ ہیں۔ امام بخاری نے کہا صحیح سند یہ ہے کہ امام مالک نافع اور وہ ابن عمر سے روائت کریں۔ آپ متبع سنت

اور متبع آثار مصطفیٰ تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ بعض اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔ آپ دُنیا اور اس کی زیب و زینت سے بے نیاز تھے اور نہ ہی ملکی ریاست کے خواہاں تھے۔ آپ کے حق میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ نیک مرد ہے۔ یہ نیک ہونے پر بہت بڑی گواہی ہے۔ زُہری نے کہا عبداللہ بن عمر کی رائے کے برابر کوئی رائے نہیں کیونکہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال بقیدِ حیات رہے۔ ان پر صحابہ کی کوئی شئی مخفی نہ تھی اور صحابہ کرام کی باہم لڑائیوں اور جھگڑوں سے علیحدہ رہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ دنیا کی کسی شئی کا مجھے غم نہیں ہُوا جو مجھے حاصل نہ ہُوئی ہو مگر ایک بات کا بہت غم ہے کہ میں نے فیئہ باغیہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں جنگ نہیں کی۔ آپ ۷۴ ہجری میں حج کے بعد عبداللہ بن زبیر کے شہید ہو جانے کے تین یا چھ ماہ بعد فوت ہُوئے اور محصب بافخ میں مدفون ہُوئے اور حجاج نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی کیونکہ اس وقت وہاں وہی حاکم اسلام تھا۔ آپ کے سوانح باب المناقب میں پُوری تفصیل سے دیکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا الخ

مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھے اور نوح کو ایک دین کی وصیت کی،، مجاہد کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی زیادتی اور نقصان پر کتاب وسنت کی دلالت واضح ہے۔ امام شافعی اور احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں لہٰذا ایمان کا زیادہ اور ناقص ہونا ظاہر ہے اور اس کے لئے یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے۔

حضرت مجاھد رضی اللہ عنہ

آپ مجاہد بن جبر مکی مخزومی ہیں۔ آپ مشہور امام اور بہت بڑے مفسرِ قرآن ہیں۔ آپ تابعی ہیں اور علماء نے آپ کی جلالت پر اتفاق کیا ہے۔ علم تفسیر و حدیث اور فقہ کے آپ امام ہیں۔ اُنھوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ پر تیس بار قرآن پیش کیا۔ آپ سجدہ کی حالت میں مکہ مکرمہ میں ایک سو ایک ہجری میں فوت ہُوئے

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر سبیل اور سنت سے کی ہے۔ یعنی منہاج کی تفسیر طریق واضح سے کی اور شرعہ کی تفسیر سنت سے کی یہ لف نشر غیر مرتب ہے۔ زہری نے کہا منہج

۷ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

واضح راہ ہے ایسے ہی منہاج اور شرعہ شریعت ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلی آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ تمام نبیوں کی شریعت ایک ہے اور دوسری آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر نبی کی شریعت علیحدہ، طریقہ علیحدہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں اصولِ دین کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں تمام نبی متحد ہیں اور دوسری آیت میں احکام کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی ہر نبی کے احکام و فروع علیحدہ علیحدہ ہیں لہٰذا ان دونوں آیتوں میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ اختلاف محل کے وقت تعارض ثابت نہیں ہوتا۔

دُعَاؤُكُمْ اِيْمَانُكُمْ

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ کی تفسیر میں ذکر کیا کہ دُعاء سے مراد ایمان ہے۔ یعنی ان دونوں آیتوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو تفسیر کی ہے وہ ایمان کے زیادہ اور ناقص ہونے پر دلالت کرتی ہے یا یوں کہئے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دُعاء کو ایمان کہا ہے اور دُعاء عمل ہے اور عمل کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا ایمان بھی زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ ہم ابتداءِ کلام میں ذکر کر چکے ہیں کہ ایمان لغوی نفس تصدیق اور یقین ہے۔ اس میں زیادتی کمی نہیں ہوتی۔ البتہ قوت و ضعف متصور ہے۔ اور ایمان شرعی کمالِ ایمان ہے۔ اس میں زیادتی اور نقصان ہوتا رہتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۷ — **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا

۷ — **شرح:** بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچ اشیاء میں سے کوئی ایک ترک کرنے سے انسان مسلمان نہیں رہتا۔ لیکن اجماع اور

علماء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ نماز یا روزہ یا ان پانچ میں سے کوئی شئ ترک کرنے سے کافر نہیں ہوتا اگر یہ سوال ہو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : جس کسی نے قصداً نماز ترک کر دی اس نے کفر کیا ؛ یا ارشاد فرمایا : اسلام اور کفر کے درمیان فاصل نماز ہے ۔یعنی نماز کا تارک کافر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مختص ہے ۔کیونکہ اس زمانہ میں ہر مسلمان نماز پڑھتا تھا اور منافقین نماز پڑھنے میں سستی کرتے تھے ۔اور جو کوئی قصداً نماز نہ پڑھتا تھا اسے کافر کہا جاتا تھا ۔یا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کی تصدیق کا انکار کرنے والا کافر ہے ۔ یا معنیٰ یہ ہے کہ نماز نہ پڑھنے کو جائز سمجھتا ہو یا کفرانِ نعمت مراد ہے یا حدیث زجر و وعید پہ محمول ہے ۔اسلام میں یہ پانچ عبادتیں اہم ہیں ۔ان میں سے ایک قولی عبادت ہے اور وہ کلمۂ شہادت ہے اور روزہ اور نماز بدنی عبادتیں ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے اور حج مالی اور بدنی سے مرکب عبادت ہے ۔کلمۂ شہادت کے بغیر انسان مومن نہیں ہوتا اس لئے اسے سب سے پہلے ذکر کیا اس کے بعد نماز کو ذکر کیا کیونکہ یہ دین کا ستون ہے اس کے بعد زکوٰۃ ذکر کی کیونکہ یہ نماز کا ساتھی ہے ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے جنگ کروں گا ،، یعنی نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں کوئی فرق نہیں ۔ اس کے بعد حج کا ذکر کیا کیونکہ اس میں سخت تغلیظات وارد ہیں کہ جو کوئی حج فرض ہونے کے بعد قصداً حج نہ کرے اس کی شہادت قبول نہیں ۔ ان کے بعد لازمی طور پر روزہ کا ذکر ہونا چاہیئے تھا ۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کلمۂ شہادت سے اسلام ثابت ہو جاتا ہے اس کے بعد باقی چار کی کیا ضرورت تھی ۔اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں بطورِ تعظیم ذکر کیا ہے کیونکہ یہ اسلام کے شعائر ہیں ۔ ان کے قائم کرنے سے اسلام کامل ہوتا ہے اور ان کے ترک سے قلادۂ اطاعت گلے سے اُتر جاتا ہے اور عظمتِ اسلام میں اختلال واقع ہوتا ہے ۔ کذا قال النووی ،، اگر یہ سوال ہو کہ حدیث میں اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر ذکر کی ہے اور یہی پانچ اشیاء اسلام ہیں حالانکہ مبنیٰ اور مبنیٰ علیہ مغائر ہوتے ہیں ۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مغایرت پائی جاتی ہے ۔کیونکہ اسلام مجموعہ ہے اور مبنیٰ علیہ ہر ایک رکن ہے اور مجموعہ ہر ایک کے مغایر ہوتا ہے (کرمانی) علامہ قسطلانی نے کہا کہ بعض علماء نے کہا کہ علیٰ بمعنیٰ مِن ہے یعنی ان پانچ امور سے اسلام بنا ہے ،اس قدر سے جواب پورا ہو جاتا ہے اور کرمانی کے جواب کی حاجت نہیں رہتی ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا کلمۂ شہادت کے بعد باقی چار امور شہادت پر مبنی ہیں ۔کیونکہ کلمۂ شہادت کے بغیر کسی شئ کا اعتبار نہیں تو ایک شئ میں مبنیٰ ،مبنیٰ علیہ سے کیسے منضم ہو سکتا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شئ کے دوسری شئ پر مبنی ہونے سے دو اشیاء پر ایک اور دوسری شئ مبنی ہوتی ہے ۔لیکن پھر وہی سوال ہوگا کہ مبنیٰ ہمیشہ مبنیٰ علیہ کا غیر ہوتا ہے ۔اس کا جواب یہ ہے کہ مجموعہ من حیث الانفراد غیر ہے اور من حیث الجمع عین ہے ۔لہٰذا تغایرِ اعتباری کافی ہے ۔ اس سوال کا جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ مذکور چار اشیاء کلمۂ شہادت پہ مبنی ہیں بلکہ ان کی صحت شہادت پر موقوف ہے اور یہ پانچ پر اسلام کی بنیاد کے معنیٰ کا غیر ہے اس

حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ ایمان زیادہ اور ناقص ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلام اور ایمان واحد ہیں اور ان پانچ امور میں کمی سے ایمان میں کمی واقع ہوگی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اس حدیث کے چار راوی ہیں: ۱۔ عُبَیداللہ بن موسیٰ بن باذام کوفی ثقہ ہیں۔ آپ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے۔ دو سو تیرہ ہجری یا چودہ ہجری کو اسکندریہ میں فوت ہوئے۔ ابن قتیبہ نے معارف میں ذکر کیا کہ عبیداللہ بن موسیٰ منکر احادیث کی سماعت اور روایت کرتے تھے۔ اس لئے بہت سے علماء انہیں ضعیف کہتے ہیں لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے کہا بخاری، مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں کثیر مبتدعہ کی احادیث سے استدلال کیا گیا ہے مگر ان روایات سے استدلال نہیں کیا جن میں وہ بدعت کو رواج دیتے ہوں۔ سلف وخلف ان کی روایات کو قبول کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں اور کسی انکار کے بغیر اُن سے روایات سُنتے سُناتے ہیں۔

۲۔ حنظلہ بن ابی سفیان بن عبدالرحمٰن بن صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح جمحی مکی قرشی ہیں۔ وہ ثقہ اور حجت ہیں۔ عطاء اور دیگر تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ ایک سو اکاون ہجری میں فوت ہوئے۔ بہت سے محدثین نے ان سے احادیث کی روایت کی ہے۔

۳۔ عکرمہ بن خالد بن عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی مخزومی مکی ثقہ ہیں آپ جلیل القدر عالم ہیں اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور ابن عباس سے سماعت کی ہے۔ عطاء کے بعد ایک سو چودہ یا پندرہ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کا دادا عاص ابوجہل کا بھائی تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے جنگ بدر میں قتل کیا تھا جبکہ وہ کافر تھا۔ ایک روایت کے مطابق وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ماموں تھا۔ صحابہ کرام میں صرف تین عکرمہ ہیں: عکرمہ بن ابوجہل، عکرمہ بن عامر عبدری عکرمہ بن عبید خولانی۔ بخاری مسلم میں یہ عکرمہ مخزومی اور عکرمہ بن عبدالرحمٰن اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس مذکور ہیں۔ ۴۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما و قدمر"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ مالک عن نافع عن ابن عمر تمام اسانید سے صحیح تر سند ہے۔ اس اسناد کو سونے کی زنجیری کہا جاتا ہے۔ امام ابوالمنصور تیمی نے کہا صحیح تر اسناد شافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر ہے۔ دیگر علماء کہتے ہیں احمد بن حنبل عن شافعی عن مالک عن نافع عن ابن عمر صحیح تر اسناد ہے۔

بخاری میں حَدَّثَنَا، اَخْبَرَنَا زیادہ مذکور ہیں۔ یہ دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ اگر ان میں فرق کریں تو صرف یہ کہ حَدَّثَنا میں شیخ قرأت کرتا ہے اور اَخْبَرَنا میں شاگرد شیخ کے سامنے قرأت کرتا ہے۔ تیسرے "عَنْ" سے بھی روایت ہے اسے عَنْعَنَہ کہتے ہیں۔ اس میں عمومیت ہے کہ شیخ قرأت کرے یا شاگرد قرأت کرے۔ البتہ عَنْعَنَہ کی روایت میں امام بخاری کے مذہب میں سماعت شرط ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام بخاری نے یہ حدیث اس باب میں ذکر کی تاکہ معلوم ہو جائے

بَابُ اُمُوْرِ الْاِیْمَانِ

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ اِلٰی قَوْلِہٖ الْمُتَّقُوْنَ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الاٰیۃ

۸ ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِیُّ قَالَ ثَنَا اَبُوْعَامِرٍ الْعَقَدِیُّ قَالَ ثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَۃً وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ

کہ اسلام کا اطلاق افعال پر کیا جاتا ہے اور کبھی ایمان اور اسلام ہم معنیٰ ہوتے ہیں

باب ــ ایمان کے امور

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد : کہ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف کرلو۔ نیک وہ شخص ہے جو اللہ پر ایمان لائے الخ مومن کامیاب ہیں۔

۸ ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ایمان کی شاخیں ساٹھ سے کچھ اُوپر ہیں اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

۸ ــ شرح : امور سے مراد وہ امور ہیں جو ایمان ہیں۔ کیونکہ بخاری کے نزدیک اعمال ہی ایمان ہیں اور امور کی ایمان کی طرف اضافت بیانیہ ہے یعنی الامور التی ھی الایمان ،، یا اضافت لامیہ ہے۔ یعنی الامور التی للایمان فی تحقیق حقیقتہ وتکمیل ذاتہ ،، یعنی ایمان کے امور جو اس کی حقیقت کی تحقیق اور ذات کی تکمیل کے بارے میں ہیں۔ امام نے عنوان کے لئے

آئت کریمہ کو بطور استشہاد ذکر کیا ہے ۔ یعنی اس کریمہ نے متقی لوگوں کو ان صفات والوں میں منحصر کیا ہے۔ اور ان صفات والے ہی متقی اور پرہیزگار ہیں اور وہ شرک و کفر سے بچنے والے کامل مومن ہیں ۔ اور دوسری آئت قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان فلاح و نجات کا سبب ہے جس میں یہ اعمال مذکورہ پائے جائیں ۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ایمان کی پہلی منزل تصدیق ہے اور اس کا کمال ان امور سے ہوتا ہے جو آئت کریمہ میں مذکور ہیں ۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد استکمالِ ایمان ہے۔ اس لئے ابواب کی ترتیب میں اس طرح ذکر کیا باب امور الایمان ، باب الجہاد من الایمان ، باب الصلوٰۃ من الایمان الخ یعنی ان اعمال سے ایمان کامل ہوتا ہے ۔ اس سے وہ مرجئہ کا رد کرنا چاہتے ہیں جن کے مذہب میں ایمان صرف قول ہے اور عمل کی کوئی ضرورت نہیں اور وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ان کا مذہب کتاب و سنت کے خلاف ہے۔
مازری نے کہا لوگوں کا نافرمان شخص کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جو توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہے۔

ع۱ مرجئہ کہتے ہیں ایماندار شخص کو نافرمانی ضرر نہیں دیتی ۔

ع۲ خوارج کہتے ہیں وہ ایمان سے باہر ہو جاتا ہے

ع۳ معتزلہ کہتے ہیں کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے اور نہ کافر وہ کفر و ایمان کے درمیان منزلہ ثابت کرتے ہیں لیکن وہ فاسق ہے ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ۔

ع۴ اشعری کہتے ہیں وہ مومن ہے وہ بہرحال جنت میں داخل ہوگا اگرچہ دوزخ میں عذاب دیئے جانے کے بعد داخل ہو وہ مخلد فی النار نہیں ہے ۔

مسلم کی روائت میں ستر شاخیں اور ترمذی اور ابوداؤد کی روائت میں ستر سے کچھ زائد شاخیں مذکور ہیں مگر یہ منافات نہیں کیونکہ عدد کی تخصیص زائد کی نفی نہیں کرتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس عدد سے تکثیر مراد ہو جیسے قرآن کریم میں ہے اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً الخ آئت میں ستر کی تخصیص نہیں بلکہ کثرت مراد ہے ان ستر میں حیاء کو اس لئے خاص کیا ہے کہ یہ ایمان کی باقی شاخوں کی طرف پہنچاتا ہے کیونکہ حیادار انسان دُنیا کی رسوائی سے ڈرتا ہے اور دُنیا کی رُسوائی آخرت کی رُسوائی ہے ۔ اس لئے وہ گناہوں سے رُک جاتا ہے اور طاعت میں عمل کے لئے کوشاں ہوتا ہے ۔ ان شاخوں کا معلوم کرنا ہم پر واجب نہیں ۔ ہم ان کے اجمالاً مکلف ہیں جیسے فرشتوں پر ایمان لانا ہم پر اجمالاً فرض ہے ۔ ان کی تفصیل میں جانا ہمارا فرض نہیں ۔ ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کی شاخوں سے اعلیٰ اور ادنیٰ کو ذکر کیا ہے کہ اعلیٰ توحید اور ادنیٰ مسلمانوں کو ضرر پہنچانا ہے ۔ اس حدیث میں ایمان شرعی کا اطلاق اعمال پر کیا ہے اور اعمال کم و بیش ہوتے رہتے ہیں ۔ لہذا ایمان بھی زیادہ یا ناقص ہوگا ! علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شعب ایمان میں کچھ تفصیل ذکر کی ہے جسے ہم نقل کرتے ہیں ۔ چنانچہ مُغلطائی نے ذکر کیا ہے :

ایمان کی شاخیں

اصل ایمان تصدیق قلبی اور زبانی اقرار ہے۔ لیکن کامل ایمان تصدیق، اقرار اور عمل ہیں۔ یہ تین قسمیں ہیں: ان میں سے پہلی قسم اعتقادیات ہیں۔ ان کی تیس شاخیں ہیں:

ع۱ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی توحید پر ایمان لانا کہ اس کی مثل کوئی شئی نہیں
ع۲ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کو حادث اعتقاد کرنا ع۳ اس کے فرشتوں پر ایمان لانا
ع۴ اس کی کتابوں پر ایمان لانا ع۵ اس کے رسولوں پر ایمان لانا
ع۶ اچھی بُری تقدیر پر ایمان لانا ع۷ قیامت پر ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ قبر میں سوال اور عذاب ہوگا مرنے کے بعد اُٹھنا ہے اور قیامت میں حساب ہوگا۔ میزانِ عدل قائم ہوگی اور پلصراط سے گزرنا ہوگا ع۸ اللہ تعالیٰ کے جنت کے وعدہ پر وثوق کرنا اور اس میں ہمیشگی کا یقین کرنا۔
ع۹ دوزخ کی وعید اور اس کے عذاب کا یقین کرنا اور وہ فنا نہ ہوگی۔ ع۱۰ اللہ سے محبت کرنا
ع۱۱ اگر کسی اور سے محبت کرے تو اللہ کے لئے اگر بغض کرے تو اللہ کے لئے اس میں مہاجرین وانصا(ر) اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی محبت بھی داخل ہے۔
ع۱۲ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا آپ پر درود پاک پڑھنا اور آپ کی سنت کی اتباع کرنا۔
ع۱۳ اخلاص کرنا اور ریاکاری اور منافقت ترک کرنا ع۱۴ گناہوں سے توبہ کرنا اور اپنے آپ پر ندامت کرنا ع۱۵ خوف ع۱۶ امید ع۱۷ ناامید نہ ہونا ع۱۸ شکر کرنا ع۱۹ عہد کی ایفاء کرنا۔
ع۲۰ صبر کرنا ع۲۱ تواضع اور انکساری کرنا اور بڑوں کی تعظیم و توقیر کرنا ع۲۲ چھوٹوں پر رحمت اور شفقت کرنا ع۲۳ قضاء سے راضی رہنا ع۲۴ اللہ کی ذات پر توکل اور بھروسہ کرنا۔
ع۲۵ فخر وغرور ترک کرنا اور اپنی ذات کی مدح وثنا نہ کرنا اور نہ ہی اپنے آپ کو گناہوں سے پاک وصاف جاننا ع۲۶ حسد نہ کرنا ع۲۷ کسی سے دشمنی نہ کرنا ع۲۸ غصہ ترک کرنا ع۲۹ خیانت نہ کرنا اور کسی کے متعلق بدگمانی اور مکر وفریب نہ کرنا ع۳۰ دُنیا کی محبت ترک کرنا ایسے ہی مال و دولت اور جاہ ومنزلت کی محبت ترک کرنا۔

یہ تیس خصلتیں ہیں اگر اعمالِ قلب کے خصال سے کوئی شئی مذکورہ اشیاء میں سے بظاہر خارج ہو تو بغور تامل سے معلوم ہوگا کہ وہ ان ہی میں داخل ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن کا مآل عملِ قلب ہے۔

دُوسری قسم ،، کا مآل زبان کے اعمال ہیں اور وہ سات شاخیں :
ع۱ کلمۂ شہادت کہنا ع۲ قرآن مجید کی تلاوت کرنا ع۳ علم سیکھنا ع۴ لوگوں کو

علم پڑھانا ع۵ دعاء کرنا ع۶ ذکر کرنا اس میں استغفار بھی داخل ہے ع۷ لغو امور سے بچنا
تیسری قسم ،، کا تعلق اعمال بدن سے ہے اس کی چالیس شاخیں ہیں اور تین حصوں میں منقسم ہیں - پہلا حصہ جس کا عینی اور واقعی اشیاء سے تعلق ہے وہ سولہ شاخیں ہیں :

ع۱ پاکیزگی اس میں بدن، کپڑے اور مکان صاف ستھرے رکھنا بھی داخل ہیں بدن کی طہارت میں وضوء، جنابت اور حیض ونفاس سے غسل کرنا داخل ہیں -

ع۲ نماز قائم کرنا اس میں فرض ونفل اور قضاء بھی داخل ہیں -

ع۳ زکوٰۃ ادا کرنا اس میں صدقہ، خیرات اور صدقہ فطر بھی داخل ہیں - نیز اس میں جود وسخا، طعام کھلانا اور مہمان کا اکرام بھی داخل ہے ع۴ فرض اور نفل روزے رکھنا ع۵ حج وعمرہ کرنا ع۶ اعتکاف کرنا اور لیلۃ القدر کی تلاش کرنا ع۷ دین کی حفاظت کے لئے بُرے امور سے فرار کرنا اور مشرکوں کے علاقہ سے ہجرت کرنا ع۸ نذر پوری کرنا ع۹ قسموں کا قصد کرنا ع۱۰ کفارہ ادا کرنا ع۱۱ نماز میں یا نماز سے باہر ستر پوشی کرنا ع۱۲ قربانی دینا اور اگر نذر مانی ہو تو اسے اہتمام سے پورا کرنا ع۱۳ جنازوں کا اہتمام کرنا ع۱۴ قرض ادا کرنا ع۱۵ معاملات میں سچائی برتنا اور ریاء سے بچنا ع۱۶ حق گواہی دینا

دوسری قسم وہ ہے جو اتباع کے ساتھ مختص ہے وہ سولہ شاخیں ہیں :

ع۱ نکاح کر کے بُرے کاموں سے بچنا ع۲ بچوں کے حقوق پُورے کرنا اور خادموں سے اچھا معاملہ کرنا ع۳ والدین سے نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی نہ کرنا ع۴ اولاد کی تربیت کرنا ع۵ رشتہ داروں سے اچھے تعلقات پیدا کرنا ع۶ بڑوں کی اطاعت کرنا -

تیسری قسم جو عام لوگوں سے متعلق ہے اس کی اٹھارہ شاخیں ہیں :

ع۱ عدل وانصاف سے حکومت کرنا ع۲ جماعت کے ساتھ رہنا ع۳ اولی الامر کی اتباع کرنا ع۴ لوگوں کی اصلاح کرنا اور خوارج اور باغیوں سے جنگ کرنا ع۵ نیکی پہ مدد کرنا ع۶ اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے منع کرنا - ع۷ حدود قائم کرنا ع۸ جہاد کرنا اور اس کے لئے ہر وقت تیار رہنا ع۹ امانت ادا کرنا اور خمس ادا کرنا ع۱۰ قرضہ پُورا ادا کرنا ع۱۱ ہمسایہ کا احترام کرنا -
ع۱۲ معاملہ اچھا کرنا اور مال حلال کسب کرنا ع۱۳ مال کو اس کے حقوق میں خرچ کرنا فضول خرچی نہ کرنا ع۱۴ سلام کا جواب دینا ع۱۵ چھینک کا جواب دینا (جبکہ چھینک لینے والا الحمد للہ کہے ورنہ نہیں) ع۱۶ لوگوں کو ضرر نہ دینا ع۱۷ لہو ولعب سے بچنا ع۱۸ راستہ سے کانٹے وغیرہ دُور پھینکنا یہ تمام ستر شاخیں ہیں جن کی طرف غالبًا حدیث میں اشارہ کیا ہے - واللہ ورسولہ اعلم !

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث میں ہے : اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ نیز حدیث میں ہے اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ حیاء خیر لاتا ہے اور حیاء مکمل خیر ہے - حالانکہ بعض اوقات حیادار شخص حق سے حیاء کرتے ہوئے اسے ترک کر دیتا ہے

اور بھلائی کا حکم کرنا اور بُری شئ سے روکنا چھوڑ دیتا ہے تو یہ ایمان کا حصّہ کیسے ہُوا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء کی حقیقت خُلق ہے جو بُرے کاموں سے بچنے پر اُبھارتا ہے اور صاحبِ حق کے حق میں تقصیر کو منع کرتا ہے اور سوال میں مذکور حیاء حقیقت میں حیاء ہی نہیں بلکہ وہ عجز اور کمزوری ہے اسے مجازاً حیاء کہتے ہیں۔

بہتر حیاء یہ ہے کہ اللہ سے حیاء کرے وہ یہ کہ جن امور سے اللہ نے منع کیا ان سے اجتناب کرے۔ یہ معرفت اور مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس حدیث: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ « سے مراد یہی حیا ہے۔

ترمذی میں ہے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو لوگوں نے کہا ہم اللہ سے حیاء کرتے ہیں الحمد للہ! فرمایا: یہ حیاء نہیں ہے۔ لیکن اللہ سے حیاء ہے کہ سَر کی حفاظت کرو اور جو کچھ اس میں ہے اور پیٹ کی حفاظت کرو جو کچھ اس میں ہے اور موت اور بوسیدگی کو یاد کرو جس نے یہ کیا اُس نے حیاء کا حق ادا کیا۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں: پہلا ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر بن یمان بن اخنس ابن خُنَیس جُعفی بخاری مُسندی ہے۔ وہ عبد اللہ بن سعید بن جعفر بن یمان کے چچا کا بیٹا ہے اور یمان بخاری کے ایک دادے کا مَولیٰ ہے وہ دوسو انتیس (۲۲۹) ہجری میں فوت ہُوئے صحاح ستہ میں صرف بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔

دوسرے ابو عامر عبد الملک بن عامر بن مَلِک بن قیس عقدی بصری ہیں۔ حفاظِ حدیث نے اس کی جلالت اور علمی استحکام پر اتفاق کیا ہے وہ دوسو چار یا پانچ ہجری میں فوت ہُوئے۔

تیسرے راوی ابو محمد سلیمان بن بلال قرشی تیمی مدنی ہیں۔ اُنھوں نے عبد اللہ بن دینار اور تابعین کی جماعت سے سماعت کی ہے اور ان سے عبد اللہ بن مبارک نے سماعت کی ہے۔ محمد بن سعد نے کہا وہ بہت خوبصورت، بارُعب عقلمند تھے۔ وہ مفتی تھے اور مدینہ منورہ کی آمدنی کے منتظم تھے۔ ایک سو ستتر ہجری میں فوت ہُوئے۔ صحاح ستہ میں اس نام کا اور کوئی راوی نہیں۔

چوتھے راوی ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن دینار قرشی مدنی ہیں۔ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں۔ وہ ایک سو ستائیس ہجری میں فوت ہُوئے۔

پانچویں راوی ابو صالح ذکوان سمان زیّات مدنی ہیں۔ وہ تیل اور گھی کوفہ میں لاتے تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا وہ ثقہ اور سب لوگوں سے اَجَلّ اور اَوْثق ہیں۔ ایک سو ایک ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

چھٹے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک ان کا نام عبدالرحمٰن بن صخر دَوسی یمنی ہے۔ ابن عبدالبر نے کہا کسی شخص کے نام میں جاہلیت اور اسلام میں اختلاف نہیں ہوا جس قدر ان کے نام میں اختلاف ہے۔ ابوہریرہ خود کہتے ہیں کہ جاہلیت میں ان کا نام عبدالشمس تھا اور اسلام میں عبدالرحمٰن نام رکھا گیا۔ اُن کی والدہ کا نام میمونہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اُمیّہ ہے۔ وہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دُعاء سے مُسلمان ہُوئیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں یتیم جوان ہُوا۔ جب ہجرت کی تو مسکین تھا اور بُسرہ بنت غزوان کا خادم تھا اللہ تعالیٰ نے میرا اس سے نکاح کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے دین کو مضبوط کیا اور ابوہریرہ کو امام بنایا۔ حالانکہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ میری ایک چھوٹی سی بلّی تھی جس کے ساتھ میں کھیلا کرتا تھا۔ اس لئے میری کنیت بلّی کے نام پر رکھ دی یعنی (ابوہریرہ) کہا گیا ہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ابوہریرہ کو دیکھا جبکہ اس کی آستین میں بلّی تھی تو آپ نے فرمایا ''یا ابا ہریرہ'' آپ مدینہ منورہ اس سال آئے جب خیبر فتح ہُوا تھا۔ آپ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ خیبر میں حاضر ہُوئے۔ پھر آپ کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا اور ہمیشہ خدمت گار رہے وہ اصحابِ صفّہ کے ممبر تھے اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے بہت علم حاصل کیا۔ سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ابوہریرہ نے تمام صحابہ کرام سے زیادہ روایات کی ہیں۔ اُنھوں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے پانچ ہزار تین سو چونسٹھ حدیثیں روائت کی ہیں۔ ان میں سے امام بخاری نے چار سو اٹھارہ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ وہ ہمیشہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک دن اُنھوں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا میں آپ سے بہت حدیثیں سُنتا ہُوں مجھے بھُول جانے کا ڈر ہے تو آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھا دو! میں نے چادر بچھا دی تو آپ نے اپنے دستِ اقدس سے اس میں تین لپ ڈالے پھر فرمایا اسے سینہ سے ملا لو پھر اس کے بعد میں کبھی نہیں بھولا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حُلیہ

آپ کا رنگ گندمی تھا سر کے بالوں کے دو گیسو تھے۔ مونچھیں منڈوا رکھی تھیں۔ نہایت ہی خوش طبع تھے۔ مروان نے انہیں مدینہ منورہ کا حاکم بنایا تو وہ گدھے پر سواری کرتے جس پر پالان باندھا ہوتا تھا۔ جب کسی شخص سے راستہ میں ملاقات ہوتی تو فرماتے راستہ سے علیحدہ ہو جاؤ امیر آیا ہے۔ ذوالحلیفہ میں اقامت کی وہاں ان کا مکان تھا جو اپنے غلاموں پر صدقہ کر دیا تھا۔ وہ ستاون ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئے۔ امام شافعی نے کہا ابوہریرہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔

بَابٌ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ

٩ — اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي السَّفَرِ وَاِسْمٰعِيْلَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ثَنَا دَاوٗدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ دَاوٗدَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — مُسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مُسلمان محفوظ ہوں

٩ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہے اسے چھوڑ دے ۔ بخاری نے کہا کہ ابو معاویہ نے کہا کہ داؤد نے عامر سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سُنا اور عبدالاعلیٰ نے داؤد سے اُنھوں نے عامر سے اُنھوں نے عبداللہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔

٩ — شرح : یہ حدیث سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع کلمات سے ہے۔ اگر کوئی یہ

سوال پوچھے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی ان صفات سے موصوف ہوگا وہ کامل مُسلمان ہوگا۔ حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ باقی صفات جواسلام کے رُکن ہیں کی رعائت کرنے کے بعد لوگوں کو اذیت نہ دے تو وہ کامل مسلمان ہے۔ یا وہ مسلمانوں سے افضل ہے اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اس طرح کیوں نہیں کہا : اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قَوْلِہٖ وَیَدِہٖ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ زبان سے تعبیر اس لئے کی ہے کہ اس میں وہ شخص داخل ہوجائے جو کسی سے استہزاء کے طور پر زبان درازی کرتا ہے۔ اور زبان کو ہاتھ پر اس لئے مقدم کیا کہ ہاتھ سے زبان کی اذیت زیادہ ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَھَا الْتِیَامُ ؛ نیزوں کے زخم مٹ سکتے ہیں
وَلَا یَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ ؛ زبان کا زخم نہیں مٹتا

حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جس شخص سے لوگ سلامتی میں نہ ہوں وہ کامل مسلمان نہیں۔ کیونکہ مطلق جنس کا اطلاق کامل فرد پر ہوتا ہے اور حدود قائم کرنا، تعزیرات جاری کرنا اور تادیبات وغیرہ اذیت نہیں۔ یہ درحقیقت اصلاح کے لئے ہیں تاکہ آئندہ لوگ حفاظت میں رہیں۔ اس طرح مہاجر سے مراد کامل مہاجر ہے جو ممنوع اشیاء ترک کردے کمال کی نفی کرنے کے لئے اصل شیٔ کی نفی محققین کے کلام میں معروف ہے چنانچہ لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ، کہ مسجد کے ہمسایہ کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی صرف مسجد ہی میں ہوتی ہے۔ اس سے مراد بھی کامل نماز ہے۔ جیسے لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ، یعنی نماز سورہ فاتحہ پڑھنے کے بغیر کامل نہیں، مہاجرین کو یہ خطاب اس لئے کیا گیا کہ وہ صرف نقلِ مکانی پر ہی توکل نہ کر بیٹھیں بلکہ منہیات سے بھی بچیں،، یا ہجرت منقطع ہوجانے کے بعد ان لوگوں سے خطاب ہے جنہوں نے ہجرت کو نہیں پایا تاکہ وہ خوش ہوجائیں (کرمانی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کوئی بھی اذیت نہیں پہنچانی چاہیے اس کا پس منظر یہ ہے کہ اچھے اخلاق کا مظہر بننا چاہیئے۔ جیسے امام حسن بصری نے ابرار کی تفسیر کرتے ہوئے کہا وہ کسی کو اذیت نہیں دیتے اور نہ ہی شرارت سے خوش ہوتے ہیں۔ اس میں مُرجئہ کا بھی رد ہے۔ حق کا مذہب یہ ہے کہ معاصی سے اسلام ناقص نہیں ہوتا۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ فعل تو ہاتھ کے بغیر بھی ہوسکتا ہے ہاتھ کو کیوں خاص کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غالب افعال ہاتھ ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہاتھ سے پکڑتے ہیں، ہاتھ سے قطع کرتے ہیں، ملاتے ہیں، منع کرتے ہیں، عطاء کرتے ہیں۔

قَالَ اَبُوعَبْدِ اللہِ الخ یہ دو تعلیقیں ہیں۔ پہلی تعلیق سے مراد یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو سے شعبی کا سماع ثابت ہے۔ شاید شعبی کو یہ روایت عبداللہ بن عمرو سے پہنچی ہوگی پھر اُنھوں نے ملاقات کرکے

اس کی سماعت کی۔ دوسری تعلیق سے مراد یہ ہے کہ عبدالاعلیٰ کی روایت میں جو عبداللہ مبہم ہے وہ عبداللہ ابن عمرو ہے جو ابومعاویہ کی روایت میں ہے۔

محدثین کے نزدیک معلق حدیث وہ ہوتی ہے جس کے اسناد کی ابتداء میں ایک یا زیادہ راوی ذکر نہ کئے جائیں۔ بخاری میں عموماً تعلیقات دیکھنے میں آئیں گی۔ علامہ قطب الدین نے شرح میں ذکر کیا کہ یہ بخاری کی تعلیق ہے کیونکہ امام بخاری نے ابومعاویہ اور عبدالاعلیٰ سے ملاقات نہیں کی۔"

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں : ع ۱ ابوالحسن آدم بن ایاس دراصل خراسان کے ہیں اور بغداد میں جوان ہوئے انہوں نے کوفہ، بصرہ، حجاز، مصر اور شام کے سفر کئے اور عسقلان کو وطن بنایا اور دو سو بیس (۲۲۰) ہجری میں وہیں فوت ہوئے۔ ابو حاتم نے کہا وہ ثقہ عابد اور اللہ کے اخیار بندوں میں سے ہیں ان کی عمر اٹھاسی یا نانوے برس تھی۔ کتب حدیث میں ان کے سوا اس نام کا کوئی راوی نہیں۔

ع ۲ شعبہ بن حجاج بن ورد ہیں۔ ان کی امامت اور جلالت پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ سفیان ثوری نے کہا شعبہ حدیث میں امیرالمؤمنین ہیں۔ احمد نے کہا وہ حدیث میں تنہا ہی امت تھے۔ ایک سو ساٹھ ہجری کے اوّل میں بصرہ میں فوت ہوئے ان کی زبان میں لکنت تھی۔ صحاح ستہ میں شعبہ بن حجاج کے علاوہ اور کوئی شعبہ نہیں۔ نسائی میں شعبہ بن دینار کوفی صدوق ہے۔

ع ۳ عبداللہ بن ابی السفر ہمدانی کوفی ہیں وہ مروان بن محمد کی خلافت میں فوت ہوئے۔

ع ۴ اسماعیل بن ابی خالد احمسی وہ ایک سو پینتالیس ہجری میں فوت ہوئے۔

ع ۵ شعبی ابوعمرو عامر بن شراجیل کوفی تابعی جلیل ثقہ ہیں۔ انھوں نے اکثر صحابہ سے روایت کی ہے جن میں سے ابن عمر سعد اور سعید ہیں اُن سے مروی ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا وہ کوفہ کے قاضی بھی رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے چھٹے سال پیدا ہوئے اور ایک سو تین یا چار یا پانچ یا چھ ہجری میں تقریباً اٹھاسی برس کی عمر میں فوت ہوئے وہ بہت خوش طبع تھے۔

ع ۶ عبداللہ بن عمرو بن عاص بن وائل بن ہشام بن سُعید قرشی سہمی ہیں۔ آپ بہت بڑے زاہد، عابد، صحابی بن صحابی ہیں۔ آپ اپنے والد سے پہلے مسلمان ہوئے آپ بہت بڑے عالم تھے اور عبادت میں بہت کوشش کرتے تھے اور ابوہریرہ سے زیادہ احادیث جانتے تھے کیونکہ ابوہریرہ لکھتے نہیں تھے اور آپ لکھ لیتے تھے۔ ابوہریرہ نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا۔ آپ بہتر ۷۲ برس کی عمر میں تقریباً ۶۷ ہجری کے ذوالحجہ میں فوت ہوئے۔ صحابہ میں عبداللہ بن عمرو تقریباً اٹھارویں ہیں۔

بَابٌ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ

۱۰ـــ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدِ الْاُمَوِیُّ الْقُرَشِیُّ قَالَ ثَنَا اَبِیْ قَالَ ثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ

بخاری کی تعلیق میں ابومعاویہ محمد بن خازم کوفی ہے وہ مرجئی تھے اور ۱۹۵ ہجری کے صفر میں فوت ہوئے۔ ع۲ داؤد بن ابی ہند بنو قشیر کے مولیٰ اہلِ سرخس سے ہیں۔ ۱۳۹ ہجری میں مکہ کے راستہ میں فوت ہوئے ع۳ عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ سامی ہیں او سامہ بن لوئی قرشی بصری کی طرف منسوب ہیں۔ ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام بخاری نے ان سے معلق حدیث روائت کی ہے کیونکہ وہ بخاری کی ولادت کے پانچ سال پہلے فوت ہوگئے تھے۔ جیسے ابومعاویہ سے معلق روائت کی ہے کیونکہ بخاری نے ان کا زمانہ نہیں پایا کیونکہ وہ ۱۹۴ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ جبکہ ایک سال پہلے ابومعاویہ فوت ہوگئے تھے۔

اس لئے امام بخاری نے ان دونوں میں لفظ حَدَّثَنَا یا اَخْبَرَنَا ذکر نہیں کیا بلکہ دونوں میں لفظ "قَالَ" ذکر کیا ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ اس سے استشہاد اور متابعت مقصود ہوتی ہے استدلال مقصود نہیں ہوتا۔ نیز دونوں میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ابومعاویہ کے طریق میں "سمعت عبداللہ" کہا اور عبدالاعلیٰ کے طریق میں "عن عبداللہ" کہا۔ اور یہ بات مخفی نہیں کہ پہلا طریق دوسرے سے اولیٰ ہے۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ دونوں تعلیقات میں عامر شعبی مذکور ہے۔ جیسے دونوں میں عبداللہ بن عمرو مذکور ہے (کرمانی)

باب ـــ کونسا اسلام افضل ہے

۱۰ـــ ترجمہ: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کونسا اسلام افضل ہے۔ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے

مسلمان محفوظ رہے۔

۱۰ــــ شرح : بظاہر جواب سوال کے مطابق نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی خصلت سے سوال عرض کیا تھا۔ آپ نے جواب میں اسلام کی خصلت والا شخص بیان فرمایا کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ لیکن درحقیقت جواب میں معنیٰ کے اعتبار سے اضافہ ہے۔ کیونکہ جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی افضلیت اس خصلت کے اعتبار سے ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے سوال عرض کیا وہ کیا خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے فرما دیجئے جو بھی تم خرچ کرو والدین پر خرچ کرو ،، حالانکہ لوگوں کا سوال مال خرچ کرنے کے متعلق تھا اور جواب میں مال خرچ کرنے کا مصرف بیان فرمایا ہے۔ نیز ممکن ہے کہ سوال میں ان کی مراد ہی یہ ہو کہ کون سے مسلمان افضل ہیں۔ چنانچہ بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یعنی اَیُّ المسلمین خیر ،، لہٰذا سوال و جواب میں مطابقت واضح ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو اذیت نہ پہنچے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ لفظ اَیّ متعدد امور پر داخل ہوتا ہے اور اسلام متعدد نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مضاف محذوف ہے یعنی اَیُّ خِصَالِ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ ،، اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ "اَفْضَلُ" اسم تفضیل ہے۔ اس کا استعمال الف ولام، مِن اور اضافت تینوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہاں تینوں میں سے کچھ بھی نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں "مِن" محذوف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے "افضل من سائر الخصال" اور ایسے مواقع میں عموماً "مِن" حذف کیا جاتا ہے۔ افضل کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ثواب زیادہ ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ۱ــــ سعید بن یحییٰ بن سعید بغدادی قرشی ہیں۔ سعید کی کنیت ابوعثمان اور یحییٰ کی کنیت ابوایوب ہے۔ سعید بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کے شیخ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انھوں نے اپنے والد اور دوسرے لوگوں سے روایت کی ہے ان کی وفات دو سو انچاس (۲۴۹) ہجری میں ہوئی۔

۲ــــ ابی ،، ابوایوب یحییٰ سعید کے والد ہیں۔ یہ یحییٰ بن سعید قطان نہیں اور نہ ہی یحییٰ بن سعید ہیں جن کا ذکر اعمال کی حدیث میں گزرا ہے۔ کیونکہ وہ انصاری مدنی تابعی ہیں ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ وہ ایک سو چھیالیس ہجری میں فوت ہوئے تھے اور یہ قرشی، عبشمی، اموی کوفی ہیں۔ بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ البتہ وہ یحییٰ اس یحییٰ کے شیوخ میں سے ہیں۔ اس یحییٰ کی وفات ۱۹۴ ہجری میں ہوئی تھی۔

بَابُ اِطْعَامُ الطَّعَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ

١١ـــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ

ع ٣ ابو بردہ بُرَیْد بن عبداللہ بن ابی بردہ بن ابوموسیٰ اشعری کوفی ہیں اُنھوں نے اپنے باپ عبداللہ اور دادے بردہ اور ان کے دادہ ابوبردہ نے اپنے والد ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے۔

ع ٤ ابوبردہ کا نام عامر یا حارث ہے۔ وہ ابوموسیٰ اشعری کے بیٹے ہیں۔ اُنھوں نے حضرت علی اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ ان کی جلالت، توثیق اور علم وفضل پر علماء متفق ہیں وہ کوفہ کے قاضی بھی رہے ہیں۔ ایک سو چار یا تین ہجری میں فوت ہوئے۔

ع ٥ ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری یمنی کبار صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آپ بہت بڑے فاضل اور فقیہہ تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عدن اور یمن کے ساحل پر حاکم مقرر کیا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ اور بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ وہ امیر معاویہ کے پاس دمشق گئے تھے۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو ساٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری نے اُن میں سے چوّن (٥٤) احادیث ذکر کی ہیں۔ وہ قرآن کریم خوش آواز سے پڑھتے۔ انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی مزامیر میں سے حصہ ملا تھا۔ مکہ میں فوت ہوئے تھے۔ کہا گیا ہے کہ پینتالیسؔ یا چوالیس ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ حضرت ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ جو اہل سنت وجماعت کے امام ہیں انہیں کی نسل سے ہیں۔

باب طعام کھلانا اسلام کا حصہ ہے

١١ـــ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا کہ کونسا اسلام افضل ہے۔ آپ نے فرمایا: کھانا کھلاؤ اور جسے پہچانو

یا نہ پہچانو سلام کہو!

۱۱ — شرح : افضل اور خیر دونوں اسمِ تفضیل ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ افضل کا معنیٰ کثرتِ ثواب ہے اور یہ قلت کے مقابلہ میں ہے اور خیر کا معنیٰ نفع ہے۔ یہ شر کے مقابلہ میں ہے۔ لہٰذا پہلا مقدار ہے۔ دوسرا کیفیت ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلے باب کا عنوان ہے۔ "ای الاسلام افضل" اور اِس باب کا عنوان ہے "اطعام الطعام من الاسلام" اس طرح کیوں نہیں کہا۔ "ای الاسلام خیر" جیسے پہلے باب میں کہا ہے "ای الاسلام افضل" اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں بابوں کا مقام مختلف ہے۔ کیونکہ پہلے باب میں افضلیت فاعل کے اعتبار سے ہے اور اس باب میں خیریت فعل کے اعتبار سے ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ جواب علامہ کرمانی کے جواب سے اچھا ہے۔ کرمانی نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں یہ جواب دینا کہ طعام کھلانا بہتر اسلام ہے۔ اس میں یہ صراحت ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطعامِ طعام کو اسلام فرمایا ہے اور پہلے باب میں یہ صراحت نہیں کہ مسلمانوں کی سلامتی اسلام ہے۔ لیکن اس سے عینی کا جواب اچھا اس لئے ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں، جب وہ مسلمانوں سے افضل ہے۔ تو لازمی طور پر سلامتی اسلام ہے۔ علاوہ ازیں کنایہ تصریح سے ابلغ ہوتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں دو جملے ہیں ایک طعام کھلانا دوسرا ہر جاننے پہچاننے والے کو سلام کہنا۔ تو باب کا عنوان پہلے جملہ کے مطابق ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

یوں کیوں نہیں کہا : اِقْرَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ "اس کا جواب یہ ہے کہ سلام کسی حال میں مختلف نہیں ہوتا اور طعام کھلانے کے احوال مختلف ہیں۔ اس کا کم از کم درجہ استحباب کا ہے اور اعلیٰ درجہ فرض ہے اور استحباب و فرض کے درمیان کئی درجے ہیں۔ اس لئے یہ عنوان کے زیادہ مناسب تھا۔

نیز پہلے جملہ کے مطابق باب کا عنوان قائم کرنا اولیٰ ہے۔ علاوہ ازیں پہلے جملہ میں مصدر ہے کیونکہ "تطعم الطعام" بتقدیر اَنْ مصدر ہے۔ اور صریح مصدر کے مطابق عنوان قائم کرنا بہتر ہے۔ یہ دونوں ترجیحیں دوسرے جملہ میں نہیں" اس حدیث میں کھانا کھلانے کی ترغیب دلائی ہے اور یہ جود و سخا اور مکارمِ اخلاق کی علامت ہے۔ اس میں غریبوں کا نفع اور بھوک کا سدّباب ہے جس سے سرورِ کائنات نے پناہ چاہی ہے۔ نیز اس حدیث میں سلام کا اظہار ہے جس سے مسلمانوں میں باہم محبت بڑھتی ہے۔ اور اسلام میں کسی کی تخصیص نہ کرنا اسلام کا مقتضی ہے کیونکہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اس میں برابر ہیں۔ لیکن کافروں سے یہ رعایت نہیں برتی جائے گی لہٰذا کافر کو پہلے سلام کہنا ممنوع ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود و نصاریٰ کو پہلے سلام نہ کہو جب ان میں سے کوئی راستہ میں مل جائے تو اس کے لئے راہ خالی نہ کرو بلکہ اسے تنگ راستہ میں چلنے پر مجبور کرو اور حدیث میں ہر جاننے پہچاننے والے کو سلام کہنا شروع اسلام

بَابٌ مِنَ الْاِيْمَانِ اَنْ يُّحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

میں تھا پھر اس سے منع کر دیا اور صرف مسلمانوں کو ہی سلام کہنے کی اجازت دی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع ۱ ابو الحسن عمرو بن خالد بن فرّوخ حرانی ہیں۔ ان کی سکونت مصر میں تھی اور ۲۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ لیث بن سعد اور عبید اللہ بن عمرو وغیرہ سے روایت کی ہے۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق (بہت سچا) جبکہ احمد بن عبد اللہ نے ثقہ کہا۔ صحاح میں صرف بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔

ع ۲ لیث بن سعد فہمی مصری ہیں۔ ان کے اچھے حالات مشہور ہیں۔ ان کی جلالت پر جلیل امام شافعی اور ابن بکیر کی گواہی کافی ہے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہہ تھے۔ حالانکہ یہ دونوں امام، امام مالک کے شاگرد ہیں اور وہ امام مالک کے بلند مقام کو بھی جانتے ہیں۔ احمد نے کہا ان کی حدیث صحیح تر ہے ایک سو پچھتر (۱۷۵) ہجری میں فوت ہوئے۔

ع ۳ ابو رجاء یزید بن ابی حبیب سُوَید مصری ہیں وہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ ابو یونس نے کہا وہ مصریوں کے مفتی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے مصر میں علم کی تشہیر کی اور حلال و حرام میں کلام کی وضاحت کی وہ ایک سو اٹھائیس ہجری میں فوت ہوئے جبکہ ان کی ولادت تریپن ہجری میں ہوئی۔

ع ۴ ابو الخیر مرثد مصری ہیں انہوں نے حضرت عمرو بن عاص، سعید بن زید اور ابو ایوب انصاری اور دیگر صحابہ سے روایت کی اور نوے ہجری میں فوت ہو گئے۔

ع ۵ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وقد مرّ (عینی وغیرہ)

باب ـــ ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی شئی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"

اس باب کا عنوان ایمان کا حصہ ہے۔ اس سے پہلے باب میں کھانا کھلانے کا ذکر تھا۔ وہ غالباً

۱۲ــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ
عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَعَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ ثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا
يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ

کھانا اسی کو کھلایا جاتا ہے جس سے محبت ہو۔ اس باب میں ایمان کا ایک حصہ یہ ہے کہ اپنے بھائی سے محبت کرے۔ اور "من الایمان"، کو مقدم کیا اور تقدیم حصر کی مقتضی ہے۔ گویا کہ محبت مذکورہ صرف ایمان ہے اس میں اس محبت کی تعظیم ہے اور لوگوں کو اس پہ آمادہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ بخاری کو چاہیئے تھا کہ آنے والے باب کا عنوان بھی "من الایمان حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم"، بیان کرتے لیکن ایسا نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی کے اہتمام اور اس سے لذت حاصل کرنے کے لئے اسے پہلے ذکر کیا۔ نیز آپ کی محبت عین ایمان ہے۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات ہی سے ہمیں ایمان کا پتہ چلا ہے اس لئے آپ کی محبت کو پہلے ذکر کیا۔

۱۲ــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا حتی کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۱۲ــ شرح : امام نے اس باب میں ایمان کو مقدم کیا ہے۔ حالانکہ دوسرے ابواب میں ایمان کو مؤخر ذکیا ہے۔ چنانچہ ذکر کیا "حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان مثلاً"، اس سے امام نے حصر کا ارادہ کیا ہے۔ گویا کہ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم خالص ایمان ہے یا ایمان کا اہتمام مطلوب ہے۔ یعنی کمالِ ایمان مذکور محبت سے ہوتا ہے۔ اس میں مبالغہ مقصود ہے ورنہ دوسرے ارکان بھی ضروری ہیں گویا کہ ایمان میں محبت عظیم رکن ہے۔ جیسے "لا صلوٰۃ الا بطھورٍ"، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس محبت سے انسان کامل مومن ہو جاتا ہے اگرچہ دوسرے رکن ادا نہ کرے دراصل محبت اس شیٔ کی طرف میلان ہے جو محب کے موافق ہو یہ میلان کبھی استلذاذِ حواس سے ہوتا ہے جیسے خوبصورت شیٔ سے محبت کرنا اور کبھی عقل کے استلذاد سے ہوتا ہے۔ جیسے کسی کے علم و فضل اور کمال سے محبت کرنا اور کبھی کسی پہ احسان کرنے اور اس سے تکلیف کا ازالہ کرنے سے ہوتا ہے۔ اس میلان سے اختیاری میلان مراد ہے یہی دائرۂ تکلیف میں داخل ہے۔ طبعی اور فطری میلان مراد نہیں۔ حدیث میں اس طرف توجہ

نہیں دلائی کہ اپنے بھائی کے لئے وہی مبغوض جانے جو اپنی ذات کے لئے مبغوض جانتا ہے۔ چونکہ کسی شئ سے محبت کرنا اس کے خلاف سے بغض کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ "اخیہ" ذمی کو بھی شامل ہو کہ مثلاً اس کے لئے اسلام کی محبت کرے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کون شخص ہے جو مجھ سے یہ کلمات لے اور ان پر عمل کرے اور ان لوگوں کو بتائے جو ان پر عمل کریں۔ ابوہریرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، میں حاضر ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ اشیاء ذکر کیں۔ فرمایا حرام اشیاء سے بچو، سب لوگوں سے زیادہ عابد ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارا مقسوم کر دیا ہے۔ اس سے خوش رہو سب لوگوں سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔ اپنے ہمسایہ سے احسان کرو کامل مومن ہو جاؤ گے لوگوں کے لئے وہ شئ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو کامل مسلمان ہو جاؤ گے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں : ع۱ مسدد بن مسرہد بن مسربل بن مرعبل بن ارندل بن سرندل بن عرندل بن ماسک بن مستورد اسدی ہیں۔ اہل بصرہ میں ثقہ لوگوں میں سے ہیں حماد بن زید، سفیان بن عیینہ اور یحیی قطان سے سماعت کی ہے۔ احمد اور یحیی بن معین نے انہیں صدوق (بہت سچا) کہا ہے۔ ۲۲۴ ہجری کو رمضان میں فوت ہوئے۔

ع۲ یحیی بن سعید بن فروخ تیمی ہیں۔ ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ وہ امام اور حجت ہیں ان کی جلالت و توثیق پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ حدیث میں راسخ القدم ہیں۔ انھوں نے امام مالک اور شعبہ سے سماعت کی ہے۔ یحیی بن معین نے کہا انھوں نے بیس سال ہر روز قرآن مجید ختم کیا اور چالیس برس زوال سے پہلے مسجد میں آتے رہے۔ اسحاق شہیدی نے کہا میں نے یحیی بن سعید قطان کو دیکھا کہ وہ عصر کی نماز پڑھ کر مسجد کے منارہ سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور ان کے سامنے علی بن مدینی، شاذ کونی، عمرو بن علی، امام احمد بن حنبل یحیی بن معین اور دیگر علماء حدیث کے متعلق آپ سے سوالات کرتے جبکہ وہ مغرب کی نماز تک اپنے پاؤں پر کھڑے رہتے تھے وہ کسی کو بیٹھنے کے لئے نہ کہتے تھے اور نہ ہی وہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے بیٹھتے تھے۔ آپ ایک سو بیس ۱۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ایک سو اٹھانوے ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ شعبہ بن حجاج واسطی بصری ہیں آپ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں ان کا حال ذکر ہو چکا ہے۔

ع۴ قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز سدوسی بصری تابعی ہیں۔ انس بن مالک، عبداللہ بن سرجس اور ابوطفیل عامر ایسے صحابہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ان کی جلالت، حفظ، توثیق اور فضیلت پر علماء

بَابُ حُبُّ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاِيْمَانِ

۱۳ ـــ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ ثَنَا شُعَيْبٌ قَالَ ثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ ۔

کا اتفاق ہے وہ نابینا پیدا ہوئے تھے۔ زمخشری نے کشاف میں ذکر کیا کہ یہی شخص مادرزاد نابینا پیدا ہوئے ہیں جو صاحبِ تفسیر تھے وہ واسط میں ایک سو سترہ یا اٹھارہ ہجری میں فوت ہوئے۔ صحاح ستہ میں اس نام جیسا اور کوئی راوی نہیں۔

ع۵ حسین بن ذکوان معلّم بصری ہیں انھوں نے عطاء بن ابی رباح، قتادہ اور دیگر محدثین سے سماعت کی ہے۔ ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

ع۶ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم انصاری ہیں۔ آپ کی کنیت ابوحمزہ ہے۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور دس برس آپ کی خدمت کی۔ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۲۲۸۶ احادیث کی روائت کی ہے ان میں سے شیخان نے ۱۶۸ حدیثیں ذکر کی ہیں اور ۸۲ حدیثوں میں منفرد ہیں جبکہ امام مسلم ۹۱ احادیث میں منفرد ہیں۔ ان کی اولاد بہت ہوئی۔ انھوں نے کہا میں نے اپنی صلبی اولاد میں سے ۹۸ افراد کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا ہے۔ ان کا ایک باغ تھا جو سال میں دو بار پھل دیتا تھا اس میں ایک پودا ریحان تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی ان کا اپنا بیان ہے کہ میں بہت عرصہ بقیدِ حیات رہا حتی کہ میں زندگی سے تنگ پڑ گیا ان کی عمر ایک سو سال سے زیادہ تھی۔ وہ بصرہ میں تمام صحابہ کے بعد .... ۹۳ ہجری کو حجاج کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ محمد بن سیرین نے انہیں غسل دیا اور بصرہ سے ڈیڑھ فرسخ دور اپنے محل میں دفن ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باب ـــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان سے ہے،

۱۳ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

١٤ — حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد اور اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

١٤ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں جب تک کہ میں اسے اس کے والد، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

١٣ - ١٤ — شرح: الرسول، پر الف لام عہد کے لئے ہے اور معہود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ الف لام جنسی اور استغراقی نہیں۔ لہٰذا اس سے جنسِ رسول مراد نہیں اور نہ ہی سب رسول مراد ہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حتّٰی اکون احبّ الیہ الخ" یعنی میں اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ اگرچہ تمام رسولوں سے محبت واجب ہے۔ "اَحَبَّ"، اسم تفضیل بمعنی مفعول ہے۔ یہ خلافِ قیاس ہے کیونکہ اسم تفضیل ہمیشہ بمعنی فاعل آتا ہے۔ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث میں نفس کو ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"، اس کا جواب یہ ہے کہ ولد اور والد کو ذکر کرنے کی خصوصیت یہ ہے کہ غالباً یہ دونوں انسان کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں اور بسا اوقات اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہوتے ہیں اور ولد اور والد کو بطورِ مثال ذکر کیا ہے۔ والدین میں مائیں اور باپ اور ولد میں ساری اولاد عورتیں مرد سب داخل ہیں اور جو عزیز نہیں وہ بطریقِ اولیٰ داخل ہیں یعنی جب تک ساری کائنات سے زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ ہو انسان مومن نہیں ہو سکتا۔ آپ کی محبت ہی ایمان ہے "اَلَا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهٗ"، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت یہ ہے کہ افعال میں آپ کی پیروی کرے اور مخالفت نہ کرے یہ واجباتِ اسلام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ"، ان سے

کہہ دیں اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، قبیلے اور مال جو تم نے کمائے ہیں، تجارت جس میں خسارے کا خوف کرتے ہو اور مکانات جن سے خوش ہو اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد سے تمہیں زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ کا عذاب آجائے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے مقدم ہے۔ ابن بطال نے کہا محبت کے تین اقسام ہیں:

عا محبتِ اجلال و عظمت جیسے والدین کی محبت عـ۲ محبتِ شفقت و رحمت جیسے اولاد کی محبت عـ۳ محبتِ استحسان و استلذاذ جیسے عام لوگوں کی محبت۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد محبت کے تینوں اقسام کو جامع ہیں۔ جس شخص کا ایمان کامل ہو وہ یقین کرے گا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق والدین، اولاد اور تمام لوگوں کے حقوق سے زیادہ ہے کیونکہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دلائی ہے اور گمراہی سے ہدایت کی طرف ظلمت سے نور کی طرف نکالا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم"

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یہ ہے کہ آپ کی سُنّت کی اتباع کرے اور آپ کی شریعت سے مدافعت کرے اور اپنا مال و دولت اور اپنی جان اور مال آپ پر قربان کر دے۔ اسی طرح ایمان کی حقیقت مکمل ہوتی ہے اور جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کو سب سے بلند نہ جانے اور آپ کی قدر ماں، باپ، اولاد اور ہر محسن و مہربان سے زیادہ نہ جانے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ جس کسی کا یہ اعتقاد نہیں وہ مومن نہیں۔

اس مقام میں یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہاں محبت سے مراد ایمانی محبت ہے۔ وہ محبوب کی اتباع ہے۔ طبعی محبت مراد نہیں اسی لئے ابوطالب کو مومن نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی مگر وہ محبت محض عصبیت تک محدود تھی اور طبعی محبت تھی جس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ محبّت کسی شئ کی طرف میلان ہے جو مُحِبّ کے موافق ہو یہ میلان کبھی حواس کے استلذاذ سے ہوتا ہے جیسے خوبصورت شکل سے محبت ہوتی ہے کبھی عقل کے استلذاذ سے میلان ہوتا ہے جیسے کسی کے فضل و بزرگی اور جمال و کمال سے محبت ہوتی ہے اور کبھی کسی کا اس پر احسان کرنے اور اس سے تکلیف دُور کرنے سے ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تینوں اقسام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمالِ ظاہری و باطنی اور کمالِ انواعِ فضائل اور ساری مخلوق کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرکے ان پر احسان کے جامع تھے۔ لہٰذا آپ کے ساتھ محبت سب سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔ (قسطلانی، کرمانی، عینی، فتح الباری)

اسماء رجال

اس حدیث عـ۱۳ کے پانچ راوی ہیں: ان میں سے ابوالیمان حکم بن نافع، شعیبؒ بن ابی حمزہ حمصی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم

کے متعلق بیان ہو چکا ہے ع۳ ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان مدنی قرشی ہیں۔ وہ اس کنیت سے سخت ناراض ہوتے تھے۔ لیکن ان کی مشہور کنیت یہی ہے۔ ابو عبد الرحمٰن بھی ان کی کنیت ہے۔ ان کی امامت اور جلالت پر علماء کا اتفاق ہے۔ انہیں حدیث میں امیر المؤمنین کہا جاتا ہے۔ ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر کے ساتھ ایک جنازہ کو حاضر ہوئے وہ اس وقت کمسن تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے انہیں خراج عراق پر امیر مقرر کیا تھا۔ لیث بن سعد نے کہا میں نے ابو الزناد کو دیکھا جبکہ ان کے پیچھے پیچھے تین سو طالب علم و فقہ چلتے تھے۔ واقدی نے کہا ابو الزناد ایک سو تیس ۱۳۰ ہجری میں غسل کرتے ہوئے اچانک فوت ہو گئے تھے جبکہ ان کی عمر ۶۶ برس تھی۔ بخاری نے کہا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرہ صحیح تر سند ہے

ع۴ اعرج، ابو داؤد، عبد الرحمٰن بن ہرمز تابعی، مدنی، قرشی ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے مولیٰ ہیں۔ ان کی توثیق پر علماء متفق ہیں۔ وہ ایک سو سترہ ۱۱۷ ہجری میں اسکندریہ میں فوت ہوئے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہاں ایک بات جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبد الرحمٰن بن ہرمز سے بلا واسطہ کوئی روایت نہیں کی۔ البتہ عبد اللہ بن یزید بن ہرمز سے امام مالک نے روایت کی ہے اور انہیں سے فقاہت حاصل کی ہے جبکہ وہ مدینہ منورہ کے عالم تھے انہوں نے بہت کم روایات ذکر کی ہیں اور ایک سو اڑتالیس ہجری میں فوت ہو گئے۔

الحاصل امام مالک رضی اللہ عنہ جہاں ابن ہرمز سے حکایت کریں وہاں ان کی عبد اللہ بن ہرمز فقیہ مراد ہوتی ہے کیونکہ عبد الرحمٰن بن ہرمز ابو الزناد محدث کے صاحب ہیں ان سے امام مالک ابو الزناد کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ عبد الرحمٰن بن ہرمز کی وفات ۱۱۷ ہجری میں ہوئی جبکہ عبد اللہ بن ہرمز کی وفات ۱۴۸ ہجری میں ہوئی۔

★ اور حدیث ع۱۴ کے سات راوی ہیں: ع۱ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن کثیر بن زید بن افلح دورقی عبدی ہیں۔ وہ ثقہ حافظ اور متقن تھے۔ انہوں نے لیث کو دیکھا ہے اور سفیان بن عیینہ، قطان اور یحییٰ بن ابی کثیر سے سماعت کی ہے۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۵۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ اسماعیل بن علیہ، علیہ ان کی والدہ ہے اور والد ابراہیم بن سہل بن مقسم بصری اسدی ہے۔ شعبہ نے انہیں سید المحدثین کہا ہے۔ ان کی جلالت اور توثیق پہ تمام علماء کا اتفاق ہے۔ بغداد میں ہارون کی خلافت کے آخری وقت میں بصرہ اور مظالم کے صدقات کے متولی تھے اور ۱۹۴ ہجری میں بغداد ہی میں فوت ہوئے اور عبد اللہ بن مالک کے قبرستان میں دفن ہوئے ان کے بیٹے ابراہیم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی والدہ علیہ کے پاس بصرہ کے فقہاء جاتے تھے وہ ان سے مسائل میں گفتگو کرتی تھیں۔

ع۳ عبد العزیز بنانی تابعی ہیں ان کی توثیق پر اہل علم کا اتفاق ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا وہ اور ان کا باپ دونوں مملوک تھے۔ ایاس بن معاویہ نے تنہا عبد العزیز کی گواہی کو جائز رکھا تھا۔

بَابُ حَلَاوَةِ الْاِيْمَانِ

۱۵ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ ثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَ اَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِى الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِى النَّارِ

ع ۴ آدم بن ابی ایاس ان کا تذکرہ ہوچکا ہے۔ ع ۵ شعبہ بن حجاج یہ حدیث میں امیرالمؤمنین وقدمرّ“ ع ۶ انس بن مالک، وقدمرّ“

باب — ایمان کی چاشنی

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے باب میں یہ ذکر کیا تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان ہے اور انسان کامل مومن جبھی ہوتا ہے کہ ساری مخلوق سے بڑھ کر آپ سے محبت کرے اس باب میں ایمان کی چاشنی کا ذکر ہے کیونکہ یہ ایمان کا ثمرہ ہے۔

۱۵ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین اشیاء جن میں پائی جائیں۔ وہ ایمان کی حلاوت پائے گا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ جس کسی سے محبت کرے صرف اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور کفر کی طرف لوٹنا ایسا ہی بُرا جانے جیسے دوزخ میں پڑنے کو بُرا جانتا ہو۔

۱۵ — شرح : اس حدیث میں ان تین امور کو کمال ایمان کا عنوان بنایا جس سے یہ لذت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ حقیقی منعم صرف اللہ ہی ہے اور اس کی عنایت کے بغیر اور کوئی کچھ نہیں دے سکتا۔ اس کے ماسوا سب واسطے

ہیں نہ تو وہ بالذات ضرر دے سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اصلاحِ حال میں مہربان ساعی ہیں لہٰذا پوری طرح آپ کی طرف متوجہ ہو اور آپ سے بایں طور محبت کرے کہ آپ اس کے اور اللہ کے درمیان عظیم واسطہ ہیں اور اس کے وعدہ اور وعید کا ایسا یقین کرے کہ گویا وہ سامنے موجود ہیں اور یہ خیال کرے کہ ذکر کی مجالس جنت کے باغات ہیں۔ یتیم کا مال کھانا آگ پھانکنا اور کفر کی طرف لوٹنا اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالنا ہے۔ جب تک انسان کا یہ اعتقاد مستحکم نہیں ہوگا اسے کمالِ ایمان حاصل نہ ہوگا اور نہ اس کی چاشنی سے مستفید ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اس حدیث میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کے ماسوا سے زیادہ محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے اور دونوں کے لئے تثنیہ کی ضمیر ذکر کی ہے حالانکہ خطیب کی حدیث میں اس سے منع فرمایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ہی ضمیر اس لئے استعمال کی ہے کہ ایمان میں دونوں محبتیں معتبر ہیں ہر ایک معتبر نہیں کیونکہ صرف ایک سے محبت کرے اور دوسرے سے محبت نہ کرے تو اس کا کچھ فائدہ نہیں اور خطیب کی حدیث میں دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ضمیر استعمال کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ دونوں (اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے ہر ایک کی نافرمانی انسان کی گمراہی کا سبب ہے۔ اور ہر ایک کی عصیان استلزام غوایت میں مستقل ہے۔ کیونکہ دونوں معطوفوں سے ہر ایک کا حکم مستقل ہوتا ہے اور اگر دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر ذکر کی جاتی تو لازم آتا کہ جب تک دونوں کی نافرمانی نہ ہو انسان گمراہ نہیں ہوتا، اور یہ غلط ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ایمان کھانے پینے والی شئ نہیں اور چاشنی کھانے پینے والی اشیاء میں ہوتی ہے تو ایمان کی چاشنی کا کیا معنی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان کو شہد وغیرہ سے تشبیہ دی کیونکہ دونوں میں میلانِ قلب پایا جاتا ہے۔ اس لئے مُشَبَّہ یعنی ایمان کے لئے مُشَبَّہ بہ یعنی شہد وغیرہ کی خصوصیت یعنی چاشنی کی نسبت کی اسے استعارہ مکنیہ کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار رہنا چاہیئے یہی اللہ کے امور کی تعظیم ہے۔ اور مخلوق کے ساتھ محبت صرف اللہ کے لئے ہونی چاہیئے اس میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں پر شفقت اور رَذِیل اُمور سے اِجْتِنَاب کرنا چاہیئے۔ رذیل امور کفر وغیرہ اور دیگر معاصی ہیں جو نقص کے موجب ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ حدیث اصولِ اسلام میں سے عظیم اصل ہے۔ ایمان کی چاشنی کا معنی یہ ہے کہ طاعت کو لذیذ جانے اور دین میں مشقت برداشت کرے اور اسے دنیا کی سہولتوں پر ترجیح دے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا معنی یہ ہے کہ ان کی تابعداری کرے "

ترکیب

ثَلَاثٌ " مرفوع مبتداء ہے۔ چونکہ نکرہ مبتداء نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ثَلَاثٌ کے مبتداء ہونے کی وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس پر تنوین عوض کی ہے۔

باب علامة الایمان حب الانصار

۱۶ ـــ حَدَّثَنَا ابوالولید قَالَ ثَنَا شعبة قال اخبرنی عبداللہ ابن عبداللہ بن جبر قال سمعت انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ ایة الایمان حُبُّ الانصار وایة النفاق بغض الانصار

اصل میں "ثلاثُ خصالٍ" تھا اس طرح نکرہ میں تخصیص آگئی اور معرفہ کے قریب ہوگیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ثلاث صفت ہے اس کا موصوف ہے۔ اصل میں خصالٌ ثلاثٌ "تھا۔ دراصل موصوف مبتداء ہے۔ جب اس کو حذف کیا گیا توصفت کو اس کی جگہ رکھ دیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ثلاث موصوف ہے اور اس کے بعد جملہ شرطیہ اس کی صفت ہے۔ اس تقدیر پہ اس کی خبر "اَنْ یَکُوْنَ" ہے اور اَنْ مصدریہ ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ کونُ اللہِ ورَسُوْلِہٖ اَحبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا۔ پہلی دونوں وجہوں کے مطابق خبر جملہ شرطیہ ہے کیونکہ مَنْ موصول متضمن شرط ہے اور کُنَّ فِیْہِ موصول کا صلہ ہے اور "وَجَدَ" اس کی خبر ہے۔

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ محمد بن مثنّٰی بن عُبید بن قیس بن دینار ان کی کنیت ابو موسیٰ ہے وہ عنزی بصری ہیں۔ خطیب نے انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ ان کی حدیث سے علماء استدلال کرتے ہیں بغداد میں آکر حدیث کی تعلیم دی پھر بصرہ چلے گئے اور ۲۵۲ ہجری میں وہیں فوت ہو گئے۔

محمد بن مثنّٰی اور محمد بن بشار بندار اس سال پیدا ہوئے جس سال حماد بن سلمہ کی وفات ہوئی تھی اور حماد بن سلمہ ۱۶۷ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۲ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی بصری ہیں۔ امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل یحییٰ ابن معین اور ابن مدینی نے ان سے روایت کی اور یحییٰ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ وہ ایک سو آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ایک سو چورانوے (۱۹۴) ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ ایوب بن ابی تمیمہ بصری سختیانی ہیں۔ امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم نے ان سے روایت کی ہے۔ نسائی نے انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق ۱۳۱ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے ان کی عمر ۶۳ برس تھی۔

ع۴ ابوقلابہ عبداللہ بن زید بن عمرو جرمی بصری ہیں۔ ثابت بن قیس انصاری اور انس بن مالک انصاری اور دیگر صحابہ سے سماعت کی ان کی توثیق پہ علماء کا اتفاق ہے۔ ایک سو چار (۱۰۴) ہجری کو شام

میں فوت ہوئے۔ ع۵ انس بن مالک کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب — ایمان کی علامت انصار سے محبت ہے!

۱۶ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے۔ اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔

۱۶ — شرح : انصار وہ لوگ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی اور اعلانِ توحید کے وقت اُنھوں نے سب سے پہلے بیعت کی تھی اسی لئے ان سے محبت ایمان کی علامت ہے۔ انصار جمع قلت ہے جس کا اطلاق دس تک ہوتا ہے۔ حالانکہ انصار ہزار ہا کی تعداد تھے لیکن قلت وکثرت کا یہ فرق صرف نکرہ میں ہے اگر جمع قلت پہ الف، لام تعریف داخل ہو تو وہ جمع کثرت ہو جاتی ہے۔ اور فرق اُٹھ جاتا ہے۔ نفاق کا معنی ایمان کو ظاہر کرنا اور کفر کو چھپانا ہے اور بغض محبت کی ضد ہے۔ اور انصار سے بغض کرنا منافقت کی علامت اس وقت ہے جبکہ ان سے بغض اس لئے ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار تھے۔ کیونکہ ایسا شخص یقیناً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کرے گا۔ اس کے سوا ان سے بغض کرنا ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ منافقت نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ مطابقت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ایمان کا مقابلہ کفر سے ہو کہ کفر کی علامت بغض انصار ہے اس طرح کیوں نہیں فرمایا:

اس کا جواب یہ ہے کہ بحث ان لوگوں میں ہے جن کا ظاہر ایمان اور باطن کفر تھا اور یہاں ظاہری مومن کو حقیقی مومن سے امتیاز دینا مقصود ہے اور اگر یہ کہا جاتا کہ کفر کی علامت انصار سے بغض ہے تو یہ مقصود فوت ہو جاتا۔ کیونکہ منافق بظاہر کافر نہیں ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کیا ظاہر حدیث کا یہ مقتضیٰ ہے کہ جو کوئی انصار سے محبت نہ کرے گا وہ مومن نہ ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا یہ مقتضیٰ ہرگز نہیں کیونکہ عدمِ علامت کو یہ لازم نہیں کہ جس کی وہ علامت ہے وہ معدوم ہو جائے یا مراد کمالِ ایمان ہے۔ یعنی اگر یہ علامت نہ پائی جائے تو ایمان کامل نہ ہوگا۔ امام بخاری کا مقصد بھی یہی ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جو کوئی دل سے تصدیق کرے اور انصار سے بغض بھی کرے کیا وہ منافق ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر انصار سے بغض اس اعتبار سے کرے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار تھے تو یقیناً منافق ہے لیکن جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرے گا اس کا انصار سے بغض کرنا محال ہے کیونکہ حضور کی تصدیق اور انصار سے بغض دونوں جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس حدیث میں "آیَۃُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ" مبتداء خبر ہیں اور دونوں معرفہ ہیں۔ جب مبتداء خبر دونوں معرفہ ہوں تو جانبین سے حصر ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا۔ ایمان کی علامت

صرف حبِ انصار ہے اور انصار سے محبت صرف علامتِ ایمان ہے اور یہ حصر مبالغہ کے لئے ہے باس میں انصار کی تعظیم ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے۔ مومن کی نشانی حبِ انصار ہے اور انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے۔ اور انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت ہے تو لازمی طور پر ان سے بغض کرنا نفاق کی علامت ہوگا، لیکن اس کی تصریح اور تاکید کے لئے فرمایا نفاق کی علامت بغضِ انصار ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو کوئی انصار کا مرتبہ جانتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ اِن حضرات نے دینِ اسلام کی بہت مدد کی ہے اور اسلام کا اظہار کرنا، مسلمانوں کو پناہ دینا اور ان کی مالی اور جانی مدد کرنا اور دینِ اسلام کے اہم امور کا اہتمام کرنا اور ان کا سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اور آپ کا ان سے محبت کرنا اور اسلام کی مدد کے لئے کافروں سے دشمنی لینا۔ ان خصلتوں کی وجہ سے ان کے ساتھ محبت کرنا یقیناً ایمان کی دلیل ہے اور ان سے بغض نفاق کی دلیل ہے۔

علامہ قسطلانی نے کہا کہ ابن منیر نے کہا یہ امر مخفی نہیں کہ کسی شیٔ کی علامت اس کی حقیقت میں داخل نہیں ہوتی۔ حالانکہ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اعمال مسمّٰی ایمان میں داخل ہیں تو حدیث کی مناسبت کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اعمال کا ایمان میں داخل ہونے سے مستفاد یہ ہے کہ محض تصدیقِ قلب نہیں حتیٰ کہ اس پر کوئی علامت قائم کی جائے اور وہ انصار سے محبّت ایسے اعمال ہیں۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں : ع۱ ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسی بصری ہیں انھوں نے امام مالک، شعبہ، حماد بن سلمہ اور سفیان بن عیینہ سے سماعت کی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے انہیں مُتقِن کہا ہے۔ ابوزرعہ نے ان سے روایت کی ہے اور کہا ولید نصف الاسلام ہے۔ وہ اپنے زمانہ میں امام اور لوگوں میں جلیل القدر فاضل تھے۔

احمد بن عبداللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ وہ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۲۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام بخاری اور ابوداؤد نے ان سے روایت کی ہے۔

ع۲ شعبہ بن حجاج کا ذکر گزر چکا ہے۔

ع۳ عبداللہ بن عبداللہ بن جَبر انصاری مدنی ہیں۔ مدینہ منورہ والے انہیں جابر کہتے ہیں۔ جبکہ اہل عراق انہیں جَبر کہتے ہیں۔ امام مالک اور شعبہ نے ان سے روایت کی ہے۔ بخاری مسلم ترمذی اور نسائی نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

ع۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی ہیں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب ۱۷ — حَدَّثَنَا اَبُوالْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَنَا اَبُوْاِدْرِيْسَ عَائِذُ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهٗ عِصَابَةٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بَايِعُوْنِيْ عَلٰى اَنْ لَّا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ وَلَا تَاْتُوْا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُوْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوْا فِيْ مَعْرُوْفٍ فَمَنْ وَفٰى مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوْقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَهُوَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ فَبَايَعْنَاهُ عَلٰى ذٰلِكَ

باب

۱۷ — ترجمہ : ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے بیان کیا کہ عبادہ بن صامت جو بدر میں موجود تھے اور وہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ہیں، نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ آپ کے گرد صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی کہ اس شرط پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے نہ چوری کرو گے نہ زناء کرو گے نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے نہ کسی پر بہتان باندھو گے جو تم نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا ہو (قصدًا) اور نہ ہی اچھی شئی میں نافرمانی کرو گے تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جس نے ان میں سے کوئی شئی کی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے پردہ میں رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ اگر چاہے تو معاف کرے اور اگر چاہے تو عذاب دے عبادہ بن صامت نے کہا ہم نے اس شرط پر آپ کی بیعت کی۔

۱۷ شرح : اس باب کا عنوان مذکور نہیں ہے۔ کیونکہ اس باب کی حدیث پہلے باب کے عنوان کے متعلق ہے۔ کیونکہ جب پہلے باب میں انصار کا ذکر کیا تو اس باب میں انہیں انصار لقب دینے کا سبب ذکر کیا کیونکہ اس کی ابتداء لیلۃ العقبہ میں ہوئی تھی۔ جبکہ اُنھوں نے موسمِ حج کے وقت عقبۂ منیٰ کے پاس سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی تھی۔ نیز اس سے پہلے تمام باب امورِ دین ہیں اور ان امور میں سے انصار کی محبّت ہے اور نقباء سب انصار تھے اور ان کی بیعت کا دین کی بلندی میں عظیم کارنامہ ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ انصار کے بعد ان کو ذکر کیا جاتا۔ چونکہ اس باب کا کوئی خاص عنوان نہیں تھا اور اس کا ما قبل سے تعلق تھا اس لئے دونوں کے درمیان لفظ باب ذکر کیا اور مصنّف ایسا کرتے رہتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

اس حدیث کے راوی حضرت عبادہ بن صامت ہیں "رضی اللہ عنہ" اور وہ بارہ نُقَباء میں سے ہیں جنہوں نے دُور دراز جاکر تبلیغ کی تھی۔

"بیعت العقبہ کا واقعہ"

ابتداءِ اسلام میں جناب سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر موسم میں لوگوں کے پاس جاتے اور مختلف قبائل میں جاکر دینِ اسلام کی تبلیغ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ عقبہ کے پاس تشریف فرما تھے کہ قبیلہ خزرج کے چند لوگوں سے ملاقات ہُوئی تو آپ نے فرمایا اگر تم کچھ دیر ٹھہرو تو میں تم سے کوئی بات کروں، چنانچہ وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے۔ آپ نے انہیں دعوتِ اسلام دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی چونکہ ان لوگوں نے یہودیوں سے یہ سُنا ہُوا تھا کہ آخر الزمان نبی کا ظہور قریب آگیا ہے۔ تو اُنھوں نے ایک دوسرے سے کہا بخدا! یہ وہی نبی ہیں جو یہودی کہتے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ تم سے پہلے یہودی ان پر ایمان لے آئیں اور ہم سے سبقت لے جائیں، چنانچہ اُنھوں نے آپ کی بات تسلیم کرلی اور مسلمان ہوگئے۔ جب وہ اپنے گھروں کو واپس گئے اور اُنھوں نے اپنی قوم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذکر کیا تو ان میں آپ کی بہت شہرت ہوگئی اور آئندہ سال بارہ اشخاص موسمِ حج میں آئے ان میں سے ایک عبادہ بن صامت بھی تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ وہ عقبہ وادی میں آپ سے ملے اور آپ کی بیعت کی۔ یہ پہلی بیعۃ العقبیٰ ہے۔ پھر ان امور پر بیعت کی جو حدیث میں مذکور ہیں۔ اور جن پر عورتوں نے بیعت کی تھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَكَ الخ پھر وہ بیعت کرکے واپس چلے گئے۔ پھر ان میں سے حج کے موسم میں سترّ آدمی آئے تو ان سے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وسط ایام تشریق کا وعدہ فرمایا۔ کعب بن مالک نے کہا جب وہ رات آئی جس کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو ہم شروع رات میں سو گئے جب لوگ گہری نیند سو رہے تھے تو ہم اپنے بستروں سے اُٹھے حتیٰ کہ وادی عقبی میں اکٹھے ہو گئے۔ پھر ہمارے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ اور کوئی دُوسرا آدمی آپ کے ساتھ نہ تھا۔

حضرت عباس نے کہا اے قبیلہ خزرج والو! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ہیں تم یہ جانتے ہی ہو اور آپ اپنی قوم میں بلند و بالا ہیں۔ آپ تمہاری طرف زیادہ رغبت کرتے ہیں۔ جو تم نے آپ سے وعدہ کیا ہے اگر تم وہ پورا کرنے والے ہو تو وہ تمہارے ذمّہ ہے ورنہ آپ کو اپنی قوم میں ہی رہنے دو۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے کلام کیا اور لوگوں کو دعوت اسلام دی اور انہیں اسلام کی طرف رغبت دلائی اور قرآن پاک کی تلاوت کی۔ یہ سُن کر ہم نے آپ کی دعوت قبول کر لی۔ اور آپ کی بیعت کرنے کے لئے عرض کیا یا رسُول اللہ آپ دستِ اقدس بڑھائیں ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی قوم میں سے بارہ نقیب نکالو! ہم نے ہر گروہ سے ایک ایک نقیب نکالا اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بنی عوف کے نقیب تھے اور سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔
ایک تیسری بیعت اور ہے جو بہت مشہور ہے وہ بیعتِ رضوان ہے جو حُدیبیہ میں درخت کے نیچے لی گئی تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہُوئے تھے۔ یہ بیعتِ رضوان ہے جو ہجرت کے بعد واقع ہُوئی اور پہلی دونوں ہجرت سے پہلے ہُوئی تھیں اور تیسری بیعت رضوان میں بھی حضرت عبادہ شریک ہُوئے تھے۔ اس طرح انہیں تینوں بیعتوں کا شرف حاصل ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عینی)

نُقَبَاء،، سے مراد نقباءِ انصار ہیں جو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و امداد کے لئے لیلۃ العقبہ میں آئے اور آپ عقبہ میں بیعت کی وہ بارہ اشخاص تھے جن کے نام یہ ہیں۔ (عینی و کرمانی)

بارہ ۱۲ نقیبوں کے نام

ع۱ اسعد بن زرارہ ع۲ عوف بن حارث ع۳ معاذ یہ دونوں عفراء کے بیٹے ہیں۔
ع۴ ذکوان بن عبد قیس ابن سعد نے طبقات میں انہیں مہاجری انصاری کہا ہے ع۵ رافع بن مالک
ع۶ عبادہ بن صامت ع۷ عباس بن عبادہ بن نضلہ ع۸ یزید بن ثعلبہ ع۹ عُقبہ بن عامر
ع۱۰ قطبہ بن عامر یہ دس نقباء قبیلہ خزرج سے ہیں اور قبیلہ اوس سے اَبُوالهیثم بن تیہان ع۱۲ عُوَیم بن ساعدہ ہیں رضی اللہ عنہم۔ اس حدیث کے آخری حصّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر گنہگار کو عذاب دینا واجب نہیں۔ لہٰذا نیک لوگوں کو ثواب دینا بھی اللہ پر واجب نہیں۔ اور "فَهُوَ اِلَى اللهِ" کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا ثواب و عقاب

اللہ کے حوالے ہے چاہے تو ثواب دے اور چاہے تو عذاب دے۔ معلوم ہُوا کہ بڑے بڑے گنہگار اگر توبہ کے بغیر مر جائیں تو اوّل مرتبہ میں، انہیں جنت میں داخل کرنا یا عذاب دینا پھر جنت میں داخل کرنا اللہ کے حوالے ہے۔ اس حدیث میں معتزلہ کے مذہب کی تردید پائی جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ صاحبِ کبیرہ جب توبہ کے بغیر مر جائے تو اللہ اسے معاف نہیں کرے گا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ نیز اس حدیث میں خوارج کی بھی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو جنتی یا دوزخی نہیں کہہ سکتے ہاں جس کے حق میں نص وارد ہو اس کے مطابق کلام کر سکتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اس حدیث میں چند اہم امور ہیں ع۱ اللہ تعالیٰ کی توحید اسلام کی بنیاد ہے۔

ع۲ چوری میں حقوق العباد کا ضیاع ہے جو ادا کئے بغیر معاف نہ ہوں گے۔ اولاد کے قتل میں نسل کا ضیاع ہے جو سنگین جرم ہے یہ قتل بھی ہے اور اس میں قطع رحمی بھی ہے۔ جاہلیت میں اکثر لوگ فقر و غربت کے ڈر سے اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ بہتان میں تہمت، جھوٹ، غیبت، چغلخوری، طوقِ عار و فضیحت اور لوگوں کی رُسوائی داخل ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ہر امیر کی اچھی چیزوں میں اتباع اسلام میں اہم ہیں اس لئے انہیں بیعت میں شرط قرار دیا گیا۔ یہ بیعت نبوت کی ابتداء میں ہُوئی تھی اور دُوسرے افعال ابھی مشروع نہیں ہُوئے تھے۔ اس لئے انہیں ترک کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر مذکور امور کے سبب دُنیا میں عذاب دیا جائے تو آخرت کا عذاب ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن عمومِ حدیث میں شرک مخصوص ہے کیونکہ دُنیا میں قتل وغیرہ پر عذاب کی وجہ سے شرک کرنے والے سے آخرت کا عذاب ساقط نہ ہوگا جبکہ اس کا خاتمہ شرک پر ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ، یا اس حدیث کا مصداق صرف مومن لوگ ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدود سے کفارہ ہو جاتا ہے۔ مگر بعض علماء اس مسئلہ میں توقف کرتے ہیں۔ کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ ابوالیمان حکم بن نافع حمصی، شعیب۲ بن ابی حمزہ قرشی، محمد۳ بن زہری ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ ع۴ ابوادریس عائذاللہ بن عبداللہ بن عمر خولانی دمشقی ہیں۔ وہ حنین کی جنگ میں پیدا ہُوئے تھے۔ ابن میمونہ نے کہا عبدالملک نے انہیں دمشق کا قاضی مقرر کیا تھا۔ وہ شام کے عابدوں اور قاریوں سے شمار ہوتے ہیں۔ اسّی ہجری میں فوت ہو گئے۔ ع۵ عبادہ بن صامت بن قیس انصاری

بَابٌ مِنَ الدِّيْنِ الْفِرَارُ مِنَ الْفِتَنِ

۱۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّكُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ

خزرجی ہیں۔ وہ عقبیٰ اولیٰ، ثانیہ، بدر، اُحُد، بیعتِ رضوان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام جنگوں میں حاضر رہے۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۸۱ احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کا قد لمبا جسم بھاری تھا اور خوبصورت فاضل تھے۔ ۳۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

استیعاب میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کا قاضی مقرر کیا تھا وہ حمص میں مقیم رہے پھر فلسطین چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہُوا اور بیت المقدس میں دفن ہُوئے وہاں ان کی قبر مشہور ہے بعض کہتے ہیں کہ رملہ میں فوت ہوئے احادیث کے راویوں میں بارہ عبادہ ہیں لیکن صحابہ میں عبادہ بن صامت صرف یہی ہیں۔ رضی اللہ عنہ"

نُقَباء" نقیب کی جمع ہے اس کا معنیٰ قوم کا عریف اور کفیل ہے یعنی ممبر" اور حدیث میں نُقَبَاء سے مراد انصار ہیں۔ جنہوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لیلۃ العقبہ میں بیعت کی تھی۔

باب — فتنوں سے بھاگنا دین ہے"

۱۸ — ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی! جن کو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور صاف میدانوں میں لے جائے گا۔ اپنے دین کی حفاظت کے لئے فتنوں سے دُور بھاگے گا

۱۸ — **شرح** : دین، ایمان اور اسلام ایک ہی شئ ہیں۔ اس لئے امام نے مِنَ الْاِیْمَانِ نہیں کہا۔ طیبی نے کہا یہ محدثین کی اصطلاح ہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریوں کو مسلمانوں کا بہترین مال اس لئے فرمایا کہ ان میں اضافہ بہت ہوتا ہے اور اس میں حرام کی ملاوٹ جیسے سُود وغیرہ اور مکروہ شبہات نہیں ہوتے۔ ان میں سکینت اور برکت ہے۔ اسی لئے انبیاء کرام انہیں چرایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ,, مَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَرَعَا الْغَنَمَ ،، ان میں مشقت بھی کم ہوتی ہے اور آسانی سے انہیں تابع کر لیتے ہیں پھر ان میں نفع بھی بہت ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں اور صاف میدانوں میں لے جائے گا۔ کیونکہ ایسے مقامات میں لوگوں کی باتوں سے جو کدورتیں جنم لیتی ہیں ان سے سلامتی ہوتی ہے۔ لیکن اس سے مقصد صرف یہ ہو کہ میدانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں صرف اپنے دین کی حفاظت کے لئے جاتا ہے۔ دنیاوی اغراض کے لئے نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات لوگ یہ مقصد بنا لیتے ہیں کہ وہاں چارہ زیادہ ملے گا لوگوں کا اس میں طمع بھی کم ہوگا چونکہ بکریوں میں آسانی، نفع اور دین کی حفاظت ہے۔ اس لئے یہ انسان کا بہترین مال ہے۔

اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ انسان کا عزلت اور تنہائی اختیار کرنا بہتر ہے حالانکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ محلہ کے لوگوں سے مل جل کر رہنا چاہیئے تاکہ نماز باجماعت پڑھی جائے اور عوام الناس سے اختلاط رکھا جائے تاکہ جمعہ اور عید پڑھ سکیں اور دُور دراز کے لوگوں سے اختلاط ہو تاکہ عرفات میں وقوف ہو۔ بہرحال شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کے ساتھ اجتماع کی ترغیب دلائی ہے۔ اسی لئے فقہا کہتے ہیں کہ لقیط کو دیہات سے قصبات کی طرف اسی طرح قصبات سے شہروں کی طرف منتقل کرنا جائز ہے اس کا عکس جائز نہیں اور یہ بھی ضروری امر ہے کہ انسان اپنی طبع کے اعتبار سے عوام سے میل جول کا محتاج ہے اور کمالِ انسانیت لوگوں کے ساتھ اختلاط سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ امور اس وقت مستحسن ہیں جبکہ فتنوں کا ڈر نہ ہو اور نہ ہی معاصی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اور نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے سے اصلاحِ دین ہو۔ اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور صاف میدانوں میں چلے جانا لوگوں سے علیحدہ رہنا اس وقت بہتر ہے جبکہ حالات استوار نہ ہوں اور خطرات ہی خطرات منڈلا رہے ہوں تو لوگوں سے علیحدہ رہنے میں ہی سلامتی ہے۔ بہرحال فتنوں کے زمانہ میں عزلت اچھی چیز ہے۔ لیکن اگر انسان فتنہ کے ازالہ پر قادر رہے تو اسے اس کے ازالہ میں کوشش کرنی چاہیئے اور حالات اور امکانی امور کے پیشِ نظر کبھی خطرات کا زائل کرنا ضروری ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا اور جب فتنوں کا دور نہ ہو تو تنہائی اختیار کرنے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ اکثر علماء اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک لوگوں سے اختلاط افضل ہے کیونکہ اس میں فوائد بہت ہیں۔ شعائرِ اسلام ادا ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کا اجتماع سے دبدبہ زیادہ ہوتا ہے۔ بیماروں کی عیادت کر سکتے ہیں جنازوں کا اہتمام ہو سکتا ہے۔ افشاءِ اسلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوتی ہے اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے

کی مدد ہوتی ہے ۔ محتاج کی مدد ہوتی ہے ۔ یہ ایسے امور ہیں جو عزلت اور تنہائی میں نہیں کر سکتے ہیں۔
بعض علماء تنہائی کو افضل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں دین و ایمان کی سلامتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ عبادات کے طریقے جانتا ہو اور جن امور میں مکلف ہے انہیں اچھی طرح سے ادا کر سکتا ہو اور مختار یہی ہے کہ جب معاصی میں واقع نہ ہونے کا غالب گمان ہو تو لوگوں سے اختلاط رکھے ۔
علامہ کرمانی نے کہا ہمارے زمانہ میں عزلت ہی افضل ہے کیونکہ محافل و مجالس کا معاصی سے خالی رہنا نادر ہے یا حسرۃً علی العباد یہ ہیں امام کرمانی جو آٹھ سے کئی صدیوں پہلے ہو چکے ہیں ۔ اس پندرھویں صدی کے دور میں ان لوگوں کا کیا گمان ہوگا ! وَاللّٰہُ یَعْصِمُنَا بِفَضْلِہِ الْعَظِیْمِ ،،

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ؏ ۱ ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مسلمہ بن قعنب قَعْنَبِیؒ مدنی ہیں ان کی سکونت بصرہ میں تھی ۔ تمام علماء کا ان کی جلالت اور وفورِ علم و عمل پر اتفاق ہے ۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص امام مالک کے پاس آکر کہنے لگا کہ قعنبی تشریف لائے ہیں تو امام مالک نے فرمایا ہمارے ساتھ زمین پر بسنے والے لوگوں سے بہتر شخص کے پاس چلو۔ قعنبی سے عرض کیا گیا کہ آپ اب احادیث بیان کرتے ہیں، حالانکہ آپ حدیثیں بیان نہیں کیا کرتے تھے ۔ اُنھوں نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام علماء کو پکارا جاتا ہے ۔ وہ سب کھڑے ہو گئے میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا پھر مجھے آواز دی گئی کہ میں بیٹھ جاؤں میں نے عرض کیا یا اللہ کیا میں ان کے ساتھ نہیں ہوں ۔ فرمایا کیوں نہیں لیکن اُنھوں نے علم نشر کیا ہے اور تم نے چھپا رکھا ہے ۔ اس لئے میں نے احادیث بیان کرنا شروع کر دی ہیں ۔ عمرو بن علی نے کہا قعنبی مستجاب الدعوات تھے وہ مکہ مکرمہ میں ۲۲۱ ہجری میں فوت ہوئے ۔

؏ ۲ مالک رضی اللہ عنہ، آپ امام المسلمین ہیں اور مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم اور امام ہیں آپ کے کمالات غیر متناہی ہیں ۔

؏ ۳ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صَعْصَعَۃ عمرو بن زید بن عوف انصاری مازنی مدنی ہیں ۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے ۔ ۱۳۹ ۔ ہجری میں فوت ہوئے ۔

؏ ۴ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن انصاری ہیں ۔ ابن حبان اور نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے ۔ ان کا دادا اُحُد کی جنگ میں حاضر ہوا تھا اور یمامہ کی جنگ میں شہید ہو گیا تھا ۔ ان کا والد عمرو جاہلیت میں مر گیا تھا اسے بردع میں زید نے قتل کیا پھر بردع مسلمان ہو کر اُحُد کی لڑائی میں شہید ہو گئے ۔

؏ ۵ ابو سعید سعد بن مالک بن سنان بن عبید خزرجی انصاری خدری ہیں ۔ خدرہ کی طرف اس لئے منسوب

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ

ہیں کہ وہ ان کا دادا یا دادی تھی۔ اور خدرہ انصار کا چھوٹا سا قبیلہ ہے۔ ان کے والد جنگِ اُحد میں حاضر ہوئے جبکہ وہ کمسن تھے اس کے بعد وہ بارہ غزوات میں حاضر ہوتے رہے۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار ایک سو ستر احادیث کی روایت کی ہے۔ ان میں سے بخاری نے ۶۲ ذکر کی ہیں وہ مدینہ منورہ میں ۷۴ یا ۷۴ ہجری میں فوت ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئے۔ حنظلہ بن ابی سفیان نے ان کے اشیاخ سے روایت کی کہ احداثِ صحابہ میں ان سے زیادہ اور عالم کوئی نہیں تھا۔

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ”میں اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں“

اور معرفت دل کا فعل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”لیکن تمہارے دلوں کے کسب کے سبب اللہ تمہارا مواخذہ کرے گا —“

شرح الباب: اس باب سے پہلے باب میں یہ ذکر تھا کہ فتنوں سے دُور بھاگنا دین ہے اور جس قدر انسان قوی ہوگا اتنا ہی وہ فتنوں سے دُور بھاگے گا تاکہ دین کو محفوظ رکھ سکے اور فتنوں کے ڈر سے لوگوں سے علیحدہ رہے۔ اور جس قدر دین میں قوی ہوگا اتنی ہی اسے اللہ کی معرفت قوی ہوگی اور اس باب میں یہ بیان ہوگا کہ تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کی معرفت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کا دین سب سے قوی تر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کتاب الایمان ہے۔ اس باب کے عنوان کو ایمان سے کیا تعلق ہے، حدیث کو تو اس سے کچھ تعلق نہیں اور نہ ہی اس پہ دلالت ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ،، کی یہاں کیا مناسبت ہے۔ اس کا ایمان سے کچھ تعلق نہیں اور نہ ہی اس کا باب سے تعلق ہے۔ لہٰذا مقام کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی

ذات کا علم ایمان ہے۔ اس طرح یہ کتاب الایمان میں داخل ہے۔ اور اس میں کرامیّہ کا ردّ ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبانی اقرار ہے۔ ان کے خیال میں منافق ظاہر میں مومن ہے اور باطن میں کافر ہے۔ لہٰذا اس کا حکم دُنیا میں مومنوں کا حکم ہے اور آخرت میں کافروں کا حکم ہے۔ امام بخاری نے ان کے ردّ کی طرف اشارہ کیا کہ ایمان فعلِ قلب ہے اور مذکور حدیث اس کی دلیل ہے۔

دُوسری صورت کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ خیال ہُوا کہ ان کے اعمال جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اعمال سے زیادہ ہوجائیں تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم یہ ہرگز نہیں کر سکتے ہو۔ کیونکہ مَیں تم سب سے زیادہ عالم ہوں اور علم فعلِ قلب ہے۔ لہٰذا میرے اعمال تمہارے اعمال سے زیادہ ہیں۔ اس طرح معرفت جو فعلِ قلب ہے کا ماقبل سے تعلق ظاہر ہے۔ اور تیسری وجہ کی تحقیق یہ ہے کہ امام بخاری نے آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ صرف زبانی ایمان کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ عقیدہ بھی ہونا ضروری ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ اعتقاد فعل قلب ہے۔ لہٰذا وہ أَنَّ الْمَعْرِفَةَ فِعْلُ الْقَلْبِ،، سے اس کا تعلق ظاہر ہے۔ آیت کریمہ کا ورود اگرچہ قسم کے بارے میں ہے۔ لیکن اس کا دار و مدار بھی فعل قلب پر ہے۔ لہٰذا یہ ہمارے استدلال کے لئے مضرّ نہیں۔ اس عنوان سے امام بخاری نے دو امور کی وضاحت کی ہے۔ ایک کرامیہ کی تردید جو اُوپر بیان ہوچکی ہے اور دُوسرے یہ کہ ایمان کم و بیش ہوتا ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد کہ میں تم سب سے زیادہ عالم ہوں۔ اس کی اس بات پر واضح دلالت ہے کہ اللہ کی معرفت میں لوگ متفاوت ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم سب سے زیادہ عالم ہیں۔ لہٰذا ایمان زیادتی اور نقصان کا قابل ہے۔

علم اور معرفت میں فرق یہ ہے کہ معرفت میں جزئیات کا ادراک ہوتا ہے جبکہ علم میں کلیات کا ادراک ہوتا ہے۔ نیز معرفت میں بسیط کا ادراک ہوتا ہے اور علم میں مرکبات کا۔ (عمدۃ القاری)

اس مقام میں ایک ضروری قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے اعمال تمام لوگوں کے اعمال سے زیادہ ہیں کیونکہ آپ ساری کائنات سے زیادہ عالم ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نبی امتی سے علم میں ممتاز ہوتے ہیں۔ رہا عمل اس میں امتی نبی کے مساوی ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کے صراحۃً خلاف ہے۔ کیونکہ امتی کے اعمال کو نبی کے اعمال سے کچھ مناسبت ہی نہیں چہ جائیکہ نبی کے مساوی ہوں۔ واللہ الہادی۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ قلوب کے افعال جب مستقر ہوں تو ان پر مواخذہ ہوگا۔ جیسا کہ جمہور علماء کہتے ہیں اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت سے وہ اُمور درگزر کر دیئے ہیں جو ان کے دلوں میں پیدا ہوں جبکہ وہ ان سے کلام نہ کریں یا ان پر عمل نہ کریں۔ غیر مستقر افعال پر محمول ہے کیونکہ جو شئی دل میں مستقر نہ ہو وہ آئے اور جائے اس میں انسان مکلّف نہیں۔ لہٰذا مؤاخذہ بھی نہ ہوگا اگر کوئی شئی دل میں آئے اور دل میں جم جائے تو مؤاخذہ ہوگا۔ معلوم ہُوا کہ مستقر اور غیر مستقر کے احکام

۱۹ــــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ اَمَرَهُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ بِمَا يُطِيْقُوْنَ قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا كَهَيْأَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَيَغْضَبُ حَتّٰى يُعْرَفُ الْغَضَبُ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَاَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا

جُداگانہ ہیں۔ اس سے معلوم ہُوا کہ کیمرہ سے فوٹو کو آئینہ کی تصویر پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ آئینہ میں تصویر غیر مستقر ہوتی ہے وہ تصویر کے حکم سے خارج ہے اور کیمرہ کا فوٹو مستقر ہے۔ لہٰذا وہ تصویر ہے اور حرام ہے۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مصوّرین پر لعنت فرمائی ہے اور فقہاء کرام نے مصوّر لہ کو بھی اس لعنت میں داخل کیا ہے کیونکہ وہ مصوّر کا معاون اور ممد ہے اور اس کے فوٹو لینے کا سبب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تو نے ضرور تصویر کھینچ کر فروخت کرنی ہے تو غیر ذی روح کی تصویریں بنا کر اپنا کاروبار جاری رکھو۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۱۹ــــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ جب رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کو حکم دیتے تو ایسے اعمال کا حکم دیتے جن کی وہ طاقت رکھتے ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ کی مثل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم غصّہ سے بھر گئے حتیٰ کہ غصّہ کا اثر آپ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہونے لگا۔ پھر فرمایا میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ کو جاننے والا ہوں

۱۹ــــ شرح: یعنی جب سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کو حکم فرماتے تو ایسے اعمال کا حکم فرماتے جن کو وہ کر سکیں۔ حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہ حکم فرماتے جس پر عمل کرنے کی طاقت ہو لیکن سیاقِ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مراد وہ فعل ہے جس پر دوام اور ہمیشگی کر سکیں۔ لہٰذا بہتر عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ قلیل ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسُولَ اللہ ہم آپ جیسے نہیں ہیں اور ہمارا حال آپ کے حال سا نہیں۔ آپ مغفور ہیں آپ کو عمل کی حاجت نہیں۔ بایں ہمہ آپ اعمال میں دوام و استمداد کرتے ہیں تو ہمارا حال کیسا ہوگا ہم تو بہت گناہگار ہیں۔ اس لئے سیدعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی تردید کرتے ہُوئے فرمایا میں عمل کرنے کے زیادہ لائق ہوں کیونکہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے

ڈرتا ہوں اور جانتا ہوں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت عملیہ اور علمیہ میں کمال حاصل ہے (قسطلانی) اور حکمت کے تمام اقسام میں آپ اکمل ہیں۔ اگرچہ اس کلام کے مخاطب حضرات صحابہ کرام ہیں، لیکن مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سوا ساری مخلوق سے زیادہ عالم اور پرہیزگار ہیں اور صحابہ کرام کی طرف اضافت محض توضیح کے لئے ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کبیرہ اور صغیرہ سے معصوم ہیں تو آپ کا وہ کونسا گناہ ہے جو بخش دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ سے مراد ترکِ اَولیٰ اور ترکِ افضل ہے اور انبیاء علیہم السلام کی عظیم مرتبت اور بلند قدر کی نسبت ترکِ افضل بھی گناہ ہے یا امت کے گناہ مراد ہیں۔ علماء معانی نے کہا جب فعل متعدی یا شبہ فعل کا معمول محذوف ہو تو وہاں عموم و استغراق مراد ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اللہ کے حضور ہر ایک سے افضل، اکرم اور اکمل ہیں کیونکہ کمالِ انسان حکمت عملیہ اور علمیہ میں منحصر ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں درجہ عُلیٰ اور مرتبہ قُصوٰی کو پہنچے ہوئے ہیں لہٰذا آپ ساری کائنات سے افضل، اکرم اور اکمل ہیں کیونکہ آپ کا یہ خطاب: "اَنَا اَتْقَاکُمْ وَاَعْلَمُکُمْ" سب کے لئے ہے (عینی)

اس صراحت اور استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق فرشتے ہوں یا جن و انسان یا شیطان لعین ہو، سے اکمل اور زیادہ عالم ہیں اور شیطان اور ملک الموت کو اگرچہ زمین و آسمان کا محیط علم ہے۔ لیکن یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بحرِ بے کنار سے ایک ادنیٰ قطرہ کی مانند ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان اعمالِ صالحہ کے سبب بلند درجات پر فائز ہوتا ہے اور اس کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور عبادت پر دوام و استمرار ہونا چاہیئے۔ اور انسان کو صلاحیت پر اعتماد کر کے عمل میں کوشش ترک نہیں کرنی چاہیئے اور ضرورت کے وقت انسان کو اپنی فضیلت سے خبردار کرنا جائز ہے لیکن اس کا کتمان اور چھپانا بہتر ہے۔ کیونکہ اس کی اشاعت سے زوال کا خوف ہے اور شریعت کے کسی حکم کے رد کرنے پر غیظ و غضب میں آنا جائز ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱؎ ابو عبداللہ محمد بن سلام بن فرج سُلمی ہیں۔ انھوں نے سفیان ابن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک اور دیگر علماء سے سماعت کی ہے۔ ان کی مجلس میں جن حاضر ہوا کرتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ ان کی تصنیفاتِ علمیہ بہت ہیں۔ ایک روز شیخ کی مجلس میں ان کا قلم ٹوٹ گیا تو آواز دی کہ ایک دینار سے قلم خرید کیا جائے تو ان کے پاس قلموں کے انبار لگ گئے۔ آپ ۲۲۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کے والد کے نام "سلام" میں لام مخفف ہے یہی درست ہے۔

۲؎ ابو محمد عَبْدَہ بن سلیمان بن حاجب کلابی کوفی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور عَبْدَہ

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُّلْقَى فِي النَّارِ مِنَ الْإِيْمَانِ

۲۱ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ

لقب ہے۔ امام احمد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ان کی وفات ۱۸۸ ہجری میں کوفہ میں جمادی الاخری یا رجب میں ہوئی

ع۳ ہشام بن عروہ ع۴ عروہ بن زبیر بن عوام

ع۵ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں باب الوحی میں سب کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب — جو کوئی کفر کی طرف لوٹنا مکروہ سمجھے جیسے آگ میں پھینکا جانا مکروہ جانتا ہے ایمان سے ہے"

۲۰ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تین چیزیں جس کسی میں ہوں وہ ایمان کی شیرینی پائے گا اسے اللہ اور[1] اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں جس[2] کسی سے محبت کرے صرف اللہ ہی کے لئے اس سے محبت کرے اور[3] جو کفر کی طرف لوٹنا مکروہ جانے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے نجات دی جیسے دوزخ میں گرنا مکروہ جانتا ہے۔

۲۰ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ جب اس حدیث سے فارغ ہوئے جس میں صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عبادت کرنے کی اجازت چاہی تھی کیونکہ وہ طاعت کرنے میں لذت و سرور پاتے تھے۔ تو امام نے یہ حدیث بیان کی جس میں تین خصلتوں کا ذکر ہے کہ جس میں وہ پائی جائیں وہ ایمان کی چاشنی پائے گا۔ اور طاعت میں لذت و سرور کے سبب دین میں مشقت برداشت کرے گا اور اسے دُنیا کے فانی سامان پر ترجیح دے گا رہا یہ کہ یہ چاشنی محسوس ہے یا معنی ہے۔ دونوں اس طرف گئے ہیں۔ پہلی کی تائید میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب انہیں عذاب دیا جاتا تھا اور انہیں کفر پر مجبور کیا جاتا تھا تو وہ اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے تھے۔ اُنھوں نے عذاب کے کڑوے پن کو ایمان کی چاشنی سے ملایا اور جب ان کا انتقال ہونے لگا تو اُن کے گھر والے کہتے تھے واکربا ،، ہائے مصیبت تو وہ اطربا کہتے تھے اے میری خوشی کل اپنے محبوب سے ملوں گا۔

بلال نے موت کی کراہت کو اللہ کے حبیب کی ملاقات کی چاشنی سے ملایا۔ اور یہ ایمان کی حلاوت اور چاشنی ہے جو قلب خواہش نفسانی اور غفلت کے امراض سے سالم ہو وہ ایمان کا مزہ چکھے گا اور اس سے خوش ہوگا جیسے شہد کی چاشنی منہ سے چکھتے رہیں اور اس سے لذت و سرور پاتے ہیں (قسطلانی)

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث ۱۵ میں بعینہٖ یہی الفاظ ہیں تو تکرار کا فائدہ کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے دونوں میں فرق ہے وہاں تینوں جگہ لفظ مضارع اور لفظ مرء ہے اور یہاں ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا ہے اور مرء کی جگہ لفظ عبد ہے اور وہاں لفظ یَقْذِفُ ہے یہاں یُلْقٰی ہے۔ اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں وہ بَعْدَ اِذْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ وہاں یہ الفاظ نہیں لہٰذا دونوں حدیثوں کے الفاظ مختلف ہیں نیز وہاں بخاری نے ،، محمد بن مثنیٰ ،، سے روایت کی ہے اور یہاں سلیمان بن حرب سے روایت کی ،، علاوہ ازیں یہ حدیث وہاں اس لئے ذکر کی ہے کہ ایمان کی حلاوت ہے اور یہاں یہ بیان کیا کہ کفر کی طرف لوٹنے کو مکروہ جاننا ایمان ہے۔ لہٰذا دونوں میں بہت فرق ہے اور یہ بعینہٖ پہلے مذکور نہیں۔

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں: ۱ ابوایوب سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشحی البصری ہیں۔ واشح ازد کی شاخ ہے۔ وہ مکہ مکرمہ میں آئے تو مامون خلیفہ نے انہیں قاضی مقرر کردیا پھر معزول کردیا تو آپ بصرہ چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے یحیٰی بن معین قطان، امام احمد بن حنبل اور ابن راہویہ ایسے مشائخ نے ان سے سماعت کی ہے۔ سلیمان بن حرب کی جلالت پر لوگ متفق ہیں۔

ابوحاتم نے کہا سلیمان امام الائمہ ہیں وہ تدلیس نہیں کرتے تھے۔ رواۃ اور فقہ میں کلام کرتے ہیں میں بغداد میں ان کی مجلس میں حاضر ہوا جس میں تقریباً ایک ہزار آدمی تھے۔ جبکہ ان کی مجلس مامون کے پاس بھی اور

بَابُ تَفَاضُلِ أَهْلِ الإِيمَانِ فِي الأَعْمَالِ

۲۲ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ شَكَّ مَالِكٌ فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً قَالَ وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرٌو الْحَيَاةِ وَقَالَ خَرْدَلٍ مِنْ خَيْرٍ

ماموں اپنے محل میں ہوتا تھا اور اُس نے محل کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ امام بخاری نے کہا ۱۴۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۲۴ میں فوت ہوئے۔ خطیب نے کہا یحییٰ قطان اور ابوخلیفہ نے ان سے حدیث ذکر کی ہے اور دونوں کی وفات میں ۱۰۷ سال کا فرق ہے۔ قطان ۱۹۸ ہجری میں فوت ہوئے جبکہ ابوخلیفہ ۳۰۵ ہجری میں فوت ہوئے
ع۲ شعبہ ع۳ قتادہ ع۴ انس کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب — اعمال میں مومنوں کا، ایک دوسرے سے افضل ہونا

۲۱ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ اسے دوزخ سے نکالو فرشتے انہیں دوزخ سے

نکالیں گے۔ حالانکہ وہ سیاہ ہو چکے ہوں گے پھر انہیں نہرِ حیا یا نہرِ حیات میں ڈالا جائے گا (مالک نے شک کیا ہے) وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کنارے پر جمع شدہ خس وخاشاک میں اُگتا ہے۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ وہ پیچ و تاب کھاتا ہُوا زرد رنگ میں نکلتا ہے۔ وُہیب نے کہا ہمیں عمرو نے خبر دی کہ لفظ حیات ہے۔ اور اُنھوں نے ایمان کی جگہ لفظ خیر کہا ہے۔

۲۱ شرح : یعنی جس کے دل میں تھوڑا سا ایمان ہوگا وہ بھی جنت میں داخل ہوگا! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گنہگار مومن دوزخ میں داخل ہوں گے پھر وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور جنّت میں داخل ہوں گے۔ یہ اہلِ سنت و جماعت کا مسلک ہے۔ اس میں مُرجئہ کا ردّ ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہُوئے معصیت کچھ ضرر نہیں دیتی لہٰذا گناہ گار دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ نیز اس میں معتزلہ کا بھی ردّ ہے۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ گنہگار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ تردید کی تقریر یہ واضح ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ یعنی اللہ کے فضل و کرم سے اوّلاً داخل ہو جائے گا یا دوزخ میں سزا بھگتنے کے بعد داخل ہوگا۔ معلوم ہُوا کہ گنہگار دوزخ میں داخل بھی ہوں گے اور پھر نکالے بھی جائیں گے۔

حدیث میں ہے کہ اہلِ نار دوزخ سے نکلیں گے جیسے دانہ سیلاب کے خس وخاشاک میں سے نکلتا ہے کیونکہ سیلاب مٹی وغیرہ کو اُٹھائے ہوتا ہے جب سیلاب جاتا رہتا ہے تو مٹی اور خس وخاشاک ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب اس میں اتفاقاً کوئی دانہ پڑا ہو تو وہ دھوپ کی گرمی سے بہت جلد اُگ پڑتا ہے وہ زرد رنگ کا پیچ وتاب کھاتا ہُوا نکلتا ہے۔ اسی طرح اہلِ نار جلے ہُوئے دوزخ سے نکالے جائیں گے پھر انہیں آبِ حیات کی نہر میں ڈالا جائے گا تو وہ اس دانے کی طرح بہت جلد صحیح ہو جائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث میں ہے مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ ،، یعنی اصل توحید سے رائی کے دانہ کے برابر عمل ہوگا کیونکہ ایمان کا عمل پر اطلاق ہوتا رہتا ہے اور حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ کو بطور مثال ذکر کیا ہے۔ یعنی تھوڑا عمل ہو اور کبھی سمجھانے کے لئے مشکل معقول کو محسوس کی صورت میں ظاہر کر کے تشبیہ دی جاتی ہے تاکہ وہ معلوم ہو جائے اس کی تحقیق یہ ہے کہ انسان کا عمل عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عمل کی مقدار جسم میں کی جائے گی پھر اس کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے کہ اس کے دل میں دانہ کے وزن کے برابر خیر ہو۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا۔ یا قیامت میں اعمال جواہر کی صورت میں ہوں گے اور میزان کے دائیں پلہ میں سفید جواہر چمکنے والے رکھے جائیں گے اور بائیں پلہ میں سیاہ جواہر منحوس رکھے جائیں گے۔

حدیث کے اِن الفاظ : اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ الخ سے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ جو شخص ایمان لایا اور ابھی زبان سے اقرار نہیں کیا کہ فوت ہو گیا تو وہ شخص دوزخ سے نجات پائے گا لیکن جو شخص تصدیق قلبی کے بعد زبان سے اقرار پر قادر ہُوا،

لیکن اس نے اقرار نہ کیا حتیٰ کہ مرگیا تو اس کا اقرار کو ترک کرنا ایسا ہے جیسے نماز ترک کر دی لہٰذا وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا ؛ لیکن اس کے خلاف کا بھی احتمال ہے۔ امام غزالی کے علاوہ دُوسرے علماء دُوسری صورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا مِنْ قَلْبِہٖ " میں تاویل کرنا ہوگی۔ وہ یہ کہ تصدیق کے ساتھ اگر قادر ہو تو زبانی اقرار بھی کرے۔ ان دونوں احتمالات کا منشأ یہ ہے کہ زبانی اقرار ایمان میں داخل ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ تصدیق قلبی کے ساتھ زبانی اقرار بھی ضروری ہے۔ امام شمس الدین اور فخر الاسلام کا یہی مختار ہے اور جمہور محققین کہتے ہیں ایمان صرف تصدیق قلبی ہے اور زبانی اقرار دُنیاوی احکام کے اجراء کی شرط ہے۔ شیخ ابوالمنصور ماتریدی کا یہی مختار ہے۔ نصوص بھی اس کی تائید کرتے ہیں (قسطلانی)

قولہ فَیُلْقَوْنَ فِیْ نَھْرِ الْحَیَا اَوِ الْحَیَاۃِ " نہرِ حیات وہ ہے جس میں کوئی ڈالا جائے تو زندہ ہو جاتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے شک سے بیان کیا ہے۔ حیا کا معنیٰ بارش ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ کِھلتا ہوا خوشی بخوشی اس پانی سے نکلے گا جیسے پودا سیلاب کے کنارے زرد نکلتا ہے اور دائیں بائیں مائل ہوتا ہے۔ وُہَیب نے الحیاۃ شک کے بغیر ذکر کیا ہے اور ایمان کا بدل خیر ذکر کیا ہے انہوں نے لفظ میں امام مالک کی مخالفت کی ہے (قسطلانی)

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع ۱ اسماعیل بن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی اویس بن عامر اصبحی، امام مالک رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ اُنھوں نے یہ روایت اپنے ماموں سے ذکر کی ہے۔ وہ ۲۲۷ ہجری میں فوت ہُوئے۔

یحییٰ بن معین نے کہا وہ اور ان کے والد دونوں ضعیف ہیں اور حدیث کی چوری کرتے ہیں۔ امام نسائی نے بھی انہیں ضعیف کہا ہے۔

ع ۲ مالک بن انس ع ۳ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ انصاری مازنی مدنی ہیں۔ ابوحاتم اور نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۴۰ ھجری میں فوت ہُوئے۔ عمارہ بدری ہیں۔ غزوہ خندق میں حاضر ہُوئے تھے اور اس کے بعد بھی غزوات میں حاضر ہوتے رہے۔

ع ۴ ابو یحییٰ بن عثمان بن ابی الحسن انصاری مدنی ہیں۔ اُنھوں نے عبداللہ بن زید اور ابوسعید سے سماعت کی ہے۔

ع ۵ ابوسعید سعد بن مالک خدری ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۲ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا دُوْنَ ذٰلِكَ وَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهٗ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلدِّيْنَ

۲۲ــ ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک وقت میں سو رہا تھا۔ میں نے نیند میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں اور ان پر قمیصیں ہیں بعض کی قمیصیں ان کے پاؤں تک پہنچتی ہیں اور بعض کی اس سے کم (پستانوں سے اوپر تک) اور عمر بن خطاب "رضی اللہ عنہ"، میرے سامنے پیش کئے گئے ان پر قمیص تھی جسے وہ کھینچ رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس کی تعبیر کیا فرمائی ہے فرمایا دین۔

۲۲ــ شرح: دین انسان کے لئے قمیص کی طرح ہے جیسے قمیص انسان کو گرمی اور سردی سے محفوظ کرتی ہے ایسے ہی دین انسان کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے اور ہر بری شئ سے جو انسان کی عزت و ناموس کو پامال کرے محجوب رکھتا ہے جیسے قمیص انسان کی شرمگاہ کو لوگوں کی نگاہوں سے پردہ میں رکھتی ہے۔ اسی اعتبار سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دین سے تاویل کی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں چند فائدے ہیں۔

ع۱ اعمال ایمان ہیں اور ایمان اور دین شئ واحد ہیں اور مومن ایک دوسرے سے افضل ہوتے ہیں۔

ع۲ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے۔ خواب کی تعبیر عالم دین سے کرانی چاہیئے۔

ع۳ عالم دین اپنے عالم ساتھی کی تعریف و ثنا کر سکتا ہے جبکہ وہ مدح و ثنا سے غرور میں نہ پڑ جائے اس کی حمد و ثنا کا مقصد صرف یہ ہو کہ لوگ اس کا مرتبہ معلوم کرکے اس کی اقتداء کریں اور اس کے علم سے مستفید اور اخلاق سے متخلق ہوں۔ معتبرین کا کہنا ہے کہ خواب میں قمیص دین ہے اور اس کو کھینچنا اس کے اچھے آثار اور وفات کے بعد اچھے طور و اطوار کی بقاء پر دلالت ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے

کہ اس حدیث سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ابوبکر صدیق پر فضیلت لازم آتی ہے۔ کیونکہ افضل سے مراد کثرتِ ثواب ہے۔ اور اعمال ثواب کے علامات ہیں لہٰذا جس کا دین زیادہ ہوگا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا اور یہ اجماع کا خلاف ہے۔ کیونکہ مقامِ نبوت کے بعد صدیق کا مقام ہے۔ رضی اللہ عنہ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لزوم غیر لازم ہے کیونکہ احادیث متواتر المعنی سے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہے اور حضرت عمر فاروق کی افضلیت خبرِ واحد سے ثابت ہے اور یہ متواتر المعنی حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر امّت کا اجماع ہے اور یہ دلیلِ قطعی ہے اور حضرت عمر فاروق کی فضیلت پر دلالت کرنے والی حدیث خبرِ واحد ہے اور وہ دلیل ظنّی ہے اور ظنّ قطع کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا عمر فاروق کی ابوبکر صدیق پر فضیلت ثابت نہیں (کرمانی)

اس حدیث میں بلیغ تشبیہ ہے وہ یہ کہ دین کو قمیص سے تشبیہ دی اور وجہِ شبہ سَتر ہے اس کا اُوپر بیان گزرا ہے۔ قولہ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ، دراصل بَیْنَ تھا اس میں الف زیادہ کیا گیا ہے۔ یعنی بَیْنَا نَحْنُ نُوَقِّبُهُ اَتَانَا یعنی بَیْنَ اَوْقَاتِ رَقْبَتِنَا اِیَّاہُ ہمارے انتظار کے وقت ہمارے پاس آئے۔ اسماء ظروف جملوں کی طرف مضاف ہوتے رہتے ہیں جیسے اَتَیْتُکَ زَمَنَ الْحَجَّاجِ اَمِیْرٌ، ایسے بَیْنَا مضاف ہے اور اَنَا قَائِمٌ جملہ مضاف الیہ ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں ع۱ محمد بن عبید اللہ بن محمد بن زید بن ابی زید قرشی اموی ہیں یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مولیٰ ہیں۔ ان کی کنیت ابوثابت ہے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ ابوحاتم نے انہیں صَدُوق کہا ہے۔ ع۲ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ہیں۔ امام احمد، یحییٰ قطان، ابوحاتم اور ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا۔ ابوزرعہ نے کہا یہ بہت احادیث بیان کرتے ہیں کبھی ان سے غلطی بھی ہو جاتی ہے وہ بغداد میں آئے اور وہیں اقامت کرلی اور ہارون رشید کے بیت المال کے حاکم مقرر ہوئے اور ان کے والد حضرت سعد مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ابراہیم ایک سو دس ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ صالح بن کیسان ان کی کنیت ابومحمد ہے وہ غفاری مدنی تابعی ہیں۔ انہوں نے نوّے سال کی عمر میں علم پڑھنا شروع کیا۔ ایک سو ساٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے وہ زہری کے شاگرد ہیں۔

ع۴ ابن شہاب زہری ع۵ ابواُمامہ اَسعد بن سَہل بن حُنَیف ہیں ان کی والدہ امّ حبیبہ بنت ابی امامہ اسعد بن زرارہ ہیں۔ ابوامامہ نے اپنی لڑکیوں کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت عرض کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیبہ کا نکاح سہل بن حُنیف سے کر دیا اور اسعد پیدا ہوئے ان کا نام بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا اور ان کے نانا کے نام سے انہیں موسوم کیا اور ان کے ☆ لئے برکت کی دعا کی۔ وہ [illegible] سے کم زیادہ تھی۔

بَابُ الْحَيَاءِ مِنَ الْإِيْمَانِ

۲۳ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ اَخَاهُ فِي الْحَيَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَآءَ مِنَ الْاِيْمَانِ

ع ۲ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ان کا نام سعد بن مالک ہے۔

باب ــ حیا ایمان ہے

۲۳ــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری مرد کے پاس سے گزرے جبکہ اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑو بے شک حیا ایمان ہے۔

۲۳ــ شرح : حیاء ایمان اس لئے ہے کہ یہ عمل ہے اور عمل پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ یعنی صلوٰتکم ،، صلوٰۃ پر ایمان کا اطلاق کیا اور صلوٰۃ عمل ہے۔ انصاری اپنے حقیقی یا اسلامی بھائی کو حیاء کے بارے میں وعظ کر رہا تھا اور اسے حیاء سے منع کر رہا تھا۔ اس وعظ سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روکا کہ اسے حیاء سے منع نہ کرو۔ حیا ایمان ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ،، فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ ،، ایسا مؤکد کلام وہاں کرتے ہیں جہاں مخاطب شک یا انکار کرے اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخاطب نہ تو شک کرتا تھا اور نہ ہی انکار کرتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شخص اپنے بھائی کو حیاء سے منع کرتا تھا اگر حیاء کے ایمان ہونے کا معترف ہوتا تو حیاء

سے منع نہ کرتا گویا کہ وہ منکر تھا یا اس کو منکر سمجھا گیا کیونکہ جب مخاطب پہ انکار کی علامت ہو تو اسے منکر قرار دے کر کلام کیا جاتا ہے جیسے منکروں سے کلام کیا جاتا ہے اور اس کے حسب انکار تاکیدات ذکر کی جاتی ہیں۔ یا اگر انکار یا صورتِ انکار نہ بھی ہو واقعہ اور مقام کے اہتمام کے لئے بھی تاکید لائی جاتی ہے۔

علامہ تیمی نے کہا حیاء کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی متوقع خوف و ہراس کی وجہ سے کسی شئ کو ترک کر دیا جائے، قرآن کریم میں ہے یَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَ کُمْ، یعنی تمہاری عورتوں کو چھوڑ دیتے تھے اور انہیں قتل نہیں کرتے تھے اور حیاء ایمان اس لئے ہے کہ انسان حیاء کی وجہ سے مناہی شرع سے رک جاتا ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلے گزرا ہے کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے تو دوبارہ کیوں ذکر کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں اسے امور الایمان کے بیان میں بالتبع ذکر کیا ہے اور یہاں قصدًا ذکر کیا ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اگر حیاء ایمان کا حصہ ہے تو اس کے انتفاء سے بعض ایمان منتفی ہو جانا چاہیے اور جب بعض ایمان منتفی ہو جائے تو ایمان کی حقیقت منتفی ہو گئی لہذا جب کوئی حیاء نہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے لہٰذا حیاء کے انتفاء سے کمالِ ایمان کا انتفا ہو گا۔ اصل ایمان منتفی نہ ہو گا، البتہ اگر یہ کہا جائے کہ اعمال حقیقتِ ایمان میں داخل ہیں تو بات مشکل ہو گی۔ (کرمانی، عمدۃ القاری)

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱ عبداللہ بن یوسف تِنِّیسی وہ دمشق میں مقیم ہو گئے تھے ۲ امام مالک بن انس ۳ محمد بن مسلم بن شہاب زُہری ۴ سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم قرشی عدوی جلیل القدر تابعی ہیں۔ ایک قول کے مطابق مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ سے ہیں۔

ابن مسیّب نے کہا سالم اپنے والد عبداللہ کے بہت مشابہ تھے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا سالم بن عبداللہ کے زمانہ میں زہد و تقوی میں پہلے گزرے ہوئے صالحین سے وہ بہت مشابہ تھے۔ دو درہم سے کپڑا خرید کر پہنا کرتے تھے۔ ابن راہویہ نے کہا تمام اسانید سے صحیح تر سند یہ ہے کہ زہری عن سالم عن ابیہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ کو سالم سے بہت محبت تھی اور انہیں بوسہ دیا کرتے تھے اور کہتے کیا تم شیخ کا شیخ کو بوسہ دینے پر تعجب نہیں کرتے ہو؟ ۱۰۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور ہشام ابن عبدالملک نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ عبداللہ، عاصم، حمزہ، بلال، واقد، زید آپ کے بھائی ہیں ان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر نے سالم کو وصیت کی تھی ۵ عبداللہ بن عمر ہیں رضی اللہ عنہما، قدمر

بَابُ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيْلَهُمْ

۲۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْمُسْنَدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْرَوْحِ الْحَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ

باب — اگر وہ تائب ہو جائیں، نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ خالی کردو"

شرح الباب: اس باب سے غرض امورِ ایمان کا باب ہے اور اعمال ایمان ہیں یہ آئت کریمہ اور حدیث شریف اس کی دلیل ہے۔ امام بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس آئت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کے تارک اور زکوٰۃ منع کرنے والے کی راہ خالی نہیں کی جائے گی۔ اس سے امام بخاری کا مقصد مُرجِئہ کا ردّ ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے اعمال کی ضرورت نہیں اور اس آئت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی گرفت ہے اور اعمال ایمان ہیں۔

۲۴ — **ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کریں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیں گے مگر اس کے حق سے نہیں بچ سکیں گے اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔

۲۴ـــ شرح : یعنی جو شخص ایمان لے آئے اس کا خون محفوظ ہے۔ اس لئے اس حدیث کو کتاب الایمان میں ذکر کیا اقدمیؒ احتمال ہے کہ نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا منجملہ ایمان ہے۔ نماز اور زکوٰۃ کو منع کرنے والوں سے جنگ کرنی چاہیئے۔ اس حدیث میں جن لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ مشرک ہیں جبکہ اُن سے عہد نہ ہُوا ہو اور نہ ہی ان سے صلح ہُوئی ہو اس سے کہ اہلِ کتاب مُراد نہیں کیونکہ وہ جزیہ ادا کرنے کے باعث حکم قتال سے خارج ہیں یا عام لوگ مراد ہیں مشرک ہو یا یہودو نصاریٰ ہُوں۔ ان سے جنگ کی جائے حتیٰ کہ وہ اسلام قبول کریں یا جزیہ قبول کریں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حَتّٰی یُسْلِمُوْا اَوْ یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ ،، اور حدیث میں اصل مقصد کو ذکر کیا ہے اور وہ اسلام ہے۔ الحاصل جب لوگ اسلام قبول کرلیں تو حقِ اسلام کے سوا کسی اور وجہ سے انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ ہی اُن کے اموال پر قبضہ کیا جائے گا اور ان کے دلوں کی باتیں اللہ کے سپرد ہیں۔ ہم صرف ظاہر حال پر فیصلہ کرسکتے ہیں۔

نماز نہ پڑھنے والے کے متعلق اہلِ علم کا حکم

اس حدیث سے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ جو قصداً نماز ترک کرے اگرچہ نماز کے وجوب کا قائل ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ جو حکم دیا گیا ہے وہ قتال ہے قتل نہیں اور قتال و قتل میں فرق ہے اور وہ یہ کہ قتال مفاعلہ ہے اور بابِ مفاعلہ جانبین سے فعل کو چاہتا ہے اور قتل ایسا نہیں لہٰذا قتال کی اباحت کو قتل کی اباحت لازم نہیں۔

پھر اصحابِ شافعی میں سے بعض کہتے ہیں کہ بے نماز کو تین دن کی مہلت دی جائے اگر نماز نہ پڑھے تو قتل کر دیا جائے اور وہ بطور حد مقتول ہوگا اسے تلوار سے قتل کیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اکثر نے یہ روایت کی ہے کہ جو کوئی قصداً نماز ترک کرے وہ کافر اور ملّتِ اسلامیہ سے خارج ہے۔ بعض شافعی بھی یہی کہتے ہیں اور وہ مرتد کے حکم میں ہے نہ اسے غسل دیا جائے نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے اور اس کی بیوی کو اس سے جُدا کر دیا جائے (عینی)

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور مزنی نے کہا تارکِ صلوٰۃ کو قید کیا جائے حتیٰ کہ وہ تائب ہو جائے اور اسے قتل نہ کیا جائے۔ تعجب ہے کہ جو بے نماز کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ زکوٰۃ کے مانع کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیتے لہٰذا ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ جب مذکور حدیث دونوں کو شامل ہے۔ ان میں

فرق کیوں کیا ہے؟ ان حضرات کا مانع زکوٰۃ کے بارے میں یہ مذہب ہے کہ جو کوئی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے اور نہ دینے پر اسے تعزیر لگائی جائے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا تارک صلوٰۃ اور تارکِ زکوٰۃ کا ایک ہی حکم ہے۔ اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی تھی۔ یعنی ان سے مقاتلہ کیا جائے گا انہیں قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ جو زکوٰۃ منع کرے اس سے جبراً زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ نماز میں ایسا نہیں۔ البتہ جب مانعین زکوٰۃ جنگ کرنے پر تلے ہوں تو ان سے جنگ کی جائے گی۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جنگ کی تھی اور یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ نے انہیں روک کر قتل کیا ہو۔ اگر رمضان کے روزے ترک کرے تو اسے قید کیا جائے اور دن میں اس سے کھانا پینا روک دیا جائے۔ کیونکہ بظاہر وہ روزے کا معتقد ہے جیسا کہ کتب شافعیہ میں مذکور ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جب کوئی توحید و رسالت کی شہادت دے اور نماز قائم کرے زکوٰۃ ادا کرے تو حدیث کے مقتضی کے مطابق اس سے جنگ ترک کر دی جائے گی اگرچہ دوسرے ضروریاتِ دین کا انکار کرے حالانکہ ایسا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب رسالت کا اقرار کرے گا تو اس میں تمام ضروریات دین کا بھی اقرار شامل ہے علاوہ ازیں دوسری حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِہٖ" کہ مجھ پر ایمان لائیں اور جو میں لے کر آیا ہوں اس پر لائیں۔ معلوم ہوا کہ رسالت کی شہادت تمام ضروریات دین کو متضمن ہے۔ البتہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب حدیث تمام ضروریاتِ دین کو شامل ہے۔ تو نماز اور زکوٰۃ کو خصوصیت سے کیوں ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں عبادات بدنیہ اور مالیہ ہیں اور دوسروں کا یہ معیار اور عنوان ہیں۔ اسی لئے نماز کو دین کا ستون فرمایا اور زکوٰۃ کو اسلام کا مل ذکر کیا ہے اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جب لوگ توحید و رسالت کی شہادت دیں تو ان کے خون محفوظ ہو جاتے ہیں اگرچہ نماز نہ قائم کریں اور نہ زکوٰۃ ادا کریں کیونکہ یہ ضروری بات ہے کہ جب توحید و رسالت کی گواہ دی جائے تو قتال نہیں کیا جاتا اور یہ انتظار نہیں کیا جاتا کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یا نہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کہ "اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ" پر اکتفاء کی جائے۔ کیونکہ نماز کی اقامت اور اداء زکوٰۃ اسلام کا حصہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کو تعظیم کے لئے ذکر کیا ہے اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ بھی شہادت کا حکم رکھتے ہیں۔

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں: ؏۱ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ جعفر بن یمان مسندی ہیں۔ ؏۲ ابوروح حرمی بن عمارہ ہیں۔ ترمذی کے سوا دوسرے محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔ یحییٰ بن معین

نے انہیں صدوق کہا ہے۔ امام بخاری کے مطابق خوہ ۲۰۱ ہجری میں فوت ہوئے: حَرَمِیؒ ان کا نام ہے۔ حرم کی طرف منسوب نہیں وہ بصری ہیں۔

ع۳ شعبہ بن حجاج ع۴ واقد بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ ابن معین نے واقد کو ثقہ کہا ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ان سے روایت کی ہے۔

حدیث ع۲۴ کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا کہ یہ حدیث غریب ہے اور واقد سے روایت کرنے میں شعبہ منفرد ہیں، لیکن غریب ہونے کے باوجود شیخان نے اسے صحیح کہا ہے۔

بعض علماء نے اس کی صحت کو بعید سمجھا ہے کیونکہ اگر یہ حدیث عبداللہ بن عمر کے نزدیک صحیح ہوتی تو وہ اپنے والد عمر فاروق کو مانعین زکوٰۃ کے قتال کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیق سے مناظرہ نہ کرنے دیتے۔ اگر اس حدیث کو صحابہ کرام جانتے تو ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق کو اس حدیث سے استدلال نہ کرنے دیتے وہ یہ کہ "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں" اور اس صریح نص سے قیاس کی طرف انتقال نہ کرتے وہ یہ کہ "جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا، کیونکہ اللہ کی کتاب میں یہ دونوں ایک دوسرے کے قرین اور ساتھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکور حدیث حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ہونے کو یہ لازم نہیں کہ اس وقت ان کے ذہن میں حاضر ہو۔ اگر حاضر فی الذہن بھی ہو تو ہوسکتا ہے کہ مناظرہ کے وقت حاضر فی الذہن نہ ہو۔

ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اس کے بعد شیخین سے یہ حدیث ذکر کی ہو۔ اور حضرت ابوبکر صدیق نے مانعین زکوٰۃ کے بارے میں محض قیاس سے استدلال نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے یہ اخذ کیا تھا: اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ" چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زکوٰۃ اسلام کا حق ہے۔ لہٰذا یہ قتال کی واضح وجہ ہے۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر اس روایت میں منفرد نہیں۔ بلکہ ابوہریرہ نے بھی صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی زیادتی ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی بعض احادیث مخفی رہتی تھیں اور ان پر بعض صحابہ مطلع ہوتے تھے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ حدیث فلاں صحابی پر کیسے مخفی رہی۔

ع۵ ابوہ ہے اور وہ محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر ہیں۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ع۶ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما،،

بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّ الْاِیْمَانَ ھُوَ الْعَمَلُ

لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْھَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَ قَالَ عِدَّةٌ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ عَنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَقَالَ تَعَالٰی لِمِثْلِ ھٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ

باب جس نے کہا ایمان عمل ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یہ جنت ہے جس کے تم عملوں کے سبب وارث بنائے گئے ہو۔ علماء کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ،، کی تفسیر میں فرمایا: اے میرے محبوب تیرے ربّ کی قسم ہم اُن سب سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ،، کے متعلق پوچھیں گے اس طرح عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔

شرح: جب امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرجئہ کا ردّ کرتے ہوئے کہا کہ اعمال ایمان کا حصّہ ہیں، تو اب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ ایمان عمل ہے کیونکہ مُرجئہ کا مذہب ہے کہ ایمان عمل نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں جنت کا وارث بنایا ہے۔ یعنی تمہیں اس کا حقدار بنایا ہے یا معنی یہ ہے کہ جنّت کا کچھ حصّہ کافر کے لئے بھی تھا لیکن اس کے کفر نے اسے وہاں جانے سے منع کر دیا تو وہ مومنوں کی طرف منتقل ہو گیا۔ گویا کہ مومن کافر مورث کا وارث ہُوا۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا عمل کی جزاء کو میراث سے تشبیہ دی کیونکہ عمل کرنے والا اس کا خلیفہ بنتا ہے اور جنّت مذکور سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ،، اور بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ،، میں مَا مصدریہ ہے۔ یعنی بِعَمَلِكُمْ یا موصولہ ہے۔ یعنی بِالَّذِیْ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور با مُلابست کے لئے ہے

۲۵ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَمُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

یعنی تم اپنے اعمال کے ثواب کے سبب جنّت کے وارث ہو یا باء مقابلہ کے لئے ہے۔ جو عوض پہ داخل ہوتی ہے جیسے اِشْتَرَیْتُ بِاَلْفٍ ،، یعنی میں نے ہزار کے عوض خریدا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث شریف میں ہے ،، کوئی بھی اپنے عمل کے سبب جنّت میں داخل نہ ہوگا اور یہ مذکور آیتِ کریمہ کے بظاہر خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیتِ کریمہ میں جو عمل ثابت ہے وہ عملِ مقبول ہے جس کے سبب جنت میں داخل ہوگا۔ اور حدیث میں جس عمل کی نفی کی گئی ہے۔ وہ عمل غیر مقبول ہے اور قبول اللہ کی رحمت ہے تو خلاصہ کلام یہ ہُوا کہ جنّت میں داخلہ اللہ کی رحمت سے ملے گا جو عملِ مقبول ہے۔ قولہ قَالَ عِدَّةٌ الخ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ہم اُن سے اعمالِ تکلیفیہ کے متعلق پوچھیں گے۔ اور اس کو لفظِ توحید سے خاص کرنا تخصیص بلا دلیل ہے جو ناقابلِ قبول ہے۔ یعنی کسی دلیل خارجی کے بغیر تخصیص کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ سوال میں کلام عام ہے۔ توحید کے متعلق ہو یا غیر توحید کے متعلق ہو اور توحید کے دعویٰ کی تخصیص دلیل خارجی کی محتاج ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم میں ہے: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ یعنی اس دن کسی انسان اور جن سے اس کے گناہ کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ بظاہر ان دونوں آیات میں تضاد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت میں مختلف احوال ہوں گے اور طویل زمانے ہوں گے۔ ایک وقت میں سوال کیا جائے گا اور دُوسرے وقت میں نہیں پوچھا جائے گا اور یہ سوال استخبار نہیں بلکہ سؤالِ توبیخ ہے۔

قولہ لِمِثْلِ هٰذَا الخ یعنی عظیم کامیابی کے حصُول کے لئے مومن ایمان لائیں دنیاوی حظوظ جو جلدی منقطع ہونے والے ہیں کے پیشِ نظر ایمان نہ لائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان عمل ہے جو امام بخاری کا مقصد ہے لیکن لفظ عام ہے اور بلا دلیل تخصیص کا دعویٰ مقبول نہیں۔ البتہ ایمان پر عمل کا اطلاق اس اعتبار سے درست ہے کہ ایمان قلب کا عمل ہے، لیکن اس کو یہ لازم نہیں کہ عمل نفسِ ایمان ہے اور ان ابواب سے امام بخاری کا مقصد عمل کو ایمان کا جزء ثابت کرنا ہے تاکہ ان لوگوں پر ردِّ بلیغ ہو جو کہتے ہیں کہ ایمان کی

ماہیت میں عمل داخل نہیں لہٰذا مصنف کا مقصد پورا نہ ہوگا اور اگر اس کی مراد یہ ہے کہ عمل کا اطلاق ایمان پر جائز ہے تو اس میں نزاع ہی نہیں کیونکہ ایمان عمل قلب ہے جو تصدیق ہے۔

۲۵ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پھر عرض کیا گیا کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ، عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا: حج مبرور"

۲۵ — شرح: یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بنیادی عمل ہے۔ جس کے بغیر کوئی عمل قابلِ قبول نہیں۔ جہاد یعنی کفار سے جنگ کرنا اللہ تعالیٰ کا دین بلند کرنے کے لئے ہے۔ یہ دوسرے اعمال سے اس لئے افضل ہے کہ اس میں اللہ کی راہ میں جانیں قربان ہوتی ہیں۔ اس کے بعد حج افضل ہے کیونکہ یہ مالی اور بدنی عبادتوں سے مرکب ہے۔ حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ حاجی کا حال پہلے حال سے بہتر ہو جائے اور اس میں کچھ ریاکاری اور سمعہ نہ ہو اور نہ ہی اس کے بعد معصیت ہو۔ اس حدیث میں ایمان کے بعد جہاد کو افضل فرمایا اور عبداللہ بن مسعود کی حدیث میں ایمان کے بعد نماز کو ذکر کیا۔ ابوذر کی حدیث میں حج کا ذکر نہیں ایک اور حدیث میں یہ مذکور ہے کہ جس کے ہاتھ اور پاؤں سے لوگ سلامتی میں رہیں۔ ایک دوسری حدیث میں طعام کھلانے کو افضل ذکر فرمایا، حالانکہ ان تمام روایات میں سوال ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ کونسا ایمان افضل ہے؟ اور جوابات مختلف ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ سائلین کے احوال کے اعتبار سے جوابات مختلف ذکر فرمائے ہیں کیونکہ ہر سائل کا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوتا تھا۔ اس اعتبار سے آپ نے جواب ذکر فرمایا۔ نیز کہا جاتا ہے کہ سب سے بہتر یہ شئے ہے اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ بعض حالات میں یہ بہتر ہے۔ تمام احوال میں تمام وجوہ کے اعتبار سے بہتر نہیں ہوتا اس کی مثال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہو اس سے مطلقاً سب لوگوں سے بہتر مراد نہیں۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں ۱ احمد بن یونس وہ احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ ابن قیس یربوعی تمیمی ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اور احمد بن یونس کے نام سے مشہور ہیں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ انھوں نے امام مالک ابن ابی ذئب اور لیث سے سماعت کی ہے۔ ابوحاتم نے انہیں ثقہ متقن کہا ہے۔ احمد نے انہیں شیخ الاسلام کہا ہے وہ دوسو ستائیس (۲۲۷) ہجری کے ربیع الآخر میں فوت ہوئے جبکہ

بَابٌ إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِسْلَامُ عَلَى الْحَقِيْقَةِ

وَكَانَ عَلَى الْإِسْتِسْلَامِ أَوِ الْخَوْفِ مِنَ الْقَتْلِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلٰكِنْ قُوْلُوا أَسْلَمْنَا فَإِذَا كَانَ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فَهُوَ عَلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ الْآيَةَ

ان کی عمر ۹۴ برس تھی۔ ع۲ موسیٰ بن اسماعیل ع۳ ابراہیم بن سعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اولاد سے ہیں ع۴ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ع۵ سعید بن مسیّب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ قرشی مخزومی مدنی ہیں۔ انہیں امام التابعین اور فقیہہ الفقہاء کہا جاتا ہے۔ ان کا باپ اور دادا دونوں صحابی تھے۔ دونوں فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے عمر فاروق، عثمان، علی، سعد بن ابی وقاص اور ابوہریرہ سے سماعت کی ہے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں اور ان کی حدیثوں کو بہت جانتے ہیں۔ ابن مدینی نے کہا وہ تابعین میں سب سے زیادہ وسیع علم رکھتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا کہ سعید بن مسیب کا تابعین میں افضل ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ علوم شرع میں افضل ہیں؛ ورنہ صحیح مسلم میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمام تابعین سے بہتر ایک شخص ہے جسے اویس کہا جاتا ہے اس کو برص ہے اسے کہو کہ تمہارے لئے استغفار کرے۔ احمد بن عبداللہ نے کہا وہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے فقیہہ ہیں۔ جابر بن اسود مدینہ منورہ کا حاکم تھا انھوں نے سعید سے کہا کہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرے انھوں نے انکار کیا تو انہیں ساٹھ کوڑے مارے اور مدینہ منورہ میں انہیں پھرایا گیا۔ کہا گیا کہ ہشام بن ولید نے بھی انہیں کوڑے مارے تھے جبکہ وہ ولید کی بیعت کرنے سے رک گئے تھے۔ اس نے انہیں قید کر رکھا تھا۔ وہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں مدینہ منورہ میں ۹۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ اس سال کو فقہاء کا سال کہتے ہیں کیونکہ اس سال بہت فقہاء فوت ہوئے تھے ع۶ ابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صخر رضی اللہ عنہ،،

باب جس وقت اسلام حقیقت پر مبنی نہ ہو

اور صرف ظاہری تابعداری اور قتل سے خوف کی وجہ سے ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں!

۲۶ — حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطٰی رَھْطًا وَ سَعْدٌ جَالِسٌ فَتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَالَکَ

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اعراب (دیہاتی لوگوں) نے کہا ہم ایمان لے آئے فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے اور اگر اسلام حقیقت پر مبنی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق ہے کہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔"

شرح الباب : یعنی جب اسلام حقیقتِ شرعیہ پر مبنی ہو اور ظاہر تابعداری ہو یا قتل کے ڈر سے مسلمان ہُوا ہو تو وہ اسے آخرت میں نفع نہ دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الخ یہ آیتِ کریمہ بنی اسلم کے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہُوئی جو قحط سالی کے دور میں مدینہ منورہ آئے اور کلمہ توحید اور رسالت کی شہادت دی جبکہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے ہم بہت سامان اور بچے لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔ ہم نے آپ سے قتال نہیں کیا جیسے بنو فلاں نے آپ سے قتال کیا تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان پر صدقہ اور احسان کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ انہیں فرما دیجئے تم نے حقیقت میں اظہارِ شہادت نہیں کیا تم نے ظاہری انقیاد کا اظہار کیا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ اس آیت میں کرامیہ اور مرجئہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبانی اقرار ہے۔ اور بہت بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو مومن نہیں فرمایا، حالانکہ وہ زبانی شہادتیں کا اقرار کرتے تھے اور جب اسلام حقیقتِ شرعیہ پر مبنی ہو جو ایمان کے مرادف ہے تو وہ انسان کو نفع دیتا ہے۔ اس میں فرمایا اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔

قولہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ الخ اس آیت کریمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مترادف ہیں کہ اگر ایمان اسلام کا غیر ہو تو مقبول نہ ہوگا لہٰذا اس کا عین ہونا ثابت ہوگیا؛ کیونکہ ایمان دین ہے اور دین اسلام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ، تو نتیجہ یہ نکلا

عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْمُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِیْ فَقُلْتُ مَا لَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ اَوْ مُسْلِمًا فَسَکَتُّ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَعْلَمُ مِنْهُ فَعُدْتُ لِمَقَالَتِیْ وَعَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ یَا سَعْدُ اِنِّیْ لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ خَشْیَةَ اَنْ یَّکُبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ وَرَوَاهُ یُوْنُسُ وَصَالِحٌ وَمَعْمَرٌ وَّابْنُ اَخِی الزُّهْرِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ

کہ ایمان اسلام ہے۔

۲۶ — ترجمہ: عامر بن سعد رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک جماعت میں مال تقسیم کیا جبکہ حضرت سعد وہاں بیٹھے ہوئے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو چھوڑ دیا وہ مجھے ان سب سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا ہے اللہ کی قسم! میں اسے مومن گمان کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یا مسلم! میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر جو کچھ میں اس شخص کے متعلق جانتا تھا اُس نے مجھے مجبور کیا اور میں پھر اسی بات کی طرف لوٹا اور عرض کیا کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو چھوڑ دیا ہے بخدا! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یا مسلم۔ پھر میں جو کچھ اس شخص سے جانتا تھا اُس نے مجھے مجبور کیا اور میں پھر اس بات کی طرف لوٹا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی وہی اعادہ کیا اور فرمایا: اے سعد! میں کسی شخص کو مال عطا فرماتا ہوں حالانکہ اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے کہیں اُوندھے منہ آگ میں ڈال دے گا۔ اس کی یونس، صالح، معمر اور زہری کے بھتیجے نے زہری سے روایت کی!

۲۶ — شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے بار بار حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جواب میں "اَوْ مُسْلِمًا" فرمایا اس میں تنبیہ فرمائی کہ ایمان باطنی امر ہے اسے اللہ ہی جانتا ہے۔ تم ظاہر کے اعتبار سے اسے مسلمان کہو جو تم جانتے ہو۔ دراصل فلاں شخص مومن تھا۔ کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "لَاُعْطِی الرَّجُلَ وَغَیْرُهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْهُ" حدیث کا معنی یہ ہے کہ سیّد کونین صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں کمزور ایمان والے کو مال دیتا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اسے مال نہ دوں تو وہ ایسا اعتقاد کرے گا جس کے سبب وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ دوزخ میں پھینکے گا گویا کہ سرورِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم نے مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوبِ کی طرف اشارہ فرمایا یا ایسے شخص کی طرف اشارہ کیا کہ جب اسے نہ دیا جائے تو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخل کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے مگر جس کا ایمان قوی اور مضبوط ہوتا ہے وہ مجھے زیادہ محبوب ہے ہیں اسے اس کے ایمان کے حوالہ کرتا ہوں مجھے اس کا دین سے منحرف ہو جانے کا یا اس کا بدگمانی کرنے کا ڈر نہیں۔ اور دنیا میں جو اسے حاصل نہ ہو اس میں اسے کوئی ضرر نہیں پہنچتی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکموں وغیرہ کے پاس جائز سفارش کرنی جائز ہے اور امام کو چاہیئے کہ مال مسلمانوں کے اہم مسائل میں خرچ کرے۔ نیز معلوم ہوا کہ ایمان کے لئے محض زبانی اقرار مفید نہیں جب تک کہ قلب تصدیق نہ کرے۔ وہ شخص جسے آپ نے چھوڑا تھا وہ جُعَیل بن سراقہ ضمری مہاجری تھا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قسم کھانا اور حرف " اِنَّ اور لام "، سے تاکید کرنا اور بار بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا اور اس کی طرف علم کی نسبت بار بار کرنا اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت سعد کو اعتقاد جازم تھا کہ وہ مومن ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جُعَیل کے متعلق سعد کی بات قبول اس لئے نہیں کی تھی کہ اس کا کلام بطور شہادت نہ تھا۔ وہ صرف جُعَیل کی مدح تھی اور اس بناء پر وہ ان کے لئے عطیہ طلب کر رہے تھے۔ اسی لئے لفظ میں آپ نے مناقشہ فرمایا لمّا حدیث میں بعض الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سعد کا قول قبول فرما لیا تھا اور وہ ثُمَّ قَالَ یَاسَعْد الخ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو عطاء کرنے اور حضرت جُعَیل کو محروم رکھنے کی حکمت بیان فرمائی کہ جُعَیل ایمان میں مضبوط ہیں اگر انہیں نہ دیا جائے تو ان سے بدگمانی کا تصور ناممکن ہے لیکن مذکور شخص کو اگر نہ دیا جائے تو وہ مرتد ہو جائے گا یا حضور کو بخیل کہنے لگے گا جو صریح کفر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظن قوی ہو تو اس پر قسم کھانا جائز ہے اور کسی کے لئے جنتی ہونے کی تعیین صرف نبی کریم علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں اس سے قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ ایمان و اسلام مترادف نہیں لیکن مومن مسلمان ہی ہوتا ہے اور مسلمان کبھی مومن نہیں ہوتا۔ اس حدیث کے اسناد میں تحدیث، اخبار اور مُعَنْعَنَہ ہیں۔ اس میں تین راوی مدنی ہیں اور تین تابعی ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں اور اکابر نے اصاغر سے روایت کی ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع ۱ ابوالیمان حکم بن نافع حمصی ع ۲ شعیب بن ابی حمزہ اموی ع ۳ محمد بن مسلم زہری ان تینوں کا ذکر ہو چکا ہے ع ۴ عامر بن سعد بن ابی وقاص قرشی زہری نے اپنے والد سعد، عثمان، جابر بن سمرہ اور صحابہ کی جماعت سے سماعت کی ہے وہ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں ایک سو تین یا چار ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ع ۵ ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص ان کے والد کا نام

بَابٌ اِفْشَاءُ السَّلَامِ مِنَ الْاِسْلَامِ

وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ

٢٧ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ

مالک بن وہیب ہے۔ آپ اُن دس صحابہ کرام میں سے ہیں جنہیں ایک مجلس میں جنت کی خوشخبری دی گئی تھی اور وہ چھ افراد پر مشتمل شوریٰ کے ممبر تھے جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے مقرر کیا تھا آپ قدیم الاسلام ہیں چودہ برس کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بدر اور دیگر مشاہد و غزوات میں حاضر رہے آپ مستجاب الدعاء تھے۔ سب سے پہلے آپ نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور سب سے پہلے اللہ کی راہ میں مشرکوں کا خون بہایا انہیں فارس اسلام کہا جاتا ہے۔ آپ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ انھوں نے عمر فاروق کے زمانہ میں کسریٰ کے بلاد فتح کئے۔ انہیں عمر فاروق نے عراق کا حاکم مقرر کیا انھوں نے کوفہ کی بنیاد رکھی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو فتنوں سے بالکل علیحدہ ہوگئے اور ستاون ۵۷ ہجری میں مدینہ منورہ سے دس میل دور عقیق میں اپنے محل میں فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر تقریباً ۷۵ برس تھی۔ انھیں لوگوں کی گردنوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ لے جایا گیا۔ مروان بن حکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی جبکہ وہ اس وقت مدینہ منورہ کا حاکم تھا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ عشرہ مبشرہ میں سب سے آخر میں آپ ہی فوت ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے ماموں جان ہیں۔ کوئی شخص اپنا ماموں ایسا دکھا سکتا ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب بن عبد مناف ہیں اور حضرت سعد بن مالک بن وہیب وہب کے بھائی ہیں اور وہب اور وہیب دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام میں سو سے زائد حضرات کے نام سعد ہیں۔

باب — سلام کا اظہار اسلام کا حصہ ہے

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا تین خصلتیں ہیں جس نے ان کو جمع کیا اُس نے ایمان کی خصلتیں جمع کیں۔ عدل[۱] کرنا، لوگوں کو سلام[۲] کہنا اور تنگدستی[۳] کے باوجود خرچ کرنا "

۲۷— ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا طعام کھلانا اور جسے پہچانو یا نہ پہچانو اسے سلام کہنا۔

۲۷— شرح : اس حدیث کے باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں یہ مذکور ہے کہ دین اسلام ہے اور اسلام اپنی خصلتوں سے مکمل ہوتا ہے اور اس کی خصلتوں میں سے سب کو سلام کہنا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مکارمِ اخلاق کی ترغیب دلائی ہے۔ تنگدستی کے باوجود خرچ کرنا انتہائی کرم وسخا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدح فرمائی ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: " یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ "، انسان اپنے عیال پر خرچ کرے یا مہمانوں کو کھلائے بلکہ ہر شئ جسے خرچ کرنا اللہ کی طاعت ہے سب پر حدیث مشتمل ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جامع کلمات ہیں کیونکہ ایمان کے خصائل مالی ہیں یا بدنی ہیں انفاق سے مالی خصائل کی طرف اشارہ کیا جس میں الوہیت پر وثوق اور دنیا میں زُہد وتقویٰ پایا جاتا ہے۔ اور بدنی خصائل اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کے لئے ہیں تو انصاف ہے۔ اگر مخلوق کی شفقت کے لئے ہیں تو بذلِ سلام ہے۔ یہ مکارمِ اخلاق، تواضع، عدمِ احتقاد کو متضمن ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غریب آدمی کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے امیر کی نسبت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " بَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ " یعنی سب لوگوں کو سلام کہنا اللہ کے ماسوا کو عالم کہتے ہیں۔ اس میں کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ بھی داخل ہیں لیکن سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: یہود ونصاریٰ کو پہلے سلام نہ کہو، سے یہ لوگ خارج ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انہیں سلام نہیں کہا جائے گا

قولہ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ " اقتار کا معنی محتاجی ہے۔ اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس جملہ کا معنی یہ ہے عدم سے خرچ کرنا۔ کیونکہ محتاجی عدم ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ " مِنْ "، " فی " کے معنیٰ میں ہے جیسے :

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ» میں مِنْ فِیْ کے معنی میں ہے تو حدیث کے اس جملہ کا معنی یہ ہوگا فقر کی حالت میں خرچ کرنا۔ یہ کرم وسخا کی انتہاء ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کلمہ مِنْ، عِنْدَ، کے معنی میں ہو۔ جیسے قرآن کریم میں ہے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا»، یعنی فقر کے وقت خرچ کرنا نیز ہو سکتا ہے کہ مِنْ غائت کے معنٰی میں ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے: اَخَذْتُهُ مِنْ زَيْدٍ» یعنی افتقار اس کے انفاق کی غائت ہے (عینی) حدیث ع۱۱ کی شرح میں اس حدیث کی تفصیل گزری ہے۔ معمولی تغایر کے باعث دوبارہ ذکر کر دیا ہے۔ حدیث ع۱۱ میں یہ استدلال ہے کہ اسلام طعام کھلانا ہے۔ لہٰذا تکرار نہ ہوا جبکہ ایک راوی ایک استدلال کرتا ہے اور دوسرے نے اور استدلال کر لیا۔ اس میں کچھ حرج نہیں

اَسْمَاءِ رِجَال

"حضرت عمار بن یاسر" وہ ابوالیقظان عمار بن یاسر بن عامر بن مالک مخزومی عنسی یمنی پھر شامی ہیں۔ عنسی۔ اسود عنسی کذاب کا قبیلہ ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یاسر ان کا بیٹا اور ان کے والد قمار بازی میں رہن ہو گئے تھے۔ اسی لئے جیتنے والے کے وہ غلام بن گئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا؛ چنانچہ عمار، ان کی والدہ سمیّہ اور والد یاسر تینوں مسلمان ہو گئے اس لئے انہیں مکہ مکرمہ میں سخت عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کو عذاب دینے کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس سے گزرتے تو فرماتے اے آلِ یاسر صبر کرو جنت تمہارا وعدہ ہے۔ سُمَیّۃ کو تو ابوجہل لعین نے قتل کر دیا تھا۔ یہ اسلام میں پہلی شہیدہ ہیں اور حضرت عمار زبانی اُن کی بات کہہ دیتے لیکن دل میں پورے مطمئن تھے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ" وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے پھر وہاں سے مدینہ منورہ آگئے۔ اُنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور تمام غزوات میں جاتے رہے۔ عمار پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں مسجد قباء بنائی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یمامہ کی جنگ میں حاضر رہے اور ایک پتھر پر چڑھ کر مسلمانوں کو بلند آواز سے پکارتے تھے مسلمانو! تم جنت سے بھاگتے ہو میری طرف آؤ، میں عمار بن یاسر ہوں وہ سخت جوانمردی سے جنگ کر رہے تھے۔ اسی حالت میں ان کا کان کٹ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار بن یاسر پاؤں کے تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اور انہیں خوشبو کے نام سے مرحبا فرماتے تھے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمار کی راہ اختیار کرو۔ وہ جنگ صفین میں بھی حاضر ہوئے اور حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے۔ اس وقت صحابہ کرام ان کی پیروی کرتے تھے۔ جدھر وہ مائل ہوتے ادھر صحابہ مائل ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عمار عادل جماعت کا ساتھی ہے۔ جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمار

بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيْرِ وَكُفْرٌ دُوْنَ كُفْرٍ

فِيْهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ

تجھے باغی لوگ قتل کریں گے ، چنانچہ جنگ صفین میں شہید ہو گئے اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسی لباس میں دفن کیا اور غسل نہ دیا۔ وہ ۳۷ ہجری کو ۹۳ برس کی عمر میں شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،،

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں۔ ان میں سے قتیبہ کے سوا سب کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت قتیبہ رضی اللہ عنہ ، ابو رجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بغلانی بغلان کی طرف منسوب ہیں۔ بغلان بلخ کے علاقہ میں ایک بستی ہے۔ ان کا دادا حجاج بن یوسف کا مولیٰ تھا۔ ابن عدی نے ان کا اصل نام یحییٰ ذکر کیا ہے اور قتیبہ ان کا لقب ہے جو زیادہ مشہور ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے ان سے روایات ذکر کی ہیں وہ بہت مالدار تھے جیسے بہت احادیث جانتے تھے۔ دو سو چالیس ہجری میں فوت ہوئے۔ غور علی محمد بن سمار نے کہا میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں بلخ میں جمعہ کے روز ۲۴ رجب کو ایک سو اڑتالیس ہجری میں اشراق کے وقت پیدا ہوا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باب — شوہر کا کفر کرنا اور کفر کا دوسرے کفر سے کم ہونا

اس میں ابو سعید رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی۔

۲۸ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا مجھے دوزخ دکھائی گئی۔ تو اس کے رہنے والوں میں زیادہ تر عورتیں تھیں کیونکہ وہ کفر کرتی ہیں۔ عرض کیا گیا کیا وہ اللہ کا کفر کرتی ہیں؟ فرمایا شوہر کا کفر کرتی ہیں اور احسان کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تو کسی عورت پر عمر بھر احسان کرتا رہے۔ پھر وہ تجھ سے کوئی بات ناموافق دیکھے تو کہے گی میں نے تجھ سے کبھی اچھی بات نہیں دیکھی۔

شرح : عَشِیر کا معنی ہے شوہر۔ سیاقِ حدیث کی اسی پر دلالت ہے۔ کہا گیا ہے عَشِیر بمعنی معاشر ہے اور معاشرۃ مخالطت ہے (میل جول) کُفران کُفر سے ہے اس کا معنی ستر (پردہ) ہے۔ اسی لئے ایمان کی ضد کو کفر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ حق (توحید) کو چھپاتا ہے۔ نعمت کے انکار پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے؛ لیکن اکثر دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ایمان کے مقابلہ کفر بولا جاتا ہے اور نعمت کے انکار کو کفران کہا جاتا ہے۔ جیسے طاعت پر ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایسے ہی معاصی کو کفر کہا جاتا ہے اور جہاں مطلقاً کفر مذکور ہو اس سے مراد ملّت اسلامیہ سے خروج ہوتا ہے۔ (قسطلانی) کفر کے چار اقسام ہیں، "انکار، جحود، عناد اور نفاق"، اور جو کوئی ان چار اقسام میں کسی قسم کے ساتھ اللہ سے ملے اللہ اسے کبھی نہیں بخشے گا۔ کفر بمعنی انکار یہ ہے۔ دل اور زبان سے انکار کرے اور توحید کو قطعاً نہ پہچانے جیسے ابوجہل کا کفر تھا۔ اس نے توحید کا انکار اور اس کی معرفت سے سَر پھیرا۔ دُوسری قسم یہ کہ دل سے پہچانے اور زبانی انکار کرے جیسے ابلیس، بلعام اور امیہ بن ابی صلت کا کفر ہے۔

تیسری قسم یہ کہ دل سے پہچانے اور زبان سے اقرار بھی کرے، لیکن ایمان قبول کرنے سے انکار کرے یعنی اس کے دل میں توحید کی معرفت بھی ہے اور اس کا زبانی اقرار بھی کرتا ہے لیکن اس کا اذعان نہیں کرتا جیسے ابوطالب کا کفر تھا۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ زبانی اقرار کرے اور دل سے انکار کرے جیسے منافقوں کا کفر ہے۔ ازہری نے کہا کفر برأت کے معنی میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شیطان سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ، یعنی تمہارے شرک سے بری الذمہ ہوں۔ اور باب میں جو کفر مذکور ہے وہ یہ کہ کوئی شخص وحدانیت کا اقرار کرتا۔ نبوّت و رسالت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کا دل میں اعتقاد رکھتا ہے؛ لیکن بایں ہمہ کبائر کا ارتکاب کرتا ہے، چوری کرتا ہے، زنا کا مرتکب ہوتا ہے، ناحق قتل کرتا ہے، زمین میں فساد کرتا ہے اس پر کفران کا اطلاق ہوتا ہے جو مذکور چار اقسام کے علاوہ ہے۔ اسے کفرانِ حقوق اور کفرانِ نعمت کہا جاتا ہے۔ باب میں کفر سے مراد یہ کفر ہے۔

اس باب کی پہلے ابواب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے ابواب میں امورِ ایمان کا ذکر ہے اور کفر اس کی ضد ہے اور ایمان اور کفر میں تقابل تضاد ہے۔ اس تضاد کے اعتبار سے دونوں میں مناسبت ہے (عینی)

حدیث میں یَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ، کے بعد یکفرالاحسان، ذکر کیا اور کفران العشیر درحقیقت کفران الاحسان ہی ہے لہذا دُوسرا جملہ پہلے جملہ کا بیان ہے۔ عموماً عورتوں کی عادت ہے کہ وہ شوہر کے انعامات کو تھوڑی سی ناراضگی پر ایک ٹھوکر سے جھٹلا دیتی ہیں یہ کفرانِ نعمت ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کے

سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے بیوی پر حق کو اللہ تعالیٰ کے حق سے ملایا۔ پس جب کوئی عورت اپنے شوہر کے حق کا انکار کرتی ہے؛ حالانکہ اس پر شوہر کا حق اس نہایت کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے حق سے ملا ہوا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اللہ کے حق میں تہاون اور سستی کرتی ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا شوہر کی نعمت کا انکار اللہ کی نعمت کا انکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کے ہاتھ پر نعمت رکھی ہے۔ اسی لئے شوہر کی نافرمانی کفر بمعنی کفرانِ نعمت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں سے ایمان ناقص ہوتا ہے لیکن گناہ ایسے کفر تک نہیں پہنچاتے جس کے سبب وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بہت لعنت کرتی ہو اور صغیرہ جب بکثرت ہونے لگے تو وہ کبیرہ ہو جاتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے"

اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا حرام ہے۔ اور کسی کو معیّن کر کے لعنت کرنا اگرچہ وہ مسلمان یا کافر یا جانور ہو جائز نہیں البتہ اگر شرعی نص سے معلوم ہو جائے کہ کفر پر مرا ہے یا کفر پر مرے گا جیسے ابوجہل اور ابلیس علیہما لعنۃ اللہ تو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور اگر وصف پر لعنت کی جائے تو جائز ہے۔ جیسے لعنت اللہ علی الکاذبین یا سود خور پر لعنت تو یہ دراصل وصف پر لعنت ہے ذات پر نہیں۔

لعنت کا لغوی معنی راندھنا اور شریعت میں اللہ کی رحمت سے دُور کرنا ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ۱ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی مدنی۔

۲ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ان دونوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

۳ ابو اسامہ زید بن اسلم قرشی عدوی یہ عمر فاروق کے مولیٰ ہیں۔ ابن سعد نے انھیں ثقہ کثیر الحدیث کہا ہے۔ ۱۳۳ ہجری میں فوت ہوئے

۴ عطاء بن یسار قاضی مدنی ھلالی ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ ہیں۔ ابن سعد نے کہا یہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ یحییٰ بن معین اور ابوزرعہ نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ ایک سو تین یا چار ہجری میں فوت ہوئے۔

۵ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

بَابُ الْمَعَاصِي مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَلَا يُكَفَّرُ صَاحِبُهَا

بِارْتِكَابِهَا اِلَّا بِالشِّرْكِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَسَمَّاهُمُ الْمُؤْمِنِيْنَ

باب معاصی جاہلیّت کا شعار ہے۔ شرک کے سوا ان کا مرتکب کفر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تو مرد ہے۔ تجھ میں جاہلیّت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : بے شک اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا اور اس کے سوا جسے چاہے گا بخشے گا۔"

اگر مومنوں کی دو جماعتیں جھگڑ پڑیں
تو اُن میں صُلح کرا دو ـــــ"

جھگڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مومن کہا "

۲۹ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاصِلِ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهٗ بِاُمِّهٖ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَعَيَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ اِنَّكَ امْرُؤٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدِهٖ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ ۔

شرح : اس باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں کفران العشیر کا ذکر تھا اور وہ گناہ ہے ۔ اس باب کا معنی بھی یہی ہے ۔ مَعَاصِی ،، مَعْصِیَۃ کی جمع ہے ، یہ مصدر میمی ہے ۔ شریعت مطہرہ میں ترکِ واجب یا فعلِ حرام سے شارع علیہ السلام کی مخالفت کرنا ۔ صغائر اور کبائر سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ۔ جاہلیت ،، اسلام سے پہلے فترت کا زمانہ ہے اس کو جاہلیت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دور میں بہت جہالت تھی ۔ صغائر اور کبائر کے مرتکب کو کافر نہیں کہا جاتا ۔ اہلسنت وجماعت کا مسلک یہی ہے ۔ البتہ خارجی کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ اسے کفر و ایمان کے درمیان مقام دیتے ہیں اور وہ فاسق کو مُخَلَّدٌ فِی النَّار کہتے ہیں کہ وہ نہ کافر اور نہ مومن ہے ۔ البتہ اگر کوئی شرک کرے تو اسے کافر کہا جائے گا اور اگر کوئی معاصی کا ارتکاب ،، اکتساب ،، نہیں کرتا بلکہ ان کا اعتقاد کر لیتا ہے جیسے شراب حلال اعتقاد کرے تو بھی کافر ہوگا کیونکہ ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے اور شراب کی حرمت ضروریاتِ دین سے ہے ۔ اہل سنت حضرت ابوذر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ معاصی کا مرتکب کافر نہیں کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم مرد ہو تم میں جاہلیت پائی جاتی ہے ۔ حالانکہ جاہلیت صغائر اور کبائر شامل ہے کیونکہ حضرت ابوذر نے اپنے غلام کو شرمندگی دلائی تھی اور کہا تھا کالی عورت کا بیٹا اور یہ معصیت اگر معصیت کا مرتکب کافر ہوتا تو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر سے اس کی وضاحت کر دیتے اور صرف انکار محدود نہ رکھتے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ الخ کہ کافر کی مغفرت نہیں اس سے کم کتنا

بھی گنہگار ہو اللہ اسے بخشے گا۔ معلوم ہوا کہ کبائر کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں۔ اور وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ باب کے عنوان میں ایک حدیث اور ایک آیت کریمہ سے امام نے ثابت کیا کہ کبائر کا ارتکاب کرنے والا مسلمان ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

۲۹ — ترجمہ: حضرت معرور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں ربذہ میں ابوذر سے ملا۔ ان پر چادر تھی اور ان کے غلام پر بھی اس جیسی چادر تھی میں نے اُن سے اس کا سبب پوچھا تو اُنھوں نے کہا میں نے ایک شخص کو ماں کی گالی دی تھی تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تو نے اسے ماں کی گالی دی ہے۔ تو ایسا شخص ہے کہ تجھ میں جاہلیت کا اثر پایا جاتا ہے۔ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضہ میں دے رکھا ہے۔ جس کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو وہ جو آپ کھائے اپنے غلام کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے اور ان کو زیادہ مشقت کا کام نہ دو جو ان پر گراں بار ہو اور اگر ایسی مشقت ان کو دو تو ان کی مدد کرو۔

۲۹ — شرح: اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت واضح ہے۔ ابن بطال نے کہا امام بخاری کی اس حدیث سے غرض خوارج کا ردّ ہے وہ کہتے ہیں گناہ گار مومن ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ ردّ کی تصویر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کفر کے بغیر جسے چاہے اللہ بخشے گا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جس شخص کو گالی دی تھی وہ حضرت بلال موذن تھے۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت عرض کی تو آپ نے فرمایا: اے ابوذر تجھ میں جاہلیت کی خصلت ہے اور انہیں زجر و توبیخ کی اور فرمایا تو نے بلال کو گالی دی ہے اور اس کی کالی ماں کے سبب اسے شرمندگی دلائی ہے۔ ابوذر نے عرض کیا جی ہاں ایسا مجھ سے ہوا ہے۔ فرمایا میرا خیال ہے کہ تجھ میں جاہلیت کا کچھ اثر باقی ہے۔ یہ سن کر ابوذر نے اپنا رخسار زمین سے ملا دیا پھر کہا میں اپنا رخسارہ زمین سے نہیں اُٹھاؤں گا حتی کہ میرے رخسارے کو حضرت بلال اپنے پاؤں سے روندیں ابن ملقن نے کہا بلال نے ابوذر کے رخسارہ پر اپنا قدم رکھا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے بھائی ہیں۔ آپ نے ابوذر کو اس لئے توبیخ کی کہ آئندہ ایسا نہ کرے۔ معلوم ہوا کہ کبیرہ کا ارتکاب باعث خلود فی النار نہیں، کیونکہ ابوذر صحابی مومن تھے آپ نے صرف اسی پر اکتفاء فرمائی اور کچھ نہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت صرف تقویٰ اور پرہیزگاری میں ہے۔ اُونچی نسب والے کو اس کا نسب کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ جبکہ اس میں تقویٰ نہ ہو اور کمزور نسب والے کو تقویٰ فائدہ دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" تم میں عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے۔ نیز معلوم ہوا کہ غلام پر بھائی کا اطلاق جائز ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خادموں اور نوکروں کو زیادہ مشقت نہیں دینی چاہیئے اگر دی جائے تو ان کی مدد کرنی چاہیئے۔

۳۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ ثَنَا اَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ ذَهَبْتُ لِاَنْصُرَ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِىْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قُلْتُ اَنْصُرُ هٰذَا الرَّجُلَ قَالَ ارْجِعْ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِى النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ —

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ ابو ایوب سلیمان بن حرب ازدی بصری۔ ع۲ شعبہ بن حجاج امیر المؤمنین فی الحدیث ان دونوں کا ذکر ہو چکا ہے ع۳ واصل بن حیان اسدی کوفی ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا اور ابو حاتم نے صالح اور صدوق کہا ہے۔ ۱۲۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ معرور بن سوید اسدی کوفی ہیں۔ حضرت عمر فاروق، ابن مسعود اور ابو ذر سے سماعت کی اور دراصل اُحدَب اور اعمش نے ان سے روایت کی اُنھوں نے کہا میں نے معرور کو دیکھا جبکہ ان کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سیاہ تھے۔ یحییٰ بن معین اور ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ع۵ ابو ذر جُریر بن جنذب بن جُنادہ بن سفیان بن عُبید بن وقیعہ بن حرام بن غفار غفاری جید سردار ہیں۔ آپ قدیم الاسلام ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ میں چوتھا مسلمان ہوں، مکہ میں مسلمان ہوئے پھر اپنے وطن کو چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ رہے حتی کہ بدر، احد اور خندق کی جنگیں لڑی گئیں تو مدینہ منورہ واپس آ گئے اور فوت ہونے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ بہت بڑے زاہد اور متواضع تھے۔ حدیث میں ان کے زہد اور تواضع کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تواضع سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان کا مذہب تھا کہ ضرورت سے زائد مال کا ذخیرہ کرنا حرام ہے۔ ۳۲۔ ہجری کو ربذہ میں فوت ہوئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (لمعات) "ربذہ" مدینہ منورہ سے عراق کی طرف تین مرحلے پر واقع ہے۔ حُلّہ" چادر اور تہبند کو کہتے ہیں۔ خول، خائل کی جمع ہے۔ اس کا معنی خادم، غلام" ہے۔

۳۰ — ترجمہ: اُحنف بن قیس سے روایت ہے کہ میں اس شخص (علی المرتضیٰ) کی مدد کو نکلا تو مجھے ابو بکرہ ملے اور کہا کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا اس شخص (علی المرتضیٰ) کی مدد کو جا رہا

ہوں اُنھوں نے کہا واپس چلے جاؤ، میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ کہتے ہُوئے سُنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ملاقات کریں (لڑائی کریں) تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلّم! قاتل تو دوزخی ہُوا مقتول دوزخ میں کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے حریف کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔

۳۰ ← شرح : اس باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں یہ مذکور ہے کہ معصیت کا ارتکاب کرنے سے کافر نہیں ہوتا اور وہ مومن ہوتا ہے۔ اس باب میں بھی یہی کچھ مذکور ہے کہ باغیوں کو اللہ تعالیٰ نے مومن کہا ہے اور ان سے وصفِ ایمان سلب نہیں ہوتی۔ اس میں خوارج اور معتزلہ دونوں کا ردّ ہے۔ اس آئت کریمہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن اُبی بن سلول کے پاس تشریف لے جائیں تو بہتر ہوگا۔ شائد وہ ایمان لے آئے۔ آپ گدھے پر سوار ہو کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ جبکہ وہ زمین شور تھی جب آپ وہاں پہنچے تو اس نے کہا ہم سے دُور رہو بخدا! آپ کے گدھے کی بُو سے ہمیں اذیت پہنچی ہے ایک انصاری نے کہا بخدا! جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے گدھے کی خوشبو تجھ سے بہت اچھی ہے۔ یہ سُن کر عبداللہ بن ابی کی پارٹی سے ایک آدمی غصّہ سے بھر گیا اس طرح دونوں گروہوں کے ساتھی سب غصّہ سے بھر گئے اور ایک دوسرے کو کھجور کی چھڑیوں، مکّوں اور جوتوں سے مارنا شروع کیا۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دونوں گروہوں کو خاموش کر دیا اس طرح جھگڑا ختم ہُوا تو اس جھگڑے میں لڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے مومن کہا معلوم ہُوا کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ایمان سے باہر نہیں ہوتا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اِقْتَتَلُوْا جمع ہے اور بَيْنَهُمَا تثنیہ ہے اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اِقْتَتَلُوْا میں معنی کا لحاظ کیا ہے اور بَيْنَهُمَا تثنیہ ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ "اِقْتَتَلُوْا" میں معنی کا لحاظ کیا ہے۔ اور وہ دو گروہ ہیں۔ طائفہ کا اطلاق واحد، اثنان، ثلاثہ اور اربعہ پر ہوتا ہے اور یہ اطلاق قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اس آئت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ باغیوں سے قتال جائز ہے۔

اس حدیث میں "ھٰذا الرجل" سے مراد حضرت علی المرتضیٰ ہیں یا عثمان غنی ہیں رضی اللہ عنہما۔ قولہ فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ" اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قتال اجتہاد سے تھا جیسے جمل اور صفّین کی جنگوں میں ہُوا اور ان کا اجتہاد واجب الاتباع تھا تو ان میں قاتل و مقتول سب جنتی ہیں تو اس حدیث کا محمل کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا محمل وہ قتال ہے جو اجتہادی نہ ہو اور نہ ہی اس میں دینی اصلاح مطلوب ہو اور اگر جنگ اجتہادی ہو اور اس میں اصلاح کا گمان ہو تو قاتل و مقتول دونوں کو ثواب ملتا ہے البتہ جو اجتہاد میں خطاء کرے اسے ایک ثواب اور مُصیب کو "ڈبل ثواب" حاصل ہوتا ہے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قتال اجتہادی تھا۔ لہٰذا یہ حدیث عام نہیں اور حضرت ابوبکرہ کا احنف کو قتال میں شریک ہونے

سے منع کرنا بھی اجتہادی تھا اس پر انہیں ثواب ملے گا۔ اور حدیث میں مذکور قاتل و مقتول آگ میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ قاتل و مقتول ہیں جو خاندانی عصبیت کے باعث لڑتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ "فی النار" کے لفظ سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ عاصی پر عذاب واجب ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ قتال کے باعث وہ آگ کے مستحق ہو جاتے ہیں، لیکن کبھی اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی کفر کے سوا جسے چاہے بخشے جیسے قرآن کریم میں ہے فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ" اس کا معنی یہ ہے کہ گناہ گار کی سزا جہنم ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اسے سزا دے معاف بھی کر سکتا ہے۔

اس مقام میں ایک مسئلہ سمجھنا ضروری ہے کہ معصیت کا ارتکاب کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور نیکی کا صرف قصد کرنے پر ثواب ملتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مقتول محض قصد اور حرص کرنے سے دوزخ میں جاتا ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دلوں کے خیالات درگزر کر دیئے ہیں جب تک کہ وہ بات نہ کریں یا اس پر عمل نہ کریں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ گناہ کا قصد کرے تو اسے مت لکھو اس کا جواب یہ ہے کہ جب گناہ کا عزم کرے اور وہ ذہن میں مستقر ہو جائے اور اس پر مضبوط ہو جائے تو وہ اس کا کسب بن جاتا ہے۔ اس پر مواخذہ ہے اور حدیث کے الفاظ کہ مقتول قاتل کے قتل پر حریص تھا اسی قبیلہ سے ہے۔ اس لئے اسے زجر فرمائی ہے۔ عزم اور ہم میں فرق یہ ہے کہ اگر کسی گناہ کا عزم کرے تو وہ گناہ لکھا جاتا ہے۔ جب اس پر عمل کرے تو دوسری معصیت لکھی جاتی ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے سات راوی ہیں: ع ۱ عبدالرحمٰن بن مبارک ان کی کنیت ابوبکر یا ابومحمد ہے۔ ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ وہ ۲۲۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع ۲ حماد بن زید بن ارقم ازدی بصری ہیں ان کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ سفیان ثوری اور سفیان ابن عیینہ عبداللہ بن مبارک یحییٰ قطان اور وکیع نے ان سے روایت کی ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا لوگوں کے زمانہ میں ان کے چار امام ہیں: سفیان ثوری کوفہ میں، مالک بن انس حجاز میں، اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں لوگوں کے امام تھے۔ میں نے حماد بن زید سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ نہ سفیان اور نہ ہی امام مالک۔ ابن سعد نے کہا حماد بن زید ثقہ، حجت اور کثیر الحدیث ہیں۔ ۹۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں فوت ہوئے ان کی عمر ۸۱ برس تھی۔

ع۴ ابو ایوب سختیانی - ان کا حال گزر چکا ہے۔

۱۵ یونس بن عُبید ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ وہ تابعی بصری ہیں، ان کے علم وفضل کے متعلق علماء کے اقوال مشہور ہیں۔ محمد بن عبد اللہ انصاری نے کہا میں نے علی بن عبد اللہ بن عباس کے دو بیٹوں سلیمان اور عبد اللہ کو دیکھا کہ وہ اپنی گردنوں پر ان کا جنازہ اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے لئے یہ بہت بڑا شرف ہے۔ ۱۳۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۵ ابو سعید حسن بن ابی الحسن انصاری ہیں ان کی والدہ ماجدہ خیرہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ ہیں۔ حسن مدینہ منورہ میں عمر فاروق کے عہدِ خلافت کے آخری دنوں میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کبھی کبھار غائب ہو جاتیں تو حسن رونا شروع کر دیتے اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کی والدہ کے آنے تک ان کے منہ میں اپنا پستان مبارک ڈال کر انہیں چپ کراتیں اُن کا پستان مبارک دودھ سے بھر جاتا جسے وہ پیتے تھے۔ اس دودھ کی برکت سے وہ فصاحت وحکمت کا چشمہ تھے۔ وہ وادی القریٰ میں نوجوان ہوئے۔ محمد بن سعد نے کہا کہ حسن عالم فقیہ ثقہ عابد کثیر الحدیث فصیح تھے آپ بصرہ سے مکہ مکرمہ آئے تو انھوں نے آپ کو تخت پر بٹھایا اور لوگ جمع ہوگئے تو انھوں نے حدیث بیان کرنا شروع کی لوگوں نے کہا ان جیسا ہم نے کوئی محدِّث نہیں دیکھا۔ ان کی جلالت، عظمتِ قدر علم وفضل، زُہد وتقویٰ، فصاحت و دیانت پر ساری امت نے اتفاق کیا ہے۔ ایک سو دس ہجری میں فوت ہوئے

ع۶ ابو بحر احنف بن قیس تمیمی بصری تابعی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اُن کا نام ضحاک تھا۔ بعض نے ان کا نام صخر ذکر کیا ہے اور اَحنَف ان کا لقب ہے۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اُنھوں نے ہی مرو الروذ فتح کیا تھا۔ جبکہ دونوں امام حسن اور ابن سیرین ان کے لشکر میں تھے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے دونوں سرین جڑے ہوئے تھے اُن کو چیر کر جُدا جُدا کیا گیا وہ اعور تھے۔ حضرت عمر فاروق، علی المرتضیٰ، حضرت عباس اور دیگر صحابہ سے سماعت کی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کی عمارت میں ۶۷ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع۷ ابو بکرہ نُفَیع بن حارث بن کَلدہ بن عمرو بن علاج بن ابی سلمہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام نُفَیع بن مسروح مولیٰ حارث بن کَلدہ ہے۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طبیب تھے اور ان کا شمار فضلاء صحابہ میں ہوتا ہے۔ بہت عابد تھے۔ باون ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔
اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۲- احادیث روایت کی ہیں۔
(عینی، کرمانی، عسقلانی)

بَابُ ظُلْمٌ دُوْنَ ظُلْمٍ

۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمٰنَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

باب ۔ بعض ظلم بعض ظلم سے کم و بیش ہوتے ہیں

پہلے باب میں یہ ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے باغیوں کو مومن کہا اور اُن سے ایمان کی نفی نہیں کی حالانکہ وہ گنہگار ہیں اور معصیت سے انسان ایمان سے باہر نہیں ہوتا اور یہ واضح امر ہے کہ معصیت ظلم ہے اور ظلم بذاتِ خود کم و بیش ہوتا ہے۔ اور اس باب میں ظلم کے انواع کی طرف اشارہ ہے۔ ابن بطال نے کہا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ کامل ایمان عمل سے ہوتا ہے۔ اور گناہوں سے ایمان ناقص ہوتا ہے۔ ان سے انسان کافر نہیں ہوتا۔ ان کے کم و بیش ہونے کے سبب اس میں لوگ مختلف ہیں (عینی)

۳۱ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیتِ کریمہ "جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہ ملایا" نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے عرض کیا ہم میں کون ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت "بے شک شرک عظیم ظلم ہے" نازل فرمائی۔

۳۱ — شرح : حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ظلم کو عموم پر محمول کیا کیونکہ "بِظُلْمٍ" نکرہ نفی کے بعد واقع ہے جو مفیدِ عموم ہے، لیکن یہ عموم ظاہری ہے۔ اگر اس پر

لفظ "من" داخل ہوتو عموم حتمی ہوجاتا ہے۔ جیسے مَاجَاءَنِی مِنْ رَجُلٍ" اور "مِنْ" کے بغیر عموم سمجھا جاتا ہے۔ جیسے حضرات صحابہ کرام نے اس آیت سے سمجھا تھا۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ظاہر مراد نہیں بلکہ یہ وہ عام ہے جس سے خاص مراد لیا گیا ہے۔ اور ظلم کا اعلیٰ نوع مراد ہے جو شرک ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ امن والا اور ھدائت یافتہ وہ شخص ہے کہ جس نے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا۔ انہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدائت یافتہ ہیں اور جنہوں نے ملایا اُن سے یہ دونوں منتفی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آئت میں ظلم کا اعلیٰ نوع شرک مراد ہے۔ لہٰذا انہیں متفکر نہیں ہونا چاہیئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معاصی شرک نہیں اور جو شخص اللہ کا شریک نہ بنائے اسے امن ہے اور وہ ہدائت یافتہ ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ عاصی کو کبھی عذاب دیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسے اس امن اور ابتداء سے کیا ملا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ہمیشگی کی آگ سے بچ گیا اور جنت کی راہ کی ہدائت پائے گا۔ معلوم ہُوا کہ ظلم کے درجات مختلف ہیں۔ ان سے ایمان کم وبیش ہوتا ہے۔ یہی امام بخاری کا مقصد ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے آٹھ راوی ہیں : ع۱ ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسی باہلی بصری۔

ع۲ شعبہ بن حجاج ان دونوں کا ذکر ہوچکا ہے۔ ع۳ بشر بن خالد عسکری ہیں۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے ان سے روائت کی اور انھیں ثقہ کہا ہے۔ ۲۵۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۴ محمد بن جعفر ہذلی ہیں اُنھوں نے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور شعبہ سے سماعت کی ہے۔ شعبہ ان کی والدہ کے شوہر تھے۔ پچاس سال صائم رہے۔ ابوحاتم نے انہیں صُدُوق کہا ان کا لقب غندر ہے۔ جب وہ بصرہ میں آئے تھے تو ابن جُریج نے انہیں یہ لقب دیا تھا۔ ۱۹۴ہجری میں فوت ہوئے ابن سعد نے کہا ۲۰۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۵ ابومحمد سلیمان بن مہران اعمش اسدی، کاہلی کوفی تابعی ہیں۔ یہی سلیمان اعمش ہے جن سے دوسرے طریق سے بخاری اور مسلم نے روائت کی ہے۔ ۶۱ ہجری کو عاشوراء کے روز پیدا ہوئے جس روز حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تھے اور ایک سو اسی ہجری میں فوت ہوئے۔ اُنھوں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا ہے۔ یحییٰ قطان نے کہا اعمش محافظین کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں وہ اسلام کی علامت تھے وکیع نے کہا ستر سال اعمش سے کبھی تکبیرہ اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ شعبہ جب انہیں ذکر کرتے تو وہ ان کی سچائی کی وجہ سے انہیں مصحف کہتے تھے انہیں سید المحدثین کہا جاتا ہے۔ ان میں تشیع اور تدلیس پائی جاتی تھی۔ اس حدیث میں اُنھوں نے ابراہیم نخعی سے عَنْعَنَہ روائت کی ہے۔ حالانکہ عَنْعَنَہ کرنے والا جب مدلس ہو تو

بَابُ عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

۳۲ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ اَبِيْ عَامِرٍ اَبُوْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

اس کی حدیث سماع پر مبنی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ حدثنا یا اخبرنا نہ کہے یا جو بھی لفظ سماعت پر دلالت کرے کہے تو اس کی روایت سماعت پر مبنی ہوگی ورنہ نہیں۔ لیکن ابن صلاح وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ بخاری مسلم میں جو بھی حدیث مدلسین سے مذکور ہو جیسے سفیان بن عیینہ سفیان ثوری، اعمش اور قتادہ تو وہ بخاری کے نزدیک سماع پر محمول ہوتی ہے۔ ۱۴۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ عیسیٰ بن یونس نے کہا وہ محتاج اور غریب ہونے کے باوجود بادشاہوں کو بہت حقیر سمجھتے تھے۔

ع۶ ابراہیم ابوعمران بن یزید بن قیس بن اسود بن عمرو بن ربیعہ بن ذہل بن سعد بن مالک بن نخع نخعی کوفی تابعی ہیں۔ اٹھارہ برس کی عمر میں انھوں نے علم پڑھانا شروع کیا۔ جب ابراہیم نخعی فوت ہوئے تو شعبی نے کہا انھوں نے اپنے سے بڑا کوئی فقیہہ اور عالم نہیں چھوڑا۔ لوگوں نے حسن بصری اور ابن سیرین بھی اُن سے بڑے نہیں کہا وہ بھی نہیں اور نہ ہی اہل کوفہ، بصرہ اور حجاز میں ان جیسا کوئی عالم اور فقیہہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق شام میں بھی ان سا کوئی عالم نہیں۔ وہ حجاج کے خوف سے چھپ گئے تھے اور اسی حال میں فوت ہوگئے وہ ۹۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کے جنازہ میں صرف سات افراد تھے۔ حجاج کے ڈر سے لوگ جنازہ میں شرکت نہ کر سکے تھے۔

ع۷ علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی کوفی ابراہیم نخعی کی والدہ کے چچا ہیں۔ ان کی کنیت ابوشبل ہے۔ ان کی اولاد نہ تھی۔ ان کے عظمتِ مقام، رفعتِ قدر، اور کمالِ منزلت پر علماء کا اتفاق ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا علقمہ عبداللہ بن مسعود کے مشابہ تھے۔ ۷۲ ہجری یا ستر ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۸ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کتاب الایمان کی ابتداء میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے وہ کوفی ہذلی کبیر صحابی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے اور دو ہجرتیں کیں تمام غزوات میں حاضر ہوتے رہے۔

باب ۴ ـ منافق کی علامات

۳۲ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ منافق کی تین علامات ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

۳۲ ـــ شرح : منافق وہ ہے جو باطن کا خلاف ظاہر کرے اور شریعت کی اصطلاح میں منافق وہ ہے جو اسلام کو ظاہر کرے اور کفر کو پوشیدہ رکھے۔ اسے منافق اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ کفر کو چھپاتا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: اٰیَۃُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ" حالانکہ آیۃ مفرد ہے اس لئے چاہیئے تھا کہ یوں کہا جاتا "اٰیَاتُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ" اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہا جائے کہ ان میں سے ہر ایک منافق کی علامت ہے حتیٰ کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں پائی جائے تو وہ منافق ہوگا یا یہ کہا جائے کہ تینوں مل کر ایک علامت بنتی ہیں۔ تو اس وقت جس میں یہ تینوں پائی جائیں گی وہ منافق ہوگا اور پہلی صورت میں آیت سے مراد جنس آیت مراد ہے۔ الحاصل منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جھوٹ بولنا، وعدہ کا خلاف کرنا اور اسے پورا نہ کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا یہ حدیث مشکل ہے، کیونکہ یہ تینوں خصلتیں کبھی مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبانی اقرار بھی کرتا ہے، حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ اسے نہ تو کافر کہا جائے گا اور نہ ہی منافق کہا جائے گا جس کی جگہ دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہے۔ امام نووی نے کہا یہ کچھ اشکال نہیں کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ تینوں خصلتیں نفاق ہیں جس میں یہ پائی جائیں۔ وہ منافقوں کے مشابہ ہے اور اس میں منافقوں کی عادات پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ جس میں یہ خصلتیں پائی جائیں وہ باطن میں جو کچھ ہے اسے چھپائے گا اور اس کا نفاق اسی سے خاص ہوگا جس میں یہ علامتیں ہوں گی اور وہ اسلام میں منافق نہیں جو کفر کو چھپاتا ہے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث میں مذکور کلمہ "اذا" فعل کا تکرار چاہتا ہے یعنی اس کی یہ تینوں خصلتیں عادت بن چکی ہوں۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا اس سے مراد وہ منافق ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں تھے۔ وہ ایمان میں جھوٹ بولتے تھے۔ دین کی مدد کا وعدہ کر کے خلاف کرتے تھے اور جب انہیں امین بنایا جاتا تھا تو امانت میں خیانت کرتے تھے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو ایمان ظاہر کریں اور کفر چھپائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی منافق تھے۔ دوسرے وہ ہیں جو خفیہ طور پر امور دین کی حفاظت ترک کر دیں اور علانیہ ان کی رعایت نہ کریں۔ یہ بھی منافق شمار ہوتے ہیں جیسے حدیث شریف میں ہے "مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے جھگڑا کرنا کفر ہے" کفر کفر سے کم اور

۲۳ ـ حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ

فسق فسق سے کم ہے۔ اسی طرح نفاق نفاق سے کم ہے یعنی مسلمان میں یہ تینوں خصلتیں پائی جائیں تو اس کا نفاق حقیقی نفاق سے کم ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس اشکال کے اندفاع کی پانچ صورتیں ہیں کیونکہ منافق پر الف، لام یا تو جنسی ہے تو اس صورت میں منافقوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ جس کی عادت یہ امور ہوں یا اس سے مراد انداز و تخویف ہے یا الف، لام عہد خارجی ہے اور اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقوں کی طرف اشارہ ہے یا خاص معین شخص مراد ہے۔

چھٹی صورت یہ ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق عملی اور نفاق اعتقادی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن لوگوں میں یہ خصلتیں پائی جاتی تھیں وہ حقیقی ایمانی منافق تھے۔ اور اس زمانہ میں جن میں یہ امور پائے جائیں وہ عملی منافق ہیں۔ ساتویں صورت یہ ہے ایک نفاق شرعی ہے جو کفر چھپائے اور اسلام ظاہر کرے۔ دوسرے عرفی وہ ہے جس کا ظاہر باطن کے خلاف ہو یہاں یہی مراد ہے (کرمانی)

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ ابو ربیع سلیمان بن داؤد زہرانی عتکی ہیں یہ بغداد میں رہتے تھے یحییٰ بن معین، ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا یہ ثقہ ہیں۔ ۲۳۴ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔

ع۲ اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر انصاری ہیں۔ یحییٰ بن معین نے کہا یہ ثقہ اور قلیل الخطا صدوق ہیں ابوزرعہ، احمد اور ابن سعد نے بھی انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد نے کہا یہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے پھر بغداد تشریف چلے گئے اور وہیں ایک سو اسی ہجری میں فوت ہوئے لوگوں نے ان سے پانچ سو احادیث سنی ہیں۔

ع۳ ابوسہیل نافع بن مالک بن ابی عامر۔ نافع انس، ربیع اور اویس جو امام مالک کے چچے ہیں کے بھائی ہیں احمد اور ابوحاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

ع۴ ابوانس مالک بن ابی عامر ہیں۔ وہ امام مالک کے دادا ہیں اور حضرت انس ربیع، نافع اور اویس کے والد ہیں ۱۱۲ ہجری میں فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر ۷۲، یا ستر سال تھی۔ وہ چالیس ہجری میں پیدا ہوئے تھے ع۵ ابوہریرہ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ

۳۳ — ترجمہ : عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ہیں جس میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے۔ اس میں منافقت کی خصلت پائی جائے گی حتیٰ کہ اسے چھوڑ دے۔ جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب عہد کرے تو غدر کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔ شعبہ نے اس کی اعمش سے روایت کرنے میں متابعت کی ہے۔

۳۳ — شرح : یعنی منافق کی چار علامتیں ہیں، جس میں وہ پائی جائیں وہ خالص منافق ہوگا یعنی منافقت کی سات وجوہ میں سے جو پہلی حدیث میں مذکور ہیں وہ کسی ایک کے اعتبار سے منافق ہوگا اور لفظ "خالص" سے چھٹی اور ساتویں وجہ کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی وہ منافق عملی ہے ایمانی نہیں یا منافق عرفی ہے شرعی نہیں کیونکہ ان دونوں وجہوں کے اعتبار سے خلوص کفر کو مستلزم نہیں جس کے سبب انسان ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور نفاق میں خالص ہونے کا معنی یہ ہے کہ جس میں خصال منافقت پائی گئیں جو حدیث میں مذکور ہیں تو اس میں ظاہر کی باطن سے پوری مخالفت ہوگی۔ اگر یہ سوال ہو کہ پہلی حدیث میں تین خصلتیں ذکر کی ہیں اور اس میں چار بیان کی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک شئ کی کئی علامتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے سبب شئ کی وصف واضح ہوتی ہے اور یہ علامت کبھی ایک شئ ہوتی ہے کبھی کئی اشیاء ہوتی ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں کیونکہ کبھی ایک شئ کی کئی علامتیں ہوتی ہیں ان میں سے کبھی بعض کو ذکر کیا جاتا ہے کبھی اکثر کو یا تمام کو ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اچھا جواب یہ ہے کہ ایک عدد دوسرے عدد کی نفی نہیں کرتا (کرمانی)

ان دونوں حدیثوں سے پانچ خصلتیں حاصل ہوتی ہیں۔ تین پہلی حدیث میں مذکور ہیں اور عہد میں غدر کرنا اور لڑائی جھگڑے میں گالی گلوچ کرنا۔ یہ پانچوں علامات اوصاف اور لوازم میں متغایر ہیں۔ ان پانچ میں حصر کی وجہ یہ ہے کہ باطن کے خلاف کا اظہار مالیات میں ہوگا جبکہ اسے امین بنایا جائے یا غیر مالیات میں ہوگا اور یہ

کدورت کی حالت میں ہوگا جبکہ وہ جھگڑا کرے یا صفائی کی حالت میں ہوگا اس کی تاکید یا تو قسم سے ہوگی جبکہ عہد کرے یا مستقبل میں نظر کے اعتبار سے ہوگی جبکہ وعدہ کرے گا حال کے اعتبار سے ہوگی جبکہ بات کرے لیکن دراصل ان پانچوں کا مرجع و مآل تین ہی ہیں، کیونکہ عہد میں غدر کرنا امانت میں خیانت کے تحت داخل ہے اور خصومت میں فجور اور گالی گلوچ جھوٹ میں داخل ہے (قسطلانی)

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں: ۱ قَبِیْصَہ بن عُقبہ بن محمد بن سُفیان بن عُقبہ سوائی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عامر ہے۔ ان کی توثیق میں اختلاف ہے کیونکہ انھوں نے سُفیان ثوری سے بچپن میں سماعت حدیث کی تھی۔ اس لئے وہ پورا ضبط نہیں کر سکے تھے۔ احمد نے انہیں ثقہ کہا ہے اور کہا اس میں کچھ حرج نہیں لیکن غلطی بہت کرتے ہیں۔ اس کے خلاف ابو حاتم نے کہا میں نے محدثین میں سے قَبِیْصَہ اور ابو نعیم کے سوا کسی محدث کو نہیں دیکھا کہ وہ حدیث ایک ہی لفظ پر ذکر کرے اور اس میں کوئی تغیّر نہ کرے۔ وہ ۲۱۳ یا ۲۱۵ ہجری کے محرم میں فوت ہوئے۔

۲ سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب بن رافع بن عبداللہ بن موہنبہ بن ابی عبداللہ بن منقذ بن نصر بن حارث بن ثعلبہ بن ملکان بن ثور بن عبد مناۃ ثوری ہیں۔ آپ کبیر امام ہیں۔ ان کی جلالتِ قدر، کثرتِ علوم، دین میں صلابت و توثیق اور ان کے امانت دار ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔ آپ تبع تابعین ہیں۔ ابن عاصم نے کہا سفیان ثوری حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔ آپ ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے جبکہ بصرہ کے حاکم سے چھپے ہوئے تھے۔ آپ کو عشاء کے وقت دفن کیا گیا۔ آپ روایت میں تدلیس کرتے ہیں یعنی اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ کے شیخ سے روایت کرتے ہیں۔

۳ سلیمان اعمش رضی اللہ عنہ ۴ عبداللہ بن مُرّہ ہمدانی کوفی تابعی ہیں۔ یحیی بن معین اور ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ سو ہجری کو عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں فوت ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵ ابو عائشہ مسروق بن اَجدَع بن مالک بن اُمیہ بن عبداللہ ہمدانی کوفی ہیں انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور حضرت عمر فاروق، عبداللہ بن مسعود ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے سماعت کی۔ ان کی جلالت، توثیق اور امامت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ وہ معدیکرب کے بھانجہ ہیں ۶۲ یا ۶۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

۶ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔ اس حدیث میں شعبہ نے اعمش سے روایت کرنے میں سفیان ثوری کی متابعت کی ہے۔ کرمانی نے کہا یہ متابعت مقیدہ ہے مطلقہ نہیں۔ جبکہ اس

بَابٌ قِيَامُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنَ الْإِيْمَانِ

۳۴ — حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

روائت اعمش سے کی ہے۔ نیز یہ متابعت ناقصہ ہے "تامہ نہیں۔ کیونکہ وسطِ اسناد میں متابعت کو ذکر کیا ہے اوّل میں نہیں کیا۔

باب — لیلۃ القدر میں رات کو نماز پڑھنا ایمان کی علامت ہے"

۳۴ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایماندار ہو کر طلبِ ثواب کے لئے لیلۃ القدر کو رات جاگے اس کے پہلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۳۴ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الایمان میں ذکر کیا کہ سلام کا اظہار اسلام کا حصّہ ہے۔ اس کے بعد پانچ ابواب بالتبع ذکر کئے جو اس کے مناسب تھے ان کے ضمن میں نفاق کی علامتیں ذکر کیں۔ اب ایمان کی علامتیں ذکر کرنا شروع کیں کہ لیلۃ القدر کی رات کو نماز پڑھنا ایمان کی علامت ہے اور جو طلبِ ثواب کے لئے جاگے اس کے پہلے گناہ بخش دیتے جاتے ہیں جس سے حقوق العباد کا تعلق نہ ہو، کیونکہ وہ صاحبِ حق کی مرضی کے بغیر ساقط نہیں ہوتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال ایمان ہیں؛ کیونکہ قیامِ رمضان کو ایمان کہا ہے۔ اور اعمال میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ لہذا ایمان بھی زائد ناقص ہوگا۔

اس حدیث میں یہ جملہ " مَنْ يَقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ الخ فعل مضارع شرط ہے۔ اور غُفِرَ لَهٗ " اس کا جواب ہے اور یہ جائز ہے جیسے قرآن کریم میں ہے۔ إِنْ نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ آيَةً

فَظَلَّتْ الآیۃ فَظَلَّتْ شرط کے جواب کے تابع ہے اور وہ جواب ہی ہوتا ہے۔ اس باب میں شرط مضارع ذکر کی ہے اور قیام رمضان اور اس کے صیام دونوں بابوں میں جو اس کے بعد آرہے ہیں۔ شرط ماضی ذکر کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان مبارک کا قیام اور اس کے روزوں کا وقوع محقق اور یقینی ہے۔ اس لئے شرط ماضی ذکر کی جو تحقق وقوع پر دلالت کرتی ہے اور قیام لیلۃ القدر یقینی نہیں اس لئے شرط مستقبل ذکر کی۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اسے لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں تقدیریں، رزق اور اس سال میں لوگوں کی زندگی کے ایام لکھے جاتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس رات کی قدر و منزلت اور شرف کے باعث اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے یا اس لئے کہ جو لوگ نیک اعمال کریں وہ صاحب قدر ہوتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کے وقت میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا یہ رات سارے سال میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ایک سال ایک رات میں ہوتی ہے تو دوسرے سال کسی اور رات میں ہوتی ہے۔ اسی لئے احادیث میں اس کے مختلف مواقع مذکور ہیں۔ امام مالک اور احمد اور ان کے علاوہ فقہا نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ رات رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں منتقل ہوتی ہے۔ کہا گیا ہے بلکہ سارے رمضان میں منتقل ہوتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ رات منتقل نہیں ہوتی اور تمام سالوں میں معین رات ہے۔ ان سے جدا نہیں ہوتی۔ حضرت امام ابو حنیفہ اور اُن کے تلامذہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یہ سارے سال میں ہے۔ بعض نے کہا یہ درمیانی عشروں میں ہے بعض نے کہا سارے رمضان میں ہے۔ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ بعض نے کہا رمضان کے اواخر میں ہے۔ بعض نے کہا عشرہ کی وتر راتوں میں ہے۔ بعض نے کہا شفع راتوں میں بعض نے کہا ۲۳ ویں یا ۲۷ ویں رات میں ہے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ بہر حال اس میں صحابہ کرام اور دیگر ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا یہ اُٹھالی گئی ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ حدیث کے آخر میں ہے۔ عنقریب یہ تمہارے لئے بہتر ہوگی اسے طاق راتوں میں تلاش کرو۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس کے رفع سے مراد یہ ہے کہ اس کی تعیین اُٹھالی گئی ہے تاکہ لوگ اس کی تلاش کے لئے عبادت میں کوشش کریں اور علامہ زمخشری نے کشاف میں ذکر کیا کہ اس کے اخفاء کی وجہ یہ ہے کہ جو کوئی اسے تلاش کرنا چاہے وہ راتوں بھر بیدار رہے اور عبادت میں مشغول رہے۔

شیخ عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس رات کے متعلق پوچھا گیا اور کہا گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہیں تو وہ غصہ سے بھر گئے اور کہا اگر میں مر جاؤں اور میری لاش پھول جائے جیسے مرے ہوئے گدھے کی لاش پھول جاتی ہے اور ٹانگیں اوپر اُٹھ جائیں، میری اس حالت میں لیلۃ القدر آجائے تو مجھے اس کا علم ہوتا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔ دراصل یہ سارا سال منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے آپ نے اس کو معین نہیں فرمایا تاکہ لوگ عبادت میں کوشش کریں اور توکل نہ کر بیٹھیں جو کوئی سارا سال جاگے اور راتوں بھر عبادت کرتا رہے وہ اسے پالے گا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

بَابٌ اَلْجِهَادُ مِنَ الْاِيْمَانِ

۳۵ — حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْزُرْعَةَ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْتَدَبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ اَوْ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ اَنْ اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ وَلَوَدِدْتُّ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰى ثُمَّ اُقْتَلُ

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں - حدیث ۱۳ میں اسی ترتیب سے مذکور ہیں۔ اعرج عبدالرحمٰن بن ہرمز مدنی قرشی ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسانید سے ابوزناد عن اعرج صحیح تر اسناد ہے (عینی، قسطلانی)

باب — جہاد ایمان کی علامت ہے

۳۵ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے اور اس کو جہاد کے لئے صرف مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسولوں کی تصدیق ہی نے نکالا ہو یہ ذمہ لیا ہے کہ اسے ثواب یا غنیمت کے ساتھ واپس کرے جو اس نے حاصل کیا یا قتل ہونے کی صورت اسے جنت میں داخل کرے اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو میں کسی چھوٹے لشکر سے پیچھے بیٹھ نہ رہتا، البتہ میں اس امر سے محبت کرتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں

پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کر دیا جاؤں۔

۳۵ — شرح

شرح : اس باب کی باب قیام لیلۃ القدر سے مناسبت اس طرح ہے کہ لیلۃ القدر میں قیام، مجاہدہ کرنے، مشقت برداشت کرنے اور اہل و عیال سے اختلاط ترک کرنے سے جہاد کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس کے سوا اسے مجاہد ہی نہیں کہا جاتا۔ نیز جیسے لیلۃ القدر میں قیام کرنے والا اس رات کو پانے کی کوشش کرتا ہے اور اس سے فیض یاب ہوتا ہے ورنہ عظیم ثواب ہی پاتا ہے۔ ایسے ہی مجاہد شہداء کا درجہ اور ان کا مرتبہ پانے کی کوشش کرتا ہے؛ ورنہ مالِ غنیمت اور ثواب لے کر واپس آتا ہے۔ ان دونوں وجہوں کے سبب لیلۃ القدر کے بعد باب الجہاد من الایمان ذکر کیا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ تمام مومن جنت میں داخل ہوں گے۔ حدیث میں مجاہد کی کیا تخصیص ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ موت کے بعد جنت میں مقربین لوگوں کے ساتھ حساب و عذاب اور گناہوں کے مواخذہ کے بغیر داخل ہوگا اور شہادت سے اس کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل قرض کے سوا ہر شئ کا کفارہ ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ غازی کو ثواب یا غنیمت دیکر واپس کرے گا اور اگر شہید ہو گیا تو اسے جنت میں داخل کرے گا۔ حدیث میں لفظ "أو" احد الامرین کو چاہتا ہے۔ حالانکہ غازی کو ثواب اور غنیمت دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "أو" واؤ کے معنیٰ میں ہے یعنی اسے دونوں عطا فرمائے گا؛ البتہ یہ سوال ہوگا کہ حدیث میں ہے کہ مجاہد کو صرف مجھ پر ایمان لانے یا میرے رسول کی تصدیق نے جہاد کے لئے نکالا ہو؛ حالانکہ ایمان کے لئے دونوں کا اجتماع ضروری ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے۔ اس میں دونوں جزء جمع ہو جاتے ہیں بلکہ یہاں ان کا اجتماع ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رسول کی تصدیق کو مستلزم ہے۔ ایسے ہی رسول کی تصدیق اللہ پر ایمان کو مستلزم ہے۔

حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص جہاد کے لئے نکلے اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ ہر حال میں خیر پائے گا اگر وہ شہید ہو گیا تو جنت میں داخل ہوگا یا صرف ثواب لے کر واپس آئے گا یا ثواب اور غنیمت دونوں حاصل کرے گا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبت و مودت کرنا مودت ترغیب ہے یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جہاد کرنے اور اس میں شہید ہونے کی ترغیب دلائی ہے۔

حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص جہاد کے لئے نکلتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے رسولوں کی تصدیق بھی کرتا ہے تو اس کا جہاد کے لئے خروج ایمان ہے اور مؤلف کا بھی یہی مقصد ہے کہ جہاد ایمان ہے۔ "انتدب" اللہ نے ذمہ لیا ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱ حرمی بن حفص بن عمر عتکی قسملی بصری ہیں۔ ۲۲۳ ہجری میں فوت ہوئے ۲ ابو بشر عبدالواحد بن زیاد

بَابٌ تَطَوُّعُ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنَ الْإِيْمَانِ

۳۶ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

عبدی بصری ہیں اور ثقفی مشہور ہیں۔ یحییٰ اور ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابن سعد نے کہا وہ کثیر الحدیث ثقہ ہیں۔ ۱۷۱ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ عمارہ بن قعقاع بن شبرمہ کوفی ہیں۔ ثوری اور اعمش نے ان سے روایت کی ہے۔ یحییٰ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم نے کہا وہ صالح الحدیث ہیں۔

ع۴ ابوزرعہ ان کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ان کا نام ہرم ہے کہا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن ہے عمرو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ بعض نے کہا ان کا نام عبیداللہ بن عمرو ہے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ع۵ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب ماہِ رمضان کی نفلی عبادت ایمان کا حصہ ہے

۳۶ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایماندار ہو کر طلبِ ثواب کے لئے رمضان مبارک میں عبادت کرے تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

۳۶ شرح : یعنی جو شخص رمضان مبارک کی راتوں میں نوافل یا تراویح اس حال میں پڑھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے خالص نیت سے اللہ کی رضا کا طالب ہے تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ حدیث کا ظاہر سیاق تو یہی ہے کہ

صغائر و کبائر سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں؛ لیکن علماء نے انہیں صغائر سے خاص کیا ہے۔ کیونکہ اس کی مثل دُوسری احادیث میں یہ قید ہے کہ وہ کبائر گناہوں سے بچتا ہو، کیونکہ وہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ یہ حدیث قیام رمضان میں ہے۔ دُوسری حدیث میں ہے کہ جو کوئی رمضان کے روزے رکھے اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تیسری حدیث میں ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے رمضان کے روزوں سے رمضان سے رمضان تک سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ عمرہ کرنے سے دوسرے عمرہ تک سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح اور بھی احادیث مذکور ہیں تو جب ایک حدیث کے مضمون کے مطابق گناہوں کا کفارہ ہوگیا اور وہ بخش دیئے گئے تو دُوسری احادیث کس کا کفارہ ہوں گی۔ ان سے کون سے گناہ معاف ہوں گے؛ کیونکہ جب صغائر پائے ہی نہ گئے یا کبائر توبہ سے معاف ہوگئے یا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے گناہ کرنے کی توفیق ہی نہ دی تو گناہوں کا وجود ہی نہ رہا تو ان احادیث کے مطابق کس کا کفارہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان خصال میں سے ہر ایک صغائر کے کفارہ کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اگر گناہ ہوں تو ان سے اُن کا کفارہ ہوجائے گا اور اگر یہ امور اور خصال کرنے والے کے گناہ نہیں ہیں وہ مکلف نہیں یا اسے گناہ کرنے کی توفیق ہی نہیں دی گئی یا اُس نے توبہ کرلی ہو جس سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں یا گناہوں کے بعد نیکیاں کرلی ہوں جس سے گناہ ختم ہوجاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ" تو اِن خصال کرنے والے کے درجات بلند ہوں گے۔ اور اس کی نیکیاں ہی نیکیاں ثبت ہوں گی۔ بعض علماء نے کہا کہ ان امور کرنے والے کے اگر کبائر ہیں تو ان میں تخفیف کردی جائے گی۔ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ " (قسطلانی کرمانی)

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ اسماعیل بن اویس اصبحی مدنی ہیں وہ اپنے شیخ امام مالک رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں۔ ع۲ مالک بن انس رضی اللہ عنہ ع۳ محمد بن مسلم بن شہاب۔ زہری جلیل القدر تابعی ہیں ع۴ حُمید بن عوف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ انہیں ابوعبدالرحمٰن اور ابوعثمان کہا جاتا ہے وہ قرشی زہری مدنی ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اخیافی ہمشیرہ ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف پہلے ہجرت کی۔ ان کا نام ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی مُعیط ہے وہ حضرت عثمان کی والدہ کی جانب سے ہمشیرہ ہیں۔ ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ وہ کثیر الحدیث تھے۔ ۹۵۔ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر ۷۳ برس تھی۔ ع۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بَابٌ صَوْمُ رَمَضَانَ احْتِسَابًا مِنَ الْاِيْمَانِ

۳۷ــ حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔

باب ــ طلبِ ثواب کے لئے رمضان کے روزے ایمان کی علامت ہیں

۳۷ ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایماندار ہو کر اور طلبِ ثواب کے لئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

۳۷ ــ شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیام لیلۃ القدر اور قیام رمضان کے درمیان باب الجہاد کو ذکر کیا۔ اس ترتیب میں مناسبت یہ ہے کہ ان ابواب میں مذکور تمام امورِ ایمان ہیں اور یہ ایمان کی علامات ہونے میں مشترک ہیں اور بابوں کی مناسبت کا خیال نہیں کیا گیا (کرمانی)

رمضان کے روزوں سے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے بشرطیکہ کوئی بھی روزہ بلاعذر نہ چھوڑے اور اگر عذرِ شرعی کے باعث روزے نہ رکھ سکا ہو مگر اس کی نیت یہ تھی کہ اگر عذر نہ ہوتا تو وہ ضرور روزے رکھتا وہ شخص بھی اس ضمانت میں داخل ہے ایمان کے بعد احتساب کو ذکر کیا حالانکہ ایماندار شخص ضرور ثواب کا طالب ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کیونکہ ایماندار کبھی ریاکاری کے لئے بھی عمل کرتا ہے حالانکہ اس عمل کا کچھ ثواب نہیں۔ معلوم ہوا کہ ایمان واحتساب میں ملازمہ نہیں ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱ محمد بن سلام بیکندی حدیث ۱۹ میں ذکر ہو چکا ہے۔ ۲ محمد بن فضیل بن غزوان بن جریر ضبی کوفی

بَابٌ اَلدِّيْنُ يُسْرٌ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللهِ الْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ

۳۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مَعْنِ بْنِ مُحَمَّدِ الْغِفَارِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ

ہیں۔ ابوزرعہ نے انہیں صدوق کہا ہے۔ ۱۵۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ یحیٰی بن سعید انصاری مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ حدیث ع۱ میں ذکر ہوچکا ہے۔

ع۴ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ قرشی، مدنی، تابعی، جلیل امام اور مدینہ منورہ میں فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ ان کا ذکر ہوچکا ہے۔ ع۵ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باب — دین آسان ہے

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد : اللہ تعالیٰ کو محبوب ترین دین ابراھیمی آسان دین ہے

۳۸ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دین آسان ہے۔ جو کوئی دین میں سختی کرے گا یہ اس پر ضرور غالب آجائے گا۔ تم میانہ روی اختیار کرو اور عبادت میں قریب رہو اور خوش رہو اور صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں عبادت سے استعانت کرو۔

۳۸ —

شرح : حنیف کا معنی باطل سے حق کی طرف مائل ہونے والا۔ سمحہ کا معنی سہلہ ہے یعنی آسان۔ اور ملت سمحہ وہ ہے جس میں کچھ حرج نہ ہو اور نہ ہی اس میں لوگوں پر تنگی وغیرہ ہو اور ملتِ اسلام ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لام عہد خارجی ہو اور ملت حنفیہ سے ملت ابراہیمیہ مراد ہو۔ عربوں کے نزدیک حنیف وہ ہے جو ملتِ ابراہیم پر ہو۔ پھر جو ختنہ کرے اور بیت اللہ کا حج کرے اسے بھی حنیف کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس لئے حنیف کہا جاتا ہے کہ وہ بتوں کی پوجا سے الگ تھلگ تھے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ مجھے ملت ابراہیمیہ پر بھیجا گیا ہے جن کا مبنیٰ سہولت اور مسالحت پر ہے جو بنی اسرائیل کے ادیان، ان کے احبار اور رُہبان کی سخت باتوں کے خلاف ہے اور اَحَبُّ کا معنیٰ محبوب ہے۔ قولہ لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اِلَّا غَلَبَہٗ،، کا معنی یہ ہے کہ دین آسان ہے۔ جو کوئی دین کی گہرائیوں میں جائے گا اور آسانی کو ترک کر دے گا۔ دین اس پر غلبہ کرے گا اور وہ اس کی گہرائیوں میں جانے سے عاجز ہو جائے گا اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دے گا۔ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ دین اعمال کا نام ہے کیونکہ عُسر اور یُسر سے اعمال ہی موصوف ہوتے ہیں اور دین، ایمان اور اسلام شیئٌ واحد ہیں۔ حدیث سے مراد آسان عمل کرنے اور ان اعمال پر اقتصار کرنے کی ترغیب دلانا ہے۔ جن کو عمل کرنے والا آسانی سے کر سکے اور ان پر دوام و استمرار کر سکے اور جو کوئی دین کی گہرائی میں جانے کی کوشش کرتا ہے۔ دین اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ شخص مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی لئے دین میں آسانی اختیار کرنی چاہیئے اور میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔ اس کی انتہا کو پہنچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ قَارِبُوْا کا معنی یہ ہے کہ عبادت میں میانہ روی اختیار کرو اور اس کی گہرائی میں نہ جاؤ۔ اگر تم عبادت کی انتہاء کو پہنچنے کی کوشش کرو گے تو نہ پہنچ سکو گے اور "اَبْشِرُوْا"،، کا معنیٰ یہ ہے کہ تمہیں عمل پر ثواب حاصل ہونے کی خوشخبری ہو۔ قولہ وَاسْتَعِیْنُوْا الخ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ عبادت کے لئے فرصت کے اوقات کو غنیمت سمجھو کر عبادت کے دوام کی تمہیں طاقت نہیں اور اس میں میانہ روی سے استعانت کرو جیسے مسافر جب رات دن سفر کرتا رہے تو عاجز ہو جاتا ہے اور اپنا مقصد کھو بیٹھتا ہے اور جب شروع دن میں سفر کرے پھر آرام کرے پھر آخر دن میں سفر کرے اور کچھ آخر رات میں سفر کرے تو مشقت کے بغیر اس کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے یہ اوقات مسافر کے سفر کے لئے بہترین اوقات ہیں اسی طرح عبادت ایسے اوقات میں کرے کہ اس کا دل عبادت کے لئے فارغ ہو اور اسے کچھ ملال نہ ہو۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ عبادت میں میانہ روی اختیار کرو اور ساری راتیں اور سارے دن عبادت میں مشغول نہ رہو بلکہ دن اور رات کے کچھ حصوں میں عبادت کرو اور باقی اوقات میں آرام کرو تاکہ کثرتِ عبادت سے تھک نہ جاؤ۔ پھر بالکل ہی عبادت ترک کر دو۔ (کرمانی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل میں رفق کرنا چاہیئے؛ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قدر عمل کرو کہ تم وہ کر سکو!

بَابُ الصَّلٰوةِ مِنَ الْاِيْمَانِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ يَعْنِىْ صَلَاتَكُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ ٣٩ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُوْ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَزَلَ عَلٰى اَجْدَادِهٖ اَوْ قَالَ اَخْوَالِهٖ مِنَ الْاَنْصَارِ وَاَنَّهٗ صَلّٰى قِبَلَ بَيْتِ

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ عبدالسلام بن مُطَہّر بن حسام بن مصک ازدی بصری ہیں ان کی کنیت ابوظفر ہے۔ ۲۲۴ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ عمر بن علی بن عطاء بن مُقدّم مقدمی بصری ہیں۔ ان کی کنیت ابوحفص ہے۔ ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ وہ حدیث میں تدلیس کرتے تھے۔ امام بخاری نے کہا ان کے بیٹے عاصم نے کہا وہ ایک سو نوے ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ مَعْن بن محمد بن معن بن نضلہ غفاری حجازی ہیں۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ع۴ سعید بن ابی سعید ان کے والد کا نام کیسان مقبری مدنی ہے۔ ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے ابن سعد نے کہا وہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں، لیکن وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور وفات سے چار سال پہلے خلط ملط کرنے لگے تھے۔ بیروت میں درس حدیث دیتے رہے۔ ۱۲۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۵ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب ــ نماز ایمان کا حصّہ ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اللہ تمہارا ایمان ضائع نہیں کرے گا یعنی جو نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی ہے۔

۳۹ ــ ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَأَنَّهُ صَلَّى أَوَّلَ صَلٰوةٍ صَلَّاهَا صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ مَسْجِدٍ وَهُمْ رَاكِعُونَ فَقَالَ أَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَتِ الْيَهُودُ قَدْ أَعْجَبَهُمْ إِذْ كَانَ يُصَلِّي قِبَلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَأَهْلُ الْكِتَابِ فَلَمَّا وَلَّى وَجْهَهُ قِبَلَ الْبَيْتِ أَنْكَرُوا ذٰلِكَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا أَنَّهُ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ رِجَالٌ وَقُتِلُوا فَلَمْ نَدْرِ مَا نَقُولُ فِيهِمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ

جب پہلے (ہجرت کرکے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے انصار میں سے اپنے اجداد یا ماموؤں کے ہاں قیام فرمایا اور بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ نماز پڑھی۔ آپ کو یہ پسند تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ کی طرف ہو اور سب سے پہلی نماز جو آپ نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی اور آپ کے ساتھ کچھ لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی ان میں سے ایک شخص نکلا اور ایک مسجد کے نمازیوں پر گزرا جو رکوع میں تھے اور کہا اللہ کی قسم میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے تو وہ لوگ اسی حالت میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔ جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے تو یہود اور اہل کتاب بہت خوش تھے اور جب آپ نے منہ کعبہ کی طرف پھیر لیا تو انہیں یہ بُرا معلوم ہوا۔ زہیر نے کہا ہمیں ابو اسحاق نے خبر دی کہ اُنھوں نے اپنی حدیث میں کہا کہ تحویل قبلہ سے پہلے کچھ لوگ فوت ہوگئے یا وہ شہید ہوگئے تھے۔ ہم نے نہ جانا کہ ان کے حق میں کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ اللہ تمہارا ایمان ضائع نہیں کرے گا۔

۳۹ شرح: یعنی مکہ مکرمہ میں بیت الحرام کے پاس تم نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے جو نمازیں پڑھی ہیں اللہ انہیں ضائع نہیں کرے گا حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ کرام نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے لیکن کعبہ مکرمہ کی طرف پشت نہیں فرماتے تھے بلکہ کعبہ مکرمہ کو اپنے اور بیت المقدس کے درمیان کرتے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے روز ضحوہ کبریٰ کے وقت مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور پیر کے روز ہی آپ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی تھی۔ غارِ ثور میں تین دن قیام فرمایا اور بارہ دن سفر میں رہے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک پہنچنے میں کل پندرہ روز سفر کیا اور مدینہ منورہ میں پہلے اپنے ماموؤں کے پاس اقامت فرمائی۔ ابن سعد نے کہا کہ آپ نے بنی عمر کے پاس قباء میں چودہ روز اقامت فرمائی پھر آپ جمعہ کے روز وہاں سے نکلے اور بنی سالم بن عوف کے پاس لبطن وادی کی مسجد میں نمازِ جمعہ پڑھی۔ یہ مدینہ منورہ میں پہلی نمازِ جمعہ تھی جو آپ نے پڑھی۔ پھر راستہ میں لوگ اقامت کے لئے عرض کرتے تھے لیکن آپ یہی فرماتے کہ جہاں اونٹنی بیٹھے گی۔ وہاں ہی اقامت ہوگی کیونکہ یہ اللہ کے حکم سے چل رہی ہے حتیٰ کہ بنی عدی بن نجار جو آپ کے ماموں ہیں سے گذر گئی (حضرت عبد المطلب کی والدہ سلمٰی بنت عمرو اس قبیلہ میں سے تھیں اس لئے بنو نجار آپ کے ماموں ہیں) اور بنی مالک بن نجار کے پاس پہنچی اور مسجد کے دروازہ کے پاس بیٹھ گئی اس وقت وہ جگہ بکریوں کے ٹھہرنے کی جگہ تھی، لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر بیٹھے رہے حتیٰ کہ وہ اٹھ کر کچھ دور گئی جبکہ آپ نے اس کی مہار چھوڑ رکھی تھی۔ پھر اس نے پیچھے کی طرف دیکھا تو پہلی جگہ پر آکر پھر بیٹھ گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُترے اور ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ اس سے کجاوہ اُتار کر اپنے گھر لے گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ آپ نے مسجد نبوی اور مکانات بنائے پھر ابوایوب کے گھر سے ان میں تشریف لے گئے جبکہ آپ نے ابوایوب کے گھر سات ماہ قیام فرمایا تھا اور دونوں صاحبزادیاں سیدہ فاطمہ، ام کلثوم اور ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہن کو اپنے مکانات میں لانے کے لئے اپنے موالی زید اور ابورافع کو بھیجا اور وہ انہیں لے کر وہاں آگئے۔ معلوم ہوا کہ آپ اپنے ماموؤں بنی نجار کے پاس نہیں ٹھہرے تھے وہاں سے اونٹنی گزر گئی تھی۔ آپ بنی مالک کے پاس ٹھہرے تھے جو عدی کے بھائی تھے اور ان کو مجازاً ماموں کہا گیا ہے؛ کیونکہ ان کے مکانات آپ کے ماموؤں کے مکانات قریب تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس روایت میں سولہ یا سترہ ماہ شک سے ذکر کیا ہے؛ کیونکہ آپ یقیناً ربیع الاوّل میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور دوسرے سال نصف رجب کو تحویل قبلہ ہوئی تھی۔ جمہور علماء یہی کہتے ہیں۔ حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کی ہے۔ ابن حبان نے سترہ ماہ تین دن ذکر کئے ہیں؛ کیونکہ آپ بارہ ربیع الاوّل کو تشریف لائے تھے۔ اس طرح تین دن اُوپر ہو جاتے ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر سب سے پہلے عصر کی نماز پڑھی تھی۔ امام بخاری

نے کتاب الصلوٰۃ میں براء بن عازب سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر وہ انصار کے پاس سے گزرا جبکہ وہ عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے تھے۔ جب اُن سے ذکر کیا کہ قبلہ تبدیل ہوگیا ہے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ پہلی حدیث میں پہلی نماز عصر کی نماز ذکر کی اور دوسری نماز کو مطلقاً ذکر کیا جبکہ دوسری حدیث میں پہلی نماز کو مطلقاً ذکر کیا اور دوسری کو عصر سے مقید کیا۔ اور کتاب خبرالواحد " میں دونوں نمازوں کو عصر سے مقید کیا۔ ترمذی نے بھی دونوں جگہ عصر کی نماز کا ذکر کیا ہے۔

بخاری، نسائی اور مسلم میں بھی کتاب الصلوٰۃ میں ابن عمر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا ایک وقت لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ کوئی شخص آیا جبکہ ان کے چہرے شام کی طرف تھے اس نے تحویل قبلہ کی خبر دی تو وہ نماز میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔

مسلم میں بھی حضرت انس سے ابن عمر کی روایت جیسی ہے کہ صبح کی نماز تھی۔ بنی سلمہ سے ایک شخص وہاں سے گزرا اور فجر کی نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔ عصر کی صبح کی روایات میں جمع اور اتفاق کا یہ طریقہ ہے کہ اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی تھی پھر وہ شخص انصار کے پاس سے عصر کی نماز کے وقت گزرا یہ براء کی روایت کے مطابق جمع ہے اور حضرت انس اور ابن عمر کی روایت کے مطابق کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ وہ دوسرے روز اہلِ قباء کی نماز ہے۔ اس طرح ان احادیث میں اتفاق ظاہر ہے۔ وہ شخص جن کے پاس سے گزرا تھا، وہ اہلِ قبا نہیں تھے بلکہ مدینہ منورہ میں مسجد والوں کے پاس سے گزرا تھا جبکہ وہ عصر کی نماز میں تھے اور اہلِ قبا کے پاس صبح کی نماز کے وقت آیا تھا۔ جیسا کہ روایات میں تصریحاً موجود ہے۔ قولہ فَمَرَّ عَلٰی اَھْلِ مَسْجِدٍ آہ یہ لوگ اہلِ قباء نہیں بلکہ وہ بنی سلمہ کی مسجد والے ہیں جسے ذوقبلتین کہا جاتا ہے۔ ان کے پاس سے وہ شخص گزرا جبکہ وہ عصر کی نماز میں تھے اور اہلِ قباء کے پاس صبح کو آیا تھا۔ جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے تحویل قبلہ سے پہلے کئی لوگ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوکر نمازیں پڑھتے رہے اور وہ فوت ہوگئے یا شہید ہوگئے تھے ان کی نمازیں مقبول ہیں، کیونکہ وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوکر نمازیں اللہ کے حکم سے پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ضائع نہیں کیا اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ ظہر کی کچھ نماز پڑھنے کے بعد سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے، کیونکہ یہ صحیح روایات کے خلاف ہے۔ تحویل قبلہ ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی تھی اور آپ نے سب سے پہلی نماز جو کعبہ کی طرف متوجہ ہوکر پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ اس حدیث شریف میں اعمال کا ایمان پر اطلاق ہے اور اعمال کے تفاوت سے کمالِ ایمان میں تفاوت لازمی امر ہے۔ یہ مرجئہ پر ردِ بلیغ کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ وہ اعمال کو ایمان نہیں کہتے ہیں (عینی، قسطلانی)

علامہ قسطلانی نے کہا اس حدیث سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے حضور عظیم فضیلت اور عظمت و کرامت معلوم ہوتی ہے کہ جو آپ چاہتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کر دیا۔ قرآن کریم میں ہے: وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی " نیز حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرماتا ہے: مِنْ لَدُنِ الْعَرْشِ اِلٰی تَحْتَ الْاَرْضِیْنَ کُلُّهُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَكَ یَا مُحَمَّدُ"، یعنی اے محمد" صلی اللہ علیہ وسلم زمینوں کے تلے سے لے کر عرش تک جتنی مخلوق ہے وہ میری رضا کی طالب ہے اور میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت فضیلت ہے۔ علامہ بوصیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔

؎ فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ حَدٌّ ۔۔۔ فَیُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٖ "

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی کوئی حد نہیں جو کوئی بیان کرنے والا اپنے منہ سے اظہار کرسکے صلی اللہ علیہ وسلم

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں ع۱ ابوالحسن عمرو بن خالد بن فروخ بن سعید بن عبدالرحمٰن بن واقد بن لیث بن واقد بن عبد حنظلی جزری حرانی ہیں۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ عجلی نے کہا وہ مصری ثقہ ہیں ۲۲۹ ہجری کو مصر میں فوت ہوئے۔ بخاری کے شیوخ میں صرف یہی شیخ ہیں جن کا نام عمرو بن خالد ہے بلکہ صحاح ستہ کے رُوات میں ان کے سوا کوئی عمرو بن خالد نہیں۔ البتہ ابن ماجہ نے عمرو بن خالد واسطی سے روائت کی ہے اور وہ متروک ہے اور عمرو بن خالد کوفی منکر حدیث ہے۔

ع۲ زُہیر بن معاویہ بن خُدیج جُعفی کوفی ہیں۔ وہ جزیرہ میں رہتے تھے۔ ایک سو بہتر یا تہتر ہجری میں فوت ہوئے اور وفات سے ڈیڑھ برس پہلے مفلوج ہو گئے تھے۔ علماء نے ان کی جلالت، حسنِ الفاظ اور اتقان پر اتفاق کیا ہے اور ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے ان سے روائت کی ہے۔

ع۳ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ بن علی ہمدانی سبیعی کوفی تابعی ہیں بہت بڑے عالم محدث ہیں ان کی جلالت اور توثیق پر اتفاق ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ انھوں نے حضرت علی، اسامہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے، لیکن سماع کا ثبوت نہیں، البتہ عبداللہ بن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، امیر معاویہ اور کثیر صحابہ سے سماعت کی ہے۔ ایک سو ستائیس یا اٹھائیس یا انتیس میں فوت ہوئے۔

ع۴ ابوعمارہ براء بن عازب بن حارث انصاری اوسی حارثی مدنی ہیں۔ کوفہ میں آئے اور مصعب بن زبیر کے عہد میں کوفہ میں ہی فوت ہوئے۔ ابوعمرو شیبانی نے کہا براء نے ۲۴ ہجری میں رَی کو صلح یا غلبہ سے فتح کیا۔ ابوموسیٰ کے ساتھ غزوہ تُستَر میں موجود تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے ان کے والد عازب صحابی تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا اس کے سوا صحابہ میں کوئی عازب نہیں اور نہ ہی ان کے بیٹے کے سوا کوئی براء بن عازب ہے۔

بَابُ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ

قَالَ مَالِكٌ اَخْبَرَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ اَنَّ عَطَآءَ ابْنَ یَسَارٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَانَ زَلَّفَہَا وَ کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِہَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ وَالسَّیِّئَۃُ بِمِثْلِہَا اِلَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْہَا

باب — اِنسان کا حسنِ اسلام

عطاء بن یسار نے بیان کیا کہ ابوسعید خدری نے انہیں خبر دی کہ انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب انسان مسلمان ہو جائے اور اس کا اسلام اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر بدی جو اُس نے کسب کی ہو معاف کر دیتا ہے اور اس کے بعد حساب شروع ہوگا۔ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیاں سات سو گنے تک ہوگا اور برائی کا بدلہ اس کی مثل دیا جاتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کر دے "

شرح : پہلے باب میں تھا کہ نماز ایمان ہے۔ اس باب میں انسان کا حسن اسلام مذکور ہے۔ دونوں میں مناسبت اس طرح ہے کہ نماز کے بغیر حسنِ اسلام نہیں ہو سکتا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مُصنّف نے امام مالک رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا لہٰذا یہ تعلیق جازم الفاظ میں ہے۔ یہ صحیح ہے اس میں کوئی قدح نہیں۔ ابن حزم ظاہری نے کہا اس کی صحت میں قدح ہے۔ کیونکہ یہ منقطع ہے لیکن یہ درست نہیں، کیونکہ یہ حدیث دوسری جہتوں کے اعتبار سے موصول ہے مصنف

نے شہرت کے سبب اسے ذکر نہیں کیا اور یہ امر مسلّم ہے کہ بخاری کی شرط اور عادت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی حدیث کا جزم کرتے ہیں جو ثابت ہو؛ لہٰذا یہ تعلیق ثابت صحیح ہے۔ اگر سوال پوچھا جائے کیا اسے منقطع کہہ سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے منقطع کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ محدثین کی اصطلاح میں منقطع وہ ہے جس کا اسناد کسی وجہ سے متصل نہ ہو ، یہ منقطع ضرور ہے ، لیکن صحیح ہونے میں اس کا حکم متصل کا حکم ہے جیسا کہ بخاری کی شرط سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کیا یہ حدیث مُعضَل ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کے اسناد میں سے دو راوی یا زیادہ ساقط ہوں وہ مُعضَل ہوتی ہے یہاں ہو سکتا ہے کہ بخاری اور امام مالک کے درمیان دو راوی ساقط ہوں یا ایک ساقط ہو لہٰذا اس میں اعضال کا احتمال ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کیا یہ مرسل ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دار و مدار اصطلاح پر ہے محدثین کے نزدیک یہ مُرسَل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مرسل منقطع کے معنی میں ہے ، لیکن اکثر علماء اصُول کہتے ہیں کہ مرسل حدیث وہ ہے کہ تابعی کہے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لہٰذا یہ حدیث مرسل نہیں ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب انسان اسلام قبول کرے اور اس میں شکوک و شبہات سے بری ہو تو جو گناہ اُس نے پہلے کئے ہیں وہ سب معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْاِسْلَامُ یَجُبُّ مَاقَبْلَهٗ"، یعنی اسلام پہلے گناہ مٹا دیتا ہے پھر اس کے بعد بدلہ ہوتا ہے۔ یعنی جو بھی عمل وہ کرے گا۔ اگر وہ اچھا ہے تو دس سے لے کر سات گنا اور اس سے بھی زیادہ اسے ثواب ملے گا ، چنانچہ کتاب الرقاق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس سے سات گنا اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَاللّٰهُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ"، اللہ جس کے لئے اس سے بھی زیادہ نیکیاں بڑھا دیتا ہے۔ اگر بُرا ہو گا تو اس کی مثل پر زیادہ نہ ہو گا۔ ہاں اگر اللہ معاف کر دے تو اتنا بھی بدلہ نہ ہو گا۔ اس حدیث میں اہلسنت و جماعت کے مذہب کی تائید ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے۔ اگر چاہے تو درگزر کر دے اگر چاہے تو مؤاخذہ کرے اور معتزلہ کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ کبائر کے مرتکب اگر توبہ کے بغیر مر جائیں تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیا کہ حدیث کے پہلے حصہ میں ان لوگوں کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتا کہ حُسن کے درجات متفاوت ہوتے ہیں لہٰذا ایمان زیادہ اور ناقص ہو گا۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسن ایمان کی صفت ہے اگر صفت زیادتی اور نقصان کو قبول کرے تو اس کو یہ لازم نہیں کہ ذات بھی اسے قبول کر لیتی ہے کیونکہ من حیث الذات اسے قبول نہیں کرتی اس کی تحقیق کتاب الایمان میں ہو چکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو موصول ذکر نہیں کیا ، لیکن ابوذر ہروی ، نسائی نے سنن میں

۴۰ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُکُمْ اِسْلَامَهٗ فَکُلُّ حَسَنَةٍ یَعْمَلُهَا تُکْتَبُ لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَّکُلُّ سَیِّئَةٍ یَعْمَلُهَا تُکْتَبُ لَهٗ بِمِثْلِهَا

حسن بن سفیان نے مسند میں اور اسماعیلی نے اسے موصول ذکر کیا ہے۔
علامہ قسطلانی نے کہا۔ کہا گیا ہے کہ مؤلف نے اس لئے حدیث کو مختصر ذکر کیا کہ شریعت کا اصول ہے کہ کافر کو کفر و شرک کی حالت میں نیکی کرنے پر ثواب حاصل نہیں ہوتا؛ کیونکہ متقرب (عبادت کرنے والا ہے) کی شرط ہے کہ وہ جس کا تقرب چاہتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور کافر میں یہ وصف نہیں۔ اس لئے اسے ثواب نہ ملے گا؛ لیکن امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے۔ انھوں نے کہا محققین کہتے ہیں کہ کافر جب اچھے عمل کرے اور اچھے عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو جیسے صلہ رحمی کرے۔ غلام آزاد کرے پھر وہ مسلمان ہو جائے اور اسلام پر اس کی وفات ہو تو ان اعمال کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔ بخاری مسلم میں حکیم بن حزام کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: اَسْلَمْتَ عَلٰی مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ، لیکن قاضی عیاض نے کہا کہ حکیم بن حزام کی حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ کفر کی حالت میں نیک اعمال کی برکت سے اسے اللہ نے اسلام کی ہدایت دی اور جس سے شروع امر میں نیکی ظاہر ہو وہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کی عاقبت اچھی ہوگی۔ اس تاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر اگر کفر کی حالت میں نیک عمل کرے تو اس کی برکت سے اسے ایمان نصیب ہو سکتا ہے، لیکن اس کا ثواب نہیں ملے گا۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا دُعَاءُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ،، مازری نے کہا کہ قواعد اور اصول کے مطابق کافر کی کوئی عبادت صحیح نہیں؛ لہٰذا بحالتِ کفر اس کو طاعت پر ثواب نہ ملے گا اور حکیم بن حزام کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ تُو نے اچھی عادت بنائی ہے تجھے اس کے باعث اسلام میں نفع حاصل ہوگا کہ نیک اعمال کرنے میں مدد ہوگی۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ تو نے اچھی ثنا کسب کی ہے۔ وہ تیرے لئے اسلام میں باقی رہیگی تیسری تاویل یہ ہے کہ اسلام کی حالت میں جو نیکیاں کرے گا ان میں اضافہ ہوگا اور ثواب زیادہ ہوگا کیونکہ اُس نے پہلے اچھے عمل کئے ہیں۔ حدیث میں ہے جب کافر اچھا عمل کرے تو اس کے سبب اس سے تخفیف ہو جاتی ہے اور بعید نہیں کہ اس کا ثواب بھی زیادہ ہو جائے۔ چوتھی تاویل جو قاضی عیاض نے کی ہے وہ اُوپر مذکور ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں : ان کا ذکر ہو چکا ہے ۔

۴۰ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنا اسلام اچھا کرے تو ہر نیکی جو وہ کسب کرے گا اس کے لئے دس مثلوں سے لے کر سات سو گنا تک لکھی جائے گی اور جس بدی کا وہ کسب کرے گا وہ اس کے لئے اس کی مثل لکھی جائے گی ۔

۴۰ — شرح : حسنِ اسلام یہ ہے کہ اعتقاد و اخلاص سے مسلمان ہوا اور ظاہر و باطن میں اسلام میں داخل ہو ۔ یہ خطاب اگرچہ اس وقت کے حاضرین کو ہے، لیکن اس کا حکم عام قیامت تک آنے والے مردوں اور عورتوں کو شامل ہے ۔ اس خطاب میں غلام بھی داخل ہیں ۔

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ع۱ اسحاق بن منصور بن بہرام ان کی کنیت ابو یعقوب کوسج مرو کے رہنے والے ہیں ۔ نیشاپور میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ عراق، شام اور حجاز میں بھی گئے آپ حدیث کے امام ہیں امام نسائی نے انہیں ثقہ کہا ۔ نیشاپور میں ۲۵۱ ۔ ہجری کو فوت ہوئے ۔

ع۲ عبدالرزاق بن ہمام بن نافع یمنی صنعانی ہیں ۔ یحییٰ بن معین نے انہیں قوی نہیں کہا عباس بن عبدالعظیم نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی ہے انھوں نے کہا اس سے واقدی زیادہ سچا ہے ۔ لوگ ان کے پاس جا کر حدیثیں لکھتے تھے اور ان کی حدیث میں کچھ حرج نہ دیکھا، لیکن وہ انہیں شیعہ کہتے تھے ۔ اہلِ بیتِ اطہار کے فضائل میں انھوں نے احادیث روایت کی ہیں لیکن ثقہ راویوں نے ان کی موافقت نہیں کی ۔ بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا کہ عبدالرزاق اپنی کتاب سے جو حدیث بیان کریں ۔ وہ صحیح ہے دو سو گیارہ ہجری میں فوت ہوئے ۔

ع۳ معمر بن راشد بصری ، ان کی کنیت ابوعروہ ہے ان کی کنیت ابوعروہ ہے ان کا ذکر ہو چکا ہے ۔

ع۴ ہمام بن منبہ بن کامل بن سیج یمانی صنعانی ہیں ان کی کنیت ابوعقبہ ہے ۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے ۔ ۱۳۱ ۔ ہجری کو صنعاء میں فوت ہوئے ۔

ع۵ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

بَابٌ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ اَدْوَمُهُ

۴۱ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا امْرَاَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ

باب ــ اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل وہ ہے جس پر دوام ہو "

۴۱ ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے جبکہ ان کے پاس کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ ام المؤمنین نے کہا یہ فلاں عورت ہے اور ان کی کثرتِ نماز کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو! تم اپنے پر وہ لازم کرو جس کی تمہیں طاقت ہے۔ بخدا! اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا حتی کہ تم ہی تھک جاؤ اور اللہ کو محبوب عمل وہ ہے جس کا کرنے والا اس پر دوام کرے۔

۴۱ ــ شرح : لفظ دین کئی معانی میں مشترک ہے۔ عبادت، جزاء، طاعت، حساب، سلطان، ملت، تقویٰ، غلبہ، حال، عبودیت، طریقہ اور اسلام پر دین کا اطلاق ہوتا ہے اور یہاں دین سے مراد طاعت ہے۔ اس کے لئے دین کی اصل وضع ہے۔ باب کا معنی یہ ہے کہ طاعت پر دوام اللہ کو محبوب ہے۔ اس باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں انسان کا حسنِ اسلام مذکور ہے۔ اور حسنِ اسلام جب ہی ہوگا کہ مامورات کو بجا لائے اور نواہی سے رکا رہے اور اللہ کی مخلوق پر شفقت کرے۔ اس باب میں مداومت اور ہمیشگی مطلوب ہے۔ جب انسان اس پر ہمیشگی کرے گا تو اللہ کی محبت

زیادہ ہوگی ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک عمل پر مواظبت کرنے والے سے محبت کرتا ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ لوگوں میں اس عورت کی عبادت کی کثرت مشہور ہے اور وہ عورت حولاء بنت تویت تھی۔ ام المؤمنین نے اس عورت کے سامنے اس کی تعریف اس لئے کی کہ مدح سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خوف نہیں تھا، لیکن حسن بن سفیان کی مسند میں ہے کہ اس عورت کے چلے جانے کے بعد مائی صاحبہ نے اس کی مدح فرمائی تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زجر فرمائی کہ اعمال اس حد تک کرو کہ ہمیشہ کرسکو۔ اور تنگ نہ ہو کیونکہ بسا اوقات انسان کثرتِ عمل کرنے سے تنگ پڑ جاتا ہے اور بالکل چھوڑ جاتا ہے۔

اس لئے فرمایا عمل ہمیشہ کرو اگرچہ قلیل عمل ہو۔ ملال کا معنی کسی چیز کو گراں بار سمجھتے ہوئے ترک کر دینا اور اس میں حرص و محبت کے بعد اس سے کراہت کرنا۔ ملال کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ اور یہاں بطور مشاکلت اطلاق ہوا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے: تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۔

علماء محققین نے کہا اللہ تعالیٰ پر ملال کا اطلاق مجازاً ہے ؛ کیونکہ جو کوئی ملال میں آکر عمل ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب بھی قطع کر دیتا ہے۔ اس کی تعبیر ملول سے فرمائی ہے۔

قولہ احب الدین الیہ الخ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب عمل وہ ہے جسے ہمیشہ کرے اگرچہ قلیل ہو، کیونکہ قلیل عمل پر ہمیشگی سے طاعت میں استمرار رہتا ہے۔ اور اگر کثیر شاق کرے تو کچھ دیر بعد انسان تنگ پڑ جاتا ہے۔ اور قلیل عمل جو ہمیشہ ہو وہ کثیر منقطع پر بڑھ جاتا ہے اور کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ پر بہت شفقت اور مہربانی ہے کہ انہیں ایسے عمل کی ترغیب دی جس سے وہ آسانی میں رہیں اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور امت کثرتِ عمل کی مشقت سے تنگ نہ پڑے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع ۱ ابو موسیٰ محمد بن مثنیٰ بصری ہیں ان کا ذکر حلاوتِ ایمان کی حدیث ع ۱۵ میں ہو چکا ہے۔

ع ۲ یحییٰ بن سعید کا ذکر باب من الایمان ان یحب لاخیہ کی حدیث ع ۱۲ میں ہو چکا ہے۔ ع ۳ ہشام بن عروہ

ع ۴ عروہ بن زبیر بن عوام حدیث ع ۲ میں گزرا ہے۔

ع ۵ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَيَزْدَادُ الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَقَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فَاِذَا تَرَكَ شَيْئًا مِنَ الْكَمَالِ فَهُوَ نَاقِصٌ

۴۲ — حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِيْمَانٍ مَكَانَ خَيْرٍ

باب — ایمان کا زیادہ اور ناقص ہونا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ہم نے ان کو ہدایت زیادہ کی۔ مومنوں کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور فرمایا آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا جب کمال سے کچھ ترک کیا تو ناقص رہ جاتا ہے۔

۴۲ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا دوزخ سے وہ لوگ نکلیں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور ان کے دل میں جو کے برابر خیر ہو اور وہ لوگ دوزخ سے نکلیں گے جنہوں نے "لا الٰہ الا اللہ" کہا اور ان کے دل میں گندم کے برابر خیر ہے اور دوزخ سے وہ لوگ نکلیں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اور ان کے دل میں ذرہ بھر خیر ہے۔ بخاری نے کہا، ابان نے کہا ہمیں قتادہ نے خبر دی انھوں نے کہا ہمیں انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی اور انھوں نے خیر کی جگہ ایمان ذکر کیا ہے۔

۴۳ـــ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ جَعْفَرَ بْنَ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ

۴۲ **شرح** : پہلی دو آیات کا ذکر گزر چکا ہے۔ تیسری آئت کریمہ کا مدلول یہ ہے کہ کمالِ ایمان تمام شریعت سے ہے لہٰذا اس کے کمال کا تصور اس کے نقصان کے تصور کو چاہتا ہے۔ اس سے مراد توحید ہرگز نہیں، کیونکہ وہ نزولِ آئت سے پہلے موجود ہے۔ لہٰذا اس سے اعمال مراد ہیں جو شخص ان کی محافظت کرے اس کا ایمان اس شخص کے ایمان سے زیادہ کامل ہے جس نے ان میں تقصیر کی مگر یہ آئت کریمہ ایمان کی زیادتی اور نقصان پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس سے مراد یہ ہے میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کے احکام مکمل کر دیئے ہیں کیونکہ یہ آئت کریمہ اس روز نازل ہوئی جس روز فرائض اور سُنن کامل ہوئے اور دین مُستقر ہوگیا اور یہ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس آئت کے نزول تک ایمان ناقص تھا حتیٰ کہ اس روز اسے مکمل کیا۔ اس آئت سے مراد صرف اس روز احکام کا اکمال ہے کیونکہ احکام آہستہ آہستہ نازل ہوتے تھے۔ جب احکام کامل ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا۔

حدیث شریف میں ایمان کو جسم کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کی طرف جسم کے لوازم کی نسبت کی ہے اور وہ وزن وغیرہ ہیں دوزخ سے خروج کے لئے اگرچہ تصدیق قلبی کافی ہے، کیونکہ مومن ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔ اور لا الٰہ الا اللہ صرف اجرائے احکام کے لئے ہے مگر بخاری کا مسلک یہ ہے کہ محض تصدیق قلبی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ قول اور عمل بھی ضروری ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی ضروری ہے یہ صرف اختصار کے لئے ذکر کیا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ میں نے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" پڑھا یعنی ساری سورت پڑھی۔

امام رازی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایمان سے مراد صرف تصدیق قلبی ہے تو وہ زیادتی نقصان کے قابل نہیں اگر اس سے اعمال مراد ہیں۔ تو ایمان زیادتی اور نقصان کا قابل ہے۔ تصدیق قلبی اصل ہے اور لا الٰہ الا اللہ دُنیا میں اجرائے احکام کے لئے ہے لوگ تفصیلی تصدیق میں متفاوت ہیں مطلق تصدیق میں متفاوت نہیں۔ قوت اور ضعف میں تفاوت مطلق تصدیق میں پایا جاتا ہے یہی احناف کا مسلک ہے۔ اس کی تفصیل کتاب الایمان میں تفصیلاً مذکور ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں : ع۱ـــ مسلم بن ابو عمرو ابراہیم قصاب بصری ازدی فراہیدی ہیں۔ وہ شہتام مشہور ہیں۔ ابن اثیر نے کہا فراہید قبیلہ ازد کی شاخ ہے۔ اسی قبیلہ سے خلیل بن احمد مشہور نحوی ہے۔ ۲۲۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ مامون کہا ہے۔ اور ابو حاتم نے ثقہ صدوق کہا ہے۔ احمد بن عبداللہ

الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ اَيُّ اٰيَةٍ قَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

نے کہا وہ ثقہ ہیں۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ انھوں نے ستر عورتوں سے سماعت کی ہے۔

ع۲ ہشام بن ابی عبد اللہ سندر ربعی بصری دستوائی ہیں۔ ان کی کنیت ابو بکر ہے۔ ابوداؤد نے انہیں حدیث میں امیر المؤمنین کہا ہے۔ محمد بن سعد نے کہا وہ ثقہ حدیث میں راسخ اور حجت ہیں لیکن ان کا خیال اہل قدر سا تھا، لیکن اس کی تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ ۱۵۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ قتادہ بن دعامہ ع۴ انس بن مالک رضی اللہ عنہما۔

۴۲ **ترجمہ** : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اُن سے کہا اے امیر المؤمنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے۔ آپ نے کہا وہ کونسی آیت ہے۔ یہودی نے کہا: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس دن کو اور اس مقام کو پہچانتے ہیں جس میں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ آپ اس روز عرفہ میں تشریف فرما تھے اور جمعہ کا دن تھا۔

۴۳ **شرح** : یہود سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا علم ہے ان کو یہود اس لئے کہتے ہیں کہ یہ "ھادوا" سے مشتق ہے۔ اور "ھادوا" کا معنی "مالوا" ہے یعنی ان لوگوں نے بچھڑے کی عبادت یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین سے اعراض کیا تھا یا خیر سے شر کی طرف یا شر سے خیر کی طرف لوٹ گئے تھے؛ کیونکہ وہ اپنے مذاہب سے بکثرت انتقال کرتے رہتے تھے یا تو رات پڑھتے وقت وہ حرکت کرتے تھے۔ بعض علماء نے کہا وہ حضرت یہود ابن یعقوب علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ قولہ مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ ، اختصاص کے طور پر منصوب ہے۔

یعنی اگر یہ آیت کریمہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کی تعظیم کرتے اور اس دن ہر سال عید

مناتے؛ کیونکہ اس دن میں کمالِ دین جیسی بڑی نعمت کا نزول ہے۔ جو قابلِ صد تعظیم ہے۔ عید کا معنی لوٹنے والی خوشی اور سرور ہے اس لئے عید کا دن کہا جاتا ہے۔ گویا کہ معنیٰ یہ ہُوا کہ ہم اس دن خوشی مناتے اور ہمیں سرور ہوتا ہے کیونکہ نعمتِ اسلام بہت بڑی نعمت ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے یہودی جو تُو نے کہا درست ہے۔ واقعی اللہ کی نعمت کے نزول کے روز خوشی منانی چاہیئے مگر خداوند قدوس نے یہ آیتِ کریمہ جمعہ کے روز عرفہ میں نازل فرمائی اور یہ ہماری عید کا دن ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ دن عید اور خوشی منانے کا مستحق ہے اور ہم نے اس دن اور مقام کی اہمیت کو ترک نہیں کیا۔ الحاصل یہودی کا کلام اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جواب سے واضح ہوتا ہے کہ جس دِن اللہ تعالیٰ کی نعمت کا نزول اور ظہور ہو اس دن کو عید منانا مستحسن ہے۔ اسی لئے سیدنا عمر فاروق نے یہودی کے کلام کی تائید کی۔ اس دُنیا میں اہلِ اسلام کے لئے سب سے بڑی نعمت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دُنیا میں تشریف لانا ہے اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت فرمایا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ " اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بخاری کی حدیث ۳۷۲۷ باب قتل ابی جہل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو تبدیل کیا وہ کفارِ قریش تھے اور عمرو بن دینار نے کہا وہ قریش ہیں اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔ لہٰذا جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے وہ دِن اللہ تعالیٰ کی نعمت کے نزول کا دِن ہے اور اس دن میں عید منانا بقول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مستحسن ہے۔ اہلِ اسلام اس کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کرتے ہیں جو مستحسن طریقہ ہے۔ پھر اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ اور دُنیا میں آپ کی آمد کی خوشی میں جلسے جلوس بھی مستحسن ہیں۔ اسی لئے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابھی مدینہ منورہ سے باہر ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں عورتیں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور لڑکے اور خدام گلی کوچوں اور راستوں میں پھر رہے تھے۔ اور پکار پکار کر یا محمد یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ کہہ رہے تھے۔ اس روایت کو امام مسلم نے باب الھجرت میں ذکر کیا ہے معلوم ہُوا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کے دن کو عید میلاد منانا اور اس روز خوشی کرنا جلوس نکالنا اور آپ کی سیرت طیبہ بیان کرنا شریعت میں مستحسن عمل ہے۔

علامہ سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نسائی کی حدیث " لاتخذناہ عیدا کے تحت ما ذکر فی یوم عرفہ میں ذکر کیا کہ مراد یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے روز نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اس روز دو عیدیں جمع کر دیں۔ ایک جمعہ کی عید اور دوسری عرفہ کی عید ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ عید میلاد میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کا اظہار ہے اس لئے یہ امر مستحسن ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا الخ یعنی جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اس کو اس کے اجراء کا اجر اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا اور اس پر عمل

کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر بدعت ضلالت نہیں بلکہ محدثاتِ باطلہ اور بدعات مذمومہ ضلالت ہیں اور اس حدیث نے ارشادِ نبوی کل بدعة ضلالة کو بدعات مذمومہ کے ساتھ مخصوص کر دیا۔

امام حافظ ابو محمد المعروف ابو شامہ نے اپنی کتاب اَلْبَاعِثُ عَلٰی اِنْکَارِ الْبِدَعِ وَالْحَوَادِثِ میں بدعت کی حسنہ اور سیئۃ کی طرف تقسیم کے بعد ذکر کیا کہ ہمارے اس زمانہ میں بہترین بدعت (نئی ایجاد) ہر سال سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عید میلاد ہے کہ اس روز لوگ خوشی اور سرور کا اظہار کرتے ہیں اور فقراء اور مساکین میں صدقات و خیرات تقسیم کرتے ہیں۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم کا اظہار ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں آپ کی عظمت اور جلالت مستقر ہوتی ہے اور ہر بدعت کو ایجابِ کلی کے طور پر ضلالت کہنا بہت بڑی جرأت ہے۔ حالانکہ تراویح کی نماز باجماعت کو امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ سے تعبیر کیا جبکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح باجماعت ثابت نہیں اور امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی پہلی اذان کا اجراء کیا۔ حالانکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جمعہ مبارکہ کی صرف ایک اذان تھی اس کے علاوہ کسی مرفوع یا موقوف حدیث سے محفل میلاد کے انعقاد کی ممانعت ثابت نہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اَلْاِنْتِھَاءُ عَمَّا نَھٰی عَنْہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے باب میں ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں تم سے کچھ بیان نہ کروں تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو اور جس کی تمہیں خبر دوں اس پر عمل میں پابندی کرو اور لبس الفراء کے باب میں ذکر کیا حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ نہ تو واجب ہے اور نہ ہی حرام اور اس کا کرنا مباح ہے اور قرآن و سنت میں کہیں بھی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل کے انعقاد پر ممانعت مذکور نہیں بلکہ باقتضاء نص آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرو۔

لہٰذا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی محافل قائم کرکے آپ کا تذکرہ کرنا مستحب امر ہے اور باعث برکت ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

اسماء رجال

اس حدیث کے سات راوی ہیں: ع ۱ ابو علی حسن بن صباح بن محمد بن بزار واسطی بغداد شریف میں سکونت پذیر تھے۔ نیک لوگوں میں سے تھے۔ احمد بن حنبل نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ہر روز خیرات کیا کرتے تھے۔ دو سو ساٹھ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے جبکہ امام بخاری ۲۵۶ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔

ع ۲ جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریث مخزومی ان کی کنیت ابو عون ہے یحییٰ بن معین نے انہیں

بَابٌ اَلزَّكٰوةُ مِنَ الْاِسْلَامِ

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

۴۴ — حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّاْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهٖ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى دَنَا فَاِذَا هُوَ يَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ثقہ کہا ہے۔ ۲۰۷ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے ع۳ ابوالعمیس عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ ہذلی مسعودی کوفی ہیں۔ ایک سو بیس ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۴ ابو عمرو قیس بن مسلم جدلی کوفی ہیں وہ بہت عابد تھے۔ ایک سو بیس ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۵ طارق بن شہاب بن عبد شمس بن سلمہ بن ہلال بن عوف صحابی ہیں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں تقریباً ۴۳ جنگوں میں شریک ہوئے۔ ان میں بعض بڑی اور بعض چھوٹی لڑائیاں تھیں۔ کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۲۳ ہجری میں فوت ہوئے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر آپ سے کچھ روایت نہیں کی۔

ع۶ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ

باب زکوٰۃ اسلام ہے

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد : اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ کی بندگی

وَسَلَّمَ وَصِيَامُ رَمَضَانَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَ ذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ قَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا وَلَا أَنْقُصُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ

کریں۔ اس کے لئے دین خالص کریں جبکہ حق کی طرف مائل ہوں۔ نمازیں قائم کریں، زکوٰۃ دیں یہ سیدھا دین ہے!

۴۴ — ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نجد کے رہنے والا بکھرے بالوں والا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس کی گنگناہٹ کی آواز سُنی جاتی تھی مگر اس کا کلام نہ سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ وہ قریب آیا اور اسلام کے متعلق پوچھنے لگا۔ آپ نے فرمایا ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں اُس نے کہا اس کے علاوہ کوئی شئی میرے ذمہ ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی نماز پڑھ لیا کرو! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور رمضان کے روزے! اُس نے کہا اس کے علاوہ کوئی شئی میرے ذمہ ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی روزے رکھے۔ راوی نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا اُس نے کہا کیا اس کے سوا میرے اُوپر کوئی فرض ہے؟ فرمایا نہیں مگر یہ کہ نفلی صدقہ دینا چاہے۔ راوی نے کہا وہ شخص واپس ہُوا اور یہ کہہ رہا تھا۔ اللہ کی قسم میں اس پر زیادہ نہ کروں گا اور نہ ہی اس سے کمی کروں گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اُس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہے۔

۴۴ — شرح: پہلے باب میں ایمان کا زیادہ اور ناقص ہونا مذکور ہے اور یہ معلوم ہے کہ اعمال سے ایمان زیادہ ہوتا ہے اور اُن کے ترک سے ناقص ہوتا ہے اور اس باب میں یہ مذکور ہے کہ اگر زکوٰۃ ادا کرے تو اسلام کامل ہوگا اور جب اسے ترک کر دے تو ناقص ہوگا۔ اس اعتبار سے دونوں بابوں میں مناسبت ہے۔ باب کے عنوان سے آیت کا تعلق معنوی ہے، کیونکہ آیت کریمہ میں یہ مذکور ہے کہ زکوٰۃ دین ہے اور دین اسلام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ،، اس آیت کریمہ میں تین اشیاء مذکور ہیں۔

دین میں اخلاص جو تمام عبادات کا اصل ہے۔ دوسرے نماز قائم کرنا جو دین کا ستون ہے۔ تیسرے ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرنا جو نماز کے ساتھ متصل ہے۔ یہ تمام اشیاء دین مستقیم ہیں۔ حدیث میں مذکور

شخص جس کے بال بکھرے ہُوئے تھے۔ وہ ضمام بن ثعلبہ نجدی تھا یا کوئی اور ہوگا۔ دَوِیُّ الصَّوْتِ کا معنی گنگناہٹ ہے جس سے کچھ سمجھ نہ آئے۔ اُس نے قریب آکر اسلام کے ارکان اور احکام سے پوچھا، کیونکہ وہ توحید و تصدیق کا قائل تھا اسی لئے اُس نے ارکانِ اسلام سے سوال کیا تھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سوال کے عین مطابق ہے، کیونکہ بخاری نے کتاب الصیام میں ذکر کیا ہے کہ اُس نے کہا اَخْبِرْنِیْ مَاذَا فَرَضَ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ "، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کس قدر نمازیں فرض کی ہیں اور پانچ نمازیں عین اسلام تو نہیں لہٰذا یہاں عبارت محذوف ہے۔ وہ یہ کہ " اِقَامَۃُ خَمْسِ صَلَوَاتٍ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَۃِ "، کہ ایک دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنا۔ اس حدیث میں احناف کے مذہب کی تائید ہے کیونکہ وہ وتر کو واجب کہتے ہیں اور بعض شافعیہ کے خلاف ہے جو عیدین کی نماز کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔ قولہ اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ "، میں استثناء متصل ہے یعنی نفل پڑھے، کیونکہ نفل شروع کر کے فاسد کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نفلی روزہ بھی فاسد کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ اس میں احناف کے مذہب کی تائید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے اعمال باطل نہ کرو "، لہٰذا روزہ یا نماز شروع کرنے سے اس کا پُورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور جو نماز یا روزہ ادا کر چکا ہو اس کی صیانت و حفاظت کے لئے تکمیل ضروری ہے اس لئے احناف کہتے ہیں نفلی نماز یا روزہ شروع کرنے سے واجب الادا ہو جاتے ہیں۔ شافعیہ کہتے ہیں یہ استثناء منقطع ہے لہٰذا نفل شروع کرنے سے واجب نہیں ہوتے لیکن ان کا پُورا کرنا مستحب ہے۔

احناف کے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی میں ام المؤمنین سے روایت ہے کہ میں نے اور حفصہ نے نفلی روزہ رکھا۔ ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا جس کے کھانے کو دل چاہا تو ہم نے وہ کھا لیا پھر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کا بدل روزہ رکھو ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے قضاء کرنے کا حکم فرمایا۔ معلوم ہُوا کہ نفلی عبادت شروع کر کے فاسد کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح دارقطنی نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں نوافل شروع کر کے فاسد کرنے سے واجب نہیں ہوتے، البتہ ان کی قضاء مستحب ہے۔ اُنھوں نے نسائی کی حدیث سے استدلال کیا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نفلی روزہ کی نیت کرتے پھر افطار کر دیتے اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے جُویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز روزہ افطار کر دے حالانکہ اُنھوں نے جمعہ کا روزہ رکھا ہُوا تھا۔ معلوم ہُوا کہ نفل میں شروع ہونے سے اس کا پُورا کرنا ضروری نہیں اور نماز کو اس پہ قیاس کرتے ہیں۔ احناف اس کا جواب دیتے ہیں کہ نسائی کی روایت اس پہ دلالت نہیں کرتی کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے افطار کے بعد قضاء نہیں کی تھی۔ آپ کا روزہ افطار کرنا کبھی عذر کے سبب ہوتا تھا اور صحیح بخاری میں جویریہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ انہیں ضیافت کی وجہ سے افطار کا حکم فرمایا تھا اور وہ عذر تھا۔ اور عذر کے باعث نفلی روزہ افطار کرنا جائز ہے۔

احناف کہتے ہیں۔ مسند احمد میں ام المؤمنین عائشہ کی حدیث ہے کہ اُنھوں نے فرمایا میں نے اور حفصہ بنت عمر فاروق نے روزہ رکھا تو ایک بکری ہمیں بطور نذرانہ ملی تو ہم نے ذبح کر کے اس کا گوشت کھا لیا جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو ہم نے آپ سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا اس کی جگہ روزہ قضاء کرا اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے، بلکہ ایک روایت میں کہ آپ نے قضاء کا حکم فرمایا۔ اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا کہ عبادت شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے۔ ضمام بن ثعلبہ نے بعد میں کہا میں اس سے کچھ کم اور زیادہ نہ کروں گا۔ یعنی میں نے آپ کا کلام قبول کر لیا ہے۔ اب اس پہ کوئی سوال نہیں کروں گا اور نہ ہی اس کے قبول کرنے میں کمی کروں گا یا اس کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ میں نے سُنا ہے۔ اس کی تبلیغ میں کچھ اضافہ یا کمی نہیں کروں گا، کیونکہ وہ اپنی قوم کا وفد بن کر آیا تھا یا معنی یہ ہے کہ میں نمازوں کی رکعات میں زیادتی اور کمی نہیں کروں گا۔ لہٰذا ظہر کی نماز پانچ رکعتیں اور مغرب کی چار نہیں پڑھوں گا۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اگر سچ کہتا ہے تو نجات پا جائے گا، لیکن اشکال یہ ہے کہ محض مذکور امور کی اساس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے نجات پانے کا حکم صادر فرمایا حالانکہ شریعت مطہرہ میں تمام واجبات، منہیات اور مستحباب اس کے لئے ذکر نہیں فرمائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری نے کتاب الصیام میں یہی حدیث ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے تمام احکام ذکر فرمائے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ احکام کم نہ کرنے میں تو نجات واضح ہے۔ زیادہ نہ کرنے میں نجات کیسے صحیح ہے۔ اس کا جواب امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ آپ نے اس کے لئے فلاح و نجات ثابت کر دی، کیونکہ جو اس کے ذمہ ہے وہ ادا کرے گا اور یہ غیر مفہوم ہے کہ جب وہ اس پر زائد کرے گا تو نجات نہ پائے گا، کیونکہ جب واجب ادا کرنے میں نجات ہے تو واجب کے ساتھ مستحبات بجا لانے میں بطریق اولیٰ نجات ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حصُولِ علم کے لئے سفر کرنا اور کسی کے قسم طلب کرنے کے بغیر قسم کھانا جائز ہے۔ اسی طرح ضرورت کے بغیر قسم کھانا جائز ہے۔ (قسطلانی)

قولہ اَفْلَحَ بِاَبِیْہِ دراصل یہ قسم نہیں عربوں کی عادت کے مطابق یہ کلمہ آپ کی زبان شریف پر جاری ہُوا اور نہی کی حدیث کہ اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ وہ حقیقۃً قسم پر محمول ہے۔ یا یہ نہی سے پہلے زمانہ پر محمول ہے (کرمانی)

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں اور وہ سب مدنی ہیں: ع۱ اسماعیل بن عبد اللہ اصبحی مدنی امام مالک رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں ع۲ مالک بن انس مدینہ منورہ کے جلیل القدر امام ہیں۔

ع۳ حضرت امام مالک کے چچا ابو سہیل نافع بن مالک بن ابی عامر مدنی۔

ع۴ ابو سہیل کے والد بن ابی عامر، ان تمام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

ع۵ ابو محمد طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب قرشی مدنی تیمی ہیں۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

بَابُ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ مِنَ الْاِیْمَانِ

۴۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَلِیٍّ الْمَنْجُوْفِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّکَانَ مَعَہٗ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ساتویں باپ میں ملتے ہیں۔ ان کی والدہ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی آپ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غزوۂ احد کو ذکر کرتے تو فرماتے یہ سارا دن طلحہ کا ہے، کیونکہ وہ اُحد کے روز آپ کے ساتھ رہے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ایک ہاتھ بھی شل ہو گیا تھا۔ جنگ اُحد میں مالک بن زہیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا جسے طلحہ نے اپنے ہاتھ سے روکا تھا۔ جب طلحہ کی انگلی پر تیر لگا تو کہا ہائے۔ یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بسم اللہ کہتے تو جنت میں داخل ہوتے حالانکہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوتے۔ اس روز انہیں پچہتر زخم آئے اور دو انگلیاں شل ہو گئیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلحۃ الخیر اور طلحۃ الجواد فرمایا جمل کی جنگ میں شہید ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مروان نے پیچھے سے انہیں تیر مارا تھا۔ دس جمادی الاولیٰ ۳۶ ہجری کا یہ واقع ہے۔ آپ کی عمر چونسٹھ برس تھی۔ بصرہ میں آپ کی قبر ہے۔ ابن قتیبہ نے ذکر کیا کہ انہیں قرہ کے پل کے پاس دفن کیا گیا پھر ان کی صاحبزادی نے تیس برس بعد انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ پانی کی تری کا شکوی کر رہے ہیں تو اس کے کہنے کے مطابق انہیں قبر سے نکالا گیا، حالانکہ وہ بالکل تازہ تھے اور انہیں بصرہ میں دفن کیا گیا ان کی قبر مشہور ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (عینی)

باب۔ جنازہ کے ساتھ چلنا اسلام ہے

۴۵۔ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایمانداری اور طلبِ ثواب کے لئے مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلے اور اس کے ساتھ رہے حتیٰ کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے دفن سے فراغت ہو جائے

حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْأَجْرِ بِقِيرَاطٍ تَابَعَهُ عُثْمَانُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

تو وہ ثواب کے دو قیراط لے کر واپس آئے گا ہر قیراط اُحد پہاڑ کی مثل ہے اور جو شخص اس کی نماز جنازہ پڑھے پھر دفن کرنے سے پہلے لوٹ آئے وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا۔ عثمان مؤذن نے اس کی متابعت کی اس نے کہا ہمیں عوف نے محمد سے اُنھوں نے ابوہریرہ سے بیان کیا اور اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی جیسی روایت کی۔

۴۵ — شرح :۔ اس باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں ایک حیات کی حالت دوسری ممات کی حالت پہلے باب میں دین کے ارکان کا ذکر ہے جن کی اقامت کا ثواب اموات کے واسطہ کے بغیر حاصل ہوتا ہے اور اس باب میں ثواب کا ذکر ہے جو اموات کے واسطہ سے زندوں سے مل کر حاصل ہوتا ہے یعنی جو شخص نماز جنازہ پڑھے اور دفن میں حاضر رہے اسے دو قیراط ثواب ملے گا اور جو شخص صرف نماز جنازہ پڑھے اور دفن میں شریک نہ ہو اسے صرف ایک قیراط ثواب ملے گا اور قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ اس حدیث میں لفظ اتباع سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ اگر دفن میں شریک ہو اور نماز نہ پڑھے یا نماز پڑھے اور اکیلا قبر پر چلا جائے حتیٰ کہ جب جنازہ آئے تو دفن میں شریک ہو تو اسے دوہرا قیراط نہیں ملے گا دوہرا قیراط صرف اسے حاصل ہے جو نماز پڑھ کر میت کے ساتھ چلے حتیٰ کہ دفن میں شریک ہو۔ "جنائز" جنازہ کی جمع ہے جیم کو مکسور و مفتوح دونوں طرح پڑھنا جائز ہے کسرہ زیادہ فصیح ہے۔ یہ جَنَزَ سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ستر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنازہ فتح سے میت کو کہتے ہیں اور کسرہ سے جس شئ پر میت رکھی ہو۔ بعض اس کے برعکس کہتے ہیں۔

اس حدیث میں عثمان مؤذن نے عوف سے روایت کرنے میں روح کی متابعت کی یہ عثمان امام بخاری کا شیخ ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں : ۱۔ احمد بن عبداللہ بن علی بن سُوَید بن منجوف بصری سدوسی ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ ۲۵۲ ہجری میں فوت ہوئے ۲۔ رَوح بن عبادہ بن علاء بصری قیسی قیس بن ثعلبہ سے

بَابُ خَوْفِ الْمُؤْمِنِ اَنْ يُّحْبَطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ

وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ مَا عَرَضْتُ قَوْلِيْ عَلٰى عَمَلِيْ اِلَّا خَشِيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مُكَذِّبًا وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَدْرَكْتُ ثَلٰثِيْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلٰى نَفْسِهٖ مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ يَقُوْلُ اِنَّهٗ عَلٰى اِيْمَانِ جِبْرَائِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْاِصْرَارِ عَلَى التَّقَاتُلِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

ہیں۔ ابن مدینی نے کہا بعض محدثین ہمیشہ حدیث میں مشغول رہے۔ اور اس کی طلب میں رہے اور محدث بنے۔ ان میں سے رَوح ہیں ۲۰۵ ہجری میں فوت ہوئے آپ ثقہ ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں صدوق کہا ہے۔

ع۳ عوف بن ابی جمیلہ بندویہ ہیں۔ یہ اعرابی نہیں لیکن اعرابی مشہور ہیں ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے انہیں عوفُ الصدیق کہا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابوسہل ہے۔ ۵۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۴۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی نسبت تشیع کی طرف کی جاتی ہے۔ ع۴ حسن بصری ہیں۔

ع۵ محمد بن سیرین ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے جلیل القدر تابعی ہیں۔ سیرین حضرت انس کا آزاد کردہ غلام ہے۔ عین تمر سے قید کیئے گئے تھے۔ جب مطلقًا ذکر کیا جائے تو مراد یہی محمد بن سیرین ہوتے ہیں۔ ہشام بن حسان نے کہا انھوں نے تیس۳۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اختتامِ خلافت سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور حسن بصری کے ایک سَو روز بعد ایک سو دس ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۶ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقد مرّ!

باب مومن کا ڈرنا کہ اس کا عمل ضائع نہ ہو جائے اور وہ نہ جانے

ابراہیم تیمی نے کہا میں نے اپنا قول اپنے عمل پر پیش کیا مگر مجھے ڈر ہُوا

کہ مجھے جھٹلا دیا جائے گا۔ ابن ابی مُلیکہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ کو پایا وہ تمام اپنے نفوس پر نفاق کا ڈر پاتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہ کہتا تھا کہ اس کا ایمان جبرائیل اور میکائیل کے ایمان سا ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ نفاق سے مومن ہی ڈرتا ہے اور منافق اس سے بے خوف ہوتا ہے۔ اور ان امور کا باب جن سے ڈرایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ بلا توبہ نفاق اور گناہ پر ڈٹے رہنا ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ گناہ پہ اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔

شرح التجمہ : اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ گناہوں سے نیکیوں کا باطل ہوجانا تو معتزلوں کا عقیدہ ہے۔ امام بخاری کے کلام کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احباط یعنی نیکیوں کے باطل ہونے سے مُراد یہ ہے کہ کفر یا عدمِ اخلاص سے باطل ہوجائیں ۔لیکن امام نووی نے کہا کہ "حُبط" سے مراد ایمان کا نقصان اور بعض عبادات کا ابطال ہے۔ کفر مراد نہیں کیونکہ انسان اس عقیدہ سے کافر ہوتا ہے جسے وہ کفر سمجھ کر کرے۔

علامہ کرمانی نے کہا یہ مسئلہ متنازع فیہ ہے۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ انسان کلمۂ کفر کہنے سے کافر ہوجاتا ہے یا کوئی ایسا فعل کرے جو مُوجب کفر ہو۔ اگرچہ وہ اسے کفر نہ جانتا ہو۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام نووی نے ذکر کیا کہ اس باب سے امام بخاری مُرجبۂ کا رد کرتے ہیں کیونکہ مرجبۂ کہتے ہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ پڑھ لے اسے گناہوں پہ عذاب نہ ہوگا اور گناہوں سے اس کا عمل باطل نہیں ہوتا اور گناہگار اور نیک کا ایمان برابر ہے۔

امام بخاری نے ان کے مذہب کی تردید کے لئے تابعین کے اقوال نقل کئے جو اُنھوں نے صحابہ کرام سے نقل کئے ہیں اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں اور وہ مجتہد ہونے کے باوجود خوف کرتے تھے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ قاضی عیاض نے کہا مُرجبۂ خوارج اور معتزلہ کی ضد میں خوارج کا عقیدہ ہے کہ گناہوں سے انسان کافر ہوجاتا ہے۔ معتزلہ اسے فاسق کہتے ہیں اور دونوں کے نزدیک اصحابِ کبائر مخلّد فی النار ہیں اور مرجبۂ کہتے ہیں ایمان کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ ان میں سے غالی تو یہ کہتے ہیں۔ صرف قلبی تصدیق کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی شئ ضرر نہیں دیتی۔ اور بعض مرجبۂ قدریہ سے موافقت کرتے ہیں اور بعض صرف ارجاء کا قول کرتے ہیں۔ قدر کا قول نہیں کرتے اور بعض کہتے ہیں کہ تصدیق قلبی اور اقرار زبانی کافی ہے۔ ان کے پانچ فرقے ہیں جو ایک دُوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ مرجبۂ وہ ہیں جو کہتے ہیں ایمان کے ہوتے ہُوئے معصیت ضرر نہیں پہنچاتی جیسے کفر کے ہوتے ہُوئے طاعت نفع نہیں دیتی۔ ابراہیم تیمی نے کہا جب بھی میں نے اپنا قول اپنے عمل پہ پیش کیا تو مجھے خوف لاحق ہُوا کہ جس نے میرا عمل میرے قول کے خلاف دیکھا وہ میری تکذیب کردے گا اور کہے گا اگر تم سچے ہوتے تو اپنے قول کا خلاف نہ کرتے وہ یہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے۔ یعنی وہ غایتِ عمل کو نہیں پہنچے حالانکہ جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور عمل کہنے

تقصیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی مذمت فرمائی ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ،، یہ بُری بات ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں ہو،، اس لئے انہیں ڈر ہُوا کہیں ان کی تکذیب نہ کی جائے اور وہ مکذبین کے مشابہ ہو جائیں۔

قَالَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَةَ الخ کرمانی نے کہا ابن ابی ملیکہ نے کہا میں نے تیس صحابہ کرام کو پایا ہے۔ وہ سب اپنی ذوات پر خاتمہ کے وقت حصولِ نفاق کا خوف کرتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی نفاق کے عدمِ عروض کا یقین نہیں کرتا تھا جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ایمان کا جزم و یقین کرتا ہے کہ اسے نفاق لاحق نہیں ہو سکتا ہے۔ علامہ عینی نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام اس بات سے ڈرتے تھے کہ اُن کا ایمان نفاق سے مل جائے، لیکن بایں ہمہ وہ یہ نہیں کہتا تھا کہ اس کا ایمان جبرائیل کے ایمان سا ہے؛ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام معصوم ہیں۔ انہیں نفاق کا خوف لاحق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ لوگ معصوم نہیں لہٰذا یہ خوف کر سکتے ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے توحید و رسالت کی گواہی دی وہ مومن ہے جیسے جبرائیل علیہ السلام کا ایمان ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابو سعید نقاش نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

قولہ یُذْکَرُ عَنِ الْحَسَنِ الخ یعنی حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نفاق سے مومن ہی ڈرتا ہے۔ اور اس سے منافق ہی بے خوف ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے جو اپنے رب سے ڈرے اسے دو جنتیں ملیں گی اور اللہ کی خفیہ تدبیر سے خسارے میں پڑنے والے بے خوف ہوتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ،، خَافَہٗ ،، اور اَمِنَہٗ میں ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ذکر کیا ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کی اتباع کی ہے؛ لیکن امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی اثر کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ ضمیر کا مرجع نفاق ہے چنانچہ فریابی نے سلیمان بن معلی سے روایت کی انھوں نے کہا میں نے حسن کو اس مسجد میں قسم کھا کر کہتے ہوئے سُنا کہ مومن ہی نفاق سے ڈرتا ہے اور منافق اس سے بے خوف ہوتا ہے۔ احمد کے یہ الفاظ ہیں۔ وَاللّٰهِ مَا مَضٰی مُؤْمِنٌ وَلَا بَقِیَ اِلَّا وَهُوَ یَخَافُ النِّفَاقَ وَلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ ،، امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یُذْکَرُ ،، سے حسن کا اثر ذکر کیا ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہ اثر صحیح ہے؛ کیونکہ امام کی عادت ہے کہ متن میں اختصار کرنا ہو یا اس کو بالمعنی ذکر کرنے میں کچھ تغیر ہو جائے تو یُذْکَرُ سے ذکر کرتے ہیں جو تمریض کا صیغہ ہے۔ یہ نہیں کہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ قولہ وَمَا یُحَذَّرُ الخ اس سے بخاری کا مقصد مرجئہ کا رد کرنا ہے؛ کیونکہ وہ کہتے ہیں ایمان ہوتے ہوئے گناہوں سے کچھ ڈر نہیں۔ مذکور آیت کریمہ اس مذہب کا رد کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن استغفار کے بغیر گناہوں پر قائم نہیں رہتے۔ ترمذی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرے وہ گناہ پر مُصِر نہیں ہوتا۔ اگرچہ ایک دن میں ستر بار گناہ کرے استغفار کرے۔ قولہ وَمَا یُحَذَّرُ الخ کا عطف ،، خوف المؤمن ،، پر ہے۔ یعنی مومن کا عمل کے ضائع ہونے

۴۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنِ الْمُرْجِئَةِ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يُخْبِرُ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ اِنِّي خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاِنَّهُ تَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَّكُمْ اِلْتَمِسُوهَا فِي السَّبْعِ وَالتِّسْعِ وَالْخَمْسِ

ڈرنا اور نفاق پر اصرار سے تحذیر کا خوف ،، اور درمیان میں ابراہیم، ابن ابی ملیکہ اور حسن بصری کے آثار جملے معترضہ ہیں جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہیں، کیونکہ باب کے دو عنوان ہیں۔ پہلا عنوان عمل کے بطلان کا خوف ہے اور دوسرا انفاق پر اصرار سے تحذیر ہے۔ اس میں تین آثار ایک قرآن کریم کی آئت اور دو مرفوع احادیث ذکر کی ہیں چونکہ تینوں آثار پہلے عنوان کے مطابق تھے۔ اس لئے انہیں اس کے بعد ذکر کیا اور آئت کریمہ اور ایک حدیث کا تعلق دوسرے عنوان سے تھا اس لئے انہیں اس کے بعد ذکر کیا اور دوسری حدیث جو عبادہ سے مروی ہے۔ اس کا تعلق بھی پہلے عنوان سے ہے۔ اس لئے دونوں حدیثوں میں لف نشر غیر مرتب ہے (عینی و قسطلانی)

۴۶ — ترجمہ : زُبَید نے کہا میں نے ابو وائل سے مرجئہ سے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا اور جھگڑا کرنا کفر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے عبادہ بن صامت نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی خبر دینے باہر تشریف لائے اتفاقاً دو مسلمان جھگڑنے لگے تو آپ نے فرمایا میں لیلۃ القدر کا وقت بتانے باہر تشریف لایا تھا۔ مگر فلاں اور

فلاں آپس میں جھگڑ رہے تھے اس لئے اسے اُٹھا لیا گیا شائد اس کی تعیین کا اُٹھا لینا تمہارے لئے بہتر ہو اب آ تم ۲۷ ، ۲۹ اور ۲۵ تواریخ میں اسے تلاش کرو

۴۶ —— شرح : مرجیۂ ایک فرقہ ہے جو عمل کو مؤخر کرتے ہیں۔ اِرجَاء کا معنی تاخیر ہے یا اس لئے انہیں مرجیۂ کہتے ہیں کہ وہ رجاء کا اعتقاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے معصیت ضرر نہیں دیتی جیسے کفر کے ساتھ طاعت بے سود ہے۔ سباب کا معنی گالی اور قتال کا معنی جھگڑا ہے یعنی مسلمانوں سے مخاصمت کرنی کفر ہے۔ ابن بطال نے کہا کفر سے مراد ملت اسلامیہ سے خروج نہیں بلکہ مسلمانوں کے حقوق کا کفران اور انکار ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھائی بھائی فرمایا ہے اور انہیں آپس میں صلح صفائی سے رہنے کا حکم دیا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے اور بیان فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں سے مخاصمت کرتا ہے۔ وہ اپنے بھائی کے حق کا انکار کرتا ہے یا یہ مراد ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے اس کا مآل کفر ہے یا یہ کفار کے افعال جیسا فعل ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس سے مراد کفر باللہ ہے یعنی جو کوئی مسلمانوں سے مخاصمت کو جائز سمجھتا ہے وہ یقیناً ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ اور اگر تاویل سے ایسا کرتا ہے تو اسے کفر تو درکنار فاسق بھی نہیں کہا جائے گا جیسے امامِ حق کے خلاف کسی "تاویل سے کوئی بغاوت کرے تو کفر نہیں۔ اس حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ مُرجیۂ کبائر کے مرتکب کو فاسق نہیں کہتے۔ لہٰذا وہ مسلم کو گالی گلوچ کرنے کو فسق نہیں کہتے اور نہ ہی اُن سے قتال کو کفر کہتے ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سباب و قتال دونوں اس بات میں برابر ہیں کہ ان کا مرتکب فاسق ہے کافر نہیں تو سباب میں فسوق اور قتال میں کفر کیوں ذکر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قتال سباب سے سخت تر ہے۔ یا وہ کافروں کے اخلاق کے زیادہ مشابہ ہے اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کفر کی تاویل کی ہے اور فسوق کی تاویل نہیں کی۔ اسے اپنے حال پر کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جھگڑے سے مومن کافر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اور کسی کبیرہ کا ارتکاب کرنے سے کافر نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ تاویل ضروری تھی۔

حدیث کے دوسرے حصہ کا معنی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے تاکہ صحابہ کرام کو لیلۃ القدر کے وقت کی خبر دیں، لیکن اتفاقاً عبداللہ بن ابی حَدْرَدْ اور کعب بن مالک میں کچھ لین دین میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ جبکہ حضرت کعب بن مالک نے عبداللہ بن حدرد سے قرض لینا تھا اور اس کے مطالبہ میں ان کی آواز بلند ہوگئیں تو آپ نے فرمایا میں یہ بتانے آیا تھا کہ لیلۃ القدر فلانی رات ہے مگر ان کے جھگڑے کے سبب اُٹھالی گئی ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کا بیان یا علم اُٹھا لیا گیا ہے؛ ورنہ وہ قیامت تک باقی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا لیلۃ القدر ہی اُٹھالی گئی ہے؛ لیکن یہ غلط ہے؛ کیونکہ حدیث کے آخر میں

آپ نے فرمایا : اسے تلاش کرو ۔ اگر اس کا وجود ہی اُٹھ گیا ہو تو تلاش کسے کرنا تھا ۔ لیلۃ القدر کی تعیین اُٹھانے میں حکمت یہ بھی کہ اس کی تلاش میں لوگ بکثرت عبادت کریں ۔ ممکن ہے کہ عمل کا لیلۃ القدر سے اتفاق ہو جائے ۔ یہ سارا سال منتقل ہوتی رہتی ہے ۔ عموماً رمضان مبارک میں خصوصاً ۲۷ - ۲۹ اور ۲۵ تواریخ میں ہوتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑا مذموم اور بسا اوقات خیر و برکت اُٹھ جانے کا باعث بن جاتا ہے اور لوگوں کو شعور تک نہیں ہوتا ۔ لہٰذا باب کے پہلے عنوان سے اس کی مناسبت واضح ہے ۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی : ع۱ قتیبہ بن سعید حدیث ع۲۷ میں بیان ہو چکا ہے ۔ ع۲ اسماعیل بن جعفر انصاری مدنی حدیث ع۲۲ میں بیان ہو چکا ہے ۔ ع۳ حُمَیْد بن ابی حُمَیْد خزاعی بصری وہ حمید طویل مشہور ہیں ۔ ۱۴۳ ہجری میں فوت ہوئے ۔ اصمعی نے کہا میں نے حُمَید کو دیکھا ہے وہ لمبے نہیں تھے ، البتہ ان کا ہمسایہ حُمَید چھوٹے قد کا تھا اس لئے دونوں میں امتیاز کے لئے انہیں حمید طویل کہا جاتا تھا ۔ ع۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ع۵ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حدیث ع۱۷ میں گذرا ہے ۔ اس حدیث سے پہلے حدیث کے راوی بھی پانچ ہیں ۔ ع۱ محمد بن عرعرۃ ان کی کنیت ابو ابراہیم ہے کہا جاتا ہے کہ وہ ابو عبداللہ سامی ہیں ۔ سامہ بن لؤی بن غالب قرشی بصری کی طرف منسوب ہیں ۔ ۲۱۳ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ زُبَید ابو عبدالرحمٰن بن حارث بن عبدالکریم یامی یام کی طرف منسوب ہیں ۔ یام ایک قبیلہ کا بڑا بزرگ ہے وہ بہت عبادت کرتے تھے ۔ ۱۲۲ ہجری میں فوت ہوئے ۔ ع۳ ابو وائل شقیق بن سلمہ تابعی مخضرمی اسدی کوفی ہیں اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ۔ اعلانِ نبوت سے پہلے پیدا ہوئے تھے اور ایک سو ہجری میں فوت ہوئے ۔ ابو سعید بن صالح نے کہا ابو وائل جنائز کے روز ایک سو پچاس برس کے تھے ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں فوت ہوئے ۔

بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيْلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالْاِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ وَبَيَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ ثُمَّ قَالَ جَاءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ فَجَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ دِيْنًا وَ مَا بَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَيْسِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

۴۷ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

باب حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسّلام

کا سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے متعلق سوال پوچھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا "

پھر فرمایا جبرائیل علیہ السلام تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ آپ نے مذکورہ تمام امور کو دین فرمایا اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس کے لئے ایمان کے امور بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد "جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دُوسرا دین طلب کرے تو وہ ہرگز قبول نہ ہوگا!

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کے سوال کی سب باتوں کو دین فرمایا اس کے ساتھ ساتھ وفد عبدالقیس کے لئے بیان فرمایا کہ ایمان ہی اسلام ہے؛ کیونکہ ان کے واقعہ میں ایمان کی وہی تفسیر فرمائی جو یہاں اسلام کی تفسیر فرمائی اور ساتھ ہی آیت کریمہ ذکر کی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ اسلام دین ہے۔ معلوم ہُوا کہ ایمان، اسلام اور دین ایک ہی شئی ہیں۔ یہی بخاری کا مقصد ہے۔ واللہ اعلم!

۴۷ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے

أَخْبَرَنَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهِ وَبِلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكٰوةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمُ فِي الْبُنْيَانِ فِيْ خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ الْآيَةَ ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ رُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِيْنَهُمْ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ مِنَ الْإِيْمَانِ

فرشتوں پر اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر اس کے رسُولوں پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان رکھے۔ اس نے کہا اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ شریک نہ رکھے۔ نماز پڑھے، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرے اور رمضان مبارک کے روزے رکھے۔ اُس نے کہا احسان کیا شئی ہے فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو اچھی طرح عبادت کر کیونکہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ سائل نے کہا قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا جس سے قیامت کے متعلق پوچھا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا ابھی میں تجھے اس کی علامتیں بتاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے مالک کو جنے جب کالے اونٹ چرانے والے محلات میں فخر سے رہنے لگیں۔ پانچ اشیاء ہیں جن کو حقیقتہً اور بالذات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "بے شک اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے (ساری آیت کی تلاوت فرمائی) اس کے بعد وہ

وہ شخص چلا گیا تو تھوڑی دیر بعد آپ نے فرمایا اس شخص کو واپس لاؤ مگر صحابہ نے کوئی شئی نہ دیکھی۔ آپ نے فرمایا یہ جبرائیل تھے لوگوں کو ان کا دین سکھانے آئے تھے۔ امام بخاری نے کہا آپ نے تمام امور کو ایمان کا حصہ فرمایا۔

۴۷ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور ایمان، اسلام، احسان اور قیامت سے متعلق سوالات

کئے۔ آپ نے جواب دینے کے بعد فرمایا یہ سائل جبریل تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے اور مذکورہ تمام امور کو کامل ایمان کا حصہ فرمایا۔ اس حدیث میں کتابوں کا ذکر نہیں کیونکہ جب رسولوں پہ ایمان ہوگا تو ان پہ منزّل کتابوں پہ بھی ایمان ہوگا۔ فرشتے رسولوں سے پہلی مخلوق ہے اس لئے ان کو رسولوں سے پہلے ذکر کیا درا صل رسول فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس وقت حج فرض نہ تھا اس لئے اس کو ذکر نہیں کیا۔

ایمان کے امور ذکر کرنے کے بعد شرک ذکر کیا۔ کیونکہ مشرک سرسری طور پہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ بتوں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ مومن ہمیشہ مومن ہوتا ہے اور مسلمان کبھی مومن ہوتا ہے اور کبھی مومن نہیں ہوتا لہذا جو مومن ہوگا مسلمان ضرور ہوگا مگر اس کا برعکس نہیں ہوسکتا اس لئے ایمان کے بعد اسلام کا ذکر کیا ہے کہ ایمان تصدیق باطنی ہے اور اسلام انقیاد ظاہری ہے۔ اسلام کی تفسیر میں مذکورہ اشیاء کو ایمان شامل ہے، کیونکہ یہ اشیاء تصدیق باطنی کے ثمرات ہیں اور تصدیق باطنی اصلِ ایمان ہے۔ اسی لئے وفد کی حدیث میں ایمان کی تفسیر میں وہ اشیاء ذکر کیں جو یہاں اسلام کی تفسیر میں ذکر کی ہیں اور اسلام بھی اصل ایمان (تصدیق باطنی) اور اعمال کو شامل ہے، کیونکہ یہ تمام انقیاد ظاہری ہیں۔ لہٰذا یہ واضح ہوگیا کہ ایمان و اسلام جمع اور جدا ہوتے رہتے ہیں۔ احسان کی تفسیر میں خلوص عبادت اور انتہائی مراقبہ ذکر کیا یہ جامع کلمہ ہے۔ رہا قیامت کا علم اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کریمہ سے نفی نہیں فرمائی بلکہ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ،، فرما کہ افشاءِ راز کی حفاظت فرمائی اور حاضرین پہ اس کا اخفاء فرمایا۔ اسی لئے قرآن کریم میں جہاں بھی قیامت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے علم اللہ کی طرف مفوض کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا،، اور اسی طرح کی دیگر آیات اس پہ دلالت کرتی ہیں۔ کتاب و سنت میں کہیں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے علم کی نفی نہیں اور مذکورہ آیت کریمہ ,, اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ میں اگرچہ حصر ہے مگر یہ علم بالذات پر محمول ہے جیسے ,, اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ میں حصر ذاتی ہے۔ اس کو یہ لازم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ثواب عطاء نہیں کرتا ورنہ لازم آئے گا کہ اچھا ثواب بھی کسی کو نہ دے، چونکہ قیامت کا علم اسرار سے تھا اس لئے فرمایا میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا ہوں اور سائل کے کہنے پر قیامت کی نشانیاں ذکر فرما دیں تاکہ حاضرین کو معلوم ہو جائے کہ قیامت کے قیام سے سوال نہ کیا جائے صرف اس پہ ایمان رکھا جائے اور اس کی کی بتائی ہوئی علامات پر ہی اکتفاء کیا جائے، چنانچہ عینی شرح بخاری میں ہے کہ قرطبی نے کہا کہ سوال سے مقصود سامعین کو قیامت کے وقت سے متعلق سوال سے روکنا تھا۔

نیز کرمانی میں ہے کہ اگر یہ پوچھا جائے کہ أَعْلَمُ اسم تفضیل ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں دونوں شریک ہیں ؟ کیونکہ نفی زیادتی کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔ یعنی قیامت کا وقت میں اور تم دونوں جانتے ہیں میں تم سے زیادہ نہیں جانتا ہوں ۔ حالانکہ مقصود یہ نہیں ۔ مقصود تو یہ ہے کہ نفی علم میں دونوں مساوی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہم لازم کو تسلیم کرتے ہیں کہ قیامت کے قیام کے علم میں دونوں مساوی ہیں کہ قیامت آئے گی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی نفی کی ہے کہ اس کے متعلق سوال نہیں کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ جس سے سوال کیا جائے وہ سائل سے زیادہ جانتا ہے ۔ اور دوسرے سوالوں کا جواب لینا مقصود تھا اس لئے ان کو بیان فرمایا باقی چار اشیاء جن کا آیت کریمہ میں ذکر ہے حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ان کا علم بھی مخلوق کے لئے ثابت ہے ۔ چنانچہ بخاری میں ہے اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو کہتا ہے اے پروردگار عالم رحم میں نطفہ واقع ہو گیا اور ہر چالیس روز بعد اس کی حالتیں بیان کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس میں بچہ پیدا کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ نر ہے یا مادہ نیک بخت ہے یا بدبخت اس کی روزی کیا ہے اس کی موت کب واقع ہوگی ۔ یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے اطلاع کرنے سے بچے کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ مغیبات پر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اطلاع کرتا رہتا ہے ۔

اس حدیث شریف میں آیت کریمہ میں مذکور پانچ امور میں سے مَا فِی الْاَرْحَامِ اور موت کے وقوع پر فرشتہ کو اطلاع حاصل ہے ۔ نیز سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کی بیوی خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے وہ تین بہنیں ان کی فلاں وراثت کو تقسیم کریں (موطا امام مالک بیہقی شریف صـ۱۷ ، جلد ۶)

مسلم شریف میں ہے کہ ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ایک شخص کو جھنڈا دوں گا وہ خیبر فتح کرے گا ۔ جنگ بدر میں چھڑی شریف سے نشان لگا کر فرمایا کہ ان نشانات پر فلاں فلاں گر کر مریں گے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آپ اس بیماری میں وفات فرمائیں گے اور آپ سے تھوڑی دیر بعد وہ بھی آپ سے آملیں گی ۔ معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں حصر ذاتی ہے یعنی ان امور کو بالذات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس سے کاہنوں ، نجومیوں اور جنوں پر قابو پانے والوں کا رد کرنا مقصود ہے جن کے بارے میں عرب کے جاہل لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ لوگ غیب جانتے ہیں اور وہ اپنے فیصلے ان سے کرواتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ نے یہ فاسد اعتقاد زائل کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی (الابریز صـ۱۶۶) ورنہ ان پانچ امور کی کیا تخصیص بالذات غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے اطلاع کرنے سے اس کے رسول اور رسول کے تابع ولی بھی جانتے ہیں ۔ (قسطلانی صـ۲۲۲ جلد ۷)

ملا علی قاری نے مرقات ج ۱ صـ۶۲ میں ذکر کیا کہ غیب کے مبادی اور لواحق ہیں ۔ مبادی پر کوئی بھی مطلع نہیں اور لواحق پر اللہ تعالیٰ اپنے احباء اور اولیاء جن کا دل ریاضت کرکے صاف ہو جاتا ہے

کو مطلع کرتا ہے ۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت ذکر فرمائیں کہ لونڈیاں بکثرت ہوں گی ۔ اونٹوں کے چرواہے بلند محل بنوائیں گے اور تکبر و غرور کرنے لگیں گے اگر اسی کو دیکھ لیا جائے تو آیت کا معنی واضح ہو جاتا ہے ، کیونکہ آیت کریمہ میں کل کے علم میں بھی حصر ہے حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے حالات بیان فرما دیئے ہیں ۔ واللہ علیم خبیر اللہ جانتا اور خبردار کرتا ہے ۔

الابریز شریف میں شیخ عبد العزیز دباغ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اُنھوں نے کہا " كَيْفَ يَخْفٰى اَمْرُ الْخَمْسِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَتِهٖ هٰذِهِ الْخَمْسِ " یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر ان پانچ امور کا علم کیسے مخفی رہ سکتا ہے حالانکہ آپ کی اُمّت کے اہل تصرف میں سے کوئی بھی اُن کو جانے بغیر تصرف نہیں کر سکتا ۔ اسی حدیث کے تحت علامہ قسطلانی (ص۱۴۰ جلد: ۷) ذکر کرتے ہیں ۔ قولہ تعالیٰ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ " لٰكِنْ اِذَا اَمَرَ بِهٖ عَلِمَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُوَكَّلُوْنَ بِهٖ وَمَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهٖ " یعنی جب اللہ تعالیٰ اس کا حکم کرے تو اس پر مامور فرشتے اور اس کی مخلوق جس کو وہ چاہے نزولِ مطر کو جان لیتے ہیں ۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدء الخلق ص۴۵۳ پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی اُنھوں نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اثناء خطبہ میں مخلوق کی ابتداء سے لے کر اہلِ جنت کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ان کے تمام منازل بیان فرما دیئے ۔ یہ حدیث سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفورِ علم پر دلالت کرتی ہے اور تھوڑے وقت میں قیامت تک کے حالات بیان فرما دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جیسے ایک پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن شروع کر کے دوسرا قدم دوسری رکاب میں رکھنے تک سارا قرآن کریم ختم کر لینا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے ۔

اس حدیث کے تحت علامہ طیبی نے کہا کہ آپ نے مخلوقات کے سارے احوال کی خبر دی اور علامہ عینی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کائنات میں تمام امورِ مقدّرہ کی خبر دی جو قیامت تک آنے والے ہیں ۔ ان روایات سے قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ " کا مفہوم واضح ہو گیا کہ مطلق غیب اللہ کی اطلاع کے بغیر اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی لئے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اس آیت کریمہ کو اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ذکر کیا جبکہ آپ نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے ہیں اس نے عظیم بہتان لگایا ۔ اگر ام المؤمنین کے قول کو ذاتی علم پر محمول نہ کیا جائے تو مذکور روایت سے یہ روایت متضاد ہو گی اور جب اسے علم ذاتی کی نفی پر محمول کیا جائے تو دلیل میں مذکورہ آیت کریمہ میں بھی ذاتی علم کی نفی ہو گی ورنہ تقریب تام نہ ہو گی اور دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہو گی ! واللہ اعلم !

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے ابو سفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے اُن سے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ زیادہ ہوتے ہیں یا کم ہوتے ہیں ۔ تم نے کہا وہ بڑھتے جاتے ہیں ۔ ایمان کا یہی

قَوْلُهُ اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ "

اس جملہ کی ترکیب میں اشکال یہ ہے کہ بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" میں "فَاِنَّهٗ يَرَاكَ" شرط کی جزاء ہے۔ حالانکہ یہ جملہ جزاء کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ شرط جزاء کا سبب ہوتی ہے تو اس تقدیر پر معنی یہ ہوگا کہ اگر تو اللہ کو نہیں دیکھتا تو اللہ تجھے دیکھتا ہے۔ یعنی تیرا اللہ کو نہ دیکھنا اللہ کا تجھے دیکھنے کا سبب ہے۔ حالانکہ اللہ ہر حال میں دیکھتا ہے کوئی اسے دیکھے یا نہ دیکھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "فانہ یراک" شرط جزاء نہیں۔ دراصل جزاء محذوف ہے۔ وہ یہ کہ "فَاَحْسِنِ الْعِبَادَةَ" یعنی اگر تو اللہ کو نہیں دیکھتا تو عبادت میں اخلاص کر اور غافل نہ ہو، کیونکہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ "اِنْ اَكْرَمْتَنِيْ فَقَدْ اَكْرَمْتُكَ اَمْسِ" اس جملہ میں جزاء محذوف ہے۔ وہ یہ کہ "فَاعْتَدَّ بِاِكْرَامِيْ فَقَدْ اَكْرَمْتُكَ اَمْسِ" حدیث کے اس جملہ کا معنی یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت ایسے کر جیسے اللہ کو دیکھنے والا اس کی عبادت کرتا ہے۔ اور اللہ اسے دیکھتا ہے کیونکہ اللہ کو دیکھنے والا شخص جب تک عبادت کرے گا اس میں خضوع و خشوع، اخلاص، حفظِ قلب و جوارح اور آدابِ عبادت کی رعایت میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔ اس حدیث کی اتنی قدر دین کا عظیم اصل اور قواعد مسلمین کا اہم قاعدہ ہے۔ یہ حضرات سالکین کا مقصود، عارفین کا خزانہ اور صالحین کی عادت ہے۔ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں۔ اہلِ تحقیق نے صالحین کی مجلس میں بیٹھنے کی تلقین کی ہے تاکہ ان کے احترام کے باعث اور ان سے حیاء کرتے ہوئے نقائص سے دور رہے تو جس شخص کے علانیہ اور خفیہ حالات کو اللہ دیکھتا ہو اور اس کے اخلاصِ عبادت پر ہمیشہ مطلع ہو اس کا کتنا بلند مقام ہوگا۔ (فتح الباری)

یہ حدیث مقامِ مشاہدہ اور مقامِ مراقبہ دونوں کو شامل ہے۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ انسان کے عبادت کرنے میں تین مقامات ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ ایسے طریقہ سے عبادت کرے کہ اس کے ساتھ شرائط اور ارکان کو پورا کرنے کے باعث اس سے وظیفہ تکلیف ساقط ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح عبادت کرتے ہوئے بحارِ مکاشفہ میں غرق ہو جائے۔ حتیٰ کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہو یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے؛ چنانچہ آپ نے فرمایا: نماز میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے، کیونکہ طاعت کے باعث لذت کے ہونے، عبادت سے قلب کو راحت پہنچنے اور انوارِ کشف کے غلبہ سے غیر کی طرف متوجہ ہونے کے تمام راستوں کے بند ہو جانے سے آنکھ کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ محبوب کے دل کے خلاء بھرنے اور حال کے مشغول ہونے کا ثمرہ ہے۔ تیسرا یہ کہ انسان ایسے حال میں عبادت کرے کہ اس پر یہ حال غالب ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے یہ مقامِ مراقبہ ہے۔ اور "فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ" مقامِ مکاشفہ سے مقامِ مراقبہ کی طرف نزول ہے۔ یعنی اگر تو ایسی عبادت نہیں کر سکتا، حالانکہ تو ان لوگوں میں سے ہے جنہیں معنوی رؤیت حاصل ہے تو ایسے حال میں عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ تینوں مقامات احسان ہیں لیکن جو احسان عبادت کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ وہ پہلا مقام ہے، کیونکہ دوسرے دونوں مقامات خواص کی شان ہے اور دوسرے لوگ کے لئے بہت مشکل ہے (قسطلانی) اہلِ تصوف نے کہا حدیث کے اس جملہ میں محو و فنا کے

باب ۔ ۴۸ ۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْسُفْیٰنُ بْنُ حَرْبٍ اَنَّ هِرَقْلَ قَالَ لَهٗ سَاَلْتُكَ هَلْ یَزِیْدُوْنَ اَمْ یَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ یَزِیْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِیْمَانُ حَتّٰی یَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ یَرْتَدُّ اَحَدٌ سُخْطَةً لِدِیْنِهٖ بَعْدَ اَنْ یَدْخُلَ فِیْهِ فَزَعَمْتَ اَنْ لَا وَكَذٰلِكَ الْاِیْمَانُ حِیْنَ تُخَالِطُ بَشَاشَتُهُ الْقُلُوْبَ لَا یَسْخَطُهٗ اَحَدٌ

مقام کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اگر تو کوئی شئی نہ رہے گا اور اپنے آپ کو فنا کر دے گا گویا کہ تو موجود ہی نہیں تو اس وقت اللہ کو دیکھے گا اس پر بعض نے اعتراض کیا کہ اس تقدیر پر فَاِنْ لَمْ تَكُنْ ،، شرط اور تَرَاهُ ،، جزاء ہے۔ جزاء مرفوع نہیں ہونی چاہیے تھی؛ کیونکہ مضارع جزاء ہو تو مجزوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جزاء جملہ ہے اور وہ ,, فَاَنْتَ تَرَاهُ ،، اور جملہ میں جزم تقدیری ہوتی ہے جیسے قرآن کریم میں ,, كُنْ فَیَكُوْنُ ،، ہے فَیَكُوْنُ كُنْ کا جواب ہے جو مجزوم ہونا چاہیے تھا لیکن جواب جملہ ہے اور وہ ,, فَهُوَ یَكُوْنُ ،، ہے اور جملہ میں جزم تقدیری ہوتی ہے؛ البتہ کہمس کی روایت ہے ,, فَاِنَّكَ اِنْ لَا تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ ،، اہلِ تصوّف کے نظریہ کے خلاف ہے؛ کیونکہ اس روایت کے مطابق نفی رؤیت کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ کون اور وجود کی طرف نہیں متوجہ نہیں۔

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ مسدد بن مسرہد حدیث ع۱۲ کے تحت دیکھیں ع۲ اسماعیل بن ابراہیم بن سہم بن مقسم ابوالبشر ہیں وہ ابن عُلَیّہ مشہور ہیں۔ حدیث ع۱۴ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۳ ابوحیان یحیی بن حیان کوفی تیمی ہیں۔ احمد بن عبداللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۴۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۴ ابوزرعہ ہرم بن عمرو بن جریر بجلی ہیں۔ حدیث ع۳۵ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۵ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

باب ۔ ۴۸ ۔ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے ابوسفیان نے بیان کیا کہ ہرقل نے ان سے کہا کہ میں نے

بَابُ فَضْلِ مَنِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ

۴۹ــــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

تم سے پوچھا ہے کہ کیا وہ زیادہ ہوتے ہیں یا کم ہوتے ہیں، تم نے کہا وہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ایمان کا یہی حال ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے۔ میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر پھر جاتا ہے؟ تم نے کہا نہیں ایمان کا یہی ہے جب اس کی وضاحت دلوں میں مل جائے اسے کوئی ناراض نہیں کر سکتا۔

۴۸ــــ شرح: اس حدیث سے امام کا مقصد یہ ہے کہ ہرقل نے ایمان اور دین میں فرق نہیں کیا کبھی اسے دین کہا اور کبھی ایمان کہا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے قبول کیا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ انھوں نے اسے مستحسن جانا ہے۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ ہرقل کافر تھا اس کے کلام سے استدلال کیسے درست ہے۔ اس سے قطع نظر ہرقل کے ایمان میں اختلاف ہے۔ نیز وہ اہل کتاب سے ہے۔ ان کی شریعت میں ایمان دین ہے اور پہلی امتوں کے احکام ہمارے لئے حجت ہیں بشرطیکہ ان پر سکوت ہو اور ان کی تردید نہ کی گئی ہو۔ اس حدیث کی تفصیل حدیث ع۶ کی شرح میں دیکھیں۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں ع۱ ابراہیم بن حمزہ بن محمد بن مصعب بن عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم وہ قرشی اسدی مدنی ہیں۔ ابن سعد نے انہیں صدوق اور ثقہ کہا ہے وہ ۲۳۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم وہ قرشی مدنی ہیں۔ ان کا ذکر ہو چکا ہے ع۳ صالح بن کیسان غفاری مدنی ہیں وقد مر ع۴ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ہیں ع۵ عُبَیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہیں وہ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں ع۶ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ ان سب کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب ــ دین کو محفوظ رکھنے والے کی فضیلت

۴۹ــــ ترجمہ: عامر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نعمان بن بشیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حلال واضح ہے اور

حرام بھی واضح ہے۔ ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو مشتبہات سے بچا اُس نے اپنا دین اور عزت بچالی اور جو کوئی مشتبہات میں واقع ہوگیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو چراگاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے۔ قریب ہے کہ وہ ان کو اس میں واقع کردے خبردار! ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے خبردار! اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کے محارم (جن کو اس نے حرام کیا ہے) ہیں خبردار! جسم میں ایک خون کا لوتھڑا ہے۔ جب وہ درست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے۔ اگر وہ خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے اور وہ صرف دل ہے۔

۴۹ — شرح : تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس حدیث کا عظیم مقام ہے اور یہ اُن احادیث میں سے ہے جن پر اسلام کا دارومدار ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے کہا اس حدیث میں ایک تہائی اسلام ہے اور اس حدیث اور حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ اور اور حدیث مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ اسلام کا مدار ہیں۔ ابوداؤد سجستانی نے کہا چار احادیث اسلام کا مدار ہیں۔ تین یہ اور چوتھی حدیث لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ،، اس حدیث کے عظیم مقام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس میں کھانے، پینے، پہننے اور نکاح وغیرہ کی صلاحیت بیان فرمائی ہے کہ وہ حلال اور حلال کی معرفت کی راہ نمائی فرماتی ہے اور فرمایا کہ شبہات کو ترک کر دینا چاہیئے کہ اس سے دین اور عزت محفوظ رہتی ہے۔ اور مشتبہ امور مقامات سے ڈرایا اور چراگاہ کی مثال دے کر اس کی وضاحت کی پھر تمام سے اہم کو ذکر کیا کہ وہ قلب ہے (کرمانی)

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث کا معنی یہ ہے کہ اشیاء کے تین اقسام ہیں۔ ایک قسم حلال واضح ہے جس کے حلال ہونے میں خفاء نہ ہو جیسے روٹی اور پھل اور چلنا پھرنا کلام کرنا۔ دوسری قسم حرام واضح ہے۔ جیسے شراب، مردار، خون، زنا اور جھوٹ وغیرہ۔ تیسری قسم مشتبہ امور ہیں۔ یعنی جن کا حلال اور حرام ہونا واضح نہ ہو۔ اسی لئے انہیں لوگ نہیں جانتے ہیں۔ اور علماء نص یا قیاس و استصحاب سے ان کا حکم معلوم کرلیتے ہیں۔ جب کسی چیز کے حلال و حرام ہونے میں اشتباہ اور تردد ہو اور کوئی نص یا اجماع نہ ہو تو مجتہد اس میں کوشش کرکے کسی شرعی دلیل سے اسے حرام یا حلال سے لاحق کرے گا۔ اس وقت وہ حلال ہوگی یا حرام ہوگی کبھی دلیل میں کوئی احتمال ہوتا ہے تو اس کو ترک کردینا چاہیئے تقویٰ یہی ہے اور جب تک مجتہد کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو اس میں اشتباہ رہتا ہے۔ پھر اس کو حرام کہا جائے یا حلال کہا جائے یا اس میں توقف کیا جائے اس میں مذاہب ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ ورودِ شرع سے قبل اشیاء کے حکم میں مشہور اختلاف ہے اور اس میں چار مذہب ہیں۔ اول یہ کہ اس کے حلال و حرام اور مباح وغیرہ ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اہلِ حق کے مذہب میں شرع کے بغیر حکم ثابت نہیں۔ صحیح تر یہی مذہب ہے۔ دوم یہ کہ اسے حلال یا مباح کہا جائے۔ سوم یہ کہ وہ ممنوع ہے چہارم توقف ہے اور تقویٰ یہی ہے کہ اسے ترک کیا جائے۔ علامہ خطابی نے کہا مشتبہ وہ ہے جو من وجہ حلال اور من وجہ حرام ہو۔ اگر مشتبہ کی کوئی

شخص عادت بنالے اور اس سے احتراز نہ کرے تو حرام میں واقع ہونے لگے گا اور شبہات میں بکثرت واقع ہونا دل کو سیاہ کر دیتا ہے، کیونکہ تقویٰ اور نورِ علم کے فقدان کا مقتضیٰ یہی ہے اور دل سیاہ ہو جانے کے بعد حرام میں واقع ہو جاتا ہے جس کا اسے شعور نہیں ہوتا۔ لہٰذا تقویٰ یہی ہے کہ شبہات سے دور رہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دَعْ مَا یُرِیْبُكَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُكَ" حدیث میں اس کی وضاحت مثال سے بیان فرمائی کہ ہر بادشاہ کی چراگاہ ہوتی ہے جس سے وہ لوگوں کو منع کرتے ہیں کہ وہ اس میں داخل نہ ہوں اور جو کوئی اس میں داخل ہوگا وہ عقوبت کا مستحق ہوگا اور جو اس سے احتیاط کرے وہ اس کے قریب نہ جائے گا تاکہ کہیں اس میں داخل نہ ہو جائے اسی طرح محارم یعنی معاصی اللہ کی چراگاہ ہیں جو شخص ان میں سے کسی کا مرتکب ہوگا وہ عقوبت کا مستحق ہوگا اور جو کوئی اس کے قریب جائے گا اور شبہات میں داخل ہوگا تو عنقریب ان میں واقع ہو جائے گا۔ لہٰذا عوام کو شبہات سے بچنا چاہیئے اور چونکہ مشتبہ تمام لوگوں پر مشتبہ نہیں ہوتے بلکہ علماء انہیں جانتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلائل پیدا کئے ہیں جن کے سبب وہ انہیں جانتے ہیں۔ اسی لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشتبہات کو اکثر لوگ یعنی عوام نہیں جانتے ہیں،" اور قلب کو اس لئے ذکر کیا کہ یہ اعضاء کا بادشاہ ہے اور تمام اعضاء صلاح و فساد میں اس کے تابع ہیں۔

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں: ع۱ ابو نُعیم فضل بن دُکین ان کا لقب اور نام عمرو بن حماد بن زُہیر قرشی تیمی طلحی ملائی ہیں۔ وہ ملاء بیچا کرتے تھے اس لئے انہیں ملائی کہا جاتا ہے اور آل طلحہ بن عبید اللہ کے مولیٰ ہیں اس لئے وہ طلحی ہیں۔ بے شمار شیوخ سے انھوں نے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ابن منجویہ نے کہا وہ دو سو اٹھارہ یا انیس ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ وہ اپنے زمانہ میں عظیم متقی تھے

ع۲ زکریا بن ابی زائدہ خالد بن میمون ہمدانی کوفی ہیں۔ ۱۴۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ نسائی نے انہیں ثقہ کہا ہے ع۳ عامر شعبی ع۴ نعمان بن بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن خلاس انصاری خزرجی ہیں۔ ان کی والدہ عُمرہ بنتِ رواحہ ہے جو عبد اللہ بن رواحہ کی ہمشیرہ ہے۔ وہ ہجرت کے چودہ ماہ بعد پیدا ہوئے تھے۔ وہ انصار میں پہلے نومولود ہیں جو ہجرت کے بعد پیدا ہوئے۔ اکثر علماء کہتے ہیں وہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ عبد اللہ بن زُبیر نے کہا وہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے۔ واسط کے روز دمشق اور حمص کے درمیان شہید ہوئے وہ زُبیری تھے۔ ابن زبیر کی طرف سے حمص کے حاکم تھے۔ جب حمص والوں نے سرکشی کی تو وہاں سے بھاگ نکلے اور خالد بن خلی کلاعی نے ان کا تعاقب کر کے قتل کر دیا۔ مفضل بن غسان غلائی نے کہا وہ تریسٹھ ہجری میں شہید ہوئے۔ وہ صحابی بن صحابی بن صحابیہ تھے۔ ان کے سوا صحابہ میں اس نام کا کوئی صحابی نہیں۔

اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

بَابٌ أَدَاءُ الْخُمُسِ مِنَ الْإِيمَانِ

۵۰ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَقْعُدُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَيُجْلِسُنِي عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ

باب — غنیمت کے مال سے پانچواں حصّہ ادا کرنا ایمان کی نشانی ہے ''

۵۰ — ترجمہ : ابوجمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ وہ مجھے اپنی کرسی پر بٹھایا کرتے تھے اور کہا تم میرے پاس رہو حتی کہ میں تیرے لئے اپنے مال سے کچھ حصّہ مقرر کرتا ہوں۔ میں نے ان کے پاس دو ماہ اقامت کی پھر کہا جب وفد عبد القیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہُوا تو فرمایا یہ کون لوگ یا کونسا وفد ہے اُنھوں نے کہا قبیلۂ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ فرمایا اس قوم یا وفد کے لئے مرحبا یہ لوگ رسوائی اور ندامت کے بغیر آئے اُنھوں نے کہا یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حرام کے مہینوں (ذو القعدہ، ذو الحجہ، محرم) کے سوا آپ کے پاس نہیں آسکتے۔ ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر سے یہ قبیلہ ہے ہمیں فیصلہ کن حکم فرمائیں جس کی ہم پچھلوں کو خبر دیں اور اس پر عمل کرکے ہم جنّت میں داخل ہوں۔ اُنھوں نے پینے کی چیزوں کے متعلق پُوچھا۔ آپ نے ان کو چار اشیاء کا حکم دیا اور چار سے منع کیا۔ ان کو

أَقِمْ عِنْدِي حَتَّى أَجْعَلَ لَكَ سَهْمًا مِنْ مَالِي فَأَقَمْتُ مَعَهُ شَهْرَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفْدُ قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَآءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ بِالْإِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَإِقَامُ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءُ الزَّكٰوةِ وَصِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالنَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ وَقَالَ احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَآءَكُمْ

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا ایمان باللہ کو جانتے ہو۔ اُنھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسولؐ یا دؔہی جانتے ہیں۔ فرمایا اس امر کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسولؐ ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا اور غنیمت کے مال سے پانچواں حصہ ادا کرنا۔ ان کو چار امور حنتم، دُبّاء، نقیر اور مُزفّت سے منع فرمایا۔ بسا اوقات مُقیّر فرمایا اور فرمایا ان باتوں کو یاد کرلو اور ان کی اپنے پچھلوں کو خبر دو!

۵۰ — شرح : قبیلہ عبدالقیس ربیعہ کی اولاد سے ہے۔ اس لئے اُنھوں نے آپ کے جواب میں ربیعہ کہا یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم نے اسلام سے انکار نہ کیا اور نہ ہی تم لڑے نہ قید ہوئے اس لئے تمہیں رسوا اور نادم نہ ہونا پڑا۔ عرب کے کفار ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کا احترام کیا کرتے تھے اور ان مہینوں میں لڑائی نہ کرتے تھے۔ اس لئے وفد عبدالقیس

نے کہا کہ ہم حرم کے مہینوں کے سوا آپ کے پاس نہیں آ سکتے۔
اس حدیث شریف میں سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو چار اشیاء کا حکم فرمایا حالانکہ جواب میں پانچ مذکور ہیں اور دراصل سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے توحید و رسالت کی شہادت کو چار امور سے شمار نہیں فرمایا کیونکہ وہ لوگ اس کو جانتے تھے۔ آپ نے ایمان کے وہ چار ستون ذکر کئے جو ان کے علم میں نہ تھے (کرمانی)
علامہ بیضاوی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ پانچ امور ایمان کی تفسیر ہیں اور ایمان جو چار امور میں سے ہے کو ذکر کیا اور باقی تین امور کو راوی بھول گیا یا اُس نے اختصار کیا۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مذکور چار امور ہی ہیں اور خمس کو بالتبع اس لئے ذکر کیا ہے کہ وہ لوگ کفار مضر سے برسر پیکار رہتے تھے۔ کیونکہ بخاری نے اداءِ خمس کو باب کا عنوان رکھا ہے اور اسے ایمان کا حصّہ کہا ہے لہٰذا خمس کا بالتبع ذکر کرنا غیر مفہوم ہے۔ حج کو ذکر اس لئے نہ کیا کہ وفد عبدالقیس ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے آیا تھا اور حج فتح مکہ کے بعد ۹ھ میں فرض ہُوا تھا۔ حنتم سبز یا سُرخ مٹکا ہے۔ دُبّاء خشک کدو کا برتن۔ نقیر جو کھجور کے تنے کو درمیان سے کرید کر برتن بنایا جائے۔ مزفّت جس برتن پر تارکول کا پلستر کیا جائے اسے مقیّر بھی کہا جاتا ہے۔ ابتداء اسلام میں ان برتنوں میں لوگ شراب استعمال کرتے تھے۔ جب شراب حرام ہُوا تو آپ نے ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے روک دیا؛ کیونکہ ان برتنوں میں شراب کے اثر سے اسکار بہت جلد آتا تھا اور کبھی یوں بھی اتفاق ہو جاتا کہ جس شخص کو اسکار کا علم نہ ہوتا وہ مسکر نبیذ پی لیتا اس لئے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان میں نبیذ بنانے سے روک دیا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں تم کو ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کرتا تھا۔ اب ہر برتن میں نبیذ بنا سکتے ہو مگر مُسکر کو مت پیئو۔ واللہ اعلم!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم پر اُجرت لینا جائز ہے۔ متاخرین نے بھی اسے جائز کہا ہے اور عالم کو چاہیئے کہ وہ لوگوں کو علم کی رغبت دلائے۔ حدیث میں مذکور وفد کا قصّہ کچھ اس طرح ہے کہ مُنقذ بن حبان مدینہ منورہ تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ بیٹھا ہُوا تھا کہ وہاں سے سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم گزرے تو مُنقذ احتراماً کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے مُنقذ تمہاری قوم کا حال کیسا ہے۔ پھر اس قبیلہ کے بڑے بڑے سرداروں کے نام لے کر ان کا حال دریافت کیا تو مُنقذ وہیں مسلمان ہو گیا اور سورۂ فاتحہ اور اقراء باسم ربّک، پڑھ کر واپس چلا گیا۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خط لکھ کر اسے دیا کہ عبدالقیس کے سرداروں کو پہنچا دے وہ والا نامہ لے کر تو چلا گیا لیکن کئی روز تک اسے پوشیدہ رکھا۔
ایک دن اس کی بیوی بنت مُنذر بن عائذ نے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا اور اپنے والد مُنذر سے ذکر کیا۔ اور کہا کہ جب سے میرا شوہر مدینہ منورہ سے آیا ہے۔ ہاتھ پاؤں اور منہ دھو کر قبلہ کی طرف متوجہ کر کبھی تو اپنی پشت ٹیڑھی کر لیتا ہے اور کبھی پیشانی زمین پر رکھ لیتا ہے! چنانچہ ان دونوں نے اس کا تجربہ کیا اور منذر کے دل

بَابُ مَا جَاءَ اَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّيَّةِ وَالْحِسْبَةِ

وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى فَدَخَلَ فِيْهِ الْاِيْمَانُ وَالْوُضُوْءُ وَالصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَالْحَجُّ وَالصَّوْمُ وَالْاَحْكَامُ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ

میں اسلام کا شوق پیدا ہوگیا۔ پھر منذر نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ ہاتھ میں لیا اور اپنی قوم کے پاس جاکر ان کے سامنے پڑھا تو ان کے دل بھی اسلام سے متاثر ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ چودہ افراد کا قافلہ تیار ہوا اور منذر عصری ان کا قائد تھا جب وہ مدینہ منورہ کے قریب گئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں بیٹھنے والے صحابہ کرام سے فرمایا: قبیلہ عبدالقیس کا وفد آرہا ہے جو مشرق میں رہنے والوں سے بہتر ہیں ان میں اشج یعنی مُنذِر ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مُنذِر کا نام اشج رکھا، کیونکہ ان کے چہرہ میں زخم کا نشان تھا۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں ع۱ ابوالحسن علی بن جعد بن عُبید جوہری ہاشمی ہیں اُنھوں نے سُفیان ثوری اور امام مالک سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ربانی اور ثقہ کہا ہے جب ان سے کہا گیا کہ علی بن جعد تو جہمی ہیں تو اُنھوں نے کہا وہ صدوق اور ثقہ ہیں ان کا بیٹا حسن جہمی تھا جو بغداد کا قاضی تھا۔ وہ ساٹھ برس ایک دن روزہ سے ہوتے اور ایک دن افطار کرتے رہے۔ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہوئے اور دو سو تیس (۲۳۰) ہجری میں فوت ہوئے اور بغداد میں باب کے مقبرہ میں دفن ہوئے

ع۲ شعبہ بن حجاج ع۳ ابوجمرہ نصر بن عمران بن عصام ضبعی بصری ہیں۔ وہ نیشاپور میں مقیم تھے پھر وہاں سے مَرو چلے گئے پھر سرخس واپس ہوگئے اور ۱۲۸ ہجری میں وہیں فوت ہوئے۔ ان کے ثقہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا وہ بصرہ میں فوت ہوئے ان کے والد عمران جلیل القدر اور بصرہ کے قاضی تھے۔ ان کے صحابی اور غیر صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

بخاری و مسلم میں ان کے سوا کوئی راوی ابوجمرہ نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی ابوجمرہ روایت کرتے ہیں۔

ع۴ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہوچکا ہے۔

عَلٰى شَاكِلَتِهٖ عَلٰى نِيَّتِهٖ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا صَدَقَةٌ وَ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ۔

۵۱ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ

باب — اس کے بیان میں کہ اعمال کا ثواب نیّت اور اخلاص سے ہے

اور ہر انسان کے لئے وہی ہے جو وہ نیّت کرے۔ اس میں ایمان وضوء، نماز، زکوٰہ، حج، روزہ اور سارے معاملات داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہہ دیجئے ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کرتا ہے یعنی اپنی نیّت پر مرد کا اپنی بیوی پر خرچ کرنا جبکہ اسے ثواب شمار کرے صدقہ ہے اور فرمایا: لیکن جہاد اور نیّت!

شرح — امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں ایمان صرف زبانی اقرار کا نام ہے۔ تصدیق قلبی کوئی ضروری نہیں اسی لئے

۵۲ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهِيَ لَهُ صَدَقَةٌ

فرمایا اس میں ایمان داخل ہے کیونکہ بخاری کے نزدیک ایمان عمل ہے۔ بخاری کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نیّت کے بغیر طلاق درست نہیں۔ اسی طرح دوسرے احکام بھی بدون نیّت صحیح نہیں چنانچہ اگر قصد کئے بغیر کسی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ میں نے بیچا، رہن کیا یا نکاح کیا تو بخاری کے نزدیک ان سے کچھ بھی درست نہ ہوگا اور اگر کوئی کسی کا نقصان قصد وارادہ کے بغیر کر دے تو ضمان اس لئے واجب ہے کہ احکام بظاہر اسباب کے ساتھ مرتبط ہوتے ہیں جیسے کوئی بچہ کسی کا نقصان کر دے تو اس کے مال سے ضمان واجب ہے (کرمانی)

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نیّت شرط نہیں۔ ان کے نزدیک صرف عبادات مقصودہ میں نیّت شرط ہے اور اعمال کا ثواب نیّت سے ملتا ہے مگر ان کی صحت کے لئے نیّت کرنا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم!

۵۱ ـــ ترجمہ : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا حکم نیّت سے ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو وہ نیّت کرے جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف مقبول ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا عورت کے لئے ہے جس سے وہ نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوگی جس طرف اس نے ہجرت کا ارادہ کیا۔

۵۱ ـــ شرح : اس حدیث سے بخاری کی ابتداء ہے۔ اس باب میں حدیث کو ذکر کرنے سے مقصد مرجئہ کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف زبانی اقرار کا نام ہے۔ عقد قلب کوئی ضروری نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ایمان کے لئے نیّت اور دل سے اعتقاد ضروری ہے۔ یہ حدیث اوّل سے آخر تک صحیح اور ثابت ہے اور مقام کے مقتضی کے مطابق بحسب ضرورت کبھی اس کا کچھ حصّہ ذکر کر دیتے ہیں جیسے ابتداء میں مقصود صرف یہ تھا کہ اعمال صرف نیّت سے ہی صحیح ہوتے ہیں تو وہاں اس قدر حدیث روایت کی اس سے متعلق کچھ حدیث ۱ کے ترجمہ کے تحت مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

۵۲ ـــ ترجمہ : ابومسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا جب

کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے جبکہ اسے ثواب سمجھے تو وہ اس کا صدقہ ہے۔

۵۲ — شرح : یعنی ثواب سمجھ کر اہل و عیال پر جو بھی خرچ کرے وہ صدقہ ہے؛ لیکن یہ حقیقۃً صدقہ نہیں۔ یہ مجازاً صدقہ ہے حتیٰ کہ ہاشمیہ بیوی پر یہ صدقہ جائز ہے۔ حالانکہ ہاشمیوں کے لئے صدقہ حرام ہے، لیکن زوجات ہاشمیہ اور غیر ہاشمیہ پر خرچ کرنے پر اجماع قائم ہے۔ امام نووی رحمہ نے کہا اس حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ تمام اعمال ظاہرہ اور باطنہ میں نیت کو حاضر کرنا اور ان میں اخلاص ہونا چاہیئے۔

اس حدیث سے امام بخاری نے فرقہ مرجیہ کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان زبانی اقرار ہے، اعتقاد قلبی نہیں اور "یحتسبھا" میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ اہل و عیال پر خرچ کرنا اگرچہ اچھا کام ہے؛ لیکن یہ طاعت اس وقت شمار ہوگا جبکہ اس میں اللہ کی خوشنودی مقصود ہو ایسے ہی اپنی ذات، مہمان اور جانوروں پر خرچ کرنے میں جب اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہو تو یہ طاعت ہوں گے ورنہ نہیں (کرمانی)

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ حجاج بن منہال ابو محمد انماطی سلمی ہیں۔ ان کی توثیق پر علماء کا اتفاق ہے۔ وہ نیک مرد دلال تھے۔ ہر دینار سے ایک حبہ لیتے تھے۔ ان کے پاس چھ ساتھیوں کے ساتھ ایک مال دار محدّث خراسانی آئے تو اُن کے لئے قالین خریدے۔ اس نے انہیں تیس دینار دیئے انہوں نے کہا یہ دینار کیسے ہیں۔ محدّث نے کہا یہ آپ کی دلالی ہے اسے لے لیں اُنہوں نے کہا تمہارے دینار میرے نزدیک اس مٹی سے ذلیل تر ہیں۔ مجھے ہر دینار کے عوض ایک حبہ دیں اور صرف ایک دینار اور کچھ کسور لیں علماء ان کی بہت تعریف کرتے تھے۔ ۲۱۷ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ بخاری، مسلم اور ابو داؤد نے ان سے روایت کی ہے۔ ع۲ شعبہ بن حجاج ع۳ عدی بن ثابت انصاری کوفی احمد نے انہیں ثقہ اور ابوحاتم نے صدوق کہا ہے۔ وہ کوفہ میں مسجدِ شیعہ میں امام اور قاضی تھے۔ ۱۱۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۴ عبداللہ بن یزید بن حصین بن عمرو بن حارث بن خطمہ ہیں۔ خطمہ کا اصل نام عبداللہ ہے انہیں خطمہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے ناک پر چوٹ لگائی تھی۔ ع۵ ابومسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ انصاری خزرجی بدری ہیں۔ ستر اشخاص کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے اور یہ ان سے کمسن تھے۔ جمہور علماء نے کہا ان کی سکونت بدر میں تھی غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔ بخاری نے انہیں غزوہ بدر میں حاضر ہونے والوں میں شمار کیا ہے۔ اُنھوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب صفین کی جنگ لڑنے گئے تھے تو انہیں کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ وہ ۳۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ ایک روایت میں ۴۱ ہجری میں ان کی وفات ہوئی

۵۳ ـــ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰی مَا تَجْعَلُ فِیْ فَمِ امْرَاَتِكَ

۵۳ ـــ ترجمہ : سعد بن ابی وقاص نے اپنے بیٹے سے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہرگز اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرے گا جبکہ تو اس کی رضامندی چاہتا ہو۔ مگر تجھے اس پر ثواب ملے گا حتیٰ کہ جو اپنی بیوی کے منہ میں کرے (اس پر بھی تجھے ثواب حاصل ہوگا)

۵۳ ـــ شرح : اس حدیث میں صرف سعد بن وقاص ہی مراد نہیں بلکہ ہر مخاطب مراد ہے جو انفاق کر سکتا ہو جیسے "وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا"، میں ہر وہ مخاطب مراد ہے۔ جس سے رویت متصور ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد سعد ہی ہوں تو دوسرے لوگ ان پر قیاس کئے جائیں۔ اس حدیث میں عظیم اصول کا بیان ہے وہ یہ کہ جس فعل میں اللہ کی رضا مطلوب ہو اس میں بہت ثواب ہوگا اگرچہ اس کے ضمن میں نفسانی خواہش ہی پائی جائے اسی لئے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کی مثال بیان فرمائی، حالانکہ عموماً اس میں حظِ نفس، شہوت اور میلانِ قلب ہوتا ہے۔ جب مقامِ شہوت میں حسنِ نیت پہ ثواب حاصل ہے اور یہ اللہ کی اطاعت اور نیک عمل ہے جبکہ اس میں اللہ کی رضا مطلوب ہو تو جس عمل میں حظوظِ نفسانیہ نہ ہوں اس میں اللہ کی رضا مراد ہو تو بطریقِ اولیٰ اجرِ عظیم حاصل ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ عورت کو خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کا نفع منفق کی طرف لوٹتا ہے، کیونکہ وہ اس کے بدن کی خوبصورتی اور اس کے لباس میں اثر انداز ہے اور بیوی انسان کے لئے دنیا میں لذیذ ترین شئے ہے اور غالباً لوگ عورت پر حصولِ شہوت کے پیشِ نظر خرچ کرتے ہیں اور قضاءِ حاجت کے لئے بیوی پر خرچ کرنے میں لذت حاصل کرتے ہیں اور ماں باپ پر خرچ کرنے میں یہ صورت نہیں، کیونکہ بعض اوقات ان پہ خرچ کرنے میں تکلف کارفرما ہوتا ہے۔ اس لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بیوی کے منہ میں لقمہ کرنے میں اللہ کی رضاء مراد ہو تو اس کو اجر حاصل ہوتا ہے حالانکہ اس کے لئے نفسانی داعیہ بھی ہے اور جہاں نفسانی داعیہ نہ ہو اور خرچ کرنے میں تکلف کی مشقت بھی ہو تو اس میں ثواب بطریقِ اولیٰ ہوگا! (کرمانی، عینی)

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ عَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

۵۴ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ۔

اسماء رجال

ابوالیمان حکم بن نافع حمصی بہرانی اور شعیب بن ابی حمزہ قرشی حمصی دونوں کا حدیث ع۶ میں ذکر ہوچکا ہے اور محمد بن مسلم زہری کا بھی ذکر ہوچکا ہے ۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص مدنی ہیں اپنے والد سعد سے روایت کرتے ہیں اور سعد عشرہ مبشرہ میں سے مستجاب الدعاء فارس اسلام ہیں۔ حدیث ع۲۶ کے تحت دونوں کا ذکر ہوچکا ہے ۔

باب — سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد : دین نصیحت ہے اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے مسلمانوں کے حاکموں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد : جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے مخلص ہوں"

۵۴ — ترجمہ : جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قائم کرنے ، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے اخلاص کرنے پر بیعت کی۔

۵۴ — شرح : باب میں مذکور حدیث کو مصنف نے معلق ذکر کیا ہے۔ جبکہ مسلم نے تمیم داری سے رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین نصیحت (اخلاص) ہے ہم نے عرض کیا کس لئے ؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کے لئے ، اس کی کتاب کے لئے ، اس کے رسول کے لئے ، مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور عوام الناس کے لئے ہے۔ صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمیم داری کی کوئی حدیث نہیں اور نہ ہی اس حدیث کے سوا صحیح مسلم میں کوئی حدیث ہے۔ یہ حدیث افراد مسلم سے ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "نصیحہ" جامع کلمہ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے منصوح لہ کے لئے اس کا حق محفوظ کرنا ، یہ کلمہ مختصر ہے۔ نَصِیْحَت ، "نَصَحَ الرَّجُلُ ثَوْبَہٗ" سے ماخوذ ہے۔ جبکہ وہ سوئی سے اپنا کپڑا سیئے۔ یعنی وہ اپنے بھائی کی پراگندگی کو جمع کرتا ہے جیسے سوئی کپڑے کو ملاتی ہے۔ اسی لفظ سے توبہ نصوح ہے۔ گویا کہ گناہ دین کو بکھیرتا ہے اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور توبہ اسے جمع کرتی ہے اکٹھا کرتی ہے۔ مازری نے کہا "نصیحہ"، "نَصَحْتُ الْعَسَلَ" سے مشتق ہے۔ جبکہ تو اسے موم سے علیحدہ کرے۔ محکم میں نُصح غش کی نقیض ہے۔ جامع میں نصح کا معنیٰ محبت میں سعی کرنا اور مشورہ میں کوشش کرنا ہے۔ کتاب ابن طریف میں ہے۔ نَصَحَ الْقَلْبُ جبکہ وہ غش سے خالی ہو۔ ابو زید نے کہا : نَصَحْتُہٗ اِلٰی صَدَّقْتُہٗ (عینی)

یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اس پر اسلام کا مدار ہے۔ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ دین کا ستون اور اس کا قوام نصیحت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے حج عرفہ ہے یعنی عرفہ حج کا ستون اور عظیم رکن ہے۔ اللہ کے لئے نصیحت کا معنیٰ یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے کسی کو اس کا شریک نہ بنائے اس کی صفات میں الحاد نہ کرے اور صفات جلال و کمال سے اس کی وصف بیان کرے اور نقائص سے اسے منزہ اور پاک و صاف جانے اس کی طاعت میں کمر بستہ رہے۔ اس کی نافرمانی سے اجتناب کرے اس کے تابعداروں سے محبت کرے اور نافرمانوں سے نفرت کرے اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے شکر ادا کرے اور تمام امور میں اخلاص کرے۔ اللہ کی طرف نصیحہ کی نسبت انسان کے اعتبار سے ہے کہ وہ اپنے آپ میں اخلاص پیدا کرے ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اخلاص سے مستغنی ہے۔ "اللہ کی کتاب کے لئے نصیحت" کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا یہ ایمان ہو کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اللہ نے اسے نازل فرمایا ہے۔ مخلوق کا کلام اس کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کی مثل لانے پر کوئی قادر ہے اس کی تعظیم کرے پابندی سے اس کی تلاوت کرے اور تلاوت کے وقت حروف کے مخارج کا خیال رکھے۔ اس کے مندرجات کی تصدیق کرے ، اس کے محکمات پر عمل کرے اور متشابہات کو تسلیم کرے اور ان میں بحث و تمحیص نہ کرے۔ اس کے ناسخ و منسوخ میں بحث کرے اور اس کے عموم و خصوص کا خیال رکھے۔ اس کی تبلیغ کرے اور لوگوں کو

اس کی طرف آنے کی دعوت دے اللہ کے رسول کے لئے نصیحت ،، کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے اور جو اللہ کی طرف سے ضروری احکام لائے ہیں ان پر ایمان لائے۔ اس کے اوامر اور نواہی میں اس کی تابعداری کرے۔ اس کی حیات و ممات میں مدد کرے اس کے حقوق کی تعظیم کرے سنت کو زندہ کرے اور اس کی تعلیم و تعلّم میں اچھی کوشش کرے۔ رسول کے اخلاق سے متخلّق ہو اور اس کے آداب سے متأدّب ہو۔ یعنی اپنے اندر نبی کے اخلاق پیدا کرے اور آداب سیکھے۔ اور رسول کے اہلبیت اور اس کے صحابہ سے محبت کرے "مسلمانوں کے اماموں کے لئے نصیحت ،، کا معنیٰ یہ ہے کہ حق پر ان کی مدد کرے اور اس میں ان کی اطاعت کرے، نرم لہجہ میں ان کو نصیحت کرے اور اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند نہ کرے ان کی اقتداء میں نماز پڑھے، ان کے ساتھ مل کر جہاد کرے، انہیں اپنے مال کا صدقہ ادا کرے، کیونکہ مشہور یہ ہے کہ ائمہ سے مراد اصحابِ حکومت ہیں۔ جیسے خلفاء اور امراء اور ملوک ہیں۔ ائمہ سے مراد علماء دین بھی لئے جاتے ہیں ان کے لئے نصیحت کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کی روایات کو قبول کرے، احکام میں ان کی تقلید کرے ان کے ساتھ حسن ظن رکھے۔ عوام الناس کے لئے اخلاص ،، کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کو دنیا اور آخرت کے مصالح کی راہنمائی کرے انہیں اذیت نہ پہنچائے جن مسائل سے وہ ناواقف ہیں ان کی انہیں تعلیم دے نیکی اور تقویٰ پر ان کی اعانت کرے ان کے عیوب پر پردہ ڈالے اور ان پر شفقت و مہربانی کرے اور جو اچھی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے ان کے لئے بھی پسند کرے۔ اصمعی نے کہا "ناصح" کا معنیٰ خالص ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی آیت کریمہ کے ساتھ تاکید کی اور وہ یہ ہے کہ "کمزور لوگوں، بیماروں اور ان لوگوں پر جو خرچ کرنے کے لئے مال نہیں پاتے ہیں حرج نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اخلاص کریں۔

حدیث ۵۴ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے اخلاص اور بھلائی کرنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ روزہ اور حج کو ذکر نہیں کیا کیونکہ نماز اور زکوٰۃ دین کے اہم رکن ہیں اور عبادات بدنیہ اور مالیہ پر مشتمل ہیں ابن بطال نے کہا اس حدیث میں نصیحت کو دین و اسلام کہا اور دین کا اطلاق جیسے قول پر ہوتا ہے عمل پر بھی ہوتا ہے اور یہ فرض کفایہ ہے۔ بعض لوگ اسے قائم کریں اور دین سیکھیں تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ جب ناصح کو یہ معلوم ہو کہ اس کی نصیحت کو قبول کیا جائے گا اور اس کے حکم کی اطاعت کی جائے گی اور اسے اس میں تکلیف اور مکروہ شئی کا سامنا نہ کرنا پڑے گا تو اس پر بقدرِ طاعت یہ ضروری ہے اگر وہ کسی اذیت سے خوف کرے تو اس کے لئے وسعت ہے اور وہ اپنی پسند کے مطابق کرے (کرمانی)

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ۱ مسدد ۲ یحییٰ بن سعید قطان کا ذکر حدیث ۱۲ کے تحت ہو چکا ہے ۳ اسماعیل بن ابی خالد بجلی کوفی تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حدیث ۹ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے ۴ قیس بن ابی حازم

۵۵ — حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ
بْنِ عِلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَوْمَ مَاتَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ
قَامَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِاتِّقَاءِ اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ وَالْوَقَارِ وَالسَّكِينَةِ حَتَّى يَأْتِيَكُمْ أَمِيرٌ فَإِنَّمَا يَأْتِيكُمُ الْآنَ ثُمَّ
قَالَ اسْتَعْفُوا لِأَمِيرِكُمْ فَإِنَّهُ كَانَ يُحِبُّ الْعَفْوَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي
أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَشَرَطَ عَلَيَّ
وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فَبَايَعْتُهُ عَلَى هَذَا وَرَبِّ هَذَا الْمَسْجِدِ إِنِّي لَنَاصِحٌ
لَكُمْ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَنَزَلَ

ابو عبداللہ حمسی کوفی بجلی جلیل القدر تابعی ہیں۔ اُنھوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت کرنے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر شروع کیا ابھی راستہ ہی میں تھے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم انتقال فرما گئے۔ اُنھوں نے عشرہ مبشرہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ۴۷۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض نے ۷ اور ۷۸ ہجری میں ان کی وفات ذکر کی ہے ان کے والد ابو حازم صحابی ہیں۔

۵ع ابو عبداللہ جریر بن عبداللہ بجلی بجیلہ کی طرف منسوب ہیں اور بجیلہ صعب بن سعدہ کی بیٹی ہے یہ قبیلہ اس کی طرف منسوب ہے وہ کوفہ میں تشریف لائے پھر وہاں سے قرقیسی چلے گئے اور ۵۱ ہجری میں وہیں فوت ہو گئے۔ بعض نے ان کی کنیت ابو عمرو ذکر کی ہے۔ جس سال جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہُوا اس سال وہ مسلمان ہُوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے حسن و جمال کے باعث انہیں اس اُمّت کا یوسف کہا کرتے تھے (کرمانی)

۵۵ — ترجمہ: زیاد بن علاقہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں نے جریر بن عبداللہ سے سُنا جس روز مغیرہ بن شعبہ فوت ہُوئے تو وہ خطبہ کے لئے کھڑے ہُوئے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور کہا تم پر لازم ہے کہ اللہ سے ڈرو! جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور وقار و سکون کو لازم پکڑو، حتیٰ کہ تمہارے پاس امیر آجائے اور وہ ابھی آتا ہے پھر کہا اپنے امیر کے لئے مغفرت کی دعاء کرو، کیونکہ وہ عفو کو محبوب رکھتا ہے۔ پھر کہا

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے میرے اوپر یہ شرط عائد کی کہ ہر مسلمان کے ساتھ اخلاص کروں میں نے اس شرط پر آپ سے بیعت کر لی مجھے اس مسجد کے رب کی قسم میں تمہارا مخلص ہوں پھر استغفار کی اور منبر سے اُتر آئے۔

۵۵— شرح : اس حدیث کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ مسلمان بھائی کے لئے نصیحت اللہ اور اس کے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی فرع ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پچاس ہجری میں فوت ہوئے وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ امارت میں کوفہ کے حاکم تھے۔ اُنھوں نے وفات کے وقت حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تو اُنھوں نے منبر پہ کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی وصفِ جمیل کی اور بہترین صفت و ثنا کی کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ کمالیہ سے موصوف ہے اور صفاتِ نقص سے مبرّا اور پاک و صاف ہے۔ پھر لوگوں کو فوت ہونے والے امیر کے بعد کا بدل آنے تک سکون و وقار سے رہنے کی تلقین کی کہ وہ ابھی آتا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ کے فوت ہونے کے بعد زیادہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ یا مراد یہ ہے کہ حقیقتہً ابھی آتا ہے اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا اور امیر حضرت جریر بنفسہٖ ہیں؛ کیونکہ مغیرہ بن شعبہ نے وفات کے وقت حضرت جریر کو کوفہ کا حاکم مقرر کردیا تھا۔ ابتداءِ تقریر میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین اس لئے کہ غالباً امیر کی وفات سے اضطراب و فتنہ جنم لیتا ہے۔ خصوصاً کوفہ والوں میں یہ بعید نہ تھا کیونکہ وہ اس وقت کوفہ کے حاکموں کے مخالف تھے۔ لفظِ حتّٰی ،، سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر کے آنے تک اللہ سے ڈرو اور سکون و وقار سے رہو۔ اس کے بعد کے حال سے سکوت ہے لیکن یہ مراد نہیں بلکہ امیر کے آنے کے بعد بطریقِ اولیٰ یہ لوگوں پر لازم ہے۔ پھر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فوت ہونے والے امیر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے لئے لوگوں سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے عفو کی دعاء کریں؛ کیونکہ وہ لوگوں کے گناہوں سے عفو کو پسند کرتے تھے کیونکہ کسی شخص سے وہی معاملہ ہوتا ہے جو وہ لوگوں سے معاملہ کیا کرتا ہے۔ جیسے مشہور ہے "کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ" جیسا کرے گا ویسا بھرے گا،، پھر اس کے بعد لوگوں سے خطاب کیا کہ میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسُول اللہ! میں آپ سے اسلام پہ بیعت کرتا ہوں تو آپ نے مجھے ہر مسلمان کے ساتھ اخلاص سے پیش آنے کی تلقین فرمائی تو میں نے اس پر آپ سے بیعت کر لی۔ لہٰذا میں اس مسجد کے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا مخلص ہوں۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے جس پر جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اسے پُورا کیا تھا اور ان کا مذکور کلام اغراضِ فاسدہ سے خالی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے ہوئے منبر سے اُتر آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت سنّت ہے۔ اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّت پہ

كِتَابُ الْعِلْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ وَقَوْلِهٖ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

بہت شفقت ہے کہ انہیں لوگوں سے اخلاص کی تلقین فرمائی ۔

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں : ع۱ ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی بصری ہیں۔ ان کا معروف لقب عارم ہے۔ یہ لقب ردی ہے اچھا نہیں ، کیونکہ عارم کا معنی شریر ہے اور وہ اس کی مثال سے بہت دور ہے لیکن ان کا یہ لقب رہا اور وہ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ ابوحاتم نے کہا جب تمہیں عارم کوئی حدیث بیان کرے تو اسی پر مہر ثبت کرو۔ عبدالرحمٰن نے ذکر کیا کہ آخر عمر میں ابونعمان کی عقل زائل ہوگئی تھی اور ان کا کلام خلط ملط ہوگیا تھا اس لئے ان کے اختلاط سے پہلے جس نے ان سے روایت کی وہ صحیح ہے ۔ اور انہوں نے ۲۱۴ ہجری کو اختلاط سے پہلے ان سے روایات لکھی ہیں وہ ۲۲۴ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے ۔

ع۲ ابوعوانہ ان کا نام وضاح یشکری ہے۔ حدیث ع۴ کے تحت ان کا ذکر ہوچکا ہے۔

ع۳ زیاد بن علاقہ بن مالک ثعلبی کوفی ہیں ۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے ۔ ۱۲۵ ہجری میں فوت ہوئے ۔

ع۴ جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ع۵۴ کے تحت ذکر ہوچکا ہے۔

بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيْثِهٖ فَاَتَمَّ الْحَدِيْثَ ثُمَّ اَجَابَ السَّائِلَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"كِتَابُ الْعِلْمِ"

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے "کتاب بدء الوحی" کو ذکر کیا، کیونکہ ایمان اور اصول دین کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ نیز یہ پہلی خیر ہے جو آسمان سے اس اُمت پر نازل ہوئی۔ پھر کتاب الایمان ذکر کی، کیونکہ مکلّف پر سب سے پہلا وجوب ایمان ہے اور یہ علی الاطلاق تمام امور سے افضل اور اشرف ہے۔ اور ہر خیر کا مبداء اور ہر چھوٹے بڑے کمال کا منشاء ہے۔ پھر کتاب العلم کو ذکر کیا، کیونکہ اس کے بعد جتنی بھی کتب ذکر کی جائیں گی ان کا دار و مدار علم پر ہے۔ اس لئے سب سے پہلے کتاب العلم کو ذکر کیا، علم کی تعریف میں اہلِ علم میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا علم کی تعریف ہی نہیں۔ چنانچہ امام الحرمین اور امام غزالی رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا علم کی تعریف مشکل ہے۔ اس کی تعریف تقسیم اور مثال سے کی جاتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے کہا کہ علم اجلی بدیہیات سے ہے۔ اس لئے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر علم بدیہی نہ ہو تو نظری ہوگا اور نظری ہونے کی صورت میں اس کی تعریف غیر علم سے کریں گے کیونکہ اگر علم سے کریں تو دَور لازم آئے گا، کیونکہ معرِف معرَّف سے مقدم ہوتا ہے اور شئی کا اپنی ذات سے مقدم ہونا دَور ہے۔ اگر غیر علم سے کریں تو اس کی معرفت بھی علم سے ہوگی پھر دَور لازم آئے گا اور دَور محال ہے کسی شئی کا اپنے نفس پر مقدم ہونا محال ہے۔ بعض علماء نے کہا علم کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور صحیح تر تعریف یہ ہے کہ علم انسان کی صفت ہے جو تمیز کو واجب کرتی ہے وہ امورِ معنویہ میں نقیض کا احتمال نہیں رکھتی۔ اس سے ظن وغیرہ نکل جاتے ہیں اور امورِ معنویہ کی قید سے ادراکِ حواس خارج ہو جاتا ہے کیونکہ حواس امور کا ادراک کرتا ہے

باب علم کی فضیلت

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد : اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرتا ہے۔ جو تم سے ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا (علماء) اور اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے اور اللہ کا ارشاد : اے اللہ میرا علم زیادہ کر ،،

امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امام بخاری نے علم کی فضیلت میں ان دو آیات پر اکتفاء کی۔ کیونکہ قرآن کریم بہت بڑی دلیل ہے۔ پہلی آئت : يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ الخ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے علماء کے درجات بلند کرتا ہے، کیونکہ انھوں نے علم و عمل کو جمع کیا ہے اور علم کے مقتضیٰ کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا علماء کے درجات مومنوں سے سات درجے اُوپر ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سَو سَال کی مسافت کی راہ ہے۔ دوسری آئت "رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا" ہے یہ دو آیات ہیں جن پر مصنف نے اکتفاء کی ہے۔ نیز امام کو ان کی شرط کے مطابق کوئی حدیث نہیں ملی جو اس کے مناسب تھی۔ کرمانی رحمہ اللہ نے بعض شامیوں سے نقل کیا کہ امام بخاری نے پہلے ابواب بنائے اور ان میں تراجم ذکر کئے پھر ان کے مناسب احادیث تدریجًا ذکر کردیں، لیکن بعض ابواب میں حدیث ذکر کرنے کا اتفاق نہ ہُوا، کیونکہ ان کی شرط کے مطابق کوئی مناسب حدیث نہ ملی تھی یا کسی اور وجہ سے ذکر نہیں کی تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ بخاری کے نزدیک اس باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

امام قسطلانی نے کہا اگر علم کی فضیلت میں صرف یہی آئت "شَهِدَ اللّٰهُ" الآیۃ تو علم کے شرف و عظمت میں یہی کافی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے ابتداء کی پھر فرشتوں کو ذکر کیا پھر اہلِ علم کو تیسرے درجہ میں ذکر کیا یہ بہت بڑا شرف ہے۔ اور علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ جب نبوت سے اُوپر کوئی مرتبہ نہیں تو اس مرتبہ کے شرفِ وراثت کے اُوپر کوئی شرف نہیں۔ علم کی غائت عمل ہے، کیونکہ یہ اس کا ثمرہ، آخرت کی زاد اور عمر کا نچوڑ ہے جو اس میں کامیاب ہوگیا وہ نیک بخت ہُوا اور جو ناکام رہا خسارہ میں پڑ گیا، لہٰذا علم عمل سے افضل ہے، کیونکہ اس کا شرف معلوم کے شرف کے باعث ہے اور عمل علم کے بغیر باطل ہے۔ اور معلومات کے انقسام کے سبب علم منقسم ہوتا ہے اور معلومات بے شمار ہیں۔ بعض ان میں سے ظاہر ہیں اس سے مراد علم شرعی ہے جو دین کے معاملہ میں مکلف کے لئے ضروری ہے وہ تفسیر، فقہ اور حدیث ہے۔ شیخ عزالدین بن عبد السلام نے علم نحو اور کتاب و سنت کے غرائب کا حفظ بھی ان میں شمار کیا ہے۔ اور اصولِ فقہ کی تدوین بدعتِ واجبہ ہے

۵۷ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ ثَنَا فُلَيْحٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ اَبْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ ثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ هِلَالُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ

ان میں سے علم باطن ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم علم معاملہ ہے۔ یہ علماءِ آخرت کے فتویٰ کے مطابق فرضِ عین ہے اِس سے اعراض کرنے والا آخرت میں مالک الملوک کے غضب سے ہلاک ہوجاتا ہے جیسے اعمالِ ظاہرہ سے اعراض کرنے والا فقہاءِ دُنیا کے فتویٰ کے مطابق بادشاہوں کی تلوار سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قلب کو صاف کرنے میں مصروف رہے۔ اور جن اخلاقِ ذمیمہ کی شریعتِ مطہرہ میں مذمت ہوئی ہے۔ ان سے اجتناب کر کے نفس کو مہذب بنائے۔ اور ریاء کاری، غرور، خیانت اور علو، ثنا، فخر اور طمع کی محبت سے بچتا رہے تاکہ اخلاقِ حمیدہ محمدیہ اخلاص، شکر، صبر، زہد، تقویٰ اور قناعت سے موصوف ہو۔ تاکہ اس میں ان کے استحکام سے بحسبِ علم عمل کی صلاحیت پیدا ہو پس عمل کے بغیر علم وسیلہ ہے جس کی کوئی غائت نہیں اور اور اس کا عکس خباثت ہے اور تقویٰ کے بغیر علم و عمل کو مضبوط کرنا محض تکلف ہے جس کا کچھ ثواب نہیں لہٰذا ضروری بات زہد و استقامت ہے تاکہ علم و عمل سے نفع حاصل کرے۔

علم باطن کی دوسری قسم مکاشفہ کا علم ہے اور وہ نور ہے جو قلب کی صفائی کے بعد اس میں ظاہر ہوتا ہے اس سے معانی مجملہ ظاہر ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء، صفات، کتابوں اور رسولوں کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور پوشیدہ اسرار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ ہم نے امام قسطلانی کی طویل تقریر اس لئے ذکر کی ہے کہ اس دور میں اہلِ علم عمل میں بہت غافل ہیں اور علم کے مقتضیٰ کے مطابق اس کے انوار سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی توفیق دے۔

باب جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی جبکہ وہ اپنی گفتگو میں مشغول ہو وہ اپنی گفتگو پوری کرے پھر سائل کو جواب دے"

۵۶ ــــ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس شریف میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہمکلام تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور کہا قیامت کب قائم ہوگی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو میں مصروف رہے۔ صحابہ کرام میں سے

عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ فَمَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ سَمِعَ مَا قَالَ فَكَرِهَ مَا قَالَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ لَمْ يَسْمَعْ حَتَّى إِذَا قَضَى حَدِيثَهُ قَالَ أَيْنَ أُرَاهُ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ قَالَ هَا أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ فَقَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا قَالَ إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سُنی ہے اور اسے پسند نہیں کیا اور بعض نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کلام سُنا ہی نہیں حتیٰ کہ جب آپ نے گفتگو مکمل کر لی تو فرمایا وہ کہاں ہے (راوی نے کہا میرا گمان ہے) کہ آپ نے فرمایا قیامت کے وقت سے سوال کرنے والا کہاں ہے ؟ اُس نے کہا جی ہاں ! میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امانت ضائع کی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرو ۔ اُس نے کہا امانت کا ضیاع کیسے ہوگا ؟ آپ نے فرمایا جس وقت امور نااہلوں کے حوالے کئے جانے لگیں گے تو قیامت کا انتظار کرو ۔"

۵۶ — شرح : بَیْنَمَا ،، اصل میں بَیْنَ تھا ۔ اس پر مَا زیادہ کیا گیا ہے ۔ یہ ظرف ہے ۔ اس کا معنی ہے " اچانک ،، قولہ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ ،، یہ امانت کی اضاعت سے سوال کا جواب ہے ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سائل نے امانت کی اضاعت کی کیفیت سے سوال کیا ہے اور جواب میں زمانہ کا ذکر ہے ۔ کیفیت کا ذکر نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام جواب کو متضمن ہے ۔ کیونکہ اس کو یہ لازم ہے کہ امانت کی اضاعت کی کیفیت یہ ہوگی کہ امور کو نا اہلوں کے حوالے کیا جائے گا ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکام کو اپنے بندوں پر امین بنایا ہے اور ان پر ان کے ساتھ اخلاص کرنا فرض کیا ہے ۔ لہٰذا انہیں چاہیئے دین وامانت کے اہل کو امور کا متولی مقرر کریں اور ان کو حاکم مقرر کریں جو لوگوں کے امور خوش اسلوبی سے سرانجام دیں اور جب وہ دیندار لوگوں کو حاکم نہ بنائیں تو امانت کو ضائع کر دیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کی ہے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ خیانت کرنے والوں کو امین بنایا جائے گا ۔ یہ اس وقت ہوگا جب جہالت کا غلبہ ہوگا اور اہلِ حق اس کا اہتمام کرنے میں کمزور ہو جائیں گے ۔ حدیث شریف میں "امر" سے مراد جنس امور میں جن کا تعلق دین سے ہے ۔ جیسے خلافت ، قضاء افتاء اور تدریس وغیرہ ۔ یَا حَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ " اس دور میں مذکور امور یقیناً نااہلوں کے حوالے ہیں ۔ خدا جانے

کب قیامت قائم ہوتی ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ دین کے متعلق امور سے سوال کے جواب میں تاخیر جائز ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکور سوال ان امور سے متعلق نہیں کہ جن کو معلوم کرنا ضروری ہے بلکہ یہ اس سے متعلق ہے جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اگر تسلیم بھی کریں تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام میں مشغول تھے جو اس سے اہم تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے انتظار کے لئے تاخیر فرمائی تھی۔ یا آپ نے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ اپنا کلام پورا کرلیں تاکہ سننے والوں پر کلام خلط ملط نہ ہو۔ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوائد کی تعلیم دی ہے وہ یہ کہ قاضی، مدرس اور مفتی پر لازم ہے کہ جو کام پہلے کرنا ضروری ہو اور وہ اہم ہو تو اسے پہلے کرلیں پھر غیر ضروری امور سرانجام دیں اور طالب علم کو یہ ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جب عالم گفتگو میں مشغول ہو تو وہ سوال نہ کرے تاکہ لوگوں سے جاری گفتگو منقطع نہ ہو۔

اسماء رجال

اس حدیث کے آٹھ راوی ہیں : ع۱ محمد بن سنان ابو بکر باہلی بصری ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ اور مامون کہا ہے۔ ۲۲۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۲ فلیح بن سلیمان بن ابی مغیرہ خزاعی مدنی ہیں۔ ان کا نام عبدالملک ہے اور فلیح لقب ہے اور ان کا لقب ہی مشہور ہے۔ ابو حاتم نے کہا وہ قوی نہیں ہیں۔ نسائی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ بخاری نے ان پر اعتماد کیا ہے۔ وہ ۱۶۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ ابراہیم بن منذر بن عبداللہ بن منذر بن مغیرہ بن عبداللہ بن خالد قرشی حزامی مدنی ہیں۔ ابو حاتم رازی نے کہا ابراہیم امام احمد بن حنبل کے پاس آئے اور مجلس میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہ دی وہ کچھ دیر بیٹھے اور باہر جاتے وقت سلام کہا تو امام نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا اس کی وجہ بیان کی کہ اس نے قرآن کریم میں خلط ملط کیا ہے۔ ابن منصور نے کہا میں نے یحییٰ بن معین خزامی کے متعلق پوچھا تو انھوں نے اسے ثقہ کہا تھا۔ ۲۳۶ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ع۴ محمد بن فلیح مذکور ہیں۔ ۱۹۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ ابو فلیح بن سنان کا ابھی ذکر گزرا ہے۔ ع۶ ہلال بن علی وہ ہلال بن میمونہ بن ابی اسامہ فہری قرشی مدنی مشہور ہیں۔ ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخری سال میں فوت ہوئے۔ ع۷ عطاء بن یسار ہیں حدیث ع۲۸ کے تحت ذکر ہو چکا ہے۔ وہ قدری تھے ۹۴ ہجری میں فوت ہوئے ع۸ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث ع۸ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے (ح) کی تشریح یہ ہے کہ جب کسی حدیث کے دو اسناد یا اس سے زیادہ ہوں۔ تو ایک اسناد سے دوسرے اسناد کی طرف انتقال کے وقت "ح" لکھ دیتے ہیں یہ تحوّل سے ماخوذ ہے یعنی ایک سے دوسرے کی طرف پھرنا۔

بَابُ مَنْ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْعِلْمِ

۵۷ — حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرَةٍ سَافَرْنَاهَا فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقَتْنَا الصَّلٰوةُ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا

باب — جس نے علم کے ساتھ آواز بلند کی

۵۷ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ کیا ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہمیں آلیا جبکہ ہم سے نماز مؤخر ہو چکی تھی۔ اور ہم وضوء کر رہے تھے اور اپنے پاؤں کو ہلکا سا دھو رہے تھے جیسے ہم ان پر مسح کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے دو تین مرتبہ پکارا اور فرمایا ایڑیوں کے لئے جہنم میں ہلاکت ہے۔

۵۷ — شرح : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عصر کی نماز فاضل وقت میں ترک کر دی؛ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے تاکہ اس کی مقبولیت و فضیلت زیادہ ہو مگر جب وقت تنگ ہو گیا اور سورج غروب ہونے والا تھا تو انھوں نے نماز کے فوت ہونے کا خطرہ محسوس کیا اور جلدی جلدی وضو کرنے لگے اور وضوء کو عجلت کی وجہ سے کامل طور پر نہ کر سکے وہ اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ان کے ناقص وضوء کو پسند نہ کرتے ہوئے فرمایا ایڑیوں کے لئے جہنم میں ہلاکت ہو۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے؛ کیونکہ پاؤں کا معمولی سا حصہ خشک رہ جانے پر سخت تعزیر فرمائی۔ پاؤں کا معمولی سا حصہ خشک رہ جانے پر سخت تعزیر فرمائی۔ اگر پاؤں پر مسح کافی ہوتا تو ایڑی کا غسل ترک کرنے پر اس قدر وعید نہ ہوتی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بَابُ قَوْلِ الْمُحَدِّثِ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا وَاَنْبَأَنَا

وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَاَخْبَرَنَا وَاَنْبَأَنَا

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علمی مناظرہ میں آواز بلند کرنا جائز ہے۔ ابن عیینہ نے ذکر کیا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گزرا جبکہ وہ اپنے تلامذہ کے ہمراہ تھے اور علمی گفتگو میں وہ آوازیں بلند کر رہے تھے (کرمانی)

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی بصری ہیں جو عارم مشہور ہیں۔ یہ ان کا ردی لقب ہے، کیونکہ عارم شریر اور مفسد کو کہا جاتا ہے اور یہ ان کی شان سے بعید ہے۔ امام کرمانی نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ لقب اچھا ہو۔ کیونکہ محاورہ ہے "عَرَمْتُ الْعَظْمَ"، یعنی میں نے اسے پہچانا لہٰذا عارم کا معنی عرق ہے یعنی دین اور علم کی گہرائیوں تک پہنچنے والا حدیث ع۵۵ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۲ ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری یزید بن عطاء واسطی کے مولی ہیں۔ وہ جرجان کے قیدیوں میں آئے تھے۔ ان کے آزاد ہونے کا سبب یہ تھا کہ ان کے مالک نے انہیں آزاد ہونے اور حدیث لکھنے میں اختیار دیا تو انھوں نے آزادی پر کتابت حدیث کو ترجیح دی۔ حدیث ع۴ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ۱۷۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ احمد بن محمد بن ابان نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عطاء بن یزید نے ابوعوانہ کو خریدا تاکہ وہ ان کے والد کے ساتھ رہے۔ یزید احادیث تلاش کیا کرتا تھا اور ابوعوانہ اس کی کتابیں اٹھاتا تھا ابوعوانہ کا ایک واعظ دوست تھا جس سے وہ بہت محبت کرتے تھے اس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ میں ابوعوانہ کے اخلاص کا بدلہ کیسے دوں اس کے بعد جس مجلس میں بیٹھتے تو حاضرین مجلس سے کہتے میں اللہ تعالیٰ سے عطاء بزار کے لئے دعاء کرتا ہوں کہ انہوں نے ابوعوانہ کو آزاد کیا"۔

ع۳ ابوبشر جعفر بن ایاس یشکری ہیں وہ ابن ابی وحشیہ واسطی مشہور ہیں۔ احمد، یحییٰ اور ابوحاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۲۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۴ یوسف بن ماہک بن بہزاد مکی ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۱۳ ہجری میں فوت ہوئے وہ ثقہ تابعین میں سے ہیں ع۵ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ۔

باب — محدث کا کہنا حَدَّثَنَا، اَخْبَرَنَا وَاَنْبَأَنَا

ترجمۃ الباب حمیدی نے کہا سفیان بن عیینہ کے نزدیک حَدَّثَنَا، اَخْبَرَنَا، وَاَنْبَأَنَا اور سَمِعْتُ ایک ہی شئی ہے عبداللہ بن مسعود نے کہا وَحَدَّثَنَا رسول اللہ

وَسَمِعْتُ وَاحِدًا وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ وَقَالَ شَقِيْقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ وَقَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى

صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق۔ شقیق نے عبداللہ سے روایت کی "سَمِعْتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کلمۃً، حذیفہ نے کہا حَدَّثَنَا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثین"، ابو عالیہ نے ابن عباس سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جبکہ آپ اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں۔ انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جبکہ آپ اپنے رب سے فرماتے ہیں۔ انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جسے آپ اپنے رب عزوجل سے روایت فرماتے ہیں۔ ابوہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جو تمہارے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں۔

شرح : محدث لغوی وہ ہے جو لوگوں کو خبریں سُنائے اور اصطلاحی محدّث وہ ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روایت کرے یہاں محدّث سے مراد لغوی ہے۔ اس باب میں یہ بیان ہوگا کہ مُحدِّث کا قول "حَدَّثَنَا، اَخْبَرَنَا، اور اَنْبَأَنَا" میں فرق ہے یا نہیں۔ امام بخاری کے شیخ حُمَیدی نے کہا ابن عُیَینہ کے نزدیک یہ تینوں اور "سَمِعْتُ" ایک ہی ہیں اور ابن مسعود، شقیق اور حذیفہ سے تین تعلیقات ذکر کرکے بتایا کہ صحابی کبھی حَدَّثَنَا کہے گا کبھی سَمِعْتُ کہے گا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حَدَّثَنَا اور سَمِعْتُ میں فرق نہیں ابو عالیہ، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور تین تعلیقات ذکر کرکے بتایا کہ عَنْعَنَہ حدیث میں (جو حدیث عَنْ سے ذکر کی جائے) ملاقات ثابت ہونے کی تقدیر پر ان کا حکم وصل ہے۔ نیز یہ بھی بتایا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتی ہے۔ صحابی اس کی صراحت کرے یا نہ کرے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث دوسری جگہ مذکور ہے مگر اس میں "عَنْ رَبِّہٖ" مذکور نہیں۔ امام مسلم کے نزدیک حَدَّثَنَا کا اطلاق اس وقت جائز ہوتا ہے جبکہ وہ شیخ سے لفظ سُنے۔ اور اَخْبَرَنَا اس وقت جائز ہوتا ہے جبکہ شیخ پر قرأت کرے۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ اکثر محدّثین کا

۵۸ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی مشہور ہے اور حدثنا کا درجہ اخبرنا سے بلند ہے۔ بعض متاخرین کی اصطلاح ہے کہ "اَنْبَأَنَا" کا اطلاق شیخ کی اجازت پر ہوتا ہے۔ یہ اَخْبَرَنَا کے قریب ہے۔ اور "سَمِعْتُ" اسی وقت کہا جائے گا جبکہ شیخ سے الفاظ سُنے اس کا مرتبہ حَدَّثَنَا سے نیچے ہے۔ خطیب بغدادی نے کہا ان تمام سے اعلیٰ "سَمِعْتُ" ہے۔ اس کے بعد "حَدَّثَنِیْ" اس کے بعد "اَخْبَرَنِیْ" اس کے بعد "اَنْبَأَنِیْ" ابن بطال نے کہا ایک جماعت نے کہا ہے کہ حَدَّثَنَا بالمشافہ روایت میں کہا جاتا ہے اور "اَخْبَرَنَا" کبھی مشافہتہً کبھی کتابتہً روایت میں ذکر کیا جاتا ہے

امام طحاوی نے کہا کتاب و سنت میں ہم نے حدیث اور خبر میں کوئی فرق نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا" اور حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَخْبَرَنِیْ تَمِیْمُ الدَّارِیُّ" امام نووی نے کہا ایک جماعت نے کہا کہ جو حدیث شیخ کے سامنے پڑھی جائے وہاں حَدَّثَنَا اور اَخْبَرَنَا کہنا جائز ہے۔ ابن عیینہ امام مالک، امام بخاری، حجاز اور کوفہ کے اجل محدثین کا یہی مذہب ہے۔ امام بخاری کا میلان اسی طرف ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے (کرمانی)

اسماء رجال

۱ حمیدی اور ابن عُیَینہ حدیث ۱ کے تحت مذکور ہیں۔ عبداللہ بن مسعود کا بھی شروع کتاب میں ذکر ہو چکا ہے۔ شقیق کا حدیث ۴۶ کے تحت ذکر گزرا ہے وہاں ان کی کنیت ابووائل ذکر کی ہے نام ذکر نہیں کیا ۵ انس ۶ ابن عباس ۷ ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو چکا ہے ۸ ابوعالیہ رفیع بن مہران ریاحی ہیں انہیں بنی ریاح کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ انھوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد مسلمان ہوئے اور نوے (۹۰) ہجری میں فوت ہوئے (کرمانی)

۵۸ ـ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔ بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں میں مشغول ہو گئے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا میرے دل میں یہ واقع ہوا کہ وہ کھجور ہی ہوگی مگر میں حیاء کرتا رہا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہی فرمائیں

إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاَنَّهَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ

وہ کونسا درخت ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

۵۸ — شرح

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کھجور کا درخت مسلم کی مثل ہے۔ علماء نے اس کی مشابہت کا سبب بیان کیا کہ اس درخت کا نفع زیادہ سایہ دائمی اور اس کا پھل عمدہ اور ہمیشہ رہتا ہے، کیونکہ جس وقت اس کا پھل ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت سے لے کر خشک ہونے تک اُسے کھایا جاتا ہے۔ اور اس سے کثیر منافع لئے جاتے ہیں، اس کی لکڑ، پتوں اور شاخوں سے کافی نفع لیا جاتا ہے۔ ستون، چھڑیاں، رسیاں، برتن وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ درخت اونٹوں کے لئے چارہ بھی ہیں اور ان کی خوبصورتی اور تروتازگی سب منافع ہیں۔ جیسے مومن کثرتِ طاعت اور مکارمِ اخلاق کے باعث خیر ہی خیر ہے۔ وہ نماز، روزے، قراءتِ قرآن، وظائف، اوراد، صدقات، اور تمام افعالِ خیر ہمیشہ کرتا ہے۔ ان میں مومن ہمیشہ رہتے ہیں جیسے کھجور کے پتے دائمی ہیں بعض علماء نے کہا کہ یہ درخت سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم شریف سے بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوا ہے اور یہ لوگوں کی پھوپھی کی مانند ہے۔ بعض علماء نے مسلمان سے مشابہت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب اس کا سر کاٹ دیا جائے تو یہ مرجاتا ہے۔ دوسرے درختوں کا یہ حال نہیں وہ نیچے سے پھوٹ پڑتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ درخت پھل نہیں دیتا جب تک اس میں مذکور کھجور کا برادہ نہ ڈالا جائے یا اس کے تنے کی بو منی کی بو جیسی ہے یا یہ مزاجِ عشق رکھتا ہے جیسے انسان عاشق ہوتا ہے۔ اچھی وجہ پہلی ہے کیونکہ باقی وجوہِ مشابہت مسلمان سے خاص نہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد کو طالب علموں کے افہام کا امتحان لینے کے لئے اُن سے مسائل دریافت کرنا مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہیبت اور ان کی توقیر کے باعث بیان نہ کر سکے، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "حَدِّثُوْنِيْ" اور صحابہ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! حَدِّثْنَا، واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں: ع۱ ابورجاء قتیبہ بن سعید بلخی ۲۴۰ ہجری میں فوت ہوئے حدیث ع۲۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۳ عبداللہ بن دینار قرشی عدوی مدنی حضرت عبداللہ بن عمر کا مولیٰ ہیں رضی اللہ عنہما، ۱۲۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ حدیث ع۸ کے تحت دیکھیں ع۴ عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن

بَابُ طَرْحِ الْاِمَامِ الْمَسْأَلَةَ عَلٰی اَصْحَابِهٖ لِيَخْتَبِرَ مَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ

۵۹ — حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ ثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ حَدِّثُوْنِیْ مَا هِیَ قَالَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَوَادِیْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هِیَ قَالَ هِیَ النَّخْلَةُ

ہے آپ زیادہ احادیث روایات کرنے والے چھ صحابہ میں سے ہیں۔ آپ بہت نیک تھے ۷۳ ہجری کو حج کرنے کے بعد مکہ میں فوت ہوگئے ان کا ذکر ہوچکا ہے۔

باب — امام کا اپنے ساتھیوں سے کوئی مسئلہ بیان کرنا تاکہ ان کے علم کا امتحان لے،،

۵۹ — ترجمہ : حدیث کا ترجمہ صفحہ ۲۲۹ پر مطالعہ فرمائیں۔ صرف قدرے توضیح عرض کی جاتی ہے۔ واللہ الموفق!

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو دوبارہ اس لئے ذکر کیا ہے کہ جس ترجمہ کے لئے انھوں نے باب ذکر کیا تھا۔ اس ترجمہ کے استفادہ کے لئے اس حدیث کا اعادہ کیا۔ چونکہ یہ حدیث مختلف مقامات میں بیان فرمائی تھی۔ اس لئے اس کے اسناد کے رُوات مختلف ذکر کئے ہیں؛ چنانچہ قتیبہ سے روایت تحدیث کا معنی بیان کرنے کے مقام میں تھی اور خالد بن مخلد سے روایت علم کے امتحان کے مقام میں تھی اس لئے بخاری

بَابُ الْقِرَآءَةِ وَالْعَرْضِ عَلَى الْمُحَدِّثِ

وَرَأَى الْحَسَنُ وَالثَّوْرِيُّ وَمَالِكٌ الْقِرَاءَةَ جَائِزَةً وَاحْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي الْقِرَآءَةِ عَلَى الْعَالِمِ بِحَدِيثِ ضِمَامِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آللّٰهُ أَمَرَكَ أَنْ نُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهٰذِهٖ قِرَاءَةٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ ضِمَامٌ قَوْمَهٗ بِذٰلِكَ فَأَجَازُوْهُ وَاحْتَجَّ مَالِكٌ بِالصَّكِّ يُقْرَأُ عَلَى الْقَوْمِ فَيَقُوْلُوْنَ أَشْهَدَنَا فُلَانٌ وَيُقْرَأُ عَلَى الْمُقْرِئِ فَيَقُوْلُ الْقَارِئُ أَقْرَأَنِيْ فُلَانٌ

نے ہر مقام میں اپنا وہ شیخ ذکر کیا جس نے اس مقصد کے لئے یہ روایت کی تھی۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چار راوی ہیں ان میں سے عبداللہ بن دینار اور عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۱ خالد بن مخلد ہیں ان کی کنیت ابوالہیثم قطوانی ہے۔ قطوان کوفہ کے قریب ایک گاؤں ہے۔ ۱۱۳۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام بخاری نے ان سے روایت کی پھر ابن کرامہ سے روایت کی کہا گیا ہے کہ وہ شیعہ تھے۔ امام احمد بن حنبل اور ابوحاتم نے کہا ان سے منکر احادیث منقول ہیں۔ یحییٰ بن معین نے کہا وہ ٹھیک ہیں۔ ابوحاتم نے کہا ان کی حدیث قبول ہے۔ ابن عدی نے کہا وہ کوفہ کے بہت بڑے محدّث ہیں اور میرے نزدیک ٹھیک ہیں۔ ۲۱۳۔ ہجری محرم میں فوت ہوئے۔ ع۲ سُلیمان بن بلال ہیں ان کی کنیت ابومحمد ہے وہ قرشی مدنی عبداللہ بن ابی عتیق محمد بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم کے مولیٰ ہیں۔ وہ بہت خوبصورت تھے۔ مفتی اور بہت عقلمند تھے مدینہ منورہ کی آمدنی کے نگران تھے۔ ہارون رشید کے عہدِ امارت میں ۱۷۲۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب — مُحدّث کے سامنے پڑھنا اور قراءت پیش کرنا

ترجمۃ الباب

حسن بصری، سفیان ثوری اور امام مالک رضی اللہ عنہم نے قرأت کو جائز کہا۔ اور بعض نے ضِمام بن ثَعلبہ کی حدیث سے عالم کے سامنے پڑھنے

۶۱ــــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ عَلَى الْعَالِمِ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيٰنَ قَالَ إِذَا قُرِئَ عَلَى الْمُحَدِّثِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُوْلَ حَدَّثَنِيْ قَالَ وَسَمِعْتُ أَبَا عَاصِمٍ يَقُوْلُ عَنْ مَالِكٍ وَسُفْيٰنَ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْعَالِمِ وَقِرَاءَتُهُ سَوَآءٌ

کے لئے حجت بنایا۔ جبکہ اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم نمازیں پڑھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! حسن بصری اور ثوری نے کہا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قراءت ہے۔ ضمام بن ثعلبہ نے اپنی قوم کو اس کی خبر دی تو اُنھوں نے ان امور کو تسلیم کیا۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے چک سے استدلال کیا کہ جو تحریر لوگوں کے سامنے پڑھی جائے اور وہ کہیں کہ ہمیں فلاں نے گواہ بنایا یعنی وہ اس کی تصدیق کریں پھر یہ اُن کے سامنے پڑھی جائے اس طرح مُقرِی (محدّث) کے سامنے حدیث پڑھی جائے۔ اور وہ کہے کہ یہ مجھے فلاں نے پڑھائی ہے (اس کی تصدیق کرے)

شرح عرض کا قراءت پر عطف تفسیری ہے۔ کیوں یہاں عرض سے مراد قراءۃ کو پیش کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عرضِ کتاب اس کے بعد مذکور ہے۔ ضمام ثعلبہ کو بنو سعد نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا اُس نے اسلام سے متعلق چند سوالات کئے پھر وہ اپنی قوم کو بتائے اور وہ سُن کر مسلمان ہوگئے اس لئے اُن کی اجازت کو حجت کہا ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اجازت دی تھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس روز ان میں بعض مسلمان بھی ہوں گے۔ اسے ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ صرف قرأت مقصود پر دلالت نہیں کرتی بلکہ شیخ پر قرأت اور جوازِ نقل دونوں کے اعتبار سے مقصود پر دلالت ہوگی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

ضمام بن ثعلبہ بنو سعد بن بکر کا سردار تھا انہیں بنو سعد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اُس نے اسلام کے متعلق سوالات پوچھے اور اپنی قوم کو بتائے تو وہ مسلمان ہوگئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہم نے ضمام بن ثعلبہ سے افضل وافد کوئی نہیں دیکھا۔

۶۰ــــ ترجمہ: حسن بصری سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ عالم کے سامنے قرأت میں کوئی حرج نہیں۔ محمد بن یوسف فربری نے بیان کیا کہ بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے روایت کی کہ سفیان ثوری نے کہا جب محدّث کے سامنے پڑھا جائے تو اس میں حرج

۶۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدٍ هُوَ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ شَرِيْكِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ نَمِرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَقُلْنَا هٰذَا

نہیں کہ یہ کہے مجھے محدّث نے خبر دی راوی نے کہا میں نے ابوعاصم سے سنا وہ امام مالک اور سفیان ثوری سے روایت کرتے تھے کہ محدّث کے سامنے پڑھنا یا محدّث کا خود پڑھنا برابر ہے۔

اسماء رجال

ع۱ محمد بن سلام بخاری بیکندی ہیں۔ حدیث ع۱۹ * ع۲ محمد بن حسن بن عمران مزنی واسط کے قاضی تھے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ اُنھوں نے عوف بن ابی جمیلہ اعرابی کے طریق سے حسن بصری سے روایت کی ہے ع۳ عوف بن ابی جمیلہ بصری اعرابی مشہور ہیں، لیکن وہ اعرابی نہ تھے۔ انہیں عوف صدوق کہا جاتا تھا ان کی کنیت ابوسہل ہے۔ ۱۴۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ حدیث ع۴۵ کے تحت دیکھیں۔

ع۴ حسن بصری ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ابوعاصم "ضحاک بن مخلّد شیبانی بصری نبیل مشہور ہیں۔ بخاری نے کہا ابوعاصم نے کہا جب سے میں نے سُنا کہ غیبت حرام ہے میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ وہ ۲۱۲ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے ان کا نبیل لقب ہے؛ کیونکہ ان کی ناک بہت بڑی تھی یا اس لئے کہ وہ حضرت زُفر کی خدمت میں رہتے تھے۔ ایک روز نبیل دروازہ پر آئے تو خادم نے امام زفر سے کہا ابوعاصم دروازہ پر کھڑے ہیں تو اُنھوں نے کہا کونسا عاصم؟ تو اُس نے کہا یہ نبیل ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا لقب مہدی تھا۔

---

۶۱ — **ترجمہ**: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص اونٹ پر سوار آیا اور اونٹ کو مسجد میں بٹھایا پھر اس کا گھٹنا باندھا اور صحابہ سے کہا تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کون ہے؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ان میں بیٹھے تھے، ہم نے کہا یہ صاف گورے رنگ والے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ اس شخص نے آپ سے کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سُن

اَلرَّجُلُ الْاَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ اِنِّيْ سَائِلُكَ فَمُشَدِّدٌ عَلَيْكَ فِي الْمَسْأَلَةِ فَلَا تَجِدْ عَلَيَّ فِيْ نَفْسِكَ فَقَالَ سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ اَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ وَرَبِّ مَنْ قَبْلَكَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ اِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تُصَلِّيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تَصُوْمَ هٰذَا الشَّهْرَ مِنَ السَّنَةِ قَالَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ قَالَ اَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ آللّٰهُ اَمَرَكَ اَنْ تَأْخُذَ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِيَائِنَا فَتَقْسِمَهَا عَلٰى فُقَرَائِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اٰمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ وَاَنَا رَسُوْلُ مَنْ وَّرَائِيْ مِنْ قَوْمِيْ وَاَنَا ضِمَامُ بْنُ ثَعْلَبَةَ اَخُوْ بَنِيْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ رَوَاهُ مُوْسٰى وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ سُلَيْمٰنَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

رہا ہوں۔ اُس نے آپ سے کہا کہ میں آپ سے کچھ پوچھنے والا ہوں اور سختی سے پوچھوں گا۔ آپ دل میں مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا جو تیرا دل چاہے پُوچھ۔ اُس نے کہا میں آپ کو آپ کے رب اور آپ سے پہلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا اللہ نے آپ کو سارے لوگوں کی طرف رسُول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! اُس نے کہا میں آپ کو آپ کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم ایک دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھیں آپ نے فرمایا ہاں! اُس نے کہا میں آپ کو آپکے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو حکم کیا ہے کہ ہم سال میں ایک ماہ کے روزے رکھیں؟ آپنے فرمایا ہاں! اُس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ہمارے غنیوں سے زکوٰۃ لیں اور ہمارے فقراء میں تقسیم کر دیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اس شخص نے کہا جو شریعت آپ لائے ہیں اس پر میں ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے ان لوگوں کا قاصد ہوں جنہوں نے مجھے بھیجا ہے اور میں ضمام بن ثعلبہ

بنی سعد بن بکر کا بھائی ہوں۔ اس حدیث کو موسیٰ اور علی بن عبد الحمید نے سلیمان سے اُنھوں نے ثابت سے اُنھوں نے انس سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

۶۱ **شرح**: مسجد کے دروازہ کے پاس صاف زمین تھی۔ اس میں اس شخص نے اونٹ باندھا تھا مسجد کے اندر نہ باندھا تھا۔ دوسری روایت میں اس کی تصریح بھی آئی ہے۔ ایسے ہی حبشی اس صاف زمین میں گتکا بازی کرتے تھے۔ مسجد کے اندر نہ کھیلتے تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونے کی طرح سفید نہ تھے۔ آپ کا رنگ سفید سُرخی مائل تھا۔ یہ شخص آپ کی مجلس شریف میں حاضر ہونے سے پہلے آپ کے معجزہ کو جانتا تھا اور آپ کی نبوت سے واقف تھا۔ اسی لئے اُس نے سارے لوگوں کی طرف رسالت عامّہ سے سوال کیا تھا اور نہ اسلام کے دوسرے احکام پوچھے تھے۔ اس وقت حج فرض نہ ہُوا تھا یا وہ اہلِ استطاعت سے نہ تھا اس لئے اسے ذکر نہ کیا۔ اگرچہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو کر آیا تھا وہ صرف مشافہۃً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید یقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسناد حدیث کی تقویت کے لئے ذکر کیا ہے۔

شیخ ابن صلاح نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ مقلّد مومن ہیں کیونکہ ان کا محض جزمی اعتقاد ہی کافی ہے جس میں کوئی تردُّد نہ ہو۔ کیونکہ ضمام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محض رسالت و نبوّت پہ اعتماد کرتے ہوئے مذکور سوالات عرض کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقریر فرمائی اور یہ نہ فرمایا کہ تم پر میرے معجزات میں نظر کرنے اور ادلّہ قطعیہ کے ساتھ استدلال کرنے کے بعد نبوّت کی معرفت واجب ہے ابن بطال نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد کا قبول کرنا جائز ہے ؛ کیونکہ ضمام کی قوم نے اسے یہ نہیں کہا تھا کہ تم نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی ہے ہم اسے قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ کسی اور طریق سے اسے بیان کرو۔ ابن اسحاق سے ابوعبیدہ نے کہا کہ ضمام آپ کی خدمت میں نو ہجری کو حاضر ہُوا تھا۔

اسماء رجال

ابو محمد عبد اللہ بن یوسف تنیسی دمشق کے رہنے والے ہیں تنیس میں اقامت اختیار کر لی تھی حدیث ع۲ کے تحت دیکھیں

ع۲ لیث بن سعد بن عبد الرحمن مصری فہمی ہیں ان کے اہل بیت کہتے تھے کہ ہم اصفہان کے رہنے والے فارسی ہیں۔ حدیث ع۳ کے تحت دیکھیں۔ ع۳ سعید مقبری حدیث ع۳۸ کے تحت دیکھیں ع۴ شریک ابو عبد اللہ قرشی مدنی ہیں وہ مشہور محدث ہیں ثقہ علماء نے اُن سے روایت کی ہے۔ ۱۴۰ ہجری کو بغداد میں فوت ہُوئے۔ بخاری نے اس کی تائید میں دوسرا اسناد ذکر کیا جس کے اسماءِ رجال یہ ہیں۔

ع۱ موسیٰ بن اسماعیل ابوسلمہ منقری تبوذکی بصری ہیں۔ حدیث ع۴ کے تحت دیکھیں۔

ع۲ علی بن عبد الحمید بن مصعب ازدی مکی ہیں ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ۲۲۲ ہجری میں فوت ہُوئے اس حدیث میں بخاری نے انہیں بطور استشہاد ذکر کیا ہے۔ ع۳ سلیمان بن مغیرہ قیسی بصری ہیں۔ ان کی

۶۳ــ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ نُهِينَا فِي الْقُرْاٰنِ اَنْ نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُعْجِبُنَا اَنْ يَجِيْئَ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ اَتَانَا رَسُولُكَ فَاَخْبَرَنَا اَنَّكَ تَزْعَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ فَقَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالْجِبَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَمَنْ جَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْاَرْضَ وَنَصَبَ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا الْمَنَافِعَ آللّٰهُ اَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ زَعَمَ رَسُولُكَ اَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَزَكٰوةً فِي اَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ بِالَّذِي اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ اَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرٍ فِي سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ اَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي اَرْسَلَكَ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيدُ عَلَيْهِنَّ شَيْئًا وَلَا اَنْقُصُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ

۶۳ــ ترجمہ: موسیٰ بن اسماعیل نے کہا ہم سے سلیمان بن مغیرہ کیا اُنھوں نے ثابت کے ذریعہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا ہمیں قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے منع کیا گیا تھا ہمیں یہ پسند تھا کہ کوئی عقلمند شخص دیہاتی آئے اور وہ آپ سے سوال کرے جبکہ ہم سُن رہے ہوں، چنانچہ ایک دیہاتی شخص آیا اور کہنے لگا ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا اُس نے ہمیں خبر دی کہ آپ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

رسُول بھیجا ہے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اُس نے سچ کہا ہے۔ اُس نے کہا آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ فرمایا اللہ عزّ وجلّ نے، اُس نے کہا زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا فرمایا اللہ عزّ وجلّ نے، اُس نے کہا ان میں نفع کی چیزیں کس نے پیدا کیں؟ فرمایا اللہ عزّ وجلّ نے، اُس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آسمان، زمین اور پہاڑ پیدا کیئے اور ان میں نفع کی چیزیں پیدا کیں۔ کیا اللہ نے آپ کو رسُول بھیجا ہے؟ فرمایا ہاں! اُس نے کہا آپ کے قاصد نے کہا ہے کہ ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ہمارے اموال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ فرمایا اُس نے سچ کہا ہے۔ اُس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسُول بھیجا کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے۔ فرمایا ہاں اُس نے کہا آپ کے قاصد نے کہا ہے کہ ہم پر سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں۔ فرمایا سچ کہا اُس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسُول بھیجا کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں! اُس نے کہا آپ کے قاصد نے کہا ہے۔ ہم میں سے جو کوئی بیت اللہ شریف جانے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے فرمایا اُس نے سچ کہا ہے اُس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسُول بھیجا کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں! اُس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ان پر کچھ زیادہ یا کم نہ کروں گا۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر یہ سچ کہتا ہے تو جنّت میں داخل ہوگا!

۶۳ — شرح : علّامہ ابن حجر نے کہا یہ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی ہیں اور بخاری کے استاذ ہیں ان کی کنیت ابو سلمہ ہے۔ صغانی نے کہا یہ حدیث بخاری کے تمام نسخوں میں موجود نہیں صرف اس نُسخہ میں ہے جو بخاری کے شاگرد فربری پر پڑھا گیا ہے۔ میں نے جو نُسخے دیکھے ہیں کسی میں یہ حدیث نہیں (فتح) ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو اِسی اسناد کے ساتھ موصول ذکر کیا ہے اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معلق ذکر کیا اور موصول ذکر نہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال تھا کہ بخاری اپنے شیخ موسیٰ سے بالواسطہ روایت کرتے ہوں لہٰذا یہ تعلیق ہی ہوگی۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ یہ پہلی حدیث کی تقویت کرتی ہے۔ بعض نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ سلیمان بن مغیرہ جو موسیٰ بن اسماعیل کے استاذ ہیں اور وہ بخاری کے بھی اُستاذ ہیں ان کی حدیث کو بخاری حجّت خیال نہیں کرتے اس لئے اس کو معلق ذکر کیا ہے۔ علّامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مسترد کرتے ہوئے کہا بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک حدیث ذکر کی ہے جو وہ ابن ابی ایاس کے ذریعہ سلیمان بن مغیرہ سے وہ حمید بن ہلال سے وہ ابو صالح سمان سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے روز دیکھا کہ وہ ایک شئ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے تھے جسے وہ سترہ بنائے ہُوئے تھے۔ احمد اور ابن سعد نے انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ شعبہ نے انہیں اہل بصرہ کا سردار کہا ہے۔ ابو داؤد طیالسی نے انہیں خیار الناس میں ذکر کیا ہے۔ حسن بصری، ابن سیرین اور ثابت بنانی سے سماعت کی ہے۔ سفیان ثوری اور شعبہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۶۵ ہجری میں فوت ہُوئے (عینی)

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِى الْمُنَاوَلَةِ وَكِتَابِ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْعِلْمِ اِلَى الْبُلْدَانِ وَقَالَ اَنَسٌ نَسَخَ عُثْمَانُ الْمَصَاحِفَ فَبَعَثَ بِهَا اِلَى الْاٰفَاقِ وَرَأَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمَالِكٌ ذٰلِكَ جَائِزًا وَاحْتَجَّ بَعْضُ اَهْلِ الْحِجَازِ فِى الْمُنَاوَلَةِ بِحَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ كَتَبَ لِاَمِيْرِ السَّرِيَّةِ كِتَابًا وَقَالَ لَا تَقْرَاْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا فَلَمَّا بَلَغَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ قَرَأَهُ عَلَى النَّاسِ وَاَخْبَرَهُمْ بِاَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب مُناولہ اور اہل علم کا شہروں کے رہنے والوں کی طرف علم لکھ کر بھیجنے کا ذکر "

ترجمۃ الباب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عثمان غنی نے قرآن کریم لکھے اور وہ مختلف شہروں میں بھیجے۔ عبداللہ بن عمر، یحییٰ بن سعید اور امام مالک نے اسے جائز فرمایا اور اہلِ حجاز نے مُناوَلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے استدلال کیا جبکہ آپ نے امیرِ لشکر کو کتاب لکھ دی اور فرمایا اس کو فلاں فلاں مکان پر جا کر پڑھنا جب وہ اس مکان میں پہنچا تو لوگوں کو پڑھ کر سُنایا اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خبردار کیا۔

شرح : مناولہ یہ ہے کہ شیخ کتاب میں لکھی ہُوئی احادیث طالب علم کے حوالہ کر دے اور کہے یہ میں نے فلاں سے سُنی ہیں یا یہ میری تصنیف ہے۔ میں تجھے اجازت

٦٢- حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ رَجُلًا وَّأَمَرَهُ أَنْ يَّدْفَعَهُ إِلَى عَظِيْمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيْمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرٰى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ فَحَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيِّبِ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّمَزَّقُوْا كُلَّ مُمَزَّقٍ

دیتا ہوں کہ میری طرف سے اس کی روایت کرو۔ امام مالک، زہری اور یحییٰ بن سعید انصاری کے نزدیک یہ محل سماع کی حالت ہے۔ اس میں حدثنا اور اخبرنا کہنا صحیح ہے۔ یہ مناولہ مقرون بالاجازت ہے۔ مناولہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ شیخ حدیث کی کتاب طالب علم کو دے کر کہتا ہے کہ میرا اصل سماع ہے اور اسے یہ نہیں کہتا کہ میں تجھے اس کی روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ مناولہ اجازت سے خالی ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے اس کی روایت کرنا طالب علم کے لئے جائز نہیں۔ امام بخاری کی مراد پہلی قسم ہے۔ اسی طرح مکاتبہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک مقرون بالاجازت اور وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی کتاب سے طالب علم کو چند احادیث لکھ دے اور اسے ان کی روایت کی اجازت دے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں روایت کی اجازت نہ ہو مگر اس میں صحیح یہ ہے کہ اس کی روایت جائز ہے۔ امام بخاری کے نزدیک مناولہ اور مکاتبہ جن میں روایت کی اجازت ہو دونوں برابر ہیں محققین کا بھی مسلک ہے کہ دونوں میں روایت کرنے کے لئے اجازت شرط ہے۔

٦٢ — ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط دے کر ایک شخص کو بھیجا اور اس کو فرمایا کہ یہ خط بحرین کے حاکم کو دیدے اس کے بعد بحرین کے حاکم نے وہ خط کسریٰ تک پہنچا دیا جب کسریٰ نے خط پڑھا تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابن شہاب نے کہا میرا گمان ہے کہ ابن مسیب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدعا کی کہ وہ تباہ و برباد ہو جائے۔

٦٢ — شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "ملک البحرین" اس لئے نہ لکھا کہ کفار کے لئے کوئی ملک اور سلطنت نہیں سارا ملک صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا جس کو آپ مالک بنائیں (کمانی) کسریٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے ٹکڑے کئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بد دُعاء سے ہُوا یہ کہ کسریٰ کے بیٹے شیرویہ نے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ پھر باپ کے قتل کے بعد وہ صرف چھ ماہ زندہ رہنے کے بعد مر گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسریٰ پرویز کو جب موت کا یقین ہُوا تو اُس نے اپنا دواخانہ کھولا اور ایک زہر کی بوتل پر یہ لیبل چسپاں کر دیا کہ یہ دوا جماع کے لئے مفید ہے۔ اس کا بیٹا شیرویہ جماع کا بڑا حریص تھا۔ اُس نے اپنے باپ کو قتل کر کے اس کا دواخانہ کھولا اور زہر کی بوتل کا لیبل دیکھ کر اسے پی گیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی اس کے بعد ان کا تمام دبدبہ خاک آلود ہو گیا اور ان پر نحوست غالب آ گئی حتیٰ کہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کا کلیتہً خاتمہ ہو گیا۔

اسماء رجال

ع۱ حضرت انس رضی اللہ عنہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادم تھے اُنھوں نے دس سال آپ کی خدمت کی۔ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۲ حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں رضی اللہ عنہ آپ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم سے چوتھے باپ میں ملتے ہیں۔ آپ نے ابتداء اسلام میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لئے آپ قدیم الاسلام ہیں آپ نے دو ہجرتیں کی ہیں ایک مکہ سے، دوسری حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف آپ نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دو صاحبزادیوں رقیہ اور ام کلثوم سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ پہلے رقیہ سے نکاح کیا ان کے انتقال کے بعد ام کلثوم سے نکاح کیا اس لئے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو دس صحابہ کرام میں جنّت کی خوشخبری دی اس لئے آپ کا عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتا ہے۔ آپ نے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ۱۴۶ حدیثیں روائت کی ہیں۔ ان میں سے گیارہ احادیث امام بخاری نے ذکر کی ہیں آپ کو نوّے سال کی عمر شریف میں ۳۵ ہجری کے ذوالحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو شہید کر دیا گیا۔ بارہ سال آپ نے امورِ خلافت سرانجام دیئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روائت کی کہ حضرت حذیفہ نے آپ کے پاس آ کر کہا یا امیر المؤمنین قرآن کریم کو اختلاف سے محفوظ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں اختلاف پیدا ہو جائے جیسے یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل میں اختلاف کر دیا تھا۔ اس لئے آپ نے ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ ہمارے پاس مصحف بھیجیں ہم اسے کئی مصاحف میں لکھنا چاہتے ہیں پھر وہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ ام المؤمنین نے آپ کو مصحف بھیج دیا تو آپ نے حضرت زید بن ثابت انصاری، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاصی اور عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اسے مصاحف میں لکھیں پھر مصحف ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا اور ملک کے ہر کنارے میں ایک ایک قرآن کا نسخہ بھیج دیا۔ ع۳ عبد اللہ بن عمر بن عاصم ابن عمر بن خطاب عدوی قرشی ہیں ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ ۱۷۱ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ یحییٰ بن سعید انصاری ہیں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

ع۵ حضرت امام مالک صاحبِ مذہب رضی اللہ عنہ

۶۳ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا أَوْ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُومًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ مَنْ قَالَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ أَنَسٌ

ع۱ اسماعیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اسماعیل بن ابی اویس اصبحی مدنی مشہور ہیں۔ حدیث ع۳۶+۲۱ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے ع۲ ابراہیم بن سعد مدنی ہیں ان کی کنیت ابواسحاق ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حدیث ع۲۲ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے ع۳ صالح بن کیسان غفاری مدنی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ حدیث ع۶ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۴ محمد بن مسلم بن شہاب زہری حدیث ع۳ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے ع۵ عُبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت بڑے امام ہیں۔ فقہاء سبعہ میں ان کا شمار ہوتا ہے وہ نابینا تھے۔ حدیث ع۵ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

۶۳ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھایا یا لکھنے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ عجم کے بادشاہ مُہر کے بغیر خط نہیں پڑھتے تو آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس میں مُحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰہ کندہ تھا گویا کہ میں آپ کے دستِ اقدس میں اس کی سفیدی اب دیکھ رہا ہوں۔ شعبہ نے قتادہ سے کہا یہ کس نے کہا تھا کہ اس میں مُحَمَّد رَّسُوْلُ اللّٰہ کندہ تھا۔ قتادہ نے کہا یہ انس نے کہا تھا۔

۶۳ — شرح : یعنی رومی یا عجمی بادشاہ مُہر کے بغیر خط اس لئے نہ پڑھتے تھے کہ کہیں اس کے اَسرار منکشف نہ ہو جائیں اور وہ اس پہ سختی سے پابند تھے کہ جو احوال ان پہ پیش ہوں۔ ان پر ان کے سوا کوئی دوسرا مطلع نہ ہو۔ حدیث شریف سے خطوط پہ مہر کا جواز اور چاندی کی انگوٹھی پہننے کا جواز ثابت ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اُمّی تھے مگر بادشاہوں کی طرف خطوط آپ خود لکھتے تھے یہ آپ کا معجزہ تھا عجمی بادشاہ کی طرف خط لکھنے میں باب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ع۱ محمد بن مقاتل مَرْوَزی ہیں وہ بغداد میں آئے اور بعد میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور وہیں ۲۲۶ ہجری میں فوت ہو گئے ع۲ عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ حدیث ع

بَابُ مَنْ قَعَدَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَمَنْ رَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا

۶۴ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ فَأَقْبَلَ إِثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں ان کا ذکر ہو چکا ہے ع۳ شعبہ ان کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے ع۴ قتادہ بن دعامہ سدوسی بصری ہیں ان کی کنیت ابوالخطاب ہے وہ مادرزاد نابینا تھے۔ ابن مسیب نے انہیں کہا میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مثل کوئی انسان پیدا نہیں کیا حدیث ع۱۲ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب — جو شخص اس جگہ بیٹھے جہاں مجلس علم ختم ہوا اور جو مجلسِ علم میں خالی جگہ دیکھے وہ وہاں بیٹھ جائے"

اس باب کی کتاب العلم سے مناسبت اس طرح ہے کہ حلقہ سے مراد علم کا حلقہ ہے۔ ابن بطال نے کہا جو کوئی علم کی مجلس میں بیٹھے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے اور فرشتے اس پہ اپنے پَر پھیلاتے ہیں اور جو کوئی مجلسِ علم کا قصد کرے اور لوگوں سے حیاء کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے حیا کرتا ہے اور اس کو عذاب نہیں دیتا اور علم میں مذموم حیاء وہ ہے جو ترکِ علم کی ترغیب دے اور جو کوئی اس سے اعراض کرے اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرتا ہے یعنی اسے عذاب دیتا ہے۔

۶۴ — ترجمہ: ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک تین شخص آئے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اور ایک چلا گیا۔ ابو واقد نے کہا وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِیْهَا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیٰی اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ

کے پاس کھڑے رہے پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ اس میں بیٹھ گیا اور دُوسرا سب سے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فارغ ہُوئے تو فرمایا میں تمہیں تین شخصوں کا حال نہ بتاؤں ؟ ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف رجوع کیا تو اللہ نے اسے جگہ دے دی۔ دُوسرے نے حیاء کیا اللہ نے بھی اس سے حیاء کیا۔ اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کر لیا۔

۶۴ — شرح : پہلے اقبال سے مراد مجلس کی طرف آنا ہے اور دُوسرے اقبال سے مراد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف آنا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم خطبہ میں مشغول تھے فارغ ہُوئے تو ان تینوں شخصوں کا حال بیان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ پر حیاء اور اعراض کا اطلاق ظاہر کے لحاظ سے نہیں بلکہ اِن سے مراد ان کی غائت اور لوازم ہیں اور وہ عدم عتاب اور غضبِ خدا ہیں، کیونکہ یہاں حقیقی اور مجازی معانی میں لزوم ہے اور حقیقی معنی مراد لینے سے عقل مانع ہے ؛ کیونکہ عقلاً ان امور کا صدور اللہ تعالیٰ سے متصوّر نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر کے بغیر علم کی مجلس سے اُٹھ جانا مذموم ہے اور عالم پر ضروری ہے کہ طالب علم کو بیٹھنے کی جگہ دے اور مجلس میں آنے والے کو چاہیئے کہ جہاں اسے جگہ ملے وہاں ہی بیٹھ جائے۔

اسماءِ رجال

۱ــ اسماعیل بن اویس اور امام مالک رضی اللہ عنہما کا ذکر ہو چکا ہے۔ تیسرے راوی اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ زید بن سہیل بن اسود بن حرام انصاری بخاری ہیں۔ حضرت انس کے اخیافی بھائی کے بیٹے ہیں۔ مدینہ منوّرہ میں اپنے دادا کے مکان میں رہتے تھے۔ تابعی ہیں ان کی توثیق میں علماء کا اتفاق ہے ان کے بھائی عبداللہ، یعقوب، اسماعیل اور عمر ہیں۔ یہ ان میں زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۳۲ھ ہجری میں فوت ہُوئے۔

۴ــ ابو مُرّہ یزید عقیل بن ابی طالب کے آزاد کردہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ام ہانی کے مولیٰ ہیں لیکن عقیل کی خدمت

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ

۶۵ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمُ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا فَسَكَتْنَا حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ

میں رہا کرتے تھے۔ اس لئے ان کی طرف منسوب ہیں۔ یہ بہت بڑے محدث ہیں۔

ع۵ عقیل بن ابی طالب ہیں۔ عمر میں حضرت علی سے بیس سال بڑے تھے۔ جنگ بدر میں مشرکوں کے ساتھ مجبوراً شریک ہوئے اسی روز قید ہوگئے اور حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ۔ آپ قریش کے حالات ان کے انساب اور مناقب کو بہت جانتے تھے۔ حضرت علی کو چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ سے مل گئے تھے اور انہی کی امارت میں نابینا ہوکر فوت ہوگئے ع۶ ابو واقد لیثی حارث مدنی ہیں۔ جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ ایک سال مکہ مکرمہ کے قریب رہے اور ۶۸ ہجری میں فوت ہوگئے۔ مہاجرین کے مقابر میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بسا اوقات مُبَلَّغ سامع سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوتا ہے "

۶۵ — ترجمہ: ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر

هٰذَا فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَإِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى أَنْ يُبَلِّغَ مَنْ هُوَ أَوْعٰى لَهُ مِنْهُ

کیا جبکہ آپ اپنے اونٹ پر بیٹھے تھے اور ایک شخص اس کی مہار پکڑے ہُوا تھا۔ آپ نے فرمایا آج کونسا دن ہے؟ ہم خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی نام ذکر فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا آج نحر نہیں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں آج نحر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے ہم سب خاموش رہے حتیٰ کہ ہمارا گمان تھا کہ آپ اس کا کوئی اور نام لیں گے آپ نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یہ ذی الحجہ ہے آپ نے فرمایا تمہارے خون، مال اور عزتیں آپس میں حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت اس مہینہ میں اور اس شہر میں ہے چاہیئے کہ حاضر غائب کو پہنچا دے؛ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حاضر ایسے شخص کو پہنچائے جو اس سے زیادہ حافظ ہو۔

۶۵ شرح

: سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حجۃ الوداع میں نحر کے روز منیٰ میں یہ خطبہ فرمایا وعظ و نصیحت کی غرض سے جانور کی پشت پر بیٹھنا جائز ہے بلا فائدہ اور بدون حاجت ممنوع ہے سامع سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُننے والا ہے؛ کیونکہ اصل مقصد یہی ہے۔ لوگ اس دن کی حرمت اس ماہ کی حرمت اور اس شہر کی حرمت پر یقین رکھتے تھے اس لئے ان سے پہلے سوال کیا تاکہ جس کی تقریر کرنا مقصود تھا اس کی توکید ہو جائے کہ جس طرح ان مذکورکا تم احترام کرتے ہو اسی طرح اپنے خون مال اور عزتوں کا احترام کرو اور بے جا قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ نہ کرو اور نہ ہی لوگوں کی عزت و ناموس کو تباہ کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حامل حدیث سے حدیث لینا جائز ہے۔ اگرچہ وہ اس کے معنی سے ناواقف ہو اسے حدیث کی تبلیغ میں ثواب ملے گا اور علماء کی جماعت میں اس کا شمار ہوگا (کرمانی) واللہ اعلم!

امام قسطلانی نے کہا زرکشی، برماوی، عینی اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ سفک دماء (خونریزی) اخذ اموال لوٹ کھسوٹ اور ”ثلب اعراض، آبرو ریزی۔ تینوں میں سے ہر ایک کے مناسب علیحدہ کلمہ مقدر ہے۔ کیونکہ دماء، اموال اور اعراض کے ذوات حرام نہیں لیکن ان حضرات کے اطلاق میں بحث ہے؛ کیونکہ تین اشیاء اس وقت حرام ہیں جبکہ بلا وجہ ہوں۔ لہٰذا ایسا کلمہ مقدر کیا جانا چاہیئے جو تینوں کے مناسب ہو اور وہ لفظ ”انتہاک“ ہے۔ اس کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر حق پکڑ لینا، لہٰذا حدیث کی عبارت یہ ہے ” اِنْتِهَاكُ دِمَائِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَاَعْرَاضِكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ“، اور ہر ایک کے ساتھ مناسب لفظ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث میں دِمَاء، اَمْوَال اور اعراض کو حرمت میں یوم، شہر اور بلد سے تشبیہ دی ہے؛ کیونکہ عربوں کے نزدیک ان میں حرمت بہت مشہور تھی اور ان دنوں، مہینوں اور اس شہر کا وہ بہت احترام کرتے تھے اور یہ تشبیہ ان کے نزدیک ثابت اور مستحکم کے اعتبار سے ہے جیسے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود شریف کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام

پر درود شریف سے تشبیہ دی گئی ہے؛ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام عربوں میں بہت مشہور تھے ؛ ورنہ مشبہ بہ کا مشبہ سے اعلیٰ ہونا ضروری ہے۔

حکیم کا کلام حکمت سے خالی نہیں ہوتا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے سے پہلے لوگوں سے زیادہ سمجھدار ہوں گے مگر ایسے لوگ کم ہوں گے کیونکہ لفظ "رُبّ" تقلیل کو چاہتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حامل حدیث اگرچہ حدیث کے معنی سے جاہل ہو اس سے حدیث لے لینی چاہیئے اور اس شخص کو حدیث کی تبلیغ کا ثواب ہوگا اور اس کا شمار علماء میں ہوگا اور عالم دین پر واجب ہے کہ حرام شئی کی حرمت کو واضح طور پر بیان کرے جس قدر ممکن ہو اس کو سخت الفاظ سے بیان کرے جیسے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہات میں حرمت کو بیان کیا تھا اور ضرورت کے وقت جانور پر بیٹھنا جائز ہے۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر خطبہ اس لئے دیا تھا کہ ہر ایک آپ کا کلام سن سکے اور کسی انسان نے اس کی نکیل کو اس لئے روکا ہوا تھا کہ وہ اچھلنے نہ پائے۔

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں ع ۱ مسدد حدیث ع ۱۲ کے تحت دیکھیں ع ۲ بشر بن مُفضل ابن لاحق بصری ہیں۔ ان کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ ہر روز چار سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مُرجّحین سے ہیں اس لئے انہیں عثمانی کہا جاتا تھا۔ ۱۸۶ ہجری میں فوت ہوئے ع ۳ ابن عون وہ عبد اللہ بن عون بن ارطبان بصری تابعی ہیں۔ ابو الاحوص نے کہا ابن عون اپنے زمانہ میں سید القراء تھے۔ خارجہ نے کہا میں چوبیس سال ابن عون کے ساتھ رہا مجھے معلوم نہیں کہ فرشتوں نے ان کا کوئی گناہ لکھا ہو۔ ہشام نے کہا وہ اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے زیادہ سچے تھے۔ ۱۰۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع ۴ ابو بکر محمد بن سیرین انصاری بصری تابعی ہیں انھوں نے تیس صحابہ کو پایا ہے۔ وہ بالمعنی حدیث کی نقل کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ حدیث ع ۴۵ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے

ع ۵ عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ ہیں۔ ان کی کنیت ابو بکر ہے وہ بصرہ میں اسلام میں اوّل مولود ہیں۔ ۹۶ ہجری میں فوت ہوئے ع ۶ ان کے والد ابو بکرہ بن حارث بن کلدہ ثقفی صحابی ہیں۔ انہیں ابو بکرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ طائف کے قلعہ سے اونٹ لے کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ ۵۱ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔

بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ وَاَنَّ الْعُلَمَآءَ هُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَرَّثُوا الْعِلْمَ مَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَطْلُبُ بِهٖ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَ قَالَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا وَقَالَ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ وَقَالَ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ وَقَالَ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ وَاِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَقَالَ اَبُوْذَرٍّ لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ

باب علم، قول اور عمل پر مقدم ہے"

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ جانو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم سے ابتداء فرمائی۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور نبیوں نے علم ترکہ چھوڑا ہے جو علم حاصل کرے اور جو شخص کوئی راہ چلے جبکہ وہ علم کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اُس سے ڈرتے ہیں اور فرمایا ان کو صرف علماء ہی جانتے ہیں اُنھوں نے کہا اگر ہم سُنتے اور عقل رکھتے تو ہم دوزخ کے ساتھی نہ ہوتے اور فرمایا۔ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ

إِنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ حُكَمَاءَ عُلَمَاءَ فُقَهَاءَ وَيُقَالُ الرَّبَّانِيُّ الَّذِي يُرَبِّي النَّاسَ بِصِغَارِ الْعِلْمِ قَبْلَ كِبَارِهِ ۔

کرے اس کو دین کی سمجھ عطاء کرتا ہے۔ علم سیکھنے سے ہی آتا ہے۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم تلوار اس پر رکھ دو اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ پھر مجھے گمان ہو کہ اس حال میں وہ بات گردن کٹنے سے پہلے میں پوری کرلوں گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو تو میں اسے ضرور لوگوں تک پہنچاؤں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم رُبانی ہو جاؤ یعنی دانا اور عالم دین بن جاؤ۔ کہا جاتا ہے کہ عالم ربانی وہ ہے جو بڑے علوم سے چھوٹے علوم لوگوں کو سکھاتا ہو۔

شرح

یعنی پہلے کسی شے کو جانا جائے۔ پھر اس میں کلام کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے معلوم ہوا کہ قول اور عمل پر علم کو تقدم ذاتی حاصل ہے۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے علم کا ذکر کیا اور فرمایا فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ” اور پھر قول اور عمل کا ذکر کیا اور فرمایا وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ “، اس آیت سے معلوم ہُوا کہ توحید کا جاننا ضروری ہے۔ اس میں کسی کی تقلید جائز نہیں اکثر متکلمین کا یہی مذہب ہے کہ اصول دین میں تقلید صحیح نہیں۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں جو ان سے میراثُ النُّبوّت اخذ کرتے ہیں اس لئے ان کو اس میں حظِ وافر حاصل کرنا چاہیئے۔ علم حاصل کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے اور اسے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے جو اس کو جنت میں پہنچاتے ہیں۔ علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں؛ کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو وہ ڈرتا بھی زیادہ ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛ اِنَّ اَتْقَاكُمْ وَ اَعْلَمَكُمْ بِاللّٰهِ اَنَا “، قیامت میں دوزخی کہیں گے اگر ہم علماء ہوتے تو آج دوزخی نہ ہوتے اس لئے عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی اللہ تعالیٰ بہتری چاہے اسے دین میں سمجھ عطاء فرما دیتا ہے۔ اور وہ تفصیلی دلائل سے حاصل شدہ احکام شرعیہ عملیہ کو سمجھنے لگتا ہے۔ شریعت میں اسی علم کا اعتبار ہے جو نبیوں اور اُن کے وارثوں سے تعلیم و تعلم سے حاصل ہو معلوم ہُوا کہ علم کا اطلاق صرف علم شریعت پر کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کلام کا حاصل

یہ ہے کہ اگر ان کی گردن پر تلوار رکھ دی جائے تو جو وہ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں گردن کٹنے سے پہلے وہ پوری کر لیں گے اور جب یہ حالت نہ ہو تو ان کو تبلیغ سے کون روک سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول میں حکمت سے مراد فقاہت دینی یا اشیاء خارجیہ نفس الامریہ کی معرفت ہے یا دونوں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں ربانی عالم وہ ہے جو کلیاتِ علم سے پہلے جزئیات "اصول سے پہلے فروع اور مقاصد سے پہلے مقدمات کے ساتھ لوگوں کی تربیت کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ امام بخاری کا کلام ہے۔ اس باب سے مقصود علم کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ اور یہ مذکور آیت، حدیث اور صحابہ کے اجماع سکوتی سے حاصل ہے۔ لہٰذا اس پر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم!

علم وہی معتبر ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کے وارث علماء سے حاصل کیا جائے اس سے واضح ہوتا ہے کہ علم کا اطلاق شریعت کے علم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اگر کسی نے وصیت کی کہ اس کا مال علماء پر صرف کیا جائے تو علماء حدیث، تفسیر اور فقہ پر ہی مال خرچ کیا جائے گا۔

مُفردات

صَمْصَامَۃ "، سخت تلوار۔ ربَّانیینَ "، اللہ والے رب کی طرف منسوب ہے۔ دراصل رِبیُّون تھا۔ الف اور نون کو تاکید اور نسبت میں مبالغہ کے لئے زائد کیا گیا ہے۔ علماء کو ربانیین اس لئے کہا کہ وہ رب تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں وہ مخلص ہیں

۔ یا وہ علم کی تربیت کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ قائم رہتے ہیں۔ اس لئے رب کی طرف منسوب ہیں۔ چنانچہ جو کوئی کسی شئے کی اصلاح کے لئے قائم ہو۔ اسے کہتے ہیں وہ اس کی تربیت کرتا ہے۔

فقہاء فقیہ کی جمع ہے۔ فقہ کا لغوی معنی فہم ہے۔ اور اصطلاحی معنی احکامِ شرعیّہ عَملیّہ کا علم ہے مذکور تمام باب کا ترجمہ ہے؛ لیکن اس کے مناسب حدیث نہیں ملی جو بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔ اگرچہ شرح سُنت میں ابو درداء سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو کوئی علم کی راہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ اور علماء نبیوں کے وارث ہیں اور انبیاء درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں۔ لہٰذا جو کوئی علم حاصل کرنا چاہے وہ پورا علم حاصل کرے، لیکن اس حدیث کو ... صرف عاصم بن رجاء نے روایت کیا ہے۔ نیز باب میں علم کی فضیلت کا بیان ہو گیا تھا البتہ یہی کافی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

بَابُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَيْ لَا يَنْفِرُوا

۶۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا

باب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم وعظ ونصیحت اور علم میں لوگوں کی رعائت فرماتے تھے تاکہ وہ تنگ نہ پڑ جائیں“

۶۶ — ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیں نصیحت کرنے میں دونوں سے کسی ایک دن میں اہتمام فرماتے تھے ؛ کیونکہ آپ ہماری تنگ دلی کو اچھا نہ جانتے تھے“

۶۶ — شرح : سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسے حال میں صحابہ کو تبلیغ فرمایا کرتے تھے جس میں وہ اطمینان سے سُن سکیں اور ایسی نوبت نہ آنے دیتے تھے کہ ہم سُنتے سُنتے اُکتا جائیں،، صہ ۶۹ کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وعظ ونصیحت کے لئے دن مقرر کر رکھے تھے۔ کیونکہ ہر روز وعظ سے طبع انسانی اور اقتضاءِ بشری بُعد اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ کے لئے جمعرات کا دِن مقرر کیا ہُوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تقریب کے لئے تاریخ کا تعیّن مستحب امر ہے ؛ چنانچہ سیدِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سوموار اور جمعرات کو روزہ کے لئے معیّن کیا ہُوا تھا اور فرماتے تھے کہ ان دو دنوں میں اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں گویا کہ اللہ تعالیٰ بھی دن کی تعیین کو پسند کرتا ہے لہٰذا کسی بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے قرأت قرآن اور صدقات کرنے کا دن مقرر کر لیا جائے۔ جیسے گیارھواں دن یا کوئی اور دن مقرر کر کے سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ایسے ہی اعراس وغیرہ کے لئے دن مقرر کر کے وعظ ونصیحت کرنا اور

۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا

اصحابِ مزارات کو ایصال ثواب کرنا صحیح اور درست ہے۔ ایصالِ ثواب شریعت مطہرہ میں مستحب امر ہے آگے جا کر اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

کرمانی نے کہا کہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے لئے وعظ میں اوقات کی رعایت فرماتے تھے۔ اور کوئی ایک دن وعظ کے لئے معین فرماتے تھے۔ ہر روز ایسا نہ فرماتے تھے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

اسماء رجال اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ۱۔ محمد بن یوسف بن واقد فریابی ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ نسائی اور ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے بخاری نے کہا وہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔ ۲۱۲ ہجری کے ربیع الاوّل میں فوت ہوئے۔

۲۔ سفیان ثوری محمد بن یوسف فریابی، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری دونوں سے روایت کرتے ہیں لیکن جب مروی عنہ سفیان مطلق ذکر کیا جائے تو سفیان ثوری مراد ہوتے ہیں (عینی) سلیمان بن مہران اعمش حدیث ۳۱ دیکھیں ۴۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ کوفی ہیں انھوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کرسکے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں، حدیث ۴۶ دیکھیں۔

۵۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ،،

۶۷۔ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو تنگی نہ کرو اور ان کو خوشخبری دو نفرت نہ دلاؤ۔

۶۷۔ شرح: یہ حدیث شریف جوامع الکلم سے ہے؛ کیونکہ یہ دنیا و آخرت کی خیرات پر مشتمل ہے؛ کیونکہ دنیا دارِ اعمال اور آخرت دارِ جزاء ہے۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تسہیل کا حکم فرمایا جس کا دنیا سے تعلق ہے اور خوشخبری اور اچھی اخبار کا حکم فرمایا جس کا آخرت سے تعلق ہے۔ یہ اس لئے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔ فَدَاهُ آبَاءُنَا وَأُمَّهَاتُنَا،،

حدیث شریف میں شیٔ اور اس کی ضد کو جمع کیا ہے؛ کیونکہ ان کو کبھی مختلف اوقات میں کیا جاتا ہے۔ اگر صرف یَسِّرُوْا پر اقتصار کرتے تو اس شخص پر صادق آسکتا تھا جو ایک دو دفعہ یا کئی دفعہ آسانی کرے اور دیگر اکثر بحالات میں تنگی کرے کی نفی فرما دی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت اور عظیم فضل کی لوگوں کو خوشخبری دلانی چاہیئے اور تخویف ذکر کرکے جس میں تبشیر نہ ہو لوگوں کو نفرت نہ دلانی چاہیئے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ

بَابُ مَنْ جَعَلَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ اَيَّامًا مَّعْلُوْمَةً

۶۸ـــ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُاللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهٗ

کی رحمت سے مایوس نہ ہو جائیں۔ الحاصل لوگوں کو وعظ کرنے کے حال میں دونوں جہتوں کا خیال رکھنا چاہیئے اس میں ان لوگوں کی تالیف کا حکم ہے جو نئے نئے مسلمان ہوں اور ان پر تشدد نہیں کرنی چاہیئے تاکہ وہ نفرت نہ کر جائیں اسی طرح جو لوگ گناہوں سے تائب ہوں ان کے ساتھ دونوں جہتوں کا خیال رکھنا چاہیئے تاکہ وہ تدریجاً طاعات میں مشغول ہوں اسی لئے امورِ اسلام لوگوں کو نیک اعمال کا عادی بنانے کے لئے تدریج پر مبنی ہیں (کرمانی) واللہ اعلم

یہ حدیث دُنیا اور آخرت کی بہتری پر مشتمل ہے، کیونکہ دنیا دار العمل ہے جبکہ آخرت دار الجزاء ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور میں دُنیا کا تعلق ہے ان میں تسہیل اور آسانی کا حکم دیا کہ اعمال تدریجاً کئے جائیں تاکہ اگر ایک ہی دفعہ کرنے کا حکم دیا جائے تو وہ نہ کر سکیں گے اور جن امور کا آخرت سے تعلق ہے ان میں اچھا وعدہ ذکر فرمایا اور خوشخبری دی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں (عینی)

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱ محمد بن بشار بن عثمان عبدی بصری ہیں ان کی کنیت ابوبکر اور لقب بندار ہے وہ اسی لقب سے مشہور ہیں، کیونکہ وہ حدیث میں بندار ہیں اُنھوں نے اپنے شہر کی سب حدیثیں جمع کی تھیں۔ ۲۵۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ ۲ یحییٰ بن سعید قطان احول تمیمی بصری ہیں ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ان کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ اور پاؤں پر کھڑے کھڑے آپ سے حدیث کے متعلق سوالات پوچھا کرتے تھے۔ آپ کی ہیبت اور اکرام کے باعث بیٹھتے نہیں تھے۔ حدیث ۱۲ دیکھیں" ۳ شعبہ بن حجاج واسطی بصری ان کی کنیت ابوبسطام ہے۔ وہ حدیث میں امیر المومنین ہیں حدیث ۹ دیکھیں۔ ۴ ابوالتیاح یزید بن حمید ضبعی بصری ہیں۔ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے ۵ حضرت انس رضی اللہ عنہ (کرمانی)

باب ـــ جس نے اہل علم کے لئے دن مقرر کئے

۶۸ ـــ ترجمہ: حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

رَجُلٌ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّکَ ذَکَّرْتَنَا کُلَّ یَوْمٍ قَالَ اَمَا اَنَّہٗ یَمْنَعُنِیْ مِنْ ذٰلِکَ اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اُمِلَّکُمْ وَاِنِّیْ اَتَخَوَّلُکُمْ بِالْمَوْعِظَۃِ کَمَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِہَا مَخَافَۃَ السَّاٰمَۃِ عَلَیْنَا

لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ کیا کرتے تھے اُن سے ایک شخص نے کہا اے اباعبدالرحمٰن میری خواہش یہ ہے کہ آپ ہم کو ہر روز وعظ کیا کریں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا یہ بات سُن لو کہ ہر روز جو شئے مجھے وعظ کرنے سے منع کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم کو تنگی میں ڈالوں میں تم کو وعظ کے لئے تمہاری فرصت کا وقت تلاش کرتا ہوں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری فرصت کا وقت تلاش فرماتے تھے تا کہ ہم تنگ نہ پڑ جائیں۔

۶۸ ــــ شرح: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی تقریب کے لئے دن مقرر کرنا مستحسن و مستحب ہے۔ اگر اس حدیث کی رُو سے ایصالِ ثواب یا محفل میلاد اور بزرگانِ دین کے اعراس کے لئے دن مقرر کر لئے جائیں تو مستحب ہے کیونکہ مجالسِ خیر کے لئے دن مقرر کرنے میں لوگوں کو سہولت ہوتی ہے۔ اس سے متعلق کچھ ص۔۔ میں گزر چکا ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ جس شئے سے اللہ اور اللہ کے رسول نے منع نہ فرمایا ہو وہ معفوّ اور مباح ہے۔ حدیث شریف میں کسی تقریب کے لئے تاریخ کی تعیین کی ممانعت نہیں آئی۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے اور آپ کی سُنت کی محافظت کیا کرتے تھے اور آپ کی مخالفت سے بچتے تھے کیونکہ اجرِ عظیم آپ کی موافقت میں ہے اور آپ کی مخالفت میں عذابِ الیم ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

اسماءِ رجال: اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱ عثمان بن محمد بن ابراہیم بن ابی شیبہ بن عثمان بن خواستی عبسی کوفی ہیں۔ اُنہوں نے بہت کتابیں لکھی ہیں۔ مسند اور تفسیر تصنیف کیں۔ یحییٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے ان کی مدح و ثناء کی ہے۔ ۲۷۔ محرم الحرام کو ۲۳۹ ہجری میں فوت ہوئے ۲ جریر بن عبدالحمید ضبی رازی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ مولد کے لحاظ سے رازی اور نشو و نما کے اعتبار سے کوفی ہیں۔ ۱۸۷ ہجری کو رَی میں فوت ہوئے۔ ۳ منصور بن معتمر کوفی ہیں ان کی کنیت ابوعتاب ہے۔ وہ رات بھر روتے رہتے تھے جب صبح ہوتی تو آنکھوں میں سرمہ لگا کر تیل وغیرہ استعمال کر کے ہونٹ صاف کر لیتے تھے۔ زیادہ رونے کے باعث ان کی آنکھیں کمزور پڑ گئی تھیں۔ کوفہ کے حاکم یوسف بن عمر نے انہیں قاضی مقرر کرنا چاہا تو انہوں نے

بَابُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ

۶۹ — حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِىْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِىَ اَمْرُ اللّٰهِ "

انکار کر دیا یوسف نے انہیں قید کرنے کا ارادہ کیا تو دو شخص ایک جھگڑے میں فیصلہ کرانے آگئے۔ وہ دونوں آپ کے سامنے بیٹھے رہے، لیکن آپ نے ان سے کچھ نہ پوچھا اور نہ ہی اُن سے کلام کیا۔ کسی نے یوسف سے کہا اگر تم ان کا قیمہ کر دو گے جب بھی وہ قضاء قبول نہیں کریں گے۔ یہ سُن کر یُوسف نے انہیں رہا کر دیا۔ ۱۳۱ ہجری کو سوڈان گئے اور تھوڑی دیر بعد فوت ہو گئے۔ ع۴ ابو وائل شقیق حدیث ع۴۶ دیکھیں۔ ع۵ حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ

بابُ — جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین میں سمجھ عطاء کر دیتا ہے "

۶۹ — ترجمہ: حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں نے امیر معاویہ کو خطبہ دیتے ہوئے سُنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے اس کو دین کی سمجھ عطاء کر دیتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور یہ اُمت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر قائم رہے گی۔ ان کی مخالفت کرنے والا ان کو ضرر نہ دے سکے گا۔ حتیٰ کہ قیامت آجائے۔

۶۹ — شرح: پہلے باب میں دین کے احکام کی وعظ کرنے والے کا ذکر تھا اور وہ

دین کی سمجھ رکھنے والا ہوتا ہے۔ اس باب میں اس فقیہہ کی مدح بیان فرمائی ہے جسے اللہ نے دین کی سمجھ عطاء کی ہوتی ہے اس کی عطاء تو اللہ کرتا ہے مگر تقسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کی زبان پر جو چاہے فیصلہ کرتا ہے (بخاری)

ربیعہ اسلمی کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مانگو تو اُس نے کہا میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔ اس کی شرح میں بعض محدثین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خزانے اور جنت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقتدار میں دیئے ہیں۔ جسے چاہیں جتنا چاہیں جو چاہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطاء کریں۔ بخاری شریف ص۱۷۶ میں ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطاء کی گئی ہیں اور بخاری ص۴۳۹ میں مذکور ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قاسم اور اللہ تعالیٰ کا وزیرِ خزانہ ہوں اور وہ عطاء کرتا ہے۔ نیز ص۴۳۹ ب پر مذکور ہے کہ ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو نہ دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں میں تو صرف قاسم ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میں لوگوں میں مال و دولت اور علم و فضل تقسیم کرتا ہوں۔ نیز بخاری کے اسی صفحہ پر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے قاسم بنایا ہے تم میں مال و دولت تقسیم کرتا ہوں۔ اہل معانی کا قاعدہ ہے کہ جس فعل متعدی کا مفعول ذکر نہ کیا جائے اس سے عموم مراد ہوتا ہے۔ حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ "، نہ تو قاسم کا مفعول بہ مذکور ہے اور نہ ہی یعطی کا مفعول کہیں مذکور ہے تو اس قاعدہ کے مطابق معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی عطاء کرتا ہے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے تقسیم فرماتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے "یَقْضِیْ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ مَایَشَآءُ "، اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کی زبان پر جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ بخاری کے " فَاِنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ "، کے باب میں اس حدیث کے یہ الفاظ ہیں وَاللّٰہُ الْمُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ "،

یعنی اللہ ہی معطی اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ سیدی اعلحضرت عظیم البرکت فرید العصر مولانا احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا ترجمہ یوں فرمایا:

ے رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں ٭ جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اجماع حجت ہے؛ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حق امت سے باہر نہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کو تمام علوم پر فضیلت حاصل ہے اور اس میں مغیبات کی خبریں بھی ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اس کا وقوع بھی ثابت ہے؛ چنانچہ آپ کے زمانہ شریف سے لے کر علماء کی جماعت قائم ہے اور اللہ کے فضل سے قیامت تک ہمیشہ رہے گی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث پر مشتمل باب کا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے اسے دین کا عالم بنا دیتا ہے اور اسے فقیہہ کر دیتا ہے۔ " فقہ کا متعارف معنیٰ جو احکام شرعیہ عملیہ سے مختص ہے مراد نہیں بلکہ شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام مراد ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ فقیہہ

وہ شخص ہے جس کے دل کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ اپنے رب کو دیکھنے لگے (مرقات) پس حدیث شریف کا معنی واضح ہوگیا کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ کرے اسے شریعت و طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم عطاء کردیتا ہے۔ اور اس کے "قلب کی آنکھیں کھول دیتا ہے اور وہ دل کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھتا ہے۔ امام الفقہاء ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے دل کی آنکھوں سے ۹۹ بار اللہ تعالیٰ کو دیکھا مگر یہ قدر محدود ہے۔ فقیہہ کے قلب کی ہر نظر اللہ کی طرف ہوتی ہے وہ دنیا میں زاہد آخرت کی طرف راغب دینی احکام میں بصیر اور اللہ کی عبادت میں ہمہ تن مشغول رہتا ہے۔ ایسے ہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ لغت میں فقہ کا معنیٰ فہم ہے اور عرف میں ان احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ہے جو ادلہ تفصیلیہ سے مستنبط ہیں۔ یہاں لغوی معنی مقام کے مناسب ہے تاکہ علوم دینیہ کے ہر علم کے فہم کو شامل ہوجائے۔ امام حسن بصری نے کہا فقیہہ وہ ہے جو دُنیا میں زاہد آخرت میں راغب دینی امور میں صاحبِ بصیرت اور اپنے رب کی عبادت میں مداومت کرے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ " یعنی میں ہر ایک کے حال کے مطابق تقسیم کرتا ہوں۔ کلمہ "اِنَّمَا" حصر کے لئے ہے۔ لہٰذا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ میں صرف قاسم ہوں" اب کوئی سوال پوچھ سکتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صفت ہے اور وہ لوگوں میں تقسیم کرنا ہے، حالانکہ آپ کی اور بھی کئی صفات ہیں۔ آپ رسول بشیر مبشیر نذیر ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حصر سامع کے اعتقاد کے اعتبار سے ہے۔ اور یہ کلام ایسے مقام میں فرمایا جبکہ سامع کا یہ اعتقاد تھا کہ آپ مُعطِی ہیں قاسم نہیں ہیں تو قصرِ قلب ہوگا یعنی میں قاسم ہوں مُعطِی نہیں ہوں اور اگر سامع کا یہ اعتقاد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مُعطِی اور قاسم دونوں ہیں۔ تو قصرِ افراد ہوگا یعنی دونوں وصفوں میں شریک نہیں مجھ میں اُن میں سے ایک پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ میں قاسم ہوں (کرمانی)

اسماءِ رجال

اس حدیث کے چھ راوی ہیں: ع ۱ سعید بن عُفیر وہ سعید بن کثیر بن عُفیر بن مسلم بن یزید بن حبیب بصری ہیں۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ مقدسی نے کہا سعید بن عفیر لوگوں کے انساب اور گزرے ہوئے واقعات، تواریخ اور مناقب خوب جانتے تھے۔ وہ ادیب، فصیح حاضر جواب تھے۔ ۲۲۹ ہجری میں فوت ہوئے" ع ۲ عبداللہ بن وہب بن مسلم مصری ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ ان کو خط لکھتے تو خط کے عنوان میں انہیں فقیہہ لکھتے تھے ان کے سوا اور کسی کو اس طرح نہیں لکھتے تھے۔ اُنھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر میں کسی کی غیبت کروں تو روزہ رکھوں گا جو مجھے مشقت میں ڈالے ان کے پاس قیامت کے ہولناک واقعات کا ذکر کیا گیا تو وہ غش سے گر پڑے پھر کسی سے کلام نہیں کیا حتیٰ کہ چند روز کے بعد ۱۹۹ ہجری کو مصر میں فوت ہوگئے ع ۳ یونس بن یزید اَیلی قرشی حدیث ۵ دیکھیں۔ ع ۴ ابن شہاب زہری ع ۵ حُمید بن عبدالرحمٰن حدیث ۳۶۔ ع ۶ حضرت امیر معاویہ ابن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے [illegible]نت میں شام کے حاکم مقرر ہوئے اور فوت ہونے تک چالیس برس شام کے حاکم رہے۔ آخر عمر میں

بَابُ الْفَهْمِ فِی الْعِلْمِ

۷۰ ـ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ ثَنَا سُفْیٰنُ قَالَ قَالَ لِی ابْنُ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُّجَاھِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ فَلَمْ اَسْمَعْہُ یُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا حَدِیْثًا وَّاحِدًا قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاُتِیَ بِجُمَّارٍ فَقَالَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً مَّثَلُھَا کَمَثَلِ الْمُسْلِمِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَقُوْلَ ھِیَ النَّخْلَةُ فَاِذَا اَنَا اَصْغَرُ الْقَوْمِ فَسَکَتُّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ النَّخْلَةُ

لقوہ ہوگیا تھا وہ کہا کرتے تھے کاش کہ میں ایک معمولی قریشی ہوتا اور حکومت سے کسی قسم کا میرا تعلق نہ ہوتا اُن کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار، چادر، قمیص، بال شریف اور ناخن مبارک تھے اُنہوں نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ مجھے آپ کی قمیص میں کفن دیا جائے اور آپ کی چادر میں لپیٹیں اور آپ کے بٹن لگائے جائیں اور میری ناک کے دونوں سوراخوں اور مواضع سجود میں آپ کے بال، ناخن رکھے جائیں پھر مجھے ارحم الراحمین کے حوالے کردیں۔

باب ـــ علم میں سمجھ

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جوہری نے ذکر کیا ہے کہ فَہِمْتُ الشَّیْءَ ، ای عَلِمْتُہٗ لہٰذا فہم اور علم کا معنی واحد ہے تو اَلْفَھْمُ فِی الْعِلْمِ ، کیسے صحیح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علم معلوم کے معنی میں ہے گویا کہ عبارت اس طرح ہے "ادارک المعلومات" (کرمانی)

۷۰ ـــ ترجمہ : سفیان نے کہا مجھے ابن ابی نجیح نے مجاہد سے خبر دی کہ اُنھوں نے کہا میں عبد اللہ بن عمر کا مدینہ منورہ تک ساتھی رہا۔ میں نے ان کو ایک حدیث کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے نہیں سُنا۔ اُنھوں نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ کھجور کی چربی لائی گئی تو آپ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے کہ اس کی مثال مسلمان کی طرح

ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں وہ درخت کھجور ہے۔ میں سب لوگوں سے کمسن تھا اس لئے میں خاموش رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

۷۰ — شرح : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ کے احترام کے باعث خاموش رہے تھے، کیونکہ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کا کلام کرنا سوءِ ادب میں شمار ہوتا ہے۔

ابن بطال نے کہا علم میں تفہم سمجھ ہے اور سمجھ کے بغیر علم کی تکمیل نہیں ہوتی اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا در بخدا ہمارے پاس صرف اللہ کی کتاب یا فہم جو مومن کو عطاء کیا گیا ہے۔ اُنھوں نے کتاب اللہ کو یاد کرنے کے بعد فہم کو ثانوی درجہ دیا، کیونکہ فہم سے کتاب اللہ کے معانی اور احکام واضح ہوتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے علم کی نفی فرمائی جس میں فہم نہیں، چنانچہ فرمایا: "رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهٗ"

امام مالک نے فرمایا زیادہ روایات بیان کرنا علم نہیں۔ علم نور ہے جو اللہ تعالیٰ دلوں میں ظاہر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ معانی سمجھے جاتے ہیں لہذا جو کوئی فہم چاہتا ہے وہ دل پر نگاہ رکھے اور ذہن کو فارغ رکھے اور کلام میں گہری نگاہ کرے اور اس کے ماقبل سے اتصال و انفصال میں تدبر کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دل میں صحیح معنی کے الہام کی دُعاء کرے اور یہ اسی شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو عربوں کا کلام جانتا ہو اور ان کے محاورات کے اغراض و مقاصد کی واقفیت رکھتا ہو۔ اور روشن دماغ ہو جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے کہ اُنھوں نے بساطِ کلام اور نفسِ قصہ سے سمجھ لیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح ہیں۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور وہ ابن مدینی مشہور ہیں۔ دراصل مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں وہ علم حدیث کے امام ہیں۔ سُفیان بن عُیینہ انہیں جَنَّتُ الوَادِی کہتے تھے۔ ابن مدینی جب سفیان کی مجلس سے اُٹھتے تو سفیان بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ اعُیُنی نے کہا میں نے علی بن مدینی کو لیٹے ہوئے دیکھا جبکہ امام احمد بن حنبل ان کے دائیں اور یحییٰ بن معین ان کے بائیں ہوتے تھے اور وہ انہیں احادیث لکھواتے تھے۔ ابن اثیر نے کہا معرفتِ حدیث میں ابن مدینی اللہ کی آیات سے آیت ہیں وہ ۲۳۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ سُفیان بن عُیَینہ ہلالی کوفی ہیں حدیث ع۱ کے تحت ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ع۳ یسار بن نجیح ثقفی مکی ہیں وہ قدری تھے۔ ۱۳۲ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ مجاہد بن جبر ان کی کنیت ابوالحجاج ہے۔ انہوں نے کہا میں نے ابن عباس پر تیس بار قرآن پڑھا اور جب میں سوار ہوتا تھا تو ابن عمر میرے رکاب پکڑتے اور میرے کپڑے درست کرتے تھے۔ کتاب الایمان کی ابتداء میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

ع۵ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

بَابُ الْاِغْتِبَاطِ فِی الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تُسَوَّدُوْا قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ وَبَعْدَ اَنْ تُسَوَّدُوْا وَقَدْ تَعَلَّمَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ كِبَرِ سِنِّهِمْ

باب — علم اور حکمت میں رشک کرنا "

حضرت عمر فاروق امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا سردار بننے سے پہلے فقاہت حاصل کرو۔ ابو عبد اللہ بخاری نے کہا اور سردار بننے کے بعد بھی فقاہت حاصل کرو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بڑی عمروں میں علم حاصل کیا۔

شرح : ان دو بابوں میں مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں فہم فی العلم اور اس میں اغتباط فی العلم مذکور ہے۔ جب انسان کا علم میں فہم زیادہ ہو جائے تو اس میں رشک کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس کا فہم زیادہ اور قوی ہو جائے اس کی نظر اس سے قوی تر فہم میں زیادہ ہو جاتی ہے اور وہ خواہش کرتا ہے کہ وہ بھی اس طرح ہو جائے یہی غبطہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ چھوٹی عمر میں علم حاصل کرو، کیونکہ جب عمر زیادہ ہو جائے تو چھوٹے لوگوں سے علم حاصل کرنے میں شرم محسوس ہونے لگتی ہے اور رئیس کو فخر و غرور طالب علموں کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کرتا ہے۔ تو علم حاصل نہیں کر سکتا اور جاہل رہ جاتا ہے۔ قولہٗ تُسَوَّدُوْا "، سیادت سے ہیں یعنی قوم کا سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ سوادِ اللحیہ سے ہے تو معنی یہ ہے کہ داڑھی سیاہ ہونے سے پہلے علم حاصل کرو یہ حکم نوجوانوں کو ہے اور چالیس سال سے بڑوں کو حکم دیا کہ سیاہ داڑھی کے سفید ہونے سے پہلے علم حاصل کرو۔ مگر یہ معنی تکلّف سے خالی نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ اضافہ کیا کہ سردار ہونے کے بعد بھی حاصل کرو تاکہ مفہوم مخالف کی نفی ہو جائے کیونکہ اس سے یہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ سیادت حصولِ علم سے مانع ہے اور قَدْ تَعَلَّمَ الخ پہلے کلام کی تاکید ہے۔

۷۱ ـــ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَلٰى غَيْرِ مَا حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا

۷۱ ـــ ترجمہ : اسماعیل بن ابی خالد نے کہا میں نے قیس بن ابی حازم سے سُنا اُنھوں نے کہا میں نے عبداللہ بن مسعود کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتوں کے سوا کسی شئی میں حسد (رشک) جائز نہیں ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر لوگوں کو مسلط کر دے۔ دُوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ علم و حکمت دے اور وہ اس کے ساتھ فیصلہ کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے۔

۷۱ ـــ شرح : حسد سے مراد رشک ہے یہ مسبّب کا سبب پر اطلاق ہے۔ فضائل قرآن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ اُنھوں نے کہا کاش مجھے وہ دیا جائے جو فلاں شخص کو دیا گیا ہے تو میں بھی عمل کروں جیسے وہ عمل کرتا ہے۔ ابوہریرہ نے فلاں سے سلب کی خواہش نہیں کی تھی بلکہ اس کی مثل ہونے کی خواہش کی تھی۔ حسد کا اصل معنی مراد نہیں کیونکہ حسد کا حقیقی معنی محسود منہ سے نعمت کے زوال کی خواہش کرنا اور حاسد کی طرف نعمت کا منتقل ہو جانا ہے۔ یہ ہرگز مباح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں سے اللہ کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا جس میں وہ اللہ کا حق ادا کرتے ہیں مباح نہیں (کرمانی باختصار)

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ حُمَیدی ابوبکر عبداللہ بن زُبیر بن عیسیٰ مکی قرشی ہیں۔ وہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں انہیں سے علم حاصل کیا اور انہیں کے ساتھ مصر چلے گئے جب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو مکہ مکرمہ واپس آگئے وہ سفیان بن عیینہ کے ممتاز شاگرد تھے حدیث ۱ کے تحت ان کا ذکر ہوچکا ہے ع۲ سفیان بن عیینہ ع۳ ابوعبداللہ اسماعیل بن ابی خالد کوفی تابعی ہیں انہیں میزان کہا جاتا ہے وہ طحان تھے۔ حدیث ۹ کے تحت دیکھیں۔ ع۴ قیس بن ابی حازم ان کی کنیت ابوعبداللہ اور نام عوف بن حارث ہے :

۵۵ کے تحت دیکھیں ع۵ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ۔

بَابُ مَاذُكِرَ فِی ذِهَابِ مُوسٰی فِی الْبَحْرِ اِلَی الْخَضِرِ
وَقَوْلُهٗ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ الْاٰیَةَ

باب — حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سمندر کے کنارے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف جانے میں جو مذکور ہے

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد : کیا میں تمہارے ساتھ رہوں، اِس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی ،،

اس باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب میں علم میں رشک کا ذکر تھا اور اس میں طلبِ علم کے لئے مشقت اُٹھانے کی ترغیب ہے اور جس شئ میں رشک کیا جاتا ہے اس کے حصول میں مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ نیز رشک کرنے والے کا حال یہ ہے کہ وہ رشک کرتا ہے اگرچہ اعلیٰ فضائل پر فائز ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بن عمران بن یصہر بن قاہت بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ حضرت عمران کی عمر ستر برس تھی۔ جب موسیٰ علیہ السّلام کا تولّد ہُوا تھا۔ ان کی عمر ایک سو سینتیس[۱۳۷] برس تھی جبکہ موسیٰ علیہ السّلام کی ساری عمر ایک سو بیس برس تھی۔ فربری نے آپ کی عمر شریف ایک سو ساٹھ سال بیان کی ہے اور طوفانِ نوح کے ایک ہزار چھ سو بیس برس بعد آپ کا انتقال ہُوا تھا اور جب بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکلے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر اسّی برس تھی چالیس سال تیہہ کے میدان میں رہے اور جب ریّان بن ولید فوت ہُوا جس نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو مصر کا وزیر اعظم مقرر کیا تھا۔ اور آپ کے دستِ اقدس پر نورِ ایمان سے مُشرّف ہُوا تھا۔ اس کے بعد قابوس بن مصعب مصر کا بادشاہ ہُوا۔ حضرت یُوسف علیہ السلام نے اسے ایمان کی دعوت دی اُس نے انکار کر دیا اور وہ جابر بادشاہ تھا پھر حضرت یُوسف علیہ السلام انتقال فرما گئے اور جابر طویل عرصہ حکمرانی کرنے کے بعد ہلاک ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بھائی ولید بن مصعب ابن ریان بن اراشہ بن شروان بن عمرو بن فاران بن عملاق بن لاوذ بن سام بن نوح علیہ السلام مصر کا بادشاہ بنا اور وہ قابوس سے زیادہ سرکش تھا۔ اُس نے بھی لمبا زمانہ بادشاہی کی حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السّلام کے فرعون کا زمانہ آگیا جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے مُوسیٰ علیہ السّلام کو رسُول بھیجا تھا۔ اس سے بڑھ کر کوئی فرعون سرکش نہیں

ہُوا۔ اور نہ ہی اس کی عمر جیسی کسی کی عمر ہُوئی ہے وہ چار سَو سال زندہ رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام عربی لفظ نہیں۔ یہ موشی سے معرّب ہے۔ آپ کا یہ نام آسیہ بنت مزاحم نے تجویز کیا تھا جو فرعون کی بیوی تھی۔ جبکہ انہیں صندوق میں پایا اور اس کے خال کے اعتبار سے یہ نام تجویز کیا، کیونکہ آپ پانی اور درختوں میں پائے گئے تھے اور قبط کی لغت میں مو کا معنی پانی اور شیٔ کا معنی درخت ہیں۔ اس کا معرّب موسیٰ ہُوا۔

لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ "

"میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملتے ہیں"

مجمع البحرین سے مراد بحرِ فارس اور بحرِ روم کے ملنے کا مقام ہے جو مشرق کی جانب ہے۔ بعض نے طنجہ اور بعض نے افریقیہ کہا ہے۔ سہیلی نے کہا بحرِ اردن اور بحرِ قلزم ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بحرِ مغرب اور بحرِ زقاق ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام کون ہیں؟ کیا وہ نبی ہیں؟

حضرت خضر علیہ السّلام کا نام بُلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہے انہیں خضِر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ سفید زمین پر بیٹھتے جب اُٹھ کر جاتے تو ان کے پیچھے وہ زمین سرسبز ہوجاتی تھی۔ مجاہد نے کہا جب وہ نماز پڑھتے تھے تو ان کا اردگرد سرسبز ہوجاتا تھا۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے۔ وہ آفریدوں کے زمانہ میں تھے اور ذوالقرنین کے وزیر تھے اُنھوں نے آبِ حیات پیا تھا۔ امام قسطلانی نے ذکر کیا کہ صحیح یہ ہے کہ خضر نبی ہیں انکی لمبی عمر ہے۔ لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں اور قیامت تک باقی ہیں کیونکہ اُنھوں نے آبِ حیات پیا تھا۔ جمہور علماء یہی کہتے ہیں اسی پر صوفیہ کا اتفاق ہے اور کثیر صالحین اس پر متفق ہیں۔ ثعلبی نے کہا وہ تمام اقوال کے مطابق نبی ہیں۔ ابن جوزی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ " یعنی خضر نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا میں نے جو کچھ کیا ہے۔ اپنی مرضی سے نہیں کیا یعنی میں نے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ وہ نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں وحی بھیجتا ہے۔ نیز وہ مخصوص علم میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے زیادہ عالم ہیں، حالانکہ ولی نبی سے زیادہ عالم نہیں ہوسکتا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ اُنھوں نے بچے کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ اس طرح قتل وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا، کیونکہ

محض ولی کے دل میں خیال آجانے سے قتل پر اقدام جائز نہیں، کیونکہ ولی کا دلی خیال واجب العصمت نہیں۔

کیا خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

جمہور علماء نے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام قیامت تک باقی ہیں، کیونکہ اُنھوں نے آبِ حیات پیا تھا۔ نیز حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد جب آدم علیہ السلام کی قبر کھل گئی تھی تو اُنھوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دفن کیا تھا تو حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے لئے لمبی زندگی کی دُعا فرمائی تھی وہ آخر زمانہ میں فوت ہوں گے جبکہ قرآن کریم اُٹھا لیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں دجال کی حدیث میں ہے کہ دجال ایک شخص کو قتل کرے گا پھر اسے زندہ کرے گا۔ ابراہیم بن سفیان جو مسلم کی کتاب کے راوی ہیں، نے کہا کہ وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ امام بخاری، ابراہیم حربی، ابن منادی اور ابن جوزی وغیرہ نے ان کی بقا کا انکار کیا ہے، لیکن ان کا انکار شاذ ہے۔ جمہور کے خلاف ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ خضر علَم ہے اور علَم پر الف لام داخل نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خضر پہ الف لام اس لئے آیا ہے کہ یہ فرد کی تاویل سے نکرہ کے حکم میں ہوگیا۔ لہٰذا جس طرح نکرہ پہ الف لام داخل ہوتا ہے۔ اس پہ بھی الف لام آیا ہے۔ نیز جب علَم میں وصفی معنی ملحوظ ہو تو اس پر الف لام آجاتا ہے جیسے العباس اور الحسن پر الف لام آتا ہے۔ (عینی، قسطلانی، کرمانی) اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خشکی پر چلتے تھے۔ سمندر میں صرف حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے تھے۔ جبکہ دونوں کی ملاقات ہو چکی تھی۔ حالانکہ باب کا عنوان یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی تلاش میں سمندر میں چلے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانے کا مقصد پورے واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ خضر علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے تو سارے سفر پر سمندر کے سفر کا اطلاق کیا گیا کُل کا بعض پر اطلاق ہے۔ ابوالعالیہ نے کہا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی ملاقات سمندر کے ایک جزیرہ میں ہوئی تھی اور سمندر کے جزیرہ تک پہنچنے کے لئے سمندر پر سوار ہونا ضروری امر ہے۔ اُنھوں نے ربیع بن انس کے طریق سے ذکر کیا کہ مچھلی کے راستہ میں سے پانی خشک ہوگیا تھا۔ اور وہ ایک کھلی سرنگ بن گئی تھی تو مچھلی کے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے حتیٰ کہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی اس سے واضح ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام کو ملنے کے لئے موسیٰ علیہ السلام سمندر میں چلے تھے۔ یہ دونوں اثر اگرچہ موقوف ہیں لیکن ان کے راوی ثقہ ہیں (قسطلانی)

باب کے عنوان میں مذکور آیت کریمہ کا معنی یہ ہے کہ علم سب سے اشرف ہے اور اس کی طلب میں سمندر کے سفر کا خطرہ برداشت کرنا جائز ہے، چنانچہ اس کی طلب میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سمندر کا سفر کرتے رہے ہیں، البتہ طلبِ دُنیا کے لئے سمندری سفر کرنا علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مکروہ ہے نیز اس آیت کریمہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تحصیلِ علوم کے لئے علماء کی اتباع کرنی چاہیئے جبکہ علوم صرف

۷۲ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُرَيْرٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ ثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ ثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ يَعْنِیْ ابْنَ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِیْ صَاحِبِ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّیْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِیْ هٰذَا فِیْ صَاحِبِ مُوْسٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّیْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِیْ هٰذَا فِیْ صَاحِبِ مُوْسَى الَّذِیْ سَاَلَ مُوْسَى السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَاْنَهٗ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِیْ مَلَاٍ مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ اِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ

انہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس ابتلاء میں اس لئے ڈالا کہ انھوں نے ایک خطاب میں فرمایا تھا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف علم کی نسبت نہ کی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہمارا بندہ خضر تم سے زیادہ عالم ہے۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خضر سے وہ علم طلب کرنا چاہا جو وہ جانتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر اطلاع نہ تھی۔ اگر ایک نبی دوسرے نبی سے علم حاصل کرے تو نبی کی شان میں فرق نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

۷۲ ـــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے حُر بن قیس فزاری نے صاحبِ موسیٰ علیہ السلام میں جھگڑا کیا۔ ابن عباس نے کہا وہ خضر علیہ السلام ہیں اُن کے پاس سے اُبیّ بن کعب گزرے تو انہیں ابن عباس نے بلا کر کہا میں نے اور میرے اس ساتھی نے صاحبِ موسیٰ جن سے ملاقات کا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا میں جھگڑا کیا ہے کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا ذکر کرتے سُنا ہے؟ اُبیّ بن کعب نے کہا جی ہاں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک وقت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک جلسہ میں وعظ فرما

تَعلَمُ اَحَدًا اَعلَمَ مِنكَ قَالَ مُوسٰی لَا فَاَوحَی اللّٰهُ اِلٰی مُوسٰی بَلٰی عَبدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسٰی السَّبِیلَ اِلَیهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الحُوتَ اٰیَةً وَقِیلَ لَهُ اِذَا فَقَدتَّ الحُوتَ فَارجِع فَاِنَّكَ سَتَلقَاهُ فَكَانَ یَتبَعُ اَثَرَ الحُوتِ فِی البَحرِ فَقَالَ لِمُوسٰی فَتَاهُ اَرَاَیتَ اِذ اَوَینَا اِلَی الصَّخرَةِ فَاِنِّی نَسِیتُ الحُوتَ وَمَآ اَنسَانِیهُ اِلَّا الشَّیطَانُ اَن اَذكُرَهُ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبغِ فَارتَدَّا عَلٰی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِن شَاْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی كِتَابِه

رہے تھے کہ ایک شخص نے اُن کے قریب آکر کہا کیا آپ کسی کو اپنے سے زیادہ عالم سمجھتے ہیں ؟ موسٰی علیہ السّلام نے کہا نہیں ! اللہ تعالیٰ نے موسٰی کو وحی کی کہ کیوں نہیں ہمارا ایک بندہ خضر ہے (جو تم سے زیادہ عالم ہے) موسٰی نے خضر کی ملاقات کے لئے راہ پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ملاقات کی علامت مچھلی کر دی اور اُن سے کہا گیا جب تم مچھلی کو گم پاؤ تو واپس لوٹ آؤ (واپسی میں) تم عنقریب انہیں پالوگے۔ وہ مچھلی کے نشان کی تلاش میں سمندر کے ساحل پر چلنے لگے تو موسٰی کے ساتھی نے اُن سے کہا کیا آپ نے دیکھا جب ہم پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے بھلایا تھا کہ میں اسے یاد کروں موسٰی علیہ السلام نے فرمایا یہی تو ہم چاہتے تھے تو وہ دونوں پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے تو اُنھوں نے خضر کو پا لیا اور ان کا وہی قصّہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں ذکر کیا ہے۔

۷۲ — شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اس قِصّہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو جھگڑے ہیں۔ ایک آپ کے اور حرّ بن قیس کے درمیان جھگڑا ہے کہ کیا صاحبِ موسٰی خضر ہیں یا کوئی اور شخص ہے اور دُوسرا جھگڑا ان کے اور نوف بکالی کے درمیان موسٰی کے بارے میں ہُوا کہ وہ موسٰی بن عمران علیہ السلام ہیں یا موسٰی بن میشا ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا تعاقب کرتے ہُوئے کہا کہ دُوسرا جھگڑا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نہیں بلکہ سعید بن جُبیر اور بکالی کے درمیان ہے۔ جیسا کہ کتاب التفسیر میں آئے گا اور سعید بن جبیر کا سیاقِ حدیث عبید اللہ بن عبد اللہ کے سیاق سے اتم ہے۔ عنقریب انشاء اللہ اس کا ذکر ہوگا ،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جن حضرات سے علم حاصل کرتے تھے ان کا بہت اکرام کیا کرتے تھے اس لئے ان الفاظ ” فَدَعَاهُ ابنُ عَبَّاسٍ ،، میں عبارت مقدر ہے وہ یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ابی بن کعب کی طرف آگئے

بڑھے اور ان سے دریافت کیا۔

مسلم کی روائت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنی قوم کو ان پر اللہ کے انعامات اور مصائب یاد دلا رہے تھے کہ اُنھوں نے فرمایا اس زمین میں کسی شخص کو میں اپنے سے بہتر اور نہ زیادہ عالم نہیں سمجھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی کہ اس زمین میں میرا ایک بندہ ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے اس ارشاد: "اَنَا اَعْلَمُ" میں بہت بڑا عالم ہوں" سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں وظائفِ نبوّت، امورِ شریعت اور سیاستِ امر زیادہ جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ہمارا بندہ خضر تم سے زیادہ عالم ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خضر علیہ السلام مخصوص علوم غیبیہ میں زیادہ عالم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام عمومی طور پر ان علوم میں زیادہ عالم ہیں جن سے اُن کا ناواقف ہونا ممکن نہیں اور حضرت خضر علیہ السّلام مخصوص علوم غیبیہ اور حوادث قدر جنہیں انبیاء کرام علیہم السّلام اسی قدر جانتے ہیں جو انہیں بتایا گیا ہے۔ میں زیادہ عالم ہیں اسی لئے حضرت خضر علیہ السّلام نے کہا آپ کو اللہ نے وہ علوم عطاء کئے ہیں جنہیں میں نہیں جانتا ہوں اور مجھے وہ علم عطاء کئے ہیں۔ جنہیں آپ نہیں جانتے ہیں۔

فَجَعَلَ اللّٰهُ الْحُوْتَ آيَةً

یعنی اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو خضر علیہ السّلام کی جگہ اور ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا تھا، کیونکہ جب موسیٰ علیہ السّلام نے کہا: میں خضر کو کہاں تلاش کروں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا سمندر کے ساحل پر پتھر کے پاس وہ ملیں گے عرض کیا اے میرے پروردگار وہ پتھر کیسے تلاش کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک مچھلی ٹوکرے میں رکھ لیں۔ اور اپنے ساتھی سے کہا جب یہ گم ہو جائے تو مجھے بتانا وہ چلتے رہے اور اس کے گم ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ ایک مقام میں موسیٰ علیہ السّلام سو گئے اور مچھلی ٹوکرے سے نکل کر سمندر میں چلی گئی۔ حضرت یوشع علیہ السلام جو موسیٰ علیہ السّلام کے رفیقِ سفر تھے نے روٹی اور مچھلی ٹوکرے میں رکھی تھی جب ایک رات ایک چشمہ جسے آبِ حیات کہا جاتا ہے، کے کنارے آرام کرنے بیٹھے اور مچھلی کو آبِ حیات کی ٹھنڈک پہنچی تو وہ زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی۔ کہا گیا ہے کہ یوشع بن نون نے اس چشمہ سے وضوء کیا تھا اور پانی کا چھینٹا مچھلی پر پڑا تو وہ زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

اس حدیث کے نو راوی ہیں: ع۱ محمد بن عُزَیْر بن ولید بن عبدالرحمٰن ابن عوف قرشی زہری مدنی ہیں وہ عُزَیری مشہور ہیں اور نزیل سمرقند ہیں۔

ع۲ یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف قرشی مدنی زُہری ہیں۔ ان کی سکونت بغداد میں تھی۔ ۲۰۸۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ اَبِیْ وہ ابو اسحاق ابراہیم بن سعد ہیں بغداد میں بیت المال کے متولی تھے اور وہیں فوت ہوئے اور وہ امام شافعی کے شیخ ہیں حدیث ۲۲ کے تحت دیکھیں۔ ع۴ صالح بن

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ

۷۳ — حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ ثَنَا خَالِدٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ

کیسان مدنی تابعی ہیں۔ ایک سو ساٹھ اور چند سال بقیدِ حیات رہے۔ نوّے [۹۰] برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ حدیث ۶ کے تحت دیکھیں۔ ع۵ ابوبکر محمد بن مسلم زُہری قرشی مدنی ہیں وہ شام میں سکونت پذیر تھے۔ ع۶ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی حدیث ع۶ کے تحت دیکھیں۔ ع۷ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔ ع۸ حر بن قیس بن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری ہیں۔ جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم تبوک سے واپس تشریف لائے تھے تو وہ اس وفد میں تھے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ ع۹ ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ ابن مُنذِر انصاری خزرجی بخاری ہیں وہ نحیف البدن ان کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ عقبہ ثانیہ، بدر اور دیگر جنگوں میں حاضر ہوتے رہے۔ وہ کاتب وحی تھے اور قرآن کے ان حافظوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہدِ مبارک میں قرآن حفظ کیا تھا اور ان فقہاء سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں مفتی تھے وہ بہت بڑے قاری تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں فرمایا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تیرے سامنے قرآن پڑھوں۔ کوئی صحابی اس منقبت میں اُن کا شریک نہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں سیّد الانصار فرمایا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیّد المسلمین کہا۔ ۳۱۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے (کرمانی)

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد
اے اللہ اسے قرآن کا علم عطا فرما

۷۳ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے سینے سے لگا کر فرمایا اے اللہ اس کو قرآن کا علم سکھا دے۔

۷۳ — شرح : کتاب سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ عرفِ شرع میں کتاب کا اطلاق اسی پر

ہے ۔ ہر نبی کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اُن کے سوا دُوسروں کی دُعاء کی اجابت اللہ کی مشیّت پر ہوتی ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دُعا یقیناً قبول ہے اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما رئیس المفسرین اور حبرُالامت ہیں۔ انہیں ترجمان القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ فضائل صحابہ میں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ اور کتاب الوضوء میں اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ ۔ ان میں تضاد نہیں کیونکہ حکمت اور فقاہت فی الدین دونوں کتاب وسنت ہیں لہٰذا تینوں حدیثوں کا معنیٰ واحد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ حکمت سے مراد کتاب ہے اور یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ میں حکمت سے مراد سنّت ہے۔

تفسیر اتقان (ص ۱۲۶ جلد ۲) میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر میرے اونٹ کی رسّی جس سے مَیں اس کا گھٹنا باندھتا ہوں گم ہو جائے تو میں قرآن کریم سے معلوم کر لیتا ہوں کہ رسّی کہاں پڑی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سینہ سے لگا کر فیضان پہنچانا جائز ہے۔ جیسا کہ اہل اللہ اور اصحاب سلوک کا طریقہ ہے۔ تفسیر اتقان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ہر شئے رسّیوں تک کا علم ہے اور جسے اللہ تعالیٰ قرآن میں فہم نصیب کرے وہ اسے معلوم کر لیتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب ابن عباس اپنے اونٹ کی رسّی قرآن کریم میں دریافت کر سکتے ہیں تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین رضی اللہ عنہا کا مفقود ہار جو اُونٹ تلے مل گیا تھا بھی جانتے تھے مگر تیمم کی آیت کے نزول کے باعث آپ کو اس سے نسیان واقع ہُوا تھا

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ ابو معمر عبداللہ بن عمرو بن حجاج بصری ہیں اور ابو معمر مشہور ہیں ثقہ راوی ہیں لیکن قدری ہیں ۲۲۴ ہجری میں فوت ہُوئے۔ ع۲ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان عنبری بصری ہیں اور تنوری مشہور ہیں بخاری نے کہا ان کے بیٹے عبدالصمد نے کہا۔ میں اپنے والد کو قدر میں کلام کرتے کبھی نہیں سُنا ان پر قدری ہونے کا الزام جھوٹ ہے۔ ۱۸۰ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ ع۳ ابو المنازل خالد بن مہران حذاء بصری تابعی ہیں انہوں نے بہت احادیث روایت کی ہیں۔ حذّاء کا معنی موچی ہے لیکن اُنھوں نے جوتی بنانے کا کام کبھی نہیں کیا اور نہ ہی وہ جوتیاں بیچا کرتے تھے، لیکن اُنھوں نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تو اس کے پاس موچیوں میں رہنے لگے اس لئے ان کی طرف منسوب ہیں۔ ابن سعد نے کہا وہ موچی نہیں لیکن ان کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ وہ جوتی نہیں بناتے تھے لیکن موچیوں سے کہا کرتے تھے اس طرح جوتی بناؤ۔ اس لئے ان کا لقب حذّاء ہے۔ بصرہ میں دارِعشور پر حاکم مقرر تھے۔ ابو جعفر منصور کی خلافت میں ۱۴۱ ہجری میں فوت ہُوئے۔

ع۴ عکرمہ مفسّر قرشی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ ہیں وہ اہل مغرب میں بربر قوم سے ہیں۔ وہ بصرہ کے قاضی عنبری کے غلام تھے اُنھوں نے اسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دیا تھا جبکہ وہ بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے تشریف لائے تھے۔ جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہُوا۔ اس وقت عکرمہ غلام تھے۔ ان کے صاحبزادے علی بن عبداللہ نے انہیں خالد بن یزید

بَابُ مَتٰی یَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِیْرِ

۷۴ ــــ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰی حِمَارٍ اَتَانٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِمِنًی اِلٰی غَیْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَیَّ

ابن معاویہ کے ہاتھ چار ہزار دینار سے فروخت کر دیا۔ وہ علی بن عبداللہ کے پاس آئے اور کہا آپ نے اپنے والد کا غلام فروخت کر دیا ہے۔ یہ آپ کے لئے اچھا نہ تھا۔ علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے بیع کو مسترد کر کے انہیں آزاد کر دیا۔ حارث بن عبداللہ نے کہا میں علی بن عبداللہ کے پاس گیا جبکہ عکرمہ کو بیت الخلاء کے دروازہ کے پاس رسیوں سے باندھا ہُوا تھا۔ میں نے کہا تم اپنے غلام سے یہ سلوک کرتے ہو۔ علی نے کہا۔ یہ میرے والد کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے۔ محمد بن سعد نے کہا عکرمہ علم کا سمندر تھے۔ لیکن لوگوں نے ان کے بارے کلام کیا ہے کیونکہ وہ خوارج کا طریقہ رکھتا تھا۔ یحییٰ بن معین نے کہا جب کسی کو عکرمہ کے متعلق گفتگو کرتا دیکھو تو اسے متہم کرو۔ امام بخاری نے کہا ہر محدّث عکرمہ کی حدیث سے حجت پکڑتا ہے۔ سعید بن جبیر سے کہا گیا کیا تم سے کوئی شخص زیادہ عالم ہے اُنھوں نے کہا عکرمہ مجھ سے بڑا عالم ہے۔ وہ ۱۰۷ ہجری میں فوت ہُوئے۔ (کرمانی)

باب چھوٹے بچّے کا سماع کب صحیح ہے ؟

۷۴ ــــ ترجمہ : عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، حالانکہ میں اس روز بلوغ کے قریب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مِنیٰ میں سترہ کے بغیر نماز پڑھ رہے تھے۔ میں بعض صفوں کے آگے سے گزر گیا اور گدھی کو چھوڑ دیا وہ چرنے لگی میں صف میں داخل ہو گیا تو اس کا مجھ پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔

۷۵ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ مِنْ دَلْوٍ

۷۴ — شرح : اس حدیث شریف سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بچہ نابالغ عاقل حدیث کی روایت کرسکتا ہے ، کیونکہ ابن عباس کی اس حدیث کو امّت نے قبول کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت نابالغ تھے ۔ سرور کائنات صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی وفات کے وقت ان کی عمر صرف دس برس تھی ۔ بعض علماء تیرہ برس بتاتے ہیں اور بعض نے پندرہ برس کا قول کیا ہے ۔ بہرحال اس حدیث کی سماعت کے وقت وہ نابالغ تھے معلوم ہُوا کہ بچہ جب بچپن میں حدیث سُنے اور بلوغ کے بعد اس کو روایت کرے تو اس کا سماع صحیح ہے ۔ سماع سے مراد خود سماع ہو یا اس کے قائم مقام ہو جیسے رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا ابن عباس کے مرور (گزرنے) کی تقریر فرمانا ہے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے سے گدھی کا گزرنا نماز قطع نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ بچہ جب بچپن میں کوئی واقعہ جانے تو بالغ ہونے کے بعد اس کی شہادت دے سکتا ہے ۔

جس حدیث میں یہ ہے کہ عورت ، کتا اور گدھا نمازی کے آگے سے گزر جائیں تو نماز قطع کردیتے ہیں وہ منسوخ ہے ۔ واللّٰہ ورسُولہ اعلم !

اسماء رجال اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۔ اور کئی بار ان کا تذکرہ ہو چکا ہے ۔

۷۵ — ترجمہ : محمود بن ربیع رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے پہچانا کہ آپ نے ڈول سے پانی لے کر میرے چہرے پر کلّی فرمائی تھی جبکہ میں پانچ برس کا تھا ۔

۷۵ — شرح : محمود بن ربیع بن سراقہ خزرجی انصاری پانچ برس کے تھے جبکہ اُن پر رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے کلّی ڈالی تھی اور بلوغ کے بعد اُنھوں نے اس کی تحدیث کی پانچ سال کا نابالغ بچہ جو بنظرِ ایمان بیداری میں رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو دیکھے اس پر صحابی

بَابُ الْخُرُوْجِ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَرَحَلَ

جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَسِیْرَةَ شَهْرٍ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَیْسٍ فِیْ حَدِیْثٍ وَّاحِدٍ

۷۶ — حَدَّثَنَا اَبُوالْقَاسِمِ خَالِدُ بْنُ خَلِیٍّ قَاضِیْ حِمْصَ قَالَ ثَنَا

کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں سے اس طرح کی خوش طبعی جائز ہے۔ یہ محمود بن ربیع حضرت عبادہ بن رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ ۹۹۔ برس کی عمر میں بیت المقدس میں فوت ہوئے تھے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ محمد بن یوسف بخاری بیکندی ہیں ان کی کنیت ابو احمد ہے۔ حدیث ۶۶ کے تحت ان کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

ع۲ ابو مُسہر عبدالاعلی بن مُسہر غسانی دمشقی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ دمشق کے کسی محلہ میں ان سے عظیم قدر و منزلت والا عالم نہیں دیکھا گیا جب وہ مسجد کی طرف جاتے تھے تو لوگ صفیں باندھ کر کھڑے ہوکر سلام عرض کرتے اور ان کی دست بوسی کرتے تھے۔ مامون انہیں بغداد لے گیا اور انہیں کہا کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کریں ورنہ قتل کردیا جائے گا اُنھوں نے خلقِ قرآن کا قول کرنے سے انکار کردیا اور اپنا سَر تلوار کے لئے جُھکا دیا جب اُنھوں نے یہ دیکھا تو انہیں قید خانہ میں بند کردیا۔ وہ بغداد ہی میں ۲۱۸۔ ہجری میں فوت ہُوئے اور باب التبن میں مدفون ہُوئے۔ یحییٰ بن معین نے کہا میں جب سے بابِ انبار سے نکلا ہوں واپس آنے تک میں نے ابو مُسہر جیسا کوئی مُحدِّث نہیں دیکھا ع۳ محمد بن حرب وہ ابرش تھے یعنی ان پر چھوٹے چھوٹے داغ ان کے رنگ سے مختلف تھے۔ وہ حولانی حمصی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے دمشق کے قاضی تھے۔ ۱۹۴۔ ہجری میں فوت ہُوئے۔

ع۴ زُبیدی ان کی کنیت ابوالہذیل اور نام محمد بن ولید بن عامر ہے۔ زبیدی شامی ہیں۔ اُنھوں نے کہا میں زُہری کے ساتھ اصافہ میں دس برس رہا محمد بن عوف نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ۱۴۸۔ ہجری کو شام میں فوت ہُوئے

ع۵ محمود بن ربیع بن سراقہ خزرجی انصاری ہیں ان کی کنیت ابو نعیم ہے کہا گیا ہے کہ ابو محمد ہے۔ عبادہ بن صامت کے داماد ہیں۔ بیت المقدس میں آئے اور ۹۹۔ ہجری میں فوت ہوگئے جبکہ وہ نوجوان تھے۔ وہ بہت بڑے مفتی تھے۔

باب — علم کی طلب میں سفر کرنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک حدیث کی طلب میں ایک ماہ کی مسافت طے کرکے عبداللہ بن انیس کے پاس پہنچے

۷۶ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنھوں نے اور حر بن قیس بن حصن فزاری

مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنِ الْفَزَارِيُّ فِىْ صَاحِبِ مُوْسٰى فَمَرَّ بِهِمَا اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ اِنِّىْ تَمَارَيْتُ اَنَا وَصَاحِبِىْ هٰذَا فِىْ صَاحِبِ مُوْسٰى الَّذِىْ سَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَانَهٗ فَقَالَ اُبَىٌّ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَانَهٗ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوْسٰى فِىْ مَلَاٍ مِّنْ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ اَحَدًا اَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوْسٰى لَا فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى بَلٰى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَاَلَ السَّبِيْلَ اِلٰى لُقِيِّهٖ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوْتَ

نے صاحبِ موسیٰ (حضرت خضر علیہ السلام) میں جھگڑا کیا ان کے قریب سے اُبی بن کعب کا گزر ہُوا تو ابن عباس نے ان کو بُلایا اور کہا میں نے اور میرے اس ساتھی نے صاحب موسیٰ علیہ السلام جن کی ملاقات کا موسیٰ نے اللہ سے سوال کیا تھا میں جھگڑا کیا ہے۔ کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ذکر کرتے سُنا ہے؟ اُبی بن کعب نے کہا ہاں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ذکر کرتے سُنا ہے کہ ایک وقت موسیٰ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کے مجمع میں وعظ کر رہے تھے۔ اچانک ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کیا آپ کسی کو جانتے ہیں کہ وہ آپ سے زیادہ عالم ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کیوں نہیں ہمارا بندہ خضر تم سے زیادہ عالم ہے موسیٰ علیہ السلام نے ان کی ملاقات کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مچھلی کو نشان بنایا اور ان سے کہا گیا کہ جب مچھلی کو گم پاؤ تو واپس لوٹ آؤ (واپسی میں) تم عنقریب ان کو پالو گے۔ موسیٰ علیہ السلام سمندر کے کنارے مچھلی کا نشان تلاش کر رہے تھے کہ ان کے ساتھی یوشع نے اُن سے کہا مجھے خبر دیں جبکہ ہم پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو میں مچھلی بھُول گیا تھا۔ اور مجھے شیطان ہی نے بھُلا دیا کہ میں اس کو یاد کروں۔ موسیٰ نے کہا یہی ہم چاہتے تھے تو وہ دونوں پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو اُنھوں نے خضر علیہ السلام کو پالیا اور ان کا وہی قصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

۷۷ شرح : اس حدیث سے متعلق کچھ ہم ص۴۳ میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس خطبہ میں سیدنا موسیٰ

آيَةً وَقِيْلَ لَهٗ اِذَا فَقَدْتَ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَاِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ مُوْسٰى يَتَّبِعُ اَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ فَتٰى مُوْسٰى لِمُوْسٰى اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَاْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ

علیہ السلام نے معارفِ الٰہیہ، وظائفِ نبوّت، امورِ شریعت اور اسرار و رموز کے وہ خطبات بیان کئے جن کی سماعت سے اَبحارِ علم اور انہارِ معرفت میں غائص شخص حیرت کے عالم میں برجستہ بولا کہ اے اللہ کے پیغمبر کیا آپ سے بھی کوئی بڑا عالم ہوگا۔ چونکہ نبی اپنے زمانہ میں لوگوں سے اعلم ہوتا ہے اس لئے فرمایا مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں، لیکن نبی کی شان کے زیادہ مناسب یہ تھا کہ آپ یہ فرماتے اللہ اعلم ہے اس لئے لفظی مواخذہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا بندہ تم سے زیادہ عالم ہے اور وہ خضر ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ خضر نبی ہیں نظروں سے غائب ہیں اور آخری زمانہ میں جبکہ قرآن کریم اُٹھا لیا جائے گا وہ فوت ہوں گے انہی کو دجال قتل کرکے زندہ کرے گا وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ سکندر ذوالقرنین کے وہ ساتھی رہے ہیں۔ ان کو خضر اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ صاف زمین پر بیٹھتے تھے تو وہ سرسبز ہو جاتی تھی ان کا نام "بلیا" اور کنیت ابوالعباس ہے۔

حدیث شریف میں "یَتَّبِعُ اَثَرَهٗ" کا معنیٰ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے فقدان کی انتظار کرتے رہے"۔ کیونکہ اس کا فقدان وجدانِ خضر کی علامت تھی۔ باقی تفصیل آخر کتاب العلم میں مذکور ہوگی۔ انشاء اللہ!

اسماءِ رجال

ع۱ عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما حدیث ع۴ کے تحت دیکھیں"

ع۲ عبداللہ بن اُنیس بن سعد جُہنی ہیں۔ انصار کے حلیف تھے۔ ستر انصار کے ساتھ عقبہ میں حاضر ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد اور دیگر غزوات میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ امارت میں ۵۴ ہجری کو شام میں فوت ہوئے اُنھوں نے ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال عرض کیا تھا ع۳ ابوالقاسم خالد بن خَلِی حمص کے قاضی تھے ع۴ محمد بن حرب حدیث ۵۷ کے تحت دیکھیں۔ ع۵ اوزاعی عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد دمشقی ہیں اہلِ شام اور اہلِ مغرب امام مالک کے مذہب کی طرف انتقال سے پہلے ان کے مذہب پر تھے۔ دمشق میں باب الفرادیس کے باہر سکونت پذیر تھے۔ تبع تابعی ہیں۔ اوزاع قبیلہ حمیر کی شاخ ہے کہا گیا ہے۔ باب الفرادیس کے پاس ایک

بَابُ فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ

۷۷ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَیْثِ الْكَثِیْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِیَّةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَاَ وَالْعُشْبَ الْكَثِیْرَ وَكَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طَائِفَةً اُخْرٰی

گاؤں ہے۔ اس کی طرف منسوب ہیں ان کا نام عبدالعزیز ہے، لیکن اپنا نام عبدالرحمٰن خود رکھا تھا۔ علماء نے ان کی امامت، جلالت، بلند مرتبہ اور کمالِ فضیلت پر اتفاق کیا ہے اُنھوں نے ۸۰ ہزار فتاوی جاری کیے۔ عبدالحمید نے کہا میں نے دمشق کے قریب ساحل کے امیر سے سُنا جبکہ ہم نے اوزاعی کو وہاں دفن کیا ہم قبر کے پاس ہی تھے وہ کہتا تھا اے ابا عمرو اللہ تجھ پر رحم کرے جس نے مجھے حاکم مقرر کیا ہے اس سے زیادہ میں آپ سے ڈرتا تھا سفیان ثوری سے روایت ہے کہ انہیں اوزاعی کے آنے کی خبر پہنچی تو وہ باہر نکلے حتیٰ کہ ذی طویٰ میں ان سے ملاقات کی۔ اور اونٹ کو قطار سے علیحدہ کرکے امام اوزاعی کو اپنے کندھوں پر رکھ لیا اور جب کسی مجمع سے گزرتے تو کہتے شیخ کے لئے راہ خالی کردو۔ ابواسحاق نے طبقات میں ذکر کیا کہ اوزاعی نے تیرہ برس کی عمر میں فتوے جاری کرنے شروع کر دیئے تھے۔ ان کی پیدائش ۸۸ ہجری کو بعلبک میں ہوئی اور ۱۵۷ ہجری کو ابوجعفر کی خلافت کے آخری ایام میں وفات پائی وہ حمام میں داخل ہوئے تو حمامی اس کا دروازہ بند کرکے کسی ضروری کام کرنے چلا گیا پھر واپس آکر دروازہ کھولا تو آپ کو دائیں کروٹ قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے فوت شدہ پایا رضی اللہ عنہ انا للہ وانا الیہ راجعون! ۷۶ زہری ان کا تذکرہ کئی بار ہوچکا ہے ۷۷ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہوچکا ہے۔

باب علم حاصل کرنے اور سکھانے کی فضیلت

۷۷ ـ ترجمہ: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا

إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِسْحٰقُ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ وَكَانَ مِنْهَا طَائِفَةٌ قَيَّلَتِ الْمَاءَ قَاعٌ يَعْلُوهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ

اللہ تعالیٰ نے جس ہدائت اور علم کو دے کر مجھے بھیجا اس کی مثال موسلا دھار بارش جیسی ہے جو زمین پر برسی۔ اس میں سے بعض زمین عمدہ تھی جس نے پانی جذب کر لیا اور گھاس اور سبزی خوب اُگائی اور اس سے بعض سخت زمین تھی جس نے پانی کو روک لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو نفع دیا لوگوں نے وہ پانی پیا اور پلایا اور کھیتی باڑی کی اور اس سے بعض ایسی زمین پر یہ بارش ہوئی جو محض صاف چٹیل ہے وہ نہ تو پانی روکتی ہے اور نہ ہی گھاس اُگاتی ہے۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین میں فقاہت اور سمجھ حاصل کی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر مبعوث کیا اس سے اس کو نفع دیا اس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے اس طرف سر تک نہ اُٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدائت جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے کو قبول نہ کیا۔ امام بخاری نے کہا کہ اسحاق نے قَبِلَتْ کی بجائے قَيَّلَتْ کہا ہے۔ قَاعٌ قِيعَانٌ کا مفرد ہے۔ یہ وہ زمین ہے جس میں پانی نہ ٹھہرے ''قرآن کریم میں'' قَاعًا صَفْصَفًا'' مذکور ہے اور صَفْصَفٌ صاف زمین ہے۔

۷۷ شرح : سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی مثال ذکر فرمائی، کیونکہ اس میں اور علم میں مشابہت ہے بارش خشک زمین کو تر و تازگی دیتی ہے اور علم مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ اس تمثیل کا معنیٰ یہ ہے کہ زمین کی تین اقسام ہیں اسی طرح لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔

زمین کی پہلی قسم (عمدہ زمین) کو بارش سے نفع ہوتا ہے وہ مردہ ہونے کے بعد زندہ ہوجاتی ہے اور گھاس وغیرہ اگاتی ہے جس سے لوگ، جانور اور چوپائے وغیرہ نفع حاصل کرتے ہیں لوگوں کی پہلی قسم یہ ہے کہ ان کو ہدائت اور علم پہنچتا ہے وہ اسے محفوظ کرتے ہیں ان کے دل زندہ ہوجاتے ہیں وہ خود اس پر عمل کرتے ہیں اس سے نفع اُٹھاتے ہیں اور دوسروں کو نفع دیتے ہیں

زمین کی دوسری قسم : جو خود نفع نہیں اُٹھاتی، لیکن اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ یہ کہ وہ پانی روکتی ہے جس سے لوگ اور جانور نفع حاصل کرتے ہیں

اسی طرح لوگوں کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کے دل سلیم ہیں - وہ احادیث حفظ کر لیتے ہیں مگر ان کے ذہن روشن نہیں نہ تو ان کو علم میں رسوخ حاصل ہے جس کے باعث وہ احکام اور معانی کا استنباط کر سکیں - اور نہ وہ عمل کی کوشش کرتے ہیں وہ صرف علم حفظ کر لیتے ہیں ان سے اہل علم نفع لیتے ہیں - ان سے علم حاصل کرتے ہیں اور ان سے مستفید ہوتے ہیں -

زمین کی تیسری قسم : سیم اور بھور زمین ہے جو کوئی شئے نہیں اُگاتی وہ نہ تو پانی سے منتفع ہوتی ہے اور نہ ہی پانی روکتی ہے، جس سے دُوسرے منتفع ہوں - ایسے ہی لوگوں کی بھی تیسری قسم ہے نہ تو ان کے دل سلیم اور حافظ ہیں اور نہ ہی ان کے افہام حافظ ہیں وہ جب علم کا سماع کریں تو نہ خود اس سے منتفع ہوتے ہیں اور نہ ہی علم کو حفظ کرتے ہیں تاکہ ان سے دوسرے نفع حاصل کریں -
الحاصل پہلی مثال اس کی ہے جو نفع حاصل کرے اور دوسروں کو نفع دے جیسے مجتہد علماء کرام دوسری مثال اس کی ہے جو خود نفع حاصل نہ کرے اور دوسروں کو نفع دے جیسے علماء ناقلین اور تیسری مثال اس کی ہے جس میں یہ دونوں وصف نہ پائے جائیں جیسے کسی کو نہ علم حاصل ہو اور نہ ہی وہ علم نقل کر سکتا ہو مگر حدیث کے الفاظ کی دلالت لوگوں کی تین اقسام پر نہیں -

علامہ مظہری نے شرح المصابیح میں کہا کہ زمین کی تقسیم میں تین اقسام ذکر کئے اور قبول علم کے اعتبار سے لوگوں کی دو قسمیں ذکر کیں ایک فقیہہ لوگ جو غیر کو نفع دیں دوسرے جو علم کی طرف توجہ تک نہ کریں اس طرح اس لئے ذکر کیا ہے کہ زمین کی پہلی اور دُوسری قسم نفع حاصل کرنے کے اعتبار سے ایک قسم جیسی ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس سے قطعًا نفع حاصل نہ ہو ایسے ہی لوگ بھی دو قسم پر ہیں جو علم کے قابل ہوں اور جو قطعًا علم قبول نہ کریں اس لئے حدیث میں لوگوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک وہ لوگ جن سے نفع حاصل ہو دوسرے وہ لوگ جن سے نفع حاصل نہ ہو مگر دراصل لوگوں کی تین قسمیں ہیں جن کی تفصیل اُوپر گزر چکی ہے - واللہ اعلم!

امام بخاری نے کہا "قال اسحاق"، اس سے مقصد یہ ہے کہ اسحاق نے حماد سے لفظ طائفہ ذکر کیا ہے جبکہ محمد بن علاء نے حماد سے لفظ نقیہ ذکر کیا ہے -

اسماءِ رجال : اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ محمد بن علاء بن کریب ہمدانی کوفی ابو کریب مشہور ہیں - ۲۴۸ - ہجری میں فوت ہوئے - ع۲ حماد بن اسامہ ابن یزید کوفی قرشی ہیں - کثیر الحدیث واسع الروایہ صحیح الکتاب اور ضابط الحدیث ہیں - اُنھوں نے کہا میں نے اپنی دو انگلیوں سے ایک لاکھ حدیث لکھی ہے - ۲۰۱ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے - ع۳ بُرید بن عبد اللہ بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری کوفی ہیں - ع۵ ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری ہیں اُنھوں نے یمن سے مکہ کی طرف اور مکہ سے حبشہ کی طرف پھر حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی - اس حدیث کے تمام راوی کوفی ہیں -

بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ

وَقَالَ رَبِيْعَةُ لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ شَيْءٌ مِّنَ الْعِلْمِ اَنْ يُّضِيْعَ نَفْسَهٗ

۷۸ — حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَتُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَاءُ

۷۹ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ اَحَدٌ

باب — علم کا اُٹھ جانا اور جہالت کا ظاہر ہونا

ربیعہ نے کہا کسی کو یہ جائز نہیں کہ اس کے پاس کچھ علم ہو تو وہ لوگوں کو فائدہ نہ دے اور خیر کے سکھانے میں کوشش نہ کرے

۷۸ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت ثابت ہو جائے گی شراب پیا جائے گا اور زنا عام ہو جائے گا۔

۷۹ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں ایسی شئی کی خبر دیتا ہوں جس کی میرے بعد تمہیں کوئی خبر نہ دے گا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا جہالت اور زناء کی کثرت

بَعۡدِیۡ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ اِنَّ مِنۡ اَشۡرَاطِ السَّاعَۃِ اَنۡ یَقِلَّ الۡعِلۡمُ وَیَظۡھَرَ الۡجَھۡلُ وَیَظۡھَرَ الزِّنَآءُ وَتَکۡثُرَ النِّسَآءُ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ حَتّٰی یَکُوۡنَ لِخَمۡسِیۡنَ اِمۡرَاَۃً الۡقَیِّمُ الۡوَاحِدُ

ہوگی عورتیں زیادہ اور مرد کم ہوجائیں گے حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک نگہبان ہوگا ۔۔

۷۸ — ۷۹ — **شرح** : یہ تعلیق صحیح ہے اس میں کچھ ضعف نہیں کیونکہ امام بخاری نے اسے جزم کے صیغہ سے ذکر کیا ہے ۔ ابن بطال رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا ربیعہ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ جس میں قبول علم اور فہم ہے اس پر یہ فریضہ لازم ہے کہ علم طلب کرے جو دوسروں پر لازم نہیں ۔ اسے چاہیئے کہ حصول علم میں کوشش کرے اور اس کی طلب کو ضائع نہ کرے حتیٰ کہ علم نہ اُٹھ جائے اور جہالت ظاہر نہ ہو۔ علم کے اُٹھنے کا معنی یہ نہیں کہ وہ بالکل علماء کے دلوں سے مٹ جائے گا بلکہ معنی یہ ہے کہ علم کے حامل علماء فوت ہوجائیں گے۔ علم کے اُٹھ جانے کو یہ لازم ہے کہ جہالت کی کثرت ہوجائے گی اور جہالت کی کثرت ہوجانے کو لازم ہے کہ شراب عام پیا جائے گا اور شربِ خمر کو زنا لازم ہے ۔ یعنی شراب کی کثرت کے باعث زناء عام ہوجائے گا ۔ اور یہ تمام دین سے لاپرواہی کا نتیجہ ہیں ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قلتِ علم کو لازم یہ ہے کہ کچھ علم باقی رہے گا اور رفع کا معنی ہے کہ بالکل ختم ہوجائے گا ۔ اس تضاد کا رفع کیسے ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی قلت کا اطلاق شیٔ کے عدم پر ہوتا ہے یا یہ دو زمانوں میں ہوگا شروع میں قلیل ہوگا ۔ آخر زمانہ میں ختم ہوجائے گا اسی لئے وہاں فرمایا جہالت ثابت ہوجائے گی اور یہاں فرمایا جہالت عام ہوجائے گی ۔ لڑائیوں اور فتنوں کے زیادہ ہونے سے مرد قتل ہوتے جائیں گے اور عورتوں کی کثرت ہوجائے گی چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ قلتِ علم عمومِ جہالت اور کثرتِ زناء کے وقت عورتوں کی کثرت ہوگی حتیٰ کہ پچاس عورتوں کا ایک مرد نگہبان ہوگا ۔ جن امور کی رعایت ہر دین میں ضروری رہی ہے اور ان کے اہتمام سے معاش و معاد کی اصلاح اور دُنیا و آخرت کے احوال کا نظم ہوتا ہے ۔ وہ دین ، عقل ، نفس ، نسب اور مال ہے ۔ اگر ان پانچوں میں اختلال واقع ہو تو دُنیا کے امور درہم برہم ہوکر رہ جاتے ہیں ۔ علم کے اُٹھ جانے سے دین کی حفاظت نہیں رہتی ۔ شربِ خمر سے عقل مختل ہوجاتی ہے اور مال کی بھی بربادی ہوتی ہے ۔ مردوں کی قلت سے فتنے جنم لیتے ہیں اور کثرتِ زناء سے نسب محفوظ نہیں رہتا اور مال کی تباہی ہوتی ہے ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ان پانچ امور کا اختلال قیامت کی علامت کس طرح ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ مہمل تو چھوڑے نہیں جاتے اور اس زمانہ کے بعد کوئی نبی نہیں ۔ لہٰذا دُنیا کا خراب ہونا اور قیامت کا قریب ہونا ضروری امر ہے ۔ علامہ قرطبی نے کہا یہ حدیث علاماتِ نبوت سے ہے ، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ فَضْلِ الْعِلْمِ

۸۰ ۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ حَتّٰى اِنِّيْ لَاَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ فِيْ اَظْفَارِيْ ثُمَّ اَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوْا فَمَا اَوَّلْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمُ

نے جن امور کی خبر دی ہے کہ وہ رُونما ہوں گے تو حسبِ ارشاد ایسا ہی ہُوا۔ خصوصًا اِس زمانہ میں تو بہت فتور ہے (کرمانی عینی)

اسماءِ رجال

ربیعہ ابو عثمان بن فروخ بن ابی عبدالرحمٰن قرشی مدنی تابعی فقیہہ ہیں۔ وہ گفتگو بہت کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ خاموش انسان تو سونے والا اور گونگا ہوتا ہے۔ یحییٰ بن سعید نے کہا میں ان سے بڑا عقلمند کسی کو نہیں دیکھا اور وہ مدینہ منورہ کے مشکل مسائل حل کرتے تھے اور اِفتاء میں رئیس تھے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ ربیعہ کے فوت ہو جانے سے فقہ کی حلاوت ختم ہو گئی۔ ابو العباس کے زمانہ میں ۱۳۷ ہجری کو مدینہ منورہ یا انبار میں فوت ہوئے۔ ۲ عمران بن میسرہ بصری ہیں ان کی کنیت ابو الحسن ہے۔ ۲۲۳ ہجری میں فوت ہوئے ۳ عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تمیمی بصری ہیں۔ حدیث ۴۳ کے تحت دیکھیں۔ ۴ ابو التیاح حدیث ۶۷ کے تحت دیکھیں حدیث ۷۹ کے تمام راویوں کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب علم کی فضیلت

۸۰ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ایک وقت میں سو رہا تھا کہ میرے سامنے دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے وہ پیا حتیٰ کہ میں دیکھ رہا تھا کہ تازگی میرے ناخنوں سے نکل رہی ہے۔ پھر میں نے اپنا بچا ہُوا دودھ عمر بن خطاب کو دیا۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اس کی تاویل و تعبیر کیا فرمائی؟ فرمایا: علم!

۸۰ شرح: علم اور دودھ کثرتِ نفع میں شریک ہیں۔ دودھ انسان کی غذاء ہے اور

بَابُ الْفُتْيَا وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى ظَهْرِ الدَّآبَّةِ اَوْغَيْرِهَا

۸۱ — حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنٰى لِلنَّاسِ يَسْأَلُوْنَهُ فَجَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ فَجَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ لَمْ اَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ قَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ

بدن کی صلاح و قوت کا سبب ہے اور علم دنیا و آخرت میں صلاح کا سبب ہے اور وہ روح کی غذا ہے اس لئے علم کی دودھ سے تعبیر کی ہے۔ اس حدیث شریف میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بڑی منقبت ہے چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب قطعی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی خوف نہیں کیونکہ یہ امر ممکن ہے اور ہر ممکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہے۔ واللہ علیٰ کل شئ قدیر واللہ اعلم!

اسماء رجال : اس حدیث کے چھ راوی ہیں ؛ سعید بن عفیر، لیث بن سعد مصری، عقیل بن خالد، ابن شہاب چاروں کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

ع۵ حمزہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم قرشی عدوی مدنی تابعی ہیں ان کی کنیت ابوعمارہ ہے۔

ع۶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

باب — فتویٰ دینا جبکہ مفتی جانور وغیرہ پر سوار ہو

۸۱ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنْ أَجَابَ الْفُتْيَا بِإِشَارَةِ الْيَدِ وَالرَّأْسِ

۸۲ — حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ ثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِيْ حَجَّتِهِ فَقَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ قَالَ وَلَا حَرَجَ وَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَذْبَحَ فَأَوْمَأَ بِيَدِهٖ وَلَا حَرَجَ

حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ میں تشریف فرماتے تھے جبکہ لوگ آپ سے مسائل دریافت کر رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور کہا میں نے عدم شعور کی وجہ سے قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈھوا لیا فرمایا قربانی کر کوئی حرج نہیں پھر دوسرا شخص آیا اور کہا مجھے معلوم نہ تھا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے۔ فرمایا کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شے جو اپنے مقام سے پہلے یا پیچھے کی گئی کے متعلق نہ پوچھا گیا مگر آپ نے فرمایا کرو کوئی حرج نہیں۔

۸۱ — شرح : ان چار امور کی ترتیب میں آئمہ دین نے اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد نے کہا ان افعال میں ترتیب مسنون ہے اس کے ترک ہو جانے سے نہ تو گناہ اور نہ ہی فدیہ وغیرہ ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے کہا ان چاروں افعال میں ترتیب واجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جو کوئی حج میں عمل یا فعل اپنے محل سے مقدم و مؤخر کرے وہ اس کے عوض دم دے یعنی جانور ذبح کرے اور باب میں مذکور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عدم علم کی وجہ سے تقدیم و تاخیر میں گناہ نہیں فدیہ کی نفی کہیں بھی مذکور نہیں حجۃ الوداع میں لوگ دور دراز سے بکثرت آئے تھے اور افعال حج معلوم نہ ہونے کے باعث لوگوں نے افعال میں تقدیم و تاخیر کر دی تھی اس لئے آپ نے فرمایا اگر تم نے ایسا کر لیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یعنی عدم علم کی وجہ سے تم پر گناہ نہیں اور فدیہ کی نفی نہیں فرمائی۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ اسماعیل بن ابی اویس اصبحی مدنی امام مالک کے بھانجے ہیں۔ حدیث ع۲۱ کے تحت دیکھیں۔

ع۲ امام مالک ع۳ ابن شہاب کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ع۴ عیسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ قرشی تیمی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے مشہور تابعی ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ ایک سو ہجری کو حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت میں فوت ہوئے ع۵ عبد اللہ بن عمرو بن عاصی بن وائل قرشی سہمی زاہد عابد صحابی بن صحابی ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا عبد اللہ بن عمرو کے سوا مجھ سے زیادہ احادیث کوئی نہیں روائت کرتا کیونکہ وہ لکھ لیتے تھا میں لکھتا نہیں تھا۔ حدیث ع؟

٨٣- حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ وَ يَظْهَرُ الْجَهْلُ وَالْفِتَنُ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْهَرْجُ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ فَحَرَّفَهَا كَأَنَّهُ يُرِيدُ الْقَتْلَ

باب جس نے ہاتھ اور سر کے اشارے سے سوال کا جواب دیا"

۸۲ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج میں سوال عرض کیا گیا۔ سائل نے کہا میں نے رمی کرنے سے پہلے ذبح کر لیا ہے۔ آپ نے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا کچھ حرج نہیں سائل نے کہا میں نے ذبح کرنے سے پہلے سر کا حلق کر لیا ہے۔ آپ نے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا کچھ حرج نہیں۔

۸۳ — ترجمہ: سالم نے کہا میں نے ابوہریرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ آپ نے فرمایا علم اُٹھا لیا جائے اور جہالت اور فتنوں کا دور دورہ ہوگا قتل زیادہ ہو جائیں گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے آپ نے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا اور اس سے گویا کہ آپ کی مراد قتل تھی"

۸۲ — ۸۳ — شرح: حج کے اعمال کی ترتیب میں اہلِ علم میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ نے کہا ان اعمال میں ترتیب سنت ہے۔ اس کے ترک میں کوئی شئی واجب نہیں نہ فدیہ واجب ہے اور نہ ہی گناہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے کہا ان اعمال میں ترتیب واجب ہے اس کے ترک سے دم واجب ہے۔ قاضی عیاض نے کہا علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حاجی کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ نحر کے روز جمرہ عقبہ کی رمی کرے پھر بیت اللہ کا طواف کرے۔ دیگر علماء نے کہا اگر ترتیب میں مخالفت کی اور بعض اعمال کو بعض پر مقدم و مؤخر کر لیا تو اس میں گناہ نہیں اور نہ ہی فدیہ واجب ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کا مقتضی ہے۔ یہ عطاء، طاؤس اور مجاہد کا مذہب ہے۔ امام شافعی کا مشہور قول بھی یہی ہے احناف کے مذہب کی دلیل یہ

۸۴ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ ثَنَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ

یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے حج اور عمرہ میں اعمال آگے پیچھے کر لئے۔ وہ جانور ذبح کرے اور اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ جو کچھ تم نے کیا ہے تم پر گناہ نہیں کیونکہ تم نے اعمال میں تقدیم و تاخیر ناواقفی سے کی ہے قصداً نہیں کیا ہے۔ آپ نے ان سے حرج ساقط کیا اور نسیان اور عدمِ علم کے باعث انہیں معذور جانا اس کی دلیل یہ ہے کہ سائل نے کہا میں نے یہ کیا ہے مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع میں لوگوں نے اعمالِ حج میں مسائل سے ناواقف ہونے کے باعث تقدیم و تاخیر کی تھی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ کچھ حرج نہیں لوگوں کا حج کے احکام سے جاہل ہونے کے سبب فرمایا تھا، کیونکہ ایسا کرنے والے لوگ اعرابی تھے انہیں حج کے اعمال کا علم نہ تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا حرج نہیں یعنی تم سے لاعلمی کے باعث اعمال میں تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے اس میں گناہ نہیں لیکن فدیہ کی نفی نہیں فرمائی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اس کی تاکید کرتا ہے جبکہ وہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ اگر حدیث کا معنی ان کے نزدیک یہ نہ ہوتا جو ہم نے ذکر کیا ہے تو وہ اس کے خلاف ہرگز قول نہ کہتے۔ (عینی)

اسماءِ رجال

: حدیث ۸۲ کے تمام راویوں کا تذکرہ ہو چکا ہے اور حدیث ۸۳ کا پہلا راوی مکی بن ابراہیم بلخی تمیمی ہیں۔ ان کی کنیت ابوالسکن ہے۔ وہ جب حج کرنے جاتے تو جاتے آتے وقت بغداد آتے اور لوگوں کو احادیث بیان کرتے اُنھوں نے کہا میں نے ساٹھ حج کئے ہیں اور ساٹھ عورتوں سے نکاح کیا ہے۔ دس سال بیت اللہ کا مجاور رہا ہوں۔ ستّرہ تابعیوں سے احادیث لکھی ہیں۔ اگر میں جانتا کہ لوگ میرے محتاج ہیں تو میں تابعیوں کے سوا کسی سے حدیث نہ لکھتا (کرمانی)

مکی بن ابراہیم بن بشیر امام بخاری کے بڑے بڑے شیوخ میں سے ہیں۔ امام احمد اور ابن سعد نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ایک سو چھبیس ہجری میں پیدا ہوئے اور دو سو چودہ ہجری کو بلخ میں فوت ہوئے۔ اس حدیث کے دوسرے راوی حنظلہ ہیں حدیث ۸ کے تحت ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ تیسرے راوی سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق ہیں رضی اللہ عنہم حدیث ۲۳ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے اور چوتھے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

---

۸۴ — ترجمہ : اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے اُنھوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (سورج گرہن) لوگ کھڑے تھے۔ ام المؤمنین نے کہا سبحان اللہ! میں نے کہا کیا کوئی نشانی ہے۔ اُنھوں نے اپنے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ ہاں! میں نماز کے لئے کھڑی ہوئی حتی کہ مجھ کو

النَّاسُ فَاَشَارَتْ اِلَى السَّمَآءِ فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ قُلْتُ اٰيَةٌ فَاَشَارَتْ بِرَأْسِهَا اَىْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى عَلَانِى الْغَشْىُ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلٰى رَأْسِى الْمَآءَ فَحَمِدَ اللّٰهَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَىْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِيْتُهٗ اِلَّا رَاَيْتُهٗ فِىْ مَقَامِىْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَاُوْحِىَ اِلَىَّ اَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِىْ قُبُوْرِكُمْ مِثْلَ اَوْ قَرِيْبَ لَا اَدْرِىْ اَىَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَآءُ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يُقَالُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوِ الْمُوْقِنُ لَا اَدْرِىْ اَيَّهُمَا قَالَتْ اَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جَآءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَاَجَبْنَاهُ وَاتَّبَعْنَاهُ هُوَ مُحَمَّدٌ ثَلٰثًا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ

غشی آنے لگی۔ میں نے اپنے سر پہ پانی ڈالنا شروع کیا۔ نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا میں نے اپنے اس مقام میں ہر وہ شئے دیکھی جو مجھے دکھلائی نہ گئی تھی حتیٰ کہ میں نے جنت و دوزخ کو دیکھا میرے پاس وحی آئی ہے کہ تم قبروں میں مسیح دجال کے فتنہ کی مثل آزمائے جاؤ گے۔ میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کونسا لفظ کہا مثل یا قریب کا لفظ کہا۔ میت سے کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے۔ مومن یا موقن میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کونسا لفظ کہا کہے گا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے اس کو ہم نے قبول کیا اور آپ کی تابعداری کی۔ یہ محمد ہیں۔ تین بار ایسا کہے گا۔ پھر اُسے کہا جائے گا۔ آرام سے سو جا ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تو ان پر یقین رکھتا ہے" بہرحال منافق یا مرتاب (آپ کی نبوت میں شک کرنے والا) میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کونسا لفظ کہا کہے گا میں نہیں جانتا لوگوں کو میں نے کہتے ہوئے سُنا میں نے وہی کہا ہے۔

۸۴ — شرح : اسماء بنت ابی بکر سے فاطمہ بنت منذر بن زبیر روایت کرتی ہیں ان سے ان کے شوہر ہشام روایت کرتے ہیں۔ وہ ہشام سے تیرہ سال بڑی تھیں۔ اسماء نے ام المؤمنین سے کہا کہ لوگ گھبرائے ہوئے بے قرار کیوں کھڑے ہیں؟ ام المؤمنین نے اشارہ سے کہا

أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ

کہ سورج کو گرہن لگا ہے۔ وہ صلوٰۃ کسوف پڑھ رہے ہیں۔ اسماء بھی اس نماز میں شریک ہوئیں۔ اور طول قیام سے وہ بیہوش ہونے کے قریب ہوگئیں۔ اس لئے انھوں نے سر پر پانی ڈالا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف کے بعد فرمایا۔ میں نے یہاں ہر شئے کو دیکھا ہے حتیٰ کہ جنت و دوزخ کو بھی دیکھا یعنی سر کی آنکھ سے دیکھا۔ علماء نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور جنت و دوزخ کے درمیان تمام حجاب اُٹھا دیئے جیسے مکہ مکرمہ میں مسجد اقصیٰ تک سارے حجاب اُٹھا دیئے تھے اور آپ لوگوں سے مسجد کی وصف بیان فرما رہے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ رویت علمی ہو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بذریعہ وحی تفصیلاً مطلع فرمادے (کرمانی)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام میں اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی اس مقام میں دیکھی تھی۔ کیونکہ شئے کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے۔ عقل اسے چاہتی ہے اور اس کی مخالفت نہیں کرتی عرف بھی اللہ تعالیٰ کو شئے سے نکالنے کی مقتضی نہیں (کرمانی، عینی) جس ذات ستودہ صفات پر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مخفی نہ رہی ہو تو دوسری کونسی شئے آپ پر مخفی رہ سکتی ہے۔ معلوم ہُوا کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے دُنیا اور مافیہا کی کوئی شئے نہیں ہے۔ قبر میں امتحان مسیح دجال کے فتنہ کی مثل سختی اور خوف میں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ مومنوں کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جنت و دوزخ دونوں مخلوق اور موجود ہیں۔ عذاب قبر ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں شک کرنے والا کافر ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ منکر و نکیر کا سوال حق ہے۔ واللہ اعلم! (کرمانی)

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ۱ موسیٰ بن اسماعیل تبوکی ۲ وہیب باہلی دونوں کا ذکر ہو چکا ہے ۳ ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی مدنی ہیں۔ ان کی کنیت ابو المنذر بغداد میں فوت ہوئے اور رخیزران کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ حدیث ۲ کے تحت دیکھیں۔ ۴ فاطمہ بنت منذر بن زبیر بن عوام مذکور ہشام بن عروہ کی بیوی ہیں۔ وہ اپنے شوہر سے تیرہ (۱۳) برس بڑی تھیں وہ اپنے نانا سے روایت کرتی ہیں ۵ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی ہیں۔ انہیں ذات نطاقین کہا جاتا ہے، کیونکہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو انھوں نے ایک سے سترخوان باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ بعض نے کہا کہ آدھا نطاق اپنے لئے رکھ لیا۔ وہ

بَابُ تَحْرِيضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى اَنْ يَحْفَظُوا الْاِيْمَانَ وَالْعِلْمَ وَيُخْبِرُوا مَنْ وَّرَآءَهُمْ

وَقَالَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِرْجِعُوْا اِلٰى اَهْلِيْكُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ

مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئیں اور مکہ ہی میں ان سے حضرت زبیر نے نکاح کیا پھر انہیں مدینہ منورہ میں طلاق دے دی کہا گیا ہے ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک روز دروازہ پر کھڑے تھے۔ جب حضرت زبیر آئے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو عبداللہ نے انہیں روک لیا۔ زبیر نے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا میں تمہیں اندر نہیں جانے دوں گا حتی کہ میری والدہ کو طلاق دو اور طلاق لینے پہ اصرار کیا۔ زبیر نے اس کا سبب دریافت کیا تو عبداللہ نے کہا میرے جیسے انسان کی والدہ سے جماع نہیں کیا جاتا اس لئے حضرت زبیر نے انہیں طلاق دے دی۔ کہا گیا ہے کہ حضرت زبیر نے اسماء کو زد و کوب کیا تو انھوں نے اپنے بیٹے سے شکوہ کیا وہ آئے اور جب عبداللہ کو دیکھا تو کہا اگر تو میرے پاس آئے تو تیری ماں کو طلاق ہے۔ عبداللہ نے کہا آپ میری والدہ کو قسم کا نشانہ بناتے ہیں؟ اور وہ زبیر کے پاس چلے گئے تو ان کی والدہ کو طلاق ہوگئی اور حضرت عبداللہ کے شہید ہونے تک وہ اپنے بیٹے کے پاس رہیں۔ ۷۳ ہجری کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئیں ان کی عمر تقریبًا ایک سو برس تھی۔ انھوں نے کوئی شئی ذخیرہ نہیں کی تھی وہ اور ان کا بیٹا، شوہر اور والد چاروں صحابی تھے رضی اللہ عنہم وہ خوابوں کی تعبیر کیا کرتی تھیں اور اپنے والد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تعبیر کا علم حاصل کیا تھا (کرمانی)

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبدالقیس کے وفد کو ایمان اور علم کی حفاظت کرنے اور پچھلے لوگوں کو احکام کی خبر دینے کی ترغیب دلانا"

۸۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ اُتَرْجِمُ بَيْنَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ اِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْوَفْدُ اَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوْا رَبِيْعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ اَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامٰى قَالُوْا اِنَّا نَاْتِيْكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيْدَةٍ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَلَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَاْتِيَكَ اِلَّا فِیْ شَهْرٍ حَرَامٍ فَمُرْنَا بِاَمْرٍ نُخْبِرُ بِهٖ مَنْ وَرَآءَنَا نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ فَاَمَرَهُمْ بِاَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَمَرَهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبدالقیس کے وفد کو ایمان و علم کی حفاظت کرنے اور پچھلے لوگوں کو احکام کی خبر دینے کی ترغیب دلانا۔ مالک بن حویرث نے کہا ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور لوگوں کو علم سکھاؤ!

۸۵ — توجیہ : مذکورہ حدیث کی تفصیل مع ترجمہ اور توضیح حدیث ۵۰ میں دیکھیں۔ ابن بطال نے کہا شروع اسلام میں جو شخص علم سیکھتا تھا اس پر نہ جاننے والے لوگوں کو تبلیغ کرنی فرض تھی مگر اب وہ تبلیغ فرض عین نہیں رہی؛ البتہ فرض کفایہ ضرور ہے، کیونکہ اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا ہے۔ شروع اسلام میں جو شخص علم سیکھتا تھا۔ اس پر نہ جاننے والے لوگوں کو تبلیغ کرنی فرض تھی لیکن اب تبلیغ فرض عین نہیں رہی البتہ اب فرض کفایہ ضرور ہے کیونکہ اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا ہے۔

وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَتُعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيْرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوْهُ وَاَخْبِرُوْهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ

بَابُ الرِّحْلَةِ فِي الْمَسْأَلَةِ النَّازِلَةِ

۸۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَبُو الْحَسَنِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّيْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِيْ تَزَوَّجَ بِهَا

عبدالقیس عرب قبیلہ کا نام ہے جو بحرِ فارس کے قریب رہتا تھا اور وہ ربیعہ کی اولاد سے ہے۔ اس لئے اسے ربیعہ بھی کہا جاتا ہے۔ نَدَامیٰ ،، ندمان یا نادم کی جمع ہے۔ اس کے بعد "خزایا"، کو تحسینِ کلام کے لئے ذکر کیا ہے۔ جیسے حدیث میں ہے "لَا دَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ"، حالانکہ قیاس یہ ہے کہ "تَلَوْتَ" پڑھیں۔ شُقَّۃ ،، لمبا سفر۔ "حَیّ"، قبیلہ۔ حَنْتَم، سبز مٹکا۔ مُزَفَّت، "تارکول شدہ برتن۔ نَقِیْر" وہ برتن ہے جو لکڑی کو کرید کر بنایا جائے۔ علامہ کرمانی

اسماءِ رجال : اس حدیث کے چار راوی ہیں: ع۱ محمد بن بشار بن عثمان بصری ہیں ان کی کنیت ابوبکر اور لقب بُندار ہے۔ حدیث ع۶۷ کے تحت دیکھیں
ع۲ غُنْدَر محمد بن جعفر ہذلی بصری ہیں۔ حدیث ع۲۱ کے تحت دیکھیں ع۳ ابوجمرہ نصر بن عمران بصری ہیں حدیث ع۵۰ کے تحت دیکھیں۔

باب — درپیش مسئلہ کے جواب کے حصول کے لئے سفر کرنا

۸۶ — ترجمہ: عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ابواہاب بن عزیز

فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكِ أَرْضَعْتِنِي وَلَا أَخْبَرْتِنِي فَرَكِبَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ

کی بیٹی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میں نے عقبہ بن حارث اور جس عورت سے اُنھوں نے نکاح کیا ہے کو دودھ پلایا ہے۔ عقبہ نے اسے کہا میں نہیں جانتا کہ تونے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ ہی تو نے مجھے خبر دی ہے۔ اس کے بعد عقبہ سوار ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ منورہ گئے اور آپ سے سوال عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے (اس سے جماع کرے گا) یہ کہا گیا تو عقبہ نے منکوحہ کو جُدا کر دیا اور اس عورت نے اس کے سوا کسی اور شخص سے نکاح کر لیا۔

۸۶ — شرح : اس سے پہلے باب اور اس باب میں فرق یہ ہے کہ اس باب میں مخصوص درپیش مسئلہ کے جواب کے لئے سفر کرنا مقصود ہے اور اس سے پہلے باب میں طلب علم کے لئے سفر کرنا ہے۔ اور وہ عام ہے لہٰذا دونوں بابوں میں فرق واضح ہے۔ حدیث میں مذکورہ عورت کا نام غَنِیّہ اس کی کنیت ام یحیی ہے۔ ابو اہاب کا نام غیر معروف ہے۔

اس حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا عمل ہے کہ رضاعت میں ایک عورت کی گواہی مقبول ہے اور قسم کے ساتھ تنہا مرضعہ کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہوتی۔ علماء احناف نے کہا جس نصاب شہادت سے اموال ثابت ہوتے ہیں اسی سے رضاعت ثابت ہوتی ہے اور وہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ہے۔ صرف عورتوں کی شہادت ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ نکاح میں ثبوتِ حرمت کے لئے ملکیت ضروری ہے اور ملکیت صرف عورتوں کی شہادت سے زائل نہیں ہوتی لہٰذا حرمت بھی ثابت نہ ہوگی۔ تیمی نے کہا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ عورتوں کے بارے میں احتیاط بہت ضروری ہے اور ایک عورت کا قول شہادت نہیں جس کے ساتھ حکم ثابت ہو اور حدیث کے الفاظ "کَیْفَ وَ قَدْ قِیْلَ" یعنی تم اس عورت سے مجامعت کیسے کرسکتے ہو حالانکہ یہ کہا گیا ہے کہ وہ تمہاری رضاعی بہن ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ رضاعت کے ثبوت کی تقدیر پر تو نکاح ہی نہ ہوا تو ظاہر ہے کہ مفارقت ضروری ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فَارِقْهَا" کا کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے صوری مفارقت مراد ہے جو احتیاط پر مبنی ہے یا اس جیسی حالت میں طلاق مراد ہے تاکہ دوسرے شخص کے لئے اس عورت سے نکاح کا جواز واضح ہو جائے (عینی)۔

بَابُ التَّنَاوُبِ فِی الْعِلْمِ

۸۷ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ ح قَالَ وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ اَنَا یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ ثَوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کُنْتُ اَنَا وَجَارٌ لِّیْ مِنَ الْاَنْصَارِ فِیْ بَنِیْ اُمَیَّةَ بْنِ زَیْدٍ وَهِیَ مِنْ عَوَالِی الْمَدِیْنَةِ وَکُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلٰی

اسماءِ رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ محمد بن مقاتل حدیث ع۶۴ کے تحت ع۲ عبداللہ بن مبارک حدیث ع۵ کے تحت دیکھیں ۔ ع۳ عمر بن سعید ابن ابی حسین قرشی نوفلی مکّی ہیں عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد سے ان کے متعلق دریافت کیا تو اُنھوں نے کہا وہ ان راویوں سے افضل ہیں جنہوں نے ان سے حدیث لکھی ہے ۔ ع۴ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ قرشی مکّی ہیں وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی تھے اُنھوں نے تیس صحابہ کرام کو دیکھا ہے حدیث ع۴۶ کے باب کے تحت دیکھیں ۔ ع۵ عقبہ بن حارث بن عامر قرشی مکّی ہیں ان کی کنیت ابو سروعہ ہے ۔ وہ فتح مکہ میں مسلمان ہُوئے تھے ۔ صاحب استیعاب نے کہا ابن ابی ملیکہ نے عقبہ سے حدیث کی سماعت نہیں کی ۔ ان دونوں کے درمیان عبید بن ابی مریم ہے جو عقبہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں ، لیکن اُنھوں نے کہا ہے کہ میں نے یہ حدیث عقبہ سے سُنی ہے ، لیکن مجھے عبیداللہ کی حدیث زیادہ یاد ہے ۔ اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عقبہ سے سماع ثابت ہے ۔ ابواہاب کی بیٹی کی کنیت ام یحییٰ اور اس کا نام نامعلوم ہے (کرمانی)

باب ۲۷ ـ حصولِ علم کے لئے باری مقرر کرنا

۸۷ ـ ترجمہ : حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے کہا میں اور میرا انصاری ہمسایہ بنی اُمیّہ بن زید میں رہتے تھے اور وہ عوالی مدینہ میں ایک گاؤں ہے اور ہم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں باری باری آیا کرتے تھے ۔

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْزِلُ یَوْمًا وَاَنْزِلُ یَوْمًا فَاِذَا نَزَلْتُ جِئْتُہٗ بِخَبَرِ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مِنَ الْوَحْیِ وَغَیْرِہٖ وَاِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ فَنَزَلَ صَاحِبِیُ الْاَنْصَارِیُّ یَوْمَ نَوْبَتِہٖ فَضَرَبَ بَابِیْ ضَرْبًا شَدِیْدًا فَقَالَ اَثَمَّ ھُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ اِلَیْہِ فَقَالَ قَدْ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِیْمٌ فَدَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَۃَ فَاِذَا ھِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ اَطَلَّقَکُنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا اَدْرِیْ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَطَلَّقْتَ نِسَآءَکَ قَالَ لَا فَقُلْتُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

ایک دن وہ آتے اور ایک دن میں آتا جب میں حاضر ہوتا تو اس دن کی وحی اور دیگر حالات اس کو پہنچا دیتا اور جب وہ حاضری دیتا تو وہ بھی اسی طرح کرتا۔ ایک دن میرا ساتھی انصاری اپنی باری کے روز آیا اور میرا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا اور کہا کیا یہاں وہ ہے؟ میں گھبرایا اور باہر اس کے پاس آیا۔ اُس نے کہا بہت بڑا حادثہ ہُوا (سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی) عمر فاروق نے کہا میں حفصہ کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا کیا تم کو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ نے طلاق دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو میں نے کہا: اللہ اکبر،،

۸۷ — شرح: انصاری نے سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی علیحدگی کو طلاق گمان کر کے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے گمان کے اعتبار سے طلاق کی خبر دی. اسی لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے طلاق سے متعلق دریافت کیا اور دیکھا کہ آپ کے سابقی انصاری نے غلط سمجھا ہے تو اس پر تعجب کرتے ہُوئے کہا: اللہ اکبر، کیونکہ اس قسم کا مقام تعجب پر دلالت کرتا ہے عوالی مدینۃ،، مدینہ منوّرہ سے مشرق کی جانب بلند جگہ کو عوالی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ منوّرہ سے تین یا چار میل دُور ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دُوسرے کو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کی خبر دیا کرتے تھے اور وہ ایسی حدیث کو مسند کہتے تھے۔ نیز باپ اپنی بیٹیوں کے گھروں میں ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر داخل ہو سکتے ہیں اور طالب علم اپنے اُستاد سے کھڑے ہو کر سوال کرے

بَابُ الْغَضَبِ فِی الْمَوْعِظَةِ وَالتَّعْلِیْمِ اِذَا رَأٰی مَا یَکْرَهُ

۸۸ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِیْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سُفْیٰنُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَیْسِ بْنِ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا اَکَادُ اُدْرِكُ الصَّلٰوةَ مِمَّا یُطَوِّلُ بِنَا فُلَانٌ فَمَا رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْ یَوْمَئِذٍ فَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مُنَفِّرُوْنَ فَمَنْ صَلّٰی بِالنَّاسِ فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْهِمُ الْمَرِیْضَ وَالضَّعِیْفَ وَذَا الْحَاجَةِ

اور ضرورت کے لئے دروازہ کھٹکھٹا نا جائز ہے اور علم کے حصول میں حرص کرنا مستحسن ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

: ابوالیمان اور شعیب کا حدیث ع ۶ کے تحت ذکر ہوچکا ہے۔ عبداللہ ابن وہب کا ذکر حدیث ع ۷۹ کے تحت ہوچکا ہے، جبکہ یونس کا ذکر حدیث ع ۳ کے تحت ہے اور عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور قرشی نوفلی تابعی، عبداللہ بن عباس اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم ابتداء بخاری میں ان کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

باب ـ واعظ یا معلّم جب مکروہ شئی دیکھے؛ تو وعظ و تعلیم میں غصّہ کا اظہار کرنا

۸۸ ـ ترجمہ : ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! فلاں شخص کے نماز کو لمبا کرنے کے باعث میں نماز با جماعت نہیں پاسکتا میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وعظ میں اس دن سے زیادہ غصّہ فرماتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا

۸۹ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ ثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ بِلَالٍ الْمَدِيْنِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهٗ رَجُلٌ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَهَا اَوْقَالَ وِعَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اسْتَمْتِعْ بِهَا فَاِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَاَدِّهَا اِلَيْهِ قَالَ فَضَالَّةُ الْاِبِلِ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ اَوْقَالَ احْمَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَرْعَى الشَّجَرَ فَذَرْهَا حَتّٰى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ اَوْلِاَخِيْكَ اَوْ لِلذِّئْبِ ـ

اے لوگو! تم لوگوں کو متنفر کرتے ہو پس جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس میں تخفیف کرے، کیونکہ مقتدیوں میں مریض بھی ہیں کمزور بھی ہیں اور حاجت مند بھی ہیں۔

۸۸ ـ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کی مرضی کے خلاف نماز لمبی کرنے سے منع فرمایا۔ ابن البطال نے کہا قول الرجل لا اکاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص ضعیف یا مریض تھا اور جب امام قیام لمبا کرتا تو وہ کمزوری کے باعث رکوع وسجود امام کے ساتھ نہ کرسکتا تھا اور پوری نماز امام کے ساتھ ادا نہ کرسکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے غصہ کا اظہار فرمایا کہ آپ معذور مقتدیوں کی وجہ سے نماز کو لمبا کرنا اچھا نہ جانتے تھے اور رفق وآسانی کی تعلیم فرماتے تھے تطویل الصلوٰۃ سے منع کرنا اس لئے نہ تھا کہ تطویل حرام ہے کیونکہ آپ خود نماز میں لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے جبکہ آپ کے مقتدی جلیل القدر صحابہ تھے جن کا اہم مقصد طلب علم اور نماز تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جب امام کی عادت تطویل کثیر ہو تو نماز با جماعت سے تأخّر جائز ہے۔ واللہ اعلم

اسماءِ رجال : محمد بن کثیر ابو عبداللہ عبدی بصری ہیں۔ ۲۲۳۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ سفیان ثوری کوفی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے وہ اپنے زمانہ میں حدیث کے امیر المؤمنین تھے حدیث ع۳۲ کے تحت دیکھیں۔ ع۳ ابو عبداللہ اسماعیل بن خالد بجلی کوفی احمسی تابعی ہیں۔ انہیں میزان

کہا جاتا ہے۔ حدیث ۹ کے تحت دیکھیں۔ ۴ قیس بن ابی حازم احمسی کوفی بجلی مخضرمی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حدیث ۵۴ کے تحت دیکھیں۔

۸۹ — **ترجمہ** : زید بن خالد جُہنی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے لقطہ (گری ہوئی چیز) سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کا بندھن یا اس کا برتن یا تھیلی پہچان لو پھر اس کی سال بھر تشہیر کرتے رہو اس کے بعد اس سے نفع اٹھا لو پھر اگر اس کا مالک آجائے تو وہ لقطہ اسے دیدو اُس شخص نے کہا گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے۔ آپ غضبناک ہو گئے حتّٰی کہ آپ کے دونوں رخسارے سُرخ ہو گئے یا کہا کہ آپ کا چہرہ انور سُرخ ہو گیا اور فرمایا تجھے اونٹ سے کیا مطلب۔ اس کے ساتھ اس کی مشک اور جوتی ہے وہ پانی پر جاتا ہے اور درخت چرتا ہے اس کو چھوڑو حتی کہ اس کا مالک اس کو مل جائے اس شخص نے کہا گمشدہ بکری کا کیا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کی ہے

۸۹ — **شرح** : فقہاء کی اصطلاح میں لُقطہ وہ شئ ہے جو کسی سے گر جائے یا غفلت سے رہ جائے اور کوئی دوسرا شخص اسے پکڑ لے اگر وہ چیز دس درہم سے زیادہ ہے تو اس کی اتنی تشہیر کرے کہ اس کا غالب ظن یہ ہو جائے کہ اب اس کو کوئی تلاش نہ کرتا ہوگا۔ حدیث شریف میں اس کی مدت ایک سال بیان فرمائی ہے۔ اس مدتِ تشہیر کے بعد جب مالک کا پتہ نہ چل سکے تو اس کو اُٹھانے والا اگر غریب ہے تو خود اپنے مصرف میں لے آئے اگر مالدار ہے تو اس کا فقراء پر صدقہ کر دے مگر دونوں صورتوں میں صدقہ کرنے والے کے بعد اگر مالک آجائے تو اس کی ضمان ادا کرنا ضروری ہے، اونٹ کے متعلق پوچھنے پر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار اس لئے فرمایا کہ اونٹ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ خود چرتا ہے بھیڑیئے وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے حتّٰی کہ مالک اسے تلاش کر لیتا ہے اس لئے اسے لقطہ کہنا بے جا تھا۔ بخلاف بکری کے اس کے ضائع ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے اس لئے فرمایا اگر تو اُسے پکڑے تو وہ تیری ہے یا اور کوئی تیرا بھائی پکڑ لے گا وہ اگر مالک ہوگا تو فبہا ورنہ اس کی تشہیر کرے گا اور اگر اسے نہ پکڑو گے تو اس کو بھیڑیا کھا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تشہیر کی مدت کے بعد اگر مالک کا پتہ نہ چلے تو اسے فقیروں میں صدقہ کر دے اور وہ خود اسے اپنے استعمال میں نہیں لا سکتا جبکہ وہ غنی ہو اگر یہ کہا جائے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو ایک تھیلی ملی جس میں ایک سَو دینار تھے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اس کی تشہیر کرو اور اس کی نشانیاں محفوظ کر لو اگر اس کا مالک نہ آئے تو اسے اپنے مصرف میں لے آؤ حالانکہ وہ مالدار تھے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انتفاع کی اجازت دی تھی۔ احناف کے نزدیک امام علی سبیل القرض اس طرح کر سکتا ہے یہ بھی احتمال ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں گے کہ یہ تھیلی حربی کافر کے مال کی ہے اور حربی کا مال مطلقاً مباح ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

۹۰ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ ثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ قَالَ

غصّہ کی حالت میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔ حالانکہ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے منع فرمایا ہے؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غصّہ کی حالت میں فیصلہ فرمائیں تو وہ بھی حق ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے منہ سے حق ہی ظاہر ہوگا لہٰذا یہ آپ کی خصوصیت ہے امّت کے لیے جائز نہیں کہ وہ غصّہ کی حالت میں فیصلہ کریں کیونکہ لوگوں سے اس حالت میں ناانصافی ہوسکتی ہے اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ناانصافی کسی حالت میں ممکن نہیں۔ اسی لئے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حرّہ کی نہر کا غصّہ کی حالت میں حضرت زبیر بن عوام کے لئے فیصلہ فرما دیا تھا جبکہ ایک انصاری نے ناموزوں بات کہی تھی۔ اس باب میں جملہ احادیث کا یہی جواب ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

: ع۱ عبداللہ بن محمد جعفی بخاری مسندی ہیں ان کی کنیت ابوجعفر ہے۔ ع۲ ابوعامر عبدالملک عقدی بصری ع۳ سلیمان بن بلال مدنی ہیں ان کی کنیت ابومحمد یا ابوایوب ہے۔ جوہری نے کہا جب انہیں مدینۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت کریں تو وہ مدنی ہیں اگر مدینۃ المنصور کی طرف نسبت کریں تو مَدِینی ہیں۔ اور مدائن کسریٰ کی طرف منسوب ہوں تو مدائنی ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مدینی وہ ہیں جو مدینۃ الرسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں مقیم رہیں اور اس سے مفارقت نہ کریں اور جو مدینہ منوّرہ کا رہنے والا اس کو چھوڑ کر چلا جائے تو وہ مدنی ہے۔ ان تینوں کا ذکر حدیث ع۸ کے تحت ہوچکا ہے۔ ع۴ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن حدیث ع۷۸ میں دیکھیں ع۵ یزید مولی المنبعث کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ ع۶ زید بن خالد جہنی ان کی کنیت ابوطلحہ یا ابوعبدالرحمٰن یا ابوزرعہ ہے۔ یہ مختلف اقوال ہیں۔ فتح مکہ میں جہینہ کے غازیوں کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا وہ کوفہ میں آئے اور وہیں فوت ہوگئے بعض ان کی وفات مصر میں اور بعض نے مدینہ منوّرہ میں ذکر کی ہے۔ ۷۲ ہجری میں فوت ہوئے بعض ۷۵ بعض نے ۷۸ ہجری ذکر کی ہے

مُفردات

: لقطہ ،، فقہائے کے نزدیک جوکسی سے گر کر یا غفلت سے ضائع ہوجائے وِکاء ،، جس کے ساتھ ہمیانی باندھی جاتی ہے۔ عفاص ،، چمڑے کی تھیلی جس میں خرچہ رکھا جاتا ہے۔ وِعَاءٌ ،، برتن۔ سِقَاء ،، مشکیزہ۔ اس کی جمع قلت اَسْقِيَه اور جمع کثرت اَسَاقِیْ آتی ہے۔ حَذَاء ،، پاؤں۔ ذِئْب ،، بھیڑیا۔

۹۰ــ ترجمہ : ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک دفعہ چند اشیاء سے متعلق پُوچھا گیا جنہیں آپ نے اچھا نہ سمجھا جب آپ پہ

رَجُلٌ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ اَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰی شَیْبَةَ فَلَمَّا رَاٰی عُمَرُ مَا فِیْ وَجْهِهٖ قَالَ یَارَسُوْلَ اللهِ اِنَّا نَتُوْبُ اِلَی اللهِ عَزَّوَجَلَّ

سوالات کی کثرت ہوگئی۔ تو آپ غصّہ سے بھر گئے اور فرمایا جو کچھ چاہو پوچھو۔ ایک شخص نے کہا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر دوسرا کھڑا ہوگیا اور کہا یا رسُولَ اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا آزاد کردہ ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ انور میں غضب کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم " ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ عرض کرتے ہیں۔

۹۰ — شرح: سُدی نے کہا کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میری ساری اُمت میرے سامنے مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی جیسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی۔ اور مجھے بتایا گیا کہ کون شخص مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرے ساتھ کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو اُنھوں نے ہنسی اور مذاق کے طور پر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم" کہتے ہیں کہ وہ مومنوں اور کافروں کو جانتے ہیں جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہم آپ کے ساتھ رہتے ہیں ہمیں تو پہچانتے نہیں ہیں۔ جب یہ بات جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچی تو آپ منبر شریف پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے میرے علم میں طعن کیا ہے۔ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے مجھ سے پوچھو میں تمہیں بتاؤں گا۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی نے کہا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم " میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے سے اسلام کے دین ہونے سے اور قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے سے ہم راضی ہیں۔ آپ ہمیں معاف فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے معاف فرمائے۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کیا تم ایسی باتیں کرنے سے رُکتے نہیں ہو پھر آپ منبر شریف سے اُتر آئے صلی اللہ علیہ وسلّم (خازن۔ بیضاوی)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے غصّہ کی حالت میں ایسے دو اہم فیصلے کئے جن کی مثال حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ نسب کی پاکیزگی نطفہ کی تحقیق پر مبنی ہے۔ اگر نطفہ ناجائز ہو تو نسب میں نزاہت نہیں ہوتی مذکور حدیث میں دونوں شخصوں کے سوال کے جواب میں آپ نے ان کے حقیقی آباء کے نام بتائے جو غامض امر ہے۔ پھر اس میں مَا فِی الْاَرْحَامِ کے علم پر دلالت واضح ہے۔ ان شخصوں کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ میں لفظ مَا " سے عموم سمجھا جاتا تھا۔ اگر بالفرض اس حالت میں کوئی شخص قیامت سے متعلق پوچھ لیتا تو یقیناً آپ اس کی تسلی فرماتے ؛ ورنہ دعویٰ کے عموم میں نقص آتا معلوم

بَابُ مَنْ بَرَكَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ عِنْدَ الْإِمَامِ أَوِ الْمُحَدِّثِ

۹۲ — حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فَقَامَ

ہوا کہ جو چاہو پوچھو جبھی فرمایا کہ آپ کو ہر شئے کا علم تھا جو خداوند قدوس نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ اس لئے ظہر سے شام تک ایک خطبہ میں قیامت تک ہونے والی ہر شے ذکر فرما دی جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور ابتدائے آفرینش سے لے کر کائنات میں ہونے والے تمام امور بیان فرما دیئے حتیٰ کہ جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہر شئی بیان فرما دی (بخاری ص ۴۵۳ کتاب بدء الخلق) علامہ کرمانی نے اس حدیث کی شرح میں ذکر کیا کہ الغرض سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبدء، معاش اور معاد سب کی خبر دی۔ علامہ طیبی نے کہا کہ حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے مخلوقات کے جمیع احوال کی خبر دی نیز علامہ کرمانی نے باب کی حدیث میں ذکر کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مد سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ اس امر پر محمول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ فرمانے کا حکم فرمایا تھا کہ کیونکہ مغیبات اللہ تعالیٰ کے اعلام کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے ہیں۔

مذکور حدیث میں جس شخص نے سوال کیا اس کے نسب میں لوگ طعن کیا کرتے تھے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب اس سے کوئی شخص جھگڑا کرتا تو اسے اس کے باپ کے غیر کی طرف نسبت کرتا تھا۔ اس لئے اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے نسب کی صفائی کرا لی۔

حدیث شریف میں عمیق نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج شریف جانتے تھے انھوں نے پورے ادب و احترام کے ساتھ آپ سے التجا کر کے آپ کا غصہ فرو کیا اس کے بعد والی حدیث میں ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دوزانو بیٹھ کر کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ کرتے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد (سلونی عما شئتم) سے ظاہر ہے کہ آپ کو ہر شئی کا علم ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ وقتی طور پر آپ کو مکاشفہ ہوا تھا پھر جاتا رہا۔ کیونکہ مکاشفہ کے زائل ہو جانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کو نسیان ہو گیا، حالانکہ یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان ہمیشہ اور دائم باقی نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اگر ساری کائنات کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک ہو تو وقتی طور پر کیسے شرک جائز ہو سکتا ہے جبکہ شرک کرنا چشم زدن کے وقت میں بھی حرام ہے۔

اسماء رجال

اس حدیث کے پانچ راوی ہیں اور وہ بعینہٖ حدیث ۸۷ کے اسناد میں مذکور ہیں وہاں سے دیکھا

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَكْثَرَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَكَ عُمَرُ عَلٰی رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا ثَلٰثًا فَسَكَتَ

باب ـ امام یا مُحدِّث کے سامنے جو شخص دوزانو بیٹھے ''

۹۱ ـ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور خطبہ دیا تو عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر عرض کی میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر بکثرت فرمایا " سَلُوْنِیْ "، پوچھو پوچھو ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوزانو بیٹھ کر عرض کی ۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے تین بار ایسا کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے

۹۱ ـ شرح : حدیث شریف کی عبارت سے ظاہر ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے تھے ۔ پوچھو کیا پوچھتے ہو اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو آپ کے مزاج شریف کو جانتے تھے یہ کہہ کر آپ کا غضب ٹھنڈا کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ۔ اپنے نبی کی سنت سے راضی ہوئے ہم کوئی سوال نہیں کریں گے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متعلم کو معلم کے سامنے باادب اور نہایت ہی احترام سے دوزانو بیٹھنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو امت کے انساب کا علم ہے ۔ واللہ اعلم!

عبداللہ بن حذافہ بن قیس قرشی سہمی مہاجرین اوّلین میں سے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کی تھی ۔ کہا گیا ہے جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عبداللہ کو خط دے کر کسریٰ کے پاس بھیجا تھا اور کسریٰ نے آپ کے خط کو پھاڑ دیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! کسریٰ کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے، چنانچہ اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کر دیا اور سلطنت کا تخت اُلٹ گیا ۔ عبداللہ بہت خوش طبع تھے ۔ ایک سفر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا تنگ کھول دیا حتیٰ کہ قریب تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے گر پڑیں ۔ ابن وہب نے کہا میں نے لیث بن سعد سے کہا انھوں نے اس طرح آپ کو ہنسانے کے لئے کیا تھا؟ کہا جی ہاں! جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت

بَابُ مَنْ اَعَادَ الْحَدِيْثَ ثَلٰثًا لِيُفْهَمَ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا

۹۳ــ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

انہیں رومیوں نے قید کر لیا اور انہیں کفر کی طرف رد کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور ان سے نجات دی وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مصر میں فوت ہوئے۔ ان کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ وہ انساب میں طعن کیا کرتے تھے۔ مسلم میں ہے عبداللہ کو ان کے والد کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ جب اس کی والدہ نے یہ سُنا جو اُس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا تھا تو کہنے لگی میں نے تجھ سے بڑا کوئی نافرمان بیٹا نہیں دیکھا کیا تو یہ یقین کرسکتا ہے کہ تیری ماں نے بدکاری کی ہوگی جو جاہلیت کی عورتیں کیا کرتی تھیں تو سب کے سامنے ماں کو رسوا کرنا چاہتا تھا۔ عبداللہ نے کہا بخدا! اگر آپ مجھے کالے غلام کے ساتھ لاحق کر دیتے تو میں اس سے لاحق ہو جاتا (کرمانی)۔

باب ــ جس نے کلام تین بار کہا تاکہ وہ اس سے اچھی طرح سمجھا جائے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! جھوٹی گواہی مت دو یہ بار بار فرماتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ میں نے حکم تمہیں پہنچا دیا ہے!

۹۲ ــ ۹۳ ــ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کہتے تو تین بار سلام فرماتے اور جب کوئی کلام فرماتے تو تین بار دہراتے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ

بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ ثَنَا ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثًا حَتّٰی تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ سَلَّمَ عَلَیْهِمْ ثَلٰثًا

۹۴ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ مَاهِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ سَافَرْنَاهُ فَاَدْرَکَنَا وَقَدْ اَرْهَقَتْنَا الصَّلٰوةُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ وَنَحْنُ نَتَوَضَّأُ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلٰی اَرْجُلِنَا فَنَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ وَیْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب کلام کرتے تو اس کو تین بار دُہراتے حتی کہ وہ آپ سے اچھی طرح سمجھا جاتا اور جب لوگوں کے پاس آتے اور ان کو سلام فرماتے تو تین بار سلام فرماتے۔

۹۳ — شرح: سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم تین بار کلام اس لئے فرماتے تھے کہ بعض اوقات آپ کی مجلس شریف میں ایسے اشخاص ہوتے جو آپ کے کلام شریف کو ضبط نہ کر سکتے تھے۔ آپ کلام کو دہراتے تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں، کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بیان و تبلیغ پر مامور فرمایا ہے اور تین بار سلام کہنے کا یہ معنی ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے تو سلام فرماتے یہ سلام استیذان ہے پھر جب داخل ہوتے تو سلام فرماتے یہ سلام تحیّہ ہے اور مجلس سے رخصت ہوتے تو سلام فرماتے یہ سلام وداع ہے۔ یہ تینوں سلام مسنون ہیں۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان و اعذار کے وقوع کی غایت تین مرتبہ ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

حدیث ۹۲، ۹۳: عَبْدَۃ بن عبداللہ بن عبدہ صفار خزاعی بصری ان کی کنیت ابوسہل ہے ۲۵۸ہجری کو اہواز میں فوت ہوئے۔ ع۲ عبدالصمد بن عبدالوارث بن سعید بن ذکوان تنوری بصری عنبری ان کی کنیت ابوسہل ہے۔ ۲۰۷ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۳ عبداللہ بن مثنّٰی بن عبداللہ بن انس بن مالک رضی اللہ عنہم وہ اپنے چچا ثمامہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بصریٰ کے قاضی تھے۔ ع۴ ثمامہ بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری بصری ہیں۔ امام احمد اور نسائیؒ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابن معین نے ان کے ضعف کی طرف

بَابُ تَعْلِيْمِ الرَّجُلِ اُمَّتَهٗ وَاَهْلَهٗ

۹۵ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ اَنَا الْمُحَارِبِيُّ نَا صَالِحُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ عَامِرُ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ

کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صحاح ستہ میں ان کے سوا اور کوئی ثمامہ بن عبد اللہ نہیں۔ ویسے ثمامہ نام کے سولہ راوی ہیں۔ (عینی)

۹۴ — ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جو ہم نے آپ کے ساتھ سفر کیا تھا۔ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو آ لیا جبکہ ہم نے عصر کی نماز مؤخر کر دی تھی اور ہم وضوء کر رہے تھے۔ ہم اپنے پاؤں کو ہلکا سا دھو رہے تھے (جیسے ہم ان پر مسح کرتے ہیں) آپ نے بلند آواز سے دو یا تین مرتبہ پکارا اور فرمایا ایڑیوں کے لئے جہنم میں ہلاکت ہے۔

۹۴ — شرح : پانی کی قلت کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہلکا سا وضو فرما رہے تھے گویا کہ وہ پاؤں پر مسح کر رہے تھے۔ وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے، کیونکہ جنہوں نے متعدد مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی وصف بیان کی ہے وہ سب پاؤں کے دھونے میں متفق ہیں اور قرآن کریم میں ؎ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ، میں "اَرْجُلِكُمْ" پر جر کی قرآءت کے متعارض نصب کی قرأت ہے اس لئے اس میں تاویل کرنا لازم ہُوا اور وہ یہ ہے کہ بِرُءُوْسِكُمْ کے قرب کی وجہ سے اَرْجُلِكُمْ پر کسرہ پڑھا گیا ہے۔ لہٰذا وضوء میں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ اگر تھوڑا سا بھی پاؤں خشک رہ جائے تو وضوء نہ ہوگا اور یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زائد وقت میں نماز اس لئے نہ پڑھی تھی کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور جب وقت تنگ ہوگیا اور نماز کے وقت ہونے کا خطرہ محسوس کیا تو عجلت سے وضوء کرنے لگے اور وضوء میں عدمِ اسباغ کے باعث ان کی ایڑیاں خشک رہیں اور وہ دُور سے چمکتی تھیں۔ اس لئے آپ نے زجر کے طور پر دو یا تین مرتبہ فرمایا ایڑیوں کے لئے جہنم میں ہلاکت ہے۔ اس حدیث سے متعلق (باب مَنْ رَفَعَ صَوْتَهٗ بِالْعِلْمِ) میں حدیث ع ۵۹ کی تفہیم کا مطالعہ کریں۔

حدیث ع ۹۴ کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَهُمْ اَجْرَانِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَالْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ يَطَأُهَا فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَادِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهٗ اَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ عَامِرٌ اَعْطَيْنَاكَهَا بِغَيْرِ شَيْءٍ قَدْ كَانَ يُرْكَبُ فِيْمَا دُوْنَهَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ

باب کسی شخص کا اپنی لونڈی اور گھر والوں کو دینی علم سکھانا

95 ترجمہ : ابو بردہ نے اپنے باپ سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں کو دوہرا ثواب حاصل ہوگا۔ ایک شخص اہل کتاب سے جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ دوسرا غلام جب اللہ اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے۔ تیسرا وہ شخص جس کے پاس لونڈی ہو وہ اس سے جماع کرتا ہو اور اسے اچھے آداب سکھائے اور اچھی تعلیم دے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرلے تو اس کے لئے دوہرا ثواب ہے۔ پھر عامر نے کہا ہم نے یہ حدیث تم کو کسی عوض کے بغیر دی ہے، حالانکہ اس سے کم کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کیا جاتا ہے۔

95 شرح : اہل کتاب کا لفظ مفہوم کے اعتبار سے اگرچہ تورات و انجیل سے عام ہے لیکن عرف شرع میں لفظ کتاب ان دونوں کے ساتھ ہی خاص ہے۔ لہٰذا حدیث میں اہل کتب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی اہل کتاب تھا ہی نہیں اور مراد یہ ہے کہ جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت طیبہ یا بلوغ دعوت و معجزہ سے پہلے نصرانی یا یہودی تھا اور یہ مسلّم امر ہے کہ نصرانیت، یہودیت کی ناسخ نہ تھی تحقیق بھی یہی ہے (کرمانی)، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ دوہرا ثواب صرف نصاریٰ کو ہوگا جو ہمارے نبی علیہ السلام پر ایمان لائے، کیونکہ منسوخ دین پر عمل کرنے پر ثواب نہ ہوگا لہٰذا یہودیوں کو دوہرا ثواب نہ ہوگا جبکہ وہ ہمارے نبی علیہ السلام پر ایمان لائیں پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے سرورِ کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اس کو دوہرا ثواب ہوگا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اہل کتاب سے خاص ہے۔ ہمارے زمانہ میں اگر کوئی عیسائی یا یہودی مسلمان ہو جائے تو اس کو دوہرا ثواب نہ ملے گا، کیونکہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ان کے نبی نہ تھے بلکہ ان کے نبی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ صحیح حدیث میں اٰمَنَ بِنَبِیِّہٖ کی جگہ بعیسیٰ مروی ہے جس سے یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ اہل کتاب سے مراد نصرانی ہیں مگر عیسیٰ کے ذکر سے موسیٰ کی نفی نہیں ہوتی جبکہ نسائی کی روایت میں تورات و انجیل دونوں کا ذکر ہے۔ الحاصل، الکتاب میں الف، لام عہد کے لئے ہے اور معہود تورات و انجیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ ھُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ الی قولہ اُولٰٓئِكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ " یہ دونوں کو شامل ہے۔ دُوسرا دوہرا ثواب حاصل کرنے والا شخص وہ غلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اپنے مالک کی خدمت بھی کرے مگر یہ نبوت کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نبوت کے زمانہ کے بعد مستقبل میں بھی ایسے عبد کو دوہرا ثواب حاصل ہوگا۔

اسی طرح اپنی لونڈی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کے بعد آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرنے میں دوہرا ثواب مستقبل میں بھی ہوگا!

تادیب تعلیم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ تادیب کا تعلق اخلاق و مروءات سے ہے اور تعلیم کا تعلق شرعیات سے ہے یعنی تادیب عرفی اور دنیوی ہے اور تعلیم شرعی اور دینی ہے۔

حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً علم کا اطلاق علمِ دین پر ہوتا ہے اسی لئے علم دین میں ماہر کو عالِم کہا جاتا ہے۔

علم دین کے سوا باقی تمام علوم و فنون کی حیثیت رکھتے ہیں اسی لئے منطق و فلسفہ میں ماہر کو منطقی اور فلسفی کہا جاتا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ محمد بن سلام حدیث ع۱۹ کے تحت دیکھیں۔

ع۲ صالح بن مسلم بن حیان ہمدانی کوفی ان کی کنیت ابو حسن ہے۔ یہ صالح بن حیان قرشی نہیں۔ حیان کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ اگر اسے حیّ سے اخذ کیا جائے تو غیر منصرف ہے۔ دوسرا سبب الف و نون زائدتان ہے۔ اگر حَیْن سے لیا جائے تو منصرف ہے جس کا معنی ہلاکت ہے۔

ع۳ عامر شعبی حدیث ع۹ کے تحت دیکھیں۔

ع۴ ابوبردہ ان کا نام عامر اشعری ہے وہ کوفہ کے قاضی تھے۔ ان کے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری صحابی ہیں۔ حدیث ع۱۰ کے تحت دیکھیں۔

بَابُ عِظَةِ الْاِمَامِ النِّسَآءَ وَتَعْلِيمِهِنَّ

۹۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْقَالَ عَطَاءٌ اَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْقَالَ عَطَآءٌ اَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ فَظَنَّ اَنَّهٗ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْخَاتَمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِيْ طَرَفِ ثَوْبِهٖ وَقَالَ اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَشْهَدُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ۔ امام کا عورتوں کو وعظ کرنا اور انھیں علم سکھانا

۹۶ ۔ ترجمہ : عطاء نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہ ہوں یا عطاء نے کہا میں ابن عباس پر گواہ ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے باہر تشریف لائے جبکہ آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ عورتوں کو آپ کی آواز نہیں پہنچی تو آپ نے عورتوں کو وعظ کیا اور انہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ عورتیں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں بلال کو دے رہی تھیں اور وہ پکڑ کر اپنی جھولی میں ڈال رہے تھے۔ اسماعیل نے ایوب سے انھوں نے عطاء سے روایت کی اور عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہ ہوں۔

۹۶ ۔ شرح : صدقہ وہ مال ہے جو آخرت کے ثواب کے لئے خرچ کیا جائے۔ یہ فرض اور نفل

دونوں کو شامل ہے، لیکن حدیث میں صدقہ نفلی مراد ہے اور اس پر الف لام عہد کے لئے ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ آپ نے انہیں دیکھا تھا کہ وہ اکثر دوزخ میں ہیں اور صحیح حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتو صدقہ کرو میں نے تمہیں دوزخ میں بکثرت دیکھا ہے۔ صدقہ کرنا بہترین نیکی ہے۔ اور یہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ حرام ہے لیکن آپ نے دیگر صدقات کی طرح وجوہِ خیر میں خرچ کرنے کے لئے طلب کیا تھا اپنی ذات کے لئے نہیں طلب کیا تھا۔

امام بخاری نے اسماعیل کی روایت مذکورہ حدیث کی متابعت اور استشہاد کے لئے ذکر کی ہے۔ امام بخاری نے اسماعیل کو نہیں پایا، کیونکہ یہ اسماعیل بن علی ۱۹۴ ہجری کو فوت ہوئے تھے اور اس سال امام بخاری پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ بخاری کی تعلیق ہے۔ اور اگر "و قالَ" کا عطف "حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ" پر ہو تو معنی یہ ہوگا کہ بخاری نے کہا مجھے سلیمان نے خبر دی انھوں نے کہا ہم سے اسماعیل نے بیان کیا تو یہ تعلیق نہ رہے گی

علامہ کرمانی نے ذکر کیا کہ ابن بطال نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم وقت پر واجب ہے کہ وہ رعیت کے امور کی حفاظت کرے اور انہیں مسائل کی تعلیم دے اور گاہے بگاہے وعظ کرتا رہے۔ اس میں مرد اور عورتیں مساوی ہیں اور صدقہ دوزخ سے نجات دلاتا ہے۔ محی السنہ نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خیرات کر سکتی ہے اور جس حدیث میں جناب سرورِ کائنات کا ارشاد ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتی اس کا محمل وہ عورت ہے جو سمجھ دار نہ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کو وعظ کرنا اور انہیں آخرت کے مسائل سے واقف کرنا اسلام کے احکام بتانا اور انہیں صدقہ کرنے کی ترغیب دلانا مستحب ہے بشرطیکہ اس میں فساد جنم نہ لے اور واعظ کی عصمت داغدار نہ ہو یا عورتوں کا فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ (بعض عورتیں واعظ کی آواز پر فریفتہ ہو کر رسوائی کی آغوش میں چلی جاتی ہیں اور خاندان کے لئے ننگ و عار کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا جو شخص آواز سے اشعار پڑھ کر اونٹوں کو چلا رہا تھا کہ بوتلوں کا خیال کرنا جبکہ اونٹوں پر عورتیں بھی سوار تھیں اور انہیں بوتلوں سے تشبیہ دی کیونکہ وہ جلد اثر قبول کر لیتی ہیں جیسے تھوڑی سی ٹھوکر سے بوتل ٹوٹ جاتی ہے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ عورتوں سے یہ متصور نہ تھا، لیکن آپ کی تعلیم قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ اسی طرح واعظ کا بھی مفتوں ہونا بعید نہیں) عورتیں جب وعظ سننے آئیں تو مردوں سے اختلاط نہ کریں اور ایک طرف رہیں۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے نفلی صدقہ ایجاب وقبول کا محتاج نہیں اور عورتیں عیدین اور جمعہ میں باہر نکل سکتی ہیں بشرطیکہ زینت اور حسن و جمال کا اظہار نہ کریں۔

مُفردات

: قُرط، "کان کی بالی"، اس کی جمع اَقراط، قُروط، قِرَطَہ اور قِراط ہے۔ خَاتَم، "انگوٹھی"

اسماءِ رجال

: اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ع۱ سلیمان بن حرب حدیث ع۲۰ دوسرے شعبہ بن حجاج حدیث ع۹ ۔ تیسرے، ایوب سختیانی حدیث ع۱۵ کے تحت دیکھیں ۔ ع۴ عطاء بن ابی رباح قرشی بصری مکی ہیں ۔ ان کے بال کالے شکن دار تھے آخر میں نابینا ہوگئے تھے ۔ بہت بڑے فقیہہ تابعی ہیں ۔ اسماعیل بن اُمیہ نے کہا عطاء خاموش رہتے تھے جب کلام کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تائید الٰہی سے کلام کرتے ہیں ۔ ستر حج کئے ایک سو سال بقیدِ حیات رہے ۔ ان کا مذہب یہ تھا کہ جب جمعہ کے روز عید کا دن آجائے تو عید کی نماز واجب ہے اس کے بعد جمعہ اور ظہر واجب نہیں اور عصر تک کوئی نماز واجب نہیں ۔ احناف کا یہ مذہب نہیں ۔ ۱۱۵ ہجری میں فوت ہوئے ۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

حضرت بلال بن رباح حبشی قرشی تیمی ہیں ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے ۔ ابو عبد الرحمٰن اور ابو عبد الکریم بھی ذکر کی جاتی ہے ۔ وہ قدیم الاسلام ہیں ۔ اُنھوں نے سب سے پہلے اسلام کا اظہار کیا اور انہیں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو ہم بلال کو خرید کر لیتے ۔ ابوبکر صدیق نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں بلال خرید کر دیں تو عباس رضی اللہ عنہ نے بلال کی مالکہ سے فرمایا اپنا غلام میرے ہاتھ فروخت کردو کہیں ایسا نہ ہو کہ تو اس کی قیمت سے محروم ہوجائے ۔ اُس نے کہا تم اسے کیا کروگے یہ تو خبیث ہے ۔ حضرت عباس نے اسے خرید کر ابوبکر صدیق کے پاس بھیج دیا ۔ اور ابوبکر نے اسے آزاد کردیا بعض علماء نے کہا جب بلال کو اس حال میں خریدا کہ وہ پتھروں کے نیچے دبے ہوئے تھے ۔ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو وہ شام کی طرف جانے لگے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس رہو ۔ بلال نے کہا اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لئے آزاد کیا ہے تو مجھے روک رکھیں اور اگر اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو مجھے جانے دیں میں اللہ کی طرف جاتا ہوں ۔ ابوبکر صدیق نے فرمایا جاؤ تو وہ شام کی طرف چلے گئے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام جنگوں میں شریک رہے ۔ جب مسلمان ہوئے تو امیہ بن خلف نے انہیں سخت سے سخت عذاب دینا شروع کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس پہ قادر کیا اور جنگِ بدر میں اسے قتل کردیا ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چند ابیات کہے ان میں سے ایک یہ ہے ؎

هَنِيئًا زَادَكَ الرَّحْمٰنُ فَضْلًا ۞ فَقَدْ أَدْرَكْتَ ثَارَكَ يَا بِلَالُ

اے بلال اللہ تیری فضیلت کو بڑھائے تونے اپنا انتقام لے لیا ہے ”

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایک بار آذان کہی جبکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام آئے تھے اور آپ کی فرمائش پہ بلال نے اذان کہی تھی اور ایک بار جبکہ وہ مدینہ منورہ

بَابُ الْحِرْصِ عَلَى الْحَدِيْثِ

۹۷ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَيْمٰنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْ لَا يَسْاَلَنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَحَدٌ اَوَّلُ مِنْكَ لِمَا رَاَيْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَى الْحَدِيْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ —

روضۂ اطہر جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کرنے آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں اذان کہنے کے لئے کہا تو اذان دی اور رونے کے باعث اذان پوری نہ کر سکے تھے۔ انھوں نے چوبیس احادیث روائت کی ہیں۔ امام بخاری نے سند کے بغیر دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ بیس ہجری کو دمشق یا حلب میں فوت ہوئے ان کے فضائل بہت ہیں رضی اللہ عنہ۔

باب — حدیث سُننے پر حرص کرنا ''

۹۷ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کی شفاعت سے سعادت مند کون شخص ہوگا ؟ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : اے ابوہریرہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ اس حدیث سے متعلق تجھ سے پہلے مجھ سے کوئی سوال نہ کرے گا ؛ کیونکہ میں حدیث سننے پر تیری حرص دیکھ چکا ہوں۔ قیامت کے روز میری شفاعت سے سعادت مند وہ شخص ہوگا جس نے صدق دل کے ساتھ یا صدقِ نفس کے ساتھ (یہ راوی کا شک ہے) لا الٰہ الا اللہ کہا ہو !

۹۷ — شرح : یعنی جو شخص خلوصِ قلب سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے وہ سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت سے مستفیض ہوگا لہٰذا منافق کی شفاعت نہ ہوگی اور محض

بَابٌ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعِلْمُ

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَا كَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَاِنِّىْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذِهَابَ الْعُلَمَآءِ وَلَا يُقْبَلُ اِلَّا حَدِيْثُ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلْيُفْشُوا الْعِلْمَ وَلْيَجْلِسُوْا حَتّٰى يُعَلَّمَ مَنْ لَا يَعْلَمُ فَاِنَّ الْعِلْمَ لَا يَهْلِكُ حَتّٰى يَكُوْنَ سِرًّا

لا الہ الا اللہ کہنا نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ پورا کلمہ توحید مراد ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ پڑھی یعنی ساری سورت پڑھی۔ اہل سنت وجماعت کا یہ مذہب ہے کہ گنہگاروں اور اصحاب کبائر کی شفاعت ہوگی۔ معتزلہ کہتے ہیں گنہگاروں اور عذاب کے مستحق لوگوں کی شفاعت نہ ہوگی۔ اس حدیث سے ان کا بلیغ رد ہوتا ہے کرمانی نے قاضی عیاض سے نقل کیا کہ شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ قیامت کے ڈر سے آرام دلائیں گے۔ دوسری قسم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے اور وہ یہ کہ آپ بعض لوگوں کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے تیسری شفاعت ایسے لوگوں کی ہوگی جو دوزخ کے مستحق قرار پا جائیں گے ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے اور جس کی شفاعت اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ شفاعت کرے گا۔ چوتھی شفاعت ان لوگوں کی ہوگی جو دوزخ میں چلے جائیں گے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ اور مومنوں کی شفاعت سے ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ پانچویں شفاعت جنت میں جنتیوں کے درجات بلند کرنے کے لئے ہوگی۔ اس شفاعت کو اور پہلی قسم کو معتزلہ بھی مانتے ہیں۔ شفاعت کی پہلی قسم شفاعت عظمیٰ ہے اور مقام محمود سے یہی شفاعت مراد ہے۔ تیسری اور پانچویں شفاعت مراد لینا بھی جائز ہے مگر شفاعت صرف اہل اخلاص کی ہوگی۔

حدیث کا معنی جدید ہے عام لوگوں کے نزدیک حدیث کلام کو کہتے ہیں۔ شریعت مطہرہ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا جائے وہ حدیث ہے اس میں قرآن کریم کے مقابلہ کا لحاظ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کا کلام قدیم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جدید ہے۔ جوہری نے کہا حدیث قدیم کی ضد ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ؏۱ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن یحییٰ ہمدانی اویسی قرشی عامری مدنی ہیں ان کی کنیت ابو القاسم ہے فقیہ ہیں۔ ؏۲ سلیمان بن بلال تیمی قرشی

۹۸ــ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِذٰلِكَ يَعْنِيْ حَدِيْثَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِلٰى قَوْلِهٖ ذِهَابَ الْعُلَمَاءِ

بربری مدنی ہیں حدیث ع۸ کے تحت دیکھیں۔ ع۲ عمرو بن ابی عمرو مدنی ہیں ان کی کنیت ابوعثمان ہے۔ ابوجعفر منصور کی ابتداءِ خلافت میں فوت ہوئے۔ ع۴ سعید بن ابی سعید مقبری مدنی ہیں حدیث ع۳۸ کے تحت دیکھیں

باب۳۴ــ علم دین کیسے اُٹھے گا؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو خط لکھا کہ جو بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث دیکھو اسے لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث ہی قبول کی جائے۔ علم کی خوب اشاعت کریں اور علمی مجالس قائم کریں حتّٰی کہ جو نہیں جانتا اسے علم سکھایا جائے، کیونکہ علم ضائع نہ ہوگا حتّٰی کہ اس کو چھپایا جائیگا۔

۹۸ــ ترجمہ: علاء بن عبدالجبار نے عمر بن عبدالعزیز کی حدیث ذہاب العلماء تک روائت کی ہے۔ عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت میں ابوبکر بن حزم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ آپ نے ان کو احادیث نبویہ جمع کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ علماء کے فوت ہو جانے اور علم کی اشاعت نہ ہونے سے علم کے مٹنے کا خطرہ نہ رہے کیونکہ جب علم سینوں میں بند رکھا جائے اور اس کی اشاعت و کتابت نہ ہو تو ظاہر ہے کہ علم ختم ہو جائے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم دین کو علم کی اشاعت کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے۔ واللہ اعلم!

۹۹ــ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روائت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم دین یکدم نہ اُٹھائے گا، لیکن علماء کے فوت کرنے سے علم دین کو اُٹھائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم دین باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور اُن سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ فربری (بخاری کے شیخ) نے کہا ہمیں عباس

۹۹ — حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمٌ اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا قَالَ الْفِرَبْرِيُّ نَا عَبَّاسٌ قَالَ نَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ

نے خبر دی اُنھوں نے کہا۔ ہم سے قتیبہ نے حدیث بیان کی اُنھوں نے کہا ہم سے جریر نے ہشام سے اسی طرح روایت کی ہے۔

۹۹ — شرح : ابن بطال نے کہا اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر علم کا احسان کرکے اور ان کو علم عطا کرکے نہیں چھینے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات اس سے پاک وصاف ہے کہ اپنے بندوں کو علم عطا کرے جو اس کی معرفت اور اس پہ اور اس کے رسُول پر ایمان لانے کا باعث ہو۔ پھر وہ ان سے چھین لے بلکہ علم کا ضیاع اس کے متعلّم کے ضیاع کے باعث ہوگا جبکہ علماء کا کوئی وارث باقی نہ رہے گا ——— مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا کے باب میں مذکور حدیث ۷۱ اور اس حدیث میں تضاد نہیں کیونکہ اگر اِتیان امر کی تفسیر قیامت سے نہ کی جائے تو یہ حدیث تخصیص پر محمول ہوگی۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

: ع۱ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ راشد اموی ہیں۔ ابتداء کتاب الایمان میں دیکھیں ع۲ ابوبکر بن محمد بن عمرو ابن حزم انصاری ان کی کنیت ابو محمد ہے وہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں قاضی اور امیر رہے۔ ایک سو بیس ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ حدیث ع۹۸ ع۱۔ علاء بن عبدالجبار بصری ہیں ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ۱۱۲۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ عبدالعزیز بن مسلم خراسانی قسملی ہیں بصرہ میں سکونت رکھتے تھے۔ یحییٰ بن اسحاق نے کہا وہ ابدال میں سے تھے۔ ۱۶۷۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ عبداللہ بن دینار عدوی قرشی مدنی ہیں۔ حدیث ع۸ کے تحت دیکھیں

حدیث ع۹۹ کے پانچ راوی ہیں : ع۱ اسماعیل بن اویس حدیث ع۲۱ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ امام مالک مشہور ہیں۔ ع۳،۴ ہشام اور عروہ حدیث ع۲ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۵ عبداللہ بن عمرو بن عاصی حدیث ع۹ کے اسماء میں دیکھیں

بَابٌ هَلْ يُجْعَلُ لِلنِّسَآءِ يَوْمٌ عَلٰى حِدَةٍ فِى الْعِلْمِ

۱۰۰ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِى ابْنُ الْاَصْبَهَانِىِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النِّسَآءُ لِلنَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَنَا عَلَيْكَ الرِّجَالُ فَاجْعَلْ لَنَا يَوْمًا مِّنْ نَّفْسِكَ فَوَعَدَهُنَّ يَوْمًا لَقِيَهُنَّ فِيْهِ فَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ فَكَانَ فِيْمَا قَالَ لَهُنَّ مَا مِنْكُنَّ اِمْرَاَةٌ تُقَدِّمُ ثَلٰثَةً مِّنْ وَّلَدِهَا اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَابًا مِّنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَّاثْنَيْنِ فَقَالَ وَاثْنَيْنِ

باب — کیا عورتوں کو علم سکھانے کے لئے علیحدہ دن مقرّر کیا جائے؟

۱۰۰ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عورتوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کے حضور مرد ہم پر غالب آگئے ہیں۔ آپ اپنی طرف سے ہمارے لئے کوئی دن مقرر کر دیں پس آپ نے ان سے ایک مقررہ دن کا وعدہ فرما لیا جس میں آپ عورتوں کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وعظ فرمایا اور شریعت کے احکام بتائے اور جو کچھ ان کو وعظ کیا اس میں آپ نے فرمایا۔ جس عورت نے اپنے تین بچے آگے بھیجے ہیں۔ وہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب (پردہ) بن جائیں گے۔ ایک عورت نے کہا جس کے دو بچے فوت ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا اور دو بچے۔

۱۰۰ — شرح : یعنی عورتوں نے عرض کیا کہ مرد ہر روز آپ کی مجلس شریف میں بیٹھتے ہیں علم سیکھتے ہیں اور امورِ دین آپ سے سیکھتے ہیں۔ ہم عورتیں کمزور ہیں مردوں سے مزاحمت نہیں کر سکتی ہیں۔ آپ ہمارے لئے کوئی دن مقرر فرما دیں۔ جس میں ہم آپ سے علم سیکھیں اور امورِ دین سنیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وعظ کرنے کے لئے دن مقرر فرمایا۔

۱۰۱ — حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِیِّ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ ثَلٰثَةٌ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ

معلوم ہُوا کہ عورتیں دینی مسائل سیکھنے کے لئے مردوں سے کلام کرسکتی ہیں اور جس عورت کا کوئی نابالغ بچہ فوت ہوجائے اور وہ اس پر صبر کرلے تو وہ اس کے لئے دوزخ سے حجاب بن جاتا ہے یعنی بچہ اپنی ماں کی شفاعت کریگا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا نیز یہ بھی معلوم ہُوا کہ دینی امور کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم

اسمائے رجال : اس حدیث کے پانچ راوی ہیں : ۱ آدم بن ابی ایاس حدیث ۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ ۲ شعبہ بن حجاج حدیث ۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ ۳ عبدالرحمٰن بن عبداللہ اصبہانی کوفی ہیں۔ دراصل اصبہان کے رہنے والے ہیں جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اصبہان کو فتح کیا تو وہاں سے باہر نکل گئے۔ اصبہان عراق و عجم میں ایک شہر ہے اس میں بہت محدّث ہوئے ہیں۔ ۴ ابوصالح ذکوان حدیث ۸ کے تحت دیکھیں۔ ۵ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث ۱۸ کے اسماء میں دیکھیں۔

---

۱۰۱ - ۱۰۲ — **ترجمہ** : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس حدیث کی روایت کی اور عبدالرحمٰن ابن اصبہانی نے کہا میں نے ابوحازم کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس عورت کے تین بچے فوت ہوجائیں جو سنِ بلوغ تک نہ پہنچے ہوں۔

شرح : یعنی راوی نے اس حدیث میں " ثَلٰثَةٌ " کے لفظ کے بعد لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ ذکر کیا ہے اور حنث کا معنیٰ گناہ ہے۔ یعنی وہ عقل اور تکلیف کی عمر تک نہیں پہنچے اور مکلف ہونے سے پہلے فوت ہوگئے اور ان کے ذمّہ کوئی گناہ نہ ہُوا، حدیث شریف میں اگرچہ عورت کا ذکر ہے مگر مردوں کا بھی یہی حکم ہے جبکہ وہ صبر کریں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اسناد کو علوِ درجہ کی وجہ سے پہلے ذکر کیا ہے؛ کیونکہ اس میں شعبہ اور بخاری کے درمیان صرف ایک راوی ہے اور وہ آدم ہے بخلاف دُوسرے اسناد کے اس میں

بَابُ مَنْ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَفْهَمْهُ فَرَاجَعَهُ حَتّٰى يَعْرِفَهُ

۱۰۲ــ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ شَيْئًا لَا تَعْرِفُهُ إِلَّا رَاجَعَتْ فِيهِ حَتّٰى تَعْرِفَهُ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ أَوَلَيْسَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا قَالَتْ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَهْلِكْ

ان کے درمیان دو شخص ہیں اور وہ محمد بن بشّار اور غندر ہیں رضی اللہ عنہم ، امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی حدیث میں ابن الاصبہانی ذکر کرنے اور اس حدیث میں عبدالرحمٰن بن الاصبہانی ذکر کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے کیونکہ انھوں نے جو الفاظ اپنے شیوخ سے سنے تھے اسی طرح ان کو ذکر کیا تاکہ ان کے الفاظ محفوظ رہیں ،،

اسماءِ رجال : اس حدیث کے چھ راوی ہیں : ع۱ محمد بن بشار ان کا لقب بندار ہے ۔ حدیث ع۶۷ کے تحت دیکھیں ع۲ محمد بن جعفر غُنْدُر بصری ہیں ۔ حدیث ع۳۱ کے تحت دیکھیں ع۳ شعبہ بن حجاج حدیث ع۹ کے تحت دیکھیں ۔ ع۴ عبدالرحمٰن بن اصبہانی ع۵ ذکوان ع۶ ابوسعید خدری سب گزر چکے ہیں ۔ ابوحازم سلیمان عزّہ کا مولیٰ ہیں ۔ اشجعی تابعی کوفی ہیں ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ولائت میں فوت ہوئے اور پانچ سال ابوہریرہ کی مجلس میں بیٹھتے رہے ۔

باب جس نے کوئی مسئلہ سُنا اور سمجھ میں نہ آیا تو اسے دوبارہ پوچھے حتّٰی کہ اسے اچھی طرح سمجھ لے

بَابٌ لِيُبَلِّغِ الْعِلْمَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۳ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ

۱۰۲ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کوئی بھی مسئلہ سنتیں اور وہ سمجھ میں نہ آتا تو اس کو دوبارہ پوچھتیں حتّٰی کہ اچھی طرح سمجھ لیتیں۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں جس شخص سے حساب لیا گیا اسے عذاب دیا جائے گا۔ ام المؤمنین نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کیا اللہ تعالیٰ فرماتا نہیں ہے "عنقریب آسان حساب لیا جائے گا"، ام المؤمنین نے کہا آپ نے فرمایا اس سے مراد صرف پیش کرنا ہے لیکن جس شخص سے حساب تفصیلاً لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا!

۱۰۲ شرح: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے معارضہ کا سبب یہ ہے کہ حدیث شریف ان سب لوگوں کو شامل ہے جن سے حساب لیا جائے گا اور آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو عذاب نہ دیا جائے گا اور وہ اصحاب یمین ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حساب سے مراد محض ابراز و اظہار ہے یعنی حساب کے لئے اس طرح پیش کرنا کہ اس کے گناہ ذکر کئے جائیں پھر ان سے درگزر کر دیا جائے اور حدیث شریف میں حساب سے مراد یہ ہے کہ اس کے گناہوں کو تفصیلاً ذکر کیا جائے اور درگزر نہ کیا جائے ایسا شخص یقیناً ہلاک ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا مسائل میں خوب تحقیق فرمایا کرتی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث کا قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنا جائز ہے اور قیامت میں لوگ حساب میں متفاوت ہوں گے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: اس حدیث کے چار راوی ہیں: ع۱ سعید بن حکم بن محمد بن ابی مریم حافظ جمحی ہیں۔ ۲۲۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابو حاتم اور یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے ع۲ نافع بن عمر بن عبداللہ قرشی جمحی مکی ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا وہ صحیح الحدیث ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم نے کہا وہ ثقہ ہیں اور ان کی حدیث کو حجت کہا جاتا ہے۔ ۱۶۹ ہجری کو مکہ میں فوت ہوئے ع۳ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ تیمی مکی ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قاضی اور مؤذن تھے۔ ۱۱۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابو ملیکہ کا نام زہیر ہے۔ ع۴ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث ع۲ کے تحت دیکھیں۔

قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدٌ هُوَابْنُ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ اَنَّهٗ قَالَ
لِعَمْرِوبْنِ سَعِیْدٍ وَهُوَ یَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰی مَکَّةَ ائْذَنْ لِیْ اَیُّهَا الْاَمِیْرُ
اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ یَوْمِ الْفَتْحِ
سَمِعَتْهُ اُذُنَایَ وَوَعَاهُ قَلْبِیْ وَاَبْصَرَتْهُ عَیْنَایَ حِیْنَ تَکَلَّمَ بِهٖ حَمِدَاللّٰهَ
وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَکَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ یُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا یَحِلُّ
لِامْرِئٍ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا یَعْضِدَ بِهَا
شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِیْهَا فَقُوْلُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذِنَ
لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ یَاْذَنْ لَکُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِیْ فِیْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ثُمَّ عَادَتْ حُرْمَتُهَا
الْیَوْمَ کَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِیْلَ لِاَبِیْ شُرَیْحٍ مَا
قَالَ عَمْرٌو قَالَ اَنَا اَعْلَمُ مِنْكَ یَا اَبَا شُرَیْحٍ لَا تُعِیْذُ عَاصِیًا وَلَا فَارًّا بِدَمٍ
وَلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ

باب مجلسِ علم میں حاضر شخص غائب کو علم پہنچا دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا۔

۱۰۳ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روائت کی۔ ابوشریح سے روائت ہے کہ اُنھوں نے عمرو بن سعید جبکہ وہ لشکر مکہ مکرمہ بھیج رہا تھا سے کہا اے امیر مجھے اجازت دیجئے میں آپ کو ایک بات سے خبردار کروں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلے روز فتح مکہ کے وقت خطبہ دیا تھا میرے کانوں نے اسے سُنا۔ میرے دل نے اسے یاد کیا اور میری آنکھوں نے آپ کو دیکھا جبکہ آپ نے خطبہ فرمایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی پھر فرمایا مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے لوگوں نے اس کو حرام نہیں کیا (مکہ مکرمہ میں قتل وغارت کو) کسی شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں خونریزی کرے اور اس کے درخت کاٹے اور اگر کوئی شخص اس میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال اور جنگ کرنے سے رخصت ثابت کرے تو اسے کہہ دو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے دی تھی تم کو اس کی اجازت نہیں دی اور میرے لئے صرف دن کی ایک گھڑی میں لڑائی کی اجازت تھی۔ پھر آج اس کی حرمت ایسے ہی ہوگئی ہے جیسے کل تھی۔ چاہیئے حاضر شخص غائب کو یہ خبر پہنچا دے۔ پھر ابو شریح سے کہا گیا آپ کو عمرو نے کیا جواب دیا تھا۔ ابو شریح نے کہا اس نے یہ کہا تھا اے ابو شریح میں تم سے یہ زیادہ جانتا ہوں مگر مکہ مکرمہ گنہگار کو نہ قتل کرکے بھاگ کر آنے والے کو اور نہ ہی فساد اور جنایت کرکے آنے والے کو پناہ دیتا ہے۔

۱۰۳ — شرح

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یزید اور عبدالملک کی نسبت خلافت کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ یزید اور عبدالملک سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی گئی تھی۔ ارشادِ نبوی کے مطابق جس کی بیعت پہلے کی جائے وہی خلیفہ ہوتا ہے اگر اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا سر اٹھائے تو اس کی گردن اڑا دینے کا حکم ہے۔ امام مالک اور دیگر علماءِ اہلِ سنت سب کا اس پر اتفاق ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب یزید تخت نشین ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ یزید نے مدینہ منورہ کے حاکم عمرو بن سعید کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کرے اس صورتِ حال سے نپٹنے کے لئے عمرو بن سعید نے عبداللہ بن زبیر کا مقابلہ کرنے کے لئے مکہ پر چڑھائی کی۔ اس وقت حضرت ابو شریح نے عمرو بن سعید سے کہا کہ مکہ مکرمہ میں قتال حرام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے تو اس کے جواب میں عمرو بن سعید نے کہا کہ حرم مکہ گنہگار کو، قتل کرکے بھاگ کر آنے والے کو اور نہ ہی فساد اور جنایت کرنے والے کو پناہ دیتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِھَا بَاطِلٌ یعنی عمر بن سعید کا یہ کہنا تو درست ہے مگر اس کی مراد غلط تھی، کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس کا مصداق ہرگز نہیں تھے۔ بلکہ وہ خلافت کے زیادہ لائق تھے۔ عمرو بن سعید کو اشدق بھی کہا جاتا تھا وہ صحابی نہیں اور نہ ہی تابعی تھا۔ اس کے والد کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ عبدالملک کے خلاف اس نے خروج کیا مگر اس نے اس کو امن دے کر دھوکہ سے قتل کر دیا تھا۔ ابو شریح خویلد بن عمر خزاعی ہے وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے وَیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ۔ حدیث کا یہ حصہ باب کے مناسب ہے۔ یعنی ابو شریح نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت میں حاضر تھا تو غائب تھا میں نے تجھے آپ کا ارشاد پہنچا دیا ہے۔ آگے جو جانتے ہو کرو!

اسماءِ رجال

: ع۱ عبداللہ بن یوسف تنیسی۔ ع۲ لیث بن سعد فہمی مصری بغداد میں آئے۔ منصور نے انہیں مصر کا محکمہ قضا پیش کیا، لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور معذرت چاہی۔ حدیث ع۲ کے تحت دیکھیں۔ ع۳ سعید بن ابی سعید مقبری حدیث ع۳۸ کے تحت دیکھیں۔

۱۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ قَالَ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ ذُکِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ وَکَانَ مُحَمَّدٌ یَقُوْلُ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ ذٰلِکَ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَیْنِ

ع۴ ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی عدوی کعبی فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔ فتح مکہ کے دن بنی کعب کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ ۶۸ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

۱۰۴۔ ترجمہ: ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا اور کہا کہ آپ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال محمد بن سیرین نے کہا میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس دن کی اس مہینہ میں حرمت ہے۔ خبردار تم سے حاضر شخص غائب کو یہ حدیث پہنچا دے محمد بن سیرین کہا کرتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ایسا ہی ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تبلیغ امت تک پہنچ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد دو مرتبہ فرمایا۔

۱۰۴۔ شرح: اس حدیث میں قتل کی حرمت، غصب کی حرمت اور غیبت کی حرمت کا بیان ہے۔ کلام میں تکرار سے تاکید مقصود ہے۔

ابن بطال نے کہا اللہ تعالیٰ نے جب نبیوں سے یہ وعدہ لیا کہ وہ اپنی امتوں کو تبلیغ کریں گے اور علماء کو نبیوں کا وارث بنایا تو علماء پر بھی تبلیغ واجب ہوئی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تبلیغ فرض عین تھی۔ مگر اس زمانہ میں جبکہ دین کی تشہیر عام ہو چکی ہے۔ عام لوگوں تک دین پہنچ چکا ہے۔ اب اس کی تبلیغ فرض کفایہ ہے۔

حدیث ع۶۵ کی شرح دیکھیں

بَابُ اِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۰۶ــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي مَنْصُوْرٌ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَاِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ

۱۰۷ــ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ لِلزُّبَيْرِ اِنِّيْ لَا اَسْمَعُكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُحَدِّثُ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اُفَارِقْهُ وَلٰكِنْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

باب جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا اس کا گناہ

۱۰۶ــ ترجمہ : ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اوپر جھوٹ نہ بولو، کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہوگا!

۱۰۶ــ شرح : یعنی جو شخص میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے گا اس کی جزاء یہ ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ دراصل ایسے کاذب کی جزاء تو یہ ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس جھوٹ پر سزا دینا چاہے تو دے گا اور وہ معاف بھی کر سکتا ہے۔ دوزخ میں اس کا داخل ہونا حتمی نہیں۔ اسی طرح اصحابِ کبائر کے لئے وعیدات کا یہی حکم ہے پھر اگر ان سے جزاء دی جاتے اور دوزخ میں داخل کر دیا جائے تو ہمیشہ اس میں نہ رہے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل وکرم سے دوزخ سے باہر

۱۰۷ — حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ اَنَسٌ اِنَّهٗ لَيَمْنَعُنِیْ اَنْ اُحَدِّثَكُمْ حَدِيْثًا كَثِيْرًا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَیَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

۱۰۸ — حَدَّثَنَا الْمَكِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ الْاَكْوَعِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَقُلْ عَلَیَّ مَا لَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

نکالے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور کافر کی بخشش نہیں اس کے علاوہ اصحابِ کبائر کو جسے چاہے معاف کر دے

اسماءِ رجال

: اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ علی بن جعد جوہری بغدادی حدیث ع۵۰ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ شعبہ بن حجاج کئی بار گزرا ہے ع۳ منصور بن معتمر حدیث ع۶۸ کے تحت دیکھیں ع۴ ربعی بن حراش بن حجش عبسی کوفی ہیں۔ زاہد پرہیزگار اور بہت بڑے عابد تھے۔ سَو ہجری میں فوت ہوئے انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اُن کے دو بیٹے حجاج بن یوسف کے نافرمان تھے کسی نے حجاج سے کہا کہ اُن کے باپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا انہیں بُلا کر پوچھیں کہ وہ کہاں ہیں؟ چنانچہ ربعی بن حراش آئے اور جب ان سے پوچھا گیا تو کہا وہ دونوں گھر میں ہیں۔ حجاج نے کہا میں نے دونوں کو معاف کر دیا، کیونکہ آپ نے سچ بولا ہے۔ اُنھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی نہیں ہنسیں گے حتیٰ کہ انہیں یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد ان کا مقام جنّت ہے یا دوزخ ہے چنانچہ وہ فوت ہونے کے بعد ہنسے تھے۔ ان کے دو بھائی مسعود اور ربیع تھے۔ مسعود نے بھی فوت ہونے کے بعد کلام کیا تھا، کیونکہ اُنھوں نے بھی قسم کھائی تھی کہ جب تک انہیں جنّتی ہونے کا علم نہ ہوگا وہ نہیں ہنسیں گے جب وہ فوت ہوئے تو انہیں غسل دینے والے نے کہا جب تک ہم غسل دیتے رہے وہ مسکراتے رہے حتیٰ کہ جب ہم غسل سے فارغ ہو گئے تو ان کی مسکراہٹ بھی ختم ہو گئی۔ ابن مدینی نے کہا مسعود سے صرف یہی مروی ہے کہ اُنھوں نے فوت ہونے کے بعد کلام کیا تھا۔ پانچویں راوی حضرت علی بن ابی طالب امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ ہیں۔

باب المناقب میں پُوری تفصیل سے ان کا ذکر ہوگا جبکہ تنویر الازہار میں بھی تفصیلاً ان کا ذکر ہے۔

۱۰۷ — **ترجمہ** : عامر بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے زبیر سے کہا میں نے آپکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سُنا جیسے فلاں اور فلاں حدیث بیان کرتے ہیں۔ زبیر نے کہا خبردار! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہیں ہُوا لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جو کوئی مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے۔

۱۰۸ — **ترجمہ** : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے یہ شئی منع کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قصداً میرے اُوپر جھوٹ بولا وہ اپنی جگہ دوزخ میں بنالے۔

۱۰۷ - ۱۰۸ — **شرح** : یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضر اور سفر کے اکثر اوقات میں آپ سے جُدا نہیں ہُوا، لیکن میں نے آپ سے یہ سُنا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے وہ دوزخی ہے۔ حضرت زبیر کو یہ خوف نہ تھا کہ وہ رسول اللہ کی حدیث میں قصداً جھوٹ بولیں گے، لیکن ان کو یہ ڈر تھا کہ ممکن ہے وہ حدیث بیان کرنے میں خطا کر جائیں تو ان کی زبان سے غلطی سے جھوٹ نکل جائے جبکہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یقین نہ ہو مگر جب کوئی دُوسرا اس طرح جھوٹی روایت کردے تو جب تک وہ اُسے جائز نہ سمجھے گا اس کو کافر نہیں کہہ سکتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا مقصد یہ ہے کہ کثرت حدیث اگرچہ سچی ہو "عادۃً" اکثار میں جھوٹ منہ سے نکل جاتا ہے؛ کیونکہ زیادہ باتیں کرنے والا سالم نہیں رہتا جو شخص چراگاہ کے نزدیک جانور چرائے ہوسکتا ہے کہ وہ اُس میں واقع ہوجائے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

: اس حدیث کے چھ راوی ہیں : ع۱ ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسی بصری شیخ الاسلام ہیں حدیث ع۱۶ کے تحت دیکھیں۔ ع۲ شعبہ ع۳ جامع بن شداد اسدی کوفی ان کی کنیت ابوصخرہ ہے۔ ۱۱۸ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ عامر بن عبداللہ بن زبیر بن عوام اسدی قرشی ہیں ۱۲۴ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ عبداللہ بن زبیر بن عوام ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ کہا گیا ہے کہ ابوالخبیب ہے۔ وہ صحابی بن صحابی امیرالمؤمنین ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ پیدا ہوئے آپ اسلام میں پہلے مولود ہیں آپ کو اسماء بنت ابی بکر صدیق نے قباء میں جنم دیا۔ آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے انہیں آغوشِ رحمت میں لے کر کھجور کو اپنے دہن مبارک میں چبا کر ان کے منہ میں لعاب ڈالا جو سب سے پہلے ان کے پیٹ میں گیا پھر ان کے لئے برکت کی دُعا فرمائی وہ کوسج تھے ان کی داڑھی نہیں تھا دن کو روزے رکھتے اور رات بھر نماز میں رہتے تھے۔ صلہ رحمی بہت کرتے تھے انہوں نے قسم کھائی تھی کہ ہر سال تین راتیں اس طرح گزاریں گے کہ ایک رات نماز میں قیام دوسری رات رکوع اور تیسری رات سجود میں صبح تک رہیں گے وہ عظیم المجاہدہ انسان تھے۔ افریقہ پر حملہ آور ہوئے تو ان کے پاس افریقیوں کا بادشاہ ایک لاکھ بیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر مقابلہ کے لئے آیا جبکہ مسلمان

صرف بیس ہزار تھے۔ حضرت عبداللہ بن زُبیر نے ان کے بادشاہ کو دیکھا کہ وہ اپنے لشکر سے باہر نکلا ہے تو انھوں نے چند صحابہ کو ساتھ لے کر اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور خداوند قدّوس نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح دی۔ جب یزید بن معاویہ مر گیا تو چونسٹھ ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی گئی اور وہ خلیفہ مقرر ہوئے اور حجاز یمن، عراق اور خراسان والوں نے ان کی اطاعت قبول کی، لیکن اہلِ شام نے اطاعت قبول نہ کی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے کعبہ کی عمارت کی تجدید کی اور اسے ازسرِ نو تعمیر کر کے اس کے دو دروازے بنائے اور لوگوں کے ساتھ آٹھ حج کئے اور بدستور خلیفہ رہے حتّٰی کہ حجاج بن یوسف نے ان کو بہتر ہجری کو مکہ مکرمہ میں محصور کر دیا اور خود حجاج نے حج کے فرائض سرانجام دیئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر محصور رہے حتی کہ انہیں ایک پتھر لگا جس سے ان کی موت واقع ہوئی ان کی لاش کو مصلوب کیا گیا اور ان کا سَر خراسان بھیج دیا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ قرشی اور ان دس صحابہ میں سے ہیں جنھیں ایک محفل میں جنت کی خوشخبری دی گئی تھی وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔ ان کی والدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ ان دونوں ماں اور بیٹے نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جبکہ زبیر کی عمر صرف سولہ برس تھی تو ان کے چچا نے انہیں سخت عذاب دیا اور شدید دھوئیں میں انہیں محبوس کر دیا تاکہ وہ اسلام سے منحرف ہو جائیں، لیکن اُنھوں نے عذاب کو ترکِ اسلام پر ترجیح دی۔ پھر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ اُنھوں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۳۸ حدیثیں روایت کی ہیں۔ جن میں سے امام بخاری نے نو احادیث ذکر کی ہیں۔ اُنھوں نے اسلام میں سب سے پہلے کافروں کی سرکوبی کے لئے تلوار اُٹھائی اور اُحد کی لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان کا رنگ سفید، جسم کی ضخامت معتدل اور رخساروں کا گوشت ہلکا تھا۔

اُنھوں نے جنگِ جمل میں لڑنا ترک کر دیا تھا اور واپس لوٹ آئے تھے اور ان کے پیچھے باغیوں کی جماعت نے ان کا تعاقب کر کے بصرہ کے قریب وادی السباع میں انہیں قتل کر دیا اور وہیں مدفون ہوئے۔ پھر ان کی میت کو بصرہ لے جایا گیا۔ وہاں ان کا مزار شریف مشہور ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ان حضرات کے مناقب کی تفصیل باب المناقب میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث ۱۰۸ کے اسماء رجال

چار ہیں: ۱ ابو معمر عبداللہ بن عمرو بن حجاج منقری بصری ۲ عبدالوارث بن سعید ابن ذکوان تیمی قریشی بصری حدیث ۳ کے اسماء میں دونوں کا ذکر ہو چکا ہے ۳ عبدالعزیز بن صہیب بصری بُنانی ہیں وہ نابینا تھے۔ حدیث ۱۴ میں گزر چکے ہیں۔

۱۱۰ — حَدَّثَنَا مُوسَىٰ قَالَ اَبُوعَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ حَصِیْنٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَسَمَّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ وَمَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

۱۰۹ — ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہ فرمائی ہو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

۱۱۰ — ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو اور جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا اور جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

۱۰۹ — ۱۱۰ — شرح: ان روایات کے الفاظ مختلف ہیں اور معنیٰ میں سب شریک ہیں۔ ایسی حدیث کو متواتر المعنیٰ کہا جاتا ہے۔ یعنی تمام روایات کے الفاظ سے جو قدر مشترک حاصل ہے وہ متواتر ہے۔ اس حدیث میں امام بخاری اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین راوی ہیں اور وہ مکی بن ابراہیم یزید بن ابی عبید اور سلمہ بن اکوع ہیں رضی اللہ عنہم"
ایسی حدیث کو ثلاثی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری کی ثلاثیات سے یہ پہلی ثلاثی حدیث ہے۔

امام محی السنۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے بعد سب سے بڑا جھوٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ احادیث بیان کرنے کو مکروہ جانا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حدیث کے الفاظ میں زیادتی، کمی اور غلطی ہوجائے حتیٰ کہ بعض تابعی حدیث کو مرفوع کرنے سے ڈرتے تھے اور اسے صحابہ پر موقوف رہنے دیتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ صحابہ پر جھوٹ بولنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے آسان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کا مقصد یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اگرچہ آپ کو خواب میں دیکھ کر آپ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب

میں دیکھنا بیداری میں دیکھنے کی مانند ہے لہٰذا دونوں حالتوں میں آپ پر جھوٹ بولنا دوزخ میں جگہ بنانا ہے۔ ایک شخص نے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیع میں آواز دیتے ہوئے کہا یَا اَبَا الْقَاسِمِ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اُس نے کہا میں نے فلاں کو بُلایا ہے۔ آپ کا ارادہ نہیں کیا اس لئے فرمایا میرا نام رکھ سکتے ہو مگر میری کنیت مت رکھو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا؛ کیونکہ اب التباس نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر آپ کے بعد میرا بچہ پیدا ہو تو میں اس کا نام محمد اور اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں رکھ سکتے ہو۔ (عینی، کرمانی)

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حدیث کے مطابق خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا معنی یہ نہیں کہ اُس نے میرا جسم اور میرا بدن شریف دیکھا بلکہ اُس نے ایک مثال دیکھی اور وہ مثال ایسا آلہ بن گئی جس کے ساتھ وہ معنی ادا ہوسکتا ہو جو میری ذات میں ہے بلکہ بیداری میں آپ کا بدن شریف بھی اس ذات کا آلہ ہے اور حق بات یہ ہے کہ خواب میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدسہ کی حقیقت جو محلِ نبوت ہے کی مثال دیکھی جاتی ہے اور دیکھنے والا جو شکل دیکھتا ہے وہ نہ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور نہ ہی آپ کا شخص ہے بلکہ وہ اس کی مثال ہے یہی تحقیق ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ لوگوں کا آپ کو دیکھنا صحیح ہے اور سچ ہے اور شیطان کو آپ کی شکل اختیار کرنے سے روک دیا ہے تاکہ نیند میں اس کی زبان پر جھوٹ نہ بولا جائے جیسے بیداری میں شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والے کو صحابی نہیں کہا جاتا؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبریں دیتے تھے اور یہ صرف دُنیا میں تھا قبر شریف میں نہیں اس لئے مسلمان دنیا میں آپ کو بیداری کی حالت میں دیکھے تو وہ صحابی ہے۔ خواب میں جو آپ سے کلام سُنے وہ حجت نہ ہوگا؛ کیونکہ خواب میں ضبط نہیں ہوسکتا اور ضبط ہی حدیث کے حجت ہونے میں شرط ہے۔ آپ کے سوا دُوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی شیطان صورت اختیار نہیں کرسکتا اور نہ ہی فرشتوں کی صورت بن سکتا ہے (کرمانی)

اسماء رجال

مکی بن ابراہیم حدیث ۸۳ کے اسماء میں دیکھیں ۲

یزید بن ابی عُبَید اسلمی ابوخالد سلمہ بن اکوع کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ۱۴۷ ہجری میں فوت ہوئے ۳ سلمہ بن اکوع ہیں۔ اکوع کا نام سنان بن عبداللہ ہے وہ اسلمی مدنی ہیں اکوع کا معنی پہنچا ہے جو انگوٹھے کے قریب ہے۔ سلمہ کی کنیت ابومسلم یا ابوایاس یا ابوعامر بھی ذکر کی جاتی ہے وہ بیعتِ رضوان میں حاضر تھے اور اس روز تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ پہلی بار ابتداء میں پھر درمیان میں پھر آخر میں بیعت کی۔ وہ بہت بڑے بہادر اور سخت تیرانداز تھے۔ دوڑنے میں اس کا ثانی کوئی نہ تھا۔ دوڑنے میں گھوڑوں پر سبقت لے جاتے تھے۔ ان سے بھیڑیئے نے کلام کیا تھا۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے

بَابُ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

۱۱۱ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيٰنَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ وَمَا فِي هٰذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْأَسِيرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ

ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا میں نے ایک بھیڑیا دیکھا وہ ایک ہرنی کو اٹھائے بھاگا جا رہا ہے۔ میں نے اس کا تعاقب کیا اور ہرنی کو اس کے منہ سے چھڑا دیا۔ بھیڑیے نے کہا میرا اور تیرا حال کیسا ہے؟ اللہ نے مجھے رزق دیا اور تو نے مجھ سے چھین لیا وہ تیرا مال تو نہ تھا جو تو نے مجھے اس سے محروم کر دیا ہے۔ سلمہ نے کہا میں نے کہا اے اللہ کے بندو! یہ عجیب بھیڑیا ہے جو باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے عجیب تر اور تعجب خیز یہ بات ہے کہ ان کھجوروں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور تم بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ سلمہ نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا وہ ۷۴ ہجری کو اسی برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

موسیٰ بن اسماعیل منقری بصری تبوکی ابو عوانہ حدیث ۴ کے تحت دیکھیں۔ ابو حصین عثمان ابن عاصم اسدی، کوفی، تابعی، حافظ، عثمانی ہیں وہ بہت بڑے محدث ثقہ اور سنت کے پابند تھے۔ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابو صالح ذکوان سمان مدنی ہیں حدیث ۸ کے تحت دیکھیں۔

باب کتابۃ العلم (علم کو لکھنا)

۱۱۱ — ترجمہ: ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ انھوں نے کہا نہیں مگر اللہ کی کتاب یا وہ فہم جو کسی مسلمان شخص کو عطا ہو

یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ ابوجحیفہ نے کہا میں نے کہا اس صحیفہ میں کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دیت قیدی کی رہائی اور کافر کے بدلہ مسلمان کو قتل نہ کیا جائے

۱۱۱ **شرح** : یہ صحیفہ ان کی تلوار کی مٹھی کے ساتھ باندھا ہُوا تھا تاکہ یہ معلوم ہو کہ دین کے مصالح صرف تلوار سے پُورے نہیں ہوسکتے بلکہ کبھی قتل سے کبھی دیت سے اور کبھی معاف کر دینے سے سرانجام دیئے جائیں گے۔ جحیفہ نے کہا اس صحیفہ میں کیا ہے ؟ تو فرمایا عقل یعنی دیت کے احکام، قیدیوں کو چھڑانا اور یہ کہ حربی کافر کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائے اور ان کے سوا ہمارے پاس کوئی شئی شئی نہیں ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ فرمایا کہ عالم دین اپنے فہم سے قرآن سے مسائل کا استخراج کرے جو مفسرین سے منقول نہ ہوں بشرطیکہ اصول شریعت کے موافق ہوں۔ واللہ اعلم!

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوجُحیفہ نے اس لئے پوچھا کہ اصحابِ تشیع کا گمان ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بیت اطہار خصوصاً حضرت علی کو اسرارِ وحی سے مخصوص فرمایا جو کسی اور کو نہیں بتائے۔ اس لئے حضرت نے فرمایا ہمارے پاس صرف اللہ کی کتاب ہے یا وہ مفہوم جو کلام کی روش سے سمجھ آجائے اور معانی باطنہ سے اس کا ادراک کیا جاتا ہے جیسے قیاس کے وجوہ وغیرہ اور لوگ اس میں متفاوت ہیں یا جو کچھ اس صحیفہ میں ہے۔ اور وہ دیت کے احکام اور اس کی مقادیر وغیرہ ہیں۔

اسماء رجال : اس حدیث کے چھ راوی ہیں ع۱ محمد بن سلام بیکندی مقدسی حدیث ع۱۹ کے تحت دیکھیں ع۲ وکیع بن جراح تبع تابعی ہیں۔ دراصل وہ نیشاپور یا سمرقند یا اصبہان کے ہیں، لیکن سکونت پذیر کوفہ میں تھے۔ حماد بن زید نے کہا اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ وکیع کو سفیان پر ترجیح حاصل ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے وکیع سے بڑا علم حدیث کا عالم اور حافظ کسی کو نہیں دیکھا اور وہ یحیٰی بن سعید سے مجھے زیادہ محبوب ہیں جب اُن سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا وکیع حفص بن غیاث کے دوست تھے جب انہیں قاضی مقرر کیا گیا تو وکیع ان سے علیحدہ ہوگئے اور یحیٰی معاذ بن معاذ کے دوست تھے جب انہیں بغداد میں قاضی مقرر کیا گیا تو یحیٰی نے انہیں نہ چھوڑا اور بدستور اُن کے ساتھ رہے۔ یحیی بن معین نے کہا میں نے کسی کو وکیع سے افضل نہیں دیکھا وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر فتوی دیا کرتے تھے اور آپ سے کثیر علوم کی سماعت کی۔ ۱۹۷ ہجری میں حج سے واپسی پر عاشوراء کے روز فوت ہوئے۔ ع۳ سفیان سے مراد ثوری یا ابن عیینہ ہیں کیونکہ وکیع نے دونوں سے روایت کی ہے اور وہ دونوں مطرف سے روایت کرتے ہیں اسناد میں اس قسم کے التباس میں کچھ حرج نہیں ؛ کیونکہ دونوں امام حافظ ضابط اور عادل مشہور ہیں اور بخاری کی شرط کے مطابق ہیں ع۴ مُطرِّف کوفی ہیں ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ انھوں نے کہا میں ایک بار بھی جھوٹ نہیں بولوں گا اگرچہ ساری دُنیا میری ملک میں کر دی جائے۔ ۱۴۲ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ شعبی ان کا نام عامر اور کنیت ابوعمرو ہے وہ بہت بڑے جلیل القدر تابعی ہیں۔ حدیث ع۹ کے تحت دیکھیں ع۶ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ ان کا نام

۱۱۲ــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ اَلْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِىْ لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ اَوِالْفِيْلَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّاجْعَلُوْهُ عَلَى الشَّكِّ كَذَا قَالَ اَبُوْنُعَيْمٍ اَلْقَتْلَ اَوِالْفِيْلَ وَغَيْرُهٗ يَقُوْلُ اَلْفِيْلَ وَسُلِّطَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِىْ وَلَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ بَعْدِىْ اَلَا وَاِنَّهَا حَلَّتْ لِىْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِىْ هٰذِهٖ حَرَامٌ لَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا تُلْتَقَطُ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ مَّنْ

وہب بن عبد اللہ سوائی ہے۔ وہ صحابی کوفی ہیں اُنہوں نے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پینتالیس احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بخاری نے چار ذکر کی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا بہت اکرام کرتے تھے اور انہیں وہب الخیر اور وہب اللہ سے موسوم کرتے تھے۔ ان سے بہت محبّت اور ان پر پُورا اعتماد کرتے تھے اور کوفہ کے بیت المال پر انہیں مقرر کیا تھا۔ جب سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہُوا اس وقت وہ نابالغ تھے۔ ۷۲ ہجری کو کوفہ میں فوت ہُوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ

۱۱۲ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ خزاعہ نے بنی لیث کے ایک شخص کو فتح مکہ کے سال خزاعہ کے ایک مقتول جس کو بنی لیث نے قتل کیا تھا کے عوض قتل کر دیا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس کی خبر ملی تو آپ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر خطبہ دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے قتل یا فیل کو روک دیا۔ امام بخاری نے کہا اس کو شک پر محمول کرو ایسے ہی ابونعیم نے قتل یا فیل کہا ہے مگر ان کے غیر فیل کہتے ہیں اور ان پر اللہ کے رسُول اور مومنوں کو مسلط کیا۔ سُن لو مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہُوا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ خبردار وہ میرے لئے دن میں ایک گھڑی حلال ہُوا اور وہ اس وقت برابر حرام ہے اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس کے درخت اکھیڑے جائیں۔ اس کی گری ہُوئی چیز نہ اُٹھائی جائے مگر جو اس کی تشہیر کرے اور اسے مالک تک پہنچائے اور جو شخص قتل کیا جائے (اس کے ولی کو) اختیار ہے کہ

قُتِلَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْقَلَ وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اُكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ اُكْتُبُوا لِأَبِي فُلَانٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخِرَ يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ إِلَّا الْإِذْخِرَ

وہ دو امور میں سے بہتر کو اختیار کرے یا اس کی دیت لے یا قصاص لے ایک شخص اہلِ یمن سے آیا۔ اور کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ لکھ دیجئے آپ نے فرمایا ابو فلاں کو یہ لکھ دو۔ قریش سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! مگر اذخر (گھاس کی اجازت فرما دیں) کیونکہ ہم اس کو اپنے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر اِذخر مگر اِذخر۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا "یقاد" قاف سے پڑھا جاتا ہے۔ ابو عبد اللہ سے کہا گیا کہ اس کے لئے کیا لکھا کہا یہ خطبہ لکھا۔

۱۱۲ — شرح : یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ میں قتل و غارت حرام فرمائی۔ راوی نے شک کیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا لفظ فرمایا یا فیل کا جس کے سواروں پر اللہ تعالیٰ نے پرندے ابابیل بھیجے تھے۔ اصحابِ فیل جب مکہ مکرمہ کے قریب بطن وادی پہنچے جو بیت اللہ کو خراب کرنے آئے تھے تو ابابیلوں نے ان کو پتھروں سے ہلاک کر دیا تھا۔ امام بخاری نے کہا اس میں شک ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظِ قتل فرمایا یا فیل۔ اسی طرح ابو نعیم نے شک کیا ہے مگر ابو نعیم کے علاوہ دوسروں نے لفظِ فیل شک کے بغیر کہا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار، اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے ہاتھی روکے اور اس میں قتال کسی کے لئے حلال نہیں نہ ماضی میں حلال ہوا نہ اب کلام کرتے وقت اور نہ ہی مستقبل میں حلال ہوگا۔ شرح السنہ میں ہے کہ موذی درخت خاردار کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ایسے ہی خشک درخت کا کاٹنا ممنوع نہیں جیسے مردہ شکار پکڑنا ممنوع نہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حرم اور حل کا لفظ برابر ہے کہ اس کی گمشدگی سال بھر مشہوری کرے اگر اس مدت میں اس کا مالک نہ آئے تو اگر وہ فقیر ہے تو خود خرچ کرے ورنہ صدقہ کر دے مگر دونوں صورتوں میں خرچ یا صدقہ کرنے کے بعد مالک آجائے تو اس کی ضمان ادا کرنی واجب ہے۔

حدیث شریف میں ابو فلاں سے مراد ابو شاہ ہے اور "رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ" سے مراد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسری احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کا لکھنا جائز ہے۔ شعبی نے کہا جب کوئی شے سنو تو اسے لکھ لو اگرچہ دیوار پر لکھنا پڑے۔ جن احادیث میں لکھنا ممنوع مذکور ہے وہ

۱۱۳ــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ ثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِیْ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ عَنْ اَخِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدٌ اَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْهُ مِنِّيْ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَاِنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا اَكْتُبُ تَابَعَهٗ مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

وہ نہی تنزیہ پر محمول ہیں یا وہ منسوخ ہیں۔ گھاس کے استثنا کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ احکامِ شرع کی تحریم تحلیل میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: ابو نُعیم فضل بن دُکین یہ ان کا لقب ہے اور نام عمرو ہے وہ فقیہہ فاضل دیندار صاحب امانت اور حدیث میں مُتقن اور اس کے حافظ ہونے کے باوجود بہت خوش طبع اور مزاح تھے حدیث ع۴۹ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی بصری تیمی ہیں۔ ان کی کنیت ابومعاویہ ہے۔ مہدی کی خلافت میں ۱۶۴ ہجری کو بغداد میں فوت ہُوئے اور خیزران کے قبرستان میں مدفون ہُوئے۔ امام ابوحنیفہ اور علی بن جعد نے اُن سے احادیث بیان کی ہیں ع۳ یحییٰ بن ابی کثیر یمانی بصری ہیں ان کی کُنیت ابوالنصر ہے۔ ۱۲۲ ہجری میں فوت ہُوئے ع۳ ابوسلمہ عبداللہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اُن کا چہرہ دینار کی طرح تھا۔ حدیث ع۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

۱۱۳ــ ترجمہ : وہب بن مُنَبّہ نے اپنے بھائی ہمام بن مُنَبّہ سے روایت کی اُنھوں نے کہا میں نے ابوہریرہ کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں عبداللہ بن عمرو کے سوا کوئی مجھ سے زیادہ احادیث روایت نہیں کرتا کیونکہ عبداللہ بن عمرو حدیثیں لکھ لیتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ معمر نے ہمام سے اُنھوں نے ابوہریرہ سے اس کی متابعت کی ہے۔

۱۱۳ــ شرح : اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث کا لکھنا جائز ہے اور صحابی کا قول اور فعل حجت ہوتا ہے اس کے علاوہ کتابت حدیث پر استدلال سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن عمرو کی کتابت کی تقریر سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں حدیث کی کتابت کی جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض زبانی یاد کر لیتے تھے اور بعض لکھ لیتے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمرو کو حدیث لکھنے کی اجازت تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام جاہلیت

۱۱۴ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُومُوا عَنِّي وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ كِتَابِهِ

میں عبدشمس اور اسلام میں عبدالرحمٰن تھا ان کی والدہ میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے مسلمان ہوئی۔ ۷۔ ہجری میں جبکہ خیبر فتح ہوا وہ مدینہ منورہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان سے روایات سب صحابہ کی روایات سے زیادہ ہیں چنانچہ ۵۳۷۴ ۔احادیث انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیں۔ جن میں سے امام بخاری نے ۴۱۸ ۔احادیث ذکر کی ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسیان کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا چادر بچھادو اور اس میں ہوا سے ہاتھ پھیر کر کچھ ڈالا میں نے اسے سینہ سے ملا لیا پھر کبھی نہ بھولا وہ مروان بن حکم کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے ہیں ۵۹ ۔ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور بقیع میں مدفون ہیں۔ حدیث شریف میں جو مذکور ہے کہ عبداللہ بن عمرو ان سے زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں وہ نسیان کا علاج ہونے سے پہلے تھا۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: علی بن عبداللہ بن مدینی بہت بڑے امام ہیں حدیث ع۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۲ سفیان بن عیینہ ع۱ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۳ عمرو بن دینار مکی جمحی تابعی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ بہت بڑے امام صاحب مذہب ہیں۔ ۱۲۶۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۴ وہب بن منبہ کامل صنعانی تابعی، جلیل بہت کتابوں کی معرفت کی مہارت میں مشہور ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے اللہ کی کتابوں میں سے ۹۲ کتابیں پڑھی ہیں۔ ۱۱۴۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ یہ ان فارسیوں میں سے ہیں جنھیں کسریٰ نے یمن میں بھیجا تھا۔ ع۵ ہمام بن منبہ یہ وہب کے بھائی ہیں یہ بھی تابعی ہیں اور وہب سے عمر میں بڑے تھے۔ ۱۳۱۔ ہجری میں فوت ہوئے حدیث ع۴ کے تحت دیکھیں۔ عبداللہ بن عمرو کا تذکرہ حدیث ع۹ کے اسماء میں گزرا ہے۔

۱۱۳ کے اسماء رجال : علی بن عبداللہ بن مدینی بہت بڑے امام ہیں۔ حدیث ع۷ کے اسماء میں دیکھیں

۱۱۴ــ ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری زیادہ ہوگئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس کتابت کی چیزیں لاؤ، میں تمہارے لئے تحریر کردوں اس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے وہ ہمیں کافی ہے اس پر اہلِ مجلس میں اختلاف ہُوا اور مختلف آوازیں زیادہ ہوئیں تو آپ نے فرمایا: یہاں سے اُٹھ جاؤ، میرے پاس جھگڑا مناسب نہیں حضرت ابن عباس یہ کہتے ہوئے باہر آئے۔ مصیبت ہے بہت بڑی مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تحریر کے درمیان کیا حائل ہوگیا۔

۱۱۴ــ شرح: یہ جاننا ضروری ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تندرستی اور بیماری کی حالت میں جھوٹ اور احکامِ شرعیہ سے کسی شئی کے ردّو بدل میں معصوم ہیں اور اسی طرح مامور بہ کے بیان کے ترک اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ پر تبلیغ فرض فرمائی ہے۔ اس کے ترک سے بھی معصوم ہیں اور اجسام کے عارض ہونے والے امراض جن میں کوئی نقص نہ ہو سے معصوم نہیں۔ حدیث شریف میں حضرت عمر فاروق کے قول حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ، میں ان لوگوں کا ردّ ہے جنہوں نے جھگڑا کیا اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا ردّ نہیں ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر کا ارادہ فرمایا جبکہ اس میں کوئی مصلحت دیکھی یا اس بارے میں وحی آئی پھر اس کے ترک میں مصلحت دیکھی یا اس طرح کی وحی آئی اور ارادہ منسوخ کر دیا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "قُوْمُوْا عَنِّیْ" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حکم واجب نہ تھا، ورنہ لوگوں کے اختلاف کرنے سے اسے ترک نہ کرتے، ورنہ آپ کی مخالفت پر تبلیغ کا ترک لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ اہلِ تشیع کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر کرنا تھی جس میں عمر فاروق حائل واقع ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے خلافت تحریر کرنا تھی تو اس کے لئے کوئی قرینہ ہونا چاہیئے۔ دلیل کے بغیر دعویٰ بے کار ہوتا ہے۔ اہل سنت یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کے لئے خلافت لکھنا تھی؛ چنانچہ تفسیر صافی ص۷۱۶ ج ۲: میں قمی کا بیان ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر سے فرمایا میں تجھے ایک خفیہ بات کہتا ہوں اگر تُو نے کسی سے ذکر کیا تو تم پر اللہ کی لعنت اور سب فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہوگی! ام المؤمنین حفصہ نے کہا وہ کیا بات ہے فرمایا میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے پھر ان کے بعد تیرا باپ عمر خلیفہ ہوگا۔ ام المؤمنین نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہے۔ باقر مجلسی نے بھی حیات القلوب میں اسے ذکر کیا ہے نیز احقاق الحق کے ص۱۶ پر یہی ذکر کیا کہ ابوبکر اور عمر دونوں عادل اور منصف ہیں وہ حق پر رہے اور حق پر فوت ہوئے ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ نیز بخاری ص۱۰۷۲ "باب الاستخلاف" میں ہے۔ ایک عورت سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے ارشاد فرمایا پھر آنا۔ اُس نے کہا حضور اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں" اس کی مراد یہ تھی کہ آپ وفات فرما چکے ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر ہوں گے ان سے دریافت کرلینا۔ بخاری کے اسی باب میں ہے میں نے ارادہ کیا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو پیغام بھیجوں اور ان کے لئے خلافت

لکھ دوں ۔ اس حدیث کی رُو سے کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت بھی انہی کے لئے خلافت تحریر کرنا تھی اس کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ قطعًا یقین نہ تھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے خلافت تحریر کریں گے بخاری ص۹۲۷ " باب المعانقہ "، میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب اسی مرض میں وفات فرما جائیں گے ؛ کیونکہ میں بنی عبدالمطلب کے چہروں سے ان کی موت پہچان لیتا ہوں تم میرے ساتھ چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ آپ کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہوگا ؟ اگر خلافت ہماری ہو تو ہمیں اس کا پتہ چل جائے گا اگر کوئی اور خلیفہ ہو تو ہم اسے کہہ دیں گے اس بارے میں ہم آپ سے مشورہ کرلیں تاکہ آپ ہمیں وصیت فرما دیں ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم اگر ہم نے آپ سے خلافت کا سوال کیا اور آپ نے ہمارے لئے خلافت کا انکار کر دیا تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہ دیں گے ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت کے متعلق کبھی نہ پوچھوں گا ۔

معلوم ہوا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لئے خلافت کی وصیت نہ فرمائی تھی اور نہ ہی حضرت علی کو یہ معلوم تھا ، ورنہ وہ حضرت عباس کے کہنے پر ضرور فیصلہ کرالیتے نیز مرض کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا ان ایام میں اور کسی کو مصلّٰی پہ کھڑا ہونے کی اجازت نہ دی ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب نماز پڑھانے کے لئے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قرأت قرأت کی آواز سُن کر فرمایا " لا ، لا ، یعنی نہیں نہیں ۔

جس روز قرطاس کا واقعہ ہُوا تھا وہ جمعرات کا دن تھا اس کے چار روز بعد ہی آپ نے وفات فرمائی اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت لکھنی تھی تو ان ایام میں لکھی جاسکتی تھی ۔ بایں ہمہ کیا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کیسے حائل ہوسکتے ہیں ؟ جبکہ وہ آپ کے حضور اُونچی سانس بھی نہ لیتے تھے یہ تقریر اس تقدیر پر ہے جبکہ یہ خیال کیا جائے کہ آپ نے خلافت لکھنی تھی ممکن ہے کہ کوئی امور لکھنے کا ارادہ ہو جن کا لکھنا ضروری نہ تھا اس لئے چار روز گزر جانے کے بعد بھی کچھ نہ لکھا ۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت میں ابن عباس ان کے ساتھ تھے جبکہ وہ یہ بات کرتے ہُوئے باہر آئے تھے ۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اس حدیث شریف کو روایت کرتے وقت اُنھوں نے یہ الفاظ کہے تھے یعنی جس جگہ انہوں نے یہ حدیث بیان کی اس مکان سے یہ الفاظ کہتے ہُوئے باہر آئے اور فتنوں کے وقوع کے باعث اُنھوں نے تحدیث حدیث کے وقت اس تکلف کا اظہار کیا ۔ (حدالمرض عینی ، ن ا ئی)

اسماءِ رجال

یحیٰی بن سلیمان بن یحیٰی بن سعید جُعفی کوفی ہیں اُن کی کنیت ابوسعید ہے ۔ مصر میں سکونت پذیر تھے اور ۲۳۸ ہجری میں وہیں فوت ہُوئے ۔ ابن وہب عبداللہ کا تذکرہ حدیث ع۷ کے اسماء میں گزرا ہے اور یونس بن یزید ابن شہاب ، عبیداللہ بن عبداللہ کا کتاب الوحی میں تذکرہ ہوچکا ہے ۔

بَابُ الْعِلْمِ وَالْعِظَةِ بِاللَّيْلِ

۱۱۴ — حَدَّثَنَا صَدَقَةُ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ هِنْدٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ ح وَعَمْرٌو وَيَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ امْرَأَةٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتِ اسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا اُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتَنِ وَمَاذَا فُتِحَ مِنَ الْخَزَائِنِ اَيْقِظُوْا صَوَاحِبَ الْحُجَرِ فَرُبَّ كَاسِيَةٍ فِى الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِى الْاٰخِرَةِ

باب — رات کے وقت علم اور وعظ کرنا

۱۱۵ — ترجمہ : ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا : سبحان اللہ! اس رات کس قدر فتنے نازل ہوئے اور کس قدر خزانے کھلے، حجرہ والیوں کو بیدار کرو (عبادت کے لئے) بہت سی عورتیں جو دنیا میں نفیس کپڑے پہننے والی ہیں وہ آخرت میں ننگی ہوں گی ۔

۱۱۵ — شرح : یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے بعد فتنے ہوں گے اور صحابہ کے لئے خزانے کھلیں گے اور بیدار ہونے کے بعد اس کی حقیقی تعبیر فرمائی یا بیداری میں نیند سے پہلے یا بعد آپ کو وحی ہوئی یہ حدیث معجزہ ہے کیونکہ آپ کے بعد فتنے واقع ہوئے جیسا کہ مشہور ہے اور خزانے بھی کھلے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارس و روم اور دیگر بلاد پر قابض ہوئے "صواحب الحجر" سے مراد ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ یعنی بیبیوں کو خبردار کیا جاوے اور وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں "رُبَّ كَاسِيَاتٍ" سے وہ عورتیں مراد ہیں جو باریک لباس پہنتی ہیں جس سے ان کے جسم کا رنگ نظر آئے ایسی عورتوں کو آخرت میں اس کے باعث عذاب ہوگا یا وہ عورتیں مراد ہیں جو نفیس ترین قیمتی لباس پہنتی ہیں اور وہ آخرت میں نیکیوں سے خالی ہیں ان کو فرمایا کہ بقدر ضرورت لباس پہنیں اور باقی صدقہ کریں اور دنیا میں اسراف ترک کر دیں ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو چاہیئے کہ رات کی عبادت کے لئے گھر والوں کو بیدار کرے

اور بیدار ہونے کے بعد ذکر کرنا مستحب ہے اور تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا مستحب ہے۔

بعض محدثین نے اس جملہ کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنے کے موجب کا بیان ہے یعنی ان کو غافل نہ ہونا چاہیئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہیں لہٰذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ زوجیت مشرفہ کی چادر پہننے والی بہت عورتیں ہیں مگر جب ان کے عمل اچھے نہ ہوں گے تو یہ ان کو نفع نہ دے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ " یعنی ان کی آپس میں نسبیں نہ رہیں گی۔

غلام رسول پُرتقصیر (مؤلف تفہیم البخاری) عرض کرتا ہے کہ یہ مفہوم عام عورتوں میں لیا جا سکتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری نسب کے بغیر باقی تمام نسبیں منقطع ہوجائیں گی اسی لئے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیّدہ ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا کہ آپ کی نسبت منقطع نہ ہو لہٰذا فَلَا اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ کے تحت ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا صحیح نہیں۔ خیال کریں بعض ازواج وہ ہیں جن کو آپ نے جنت میں بہترین مکانات کی خوش خبری دی۔ بعض کا نکاح آسمانوں میں ہُوا، بعض کا خطبہ (منگنی) بذریعہ جبرائیل علیہ السلام ہُوئی پھر آیتِ تطہیر بھی ان کے حق میں نازل ہوئی۔ رضی اللہ عنہن"

اس کے علاوہ وہ فراشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ یہ ترجیحات ہوتے ہوئے اس جملہ سے ازواجِ نبی کیسے مُراد ہوسکتی ہیں؟

قولہ اَللَّيْلَةَ " یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ عنقریب آپ کے فتنے ہوں گے اور صحابہ کے لئے سب خزانے کھل جائیں گے اور بیدار ہونے کے بعد آپ نے تعبیر بیان فرمائی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، کیونکہ آپ کی خبر کے مطابق فتنوں کا وقوع ہُوا اور خزانے کھل گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فارس و روم پر مسلط ہوئے۔

اسماء رجال

ع ۱ : صَدَقہ بن فضل مروزی ان کی کنیت ابوالفضل ہے۔ ۲۲۶ ہجری میں فوت ہُوئے۔ ع ۲ ہند بنتِ حارث فارسیہ کہا گیا ہے کہ وہ قرشیہ ہے۔ وہ معبد بن مقداد کی بیوی ہیں ع ۳ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ ام المؤمنین مخزومیہ ہیں اور اسم گرامی ہند بنت اُمیہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر کے بعد آپ کو شرفِ زوجیت بخشا آپ بہت جمیلہ تھیں اور دو ہجرتیں کیں۔ ۵۹ ہجری میں انتقال فرماگئیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات میں سے سب سے آخر میں آپ ہی کا وصال ہُوا۔

ع ۴ : عمرو بن دینار جمحی مکی ہیں۔

ع ۵ : یحییٰ بن سعید انصاری سب کا ذکر ہوچکا ہے۔

بَابُ السَّمَرِ بِالْعِلْمِ

۱۱۶ــــ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَأَبِي بَكْرِ ابْنِ سُلَيْمٰنَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فِي اٰخِرِ حَيَاتِهٖ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ أَحَدٌ

باب ـــ رات سونے سے پہلے علم کی باتیں

۱۱۶ــــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخر میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو کھڑے ہو کر فرمایا تم اپنی اس رات کی خبر دو یقیناً اس رات سے سو سال کے آخر تک جو شخص اب زمین پر ہے ان میں سے کوئی باقی زندہ نہ رہے گا۔

۱۱۶ــــ شرح : یعنی جو شخص اس رات زمین کی پشت پر ہے وہ اس وقت سے لے کر سو سال کے بعد زندہ نہ رہے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرن اور صدی ختم ہو جائے گی یہ مراد نہیں کہ سو سال میں سب لوگ مرجائیں گے۔ کیونکہ اس میں اس رات کی قید ہے اور جو لوگ اس رات کے بعد پیدا ہوں گے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ زمین کی پشت سے مراد یہ ہے جو زمین پر رہتے ہیں لہذا خضر علیہ السلام پر یہ صادق نہیں، کیونکہ وہ زمین پر نہیں سمندر پر ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں میں ہیں۔ ابلیس لعین فضا میں ہے یا آگ میں ہے لہذا یہ حدیث ان کی موت پر دلالت نہیں کرتی۔ ابن بطال نے کہا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بتایا کہ ان کی عمریں بہت چھوٹی ہیں ان کو عبادت میں کوشش کرنی چاہیئے علاوہ ازیں اس میں خطاب اس امت کو ہے۔ مذکر راوٰد سے سوال ہی نہیں ہوسکتا یہ بھی ممکن ہے کہ مدینہ منورہ کے لوگوں سے خطاب ہو۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : سعید بن عُفیر مصری حدیث ۷۹ کے تحت ذکر ہو چکا ہے ۲ لیث بن سعد فہمی مصری حدیث ۳ کے تحت دیکھیں ۳ عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافران کی

۱۱۷ــــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ ثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا فِيْ لَيْلَتِهَا فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ ثُمَّ قَالَ نَامَ الْغُلَيِّمُ اَوْ كَلِمَةً تُشْبِهُهَا ثُمَّ قَامَ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ

کنیت ابوالولید ہے وہ مصری ہیں اور لیث بن سعد کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ۱۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۴ سالم بن عبداللہ حدیث ع۲۳ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۵ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ کا نام عبداللہ بن حذیفہ ہے۔ ان کی کنیت مشہور ہے۔ وہ تابعی قرشی عدوی ہیں۔

۱۱۷ــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک رات میمونہ بنت حارث جو میری خالہ ہیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں، کے گھر میں سویا۔ اس رات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر تشریف لے آئے اور چار رکعت نماز پڑھ کر سو گئے پھر بیدار ہوئے اور فرمایا چھوٹا بچہ سو گیا ہے یا اس کے مشابہ کوئی کلام فرمایا پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں اُٹھا اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا اور پانچ رکعت نماز اس کے بعد دو رکعت پڑھیں اور پھر سو گئے حتی کہ میں نے آپ کے خراٹے کی آواز سُنی پھر فجر کی نماز کے لئے آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔

۱۱۷ــ شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سوئے اور وضوء کئے بغیر بار بار نماز پڑھی یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ چت سونے سے آپ کا وضو نہ جاتا تھا کیونکہ آپ کی آنکھیں سوتی اور دل بیدار رہتا تھا۔ یہی حال ہر نبی کا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلان کئے بغیر نوافل باجماعت جائز ہیں اور نماز میں عمل قلیل جائز ہے اور محارم کے گھر بچے سو سکتے ہیں اگرچہ ان کے شوہران کے پاس ہوں۔ بچہ کی نماز صحیح ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا "اَلْغُلَیِّمُ" فرمانا اور ان کو نماز

بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ

۱۱۸ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ

ہیں دائیں طرف کرنا۔ رات میں علم کی باتیں ہیں کیونکہ غالباً اقارب جب گھر میں جمع ہوں تو ان میں محبت و پیار کی باتیں ہوتی ہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ آدم بن ابی ایاس تمیمی خراسانی ہیں حدیث ع۹ کے تحت دیکھیں۔

ع۲ حکم بن عُتَیبَہ بن منہال۔ ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عبداللہ ہے۔ کوفی فقیہہ عابد، قانت اور سنت کے پابند ہیں۔ وہ بہت بڑے فقیہہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ اگر تمام علماء منیٰ کی مسجد میں جمع ہوں تو وہ سب ان کا عیال ہیں جب وہ مدینہ منورہ آتے تو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستون ان کے لئے خالی کردیتے وہ اس کے پاس نماز پڑھتے ایک سو دس یا چودہ یا پندرہ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ سعید بن جُبیر والبی کوفی ہیں انہیں حجاج نے قتل کر دیا تھا حدیث ع۴ کے تحت دیکھیں۔

اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا

آپ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ یا سات ہجری میں نکاح کیا ان سے ۴۶۔ احادیث منقول ہیں جن میں سے امام بخاری نے آٹھ نقل کی ہیں اکاون ہجری کو مقام سرف میں انھوں نے وفات پائی اسی مقام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا۔ کہا گیا ہے کہ ۶۶۔ ہجری میں فوت ہوئیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ ان کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاتون سے نکاح نہیں کیا۔ وہ لُبابہ بنت حارث ھلالیہ جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کی ہمشیرہ ہیں ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی زیارت کرنے جایا کرتے تھے وہ لبابہ کبریٰ ہیں ان کی بہن لبابہ صغریٰ خالد کی والدہ ہے رضی اللہ عنہن۔

بابؒ علم یاد کرنا

۱۱۸ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ

أَكْثَرَ أَبُوهُرَيْرَةَ وَلَوْلَا آيَتَانِ فِي كِتَابِ اللهِ مَا حَدَّثْتُ حَدِيثًا ثُمَّ يَتْلُو إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى إِلَى قَوْلِهِ الرَّحِيمُ إِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَإِنَّ إِخْوَانَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الْعَمَلُ فِي أَمْوَالِهِمْ وَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَلْزَمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِبَعِ بَطْنِهِ وَيَحْضُرُ مَا لَا يَحْضُرُونَ وَيَحْفَظُ مَا لَا يَحْفَظُونَ

ابوہریرہ نے بہت حدیثیں روایت کی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یہ دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا پھر پڑھا اِنَّ الَّذِیْنَ الآیۃ بے شک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بازاروں میں تجارت مشغول رکھتی تھی اور انصاری بھائیوں کو اپنے اموال میں کاروبار مشغول رکھتا تھا (کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے) اور ابوہریرہ پیٹ بھر کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر رہتا اور ایسے اوقات میں حاضر رہتا جن میں لوگ حاضر نہ ہوتے تھے اور وہ باتیں یاد کرلیتا تھا جو لوگ یاد نہ کرتے تھے۔

۱۱۸— شرح : یعنی اگر اللہ تعالیٰ علم چھپانے والوں کی مذمت نہ کرتا تو میں ایک حدیث بھی تم سے بیان نہ کرتا، لیکن علم کا چھپانا حرام ہے اس لئے احادیث کا اظہار اور ان کی تبلیغ ضروری ہے اسی لئے میں نے بکثرت احادیث روائت کی ہیں کیونکہ مہاجرین و انصار تجارت اور کھیتی باڑی میں مصروف رہتے تھے اور میں صرف قوت پر قناعت کر کے رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں موجود رہتا تھا اور احادیث یاد کرتا رہتا تھا جبکہ وہ لوگ ایسا نہ کر سکتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثیں زیادہ بیان کرنا، تجارت کرنا، کاروبار کرنا اور پیٹ بھرنے پر ہی اکتفا کرنا مستحب ہے اور کبھی اشخاص کے اختلاف سے یہ مستحب اور واجب ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم!

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کیا بظاہر یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں؟ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرو کے سوا کوئی صحابی مجھ سے زیادہ روایات نہیں کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ معارضہ ہرگز نہیں، کیونکہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس احادیث زیادہ تھیں، لیکن اُنھوں نے زیادہ احادیث روائت نہیں کیں اور ابوہریرہ نے بکثرت احادیث روائت کی ہیں۔ لہٰذا دونوں کا محمل علیحدہ ہے اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو عام مہاجرین میں داخل ہیں اور ابوہریرہ کا کہنا ہے کہ مہاجرین تجارت میں مصروف رہتے تھے اس لئے

۱۱۹ — حَدَّثَنَا اَبُوْمُصْعَبٍ اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَسْمَعُ مِنْكَ حَدِیْثًا كَثِیْرًا اَنْسَاهُ قَالَ اُبْسُطْ رِدَآءَكَ فَبَسَطْتُهٗ فَغَرَفَ بِیَدَیْهِ ثُمَّ قَالَ ضُمَّ فَضَمَمْتُهٗ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا بَعْدُ

۱۲۰ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ بِهٰذَا اَوْ قَالَ فَغَرَفَ بِیَدِهٖ فِیْهِ

مجھے ان سے احادیث زیادہ یاد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ احادیث لکھ لیتے تھے اس لیے ضبط کے لحاظ سے انہیں زیادہ احادیث یاد تھیں اور ابو ہریرہ کو مطلق سماع کے اعتبار سے اکثریت حاصل ہے۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم حفظ کرنا چاہیے اور اس کی ہمیشہ جستجو کرنی چاہیے۔ اس حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بہت فضیلت ہے۔ نیز دُنیا کے حصول میں کمی کرنا افضل ہے۔ اور علم کو طلب دُنیا پر ترجیح دینی چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت اپنی ذات کی فضیلت بیان کرنا جائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

عبدالعزیز بن عبداللہ بن یحییٰ اُویسی عامری قرشی مدنی ہیں ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ع۲ مالک مشہور امام ہیں ع۳ ابن شہاب محمد بن مسلم زہری ہیں۔

ع۴ اعرج ابو داؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز قرشی ہیں۔ علماء نے کہا راوی کا ذکر اس کے لقب اور اس وصف سے بھی جائز ہے جسے وہ مکروہ جانتا ہو جبکہ اس کی ثنا مقصود ہو اور نقص کا ارادہ نہ ہو حدیث ع۲ کے اسماء میں دیکھیں۔

---

۱۱۹ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے بہت حدیثیں سُنتا ہوں مگر ان کو بھول جاتا ہوں آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلائیں میں نے چادر پھیلا ئی۔ ابوہریرہ نے کہا آپ نے دونوں مبارک ہاتھوں سے چلو بناکر چادر میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا اسے اپنے اُوپر لپیٹ لو اور میں نے اس کو لپیٹ لیا تو اس کے بعد کچھ نہ بھولا۔

۱۲۰ — ترجمہ: ابن ابی فُدیک نے اسی طرح روایت کی یا کہا اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بناکر اس میں ڈالے۔

۱۱۹ — ۱۲۰ —

شرح : نفی کے بعد نکرہ آجائے تو اس میں عموم ہوتا ہے جیسے کہ یہاں ہے معلوم ہوا کہ "لفظ شیئًا"، تمام اشیاء کو شامل ہے مگر حدیث کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ ابو ہریرہ کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کے بعد کوئی حدیث نہ بھولا چونکہ ایک روایت میں ہے "فَمَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا"، ہم پہلے کتاب العلم" کے باب ص۱۱۲ میں ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ عبداللہ بن عمرو کے سوا صحابہ میں مجھ سے زیادہ کوئی حدیث بیان نہیں کرتا ابتدائی حالت پر محمول ہے جبکہ ان کے لئے یہ دعا نہ فرمائی تھی اس وقت عبداللہ بن عمرو ان سے زیادہ احادیث جانتے تھے اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا برکت سے جب ان کا نسیان جاتا رہا تو ابو ہریرہ سب سے زیادہ احادیث نبویہ کے حافظ تھے۔

نسیان اگرچہ انسان کو لازم ہے حتی کہ بعض کہتے ہیں کہ انسان نسیان سے مشتق ہے مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نسیان کا ختم ہو جانا معجزہ ہے جب شئے حافظ اور مدرکہ دونوں سے نکل جائے تو نسیان ہو جاتا ہے اور جب صرف حافظہ سے نکل جائے اور مدرکہ میں باقی رہیں تو اس وقت سہو ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ احمد بن ابی بکر کی کنیت ابو مصعب ہے۔ اور یہ نام سے زیادہ مشہور ہے۔ اور ابو بکر کا نام قاسم بن حارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف ہے۔ وہ مدینہ منورہ کے قاضی امام مالک کے ساتھی ہیں۔ ۹۲۔ برس کی عمر میں ۲۴۲۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۲ محمد بن ابراہیم بن دینار۔ مدینہ منورہ کے مفتی تھے۔ ابو حاتم نے کہا وہ امام مالک کی طرح مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے ہیں۔ امام شافعی نے کہا میں نے امام مالک کے شاگردوں میں سے ان سے بڑا فقیہہ کوئی نہیں دیکھا۔ وہ ایک سو بیاسی ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ ابن ابی ذئب ان کا نام محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ بن حرث بن ابی ذئب ہے قرشی، مدنی، عامری ہیں امام احمد نے کہا ابن ابی ذئب امام مالک سے افضل ہیں لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ لوگوں کا تنقیہ کرنے میں اس سے زیادہ سخت ہیں۔ وہ ۱۵۹ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے ع۴ سعید بن ابی سعید مقبری مدنی ہیں۔

حدیث ۱۲۰ کے اسماء رجال

: ع۱ ابراہیم بن منذر۔ حدیث ع۵۶ میں ان کا ذکر گزرا ہے ع۲ ابن ابی فدیک وہ ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک ہیں۔ ابو فدیک کا نام دینار ہے وہ مدنی لیثی ہیں ۲۰۰۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

۱۲۱ — حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَخِیْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اَلْبُلْعُوْمُ مَجْرَى الطَّعَامِ۔

۱۲۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم کے دو نوع یاد کر لئے تھے اُن میں سے ایک نوع کو تو میں نے پھیلا دیا اور اگر دوسرے کو ظاہر کروں تو یہ گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ امام بخاری نے کہا "بُلْعُوْم" حلق ہے۔

۱۲۱ — شرح : حدیث شریف میں "وِعَاءَيْنِ" سے مراد علم کے دو نوع ہیں۔ پہلے سے مراد احادیث نبویہ اور احکام شریعت ہیں جنہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں پھیلایا کیونکہ اُن کی اشاعت ضروری تھی۔ دُوسرے نوع سے مراد قیامت کی علامات اور اشراط کی احادیث ہیں اور وہ امور مراد ہیں جنہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ دین میں فساد آ جائے گا لوگوں کے حالات بدل جائیں گے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی اِضاعت ہوگی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دینِ اسلام قریش کے بیوقوف نوجوانوں کے ہاتھوں سے خراب ہوگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں چاہوں تو ان نوجوانوں کے نام ذکر کر دوں، لیکن جان کے خطرہ کے باعث ان کی صراحت نہ کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف کرنے والے کو تصریح کرنے میں جب جان کا خطرہ ہو تو اشارات پر اکتفاء جائز ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ حدیث صوفیوں کے مشارب مخصوصہ پر استدلالات کا مدار ہے۔ اُنھوں نے کہا یہ ابوہریرہ اصحاب صُفّہ میں سے ممتاز شیخ ہیں جو طریقت میں ہمارے مشائخ ہیں وہ اسرار و خطباتِ امور کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان میں گفتگو کرتے ہیں اُنھوں نے کہا پہلے وِعاء سے مراد احکام و اخلاق کا علم ہے اور دوسرے سے مراد اسرار کا علم ہے جو اغیار کی نگاہوں سے مخفی ہے۔ انہیں صرف اہلِ معرفت ہی جانتے ہیں۔ ان میں سے بعض نے کہا : ؎ يَا رُبَّ جَوْهَرُ عِلْمٍ لَوْ اَبُوْحُ بِهٖ ؛ لَقِيْلَ لِیْ اَنْتَ مِمَّنْ يَعْبُدُ الْوَثَنَا " وَلَاسْتَحَلَّ رِجَالٌ مُسْلِمُوْنَ دَمِیْ ؛ يَرَوْنَ اَقْبَحَ مَا يَاْتُوْنَهٗ حَسَنًا "

ترجمہ : اے پروردگارِ عالم اگر میں علم کی حقیقت کو ظاہر کروں تو مجھے کہا جائے گا یہ ان لوگوں میں سے ہے جو بُت پرست ہیں۔ اور مسلمان میرے قتل کو حلال سمجھنے لگیں گے اور جو بُرے کام وہ کام کرتے ہیں انہیں اچھا جانیں گے "۔ ان میں سے بعض نے کہا علم مکنون اور سِترِ مصون یعنی

یعنی پوشیدہ اور مخفی علم اور محفوظ راز ہمارا علم ہے اور یہ عمل کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہے۔ اس میں وہی لوگ کامیاب ہیں جو مجاہدات کے بحر میں غوطہ زن ہیں اِس کا شعور صرف اُنہی حضرات کو ہے جو انوارِ مشاہدات کی خصوصیت کے حامل ہیں کیونکہ یہ اَسرار اور رُموزِ خفیہ قلوب میں متمکن اور مستحکم ہیں صرف ریاضت کرنے سے ہی ظاہر ہوتے ہیں اور یہ انوار ہیں جو غیوب میں درخشاں ہیں صرف نفوسِ قدسیہ کے لئے منکشف ہوتے ہیں جو برگزیدہ اور ممتاز شخصیات ہیں۔ میں کہتا ہوں جو کچھ ان حضرات نے کہا یہ درست ہے بشرطیکہ قواعدِ اسلامیہ ان کی مدافعت نہ کریں اور قواعدِ ایمانیہ ان کی نفی نہ کریں؛ کیونکہ حق کے سوا صرف گمراہی ہے۔ شیخ ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اس زمانہ کے بعض خود ساختہ صوفی جو لباس و گفتگو اور سماع کی ہیئت کذائیہ، رقص اور طہارت کے باعث غرور کرتے ہیں اور سجادات پر سَروں کو نیچا کر کے انہیں بغلوں تک لے جاتے ہیں جیسے کوئی فکر اور سوچ میں پڑا ہوتا ہے۔ بلند سانس اور گفتگو میں دھیمی آواز اختیار کرتے ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ یہ اُنہی لوگوں میں سے ہیں جو بحارِ معرفت کے غواص اور غوطہ زن ہیں حالانکہ مجاہدہ، ریاضت، مراقبۂ قلب اور ظاہر باطنی گناہوں سے پاکیزگی جو صوفیوں کے ابتدائی منازل ہیں کی مشقت برداشت نہیں کرتے اور نہ ہی معرفت کی مشکل اور کٹھن مسافت میں گامزن ہوتے ہیں اور نہ بھوک و پیاس کی نیرانِ محرقہ سے ابدان کی رطوبات کو خشک کرتے ہیں۔ اگر وہ اِن اُمور سے فارغ ہیں تو انہیں صوفی کہلانے کا ہرگز حق حاصل نہیں وہ اس کے مستحق کیسے ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ مذکورہ امور کے قریب تک نہیں گئے اور حرام و مشتبہ اور بادشاہوں کے عطایا اور اموال کی حرص کرتے ہیں۔ پیسہ، روٹی اور مرغن کھانوں میں رغبت کرتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی اشیاء پر حسد و بغض کرنے لگتے ہیں اور ایک دُوسرے کی عزت و آبرو کو پامال کرتے ہیں۔ ان کا مَردوں میں کچھ شمار نہیں بلکہ یہ تو معرکوں اور جنگوں میں بوڑھی عورتوں سے بھی زیادہ عاجز ہیں اگر ان کا کشفِ غطاء کیا جائے تو سوائے رسوائی کے ان کے پاس کچھ نہ ہوگا!

ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو علمِ معرفت، مجاہدۂ حق کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تمام مقامات اور احوال کو عبور کر لیا ہے۔ وہ صرف ان ناموں کو ہی جانتے ہیں اور یہ الفاظ یاد کئے ہوئے ہیں اور عارفین کے بلند پایہ کلمات کو بار بار زبان پر لا کر یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ ہی اعلیٰ علم ہے اور فقہا، مفسرین اور محدثین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حتیٰ کہ سادہ لوح لوگ اپنے کاروبار چھوڑ کر ان کے حلقہ بگوش ہو جاتے ہیں اور یہ جاہل صوفی ان سے ضعیف کلمات کا تکرار کرتے ہیں گویا کہ ان پر وحی نازل ہو رہی ہے اور اسرارِ مخفیہ کی خبریں دینے لگتے ہیں اور عبادت گو اور علماء کی تحقیر جانتے ہیں۔ عبادت گو کے بارے میں یوں کلام کرتے ہیں کہ یہ لوگ کرایہ دار ہیں جو مشقت کرتے ہیں اور علماء کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ اللہ سے دُور ہیں اور اپنے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ واصل باللہ ہیں۔ اور اللہ کے مقربین ہیں حالانکہ یہ عند اللہ فجار و منافقین اور اربابِ قلوب کے نزدیک حمقاء جاہلین ہیں ذکرہ۔

شیخ غزالی کا مذکور کلام ان متصوفہ کے متعلق ہے جو شریعت مطہرہ کے پابند نہیں اور صوفیوں کا لبادہ اوڑھ کر عوام کو اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر ان کی عزت و آبرو پامال کر کے غائب ہو جاتے ہیں۔ نتیجۃً لوگ اہلِ حق و معرفت

بَابُ الْاِنْصَاتِ لِلْعُلَمَاءِ

۱۲۲ــ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَلِیُّ بْنُ مُدْرِكٍ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ جَرِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ فِیْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ اِسْتَنْصِتِ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

اصفیاء کے متعلق بدگمانی کرنے لگتے ہیں انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر طائفہ میں چور و راہزن ہوتے ہیں۔ جو راہ گیروں کی ہیئات اختیار کر کے انہی کے لئے وبالِ جان بن جاتے ہیں۔ اِن مخلوقِ اللّٰهی مُتَلبِّسین راہزنوں سے خبردار رہنا بہت ضروری امر ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی گفتگو میں بعض امراء کے احوال کی طرف اشارہ کر دیتے تھے۔ لیکن خوفِ فتنہ کے باعث تصریح نہیں کرتے تھے چنانچہ وہ کہتے اے اللہ مجھے ساٹھویں سال کے سَر سے پناہ دے اور بچوں کی عمارت سے بچا اس سے وہ یزید بن معاویہ کی امارت کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ کیونکہ یزید کی امارت ساٹھ ہجری میں تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابوہریرہ کی دعا قبول فرمائی اور ایک سال پہلے وفات پا گئے۔

اسماءِ رجال : اس حدیث کے پانچ راوی ہیں۔ تمام کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

بابٌ ــ عُلماء کا کلام خاموشی سے سُننا ،،

۱۲۲ــ **ترجمہ** : حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کرو پھر فرمایا میرے بعد کافروں جیسے نہ ہو جانا کہ ایک دُوسرے کی گردنیں اڑانے لگو!

۱۲۲ــ **شرح** : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج میں لوگوں کو الوداع فرمایا تھا اس لئے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے افعال کافروں کے افعال کے مشابہ نہیں ہونے چاہئیں کہ جیسے وہ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تم بھی آپس میں ایسا کرنے لگو۔ یَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ اگر اسے مرفوع پڑھا جائے تو یہ پہلے جملہ لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِیْ كُفَّارًا

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْعَالِمِ اِذَا سُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَیَکِلُ الْعِلْمَ اِلَی اللهِ تَعَالٰی

۱۲۳ا۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ الْمُسْنَدِیُّ قَالَ ثَنَا

کا بیان ہوگا یا صفت کا نشفہ ہوگی ؛ کیونکہ کفار میں غالب یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں یعنی کافروں جیسے نہ ہو جاؤ جیسے وہ کرتے ہیں تم بھی کرنے لگو اور اگر دوسرا جملہ مجزوم ہو تو یہ نہی کا جواب ہوگا اس میں کفر اور ضرب دونوں سے منع کرنا ہوگا مصابیح کی شرح میں علامہ مظہری نے کہا یعنی جب میں دُنیا سے تشریف لے جاؤں تو تم میرے بعد ثابت قدم رہنا اور ایمان و تقویٰ پر مستحکم رہنا اور مسلمانوں سے محاربت نہ کرنا ۔ امام محی السنتہ نے کہا یعنی تمہارے افعال مسلمانوں کی گردنیں اُڑانے میں کفار کے افعال جیسے نہ ہوں (کرمانی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء کا کلام خاموشی سے سُننا چاہیئے اور طالب علموں پہ اساتذہ کی تعظیم واجب ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کی قراءت کے وقت خاموشی واجب ہے جیسے سرکار کی مجلس شریف میں خاموشی فرض تھی اسی طرح عالمِ دین کے پاس احتراماً خاموش رہے کیونکہ علماء سُنّت کو زندہ کرتے ہیں اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کو قائم کرتے ہیں ۔ واللہ اعلم !

اسماءِ رجال

: ع۱ حجاج بن منہال انماطی ع۲ شعبہ بن حجاج کا ذکر گزرا ہے ع۳ علی بن مُدرِک نخعی کوفی ہیں ۔ ایک سو بیس ہجری میں فوت ہوئے ۔

ع۴ ابوزرعہ بن عمرو کا نام ہرم بن عمرو بن جریر ہے حدیث ع۳۵ کے تحت دیکھیں ۔ ع۵ جریر بن عبداللہ بجلی ابوزرعہ کے دادا ہیں وہ بہت خوبصورت صاحب جمال تھے ۔ دراز قد تھا جو اونٹ کی کوہان تک پہنچتا تھا ان کی جوتی ایک گز لمبی تھی ۔ حدیث ع۵۴ کے تحت دیکھیں ۔

باب ـ جب عالم سے سوال پُوچھا جائے کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے ؟ تو مستحب یہ ہے کہ وہ علم کے اللہ کے حوالے کر دے ۔

سُفْيٰنُ قَالَ ثَنَا عَمْرٌو قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَوْفًا الْبَكَالِیَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى لَيْسَ مُوْسٰى بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ اِنَّمَا هُوَ مُوْسٰى اٰخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَامَ مُوْسَى النَّبِیُّ خَطِيْبًا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ اَیُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِیْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ بِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ احْمِلْ حُوْتًا فِیْ مِكْتَلٍ فَاِذَا فَقَدْتَّهٗ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ بِفَتَاهُ يُوْشَعَ بْنِ نُوْنٍ وَحَمَلَا حُوْتًا فِیْ مِكْتَلٍ حَتّٰى كَانَا عِنْدَ الصَّخْرَةِ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا فَنَامَا فَانْسَلَّ الْحُوْتُ مِنَ الْمِكْتَلِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمِهِمَا فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِیْ

١٢٣ ترجمہ: سعید بن جبیر نے کہا میں نے ابن عباس سے کہا کہ نوف بکالی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل والا موسیٰ نہیں وہ موسیٰ کوئی اور ہے۔ ابن عباس نے کہا وہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے ہم کو ابی بن کعب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی کہ اللہ کا نبی موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطاب کرنے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا سب لوگوں سے زیادہ عالم کون ہے؟ انہوں نے کہا میں سب سے زیادہ عالم ہوں تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو عتاب فرمایا جبکہ انھوں نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رد نہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپکی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک میرا بندہ مجمع البحرین میں ہے وہ تم سے زیادہ عالم ہے موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب اس کے ساتھ کیسے ملاقات ہو؟ ان سے کہا گیا کہ مچھلی توکرے میں رکھو جب اسے گم پاؤ وہاں میرا بندہ ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام چل پڑے اور ان کے ساتھ

أُمِرَ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ قَالَ مُوسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ إِذْ رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ أَوْ قَالَ تَسَجّٰى بِثَوْبِهٖ فَسَلَّمَ مُوسٰى فَقَالَ الْخَضِرُ وَأَنّٰى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ فَقَالَ أَنَا مُوسٰى فَقَالَ مُوسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلٰى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا مُوسٰى إِنِّي عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلٰى لَوْحٍ مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ مُوسٰى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلٰى

ان کے خادم یوشع بن نون بھی چل پڑے اور انھوں نے ٹوکرے میں مچھلی رکھ لی۔ حتیٰ کہ وہ پتھر کے پاس پہنچے تو اپنے سر رکھے اور سو گئے مچھلی ٹوکرے سے نکلی اور دریا میں اپنا راہ لیا موسیٰ اور ان کے خادم متعجب ہوئے وہ دونوں باقی رات اور دن چلتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ ہم کو اس سفر میں بہت مشقت ہوئی ہے۔ موسیٰ کو مشقت محسوس نہ ہوئی حتیٰ کہ وہ اس جگہ سے آگے نکل گئے جس کا ان کو حکم ملا تھا۔ ان کے خادم نے کہا آپ بتلائیں کہ جب ہم پتھر کے پاس ٹھہرے تھے میں مچھلی کو بھول گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم اسی کی تلاش میں تھے وہ اپنے قدموں کے آثار پہ لوٹ آئے جب اس پتھر کے پاس پہنچے تو وہاں ایک مرد کپڑا اوڑھے بیٹھا تھا یا کہا اس نے کپڑا اوڑھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کہا۔ خضر علیہ السلام

سفينتهم فخرقتها لتغرق أهلها قال ألم أقل إنك لن تستطيع معي صبرا
قال لا تؤاخذني بما نسيت ولا ترهقني من أمري عسرا قال فكانت
الأولى من موسى نسيانا فانطلقا فإذا غلام يلعب مع الغلمان فأخذ
الخضر برأسه من أعلاه فاقتلع رأسه بيده فقال موسى أقتلت
نفسا زكية بغير نفس قال ألم أقل لك إنك لن تستطيع معي صبرا
قال ابن عيينة وهذا أوكد فانطلقا حتى إذا أتيا أهل قرية استطعما
أهلها فأبوا أن يضيفوهما فوجدا فيها جدارا يريد أن ينقض قال
الخضر بيده فأقامه فقال له موسى لو شئت لاتخذت عليه أجرا
قال هذا فراق بيني وبينك قال النبي صلى الله عليه وسلم يرحم الله
موسى لوددنا لو صبر حتى يقص علينا من أمرهما قال محمد بن يوسف ثنا
به علي بن خشرم قال ثنا سفيان بن عيينة بطوله

نے کہا اس زمین میں سلام کہاں ؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں موسیٰ ہوں ۔ خضر علیہ السلام نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو ؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ اس شرط پہ رہوں کہ جو تم کو ہدایت سکھائی گئی ہے وہ آپ مجھے سکھا دیں ۔ خضر علیہ السلام نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے ۔
اے موسیٰ میں اللہ تعالیٰ کے علم سے ایسا علم رکھتا ہوں جو اُس نے مجھے سکھایا ہے آپ اس کو نہیں جانتے اور آپ ایسا علم رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اس کو میں نہیں جانتا ہوں ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے اور کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا وہ دونوں دریا کے کنارے چل پڑے ان کے پاس کشتی نہ تھی ۔ ایک کشتی ان کے پاس سے گزری ان دونوں اور یوشع نے ملاحوں سے بات کی کہ وہ ان کو کشتی پر سوار کر لیں حضرت خضر علیہ السلام پہچانے گئے (ملاحوں نے انہیں پہچان لیا) اور اُجرت کے بغیر ان کو کشتی میں بٹھا لیا ۔ پھر ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی ۔ اُس نے دریا میں ایک یا دو چونچیں ماریں تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ ۔ میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کی نسبت کچھ نہیں مگر اس

چڑیا کا دریا میں چونچ مارنے کی مثل ہے پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں سے ایک تختے کا قصد کیا اور اسے توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان لوگوں نے ہمیں اُجرت کے بغیر کشتی میں بٹھایا اور آپ نے ان کی کشتی کا قصد کیا اور اسے توڑ دیا تاکہ کشتی والوں کو غرق کرو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کرسکیں گے ؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرے بھول جانے کے باعث مواخذہ نہ کرو اور میرے امر میں مجھ پر تنگی نہ کرو موسیٰ علیہ السلام کا پہلا سوال بھول سے تھا۔ پھر دونوں چل پڑے۔ آگے ایک بچہ دوسرے بچوں سے کھیل رہا تھا خضر علیہ السلام نے اس کو سر سے پکڑا اور اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ الگ کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے بے گناہ بچہ کو کسی جرم کے بغیر قتل کر دیا ہے خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کرسکیں گے ابن عیینہ نے کہا اس میں تاکید زیادہ ہے پھر دونوں چلتے رہے حتیٰ کہ ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انھوں نے ان کو کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو تیزی سے گرنے کے قریب تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اگر آپ چاہتے تو اس کی اُجرت لیتے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا یہ سوال میری اور آپ کی جدائی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے۔ ہماری خواہش ہے کہ موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے حتیٰ کہ ہمارے لئے ان کا حال بیان کیا جاتا۔

۱۲۳ — **شرح** : اس حدیث کے ذکر سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ عالم سے جب سوال کیا جائے کہ سب سے بڑا عالم کون ہے تو اس کے جواب میں یہ کہے کہ سب سے بڑا عالم اللہ ہے اور اپنی طرف اعلمیت کی نسبت نہ کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگرچہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے کیونکہ نبی اعلم الزمان ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو یہ جواب پسند نہ تھا کیونکہ منصب نبوت کا مقتضیٰ انکسار و تواضع ہے اس لئے ان کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جانے کی تکلیف دی۔

یہ حدیث باب الخروج فی طلب العلم میں گزری ہے۔ جس جگہ مچھلی زندہ ہوئی تھی وہاں آب حیات کا چشمہ تھا اس کے پانی کی ہوا اور برودت مچھلی کو پہنچی تو وہ زندہ ہو کر ٹوکرے (زنبیل) سے نکل گئی اور دریا میں چلی گئی (کرمانی) جب پانی کی برودت اور اس کی ہوا سے مردہ زندہ ہوسکتا ہے تو اللہ کے نبیوں اور ولیوں کی نظر کرم سے بھی مردے زندہ ہوسکتے ہیں، مچھلی کا فقدان حضرت خضر کے وجدان کا سبب تھا جو ان کو وہاں کپڑا اوڑھے ہوئے مل گئے اور ان سے موسیٰ علیہ السلام کا سوال امور دین سے متعلق نہ تھا کیونکہ نبی امور دین سے ناواقف نہیں ہوتے اور حضرت خضر علیہ السلام کا ارشاد مَا نَقَصَ عِلْمِیْ وَعِلْمُكَ الخ میں متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے اور چڑیا کے چونچ میں قطرہ کی نسبت دریا کی طرف متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے مگر اس سے مقصود مماثلت ہر لحاظ سے نہیں بلکہ قلت و حقارت میں تشبیہ مراد ہے اور نقص کا یہاں مجازی معنی مراد ہے کہ اللہ کے علم کی نسبت میرا اور تیرا علم چڑیا کے چونچ مارنے اور دریا کی مثل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے لئے

بَابُ مَنْ سَأَلَ وَهُوَ قَائِمٌ عَالِمًا جَالِسًا

۱۲۴ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْقِتَالُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ اَحَدَنَا يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً فَرَفَعَ اِلَيْهِ رَاْسَهٗ قَالَ وَمَا رَفَعَ اِلَيْهِ رَاْسَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

سفر کرنا مستحب ہے اور لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ میں تینوں مساجد کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف سفر کرنا ممنوع ہے جبکہ مسافر کا قصد مسجد میں مزید ثواب مطلوب ہو اگر محض زیارت مراد ہو تو جائز ہے جیسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے۔ سفر کے لئے زاد راہ ہمراہ لینا جائز ہے اور مشائخ کا احترام کرنا اور ان پر اعتراض نہ کرنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے نیز اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کا اثبات اور اخبار عَنِ الْغَيْبِ ثابت ہوتا ہے۔

اسماء رجال : ۱ـ عبداللہ بن محمد جعفی مسندی حدیث ۵ـ سفیان بن عیینہ حدیث ۱ـ عمرو بن دینار مکی جمحی حدیث ۱۱۳ـ سعید بن جبیر حدیث ۴ـ کے اسماء رجال میں دیکھیں۔

باب — جس نے سوال پوچھا جبکہ وہ کھڑا ہو اور عالم بیٹھا ہو

۱۲۴ — ترجمہ : ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ! فی سبیل اللہ قتال کیا ہے کیونکہ ہم میں سے کوئی تو غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی غیرت کی وجہ سے لڑائی کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف سر مبارک اٹھایا۔ راوی نے کہا اس کی طرف سر مبارک نہ اٹھایا مگر اس لئے کہ وہ شخص کھڑا تھا اور فرمایا جس نے اس لئے لڑائی کی کہ اللہ تعالیٰ

بَابُ السُّؤَالِ وَالْفُتْيَا عِنْدَ رَمْيِ الْجِمَارِ

۱۲۵ — حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْجَمْرَةِ وَهُوَ يُسْاَلُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِيَ فَقَالَ اِرْمِ وَلَاحَرَجَ قَالَ اٰخَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ قَالَ انْحَرْ وَلَاحَرَجَ فَمَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَاحَرَجَ

کاکلمہ بلند ہو تو وہ لڑائی فی سبیل اللہ عزوجل ہے۔

۱۲۴ — شرح: قِتَال سے مراد مقاتِل ہے فَاِنَّ اَحَدَنَا اس پر قرینہ ہے گویا کہ اس شخص نے کہا فی سبیل اللہ مُقَاتِل کون ہے لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ سوال قتال کی کیفیت سے ہے اور جواب مُقَاتِل سے ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب مقدس کا حاصل یہ ہے کہ فی سبیل اللہ قتال کا منشا قوت عقلیہ ہے۔ قوتِ شہوانیہ یا قوتِ غضبیہ نہیں ہے۔ انہی تینوں پر انسانی قوت کا انحصار ہے۔ یہ حدیث جوامع کلم سے ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے ہیں اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیات پر ہے۔ مجاہدین کی فضیلت اسی صورت میں ہے جبکہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کریں۔

اسماء رجال: ع۱ عثمان بن محمد بن ابراہیم بن خوستی ان کی کنیت ابو الحسن ہے اور وہ ابن ابی شیبہ مشہور ہیں ع۲ جریر بن عبدالحمید ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے ع۳ منصور بن معتمر بن عبداللہ بن ربیعہ ع۴ ابو وائل شقیق بن سلمہ حضرمی یہ تمام حدیث ع۶۸ کے تحت دیکھیں ع۵ ابو موسیٰ اشعری حدیث ع۱۰ کے تحت دیکھیں۔

باب — کنکریاں مارتے وقت سوال وجواب

باب کے ساتھ حدیث شریف کی مناسبت مَارَفَعَ اِلَيْهِ رَاْسَهُ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ قَائِمًا میں ہے معلوم ہوا کہ

عالمِ دین بیٹھا ہو تو اس سے کھڑے ہو کر دینی مسائل دریافت کرنے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۱۲۵ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمرہ کے پاس دیکھا جبکہ آپ سے مسائل پوچھے جاتے تھے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے نحر کر لیا ہے آپ نے فرمایا اب رمی کر لو کوئی حرج نہیں۔ دُوسرے نے کہا یا رسول اللہ! میں نے نحر کرنے سے پہلے حلق کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا نحر کر دو کوئی حرج نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شئ سے متعلق جس کو وقت سے آگے یا پیچھے کیا گیا سوال نہ کیا گیا مگر (جواب میں) یہ فرمایا: کرو کوئی حرج نہیں۔

یہ حدیث باب الفتیاء علی الدّابۃ میں گزر چکی ہے۔ اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جب عالمِ دین اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مشغول ہو تو اس سے علمی مسائل پوچھنا اور محدث کا جواب دینا سب جائز ہیں کیونکہ وہ جس نیک کام میں مشغول ہو اس کو دوسرے نیک کام کے لئے چھوڑ سکتا ہے۔

اسماء رجال

ع۱ ابونعیم بن دُکین کوفی تیمی ہیں حدیث ع۴۹ کے تحت دیکھیں ع۲ عبدالعزیز بن ابی سلمہ مشہور یہی ہے، لیکن دراصل عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ماجشون ہے ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے وہ مدنی فقیہہ تیمی بغداد میں سکونت پذیر تھے اور وہیں ۱۶۴ ہجری میں فوت ہوئے مہدی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور قریش کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ یحییٰ بن معین نے کہا وہ قدری ہیں پھر سنت کی طرف رجوع کیا۔ "حدیث بیان کرنے کے" لائق نہیں تھے جب وہ بغداد میں آئے اور لوگوں نے ان سے حدیثیں لکھیں تو اُنھوں نے کہا لوگوں نے مجھے محدّث بنا دیا ہے بشر بن سری نے کہا ماجشون نے زہری سے سماعت نہیں کی۔ احمد بن سفیان نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ اُنھوں نے حدیث پیش کی۔ ابراہیم بن حربی نے کہا ماجشون فارسی لفظ ہے انہیں ماجشون اس لئے کہتے ہیں کہ اُن کے رُخسار سے سُرخ تھے تو فارسی میں انہیں "ماہ کون" کہا جاتا پھر مدینہ منورہ والوں نے اسے عربی ماجشون کہا غسانی نے کہا ماجشون کا نام یعقوب بن ابی سلمہ ہے اور ابوسلمہ کا نام میمون ہے۔ فارسی میں "ماہ کون" کا معنی گلابی رنگ والا ہے۔ بخاری نے تاریخ اوسط میں کہا ماجشون یعقوب بن ابی سلمہ کا لقب ہے۔ وہ عبداللہ بن ابی سلمہ کے بھائی ہیں دارقطنی نے کہا ان کا لقب ماجشون اس لئے ہے کہ ان کا چہرہ سُرخ تھا کہا جاتا ہے کہ سُکینہ بنت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا لقب بھی یہی تھا (عینی و کرمانی)

ع۳ عیسیٰ بن ابی طلحہ بن عبید اللہ قرشی تیمی ہیں اُن کی کنیت ابومحمد ہے۔ حدیث ع۸۱ کے تحت دیکھیں اور عبداللہ بن عمرو کا ذکر کئی بار گزرا ہے۔

بَابُ قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

۱۲۶ — حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ سُلَيْمٰنُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَرِبِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ مَعَهٗ فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ لَا يَجِيْءُ فِيْهِ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهٗ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَنَسْأَلَنَّهٗ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا الرُّوْحُ فَسَكَتَ فَقُلْتُ اِنَّهٗ يُوْحٰى اِلَيْهِ فَقُمْتُ فَلَمَّا انْجَلٰى عَنْهُ فَقَالَ وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا قَالَ الْاَعْمَشُ هِيَ كَذَا فِيْ قِرَاءَتِنَا وَمَآ اُوْتُوْا

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور تم کو علم نہیں دیا گیا مگر قلیل

۱۲۶ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے اُنھوں نے کہا ایک وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ منورہ کی خراب زمین میں چل رہا تھا جبکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چھڑی پر ٹیک لگائے ہوئے چل رہے تھے۔ آپ چند یہودیوں کے سامنے سے گزرے تو ان میں سے بعض نے ایک دوسرے سے کہا ان سے روح کے متعلق پوچھو۔ اُن میں بعض نے کہا ان سے کوئی شئ مت پوچھو وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ دیں

جس کو تم اچھا نہ جانو۔ بعض نے کہا ہم تو ان سے ضرور رُوح کے متعلق پوچھیں گے۔ پس ایک شخص ان میں سے کھڑا ہوا اور کہا اے ابو القاسم روح کیا ہے آپ خاموش رہے میں نے دل میں کہا آپ کو وحی کی جا رہی ہے ۔ اس لئے میں اُٹھ گیا اور جب وحی کی کیفیت ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا تم رُوح سے متعلق پوچھتے ہو تم کہہ دو روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا سا۔ اعمش نے کہا ہماری قرأت میں یہ اس طرح ہے :
" وَمَا أُوْتُوْا "

١٢٦ ـ شرح : اس باب کی پہلے باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے باب اور اس باب میں عالم سے سوال پوچھنے کا ذکر ہے ۔ لیکن پہلے باب میں سوال کا جواب ذکر کیا گیا ہے ، کیونکہ اسے معلوم کرنے کا سائل محتاج تھا اور اس باب میں جواب ذکر نہیں کیا گیا ، کیونکہ جواب نہ ذکر کرنے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہے چنانچہ مفسرین نے ذکر کیا کہ یہودیوں نے باہم جمع ہو کر مشورہ کیا کہ ہم محمد " صلی اللہ علیہ وسلم سے تین اشیاء پوچھتے ہیں ۔ اگر انھوں نے سب کا جواب دیا تو نبی نہیں اور اگر سب کا جواب نہ دیا تو جب بھی نبی نہیں اگر بعض کا جواب دیا اور بعض کا جواب نہ دیا تو نبی ہیں ۔ نیز اُن کی کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ،، سے روح سے متعلق پوچھا جائے گا تو وہ اس کا جواب نہیں دیں گے ، چنانچہ انھوں نے تین سوالات مرتب کئے ایک یہ کہ روح کیا شئ ہے ؟ دُوسرا یہ کہ پہلے زمانہ میں ایک جماعت گم ہوگئی تھی ۔ ان کا قصہ کیا ہے ؟ تیسرے یہ کہ ایک شخص مغرب سے مشرق تک پہنچا وہ کون ہے اور اس کا واقعہ کیا ہے ؟ تو اللہ تعالیٰ نے گم شدہ جماعت کے متعلق یہ آیت : اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ ،، نازل فرمائی اور مشرق و مغرب تک پہنچنے والے شخص کے متعلق فرمایا ،، يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ،، اور روح کے متعلق فرمایا : يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ،، یہ لوگ روح سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں آپ فرما دیں کہ رُوح میرے رب کا امر ہے اور تمہیں تو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ۔ کیونکہ اللہ کے علم کی نسبت تورات کا علم بہت تھوڑا ہے اس تقریر سے اس بات کی وضاحت ہے کہ یہودیوں کے عقیدہ میں روح سے متعلق سوال کا جواب نہ دینا معیارِ نبوت تھا ۔ اس لئے آپ نے اس سوال کا جواب نہ دیا ۔ رہی یہ بات کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم ہے یا نہیں تو اس کے متعلق امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلم کی شرح میں اس حدیث کے تحت ذکر کرتے ہیں " سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شریف عظیم تر ہے جبکہ آپ اللہ کے حبیب ہیں اور اس کی مخلوق کے سردار ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کرتے ہوئے فرمایا " وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ،، اللہ نے آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے ۔ اسی طرح علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ انھوں نے کہا اس آیت کریمہ میں اس بات پر ہرگز دلالت نہیں کہ روح معلوم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ۔ ں پہ کوئی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہ جانتے تھے ۔ معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کو رُوح کا علم تھا اور اس پر سکوت فرمانا عدمِ علم کی دلیل نہیں بلکہ سکوت میں نبوّت کی تصدیق فرمائی۔

علماء اور حکماء کا رُوح کے متعلق اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ رُوح کیا شئ ہے؟ انھوں نے اس کی تشریح میں غور و فکر کیا اور اس کی ماہیت کی دریافت میں اپنی ہمتیں صرف کر دیں جس پر اہلسنّت عام متکلمین کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ رُوح لطیف جسم ہے جو بدن میں اس طرح ساری ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی ساری ہے اور قبضِ رُوح کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقریر اس کی تائید کرتی ہے۔ یہ از سرِ نو پیدا ہونے والی اُن اشیاء سے ہے جو کسی مادہ کے بغیر لفظ "کُن" سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا رُوح کے بارے میں بہت لوگ میدانِ تیہہ میں پریشان پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح کا علم مخلوق پر مبہم رکھا ہے اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ یہاں تک انھوں نے کہہ دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ تھا۔ میں کہتا ہوں: جَلَّ مَنْصَبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَبِيْبُ اللّٰهِ وَسَيِّدُ خَلْقِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ غَيْرَ عَالِمٍ بِالرُّوْحِ وَكَيْفَ وَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا، وَقَدْ قَالَ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ لَيْسَ فِي الْاٰيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الرُّوْحَ لَا يُعْلَمُ وَلَا عَلٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهَا" عینی ص۲۰۱/۲۔ امام نووی اور علامہ عینی کی تقریر سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم ہے۔ اور روح کوئی ایسی چیز نہیں جو معلوم نہ ہو سکے اور آیت کریمہ میں قطعاً اس بات پر دلالت نہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ جانتے تھے اور یہودیوں کے سوال کے جواب میں آپ کا سکوت فرمانا نبوّت کی تصدیق کے لئے تھا کیونکہ اُنھوں نے آپس میں کہا تھا۔ اگر آپ رُوح کا جواب نہ دیں گے اور سکوت اختیار فرمائیں گے تو نبی ہیں "فَلْيَكُنْ عَلَيَّ مِنْكَ ذِكْرٌ"۔

اسماء رجال

ع۱ قیس بن حفص بن قعقاع بصری ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ۲۲۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ عبدالواحد بن زیاد بصری ہیں۔ ۱۷۶ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ سلیمان بن مہران اعمش ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ع۴ ابراہیم بن یزید نخعی ع۵ علقمہ بن قیس نخعی ابراہیم نخعی کی والدہ کے چچا یہ تینوں حدیث ع۳۱ کے اسماء میں مذکور ہیں اور اسی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی مذکور ہیں۔

عَسِيْبٌ" کھجور کی چھڑی جس کے پتے نہ نکلے ہوں۔ اگر اس کے پتے نکلے ہوں تو اسے شَعَفٌ کہتے ہیں۔

بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الْاِخْتِيَارِ مَخَافَةَ اَنْ يَقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ فَيَقَعُوْا فِىْ اَشَدَّ مِنْهُ

۱۲۷ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ لِىْ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَيْكَ كَثِيْرًا فَمَا حَدَّثَتْكَ فِى الْكَعْبَةِ قُلْتُ قَالَتْ لِىْ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ قَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ بِكُفْرٍ لَنَقَضْتُ الْكَعْبَةَ فَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ وَبَابًا يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ فَفَعَلَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ

باب — جس نے بعض مختار کام ترک کیا اس ڈر سے کہ بعض لوگوں کی عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں گی اور وہ اس سے سخت فتنہ میں واقع ہو جائیں گے!

۱۲۷ — ترجمہ : اسود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا تم سے اسرار کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ کعبہ کے بارے میں اُنھوں نے تم کو کیا خبر دی ہے ؟ میں نے کہا ام المؤمنین نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم کا زمانہ قریب نہ ہوتا۔ ابن زبیر نے کہا کہ کفر کے قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ کو شہید کر کے اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے باہر نکل جاتے پھر حضرت عبداللہ بن زبیر نے اسی طرح کر دیا۔

۱۲۷ — شرح : ام المؤمنین نے اسود سے فرمایا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مکرمہ کو قواعد ابراہیم علیہ السلام پر استوار کرنا چاہتے تھے۔ مگر یہ خطرہ محسوس کر کے یہ ارادہ

ترک کر دیا کہ قریش ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں کعبہ کی عظمت بہت زیادہ ہے ممکن ہے وہ اس حکمت کو سمجھ نہ سکیں اور کسی عظیم فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر کو بھی معلوم تھی اس لئے انھوں نے جلدی سے کہہ دیا ”بِکُفْرٍ“ اور اپنے عہدِ خلافت میں قواعدِ ابراہیم علیہ السلام پر کعبہ کی تعمیر کی اور حطیم کو داخل بیت اللہ کر دیا جیسا کہ مسلم شریف میں مذکور رہے مگر ان کے شہید ہو جانے کے بعد حجاج بن یوسف نے عبدالملک کے کہنے پر اسے پہلی بنیادوں پر تعمیر کیا۔ ہارون رشید نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کے مطابق کعبہ مکرمہ کو تعمیر کرانا چاہا۔ مگر امام مالک رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ کعبہ اس طرح حاکموں کا کھیل بن جائے گا اور اس کی ہیئت جاتی رہے گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی اچھا آسان کام کرنے میں لوگوں کے فتنہ کا خطرہ ہو تو اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ بشرطیکہ وہ فرض و واجب نہ ہو (کرمانی)

کعبہ مکرمہ پانچ مرتبہ بنایا گیا۔ سب سے پہلے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے بنایا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے اس کی دیواریں زمین بوس ہوگئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی دیواریں اُٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ پھر جاہلیت کے زمانہ میں قریش نے اُسے بنایا اس وقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے جبکہ آپ کی عمر شریف ۳۵ برس تھی۔ قریش نے بیت اللہ کا کچھ حصّہ خارج کعبہ کر دیا تھا جبکہ وہ خرچ نہ ہونے کے باعث پوری تعمیر سے قاصر ہو گئے تھے اور بیت اللہ کے خارج حصّہ کو حطیم کہا جاتا ہے۔ چوتھی بار اسے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا اور حطیم کو بیت اللہ میں داخل کر دیا پانچویں مرتبہ حجاج بن یوسف نے بنایا اور عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کی ہیئت تبدیل کر کے قریش کی بنیادوں پر اسے تعمیر کیا اور حطیم کو خارج کر دیا جب عبدالملک کو یہ خبر ملی کہ عبداللہ بن زبیر کی تعمیر صحیح تھی تو وہ اپنے کئے پر پچھتایا پھر ہارون الرشید نے اصلی بنیادوں پر تعمیر کا ارادہ کیا تو امام مالک نے فرمایا اس طرح لوگوں کے دلوں سے کعبہ کا رعب جاتا رہے گا اور یہ بادشاہوں کا کھیل بن جائے گا، چنانچہ اب کعبہ مکرمہ حجاج بن یوسف کی تعمیر پر ہے اور حطیم خارج ہے۔ حطیم کا کعبہ ہونا خبرِ واحد سے ثابت ہے اس لئے حطیم کی طرف منہ کرنے سے جبکہ اس سمت میں کعبہ نہ ہو نماز ادا نہ ہوگی مگر طواف کرتے وقت حطیم کو کعبہ میں احتیاطاً شامل کر لیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

ع ۱ عُبیداللہ بن موسیٰ بن باذام حدیث ع ۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع ۲ اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی ہمدانی کوفی ہیں ان کی کنیت ابو یوسف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے انہیں ثقہ کہا ہے اور ان کے حافظہ پر تعجب کرتے تھے۔ ۱۶۰ ہجری میں فوت ہوئے انھوں نے اپنے دادا ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی سے سماعت کی ہے۔ ابو اسحاق کا تذکرہ حدیث ع ۲۹ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ع ۳ اسود بن زید بن قیس نخعی ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن آپ کو نہیں دیکھا۔ وہ ۷۵ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے انھوں نے حج اور عمرہ کے لئے اسی ۸۰ بار سفر کیا اور دونوں

بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ

كَرَاهِيَةَ أَنْ لَا يَفْهَمُوْا وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللهُ وَرَسُوْلُهُ

۱۲۸ — حَدَّثَنَا بِهٖ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مَعْرُوْفٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

کو جمع نہ کیا۔ اسی طرح ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن اسود نے حج اور عمرہ کے لئے اسی بار سفر کیا اور دونوں کو جمع نہ کیا اور وہ تلبیہ میں یوں کہتے تھے در لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ أَنَا الْحَاجُّ بْنُ الْحَاجِّ۔ وہ ہر روز سات سو رکعتیں نماز پڑھتے تھے۔ وہ عظیم مضبوط انسان تھے لوگ اسود کی اولاد کو جنتی کہتے تھے ۴؎ ابن زبیر یعنی عبداللہ بن زبیر امیر المؤمنین اور اسلام میں پہلے نومولود ہیں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب — جس نے ایک قوم کو علم سے خاص کیا اور دوسری قوم کو علم نہ سکھایا یہ مکروہ جانتے ہوئے کہ وہ نہ سمجھیں گے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لوگوں سے وہ کلام کرو جسے وہ سمجھیں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے دوسرے اسناد میں ابو الطفیل نے حضرت علی سے اس طرح روائت کی۔

۱۲۸ — شرح : یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام وہ کرو جس کو لوگوں کی عقلیں سمجھیں، کیونکہ جب کوئی شخص کلام سنے اور اسے نہ سمجھے اور اپنی جہالت کے باعث اس کے استحالہ کا اعتقاد کرے یا اس کو ممکن نہ جانے تو اس کے وجود کی تصدیق نہ کرے گا اور جب اس کا اسناد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف کیا جائے تو ان کی تکذیب

۱۲۹ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رَدِيْفُهٗ عَلَى الرَّحْلِ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ

لازم آئے گی۔ اس لئے ایسے لوگوں سے وہ گفتگو کریں جسے وہ سمجھیں۔ ابوالطفیل احد کی جنگ کے سال پیدا ہوئے۔ اُنھوں نے نبوت کے زمانہ کے آٹھ سال پائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو احادیث روائت کی ہیں۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موافقت میں تھے۔ کوفہ میں رہے اس کے بعد مکہ مکرمہ میں اقامت کرلی اور ۱۱۰ھ سو ہجری میں فوت ہوئے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی گویا کہ وہ صحابہ میں آخری چراغ تھے! واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماءِ رجال

: عبید اللہ بن موسیٰ بن باذام حدیث ع۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۲ معروف بن خربوذ مکی ہیں۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف کہا ہے ع۳ ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی کنانی ہیں۔ جنگِ اُحد کے سال پیدا ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آٹھ سال پائے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں میں سے تھے کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ پھر مکہ میں اقامت کرلی اور سو ہجری میں وہیں فوت ہوگئے۔ ساری زمین پر موجود صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں یہ فوت ہوئے تھے۔ اس اسناد کو متن سے مؤخر اس لئے کیا کہ حدیث کے اسناد اور اثر کے اسناد کے طریقہ میں فرق ہوجائے یا اس لئے کہ ابن خربوذ کے اسناد میں ضعف تھا یا تفنّن کے لئے اور مقصود ادا کرنے میں دونوں امر جائز ہیں۔ اسی لئے بعض نسخوں میں اسناد متن سے مقدم ہے (کرمانی) ع۴ اسحاق بن راہویہ وہ اسحاق بن ابراہیم بن مخلد حنظلی مروزی ہیں۔ نیشاپور میں سکونت پذیر تھے۔ عبد اللہ بن طاہر نے کہا اسحاق سے پوچھا گیا کہ آپ کو راہویہ کیوں کہا جاتا ہے اُنھوں نے کہا میرے والد مکہ مکرمہ کے راستہ میں پیدا ہوئے تھے اور وہ فارسی میں راہ ہے وہ ۲۳۷ ہجری کو نیشاپور میں فوت ہوئے ع۵ معاذ بن ہشام بن ابی عبد اللہ دستوائی بصری ہیں۔ دوسو ہجری میں فوت ہوئے۔ ہشام کا ذکر ہوچکا ہے۔ ع۶ قتادہ سدوسی بصری ہیں حدیث ع۱۲ کے اسماء میں گزرا ہے۔ معاذ بن جبل کا ذکر ہوچکا ہے۔

---

۱۲۹ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبکہ

قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلٰثًا قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِّنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُبِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذًا يَّتَّكِلُوْا وَاَخْبَرَبِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ ایک ہی کجاوے پر سوار تھے ۔ اے معاذ بن جبل! اُنھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک، آپ نے فرمایا اے معاذ اُنھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک! تین بار آپ نے معاذ کو یہ فرمایا اس کے بعد فرمایا نہیں ہے کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ کی رسالت کی صدق قلب سے گواہی دے مگر اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ معاذ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ کردوں؟ وہ خوش ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس وقت وہ اس پہ توکل کر بیٹھیں گے پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے گناہ سے بچتے ہوئے اپنی وفات کے وقت اس کی لوگوں کو خبر دی ۔

۱۲۹ـــ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے تین بار حضرت معاذ بن جبل کو پکارا، اور انہوں نے بار بار لبیک وسعدیک عرض کی یعنی یا رسول اللہ میں آپ کی طاعت میں کھڑا ہوں اور آپ کی تابعداری میں مستعد ہوں ۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے توحید و رسالت کی تلقین میں فرمایا کہ وہ صدق قلب سے کلمہ پڑھے ۔ آپ نے اس سے منافقین کو اس لئے خارج کیا کہ وہ صرف زبانی کلمہ پڑھتے تھے ۔ حضرت معاذ نے کتمانِ علم سے بچتے ہوئے وفات کے وقت لوگوں کو اس کی خبر دی اس میں آپ کی مخالفت نہیں؛ کیونکہ وہ اس وقت لازم آتی ہے جبکہ توکل کی قید سے مقیّد ہو جب قید اٹھ گئی تو مخالفت بھی نہ رہی اس کی تفصیل یہ ہے کہ شروع اسلام میں لوگ نئے نئے مسلمان تھے اگر ان کو یہ خبر دی جاتی تو وہ یہ اعتماد کر لیتے کہ انسان کی نجات کے لئے توحید و رسالت کا اقرار کر لینا ہی کافی ہے عمل کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اس وقت وہ اعتماد کرلیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ قید نہ رہے گی اور لوگ دین مستقیم میں ثابت ہو جائیں گے اور عبادت میں حرص کرنے لگیں گے اور ان کو یہ یقین ہو جائے گا کہ اللہ کی عبادت سے تقرب الٰہی حاصل ہوتا ہے تو پھر اس کی خبر دینے میں کوئی حرج نہ ہوگا اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات کے آخری لمحات میں اس کی خبر دی جبکہ جملہ مذکورہ باتیں مستحکم ہو گئیں تاکہ کتمانِ علم لازم نہ آئے اور توکل کا خطرہ بھی زائل ہو گیا۔ یہ تقریر اس سے بہتر ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خواص کو اس کی خبر دی کیونکہ اس جواب میں لفظ "اذاً" کا فائدہ نہ ہوگا؛ کیونکہ اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خبر دینا مناسب نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام سب کے

۱۲۹ ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمُعَاذٍ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ أَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَّكِلُوا

سب ہی خواص تھے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ کلمہ شہادت سے مراد یہ ہے کہ جملہ اعتقادات اور شریعت مطہرہ کے احکام پر اعتماد کرکے یہ اقرار کرے جس میں ایمانی امور، حقوق العباد اور اعمال دخل ہیں صرف زبانی تلفظ کافی نہیں۔ حدیث شریف کے باب کے عنوان میں اگرچہ قوم کی تخصیص ہے اور حدیث شریف میں صرف ایک شخص کا ذکر ہے مگر باب کا مقصود ... عام ہے یعنی ایک شخص یا زیادہ کو علم سے خاص کرے یا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ امت تھے جو اللہ تعالیٰ کے تابعدار اور اس کی طرف مائل تھے اور ایک شخص پر اُمّت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم معاذ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے تھے واللہ اعلم

اسماء رجال

: ع۱ مسدد کئی بار گزرا ہے ع۲ مُعتمر بن سلیمان بن طرخان بصری ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ۱۸۷ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے جس روز ان کا وصال ہُوا تھا لوگ کہتے تھے آج سب لوگوں سے زیادہ عابد فوت ہو گئے ہیں ان کے والد سلیمان کو تیمی کہا جاتا ہے۔ وہ بنی مرہ کے آزاد کردہ تھے۔ وہ ان میں آئے جب اُنھوں نے اثباتِ قدر کا عقیدہ ظاہر کیا تو لوگوں نے انہیں باہر نکال دیا تو بنو تیم نے انہیں قبول کیا اور اپنا پیشوا تسلیم کیا اس لئے وہ ان کے امام تھے۔ اس لئے انہیں تیمی کہا جاتا ہے شعبہ نے کہا میں نے سلیمان سا کوئی شخص سچا نہیں دیکھا جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث بیان کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور سلیمان کا شک بھی یقین کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ عشاء کے وضوء سے ساری رات نماز میں گزارتے تھے وہ اور ان کا بیٹا مُعتمر رات کو مساجد میں پھرا کرتے تھے کبھی اِس مسجد میں کبھی اس مسجد میں نماز پڑھتے ان کے مناقب بہت ہیں ۱۴۳ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے ع۳ حضرت انس کا ذکر کئی بار گزرا ہے۔

---

۱۲۹ ـــ ترجمہ : معتمر نے خبر دی کہ میں نے اپنے باپ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ میں نے انس کو یہ فرماتے ہوئے سُنا اُنھوں نے مجھے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتا ہے۔ وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ معاذ نے کہا کیا میں اس کی لوگوں کو خبر نہ دوں فرمایا نہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس پر ہی بھروسہ کرلیں گے۔

۱۲۹ ـــ شرح : یعنی جو شخص موت کے وقت موحد ہو اور رسالت کا بھی مقر ہو نجات کے لئے

بَابُ الْحَيَاءِ فِى الْعِلْمِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ مُسْتَحْيٍ وَلَا مُسْتَكْبِرٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ يَمْنَعْهُنَّ الْحَيَاءُ اَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِى الدِّيْنِ

۱۳۰ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِىْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَتَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا

صرف موحد ہونا کافی نہیں لہٰذا توحید کے بعد رسالت کی تصدیق ضروری ہے یا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت تھا جبکہ آپ نے بعض لوگوں کے اس اعتقاد پر اطلاع پائی کہ مشرک بھی جنت میں جائیں گے اس فاسد اعتقاد کا رد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا جو شخص فوت ہو حالانکہ وہ اللہ کا شریک نہ بناتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا جس کا توحید و رسالت پر مستحکم ایمان ہو وہ یقیناً جنت میں جائے گا اگرچہ اُس نے کوئی عمل نہ کیا ہو وہ دوزخ میں سزا بھگت کر جائے یا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے بغیر حساب جنتی کر دے۔ ابن بطال نے کہا یہ کلام نزولِ فرائض سے قبل تھا یا ان لوگوں کے لئے ہے۔ جنہوں نے اسلام کے حقوق ادا کئے ہوں اور موت کے وقت توبہ کر لی ہو۔ واللہ اعلم! باقی تقریر ص میں گزر چکی ہے۔

باب — علم میں شرم و حیا کرنا

مجاہد نے کہا حیا کرنے والا اور متکبر علم نہیں پڑھ سکتا۔ ام المؤمنین عائشہ نے فرمایا انصار کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں دین میں مسائل سمجھنے سے انہیں شرم و حیاء منع نہیں کرتا

۱۲۰ — **ترجمہ:** زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ نے کہا ام سلیم (انس کی والدہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بتانے سے رُکتا نہیں کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ منی کو دیکھے اس وقت اس پر غسل واجب ہے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا یا رسول اللہ! کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے؟ فرمایا ہاں! تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں! پھر کس لئے اس کا بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

۱۲۰ — **شرح:** یعنی اس باب سے امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ حیاء جو طلب علم سے منع کرے وہ مذموم ہے اسی لئے مجاہد اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے ابتداء کی اور وہ حیاء جو توقیر و اجلال کے اعتبار سے ہو وہ حسن ہے جیسے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حیاء کی وجہ سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا احتلام پر تعجب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن احتلام سے محفوظ تھیں، کیونکہ اس میں شیطان کا تصرف ہوتا ہے اور امہات المؤمنین شیطان کے تصرف سے محفوظ تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تعجب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ خاتون جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں متوقع ہو اگرچہ وہ کسی زمانہ میں کسی اور کے نکاح میں ہو وہ بھی ابتداءً احتلام سے محفوظ ہوتی ہے جیسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو اس سے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں مگر اس زمانہ میں بھی ان کو کبھی احتلام نہ ہوا تھا۔ اسی لئے ابوسلمہ کے فوت ہونے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تو ام سلیم کے قول پر تعجب کیا اگر ابوسلمہ کے ساتھ نکاح کے زمانہ میں ان کو احتلام ہوتا تو وہ اس پر ہرگز تعجب نہ کرتیں۔ معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونے والی بیوی یا بیویاں ابتداءً ہی احتلام سے محفوظ ہوتی ہیں یہ سید عالم کی عظمت و شرافت کا صدقہ ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا یعنی بچہ کبھی ماں کے مشابہ اس لئے ہوتا ہے کہ جماع کے وقت اس کی منی بچے کے باپ کی منی پر غالب آ جاتی ہے۔ جس عورت سے مجامعت کے وقت منی کا انزال ہو اس سے احتلام کے وقت انزال ممکن ہے چونکہ عورت احتلام میں مرد کی مثل ہے اس لئے محض احتلام سے غسل واجب نہ ہوگا جب تک اس میں انزال منی نہ ہو۔ اسی لئے جس نے خواب میں احتلام دیکھا مگر انزال نہ پایا گیا اس پر غسل واجب نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماءِ رجال: ع۱ محمد بن سلام بیکندی کا ذکر حدیث ع۱۹ کے اسماء میں۔ ع۲ ابومعاویہ محمد بن خازم تمیمی کا حدیث ع۹ کے اسماء میں ع۳ ہشام بن عروہ کا حدیث ع۲ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ع۴ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کی بیٹی ہیں۔ عبداللہ کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ وہ شرف و فضیلت کے باعث والدہ کی طرف منسوب ہیں، کیونکہ وہ جناب

١٣١ — حدثنا اسمعيل قال حدثني مالك عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من الشجر شجرة لا يسقط ورقها وهي مثل المسلم حدثوني ما هي فوقع الناس في شجر البادية ووقع في نفسي انها النخلة قال عبد الله فاستحييت قالوا يا رسول الله اخبرنا بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هي النخلة قال عبد الله فحدثت ابي بما وقع في نفسي فقال لان تكون قلتها احب الي من ان يكون لي كذا وكذا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ ہیں ان کا نام برّہ تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام تبدیل کرکے زینب نام رکھا وہ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے زیادہ فقیہہ تھیں حرّہ کے واقعہ کے بعد وفات پاگئیں۔ امام بخاری نے ان کی ایک حدیث ذکر کی ہے ع۵ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہند بنت ابی اُمیہ ہیں اُنھوں نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں زینب اور سلمہ پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ سب عورتوں سے پہلے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ ابوسلمہ کے چار ہجری کو فوت ہوجانے کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا۔ حدیث ع۱۱۰ کے اسماء میں دیکھیں ع۶ اُمِ سُلیم بنت ملحان نجاریہ انصاریہ ہیں ان کا نام سہلہ یا رملہ یا رُمیثہ یا مُلیکہ یا غُمیصاء یا رُمیصاء ہے۔ ان سے مالک بن نضر نے نکاح کیا جو حضرت انس کا والد ہے اور شرک کی حالت میں قتل ہوگیا تھا۔ اس کے بعد اُمّ سلیم نے اسلام قبول کیا تو ابوطلحہ نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا جبکہ وہ بھی مشرک تھے۔ لیکن ام سلیم نے پیغام مسترد کرنے کے بعد کہا کہ وہ مسلمان ہوجائے چنانچہ ابوطلحہ نے ان سے نکاح کرلیا۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چودہ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بخاری نے صرف تین روایت کی ہیں۔ ام سلیم فاضلات صحابیات میں سے ہیں۔

١٣١ — **ترجمہ** : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔ مجھے خبر دو وہ کونسا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے درختوں میں مشغول ہوگئے۔ میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہی ہوسکتا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں شرم و حیاء میں رہا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ ہمیں اس درخت سے خبردار فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ حضرت عبداللہ نے

بَابُ مَنِ اسْتَحْيٰى فَاَمَرَ غَيْرَهٗ بِالسُّؤَالِ

۱۳۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ اَنْ يَّسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ فِيْهِ الْوُضُوْءُ

کہا جو کچھ میرے دل میں آیا تھا میں نے اس کی خبر اپنے والد کو دی تو اُنھوں نے کہا کہ تمہارا درخت کا ذکر کردینا مجھے کثیر مال و دولت سے زیادہ محبوب تھا۔

۱۳۱۔ شرح: یعنی دین کے امور میں شرم کرنا اچھا نہیں تھا۔ ابن بطال نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ خواہش کرنا کہ ان کا صاحبزادہ اپنی ذہنی فقاہت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ بیٹے کے عالم ہونے میں باپ کے لئے فرح و سرور کرنا مستحب ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا خیال ہو کہ جواب سے خوش ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا عالم بیٹا اس کا بہترین سرمایہ ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال: اسماعیل بن اُویس حدیث ۲۱، ۳، عبداللہ بن دینار حدیث ۸ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — جس نے شرم کی اور اپنے غیر کو حکم دیا کہ وہ پوچھے

۱۳۲۔ ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں بہت مذی والا شخص تھا میں نے مقداد سے کہا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ اُنھوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں وضوء ہے۔

۱۳۲۔ شرح: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مذی سے متعلق سوال کرنے سے اس لئے حیاء کیا

کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ خاتون جنّت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں ایسا حیا محمود ہے؛ کیونکہ اس حیاء میں تعلّم سے امتناع نہیں جبکہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیج دے۔ معلوم ہُوا کہ استفتاء میں نائب بنانا جائز ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوال کے وقت مجلس میں موجود ہوں اور بنفسہٖ سوال کرنے سے حیاء کیا اور مقداد کے ذریعہ مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ سسرال کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیئے اور ان کی موجودگی میں عورتوں سے جماع سے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

: عبداللہ بن داؤد بن عامر خُرَیبی خُرَیبہ بصرہ میں ایک محلّہ ہے۔ اس طرف منسوب ہیں ہمدانی کوفی الاصل ہیں ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عبدالرحمٰن ہے اُنھوں نے کہا میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا صرف ایک بار کمسنی میں میرے والد نے کہا تھا کہ کتاب کے پاس گیا تھا؟ میں نے کہا کیوں نہیں حالانکہ میں گیا نہیں تھا۔ اُنھوں نے کہا بہت دفعہ میں خُریبہ سے بصرہ میں گھر کے لئے کوئی شئی خریدنے داخل ہوتا تو تلبیہ کہنے والے کا تلبیہ سُنتا تو اسی حالت میں مکہ مکرمہ کی طرف چلا جاتا وہ ۲۱۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ اَعمش سلیمان بن مہران سید المحدثین ہیں انہیں سچ بولنے کے باعث مصحف کہا جاتا تھا۔ کئی بار گزرا ہے۔ مُنذِر بن یعلی کوفی ہیں۔ اُنھوں نے کہا میں محمد حنفیہ کی خدمت میں رہتا تھا حتّٰی کہ ان کی بعض اولاد یہ کہتی کہ یہ خبط ہمارے والد پر غلبہ کر گیا ہے۔ محمد بن حنفیہ وہ محمد بن علی بن ابی طالب ہاشمی ہیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، لیکن وہ ابن حنفیہ مشہور ہیں۔ حنفیہ ان کی والدہ ہیں ان کا نام خولہ بنت جعفر حنفی یمامی ہے۔ وہ بنی حنفیہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ حضرت علی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر آپ کے بعد میرا کوئی بچہ پیدا ہو تو میں اس کا نام اور کنیت آپ کی کنیت رکھ سکتا ہوں "یعنی ابوالقاسم محمد" آپ نے فرمایا رکھ لو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اختتام سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایات ذکر کی ہیں ان سے محمد بن حنفیہ کی روایت صحیح تر ہے۔ وہ اکیاسی ہجری میں فوت ہُوئے۔ ایک روایت کے مطابق ۱۱۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ اس اسناد میں اعمش تابعی مُنذر غیر تابعی سے روایت کرتے ہیں۔ پہلے دونوں راوی بصری درمیان والے دونوں کوفی اور آخر میں دو راوی ہاشمی حجازی ہیں۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

حضرت مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بہرانی کندی ہیں انہیں ابنِ اسود بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسود بن عبد یغوث نے ان کی تربیت کی تھی یا انہیں متبنّٰی بنایا تھا یا ان سے عقدِ حلف کیا تھا یا ان کی ماں سے نکاح کیا تھا۔ انہیں کندی اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بہران میں کسی کو قتل کر دیا تھا پھر بھاگ کر کندہ چلے گئے اور اُن سے عقدِ حلف کر لیا تھا۔ پھر وہاں کسی کو قتل کر کے بھاگ کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور اَسود سے عقدِ حلف کر لیا وہ پہلے مسلمانوں میں سے

بَابُ ذِكْرِ الْعِلْمِ وَالْفُتْيَا فِى الْمَسْجِدِ

۱۳۳ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا نَافِعٌ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا قَامَ فِى الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَيْنَ تَاْمُرُنَا اَنْ نُّهِلَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِى الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ اَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ اَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَيَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ لَمْ اَفْقَهْ هٰذِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہیں۔ کہا گیا ہے کہ چھٹے مسلمان ہیں۔ بدر میں حاضر ہوئے بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے سوا کوئی گھوڑے پر سوار نہ تھا۔ کہا گیا ہے کہ زبیر بھی گھوڑے پر سوار تھے۔ وہ مدینہ منورہ کے قریب فوت ہوئے اور لوگ انہیں اپنے کندھوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ لائے۔ ترمذی نے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ آپ اُن سے محبت کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان کے نام ذکر فرمائیں۔ آپ نے فرمایا وہ علی، مقداد، ابوذر اور سلمان فارسی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم! (کرمانی)

باب — مسجد میں علم کا ذکر اور فتویٰ دینا

۱۳۳ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر کہا یا رسول ہم کس جگہ سے احرام باندھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ منورہ والے ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں شام والے جُحفہ سے اور نجدی قرن سے احرام باندھیں حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا یمنی یلملم سے احرام باندھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا۔

۱۳۳ — شرح : نجد عرب کے بلاد سے ہے تہامہ سے عراق کی طرف اُونچی زمین نجد ہے۔ قرن

مکہ مکرمہ سے دو مراحل پر ہے۔ یلملم تہامہ کی پہاڑیوں سے ایک پہاڑی ہے جو مکہ مکرمہ سے دو مراحل پر ہے۔ یمن، نجد اور تہامہ پر مشتمل ہے جیسے حجاز ان پر مشتمل ہے اور جب نجد کو مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد نجدِ حجاز ہوتا ہے۔ دونوں نجدوں کا میقات قرن ہے جب یہ کہا جائے کہ یمن کا میقات یلملم ہے تو اس سے مراد تہامہ ہوتا ہے۔ سارا یمن مراد نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ قتیبہ بن سعید حدیث ع۲۷، ع۲ لیث بن سعد حدیث ع۳ نافع بن سرجس دراصل وہ نیشاپور کے رہنے والے ہیں کہا گیا ہے کہ کابل کے قیدیوں میں سے ہیں۔ ایک جنگ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حصہ میں آئے تھے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں کوئی حدیث نافع سے سنوں جسے وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کریں تو میں کسی اور سے سننے کی پرواہ نہیں کرتا ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز نے انہیں معلم بنا کر مصر بھیجا تھا تاکہ لوگوں کو مسائل مسنونہ کی تعلیم دیں۔ ۱۱۷ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے۔

جُحْفَہ ،، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان شام کی جانب ذُوالحُلَیْفَہ کے محاذی ایک مقام ہے۔ اس کا اصل نام مَہْیَعَہ تھا۔ سیلاب اس کے باشندوں کو بہا لے گیا اس لئے اسے جُحْفَہ کہنے لگے۔ یہ مکہ مکرمہ سے سات مراحل پر واقع ہے۔

نَجْد ،، لغت میں وہ نجد ،، صاف اُونچی زمین ہے۔ اس کی جمع اَنْجُد، اَنْجَاد، نُجُوْد اور نُجُد۔ فرازنے کہا اسے نجد اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زمین دُوسری زمین سے اُونچی ہے یا یہ زمین سخت ہے اور اس میں پتھر بکثرت پائے جاتے ہیں؛ چنانچہ اگر کوئی آدمی بہت طاقتور ہو تو اسے نجد کہا جاتا ہے۔ کہا گیا اسے نجد اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو کوئی اس زمین میں داخل ہو وہ گھبرا جاتا ہے۔ کیونکہ وہاں وحشت بہت ہے۔

یاقوت نے کہا نجد نو جگہیں ہیں ایک مشہور نجد ہے اس میں بہت اختلاف ہے اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ وہ زمین ہے جس کے اوپر کی طرف تہامہ اور نچلی طرف عراق اور شام ہے۔

علامہ خطابی نے کہا نجد مشرقی کنارہ ہے جو کوئی مدینہ منورہ میں ہو اس کا نجد عراق کے دیہات وغیرہ ہیں اور یہ مدینہ منورہ کے مشرق کی جانب ہے۔

ابن اثیر نے کہا نجد وہ اُونچی زمین ہے جو عُذَیب، ذات عرق، یمامہ، جبل طی، وجرہ اور یمن کے درمیان ہے۔ مدینہ منورہ میں تہامیت اور نجدیت نہیں پائی جاتی؛ کیونکہ یہ نہ اونچا ہے اور نہ نیچا ہے (عینی)

بَابُ مَنْ أَجَابَ السَّائِلَ بِأَكْثَرَ مِمَّا سَأَلَهُ

۱۳۴ — حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ الْوَرْسُ أَوِ الزَّعْفَرَانُ فَإِنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا

باب جس نے سائل کو اس کے سوال سے زیادہ جواب دیا

۱۳۴ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ایک شخص نے آپ سے سوال پوچھا کہ مُحرم کیا پہنے آپ نے فرمایا وہ نہ قمیص پہنے نہ عمامہ نہ پاجامہ (شلوار) نہ برقعہ (ٹوپی) اور نہ ایسا کپڑا جس میں ورس یا زعفران لگی ہو اگر جوتی میسر نہ ہو تو موزے ہی پہن لے اور ان کو کاٹ ڈالے حتی کہ وہ ٹخنوں سے نیچے ہوجائیں!

۱۳۴ — شرح : مُحرم وہ ہے جو حج یا عمرہ میں داخل ہو سائل کو چاہیئے تھا کہ وہ یہ سوال کرتا کہ مُحرم کیا پہنے کیونکہ جو حکم بیان کا محتاج تھا وہ حرمت تھی کپڑوں کے پہننے کا جواز تو اصل میں ثابت ہے اس لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے موافق جواب دیا معلوم ہُوا کہ جب عالم سے کوئی سوال پوچھا جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کے خلاف جواب دے جبکہ اس کے جواب میں مسئول عنہ کا بیان ہو اسی لئے علماء پر واجب ہے کہ لوگوں کو ان کے مسائل سے خبردار کریں جس میں ان کو نفع ہو بشرطیکہ وہ اللہ کی حدود میں رخصت کا ذریعہ نہ بنیں، مذکورہ اشیاء کا پہننا مُحرم پر حرام ہے اس میں سب کا اتفاق ہے اور جس کپڑے میں ورس اور زعفران لگی ہو اس کا پہننا حرام ہے لیکن اگر اس کو دھو لیا جائے اور اس سے خوشبو ظاہر نہ ہو تو اس کے پہننے میں حرج نہیں چاروں آئمہ کا یہی مسلک ہے۔

اسماء رجال : اس حدیث کے چھ راوی ہیں ؏۱ آدم حدیث ؏۹، ؏۲ ابن ابی ذئب بن عبدالرحمٰن مدنی تبع تابعی ہیں جب مہدی نے حج کیا اور مسجد نبوی صلی اللہ علی صاحبہ میں داخل ہُوا تو ابن ذئب کے سوا سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ مسیّب بن زہیر نے انہیں کہا آپ بھی کھڑے ہوجائیں یہ امیر المؤمنین ہے۔ انھوں نے کہا لوگ ربّ العالمین کے لئے کھڑے ہوتے ہونگے مہدی نے کہا انہیں چھوڑو، کیونکہ میرے سر کے سارے بال کھڑے ہوگئے ہیں (میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں) ابوجعفر

كِتَابُ الْوُضُوْءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ فِي الْوُضُوْءِ

ماجآء فی قول اللہ تعالیٰ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

نے انہیں حج کے سال کہا آپ حسن بن زید بن حسن بن فاطمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا وہ عدل وانصاف تلاش کرتے ہیں وہ عادل شخص ہے۔ اُس نے پھر کہا کہ میرے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ دو تین بار کہا تو اُنھوں نے کہا اس بدن کے رب کی قسم تو ظالم ہے یہ سُن کر ربیع نے ان کی داڑھی پکڑی تو ابو جعفر نے کہا اسے چھوڑ دو اور انہیں تین سو دینار دینے کا حکم دیا۔ حدیث ۱۱۹ کے اسماء میں دیکھیں باقی سب کا ذکر ہو چکا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَإِمَامِ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كتاب الوضوء
وضوء کے احکام

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اپنے منہ اپنے ہاتھ کہنیوں سمیت دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ!“

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَبَيَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ فَرْضَ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً وَتَوَضَّأَ اَيْضًا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَثَلَاثًا ثَلٰثًا وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَكَرِهَ اَهْلُ الْعِلْمِ الْاِسْرَافَ فِيْهِ وَاَنْ يُّجَاوِزُوْا فِعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام بخاری نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضوء میں فرض ایک ایک بار اعضاء دھونا ہے۔ نیز آپ نے دو دو بار بھی اعضاء کو دھویا اور تین تین بار بھی اور تین بار سے زیادہ نہیں دھویا اور اہلِ علم (علماء) نے وضوء میں اسراف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے آگے بڑھ جانا (تجاوز) کو مکروہ جانا۔

شرح : اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مصلحت کے لئے ان پر احسان فرماتے ہوئے شرعی احکام مشروع کئے ہیں۔ یہ احکام یا تو دینی ہیں جو عبادات سے متعلق ہیں یا دُنیاوی ہیں جو خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ دینی احکام اشرف ہیں، کیونکہ دُنیا کی تخلیق سے مقصود صرف یہی احکام ہیں اور ہمیشہ کی نیک بختی کے حصول کا سبب یہی دینی احکام ہیں اور نماز تمام عبادات کا مقدمہ ہے کیونکہ یہ سب سے افضل ہے اور ہر روز پانچ مرتبہ مکرر ہوتی ہے۔ چونکہ نماز وضوء پر موقوف ہے اس لئے سارے احکام پر کتاب الوضوء کو مقدم کیا وضوء وضاءت سے مشتق ہے اس کا معنیٰ خوبصورتی اور نظافت ہے۔ یہ متوضی کو صاف اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں تینوں اعضاء کو دھونے اور سر کا مسح کرنے کو وضوء کہتے ہیں۔ لفظ "بَیَّنَ" سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ امر اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک مرتبہ یا تکرار کو نہیں چاہتا اس میں دونوں کا احتمال ہوتا ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اس سے مراد صرف ایک مرتبہ اعضاء کو دھونا ہے اور اسی پر اکتفاء فرمائی، کیونکہ اگر ایک بار دھونا فرض نہ ہوتا تو اس پر اکتفا درست نہ ہوتی اور "تَوَضَّأَ مَرَّتَیْنِ وَثَلَاثًا" سے مقصد یہ ہے کہ اس پر زیادتی مستحب ہے، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل غالبًا ندب واستحباب پر دلالت کرتا ہے بشرطیکہ اس کے وجوب پر دلیل نہ پائی جائے، کیونکہ آپ کا فعل شریف واجب کا بیان بھی ہوتا ہے۔ وضوء میں اسراف اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بڑھ جانا ایک ہی چیز ہے اور ان میں عطف تفسیر کے لئے ہے۔

بخاری کا یہ ترجمہ حدیث سے خالی نہیں، کیونکہ لفظ "مَرَّةً" حدیث میں سے ہے۔ اسی طرح تَوَضَّأَ اَیْضًا

بَابُ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ

۱۳۵ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ مَنْ اَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ مَا الْحَدَثُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ فُسَاءٌ اَوْ ضُرَاطٌ

حدیث کے الفاظ ہیں اور ہر ایک میں سنت کا بیان ہے۔ واللہ اعلم!

باب — طہارت کے بغیر نماز درست نہیں

۱۳۵ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو حدث ہو جائے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی حتی کہ وضو کرے حضرموت کے ایک شخص نے کہا اے ابوہریرہ حدث کیا چیز ہے انھوں نے کہا حدث پھسکی یا گوز ہے۔

۱۳۵ — شرح : فساء اور ضراط دونوں دُبر سے خارج ہوتے ہیں مگر فساء میں آواز نہیں ضراط کی آواز ہوتی ہے "حدث" ان دونوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ بول اور پاخانہ بھی حدث ہیں مگر حدیث شریف میں ان دونوں پر اس لئے اقتصار کیا ہے کہ سائل نے اس نماز سے متعلق سوال کیا تھا جو نماز میں بے وضو ہو جائے اور نماز میں ان کا وقوع معروف ہے اور پیشاب، پاخانہ نکسیر وغیرہ کا وقوع نادر ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ جو بھی سبیلین سے خارج ہو نیز جب پھسکی سے حدث لاحق ہو جاتا ہے تو جو اس سے غلیظ تر ہیں ان سے بطریق اولی حدث ہوگا اور لَا تُقْبَلُ لَا تَصِحُّ کے معنیٰ میں ہے، کیونکہ قبول کا حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ کبھی عمل صحیح ہوتا ہے، لیکن کسی مانع کی وجہ سے وہ قبول نہیں ہوتا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عراف کے پاس جائے اس کی نماز قبول نہیں یعنی نماز صحیح تو ہے مگر اس کا ثواب نہیں ہوتا اور وضو کے بغیر تو نماز صحیح نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : اسحاق بن ابراہیم حدیث ۱۲۸ کے اسماء میں مذکور ہے اور باقی تمام حدیث ۱۳۵ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ

۱۳۶ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ قَالَ رَقِيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ فَتَوَضَّأَ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُطِيْلَ غُرَّتَهُ فَلْيَفْعَلْ

باب — وضوء کی فضیلت اور وضوء کے نشانات سے سفید پیشانی اور سفید اعضا والے

۱۳۶ — ترجمہ : نُعَیْم مُجمر نے کہا میں ابوہریرہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ ابوہریرہ نے وضوء کیا اور کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میری اُمت کو وضوء کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے کہہ کر بلایا جائے گا جو کوئی تم سے سفیدی زیادہ کرنا چاہیے وہ وضو کرے۔

۱۳۶ — شرح : غُرٌّ ، اغر کی جمع ہے اس کا معنی سفید ہے جس گھوڑے کی پیشانی کچھ سفید ہو اسے اغر کہتے ہیں اور تحجیل گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی ہے جو لوگ دنیا میں وضوء کرتے ہیں قیامت میں ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے یعنی جب ان کو ساری مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا یا جب ان کو جنّت کی طرف بُلایا جائے گا تو ان کی یہ علامت ہوگی۔ چونکہ وضوء کے نشانات ان پہ دیکھے جائیں گے اس لئے ان کو غرّ محجلون کہا جائے گا۔ وضوء کا پانی جن اعضا کو پہنچتا رہا تھا وہاں تک ان کے اعضاء سفید ہوں گے اسی لئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کندھوں تک ہاتھ دھویا کرتے تھے تاکہ غرّہ زیادہ ہو علماء کہتے ہیں وضوء کے مواضع پر جو نور ہوگا اس کو قیامت میں غرّہ کہا جائے گا اور یہ صرف اِس اُمت کی خصوصیت ہے۔

بَابُ لَا يَتَوَضَّأُ مِنَ الشَّكِّ حَتّٰى يَسْتَيْقِنَ

۱۳۷ — حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ ثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَا يَنْفَتِلُ اَوْلَا يَنْصَرِفُ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا

معلوم ہُوا کہ حدیث شریف میں "اُمَّتِیْ" سے مراد امت اجابت ہے، کیونکہ یہ وضوء امتِ اجابت کی خصوصیت ہے۔ اور یہ حدیث "هٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ" یعنی میرا یہ وضوء ہے اور میرے سے پہلے نبیوں کا وضوء ہے ضعیف ہے اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ہو سکتا ہے۔ یہ وضوء پہلے انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہو ان کی امتوں کا یہ وضوء نہ ہو یہ وضوء اسی امت کی خصوصیت ہے۔ اطالت غرۃ کا معنی یہ ہے کہ اسے ہمیشہ کرے یعنی جو کوئی ہر نماز کے لئے وضوء پر دوام کی استطاعت رکھتا ہو وہ غرۃ (نور) کو ہمیشہ کرے گا یعنی اس کا نور قوی ہوگا! اس کی رونق دوبالا ہوگی اور یہ حدیث سے ثابت ہُوا کہ مسجد کے اوپر وضوء کرنا جائز ہے۔ بعض اسے مکروہ کہتے ہیں مگر اس کو کراہت تنزیہہ پہ محمول کرتے ہیں۔ نیز معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات مستقبلہ اخرویہ کے ان صفات پر مطلع فرمایا ہے جن پر کسی اور نبی کو مطلع نہیں کیا (عینی صفحہ ۲۵۰۔ جلد دوم)

اسماءِ رجال : ع۱ یحییٰ بن بکیر۔ ع۲ لیث بن سعد فہمی مصری حدیث ع۳ کے اسماء میں گزرے ہیں ع۳ خالد بن یزید مصری ہیں ان کی کنیت ابو عبد الرحیم ہے وہ اسکندرانی بربری الاصل ہیں۔ فقیہہ، مفتی اور تابعی ہیں۔ ۱۳۹۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ سعید بن ھلال لیثی ان کی کنیت ابو العلاء ہے۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پرورش پائی۔ پھر ہشام کی خلافت کے عہد میں مصر واپس چلے گئے اور ۱۳۰ ہجری میں فوت ہو گئے ع۵ نُعَیم المجمر عدوی مدنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہیں مُجمر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عُود سے مسجد کو خوشبودار کرتے تھے۔ ابراہیم حربی نے کہا میں نے عمر فاروق سے سُنا آپ نے اُنہیں ابو سعید مقبری کو قبریں کھودنے پر مقرر کیا تھا۔ اس لئے انہیں مقبری کہتے ہیں۔ امام نووی نے کہا مجمر عبد اللہ کی صفت ہے ان کے بیٹے نعیم پر اس کا مجازاً اطلاق ہے۔

باب شک کی وجہ سے وضوء نہ کرے حتّٰی کہ یقین کرے

۱۳۷ ترجمہ : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ایک شخص جس کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہ نماز میں ہوا نکلنے کو محسوس کرتا ہے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ نماز سے نہ پھرے حتی کہ دبر سے آواز سنے یا بدبو پائے۔

۱۳۷ شرح : یعنی جب حدث کا یقین ہو جائے تو نماز چھوڑ دے آواز کا سُننا اور بدبو کا پا یا جانا شرط نہیں کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی قوت شامہ اور سامعہ ختم ہو گئی ہوتی ہے وہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ بدبو پاتے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں اشیاء کا ذکر اس شخص کے لئے فرمایا جو حدث میں اکثر شک کرے کیونکہ شکوک غلبہ سے ہوتے ہیں اور تخییل کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا یہی حال تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اس سائل کے لئے جو دُبر کی حرکت کے وقت حدث میں شک کرتا ہو اور ان دونوں کے ساتھ حدث مختص نہیں۔ اس کی تصدیق سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی اپنے پیٹ میں کوئی شئے پائے اور اسے شک ہو کہ پیٹ سے کوئی شئی نکلی ہے یا نہیں تو وہ وضوء کرنے مسجد سے باہر نہ جائے حتّٰی کہ وہ دُبر سے آواز یا بدبو پائے۔ علماء نے کہا شک یقین کو زائل نہیں کر سکتا اور شک کا کوئی حکم نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ علی بن ابو عبداللہ حدیث ع۲ سفیان بن عیینہ ع۳ زہری محمد بن مسلم بن شہاب ع۴ سعید بن مسیب کا ذکر گزرا ہے۔ ع۵ عباد بن تمیم بن زید بن عاصم انصاری، مازنی، مدنی، صحابی ہیں۔ ابن اثیر نے انہیں تابعی کہا ہے مشہور بھی یہی ہے ع۶ عباد بن تمیم کے چچا عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی، مدنی، مازنی ہیں۔ اُحد اور دیگر غزوات میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ جنگِ بدر میں حاضر ہونے میں اختلاف ہے۔ اُنھوں نے مسیلمہ کذّاب کو قتل کیا جبکہ حبشی نے اس کو برچھا مارا اور عبداللہ نے تلوار سے قتل کیا تھا حرہ کے واقعہ میں ۶۳ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ وہ عبداللہ بن زید بن عبدربہ جنہوں نے اذان کا خواب دیکھا تھا کا غیر ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے اس عبداللہ کو صاحب اذان کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بَابُ التَّخْفِيْفِ فِى الْوُضُوْءِ

۱۳۸ — حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِىْ كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ صَلّٰى وَرُبَّمَا قَالَ اضْطَجَعَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ح ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهٖ سُفْيٰنُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ عَنْ عَمْرٍو عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِىْ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِىْ بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُّعَلَّقٍ وُضُوْءًا خَفِيْفًا يُّخَفِّفُهٗ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهٗ وَقَامَ يُصَلِّىْ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِّمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيٰنُ عَنْ شِمَالِهٖ فَحَوَّلَنِىْ فَجَعَلَنِىْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ثُمَّ صَلّٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِىْ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ مَعَهٗ اِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى وَلَمْ

باب — وضوء میں تخفیف

۱۳۸ — ترجمہ : کریب نے ابن عباس سے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے حتیٰ کہ آپ کو خراٹے آنے لگے پھر بیدار ہوئے اور نماز پڑھی کبھی یہ کہا کہ آپ لیٹ گئے حتیٰ کہ آپ کو خراٹے آنے لگے پھر بیدار ہوئے اور نماز پڑھی پھر ہم کو سفیان نے بار بار عمرو سے اُنھوں نے کریب سے اُنھوں نے ابن عباس سے خبر دی کہ ایک دفعہ میں اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے گھر رات بسر کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات آرام فرمایا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو آپ اُٹھے اور ایک پرانی مشکیزہ جو لٹک رہی تھی سے ہلکا سا وضوء فرمایا۔ عمرو نے اس کا ہلکاپن اور قلت بیان کی پھر آپ اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے میں نے آپ کی طرح

يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعَمْرٍو أَنَّ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

وضوء کیا پھر آپ کے پاس آیا اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا سفیان نے کبھی "یَسَارِہٖ" کی جگہ شِمَالِہٖ کا لفظ کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا پھر جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی پھر آپ لیٹ گئے اور اتنا سوئے کہ خراٹے لینے لگے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا اور نماز کی خبر دی آپ اُٹھ کر اس کے ساتھ نماز کے لئے تشریف لے گئے آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہ کیا۔ ہم نے عمرو سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ عمرو نے کہا میں نے عُبید بن عُمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ پھر انھوں نے پڑھا: اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ "یعنی اے میرے پیارے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

۱۳۸ **شرح**: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلکا سا وضوء کر کے نماز پڑھی پھر سو کر اُٹھنے کے بعد نماز پڑھی اور وضوء نہ کیا کیونکہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں دل نہیں سوتا تھا یہی حال تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے اسی لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا تو بیدار ہو کر بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے کیونکہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے اگر وحی نہ ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے ذبح پر کبھی اقدام نہ کرتے؛ کیونکہ قتلِ ولد حرام ہے اگر ان کے لئے بذریعہ وحی یہ کام مباح نہ ہوتا تو وہ کبھی اس کے مرتکب نہ ہوتے مگر سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر آپ کا دل بیدار رہتا تھا تو لیلۃ التعریس میں سوئے سوئے آپ کی نماز کیوں قضا ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تشریعِ احکام کے لئے نبیوں کو نسیان ہو جاتا ہے اور جب حکم مشروع ہو جائے تو نسیان زائل ہو جاتا ہے جس طرح ان کو بیداری میں نسیان ہوتا ہے نیند میں بھی اسی طرح نسیان ہوتا ہے تاکہ اس نسیان سے متعلق حکم مشروع ہو۔ لیلۃ التعریس میں نماز کی قضا کی تشریح کے لئے آپ کو نیند میں نسیان ہو گیا اور نماز قضا ہو گئی (دقہ عصام) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل کی جماعت جائز ہے مگر اعلام کے بغیر۔ اگر نمازی صرف دو ہوں تو مقتدی امام کے دائیں طرف کھڑا ہو اور بچہ کی نماز صحیح ہے۔ نیند کی حالت میں وضوء باقی رہنا آپ کی خصوصیت ہے۔ جس روایت میں آپ نے نیند کے بعد وضوء فرمایا ہے۔ وہ اختلافِ حال پر مبنی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال: ۱؎ علی بن عبد اللہ مَدِینی ۲؎ سفیان بن عُیَینہ ۳؎ عمرو بن دینار

بَابُ إِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ

وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْإِنْقَاءُ

١٣٩ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ كُلُّ إِنْسَانٍ بَعِيْرَهُ فِيْ مَنْزِلِهِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّى وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا

حدیث ١١٣ کے اسماء میں دیکھیں ۴ کُریب بن ابی مُسلم قرشی ہاشمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں۔ ان کی کنیت ابو رشدین ہے۔ ۹۸ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

باب — وضوء پورا کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اسباغ الوضوء اعضا کو صاف کرنا ہے۔

١٣٩ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے میدان سے باہر تشریف لائے حتی کہ جب گھاٹی پر پہنچے تو آپ سواری سے اُترے اور پیشاب کیا پھر وضوء کیا مگر پورا وضوء نہ کیا میں نے عرض کی یا رسول! آپ نماز پڑھیں گے؟ فرمایا نماز آگے جا کر پڑھنا ہے۔ آپ سوار ہوئے اور جب مزدلفہ میں تشریف لائے تو اُترے اور پورا وضوء کیا، پھر نماز کے لئے اقامت کہی گئی آپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور دونوں فرض نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہ پڑھی۔

بَابُ غَسْلِ الْوُجْهِ بِالْيَدَيْنِ مِنْ غُرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

۱۴۰ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ اَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ الْخَزَاعِيُّ

۱۳۹ــ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے مزدلفہ کو جاتے ہوئے ہلکا سا وضوء فرمایا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا نماز مزدلفہ میں جاکر پڑھنا ہے اور مزدلفہ میں آکر آپ نے پُورا وضوء کرکے مغرب اور عشاء کی نماز ادا کی اور ہر ایک کی تکبیر علیحدہ کی اور درمیان میں نوافل نہ پڑھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز راستہ میں پڑھنا جائز نہیں اگر کسی نے پڑھ لی تو جائز نہ ہوگی۔ اور مزدلفہ میں دوبارہ عشاء کی نماز کے ساتھ ادا کرے گا کیونکہ اس مکان میں مغرب کو عشاء کے وقت تک مؤخر کرنا واجب ہے اور دونوں نمازوں کے درمیان موالات ضروری نہیں، کیونکہ صحابہ نے مغرب کی نماز کے بعد اونٹ اپنے ٹھکانوں پر بٹھائے اور پھر عشاء کی نماز کے لئے اقامت ہوئی مگر افضل یہ ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی کام نہ کیا جائے، کیونکہ صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ نے کجاوے اُتارنے سے پہلے نمازیں پڑھیں۔ اگر ایک اذان اور ایک ہی اقامت سے دونوں نمازیں پڑھی جائیں تو جائز ہے مگر اس حدیث میں اذان کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ہر نماز کے لئے علیحدہ علیحدہ اقامت کا ذکر ہے۔ لیکن مسلم شریف میں حجۃ الوداع میں حضرت جابر سے طویل حدیث مروی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا کیا اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ اس حدیث میں اذان کا ذکر نہیں اور اذان سے نہی کا بھی ذکر نہیں گھاٹی میں پُورا وضوء اس لئے نہ کیا کہ آپ نے نماز نہ پڑھنی تھی۔ اس لئے مزدلفہ جاکر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پُورا وضوء فرمایا؛ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال

: عــ۱ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی حدیث عــ۱۸۔ امام مالک رضی اللہ عنہ عــ۳ موسیٰ بن عقبہ اسدی تابعی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ۱۴۱ ہجری میں فوت ہوئے۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ

آپ اسامہ بن زید بن حارثہ قُضاعی کلبی مدنی ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ اُمّ ایمن برکت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے والی ہیں اور وہ آپ کے والد بزرگوار جناب عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی آزاد کردہ ہیں اور حضرت اسامہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ اور مولیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور آپ کے محبوب کے

مَنْصُوْرُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ بِلَالٍ يَعْنِىْ سُلَيْمٰنَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّآءٍ فَتَمَضْمَضَ بِهَا وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّآءٍ فَجَعَلَ بِهَا هٰكَذَا اَضَافَهَا اِلٰى يَدِهِ الْاُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا وَجْهَهٗ ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّآءٍ فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ مَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً مِّنْ مَّآءٍ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى حَتّٰى غَسَلَهَا ثُمَّ اَخَذَ غَرْفَةً اُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَعْنِىْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

بیٹے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حاکم مقرر کیا جبکہ آپ کی عمر اٹھارہ ۱۸ برس تھی۔ اور جب آپ کی عمر بیس برس تھی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے۔ انھوں نے ۱۲۸۔ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے امام بخاری نے سترہ ذکر کی ہیں۔ آپ وادی القریٰ میں سکونت پذیر ہوئے اور صحیح تر روایت کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد وادی القریٰ میں ہی فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باب ایک چلو لے کر دونوں ہاتھ سے منہ دھونا

۱۴۰ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے وضوء کیا چنانچہ اپنا چہرہ دھویا پانی کا ایک چلو لیا اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پس انھوں نے اس طرح کیا کہ اسے ایک دوسرے سے ملایا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ دھویا پھر پانی کا ایک چلو لیا اور اس سے اپنا دایاں ہاتھ دھویا پھر پانی کا ایک چلو لیا اور اس سے بایاں ہاتھ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر پانی کا ایک چلو لیا اور دائیں پاؤں پر ڈالا حتیٰ کہ اسے دھویا پھر ایک چلو لیا اور اس سے بایاں پاؤں دھویا۔ پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا۔

۱۴۰ — شرح : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور ہر عضو کو ایک ایک بار دھویا اور ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی بھی ڈالا اور آخر میں دایاں اور بایاں پاؤں

دھو کر کہا کہ میں نے اس طرح وضوء کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ ایک چلو پانی سے کلی کرنا اور ناک میں پانی کرنا بیانِ جواز کے لئے ہے۔ افضل یہ ہے کہ ہر کلی اور ناک میں پانی کرنے کے لئے نیا پانی لے؛ چنانچہ ابوداؤد میں ہے: فَاَخَذَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مَاءً جَدِيْدًا "، وضوء میں مضمضہ اور استنشاق سنت ہیں مگر غسل جنابت میں یہ دونوں فرض ہیں۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک یہ دونوں وضوء اور غسل میں سنت ہیں امام احمد کے نزدیک یہ دونوں میں واجب ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ دونوں وضوء میں سنت اور غسل میں واجب ہیں اور داؤد ظاہری کے نزدیک استنشاق دونوں میں واجب اور کلی دونوں میں سنت ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وضوء میں فرض وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب فرمایا ہو یا اس پہ اجماع قائم ہو یہاں سب متفق ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کے تحت جنابت ہوتی ہے لہٰذا بال خوب تر کرو اور چمڑا دھوؤ اور منہ من وجہ خارج ہے جبکہ اسے کھولا جائے اور من وجہ داخل ہے اس لئے کلی کرنا ضروری اور واجب ہے۔ اسی طرح ناک میں پانی کرنا واجب ہے۔ ابن عباس کی روائت میں سر کے مسح کا ذکر نہیں مگر ابوداؤد میں ہے کہ ابن عباس نے مسح کے لئے پانی کا ایک چلو لیا اور ہاتھ کو جھاڑ کر سر کا مسح کیا۔ نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں باقی تری سے مسح کیا اور نیا پانی نہ لیا۔ لہٰذا اعضاء دھونے کے بعد ہاتھ میں بچی ہوئی تری سے مسح درست ہے اور یہ پانی مستعمل نہیں؛ کیونکہ مستعمل وہ ہوتا ہے جو عضو پہ بہہ کر نیچے گرنے لگے جب تک عضو پہ رہے اور نیچے نہ گرے تو مستعمل نہ ہوگا!

اسماء رجال

عہ ۱ محمد بن عبدالرحیم بن ابی زہیر بغدادی ہیں ان کی کنیت ابویحیٰ ہے وہ صاعقہ مشہور ہیں کیونکہ ان کا حافظہ بہت تیز اور ضبط بہت زیادہ تھا۔ وہ متقن ضابط اور حافظ ہیں۔ ۲۵۵ ہجری کے شعبان میں فوت ہوئے۔

عہ ۲ ابوسلمہ منصور بن سلمہ بن عبدالعزیز بن صالح بغدادی خزاعی ہیں۔ سرحد کی طرف گئے اور ۲۲۰ ہجری کو مقام مصیصہ میں فوت ہوگئے۔

عہ ۳ سلیمان بن بلال حدیث عہ ۸ کے اسماء میں گزرے ہیں۔ عہ ۴ زید بن اسلم ہیں۔

عہ ۵ عطاء بن یسار دونوں حدیث عہ ۲۸ کے اسماء میں مذکور ہیں

عہ ۶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَعِنْدَ الْوِقَاعِ

۱۴۱ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَقُضِيَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهٗ

باب ہر حال میں اور جماع کے وقت بسم اللہ پڑھنا

۱۴۱ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر تم سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آنے کا ارادہ کرے تو یہ کہے بسم اللہ! اے اللہ ہم کو شیطان سے دُور رکھ اور جو اولاد ہم کو دے ان سے شیطان کو دُور رکھ پس جو بچہ ہوگا شیطان اس کو ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

۱۴۱ — شرح : کریب کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سند ہے ابن عباس پر موقوف نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ بالواسطہ مسند ہو یعنی ابن عباس نے صحابی سے سُنا جس نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو یہ بھی احتمال ہے کہ بدون واسطہ مسند ہو چونکہ کسی احتمال کا یقین نہ تھا اس لئے اس طرح عبارت ذکر کی۔ یعنی تم سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس آتے ہوئے بسم اللہ کہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ ان میں بچے کا فیصلہ کر دے تو اس بچے کو شیطان نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ جماع کی حالت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بہت بعید ہے مگر اس کے باوجود بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے تو باقی حالات میں بطریق اولیٰ مستحب ہوگا۔ لہٰذا حدیث باب کی دونوں جزوں کے مناسب ہے۔ معلوم ہوا کہ طہارت ہو یا نہ اللہ کا ذکر ہر وقت مستحب ہے اور تبرکاً ہر عمل سے پہلے بسم اللہ! مستحب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وضو سے پہلے بسم اللہ کہنا فرض ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا مگر امام احمد بن حنبل نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں اگر تسلیم بھی کر لیں تو کمالِ وضوء کی نفی ہے جیسے فرمایا: لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ شرح السنہ میں ہے کہ "لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ" اگر

بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ

۱۴۲ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ تَابَعَهُ ابْنُ عَرْعَرَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ اِذَا اَتَى الْخَلَآءَ وَقَالَ مُوْسٰى عَنْ حَمَّادٍ اِذَا دَخَلَ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ

یہ روائت ثابت ہو جائے تو تفضیل کی نفی پر محمول ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

:ع۱ علی بن عبداللہ بن مدینی و جریر بن عبدالحمید ضبی کوفی ع۳ منصور بن معتمر کوفی دونوں حدیث ع۶۸ کے اسماء میں مذکور ہیں

ع۴ سالم بن ابی جعد اشجعی تابعی کوفی ہیں۔ ایک سو ہجری میں فوت ہوئے

باب بیت الخلاء جاتے وقت کیا پڑھے

۱۴۲ — ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن صہیب سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں نے حضرت انس کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو فرماتے اے اللہ! میں نر جنوں اور مادہ جنوں سے پناہ چاہتا ہوں۔ غندر نے شعبہ سے اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ روائت کی ہے۔ موسیٰ نے حماد سے اِذَا دَخَلَ کہا ہے۔ عبدالعزیز نے کہا ہے کہ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ۔

۱۴۲ — شرح: یعنی جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھا کرتے تھے، کیونکہ ان مقامات میں شیطان حاضر ہوتے ہیں اور یہ وہ مواضع ہیں جہاں اللہ کا ذکر مہجور ہوتا ہے۔ اس لئے ان میں داخل ہونے سے پہلے استعاذہ کو مقدم کیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان حشوش میں جن حاضر ہوتے ہیں جب تم سے کوئی خلاء میں آئے

بَابُ وَضْعِ الْمَآءِ عِنْدَ الْخَلَآءِ

۱۴۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ ثَنَا وَرْقَآءُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْخَلَآءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءًا قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ

تو اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ان سے پناہ چاہے اِذَا دَخَلَ سے مراد یہ ہے کہ جب داخل ہونے کا ارادہ کرے، کیونکہ داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کا نام ترک کرنا مستحب ہے۔ اس طرح عبد العزیز کی روایت اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ سے موافقت ہوگی جیسے اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ یعنی جب قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو اَعُوْذُ بِاللهِ پڑھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خلاء میں دخول کے وقت اللہ کا ذکر جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ۱ آدم بن ابی ایاس ۲ شعبہ بن حجاج حدیث ۹ کے اسماء میں دونوں کا ذکر ہوچکا ہے ۳

باب — بیت الخلاء کے پاس پانی رکھنا

۱۴۳ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو میں نے آپ کے لئے پانی رکھ دیا۔ آپ نے (باہر آکر) فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے۔ آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔

۱۴۳ — شرح : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے استنجا کے لئے پانی رکھا تھا۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو پانی سے استنجا کا انکار کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ عورتوں کا وضوء ہے۔ مرد صرف ڈھیلوں سے استنجا کریں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کی ذہانت معلوم کرکے ان کے لئے دعاء فرمائی جو قبول ہوئی اور ابن عباس بہت بڑے فقیہہ ہوگئے ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ اس کو قرآن کا علم دے۔ نتیجۃً ابن [illegible] س رئیس المفسرین ہوگئے تفسیر اتقان ص۱۲۶ ج ۲ میں ہے ابنِ عباس نے کہا اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب [illegible] دیکھ لیتا ہوں کہ وہ کہاں پڑی ہوئی ہے۔

[illegible] عبد العزیز بن صہیب [illegible]

بَابُ لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ اَوْ نَحْوِهٖ

۱۴۴ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ ثَنَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَزِیْدَ اللَّیْثِیِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمُ الْغَائِطَ فَلَا یَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا یُوَلِّهَا ظَهْرَهٗ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل ہے یہی جمہور کا مسلک ہے اگر ان میں سے ایک پر اقتصار کر لیا جائے تو جائز ہے۔ اگر صرف پانی پر اقتصار کرے تو جائز ہے کیونکہ پانی سے حقیقۃً محل پاک ہو جاتا ہے اور ڈھیلوں سے صرف نجاست میں تخفیف ہوتی ہے اگرچہ اس قدر استنجا سے نماز جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: ع۱ عبداللہ بن محمد جعفی مسندی حدیث ع۸ کے تحت دیکھیں۔ ع۲ ہاشم بن قاسم تمیمی لیثی کنانی خراسانی ہیں۔ ان کی کنیت ابوالنضر اور لقب قیصر ہے وہ حافظ ثقہ صاحب سنت ہیں۔ بغداد میں سکونت پذیر ہوئے۔ اہلِ بغداد آپ پر فخر کرتے تھے۔ ۲۰۷ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے ع۳ ورقاء بن عمر یشکری کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبشر ہے دراصل وہ خوارزم کے ہیں، لیکن مدائن میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۱۶۹ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ عُبیداللہ بن ابی یزید مکی ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ ۱۲۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب — پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے مگر دیوار کے پاس یا اس جیسی کسی اور بنیاد کے پاس

۱۴۴ — ترجمہ: ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پاخانہ کو آئے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ ہی اس طرف اپنی پشت پھیرے۔ مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرو۔

۱۴۴ — **شرح** : علامہ کرمانی نے کہا بعض روایات میں " وَلَا بَوْلٍ " ہے یعنی پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلہ کو منہ نہ کرے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا " غَائِط " نیچی زمین ہے۔ لوگ قضاء حاجت کے وقت پست زمین میں آتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظریں شرمگاہ پر نہ پڑیں۔ اس سے نفس حدیث سے کنایہ ہے، کیونکہ حدیث کا خصوصاً ذکر کرنے میں کراہت ہے۔ عربوں کی عادت ہے کہ وہ ایسے مقامات میں صریح الفاظ ذکر کرنے سے احتیاط کرتے ہیں اور کنایہ استعمال کرتے ہیں اور جس سے نظروں اور کانوں کو بچاتے ہیں اس سے زبانوں کو بھی بچاتے ہیں۔ لہٰذا جس شئ کو وہ دیکھنا اور سننا مکروہ جانتے ہیں اس شئ کا زبان پر ذکر بھی اچھا نہیں سمجھتے ہیں۔

ابن بطال نے کہا قولہ " اِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ الخ " یہ استثناء حدیث سے ماخوذ نہیں، لیکن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بیوت کی استثناء سمجھی جاتی ہے۔ گھروں میں قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کو منہ کرنا جائز ہے۔ اس بنیاد پر باب کا یہ عنوان ذکر کیا ہے۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شئ واحد ہے۔ اگرچہ اس کے طرق اور اسانید مختلف ہوں جیسے سارا قرآن آیت واحدہ کی طرح ہے اگرچہ قرآن کثیر ہے۔ لہذا حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ لیکن چاہیئے یوں تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس باب میں ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد ذکر کیا جاتا۔ الحاصل باب کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آبادی میں قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کو منہ کرنا جائز ہے۔ صحراء میں جائز نہیں، کیونکہ وسیع فضاء میں استقبالِ قبلہ متحقق ہوتا ہے۔ اور آبادی میں متحقق نہیں ہوتا کیونکہ قضاء حاجت کرنے والے اور قبلہ کے درمیان مکانات اور دیواریں حائل ہیں۔ لیکن یہ تعلیل کمزور ہے، کیونکہ یہ وہاں مفید ہے جہاں قبلہ سامنے ہو ورنہ جنگل میں قضاءِ حاجت کے وقت بھی تو اس کے اور قبلہ کے درمیان پہاڑ، ٹیلے وغیرہ حائل ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پشت پھیرنا جائز نہیں اور عموم حدیث میں آبادی اور صحراء برابر ہیں۔ لہٰذا آبادی اور صحراء میں قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف اِسْتِقْبَال و اِسْتِدْبَار ممنوع ہے۔ مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابوثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور اس حدیث کے راوی ابوایوب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کے لئے ہے۔ اور وہ آبادی اور صحراء میں یکساں ہے۔ اگر آبادی میں حائل ہونے کے باعث جواز ہو تو ایسے حائل تو صحراء میں بھی پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ زمین کو کروی کہا جائے تو اس وقت تو قبلہ اور قضاءِ حاجت کرنے والے کے درمیان قطعاً موازات نہیں پائی جاتی ہے۔ شعبی نے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ اللہ کے بعض بندے ہیں جو صحراء میں نماز پڑھتے ہیں

اس لئے فرمایا کہ ان کی طرف قضاءِ حاجت کے وقت منہ نہ کرو اور نہ ہی پشت پھیرو اور آبادی میں یہ علت نہیں ہے، لیکن یہ تعلیل نص کے مقابلہ ہے لہٰذا یہ غیر ملتفت الیہ ہے۔ امام مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ورمیں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں تمہیں تعلیم دیتا ہوں جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ ہی اس طرف پشت پھیرے۔ اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث کو علماء کی جماعت نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس کے ثقہ ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ الحاصل قضاءِ حاجت کے وقت استقبال قبلہ اور استدبار میں چار مذہب ہیں۔ پہلا مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قبلہ کی طرف استقبال و استدبار دونوں ممنوع ہیں اور اطلاق حدیث اس کی دلیل ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ مطلقاً استقبال و استدبار جائز ہے۔ عروہ اور داؤد ظاہری کا یہی مذہب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے اس کا ناسخ حضرت جابر کی حدیث ہے، چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے اور اس کی طرف پشت پھیرنے سے منع فرمایا۔ پھر آپ کے وصال کے ایک سال پہلے میں نے آپ کو قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے دیکھا،، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ کا دعویٰ اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ دونوں حدیثوں میں اتفاق ممکن نہ ہو حالانکہ جواز اور منع دونوں حدیثوں میں اتفاق ممکن ہے، کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا محمل یہ ہے کہ انھوں نے آپ کو کسی محفوظ جگہ میں قضاءِ حاجت کرتے دیکھا ہوگا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے وقت سختی سے پردہ کی پابندی فرماتے تھے۔ تیسرا مذہب امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے کہ آبادی اور صحرا میں استقبال جائز نہیں استدبار جائز ہے۔

چوتھا مذہب امام مالک، شافعی، اسحاق اور امام احمد کا ہے کہ قبلہ کی جانب استقبال و استدبار صحراء میں حرام ہے۔ آبادی میں جائز ہے۔ اس کی دلیل کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ایک دن میں اپنے مکان کی چھت پر گیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اینٹوں پر قضاء حاجت کرتے دیکھا جب کہ بیت المقدس کی طرف منہ مبارک کئے ہوئے تھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث عموم نہی کی حدیث کی مخصص ہے۔ بعض نے اسے ابوایوب کی حدیث کا ناسخ قرار دیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، کیونکہ نسخ کا دعویٰ اس وقت کیا جاتا ہے جب دو حدیثوں میں اجتماع مشکل ہے۔ اور یہاں اجتماع ممکن ہے۔ کما ذکرناہ ،، (نووی وعینی وقسطلانی وکرمانی)

قضاءِ حاجت کے آداب

جب کوئی شخص قضاءِ حاجت کرنا چاہے تو اگر صحراء میں ہو تو دور مقام میں چلا جائے جہاں لوگ

اسے نہ دیکھیں اگر آبادی میں ہو تو پردہ کر لے یا کسی گڑھے وغیرہ میں چلا جائے ۔ اور زمین سے قریب ہو کر شرمگاہ سے کپڑا اُٹھائے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے ۔ ننگے سر قضاء حاجت نہ کرے اور نہ ہی اس وقت کوئی بات کرے ۔ بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور فارغ ہونے کے بعد مٹی یا صابن سے ہاتھ دھوئے ۔ استنجا کے لئے مٹی کے ڈھیلے استعمال کرے ۔ ہڈی اور گوبر وغیرہ سے اجتناب کرے اور غسل خانہ میں وضو نہ کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص غسلخانہ میں پیشاب کر کے پھر وہاں غسل نہ کرے یہ اس وقت ہے جبکہ غسل کی جگہ پانی جمع ہو جائے ورنہ حرج نہیں ۔ انگوٹھی پہنی ہوئی ہو اور اس پر اللہ کا نام لکھا ہو تو اسے اُتار دے ۔ سورج اور چاند کی طرف منہ نہ کرے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے ۔ اور نہ ہی راستہ ، سایہ ، کھڑے پانی ، پھلوں کے گرنے کی جگہوں اور نہروں کے کناروں پر پیشاب کرے اور قضاء حاجت کے وقت بائیں پاؤں پر اعتماد کرے اور پیشاب کی شرمگاہ کو تین بار حرکت دے کر صاف کرے اور قضاء حاجت کے وقت سرین زمین سے اُٹھائے رکھے

اسماء رجال

اس حدیث کے تین راوی آدم بن ابی ایاس ، محمد بن عبد الرحمٰن بن مغیرہ بن حارث بن ابی ذئب ہشام مدنی عامری اور محمد بن مسلم بن شہاب زہری پہلے گزر چکے ہیں ۔ چوتھے راوی عطاء بن یزید لیثی ہیں ۔ ان کی کنیت ابو یزید ہے ۔ وہ مدنی ہیں ۔ انہیں شامی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ رملہ ، شام میں سکونت پذیر تھے ۔ ایک سو سات ہجری میں فوت ہوئے ۔ اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نام خالد بن مرید بن کلیب ہے ۔ قبیلہ خزرج سے متعلق ہیں ۔ جلیل القدر صحابی ہیں ۔ آپ شامی بھی ہیں ۔ جنگ بدر ، عقبہ اور دوسرے تمام غزوات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسجد نبوی اور مکانات کی تعمیر ہوتے تک انہی کے گھر میں تشریف فرما رہے ۔ ان کی کنیت ان کے نام پر غالب ہے ۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو پچاس احادیث روایت کی ہیں جن میں سے امام بخاری نے آٹھ احادیث ذکر کی ہیں ۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے اور تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہے اور پچاس ہجری کو قسطنطنیہ میں فوت ہو گئے جبکہ وہ یزید بن معاویہ کے لشکر میں نکلے اور بیمار ہو گئے ۔ جب آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اپنے ساتھیوں سے کہا جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے اپنے ساتھ اُٹھا کر لے چلو اور جب دشمن کے مقابلہ میں صفیں باندھو تو مجھے اپنے قدموں میں دفن کر دو ، چنانچہ اُنھوں نے اسی طرح تعمیل حکم کی ۔ ان کی قبر شریف قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب ہے اور لوگوں میں بہت معروف ہے ۔ جب بارش نہ ہو تو اس صاحب قبر کے وسیلہ سے وہ بارش طلب کرتے تھے

بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰی لَبِنَتَیْنِ

۱۴۵ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّہٖ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اَنَّ نَاسًا یَقُوْلُوْنَ اِذَا قَعَدْتَ عَلٰی حَاجَتِكَ فَلَا تَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا بَیْتَ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِہٖ وَقَالَ لَعَلَّكَ مِنَ الَّذِیْنَ یُصَلُّوْنَ عَلٰی اَوْرَاکِهِمْ فَقُلْتُ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ قَالَ مَالِكٌ یَعْنِی الَّذِیْ یُصَلِّیْ وَلَا یَرْتَفِعُ عَنِ الْاَرْضِ ـــ یَسْجُدُ وَهُوَ لَاصِقٌ بِالْاَرْضِ

باب ـــ جس نے دو کچّی اینٹوں پر بیٹھ کر قضاء حاجت کی

۱۴۵ـــ ترجمہ : حضرت محمد بن یحییٰ اپنے چچا واسع بن حبان سے اُنھوں نے عبداللہ بن حبان رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لئے بیٹھو تو قبلہ کی طرف اور نہ ہی بیت المقدس کی طرف منہ کرو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میں ایک روز اپنے گھر کی چھت پہ چڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کے لئے دو کچی اینٹوں پہ بیٹھے ہوئے بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے دیکھا حضرت عبداللہ بن عمر نے واسع سے کہا شائد تو ان لوگوں سے ہے جو اپنے سرینوں پہ نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا ہوں (میں ان میں سے ہوں یا نہ) امام مالک نے کہا یعنی جو شخص نماز پڑھے اور زمین سے اونچا نہ رہے سجدہ اس حالت میں کرے کہ زمین کے ساتھ ملا رہے۔

۱۴۵ـــ شرح : اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ استدلال کیا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کیا ہوا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر نے واسع سے کہا کہ شائد تو اُن لوگوں سے ہے جو سنت سے ناواقف ہیں اگر تو سنت سے واقف ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا جائز ہے اور ان لوگوں کی بات کی طرف متوجہ

بَابُ خُرُوْجِ النِّسَاءِ اِلَى الْبَرَازِ

۱۴۶ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نہ ہوتا عبداللہ بن عمر نے سنت سے ناواقف لوگوں سے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا جو اپنے سرینوں پر نماز پڑھتے ہیں کیونکہ جو سرینوں پر نماز پڑھتا ہے وہ اگر سنت سے جاہل نہ ہوتا تو سرینوں پر نماز نہ پڑھتا اور سجدہ میں سنت یہ ہے کہ نمازی سرینوں کو زمین سے نہ لگائے بلکہ ان کو اونچا رکھے مگر اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقعد شریف کی طرف نظر کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی نظر اچانک اٹھی اور آپ کو اس حال میں دیکھا انھوں نے قصداً نظر نہ کی تھی اور جو کچھ دیکھا اسے نقل کر دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ ابن عمر نے اس کا قصد ہی کیا ہو اور صرف آپ کے سر مبارک کو دیکھا اور باقی بدن شریف کو نہ دیکھا ہو اور آپ کے بیٹھنے میں سوچ بچار کرنے کے بعد وہ اس نتیجہ کو پہنچے ہوں گے کہ آپ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے مشاہدہ کو نقل کر دیا ہو۔ بہر حال یہ نقل ان کے تامل کا نتیجہ ہے واقعی امر نہیں لہٰذا جن علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث اس حدیث کی ناسخ ہے جس میں قبلہ کی طرف استقبال اور استدبار سے منع کیا ہے جیسا کہ ابو ایوب سے مرفوع مروی ہے درست نہیں، کیونکہ عبداللہ بن عمر کی حدیث محض احتمال پر مبنی ہے اور یہ اس حدیث کی ناسخ نہیں ہو سکتی جس میں حتمی طور سے آپ سے مروی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرو۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن عمر کی حدیث میں آپ کا فعل مذکور ہے اور تحریم کی حدیث میں آپ کا قول ہے اور فعل میں خصوصیت کا احتمال بھی موجود ہے جبکہ حضرت ابو ایوب کی مرفوع حدیث "جب تم قضاء حاجت کو جاؤ تو پاخانہ اور پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو" مطلق ہے احتمال سے خالی ہے جس میں جنگل اور آبادی کی کوئی قید نہیں لہٰذا اس کی استقبال و استدبار کی تحریم پر صراحتہً دلالت ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اسماء رجال

: اس حدیث کے چھ راوی ہیں۔ ان میں سے عبداللہ بن یوسف، امام مالک اور یحیی بن سعید انصاری پہلی اور دوسری حدیثوں میں گزر چکے ہیں اس کے چوتھے راوی محمد بن یحیی بن حبان مدنی تابعی ہیں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں بیٹھ کر لوگوں کو مسائل کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ مفتی، ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔ ایک سو اکیس ۱۲۱ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے پانچویں راوی واسع بن حبان کے صحابی ہونے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ حبان حین سے یا حب [4]

[4] سے ماخوذ ہو تو غیر منصرف ہے ورنہ منصرف ہے

كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهِيَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ فَأَنْزَلَ اللهُ الْحِجَابَ

باب ـ قضاءِ حاجت کے لئے عورتوں کا باہر جانا

۱۴۶ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جب قضائے حاجت کے لئے رات کو مناصع کی طرف جایا کرتی تھیں مناصع کھلا میدان ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں رکھیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے تھے۔ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سودہ بنت زمعہ عشاء کے وقت باہر نکلیں اور وہ لمبے قد والی خاتون تھی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا کہ ہم نے تجھے پہچان لیا ہے، کیونکہ ان کو یہ حرص تھی کہ پردہ کی آیت نازل ہو پس اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیت نازل فرمائی۔

۱۴۶ ـ شرح : دراصل حجاب تین ہیں اوّل یہ کہ عورتیں اپنے چہرے چھپائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال رکھیں۔ دوم وہ اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ لٹکائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے سے باہر سے مانگو سوم کسی شرعی ضرورت کے بغیر گھروں سے باہر نہ نکلیں جب باہر جائیں تو اپنے شخص ظاہر نہ کریں اور قضاء حاجت کے وقت پردہ میں ازواج مطہرات کی تین حالتیں تھیں اندھیرے میں؛ کیونکہ وہ رات کو باہر جاتی تھیں جیسے اس حدیث میں كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ پھر جب حجاب کی آیت نازل ہوئی تو وہ کپڑوں سے پردہ کرتی تھیں؛ لیکن کبھی ان کے شخص ممتاز نظر آتے تھے اسی لئے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اے سودہ ہم نے تجھے پہچان لیا ہے یہ پردہ کی دوسری حالت ہے پھر جب گھروں میں بیت الخلاء بنائے گئے تو ان کو باہر جانے سے روک دیا گیا۔ یہ تیسری حالت ہے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کے واقعہ کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی کہ عورتوں کا

۱۴۷ــ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا قَالَ ثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اُذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ فِيْ حَاجَتِكُنَّ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِيْ الْبَرَازَ

مردوں سے پردہ کا حکم نازل ہو تو حجاب کی آیت نازل ہوئی یہ بھی احتمال ہے کہ حجاب کی آیت سے جنس حجاب مراد ہو تو یہ حجاب کی تینوں اقسام کو شامل ہوگا جو ابتدائے تقریر میں مذکور ہیں اور ان تینوں میں سے ایک معہود بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواجِ مطہرات گھروں سے بالکل باہر نہ نکلیں اسی لئے اُنھوں نے ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے حالانکہ وہ چادر اوڑھ کر باہر گئی تھیں کیونکہ چادر اوڑھنے کے بعد بھی عورت کا شخص ممتاز نظر آتا ہے اور عمر فاروق یہ چاہتے تھے کہ آپ کی بیبیاں پردہ کی اس حالت میں بھی باہر نہ جائیں مگر ایسا نہ ہوا اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پردہ میں باہر جا سکتی ہو پھر جب گھروں میں بیت الخلاء بنائے گئے تو ان کو باہر جانے سے بھی روک دیا گیا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماءِ رجال: اس حدیث کے چھ راوی ہیں اور حدیث ع۳ کے اسناد میں مذکور ہیں۔

۱۴۷ــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے اپنی حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے، ہشام نے کہا یعنی قضائے حاجت کے لئے باہر جا سکتی ہو۔

۱۴۷ــ شرح: قَالَ هِشَامٌ ،، یہ امام بخاری کی تعلیق ہے یا ابو اسامہ کا مقولہ ہے یا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خارج سے مراد قضاء حاجت کے لئے باہر جانا ہے۔ مذکورہ حدیث میں ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد باہر گئیں تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے تجھے پہچان لیا ہے، حالانکہ وہ چادر اوڑھ کر باہر گئی تھیں۔ اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے فرمایا تمہیں قضائے حاجت کے لئے باہر جانے کی اجازت ہے

اسماءِ رجال: ع۱ زکریا بن یحیی بن صالح لؤلؤی ابو یحیی بلخی حافظ فقیہ اور مصنف سُنّت ہیں۔ ۲۳۰ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے اور حضرت قتیبہ بن سعید کے پاس مدفون ہوئے۔

ع۲ ابو اسامہ حماد بن اسامہ کوفی ہیں۔ حدیث ع۷۷ کے تحت دیکھیں۔ باقی راویوں کا ذکر کئی بار گزرا ہے۔

بَابُ التَّبَرُّزِ فِی الْبُیُوْتِ

۱۴۸ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ ثَنَا اَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی بْنِ حَبَّانَ عَنْ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِرْتَقَیْتُ فَوْقَ ظَهْرِ بَیْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ فَرَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْضِیْ حَاجَتَهٗ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ

۱۴۹ — حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ ثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هٰرُوْنَ قَالَ اَنَا یَحْیٰی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یَحْیٰی بْنِ حَبَّانَ اَنَّ عَمَّهٗ وَاسِعَ بْنَ حَبَّانَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ قَالَ لَقَدْ ظَهَرْتُ ذَاتَ یَوْمٍ عَلٰی ظَهْرِ بَیْتِنَا فَرَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰی لَبِنَتَیْنِ مُسْتَقْبِلَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ

باب گھروں میں قضائے حاجت کرنا

۱۴۸ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں کسی حاجت کے لئے حفصہ کے مکان کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کرکے قضائے حاجت فرما رہے تھے۔

۱۴۹ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ میں ایک دن اپنے گھر کی چھت پر چڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جبکہ آپ دو کچی اینٹوں پر بیت المقدس کی طرف منہ کرکے (قضائے حاجت کے لئے) بیٹھے ہوئے تھے۔

۱۴۸ — ۱۴۹ — شرح : بَابُ مَنْ تَبَرَّزَ عَلٰی لَبِنَتَیْنِ میں ان دونوں حدیثوں کی

بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

۱۵۰ — حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِالْمَلِكِ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ مُعَاذٍ وَاسْمُهٗ عَطَآءُ بْنُ اَبِىْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ اَجِيْءُ اَنَا وَ غُلَامٌ مَعَنَا اِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ يَعْنِىْ يَسْتَنْجِىْ بِهٖ

وضاحت گزر چکی ہے ؛ البتہ ان میں یہ الفاظ بیتِ حفصۃ بیتنا اور بُیُتٍ لَّنَا مختلف مذکور ہیں مگر ان کا معنیٰ واحد ہے ۔ اسی طرح مستقبل الشام ، مستقبل بیت المقدس اور مستدبر القبلہ کا محصول بھی امر واحد ہے ۔ یزید بن ھارون بہت بڑے عابد تھے وہ چاشت کی سولہ رکعت پڑھا کرتے تھے ان کی مجلس وعظ بغداد شریف میں ہوتی تھی جس میں تقریباً ستر ہزار سامعین ہُوا کرتے تھے ۔ وہ ۲۰۶ھ ہجری کو واسط میں فوت ہوئے ۔

اسماءِ رجال ۱۴۸ : ع۱ ابراہیم بن مُنذر ع۵۶ کے تحت دیکھیں ع۲ انس بن عیاض لیثی مدنی ہیں اُن کی کنیت ابوضمرہ ہے ۔ دوسو ہجری میں ۹۶ برس کی عمر میں فوت ہُوئے ع۳ عُبَیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم قرشی مدنی ہیں اُن کی کنیت ابوعثمان ہے ۔ ۱۴۷ھ ہجری میں فوت ہُوئے ع۴ محمد بن یحییٰ بن حبان ع۵ واسع بن حبان حدیث ع۱۴۵ کے تحت دیکھیں ع۶ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۔

اسماءِ رجال ۱۴۹ : ع۱ یعقوب بن ابراہیم حدیث ع۱۴ کے تحت دیکھیں ۔ باقی راویوں کا ذکر گزرا ہے ۔

باب — پانی سے استنجاء کرنا

۱۵۰ — ترجمہ : عطاء بن ابی میمون نے کہا میں نے انس بن مالک کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور ہمارے ساتھ ایک لڑکا پانی کا مشکیزہ لے کر آتے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے استنجاء فرماتے ۔

۱۵۰ — شرح : ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث شریف میں پانی سے استنجاء کا ذکر نہیں ؛ کیونکہ

بَابُ مَنْ حُمِلَ مَعَهُ الْمَآءُ لِطُهُوْرِهٖ

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ أَلَيْسَ فِيكُمْ صَاحِبُ النَّعْلَيْنِ وَالطُّهُوْرِ وَالْوِسَادِ

۱۵۱ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَآءِ ابْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ تَبِعْتُهٗ أَنَا وَغُلَامٌ مِّنَّا مَعَنَا إِدَاوَةٌ مِّنْ مَّآءٍ

يَسْتَنْجِىْ ،، انس کا قول نہیں بلکہ ابوالولید کا قول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پانی طہور اور وضوء کے لئے ہو حالانکہ بعض کہتے ہیں کہ یہ عورتوں کا وضوء ہے۔ مردوں کی استنجا صرف ڈھیلوں سے ہوتی ہے۔ امام طحاوی نے پانی سے استنجاء پر اس آیت کریمہ کو دلیل ذکر کیا ہے۔ فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ شعبی نے کہا جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قباء والو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ثناء کس وجہ سے فرمائی ہے؟ انھوں نے عرض کی ہم سب پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے۔ یہ بحث صرف اس حدیث سے متعلق تھی۔ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ڈھیلوں کے بعد پانی سے استنجا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ بَابُ وَضْعِ الْمَآءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے گئے تو میں نے آپ کے لئے پانی رکھ دیا۔ نیز آپ نے پانی سے استنجا کو فطرت سے شمار فرمایا ہے۔ واللہ اعلم!

۱۵۰ — ع۱ ؛ ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسی بصری حدیث ع۱۶ کے تحت دیکھیں۔ ع۲ شعبہ بن حجاج ع۳ ابومعاذ عطاء بن ابی میمونہ بصری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ ۱۳۱ ہجری کو بصرہ میں طاعون کے بعد فوت ہوئے۔

باب — جس کے ساتھ طہارت کے لئے پانی لایا گیا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم میں جوڑا مبارک، وضوء کا پانی اور تکیہ اٹھا کر چلنے والا نہیں؟

۱۵۱ — ترجمہ : عطاء نے کہا میں نے انس سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت

بَابُ حَمْلِ الْعَنَزَةِ مَعَ الْمَاءِ فِي الْاِسْتِنْجَاءِ

۱۵۲ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ

کے لئے تشریف لے جاتے تو میں اور انصار سے ایک لڑکا آپ کے پیچھے جاتے جبکہ ہمارے ساتھ پانی کا برتن ہوتا تھا۔

۱۵۱ — شرح : حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے جب عراق والوں نے مسائل پوچھے تو آپ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ تم میں جب عبداللہ بن مسعود موجود ہیں تو تم ان سے مسائل کیوں نہیں پوچھتے ہو؛ حالانکہ ان کی موجودگی میں کسی اور سے یا مجھ سے مسائل دریافت کرنے کی ضرورت نہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ دین کی خدمت کرنا اور اس کے لئے جملہ ضروری اشیاء لے کر چلنا مستحب ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جوڑا مبارک، پانی کا برتن اور تکیہ لے کر چلتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس شریف سے اٹھتے تو وہ آپ کو جوڑا مبارک پہنایا کرتے تھے اور جب آپ آرام فرماتے تو اسے پکڑ کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

ان کا نام عُوَیمر بن زید بن قیس ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عویمر بن مالک بن عبداللہ بن قیس ہے۔ وہ انصاری افضل صحابہ کرام میں سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے وظیفہ مقرر کیا تھا اور ان کی جلالت اور بزرگی کے باعث انہیں اصحابِ بدر سے لاحق کیا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں دمشق کے حاکم مقرر ہوئے اور ۳۱ یا ۳۲ ہجری میں فوت ہوگئے۔ ان کی قبر دمشق کے بابِ صغیر کے پاس ہے۔ صاحبِ نعلین'' حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ عنہ ''

اسماءِ رجال : ۱۔ سلیمان بن حرب حدیث ۲۰ کے تحت دیکھیں۔ اس اسناد کے تمام راوی بصری ہیں۔

باب — استنجا کے لئے پانی کے ساتھ عنزہ لے جانا

۱۵۲ — ترجمہ : عطاء ابن ابی میمونہ سے روایت ہے انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو میں اور ایک لڑکا پانی کا مشکیزہ اور عنزہ اٹھا کر لے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ مَیْمُوْنَۃَ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَاَحْمِلُ اَنَا وَغُلَامٌ اِدَاوَۃً مِنْ مَّاءٍ وَعَنَزَۃً یَسْتَنْجِیْ بِالْمَاءِ تَابَعَہُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَۃَ الْعَنَزَۃُ عَصًا عَلَیْہِ زُجٌّ

بَابُ النَّھْیِ عَنِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْیَمِیْنِ

۱۵۳ — حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَۃَ قَالَ ثَنَا ھِشَامٌ ھُوَ الدَّسْتَوَائِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ وَاِذَا اَتَی الْخَلَاءَ فَلَا یَمَسَّ ذَکَرَہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَلَا یَتَمَسَّحْ بِیَمِیْنِہٖ

پانی سے استنجاء فرماتے نضر اور شاذان نے شعبہ سے اس کی متابعت کی ہے۔ عنزہ وہ عصا ہے جس کے نیچے لوہے کی سوئی ہوتی ہے۔

۱۵۲ — شرح : "یَسْتَنْجِیْ" جملہ مستانفہ ہے گویا کسی نے کہا پانی کو کیا کرتے تھے اس کا جواب دیا کہ اس سے استنجاء فرماتے تھے عنزہ ساتھ لے جانے کا مقصد یہ تھا کہ استنجاء کے بعد آپ وضوء فرماتے اور عنزہ کو زمین میں سترہ بناتے تھے یا یہ وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے باہر دور تشریف لے جاتے تو بسا اوقات زمین سخت ہوتی تو عنزہ کے ساتھ اسے نرم فرمالیتے۔ عنزہ وہ لاٹھی ہے جو عصاء سے لمبی اور نیزہ سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کے ایک کنارے پر نیزے جیسے لوہے کی انی (سوئی) ہوتی ہے۔

اسماء رجال : ع۱ محمد بن بشار کا لقب بندار ہے۔ حدیث ۶۷ کے تحت ع۲ محمد بن جعفر غندر حدیث ع۳۱ کے تحت دیکھیں باقی کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب — سیدھے ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع کرنا

۱۵۳ — : ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پانی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلاء میں آئے

بَابُ لَا يُمْسِكُ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهٖ إِذَا بَالَ

۱۵۴ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ ثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَالَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَسْتَنْجِيْ بِيَمِيْنِهٖ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْاِنَاۗءِ

تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے مس نہ کرے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرے !

۱۵۳ ـ شرح : پانی کے برتن میں سانس لینا تنزیہًا مکروہ ہے! کیونکہ جب کوئی برتن میں سانس لے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے منہ سے تھوک نکل کر پانی سے مل جائے جس کو پینے والا مکروہ جانے نیز اس طرح تو چارپائے کرتے ہیں کہ وہ پانی پیتے وقت باربار پانی میں سانس لیتے ہیں اور سنّت یہ ہے کہ پانی تین سانسوں میں پیئے اور ہر سانس کے وقت منہ کو پیالہ سے جُدا کرے اور استنجا میں دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے ۔ یہ نہی بھی تنزیہہ کے لئے ہے ، کیونکہ عضو میں اذی اور حدث ہوتا ہے اس لئے اس سے دایاں ہاتھ نہ لگائے ۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دایاں ہاتھ طعام ، شراب اور لباس پہننے کے لئے ہے اور بایاں نجاست سے صفائی کے لئے ہے ۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا دائیں ہاتھ سے پونچھنے کی ممانعت دُبر سے مختص ہے اور بائیں ہاتھ سے مس کرنا قُبل سے مختص ہے ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب ڈھیلا دائیں ہاتھ سے پکڑے اور بائیں ہاتھ سے آلۂ تناسل کو مس کرے تو یہ مکروہ نہیں ۔ واللہ اعلم !

اسماء رجال

: ؏۱ مُعاذ بن فضالہ بصری زہرانی ہیں ان کی کنیت ابوزید ہے ؏۲ ہشام دستوائی حدیث ؏۴۲ کے تحت دیکھیں ؏۳ یحییٰ بن ابی کثیر حدیث ؏۱۱۲ کے تحت دیکھیں ؏۴ عبداللہ بن ابی قتادہ ابوابراہیم ۱۵۰ ہجری میں فوت ہوئے علماء کی جماعت نے اُن سے روایت کی ہے ؏۵ ابوقتادہ حرث بن ربعی سلمی تابعی مدنی خزرجی انصاری ہیں وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسوار صحابہ میں سے ہیں ۔ غزوۂ احد ، خندق اور ان کے بعد دیگر جنگوں میں حاضر رہے ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو ستر احادیث روایت کیں ۔ بخاری نے ان میں سے تیرہ ذکر کی ہیں ۔ صحیح روایت کے مطابق ۵۴ ۔ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے کہا گیا ہے کہ کوفہ میں فوت ہوئے ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں ۔ ان کی کنیت ان کے نام پر غالب ہے ۔ رضی اللہ عنہ ‘‘

بَابُ الْاِسْتِنْجَآءِ بِالْحِجَارَةِ

۱۵۵ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَكِّيُّ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو الْمَكِّيِّ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اتَّبَعْتُ النَّبِيَّ

باب — جب پیشاب کرے تو شرمگاہ سیدھے ہاتھ سے نہ پکڑے

۱۵۴ — ترجمہ : حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب تم سے کوئی پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے نہ سیدھے ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ ہی برتن میں سانس لے۔

۱۵۴ — شرح : پہلے باب میں مذکور حدیث میں سیدھے ہاتھ سے استنجاء کی نہی کا ذکر تھا۔ اس باب کی حدیث میں داہنے ہاتھ سے شرمگاہ پکڑنے سے ممانعت ہے سوال ہوتا ہے کہ وَلَا یَتَنَفَّسْ کا عطف «فلا یاخذنّ» پر ہے اور وہ شرط سے مقید ہے تو معنیٰ یہ ہوگا۔ جب تم سے کوئی پیشاب کرے تو سانس نہ لے حالانکہ برتن میں سانس لینا مطلقاً ممنوع ہے اور اس تقدیر پر معنیٰ بھی درست نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ اس جملہ کا عطف اجزاء پر نہیں جو سائل نے گمان کیا ہے بلکہ اس کا عطف شرط وجزاء سے مرکب جملہ پر ہے اس لئے حدیث کے الفاظ کا اسلوب بدل دیا گیا ہے اور لَا یَتَنَفَّسْ کی نون ثقیلہ سے تاکید نہیں کی!

اسماء رجال

: ۱ محمد بن یوسف ابوعبداللہ فریابی اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے افضل تھے (بخاری) ۲۱۲ ہجری میں فوت ہوئے ۲ اوزاعی حدیث ۷۹ کے تحت دیکھیں۔ باقی راویوں کا ذکر گزرا ہے۔

باب — ڈھیلوں سے استنجاء کرنا

۱۰۵ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَرَجَ لِحَاجَتِهٖ وَكَانَ لَا يَلْتَفِتُ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقَالَ اَبْغِنِيْ اَحْجَارًا اَسْتَنْفِضْ بِهَا اَوْ نَحْوَهٗ وَلَا تَأْتِنِيْ بِعَظْمٍ وَلَا رَوْثٍ فَاَتَيْتُهٗ بِاَحْجَارٍ بِطَرَفِ ثِيَابِيْ فَوَضَعْتُهَا اِلٰى جَنْبِهٖ وَاَعْرَضْتُ عَنْهُ فَلَمَّا قَضٰى اَتْبَعَهٗ بِهِنَّ

کے پیچھے پیچھے گیا جبکہ آپ قضاءِ حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے آپ چلتے وقت اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرتے تھے میں آپ کے قریب ہُوا تو آپ نے فرمایا میرے لئے ڈھیلے تلاش کر لاؤ میں ان سے استنجاء کروں گا یا اس جیسا اور لفظ فرمایا اور فرمایا ہڈی اور گوبر نہ لانا میں اپنے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلے لپیٹ کر آپ کے پاس لے گیا اور آپ کے پہلو کے قریب رکھ دیئے اور خود میں آپ سے ایک طرف ہو گیا آپ نے جب قضائے حاجت فرمالی تو ڈھیلوں کو استعمال کیا۔

۱۵۵ — **شرح** : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی لانے سے اس لئے روکا کہ وہ سخت اور صاف ہوتی ہے اس سے صفائی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ تری کو خشک کر سکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہڈی پر کچھ چربی وغیرہ باقی رہی ہو جو صفائی سے مانع ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ یہ جنوں کی خوراک ہے جیسا کہ روایات میں مبین ہے۔ اور گوبر سے اس لئے روکا کہ وہ خود پلید ہوتا ہے وہ نجاست اور زیادہ کرے گا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جنوں کے جانوروں کی خوراک ہے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے دلائل نبوت میں ہے کہ جنوں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدیہ کا سوال کیا تو آپ نے ان کو ہڈی اور گوبر ہدیہ دیا۔ ہڈی ان کے لئے اور گوبر ان کے جانوروں کے لئے اس لئے ان دونوں سے استنجا کرنے سے منع فرما دیا۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ جنوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی اُمت کو ہڈی اور گوبر سے استنجاء کرنے سے روکیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہمارا رزق بنایا ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے استنجاء کرنا روک دیا۔ اس روایت سے معلوم ہُوا کہ ہر جامد طاہر سے استنجاء جائز ہے اور ڈھیلوں کی خصوصیت نہیں بلکہ جو بھی ڈھیلوں کا قائم مقام ہو اس سے استنجاء صحیح ہے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ استنجاء میں ڈھیلے کافی ہیں اگرچہ پانی استعمال نہ کیا جائے۔ بشرطیکہ مخرجِ معتاد سے نجاست نے تجاوز نہ کیا ہو۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سادات کی خدمت ان کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے اور متبوع اپنے اتباع سے خدمت لے سکتے ہیں "ونحوہ" سے پتہ چلتا ہے کہ بالمعنیٰ روایت جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال : ۱۔ احمد بن محمد بن عون ازرق مکی ہیں۔ ان کی کنیت ابوالولید ہے ابو محمد بھی

بَابٌ لَا يَسْتَنْجِي بِرَوْثٍ

۱۵۶ ــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ قَالَ لَيْسَ اَبُوْعُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ وَلٰكِنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَائِطَ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَهُ بِثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ فَوَجَدْتُ حَجَرَيْنِ وَالْتَمَسْتُ الثَّالِثَ فَلَمْ اَجِدْ فَاَخَذْتُ رَوْثَةً فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَاَخَذَ الْحَجَرَيْنِ وَاَلْقَى الرَّوْثَةَ وَقَالَ هٰذَا رِكْسٌ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

ذکر کی جاتی ہے۔ ۲۱۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ عمر بن یحییٰ بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص قرشی مکی اموی ہیں وہ ابو امیہ یعنی خاندانِ امیہ کے پہلے شخص ہیں۔ ان کا دادا سعید بن عمرو ابو عثمان ہے۔ وہ دراصل مدنی ہیں جب دمشق پر غلبہ ہوا تو وہ اپنے باپ کے ساتھ تھے۔ جب ان کے والد قتل ہو گئے تو عبدالملک بن مروان نے انہیں مدینہ منورہ والوں کے ساتھ حجاز بھیج دیا پھر کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے وہاں ان کی اولاد ہے وہ ثقہ صدوق ہیں

باب گوبر سے استنجاء نہ کرے

۱۵۶ ــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کو تشریف لے گئے اور مجھے تین ڈھیلے لانے کا حکم فرمایا میں نے دو ڈھیلے تو تلاش کر لئے اور تیسرا ڈھونڈا مگر اسے حاصل نہ کر سکا اور میں گوبر ہی پکڑ کر آپ کے پاس لے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ڈھیلے تو پکڑ لئے اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ پلید ہے۔ ابراہیم ابن یوسف نے اپنے باپ یوسف سے انھوں نے ابو اسحاق سے روایت ذکر کی کہ مجھے عبدالرحمن نے خبر دی۔

۱۵۶ ــ شرح : امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا ڈھیلوں کی تعداد استنجاء میں واجب نہیں۔ اگر تین سے کم پہ اقتصار کرے تو بھی کافی ہے جبکہ محل

صاف ہو جائے۔ امام طحاوی نے کہا اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ ڈھیلوں کی تعداد فرض نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تھے جہاں ڈھیلے نہ تھے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرمایا مجھے تین ڈھیلے دو اگر آپ کے پاس کوئی ڈھیلے وغیرہ ہوتا تو دوسری جگہ سے ڈھیلے لانے کی ضرورت نہ ہوتی اور جب وہ صرف دو ڈھیلے ہی لے کر آئے تو آپ نے وہ دونوں ہی پکڑ لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ڈھیلوں سے استنجاء کافی ہے، کیونکہ اگر تیسرا ڈھیلے ضروری ہوتا تو آپ دو پر اکتفاء نہ فرماتے اور حضرت عبداللہ کو تیسرا ڈھیلے تلاش کرنے کا حکم فرماتے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے مَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ یعنی جو شخص ڈھیلوں سے استنجا کرے تو ڈھیلے طاق لے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو حرج نہیں اگر تین ڈھیلے استنجاء میں ضروری ہوتے تو آپ یہ فرماتے کہ اگر تین ڈھیلوں سے استنجاء نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ الحاصل تین ڈھیلے حد معین نہیں، کیونکہ اگر تین سے صفائی نہ ہو تو چوتھا ڈھیلے استعمال کرنا ضروری ہے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں مقصد صفائی کرنا ہے۔ اگرچہ ایک ڈھیلے کے تین کونوں سے صفائی ہو جائے یا دو ڈھیلوں سے صفائی ہو جاتے ہو سکتا ہے کہ حدیث میں تین ڈھیلوں کا ذکر استحساناً ہو اگرچہ کم سے صفائی ہو جائے۔

قولہ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ الخ اس تعلیق سے امام بخاری کی غرض اس شخص کا رد کرنا ہے جس نے کہا ہے کہ ابواسحاق نے اس خبر میں تدلیس کی ہے۔

اسماء رجال

: ع۱ ابونُعَیم حدیث ع۴۹ کے تحت دیکھیں ع۲ زُہیر ابومعاویہ سفیان بن عُیَینہ نے کہا کوفہ میں ان کی مثل کوئی نہیں۔ احمد نے کہا زُہیر علم کی کان ہیں۔ لیکن ابواسحاق سبیعی سے ان کی حدیث میں کچھ کمزوری ہے، کیونکہ ابواسحاق کے اختلاط کے بعد اُن سے حدیث کی سماعت کی تھی ع۳ ابواسحاق عمرو بن عبداللہ سبیعی تابعی ہیں۔ حدیث ع۳۹ کے تحت دیکھیں ع۴ ابوعُبَیدہ عامر بن عبداللہ بن مسعود تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہیں۔ ع۵ عبدالرحمٰن بن اسود کوفی تابعی ہیں وہ ہر روز سات سو رکعتیں نماز پڑھتے اور عشاء اور فجر کی نمازیں ایک ہی وضوء سے پڑھتے تھے۔ ۹۹- ہجری میں فوت ہوئے ع۶ اسود بن یزید بن قیس کوفی نخعی ہیں۔ حدیث ع۱۲۷ کے تحت دیکھیں ع۷ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ ابراہیم بن یوسف بن ابی اسحاق سُبَیعی ہمدانی کوفی ہیں و۱۹۸- ہجری میں فوت ہوئے ،، وہ اپنے والد یوسف بن ابی اسحاق کوفی سے روایت کرتے ہیں۔ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں یا ۱۵۷ ہجری میں فوت ہوئے ،، وہ اپنے دادا ابواسحاق روایت کرتے ہیں۔ ابواسحاق نے کہا مجھ سے عبدالرحمٰن ابن اسود بن یزید نے بیان کیا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ عباس نے یحییٰ سے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ابراہیم کچھ شئی نہیں۔ نسائی نے کہا ابراہیم قوی نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعلیق متابعت ہے اور متابعت میں وہ شئی معتبر ہوتی ہے جو اصول میں معتبر نہیں ہوتی۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّةً مَرَّةً

۱۵۷ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً

بَابُ الْوُضُوْءِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

۱۵۸ — حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمٰنَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

باب — وضوء میں ایک ایک بار اعضاء دھونا

۱۵۷ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء میں اعضاء کو ایک ایک بار دھویا۔

باب — وضوء میں دو دو بار اعضاء دھونا

۱۵۸ — ترجمہ : عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء میں اعضاء کو دو دو بار دھویا۔

۱۵۷/۱۵۸ — شرح : مَرَّةً اگر ظرف ہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ ایک زمانہ میں وضوء کیا۔ اگر وضوء کے اعضاء سے ہر عضو کو دو یا تین دفعہ دھونا ہوتا ہے تو وضوء دو یا کئی زمانوں میں ہوتا کیونکہ ہر ایک غسلہ کے لئے زمانہ علیحدہ ہوتا ہے اور اگر یہ مفعول مطلق ہے تو معنیٰ یہ

ہوگا کہ تمام اعضاء کو ایک ہی دھونا دھویا۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری عمر شریف میں ایک ہی دفعہ وضوء فرمایا ہے اور یہ ظاہر البطلان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لزوم صحیح نہیں کیونکہ لفظ مَرَّةً کے تکرار کا مقتضیٰ تفصیل و تکرار ہے یا مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وضوء میں ہر عضو کو ایک مرتبہ دھویا، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء میں تکرار بداہتہً منقول ہے۔ یہی حال لفظ مَرَّتَیْنِ اور مسح کا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال ۱۵۷

: ع۱ محمد بن یوسف یا بیکندی ہے ان کا ذکر حدیث ع۶۶ میں گزرا ہے یا فریابی ہے ان کا حدیث ع۱۵۴ کے اسماء میں ذکر ہو چکا ہے۔ ع۲ سفیان بن عیینہ حدیث ع۱ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ غالب یہی ہے کہ محمد بن یوسف بیکندی سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور فریابی سفیان ثوری سے روایت کرتے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ محمد بن یوسف سے مراد فریابی ہوں اور وہ سفیان بن عُیَیْنَہ سے روایت کریں کیونکہ دونوں سفیان فریابی کے استاد ہیں اور وہ دونوں سے روایت کرتے ہیں جیسے زید بن اسلم دونوں سفیانوں کے استاد ہیں۔ اور جیسے بیکندی اور فریابی دونوں بخاری کے اُستاد ہیں۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ یہ تو تدلیس ہے کیونکہ اس میں اشتباہ واقع ہو گیا کہ راوی کون ہے۔ لہٰذا اسناد میں قدح لازم آتی ہے اس کا جواب ہے کہ اس قسم کے اشتباہ میں قدح نہیں۔ کیونکہ ان دونوں سے جو بھی مراد ہو وہ عادل ضابط اور بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ اس سے حکم مختلف نہیں ہوتا۔ (کرمانی وعینی)

قسطلانی نے کہا کہ محمد بن یوسف سے مراد فریابی ہے بیکندی نہیں اور سفیان سے مراد ثوری ہے۔ ابن عیینہ نہیں، لیکن کرمانی نے ان دونوں میں تردّد کیا ہے۔ اور عینی نے اس کی تائید کی ہے۔ ابن حجرؒ نے بھی تردد ذکر نہیں کیا۔

اسماء رجال ۱۵۸

: ع۱ حُسَیْن بن عیسیٰ بن حمران طائی قومسی بسطامی ان کی کنیت ابو علی ہے۔ نیشا پور میں سکونت پذیر رہے اور ۲۴۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ یونس بن محمد بن مسلم بغدادی ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ۲۰۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ فُلیح بن سُلیمان ان کا نام عبد الملک ہے اور فلیح لقب ہے جو نام پر غالب ہے حدیث ع۵۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۴ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم مدنی انصاری تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا ان کی حدیث شفاء ہے۔ ۱۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۵ عَبّاد بن تمیم بن زید بن عاصم انصاری ان کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

ع۶ عبد اللہ بن زید بن عاصم اور عبد اللہ بن زید دونوں حدیث ع۱۳۷ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلٰثًا ثَلٰثًا

۱۵۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْاُوَيْسِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيْدَ اَخْبَرَهُ اَنَّ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ رَاٰى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِاِنَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى كَفَّيْهِ ثَلٰثَ مِرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَمِيْنَهُ فِي الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا وَيَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلٰثَ مِرَارٍ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

باب — وضوء میں اعضاء تین تین بار دھونا

۱۵۹ — ترجمہ : حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حُمران نے خبر دی کہ اُس نے حضرت عثمان کو دیکھا کہ اُنھوں نے پانی کا برتن منگایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر تین تین بار پانی بہایا اور ان کو دھویا پھر اپنا سیدھا ہاتھ برتن میں داخل کیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور ہاتھوں کو کہنیوں تک تین بار دھویا پھر اپنے سَر کا مسح کیا اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت تین بار دھویا پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس وضوء جیسا وضوء کرے اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اور ان میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ابراہیم سے روائت ہے صالح بن کیسان نے کہا کہ ابن شہاب نے کہا، لیکن عروہ حُمران سے روائت اس طرح کرتے ہیں کہ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا تو کہا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں اگر یہ آئت نہ ہوتی تو تم سے یہ ہرگز بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کوئی شخص وضوء کرے اور اچھا وضوء کرے پھر نماز پڑھے تو

ذَنْبِهٖ وَعَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنَّ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ عُثْمَانُ قَالَ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَيُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا

دوسری نماز پڑھنے تک اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ عروہ نے کہا وہ آیت یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ الاٰية۔

۱۵۹ شرح: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وضوء میں اعضاء کو ایک ایک مرتبہ دھونا فرض ہے اور تین تین بار دھونا سنّت ہے۔ احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا میں ایک بار، دو بار اور تین بار کا بھی ذکر ہے اور بعض اعضاء کو تین بار بعض کو دو بار اور بعض کو ایک بار دھونے کا بھی ذکر ہے اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح وضوء جائز ہے مگر کمال وضوء تین بار اعضاء کا دھونا ہے۔ سر کے مسح میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تین بار مسح کرنا مستحب جانتے ہیں اور باقی تینوں امام کہتے ہیں کہ مسح ایک بار ہے اس سے زیادہ نہ کیا جائے امام شافعی کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر تین بار مسح فرمایا جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کی ہے۔ نیز وہ باقی اعضاء مغسولہ پر قیاس کرتے ہیں اور مسح کی حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ان احادیث میں ایک بار سر کا مسح کرنا بیانِ جواز کے لئے۔ جمہور علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اعضائے وضوء پر پانی بہانا کافی ہے۔ ان کو ملنا ضروری نہیں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ملنے کو ضروری کہتے ہیں۔ حدیث میں مذکور غفران سے مراد صغائر گناہ ہیں کبائر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وضوء کے بعد دو رکعت نفل مستحب ہیں اور اگر وضوء کے بعد سنتیں پڑھ لے تو ان دو رکعتوں کا ثواب بھی ان کے ضمن میں آجاتا ہے اور اپنے نفس سے باتیں نہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ دُنیاوی خیالات نہ لائے اور نہ ہی ان امور کا خیال کرے جن کا نماز سے تعلق نہیں۔ اگر کوئی خیال آجائے اور وہ اسے فوراً اعراض کر لے تو اسے یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، کیونکہ وہ اس کا اپنا فعل نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اس قسم کے خیالات معاف فرما دیئے ہیں جو ذہن میں مستقر نہیں ہوتے قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیثِ نفس سے مراد خیالات مکتسبہ ہیں اور جو خود بخود ذہن میں آجائیں وہ مراد نہیں اور بینہ و بین الصّلٰوۃ سے یہ بھی مراد لی جاسکتی ہے

کہ نماز میں شروع ہونے سے فارغ ہونے تک گناہ معاف کئے جاتے ہیں ؛ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ نماز میں حرام نگاہ واقع ہوجائے اور مذکورہ آیت کریمہ اگرچہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منزل من اللہ کے کتمان پر لعنت فرمائی ہے مگر اس میں ہر عالم داخل ہے جو شریعت کے احکام جانتا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت میں اخلاص اور دنیاوی اسباب میں مشغول ہونے کو ترک کرنا اللہ تعالیٰ کی بخشش کو ثابت کرتا ہے ۔ واللہ ورسولہ اعلم !

اسماء رجال

:ع۱ عبدالعزیز عبداللہ اُوَیسی حدیث ع۹۷ کے اسماء میں مذکور ہے ۔ ع۲ ابراہیم بن سعد ع۲۲ کے اسماء میں گزرا ہے ۔ ع۳ ابن شہاب زہری ع۴ عطاء بن یزید ع۱۴۴ کے اسماء میں گزرا ہے ع۵ حُمران بن ابان بن خالد بن عبد عمرو عین تمر کے قیدیوں میں سے ہیں ۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں قید کیا اور اسے عقلمند سمجھ کر حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا اُنھوں نے اسے آزاد کردیا اور وہ آپ کے کاتب اور حاجب تھے وہ صحیح الحدیث ہیں یہ تینوں راوی تابعی ہیں ۔

ع۶ حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان
رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہ

آپ اموی قرشی ہیں ۔ شروع اسلام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ۔ انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے ؛ کیونکہ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ۔ سیدہ رقیہ سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد ام کلثوم سے نکاح کیا ۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۴۶ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے امام بخاری نے گیارہ ذکر کی ہیں ۔ آپ ۲۴ ہجری کے محرم کی پہلی تاریخ کو خلیفہ مقرر ہوئے اور ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو ۳۵ ہجری میں شہید ہوئے ۔ اَسْوَد تجیبی بصری نے آپ کو شہید کیا ۔ اور ہفتہ کی شب کو جنت البقیع میں مدفون ہوئے آپ کی عمر ۸۲ بیاسی سال ہے ۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی ۔ آپ کے عہدِ خلافت میں مال کی کثرت ہوگئی تھی ۔ یہاں تک کہ لونڈی کو اس کے وزن کے برابر دراھم سے بیچا جاتا تھا اور گھوڑے ایک ایک لاکھ سے فروخت ہوتے تھے ۔ آپ نے بئر رومہ خرید کر لوگوں کے لئے وقف کردیا ۔ اور جنگِ تبوک میں لشکر تیار کیا

جن دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک مجلس میں جنت کی خوشخبری سنائی گئی تھی آپ ان میں سے تیسرے ہیں ۔ رضی اللہ عنہ "

بَابُ الْاِسْتِنْثَارِ فِی الْوُضُوْءِ ذَكَرَهٗ

عُثْمَانُ وَعَبْدُاللّٰہِ بْنُ زَیْدٍ وَّابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۱۶۰— حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَنَا یُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْاِدْرِیْسَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْیَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْیُوْتِرْ

باب — وضوء میں ناک میں پانی ڈال کر نکالنا

حضرت عثمان، عبداللہ بن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے

۱۶۰— ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی آپ نے فرمایا جو کوئی وضوء کرے وہ ناک میں پانی ڈال کر سنکے اور جو کوئی استنجاء کرے وہ وتر "طاق" کرے۔

۱۶۰— شرح : یعنی وضوء میں ناک میں پانی لے کر اسے سنکے تاکہ مخاط اور غبار وغیرہ سے ناک اچھی طرح صاف ہو جائے اور پڑھنے میں آسانی رہے اور ناک میں ثقل وغیرہ زائل ہونے سے تلاوت میں مشقت نہ ہو اور حروف کے مخارج صحیح ہوں بعض روایات میں ہے کہ شیطان ناک پر رات بسر کرتا ہے۔

استجمار کا معنی قضاء حاجت کے بعد ڈھیلوں کا استعمال ہے۔ یعنی جب استنجاء میں ڈھیلے استعمال کرے تو طاق لئے جائیں۔

اسماء رجال : عبداللہ بن زید عاصم کے بیٹے ہیں اور جس عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان سنی تھی وہ عبدربہ کے بیٹے ہیں یہ تمام صحابی ہیں جنہوں نے وضوء میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استنثار کی روائت کی ہے۔ امام بخاری نے اسے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ ع۱ عبدان یہ عبداللہ بن عثمان مروزی کا لقب ہے ع۲ عبداللہ بن مبارک ع۳ یونس بن یزید ایلی۔

بَابُ الْاِسْتِجْمَارِ وِتْرًا

۱۶۱ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِىْ اَنْفِهٖ مَآءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهٖ فَلْيَغْسِلْ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يُدْخِلَهَا فِىْ وَضُوْئِهٖ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَا يَدْرِىْ اَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ

باب — استنجاء میں ڈھیلے طاق لینا

۱۶۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی وضوء کرے تو اپنے ناک میں پانی کرے پھر اسے سنکے اور جو کوئی استنجاء میں ڈھیلے لے تو طاق لے اور جب تم سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو پانی میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے اسے دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات کہاں رہا ہے۔

۱۶۱ — شرح : استجمار وجود میں استنثار سے مقدم ہوتا ہے تو ترتیب میں بھی مناسب یہ تھا کہ استنثار پر اسے مقدم کرتے مگر بخاری کی نگاہ نقل حدیث اور اس کی تصحیح سے متعلق امور کی طرف ہوتی ہے وہ تحسین وضع اور ترتیبِ ابواب میں منہمک نہیں ہیں۔ اہل ظاہر نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ سونے کے بعد وضوء کرتے وقت پہلے ہاتھ دھو لینا واجب ہے، کیونکہ نیند کی حالت میں ہاتھ کہاں کہاں پھرتا ہے اور وہ لوگ پانی سے استنجا کم کرتے تھے عموماً وہ استنجا میں ڈھیلے استعمال کرتے تھے اور کبھی حدث کا اثر وہاں رہ جاتا ہے اور ڈھیلے سے پوری صفائی نہیں ہوتی تو کچھ قدرے نجاست ہاتھ سے لگ جاتی ہے اور جب اسے پانی میں ڈالیں تو ہاتھ والی نجاست پانی سے ملنے سے اس کا پلید ہو جانا ضروری امر ہے اس لئے پہلے ہاتھ کا دھونا واجب ہے مگر یہ ایک احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پوری صفائی سے ہاتھ پلید نہ ہو اور احتمال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا لہٰذا "فَلْيَغْسِلْ" امر کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی معمولی نجاست سے پلید ہو جاتا ہے جبکہ وہ زیادہ نہ ہو یعنی دہ در دہ سے کم ہو۔ واللہ اعلم!

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى الْقَدَمَيْنِ

۱۶۲ — حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنَّا فِي سَفْرَةٍ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ أَرْهَقْنَا الْعَصْرَ فَجَعَلْنَا نَتَوَضَّأُ وَنَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادٰى بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا

اسماء رجال

: ع۱ عبداللہ بن یوسف حدیث ع۲ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ع۲ امام مالک رضی اللہ عنہ۔ ع۳ ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان مدنی ع۴ اعرج کا نام عبدالرحمن ابن ہرمز مدنی ہے اور کنیت ابوداؤد ہے۔ امام بخاری نے کہا ابوہریرہ کی صحیح ترسند، ابوالزناد، اعرج، ابوہریرہ ہے۔ حدیث ع۱۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — پاؤں کو دھونا اور قدموں پر مسح نہ کرے

۱۶۲ — ترجمہ : عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں جو ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا آپ ہم سے پیچھے رہ گئے۔ پھر آپ نے ہم کو آلیا اور حال یہ تھا کہ ہم نے عصر کی نماز میں تاخیر کردی تھی۔ ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں کو ہلکا سا دھو رہے تھے (جیسے ان پہ مسح کرتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے دو یا تین بار پکارا اور فرمایا ایڑیوں کے لئے جہنم میں ہلاکت ہے۔

حدیث نمبر ۵۸ میں اس حدیث کی توضیح ہو چکی ہے۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ ہم نے عصر کی نماز میں تاخیر کر دی اور بعض روایات میں "أَرْهَقَتْنَا" ہے یعنی ہم سے عصر کی نماز مؤخر ہوگئی باقی تفصیل حدیث ع۵۷ کی شرح میں دیکھیں۔

اسماء رجال

: ع۱ موسیٰ بن اسماعیل حدیث ع۲۵ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ع۲ ابو بشر جعفر بن ابی وحشیہ واسطی ع۳ ماہک ع۴ عبداللہ بن عمرو بن عاص قرشی حدیث ع۵۷، ع۹۴ کے اسماء میں دیکھیں

بَابُ الْمَضْمَضَةِ فِي الْوُضُوْءِ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۶۳ — حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوْءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلٰثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا وَقَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِي هٰذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

باب — وضوء میں کُلّی کرنا

"حضرت عثمان، عبداللہ ابن زید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ہے

۱۶۳ — ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حُمران سے روائت ہے کہ اُنھوں نے حضرت عثمان کو دیکھا کہ اُنھوں نے پانی منگایا اور برتن سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو تین تین بار دھویا، پھر اپنا دایاں ہاتھ پانی میں داخل کیا اور پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اسے صاف کیا اور پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور کہنیوں سمیت ہاتھ تین تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا اس کے بعد ہر پاؤں کو تین تین بار دھویا پھر کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرتے تھے اور فرمایا جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے اور دو رکعت

بَابُ غَسْلِ الْاَعْقَابِ

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ يَغْسِلُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ اِذَا تَوَضَّاَءَ

۱۶۴ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَكَانَ يَمُرُّبِنَا وَالنَّاسُ يَتَوَضَّئُوْنَ مِنَ الْمِطْهَرَةِ فَقَالَ اَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ فَاِنَّ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ

نفل پڑھے اور ان میں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

۱۶۳ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متوضی اپنے ہاتھ پہلے پہنچوں تک دھوئے اور کلی اور ناک میں پانی کرنے کے بعد منہ تین بار دھوئے پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کرکے ہر ایک پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین بار دھونے کے بعد حضورِ قلب سے دو رکعت نفل پڑھے تو اس کے صغائر گناہ سب بخش دیئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ ابوالیمان کا نام حکم بن رافع ہے ع۲ شعیب ع۳ زہری حدیث ع۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۴ عطاء بن یزید۔
ع۵ حمران حدیث ع۱۵۹ کے اسماء میں مذکور ہے۔

باب — ایڑیوں کو دھونا

اور ابن سیرین رضی اللہ عنہ وضوء کرتے تو انگوٹھی کی جگہ دھوتے

۱۶۴ — ترجمہ : محمد بن زیاد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابوہریرہ سے سنا جبکہ وہ ہم سے گزرے اور لوگ برتن سے وضوء کر رہے تھے کہا وضوء کامل کرو کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایڑیوں کے لئے دوزخ میں ہلاکت ہے۔

۱۶۴ — شرح : اسباغ کا معنی وضوء کرتے وقت اعضاء کو بار بار دھونا ہے اور

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ فِي النَّعْلَيْنِ وَلَا يَمْسَحُ عَلَى النَّعْلَيْنِ

۱۶۵ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ اَنَّهٗ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ اَرْبَعًا لَمْ اَرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا قَالَ وَمَا هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْاَرْكَانِ اِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَرَأَيْتُكَ تَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ وَرَأَيْتُكَ اِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ حَتّٰى كَانَ

اور جب لفظ کے لغوی اور شرعی معنے ہوں تو شرعی معنی پر لفظ کو محمول کرنا ضروری ہوتا ہے لہذا اسباغ سے مراد وہ کامل وضوء ہے جس کے ساتھ نماز صحیح اور درست ہو۔ حدیث ۵۷ میں اس کی توضیح ہو چکی ہے

اسماء رجال : ابن سیرین کا نام محمد ہے وہ اکابر تابعین میں سے ہیں حدیث ۴۵ کے اسماء میں دیکھیں۔ ۱ آدم بن ابی ایاس حدیث ۹ کے اسناد میں دیکھیں۔ ۲ شعبہ ۳ محمد بن زیاد کی کنیت ابوالحارث ہے وہ قرشی جمحی مدنی ہیں بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔ عثمان بن مظعون نے انہیں آزاد کیا تھا۔

باب ـــ جوتیاں پہنے ہوئے پاؤں کو دھونا اور جوتیوں پر مسح نہ کرے ،،

۱۶۵ ـــ ترجمہ : عبید بن جُریج سے روایت ہے اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابا عبدالرحمٰن میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ چار کام کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو وہ کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ نے کہا اے ابن جُریج وہ کیا ہیں اُس نے کہا میں نے

يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا الْأَرْكَانُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا وَأَمَّا الْإِهْلَالُ فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ

آپ کو دیکھا ہے کہ آپ یمانی رکنوں کے سوا کسی کو مس نہیں کرتے اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ سبتی جوتے پہنتے ہیں۔ زرد خضاب کرتے ہیں اور یہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ مکرمہ میں ہوں تو لوگ جب چاند دیکھتے ہیں احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ احرام نہیں باندھتے حتیٰ کہ آپ ترویہ کے روز احرام باندھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا بہرحال ارکان میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمانیین (رکن یمانی حجر اسود) کے سوا کسی رکن کو مس کرتے نہیں دیکھا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ سبتی جوتیاں پہنتے تھے جن پر بال نہ ہوتے تھے تو میں بھی ان کو پہننا پسند کرتا ہوں۔ بہرحال زرد رنگ کرنا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنگ زرد کرتے دیکھا ہے تو میں بھی زرد رنگ کرنا پسند کرتا ہوں۔ رہا احرام باندھنا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے نہ دیکھا حتیٰ کہ آپ کی سواری آپ کو لے کر چل پڑتی تھی (یوم ترویہ)

۱۶۵ — شرح : کعبہ کے ارکان چار ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے صرف رکن یمانی اور حجر اسود کو مس کرتے تھے۔ اس کو رکن عراقی بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ عراق کی سمت میں ہے اور اس سے پہلے والا رکن یمانی ہے، کیونکہ وہ یمن کی جہت میں ہے ان دونوں کو یمانیان کہا جاتا ہے اور یہ دونوں قواعد ابراہیم علیہ السلام پر باقی موجود ہیں ان دونوں کے مقابل دو رکن شامی ہیں۔ ان کو مس نہیں کیا جاتا۔ سبتی جوتیاں وہ ہوتی ہیں جن کو مس نہیں کیا جاتا یعنی دباغت شدہ چمڑہ کے جوتے سبتی کہلاتے ہیں۔ زرد رنگ سے مراد کپڑے کا زرد رنگ ہے، کیونکہ عبداللہ بن عمر نے یہ خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کراتے تھے ان سے یہ قطعاً منقول نہیں کہ آپ بالوں کو زرد رنگ کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے داڑھی شریف کے بالوں کو زرد رنگ کیا ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی شریف کو زعفران سے رنگ کرتے تھے۔ مگر بعض علماء نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بال قدرتی طور پر سنہری تھے جن کو راوی نے زعفرانی گمان کیا ہے۔ اہلال

بَابُ التَّيَمُّنِ فِي الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ

۱۶۶ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ ثَنَا خَالِدٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ اِبْنَتِهٖ اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا

کے معنی ہیں احرام میں داخل ہوتے وقت بلند آواز سے تلبیہ کہنا ہے اور ترویہ کا دن ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ ہے۔ کیونکہ اس روز لوگ اپنے ہمراہ پانی لے کر مکہ سے عرفات کو جاتے ہیں۔ اس حدیث شریف میں رَأَيْتُكَ کا لفظ بار بار آیا ہے اس کا معنی دیکھنا اور جاننا آتا ہے اور يَتَوَضَّأُ فِيْهَا یعنی جوتیوں میں وضو فرمانے کا معنی یہ ہے کہ آپ وضوء فرمانے کے بعد تر پاؤں سبتی جوتیوں میں کر لیتے تھے جبکہ آپ کے تر پاؤں سے جوتیاں تر ہو جاتی تھیں۔ جب وضوء مطلقاً مذکور ہو تو اس سے متبادر وہی وضوء ہوتا ہے جس میں پاؤں دھوئے جائیں۔ مسح پر وضوء کا اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ وضوء میں اصل غسل ہی ہے۔

تَنْبَعِثَ رَاحِلَتُهٗ" سے مراد حج کے افعال میں شروع ہونا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس فعل شریف سے جواب نہیں دیا بلکہ قیاس سے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے افعال میں شروع ہوتے وقت احرام میں داخل ہوئے تو ابن عمر نے حج میں شروع ہونے کے حال تک احرام کو مؤخر کیا اور وہ ترویہ کا دن ہے، کیونکہ اس روز مکہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حاجی مسجد ذی الحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھ کر بلند آواز سے تلبیہ کر کے احرام میں داخل ہوتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے جب مسجد ذی الحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تو اس مجلس شریف میں حج واجب فرما لیا اور جب دو رکعت نماز سے فارغ ہوئے تو حج کا تلبیہ فرمایا جن لوگوں نے یہ سنا انھوں نے اس کی روایت کی پھر جب آپ سواری پر سوار ہوئے تو آپ نے تلبیہ فرمایا: جن لوگوں نے یہ سنا انھوں نے اس کی روایت کی۔ پھر جب شرف بیداء پر چڑھے تو آپ نے تلبیہ فرمایا ان مختلف حالات میں آپ کا تلبیہ سننے والوں نے اس کے مطابق روایت کی اسی لئے آپ کے احرام میں اختلاف ہوا۔ دراصل آپ کا احرام مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت پڑھنے کے بعد تھا اور باقی حالت مستمرہ تھی وہ احرام کی ابتداء کی حالت نہ تھی اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ عبداللہ بن یوسف اور امام مالک کا ذکر حدیث ع۲ کے اسماء میں ہو چکا ہے۔ ع۳ سعید بن ابی سعید مقبری حدیث ع۳۸ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — وضوء اور غسل میں دائیں، طرف سے شروع کرنا

۱۶۶ — ترجمہ : ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی (زینب رضی اللہ عنہا) کے غسل میں عورتوں سے فرمایا کہ ان کے دائیں اطراف اور اُن کے وضوء کے مواضع سے غسل شروع کریں۔

۱۶۶ — شرح : یہ حدیث خماسیات سے ہے۔ اس کے سارے راوی بصری ہیں اس میں حفصہ بنت سیرین تابعیہ صحابیہ سے راویہ ہیں اور وہ عطیہ ہے جو مُردوں کو غسل دیا کرتی تھیں اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھیں اور زخمیوں کو مرہم پٹی کیا کرتی تھیں غزوۂ خیبر میں حاضر رہی تھیں۔ انہوں نے سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام عطیہ اور ان کی غسل میں مددگار عورتوں سے فرمایا کہ وہ آپ کی صاحبزادی کو غسل دیں تو ہر عضو کو دائیں جانب سے غسل دینا شروع کریں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عنوان کے دونوں حصّوں کو شامل ہے اور وہ غسل دینے اور وضوء کرنے میں دائیں جانب سے شروع کرنا ہے۔ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جس صاحبزادی کو ام عطیہ نے غسل دیا تھا وہ سیّدہ زینب تھیں رضی اللہ عنہا صحیح مسلم میں اس کی تصریح موجود ہے۔ وہ ہجرت کے دوسرے سال فوت ہوئی تھیں۔ بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ وہ ام کلثوم زوجۂ عثمان رضی اللہ عنہا تھیں۔ قاضی عیاض نے کہا درست یہی ہے کہ وہ زینب تھیں کیونکہ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحبزادی کی وفات کے وقت موجود تھے اور آپ نے عورتوں کو اپنی چادر دی تھی کہ اسے میّت پر ڈال دیں اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو اسماء بنتِ عمیس اور صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے غسل دیا تھا۔ اور ام عطیہ وہاں موجود تھیں۔

میّت کو غسل دینے کا طریقہ

میّت کو استنجاء کرانے کے بعد وضوء کرایا جائے، کیونکہ میّت کو غسل دینے سے پہلے وضوء کرانا مستحب ہے، لیکن وضوء کراتے وقت ناک اور منہ میں پانی ڈالنے سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ ان سے پانی نکالنا مشکل ہے اور وضوء کراتے وقت پہلے داہنے اعضاء سے ابتداء کی جائے۔ ابوقلابہ نے کہا غسل میں پہلے سَر کو دھویا جائے پھر داڑھی کو پھر دائیں اعضاء کو غسل دیا جائے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں

۱۶۷ــ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَشْعَثُ بْنُ سُلَیْمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْجِبُہُ التَّیَمُّنُ فِیْ تَنَعُّلِہٖ وَتَرَجُّلِہٖ وَطُھُوْرِہٖ فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ

پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی لئے جنّتیوں کے دائیں ہاتھوں میں نامۂ اعمال دیا جائیں گے۔

اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ البتہ ام عطیہ کا نام نُسَیْبَہ بنت کعب ہے اور ام عطیہ ان کی کنیت ہے وہ انصاریہ صحابیہ ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات جنگوں میں موجود رہیں انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری مسلم نے ان میں سے چھ یا سات پر اتفاق کیا ہے (عینی)

۱۶۷ــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہننے، کنگھی کرنے، طہارت کرنے اور سارے کاموں میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا پسند تھا۔

۱۶۷ــ شرح: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ" اپنے عموم کے اعتبار سے وضوء، غسل، تغسیل وغیرہ سب کو شامل ہے کہ انہیں دائیں طرف سے شروع کیا جائے۔ اس میں کپڑے، شلوار اور موزہ پہننا، مسجد میں داخل ہونا، نماز میں امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا، مسجد کی دائیں نماز پڑھنا، کھانا، پینا، سرمہ کرنا، ناخن ترشوانا، مونچھیں کٹوانا بغلوں کے بال اُتارنا، سر کا حلق کرنا، بیت الخلاء سے باہر آنا وغیرہ شامل ہے۔ البتہ جن امور میں شرعی دلیل سے بائیں طرف سے ابتداء کرنا ثابت ہے وہ مذکور عموم سے مستثنیٰ ہیں؛ چنانچہ بیت الخلاء میں داخل ہونے، مسجد سے باہر نکلنے، ناک صاف کرنے، استنجا کرنے، شلوار اور کپڑے اُتارنے کے وقت بائیں طرف سے ابتداء کرنا مستحب ہے۔ علامہ قسطلانی نے کہا اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن امور میں تکریم وتزیین پائی جاتی ہے وہاں دائیں جانب سے ابتداء کریں ورنہ بائیں طرف سے ابتداء کی جائے۔ "فِیْ شَانِہٖ کُلِّہٖ" یہ جملہ پہلے تین امور سے بدلِ اشتمال ہے اور وہ تنعّل، ترجّل اور طہور ہیں؛ کیونکہ بدلِ اشتمال میں یہ شرط ہے کہ مُبدَل منہ دوسرے پر مشتمل ہو اور کسی وجہ سے اس کا متقاضی ہو۔ یہاں یہ بات ظاہر ہے جیسے سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُہٗ، ثوب پر زید مشتمل ہے اور اس کا متقاضی ہے لہٰذا اس کے بدلِ اشتمال ہونے میں قطعاً اختفاء نہیں ہے۔ اگر مُبدَل منہ

بَابُ اِلْتِمَاسِ الْوَضُوْءِ اِذَا حَانَتِ الصَّلٰوةُ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَضَرَتِ الصُّبْحُ فَالْتُمِسَ الْمَاءُ فَلَمْ يُوْجَدْ فَنَزَلَ التَّيَمُّمُ

۱۶۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ

دُوسرے پر مشتمل نہ ہو تو وہ بدلِ غلط ہوگا۔ اسے بدلِ اشتمال اس لئے کہتے ہیں کہ متبوع تابع پر مشتمل ہوتا ہے لیکن یہ اشتمال ایسا نہیں جیسے برتن مافیہ پر مشتمل ہوتا ہے، بلکہ متبوع تابع پر اجمالی طور پر دلالت کرتا ہے اور کسی وجہ سے اس کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہ معنی برتن کے اشتمال میں نہیں پایا جاتا (عینی)

اسماءِ رجال: اس حدیث کے چھ راوی ہیں۔ ۱ حفص بن عمر حوضی بصری ہیں ثقہ اور حجت ہیں۔ ۲۲۵ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ بخاری میں ان کے سوا کوئی حفص بن عمر نہیں ہے ۲ شعبہ بن حجاج قدمر ۳ اشعث بن سُلیم کوفہ کے ثقہ شیوخ میں سے ہیں ۴ سُلیم بن اسود محاربی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت الوالشعثاء ہے۔ ان کی کنیت نام سے زیادہ مشہور ہے ۵ مسروق بن اجدع کوفی ہیں ان کی کنیت ابوعائشہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مسلمان ہوئے اور کبار صحابہ کرام کی صحبت میں رہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں متبنّیٰ بنایا تھا اس لئے اُنھوں نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا اسی کے نام سے ان کی کنیت ابوعائشہ ہے۔ اس حدیث کی چھٹی راویہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

باب — جب نماز کا وقت قریب آجائے تو پانی تلاش کرنا"

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صبح ہوگئی اور پانی تلاش کیا گیا وہ نہ ملا تو تیمم کی آئت نازل ہوئی"

۱۶۸ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے اُنھوں نے کہا میں نے جناب

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوْءَ فَلَمْ یَجِدُوْا فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ الْاِنَاءِ یَدَہٗ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ یَتَوَضَّؤُا مِنْہُ قَالَ فَرَأَیْتُ الْمَآءَ یَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِہٖ حَتّٰی تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِھِمْ

کو دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت قریب ہُوا اور لوگوں نے پانی تلاش کیا تو نہ پایا۔ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑا سا پانی لایا گیا تو آپ نے اس برتن میں اپنا دستِ اقدس رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس سے وضو کریں انس نے کہا میں نے پانی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے پھوٹ رہا ہے۔ حتی کہ سب لوگوں نے وضو کر لیا۔

۱۶۸ شرح : اس پانی کے زیادہ ہونے کی کیفیت میں دو احتمال ہیں اکثر علماء نے کہا پانی آپ کی انگلیوں سے نکل رہا تھا۔ دُوسرا احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو بذاتِ خود زیادہ کر دیا جو انگلیوں سے جوش مار رہا تھا وہ انگلیوں سے نہیں نکلتا تھا۔ ہر دو اعتبار سے یہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے سے اعظم ہے جبکہ اُنھوں نے پتھر پر عصا مارا تھا، کیونکہ پتھروں سے پانی نکلتا رہتا ہے۔ انگلیوں سے پانی کا نکلنا عادت کے خلاف ہے۔

"حَتّٰی تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِھِمْ"

یعنی اوّل سے آخر تک سب لوگوں نے اس سے وُضوء کیا اور کوئی شخص بلا وضوء باقی نہ رہا اور آخری شخص بھی اس حکم میں داخل ہے؛ کیونکہ حدیث کا سیاق کا مقتضیٰ عموم اور مبالغہ ہے اور "عِنْدَ" یہاں مطلق ظرفیت کے لئے فِی کے معنیٰ میں ہے گویا کہ اس جملہ کا معنیٰ یہ ہے کہ سب لوگوں نے آخر تک وضوء کر لیا جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی اُن میں داخل تھے؛ کیونکہ جمہور کا یہ مذہب کہ امر، نہی اور خبر میں خطاب کرنے والا عموم خطاب میں داخل ہوتا ہے (قسطلانی) حدیث ۳۳۴۵ کی شرح دیکھیں۔ اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

بَابُ الْمَآءِ الَّذِی یُغْسَلُ بِہٖ شَعْرُ الْاِنْسَانِ

وَکَانَ عَطَآءٌ لَا یَرٰی بِہٖ بَاسًا اَنْ یُّتَّخَذَ مِنْہَا الْخُیُوْطُ وَالْحِبَالُ وَسُؤْرِ الْکِلَابِ وَمَمَرِّھَا فِی الْمَسْجِدِ وَقَالَ الزُّھْرِیُّ اِذَا وَلَغَ فِیْ اِنَآءٍ لَیْسَ لَہٗ وَضُوْءٌ غَیْرُہٗ یَتَوَضَّأُ بِہٖ وَقَالَ سُفْیَانُ ھٰذَا الْفِقْہُ بِعَیْنِہٖ لِقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا وَھٰذَا مَآءٌ وَفِی النَّفْسِ مِنْہُ شَیْءٌ یَتَوَضَّأُ بِہٖ وَیَتَیَمَّمُ

باب جس پانی سے انسان کے بال دھوئے جائیں

عطاء رضی اللہ عنہ انسان کے بالوں سے خیوط اور رسیاں بنانے میں حرج نہ دیکھتے تھے۔

کتوں کا جھوٹا اور ان کا مسجد سے گزرنا

۱۶۹ — ترجمہ : زُہری نے کہا جب کتا برتن میں منہ ڈال دے اور انسان کے پاس اس پانی کے سوا کوئی اور پانی نہ ہو تو اسی برتن والے پانی سے وضوء کرے۔ سفیان ثوری نے کہا یہ ظاہر فقاہت ہے اور قرآن کریم سے حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو اور کتے کا جھوٹا پانی ہے مگر اس سے دل میں کچھ خلجان ہے لہٰذا اس پانی سے وضوء کرے پھر تیمم بھی کرے۔

۱۶۹ — شرح : ابن بطال نے کہا اس ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا ردّ ہے کہ انسان کے بال جب جسم سے علیحدہ ہو جائیں تو پلید ہو جاتے ہیں اور جب پانی میں واقع ہو جائیں تو اس کو پلید کر دیتے ہیں۔ امام بخاری نے کہا اگر انسان کے بال پلید ہو جاتے ہوں تو ان سے باریک اور موٹی رسیاں بنانا جائز نہ ہوتیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ بنی آدم کے بال طاہر ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہرہ ہیں

۱۷۰ــ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ

سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فضلات طاہرہ ہیں"

اس باب کے تحت علامہ عینی نے ذکر کیا کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال شریف مکرم ومعظم ہیں اسی طرح آپ کے فضلات اور خون سب طاہر ہیں۔ اس میں کثیر احادیث آئی ہیں۔ ابو طیبہ حجام اور ایک قریشی غلام جس نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سنگی لگائی، عبداللہ بن زبیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خون پیا، بزاز، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے حلیہ میں اس کی روائت کی ہے۔ نیز یہ بھی روائت ہے کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بول شریف پیا اس کی حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابونعیم نے روائت کی ہے۔ طبرانی نے اوسط میں روائت کی کہ ابو رافع کی بیوی سلمیٰ نے وہ پانی پیا جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے غسل کا تھا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بدن کو دوزخ پر حرام کر دیا ہے۔ ردمحتار کے باب الانجاس میں ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ نے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بول شریف اور تمام فضلات کی طہارت کی تصحیح کی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ علامہ بیری نے شرح الاشباہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بول شریف کی طہارت پر کثیر ادلّہ قائم ہیں اور ائمہ کرام نے اس کو سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خصائص سے ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمارے کثیر اصحاب نے اسے پسند کیا ہے اور شرح الشمائل میں بسط کے ساتھ اس کی تحقیق کی ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میرا یہ عقیدہ ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کرسکتے اگر کوئی ایسا کہے تو اس کا کلام سننے سے میرے کان بہرہ ہیں۔

اس باب کے دوسرے ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کتا اور اس کا جوٹھا پاک وطاہر ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا اگر استدلال بالعموم نقاہت ہے اور قرآن سے حاصل ہے تو یہ کیوں کہا کہ دل میں کچھ خلجان ہے۔ اور وضوء کے بعد تیمم کیوں ذکر کیا پھر اس کا جواب دیا کہ لبسا اوقات ایسی چیز دلالت کے عدم ظہور یا کسی معارض جو قرآن سے ہو یا وہ حدیث ہو سے مشکوک ہوجاتی ہے۔ اسی لئے کہا اس سے وضوء کرے اور تیمم کرے کیونکہ جس پانی میں شک ہو وہ کالمعدوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْمِنْ قِبَلِ اَهْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

۱۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ ثَنَا عَبَّادٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَلَقَ رَاْسَهٗ كَانَ اَبُوْطَلْحَةَ اَوَّلَ مَنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ

۱۷۰ ترجمہ: ابن سیرین سے روایت ہے کہ میں نے عُبَیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال شریف ہیں جن کو میں نے انس یا ان کے گھر والوں کی وساطت سے حاصل کیا ہے۔ عُبَیدہ نے کہا البتہ ان میں سے ایک بال شریف کا میرے پاس ہونا دُنیا اور جو کچھ دُنیا میں ہے سے زیادہ محبوب ہے۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب اپنے سُر مبارک کا حلق کیا (سر کے بال اُتروائے) تو ابوطلحہ پہلا شخص تھا جس نے آپ کے کچھ بال شریف پکڑے۔

سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال شریف

۱۷۰ شرح: ان دونوں حدیثوں کا مدلول یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال شریف طاہر ہیں اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ ان کو دُنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب جانتے تھے اور جب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بال شریف اتروائے تو حضرت ابوطلحہ نے محفوظ کر لئے سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بالوں کی یہ خصوصیت نہیں بلکہ احکامِ تکلیفیہ میں آپ کا حکم جملہ مکلفین کے حکم جیسا ہے بشرطیکہ کوئی اور مخصص نہ ہو۔ بعض روایات میں ہے کہ سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب بال شریف اُتروائے تو انہیں صحابہ میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا تھا چنانچہ بعض صحابہ کرام نے آپ کے بال شریف اپنی ٹوپیوں میں رکھے ہوئے تھے۔

مذکور حدیث کی مطابقت باب سے اس طرح ہے کہ ابوطلحہ نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بال شریف لئے اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی تقریر و توثیق فرمائی۔ لہٰذا جس پانی سے یہ بال شریف دھوے

بَابُ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِی الْاِنَاءِ

۱۷۱ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعًا

جائیں گے وہ بھی پاک ہوگا یہی بخاری کا مقصد ہے۔

اسماءِ رجال

عطاء رضی اللہ عنہ ابن ابی رباح ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ وہ جلیل القدر فقیہہ کبیر تابعی ہیں۔ ایک سو پندرہ ہجری کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے " مالک بن اسماعیل بن درہم نہدی کوفی ہیں ان کی کنیت ابوغسان ہے وہ ثقہ متقن، فاضل، صالح اور عابد ہیں وہ صحیح احادیث بیان کرنے والے محدثین میں سے ہیں۔ یحییٰ ابن معین نے احمد سے کہا اگر کسی شخص سے کوئی حدیث لکھنا چاہو کہ اس میں کچھ شک وشبہ نہ ہو تو مالک بن اسمٰعیل سے لکھو وہ دوسو انیس (۲۱۹) ہجری میں فوت ہوئے۔ اسرائیل "، ابویوسف بن ابواسحاق سبلیعی کوفی ہمدانی ہیں۔ قدمر ذکرہ۔ عاصم "، ابوعبدالرحمٰن عاصم بن سلیمان بصری ہیں۔ مدائن میں قاضی رہے اور ایک سو اکتالیس (۱۴۱) ہجری میں فوت ہوئے۔ ابن سیرین "، قدمرّ۔ عَبِیدہ ابومسلم بن عمرو سلمانی کوفی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں آپ کی وفات سے دو سال قبل مسلمان ہوئے اور آپ کی زیارت نہ کرسکے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے۔ قاضی شریح کو جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو عَبِیدہ کو خط لکھا کرتے تھے۔ ۷۲۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

عبدالرحیم محمد بن بزار بغدادی ہیں باب الغسل میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ صاعقہ مشہور ہیں۔

سعید بن سلیمان "، ابوعثمان واسطی ہیں بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ وہ ثقہ کثیر الحدیث ہیں۔ اُنھوں نے ساٹھ حج کئے: وہ سَعْدویہ مشہور ہیں۔ ایک سو سال کی عمر میں ۲۲۵۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

عباد بن عوّام، ابوسہل واسطی ثقہ صدوق ہے۔ محمد بن سعد نے کہا وہ شیعہ تھا۔ اسے ہارون رشید نے گرفتار کر کے قید کر دیا پھر کچھ دیر بعد چھوڑ دیا پھر اُس نے بغداد کرخ میں سکونت اختیار کرلی اور ایک سو پچاسی ہجری میں فوت ہوگئے۔ ابن عون "، عبداللہ بن عون تابعی ہیں اپنے زمانہ کے قاریوں کے سردار تھے۔ وہ بہت پرہیزگار تھے۔ قدمر۔ محمد بن سیرین کئی بار گزرا ہے۔ ابوطلحہ زید بن سہل نجّاری ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لشکر میں ابوطلحہ کی آواز ایک جماعت سے بہتر ہے"۔ ۳۲ ہجری کو شام یا مدینہ منورہ یا بحر میں فوت ہوئے۔ صحیح تر یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی!

باب — جب کتا تمہارے کسی برتن میں سے پانی پی لے تو اسے سات بار دھوئے

۱۷۱ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کتا تمہارے برتن میں سے پانی پی لے تو اسے سات بار دھوئے۔

۱۷۱ — شرح: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کتا پلید ہے۔ یہ حدیث ان کے مذہب کی تائید کرتی ہے، کیونکہ طہارت حدث یا نجس سے ہوتی ہے۔ یہاں حدث مفقود ہے لہٰذا نجس کا تعین ہوگیا۔ یہی مطلوب ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب یہ ثابت ہوا کہ کتے کی زبان جو پانی کو پہنچتی ہے اور اس سے پانی پلید ہو جاتا ہے لہٰذا کتے کی زبان پلید ہے" تو اس سے معلوم ہوا کہ کتے کے تمام اجزاء پلید ہیں۔ اس کے بدن سے جو عضو برتن کو مس کر جائے برتن کی تطہیر ضروری ہو جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کتے کی بیع حرام ہے، کیونکہ اس کی ذات نجس ہے۔ لہٰذا دیگر نجاسات کی طرح اس کی بیع بھی حرام ہے۔ احناف کے مذہب میں کتے کی بیع جائز ہے کیونکہ حفاظت اور شکار میں اس سے انتفاع کیا جاتا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ"، یعنی جن کتوں کو تم نے شکار کرنا سکھایا ہے۔ اور وہ یہ سیکھ چکے ہوں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتوں سے انتفاع کیا جاتا ہے لہٰذا ان کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ کی اُجرت اور کاہن کی موکھ سے منع فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداءِ اسلام میں تھا جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس زمانہ میں کتوں سے انتفاع حرام تھا۔ اس کے بعد ان سے انتفاع کی اجازت دے دی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اُنھوں نے ایک شکاری کتے کے متعلق فیصلہ دیا جسے کسی شخص نے قتل کر دیا تھا کہ وہ چالیس درہم کتے کے مالک کو ادا کرے۔ نیز اُنھوں نے عطاء سے روایت کی کہ کتے کی ثمن میں حرج نہیں۔ یہی عطاء ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ کُتے کی قیمت حرام ہے۔ نیز امام زُہری نے کہا کہ اگر معلّم کتے کو کوئی قتل کر دے تو قاتل اس کی قیمت مالک کو ادا کر دے؛ حالانکہ اُنھوں نے ابوبکر ابن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ کتے کی قیمت حرام ہے۔ یہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دیا معلوم ہُوا کہ ان کے نزدیک روایت منسوخ ہے

۱۷۲ — حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا رَأٰى كَلْبًا يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ فَأَخَذَ الرَّجُلُ خُفَّهٗ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهٗ

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا شکاری یا حفاظت کرنے والے کتے کی بیع جائز ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مہر میں شکاری کتا جائز فرمایا اور اس کے قاتل پر بیس اونٹ سزا مقرر کی جیسا کہ ابوعمر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے شافعیہ نے اس برتن کی تطہیر پر استدلال کیا جس میں سے کتا پانی پی گیا ہو کہ اسے سات بار دھویا جائے بعض روایات میں ہے کہ پہلی بار مٹی سے صاف کیا جائے اور بعض روایات میں ہے کہ آخر میں مٹی سے صاف کیا جائے۔ احناف کا مذہب ہے کہ جس برتن سے کتا ولوغ کر جائے اسے سات بار دھونا ضروری نہیں صرف تین بار دھونے سے برتن پاک ہو جاتا ہے اور سات بار دھونے کی روائت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حالانکہ وہی کہتے ہیں کہ تین بار دھونے سے برتن پاک ہو جاتا ہے اور سات بار دھونے کی روائت منسوخ ہے، کیونکہ سات بار دھونے کی روائت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے حالانکہ وہی کہتے ہیں کہ تین بار دھونے سے برتن پاک ہو جاتا ہے، چنانچہ دارقطنی نے عطاء کے ذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ اگر کسی برتن سے کتا پانی پی لے تو برتن کو پانی سے خالی کر دو پھر اسے تین بار دھوؤ۔ شیخ تقی الدین نے امام میں کہا اس حدیث کا اسناد صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات بار دھونے کی روائت منسوخ ہے، کیونکہ سات بار دھونے کے راوی ابوہریرہ ہیں اور جب راوی اپنی روائت کے خلاف فتویٰ دے تو اس کی روائت قابلِ استدلال نہیں ہوتی، کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ صحابی کوئی روائت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر اس کے خلاف عمل کرے یا فتویٰ دے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی کی روائت منسوخ ہے۔ لہٰذا ابوہریرہ کی مذکور روائت منسوخ ہے

اسماء رجال : اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

---

۱۷۲ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے ایک کتا دیکھا کہ وہ پیاس کے باعث تر مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنا موزہ لیا اور اس کے ساتھ وہ کتے کے لئے پانی بھرنے لگا۔ تاکہ کتے کو سیراب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ

بِهٖ حَتّٰی اَرْوَاهُ فَشَکَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَقَالَ اَحْمَدُ ابْنُ شَبِیْبٍ

نے اس کا عمل قبول کیا اور اسے جنت میں داخل کیا۔

۱۷۲ — شرح : کسی محسن کے انعام پر ثناء کو شکر کہا جاتا ہے اور حدیث میں محض ثنا مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی ثناء کی یا جزاء مراد ہے، کیونکہ شکر جزاء کی قسم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے جزاء دی اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جنت میں داخل کرنا عین جزاء ہے۔ تو ثناء کا کیا معنی ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ خاص کا عام پر عطف ہے یا "فَشَکَرَ اللّٰهُ" میں فاء تفسیر کے لئے ہے۔ جیسے اس آیت کریمہ میں ہے "فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ" جبکہ تفسیر یہ کی جائے کہ ان کا اپنے آپ کو قتل کرنا ہی توبہ تھی۔

حدیث میں مذکور واقعہ کسی اسرائیلی کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے علاوہ دیگر حیوانات پر احسان کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ اگرچہ وہ حیوانات کتنے ہی ذلیل وخسیس اور پلید ہوں۔ نیز اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہر تر جگر والے حیوان کو پانی پلانے میں ثواب ہے۔ اگرچہ اس کو قتل کرنے کا حکم ہو یا نہ ہو یہی حال قیدی کفار کا ہے۔ لہٰذا پیاسے کافر کو پلانے میں ثواب ہے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ محترم حیوان پر احسان کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور غیر محترم حیوان جسے قتل کرنے کا ہمیں شرع میں حکم دیا گیا ہے جیسے حربی کافر، مرتد، باولے کتے وغیرہ ان میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔

بعض علماء مالکیہ نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث سے کتے کے جوٹھے کی طہارت پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس شخص نے اپنے موزے میں پانی بھرا اور کتے کو پلایا اور یہ ضروری امر ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ پانی باقی رہ گیا ہوگا، حالانکہ موزے کا نماز میں پہننا مباح ہے اور حدیث میں اسے دھونا کہیں مذکور نہیں لیکن یہ استدلال صحیح نہیں، کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں درپیش آیا۔ غالباً بعثت سے پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ یا اگر بعثت کے زمانہ میں بھی ہو تو کتے کے جوٹھے کے حکم کے ثبوت سے پہلے کا واقعہ ہوگا یا اس شخص نے اس کے بعد وہ موزہ نہ پہنا ہوگا یا اسے دھو لیا ہوگا (کرمانی، عینی)

اسماء رجال : اس حدیث کے چھ راوی ہیں ‫۱‬۔ ان میں سے ایک اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ اس نام کے کئی راوی ہیں؛ چنانچہ یہ اسحاق بن منصور بن بہرام کوسج حافظِ حدیث ہیں ان کی کنیت ابو یعقوب ہے وہ تیمی مروزی ہیں نیشاپور میں اقامت پذیر تھے۔ مسلم نے انہیں ثقہ مامون اور امام کہا ہے۔ ۲۵۱ ہجری کے جمادی الاولیٰ میں فوت ہوئے۔ دوسرے اسحاق بن ابراہیم بن علاء حمصی ہیں ان کی کنیت بھی ابو یعقوب ہے۔ ان سے بخاری نے ادب میں روایت کی ہے۔ نسائی نے کہا وہ ثقہ نہیں ہیں۔ تیسرے اسحاق بن ابراہیم بن اسرائیل مروزی ہیں ان کی کنیت بھی ابو یعقوب ہے۔ ان سے بھی امام بخاری نے ادب میں روایت کی ہے۔ یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ چوتھے اسحاق بن ابراہیم بغوی

ثَنَا اَبِي عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ

ہیں وہ احمد بن منیع کے چچا کے بیٹے ہیں۔ ان سے بخاری نے روایت کی ہے۔ دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ پانچویں اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم حنظلی نیشاپوری ہیں ان کی کنیت بھی ابو یعقوب ہے۔ وہ حدیث کے امام ہیں انہیں ابن راہویہ کہا جاتا ہے وہ بہت بڑے علامہ ہیں۔ ان سے امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کی ہے۔ حدیث میں امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ ع۲ عبدالصمد بن عبدالوارث قدمر ع۳ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار مزنی عدوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مولی ہیں۔ محدثین نے ان میں کلام کیا ہے، لیکن وہ صدوق ہیں ع۴ ان کے والد عبداللہ بن دینار مولی عبداللہ بن عمر ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ ایک عبداللہ بن دینار حمصی ہیں ان سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے وہ قوی نہیں ع۵ ابو صالح زیات ہیں قدمر ع۶ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قدمر۔

---

۱۷۲ — ترجمہ : احمد بن شبیب نے کہا ہم سے میرے والد نے یونس کے ذریعہ ابن شہاب سے بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا مجھے حمزہ بن عبداللہ نے اپنے والد سے خبر دیتے ہوئے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی میں کتے آتے جاتے گزرتے تھے وہ پیشاب بھی کرتے تھے اور لوگ اس میں سے کچھ نہیں دھوتے تھے۔

۱۷۳ — شرح : اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں کتوں کے آنے جانے سے مسجد پلید نہیں ہوتی اور خشک نجاست سے زمین پلید نہیں ہوتی؛ لیکن اشکال یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ کی ترکیب سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیشہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ "زمان" اسم جنس مضاف ہے اور اسم جنس مضاف عام ہوتا ہے اور "فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ" میں بھی مبالغہ ہے جو "فَلَمْ يَرُشُّوْا" میں نہیں ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ" میں مبالغہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا "وَمَا يُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ" کیونکہ لفظ "کان" کے لانے میں معنی میں مبالغہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح "فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرُشُّوْنَ" میں مبالغہ ہے جو لفظ "کون" کے بغیر نہیں ہے۔ نیز حدیث میں لفظ "رش" ذکر کیا ہے اس کی نفی وہ

۱۷۴ — حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ فَقَتَلَ فَكُلْ وَإِذَا أَكَلَ

مبالغہ ہے جو غسل کی نفی میں نہیں؛ کیونکہ غسل میں پانی جاری ہوتا ہے " اور رش "، پانی جاری نہیں ہوتا۔ پھر لفظ " شیٔ "، نکرہ ہے جو نفی کے بعد واقع ہُوا ہے یہ بھی عموم پر دلالت کرتا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں مبالغہ پایا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں کتّے مسجد میں آیا جایا کرتے تھے اور حضرات صحابہ کرام مسجد میں سے کچھ بھی نہیں دھوتے تھے۔ حالانکہ جب وہ گزرتے ہوں گے ان کا لعاب بھی مسجد میں گرتا ہوگا اس کے باوجود سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم دھونے کا حکم نہیں فرمایا۔ معلوم ہُوا کہ کتوں کا لعاب پاک ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ مسجد کا پاک ہونا یقینی امر ہے اور کتوں کے گزرنے سے مسجد کا پلید ہونا مشکوک ہے اور یقین ظن سے زائل نہیں ہوتا تو شک سے کیسے زائل ہوگا علاوہ ازیں اشکال کی مذکور تقریر صریح حدیث کا معارضہ نہیں کرسکتی؛ کیونکہ صریح حدیث یہ ہے کہ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر اگر کسی برتن سے کتّا ولوغ کر جائے تو اس برتن کو سات بار دھوؤ اور ایک بار مٹی سے صاف کرو۔ نیز کتوں کے مسجد میں گزرنے سے غالب یہ بھی ہے کہ وہ پیشاب بھی کر دیتے ہوں گے تو اس کو لازم یہ ہے کہ ان کا پیشاب بھی پاک ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ معلوم ہُوا کہ مذکور حدیث کے ظاہر پر عمل نہیں ہے۔ لہٰذا حدیث کا مقصد وہی ہے جو ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے۔

احناف کا مذہب یہ ہے کہ زمین پر جب نجاست پڑ جائے اور سورج کی دھوپ سے یا ہوا سے خشک ہو جائے اور اس کا اثر جاتا رہے تو وہ زمین پاک ہے اور اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے چنانچہ ابوداؤد نے یہی حدیث باب کے اس عنوان میں ذکر کی ہے " کہ جب زمین خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے نیز حدیث کے ان الفاظ " کہ کتوں کے مسجد میں سے گزرنے سے وہ کچھ نہیں صاف کرتے تھے "، سے معلوم ہوتا ہے کہ " عدمِ رش "، زمین کے خشک ہو جانے اور پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس مقام میں بہتر تقریر یہ ہے کہ مسجد میں کتوں کا آنا جانا ابتداءِ اسلام میں تھا۔ پھر مساجد کے اعزاز اور تطہیر کا حکم دیا اور ان کے دروازے بنائے گئے۔ بخاری کی مذکور حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ نجاست خشک ہو جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

۱۷۴ — ترجمہ : عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سوال عرض کیا (یعنی کتے کے شکار کے متعلق) تو آپ نے فرمایا جب

فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهٖ قُلْتُ أُرْسِلُ كَلْبِيْ فَأَجِدُ مَعَهٗ كَلْبًا آخَرَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلٰى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰى كَلْبٍ آخَرَ

تو تربیت یافتہ کتا چھوڑے اور وہ شکار کو قتل کر دے تو اسے کھا لو اور جب وہ شکار سے کچھ کھالے تو تم مت کھاؤ، کیونکہ اس نے یہ شکار اپنے لئے کیا ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں پھر اس کے ساتھ کوئی دوسرا کتا پاتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مت کھاؤ، کیونکہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

۱۷۴ — شرح: تربیت یافتہ کتا وہ ہوتا ہے جو شکار کے پیچھے چھوڑا جائے تو اسے پکڑ لائے اور روکنے سے رک جائے اور ہر بار اسی طرح کرے۔ حدیث میں کتے کی تخصیص نہیں لہٰذا ہر کتا سفید ہو یا سیاہ ہو تربیت یافتہ ہو سکتا ہے اور اس کا شکار جائز ہے۔ امام احمد کے نزدیک سیاہ کتے کا شکار جائز نہیں، کیونکہ وہ شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَكُلُوْا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ یعنی کتے شکار پکڑ کر تمہارے پاس لے آئیں اور خود اس کو نہ کھائیں تو تم اسے کھا لو، لیکن کتے کے شکار کے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ کتا تربیت یافتہ ہو جیسے اوپر ذکر کیا ہے دوسرے یہ کہ چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے تیسرے یہ کہ وہ شکار پکڑ کر لے آئے اور خود نہ کھائے۔

اس حدیث کے باب کے عنوان سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب کتے کا شکار کیا ہوا کھانا جائز ہے، حالانکہ ظاہر ہے کہ شکار کے ساتھ کتے کا منہ لگتا ہے جس سے اتنی قدر پلید ہو جاتی ہے۔ تو وہ کتے کا جوٹھا ہو گیا جو دھونے سے صاف ہو جائے گا۔ اس مناسبت سے یہ حدیث یہاں ذکر کی ہے، لیکن امام بخاری نے اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال کیا کہ کتے کا جوٹھا پاک ہے، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم کو کتے کے کئے ہوئے شکار کو کھانے کی اجازت دی اور یہ نہ فرمایا کہ جہاں اس کا منہ لگا ہو اسے دھو لو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے سے شکار کرنا جائز ہے اور اس کا کھانا بھی حلال ہے، لیکن شکاری کتے کو چھوڑنے کے وقت "بسم اللہ" پڑھنا ضروری ہے۔ اگر قصدًا بسم اللہ ترک کر دی جائے تو شکار کا کھانا حرام ہے البتہ اگر سہوًا بسم اللہ ترک کر دی تو کچھ حرج نہیں۔ ظاہریہ کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اگر سہوًا بھی ترک کر دی تو شکار حرام ہو جائے گا۔ انھوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهٗ لَفِسْقٌ، یعنی جس جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ نہ کھاؤ، یہ حکم عدولی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد یہ ہے کہ جو بتوں کے نام سے ذبح کیا جائے وہ نہ کھاؤ، چنانچہ دوسری آیت میں ہے وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ "یعنی جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جائے بلکہ

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوْءَ اِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ وَقَالَ عَطَآءٌ فِيْ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ اَوْ مِنْ ذَكَرِهٖ نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا ضَحِكَ فِي الصَّلٰوةِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ

بتوں کے نام سے ذبح کیا جائے۔ وہ حرام ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ "، اور ساری اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی متروک التسمیہ ذبیحہ کھائے وہ فاسق نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں آیات کا محمل یہ ہے کہ جو جانور غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے وہ حرام ہے اور ذبیحہ میں فسق کی تفسیر در مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ " سے کی جاتی ہے جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی جائے اسے یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ غیر اللہ کے نام سے ذبح ہُوا ہے۔ لہٰذا اسے حرام نہ کہا جائے گا۔ یہ آیت کریمہ تو ہماری دلیل ہے۔ یہ جواب شوافع کی طرف سے ہے۔

جب شافعیہ پر یہ اعتراض ہُوا کہ یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے تو اُنھوں نے اس حدیث کا جواب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دیا کہ اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ! لوگ نئے نئے مسلمان ہُوئے ہیں وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ وہ جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کرتے ہیں یا نہیں۔ کیا ہم ایسا گوشت کھالیں؟ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم بسم اللہ پڑھ کر کھالو اگر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہوتا تو مشکوک ذبیحہ کو کھانا جائز نہ ہوتا۔

لہٰذا ذبیحہ کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا سنت ہے واجب نہیں۔ اگر سہوًا یا عمدًا بسم اللہ کو ترک کر دیا جائے تو وہ حلال ہے۔ احناف کے مذہب میں اگر سہوًا بسم اللہ ترک ہو جائے تو جانور کا کھانا حلال ہے عمدًا ترک کیا جائے تو حرام ہے

اسماء رجال

: اس حدیث کے پانچ راوی ہیں ع۱ حفص بن عمر ع۲ شعبہ بن حجاج ابن ابی السفر کا نام عبداللہ ہے اور ان کے والد ابوالسفر کا نام سعید بن یحییٰ ہے وہ ہمدانی کوفی ہیں۔ ع۴ شعبی ان کا نام عامر ہے اور یہ تمام گزر چکے ہیں ع۵ عدی بن حاتم بن عبداللہ طائی ان کی کنیت ابوطریف ہے۔ سات ہجری کو دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶۶ (چھیاسٹھ) احادیث روایت کی ہیں۔ کوفہ میں آئے اور مختار کے زمانہ میں وہیں فوت ہوگئے جبکہ ان کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ ابوحاتم سجستانی نے کتاب المعمرین میں ذکر کیا کہ عدی بن حاتم کی عمر ایک سو اسی برس تھی۔

يُعِدِ الْوُضُوْءَ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ أَوْ أَظْفَارِهٖ أَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ وَّ يُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ وَقَالَ الْحَسَنُ مَا زَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِيْ جِرَاحَاتِهِمْ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَطَاءٌ وَأَهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِي الدَّمِ وُضُوْءٌ وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا دَمٌ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَبَزَقَ ابْنُ أَبِيْ أَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنِ احْتَجَمَ لَيْسَ عَلَيْهِ إِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهٖ

باب جس نے اعتقاد کیا کہ وضوء صرف دونوں راہوں آگے اور پیچھے سے

کچھ نکلنے سے واجب ہوتا ہے ،، اللہ تعالیٰ کا ارشاد : یا تم میں سے کوئی پاخانہ میں سے آئے ،، عطاء نے اس شخص کے بارے میں کہا جس کی دُبر سے کیڑا نکلے یا آلۂ تناسل سے جوں جیسی کوئی شئی نکلے تو وہ وضو لوٹائے ،،

حسن بصری نے کہا جو شخص اپنے بال کترائے ، ناخن ترشوائے یا اپنے موزے اُتار دے اس پر دوبارہ وضوء واجب نہیں ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا وضوء صرف حدث سے ہے ۔ حضرت جابر سے روایت ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ رقاع میں

تھے تو ایک شخص کو تیر لگا اور اس سے خون بہنے لگا اس نے (بحالتِ نماز) رکوع و سجود کیا اور نماز پڑھتے رہے

حسن بصری نے کہا لوگ ہمیشہ زخموں میں نماز پڑھتے رہے۔ طاؤس، محمد بن علی، عطاء اور اہلِ حجاز نے کہا خون نکلنے سے وضوء واجب نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے پھنسی دبائی تو اس سے خون بہنے لگا اور اُنھوں نے وضوء نہ کیا۔ ابن ابی اوفی نے خون تھوکا اور نماز پڑھتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور حسن بصری نے اس شخص کے حق میں کہا جس نے سنگی لگوائی تھی کہ اس پر پچھنے والے کی جگہ کے سوا کسی شئ کا دھونا ضروری نہیں ہے۔

شرح الباب: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ وُضوء صرف قبل یا دُبر سے کوئی شئ نکلنے سے واجب ہوتا ہے اور کسی شئ سے وضوء واجب نہیں ہوتا اس مذہب کی تائید میں امام بخاری نے مذکورہ اقوال ذکر کئے ہیں اور مذکور حصر کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذکر کیا، لیکن آئت کریمہ حصر کے دعویٰ کی دلیل نہیں ہوسکتی، کیونکہ شوافع کے مذہب میں عورت کو چھونے اور فرج کو ہاتھ لگ جانے سے بھی وضوء جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا مذکور حصر باطل ہے کہ وضوء صرف مخرجین سے کچھ نکلنے سے ناقص ہوجاتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ صرف انہیں سے وضوء ناقص ہوتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ آئت کریمہ حصر پہ دلالت نہیں کرتی۔

قال عطاء الخ: ابن منذر نے کہا تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ دُبُر سے پاخانہ اور قبل سے پیشاب، دُبر سے ہوا نکلنے، زوجین کی مخالطت کے وقت رطوبت نکلنے (مذی) سے وضوء جاتا رہتا ہے اور چاروں فقہاء کے نزدیک استحاضہ کا خون بھی وضوء کا ناقص ہے۔ البتہ دُبر سے کیڑا نکلنے سے وضوء کے جاتے رہنے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح، سفیان ثوری، اوزاعی، ابن مبارک امام شافعی اور امام احمد کے مذہب میں وضوء جاتا رہتا ہے۔ امام مالک نے کہا اس سے وضوء نہیں جاتا۔ ابن حزم نے کہا مذی، پیشاب، پاخانہ دبر، آلہ تناسل، مثانہ، پیٹ یا جسم کے کسی حصہ سے یا منہ سے نکلیں تو ان سے وضوء جاتا رہتا ہے، کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وضوء کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جسم کی کسی جگہ کو خاص نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا یہی مذہب ہے۔ احناف کے مذہب میں مرد کے آلۂ تناسل یا عورت کی فرج سے ہوا نکلنا ناقضِ وضوء نہیں ہاں اگر عورت مفضاۃ ہو جس کے پیشاب اور وطی کا راستہ ایک ہوگیا ہو یا پاخانہ اور جماع کا راستہ ایک ہوگیا ہو تو اس سے ہوا کا خروج ناقضِ وضوء ہے۔ یہاں اس بات کی صراحت ضروری ہے کہ اگر کیڑا منہ، ناک یا کان سے خارج ہو تو یہ وضوء کا ناقض نہیں۔ الحاصل

احناف کا مذہب یہ ہے کہ مخرجین کے علاوہ بھی بدن سے خون وغیرہ بہہ نکلے یا نماز میں قہقہہ سے ہنسے یا منہ بھری قیٔ آجائے تو وضوء جاتا رہتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْوُضُوْءُ مِنْ کُلِّ دَمٍ سَائِلٍ، ہر بہنے والے خون سے وضوء واجب ہے (دارقطنی) نیز سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ قَاءَ اَوْ رَعَفَ فِیْ صَلٰوتِہٖ فَلْیَنْصَرِفْ وَلْیَتَوَضَّأْ وَلْیَبْنِ عَلٰی صَلٰوتِہٖ مَالَمْ یَتَکَلَّمْ (ابن ماجہ) یعنی جسے نماز میں قیٔ آجائے یا اس کی نکسیر جاری ہوجائے وہ نماز سے پھر جائے اور وضوء کرکے اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کلام نہ کیا ہو نیز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَیْسَ فِی الْقَطْرَۃِ وَالْقَطْرَتَیْنِ مِنَ الدَّمِ وُضُوْءٌ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ دَمًا سَائِلًا، (دارقطنی) یعنی خون کے ایک دو قطروں سے وضوء نہیں جاتا جب تک کہ وہ جاری نہ ہو جائے۔

قَالَ جَابِرٌ الخ" نماز میں ضحک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا اس کا اعادہ واجب ہے اور وضوء باقی رہتا ہے۔ اس میں سب کا اتفاق ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کی دلیل ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا نماز میں قہقہہ سے ہنسنے سے وضوء اور نماز دونوں جاتے رہتے ہیں لہٰذا دونوں کا اعادہ واجب ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ "مَنْ ضَحِکَ فِی الصَّلٰوۃِ قَہْقَہَۃً فَلْیُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلٰوۃَ، جو نماز میں قہقہہ سے ہنسا وہ وضوء اور نماز کا اعادہ کرے۔ ابن عدی نے کامل میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ دارقطنی نے عبدالرزاق کی جہت سے انہی کی سند سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا کنوئیں میں گر گیا تو اُن میں بعض صحابہ کرام قہقہہ سے ہنس پڑے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وضوء کریں اور نماز کا اعادہ کریں۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

قَالَ الْحَسَنُ الخ احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ جس نے وضوء کے بعد سر کا حلق کیا یا مونچھیں کٹوائیں یا ناخن اُتروائے تو اس پر وضوء کا اعادہ نہیں۔ اور اگر وضوء کرکے موزے پہنے بعد میں موزے اُتار دیئے تو وضوء کا اعادہ واجب نہیں صرف پاؤں دھولینے کافی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا جدید قول بھی یہی ہے۔

قَالَ اَبُوْهُرَیْرَۃَ الخ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا وضوء صرف حدث سے ہے۔ اغماء، نیند، جنون تمام حدث میں داخل ہیں۔ حدث لفظ عام ہے جو کسی مخصوص حدث کے ساتھ مختص نہیں۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ کا معنی یہ ہے کہ صرف سَبِیْلَیْن سے کوئی شیٔ خارج ہو تو اسی سے وضوء واجب ہوتا ہے انہوں نے ابوداؤد کی حدیث پر اعتماد کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو اور اپنی دُبر میں کوئی حرکت وغیرہ محسوس کرے اور حدث یا عدم حدث کے اشکال میں پڑ جائے تو نماز سے نہ پھرے حتیٰ کہ وہ آواز سُنے یا بُو سونگھے، اس حدیث میں حدث خاص ہے۔ اور وہ آواز کو سُننا یا ہوا کی بُو سونگھنا ہے، کیونکہ نماز میں عموماً ایسا حدث ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک حدث کا یقین نہ ہوجائے تو نماز سے نہ پھرے، کیونکہ شیطان نمازی کے ساتھ

شرارت کرتا ہے اور حلقۂ دُبُر سے کسی بال کو حرکت دیتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی شئ نکلی ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ہوا خارج ہونے کی آواز سُننے یا اس کی بُو آئے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حدث عام ہے کسی خاص حدث سے مختص نہیں ہے ۔

وَ یُذْکَرُ الخ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نماز کی حالت میں خون نکل پڑے تو کچھ حرج نہیں اس حدیث سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ اگر بہنے والا خون وضوء کا ناقض ہوتا تو صحابی کی نماز فاسد ہو جاتی اور اس حالت میں نماز میں مشغول ہونا صحیح نہ ہوتا ۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ استدلال صحیح نہیں ، کیونکہ اس خون سے کپڑا محفوظ نہیں رہ سکتا اور اگر کپڑے یا بدن پر تھوڑا سا خون بھی لگا ہو تو نماز صحیح نہیں ہوتی اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ جو صحابی خون کے جاری ہونے کی حالت میں نماز پڑھتا رہا تھا ۔ اسے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لشکر کی حفاظت کے لئے ایک گھاٹی پر مقرر کیا تھا ۔ اسے دشمن نے تیر مارا تھا ، جبکہ وہ نماز کی حالت میں تھا ، لیکن اس صحابی کا یہ فعل حجت نہیں ، کیونکہ حدیث میں یہ ثابت نہیں کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے اس فعل کی توثیق فرمائی ہو حالانکہ آپ نے فرمایا ہے کہ خون کا ایک قطرہ یا دو قطرے ناقض وضوء نہیں جب تک کہ وہ نہ بہے ۔ معلوم ہُوا کہ بہنے والا خون ناقض وضوء ہے ۔

وَ قَالَ الْحَسَنُ الخ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ لوگوں کو زخم ہوتے اور جب تک خون نہ بہتا وہ زخموں کی حالت میں نمازیں پڑھتے رہتے تھے ۔ اس معنیٰ کی دلیل ابن ابی شیبہ کی حدیث ہے جو اُنھوں نے ہشام اور یونس کے ذریعہ حسن بصری سے روایت کی ہے کہ حسن بصری بہنے والے خون کے سوا دوسرے خون کو وضوء کا ناقض نہیں کہتے تھے ۔

وَ قَالَ طَاؤُسٌ الخ ان حضرات کا کہنا ہے کہ خون نکلنے سے وضوء واجب نہیں ہوتا ، لیکن ان حضرات کا قول امام ابوحنیفہ پر حجت قائم نہیں ہو سکتا ، کیونکہ امام صاحب نے فرمایا : اَلتَّابِعُوْنَ رِجَالٌ وَ نَحْنُ رِجَالٌ یُزَاحِمُوْنَنَا ،، تابعی لوگ ہیں اور ہم بھی لوگ ہیں وہ ہم سے مزاحمت کرتے رہتے ہیں ۔ یعنی ان کا اجتہاد ہم پر لازم نہیں ہے ۔ بلکہ ان کی طرح ہم بھی اجتہاد کرتے ہیں ہم اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے ان کے اجتہاد کو ترک کریں گے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی مخالفت کرتے ہُوئے فرمایا کہ دارقطنی کی حدیث ہے کہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ،، اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ دَمًا سَائِلًا ،، کہ اگر خون جاری ہو جائے تو وضوء جاتا رہے گا ۔ صحابہ و تابعین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے ۔

وَ عَصَرَ ابْنُ عُمَرَ الخ یہ اثر احناف کی دلیل ہے کہ جو خون نچوڑ کر نکالا جائے وہ ناقض وضوء نہیں کیونکہ وہ نکلا نہیں نکالا گیا ہے ۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں ۔

وَ بَزَقَ الخ ،، یہ اثر بھی احناف کے خلاف نہیں کیونکہ جو خون منہ سے نکلے اگر وہ پیٹ سے نکلا ہے تو ناقض وضوء نہیں اور اگر دانتوں سے نکلا ہے ۔ تو غلبہ کا اعتبار ہے ۔ کہ اگر تھوک خون پر غالب ہو تو یہ خون

۱۷۵ ـــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ ثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ قَالَ ثَنَا سَعِیْدُ نِ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا کَانَ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ مَا لَمْ یُحْدِثْ فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِیٌّ مَا الْحَدَثُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ الصَّوْتُ یَعْنِی الضَّرْطَةَ

ناقض نہیں۔ راوی نے اس کو ذکر نہیں کیا لہٰذا یہ دلیل بھی ہو سکتی ہے ،کیونکہ یہاں غلبہ اصل ہے اگر خون کا غلبہ ہو تو وضوء جاتا رہے گا۔ ابن ابی شیبہ نے حسن بصری سے روایت کی کہ ایک شخص نے تھوکا اور اس میں خون کی ملاوٹ دیکھی حسن بصری نے کہا کہ جب تک تھوک سُرخ نہ ہو وضوء منقوض نہ ہوگا۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الخ ،، اس روایت سے مقصد احناف کو الزام دینا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ،کیونکہ صحابہ کرام نے کہا اس جگہ کو دھویا جائے۔ نیز پچھنے لگانے سے خون چوس کر نکالا جاتا ہے وہ خود نہیں نکلتا ہے اور وضوء اس خون سے جاتا ہے جو خود خارج ہو اور خون نکلنے کی جگہ کو دھونا ضروری ہے۔ مذکورہ اثر کا محمل بھی یہی ہے واللہ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ عطاء بن ابی رباح تابعی ہیں ع۲ جابر بن عبداللہ مشہور صحابی ہیں کتاب الوحی میں ان کا ذکر گزرا ہے ع۳ حسن بصری تابعی کبیر ہیں۔ کتاب الایمان میں ان کا ذکر گزرا ہے ع۴ طاؤس بن کیسان یمانی ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن کبیر تابعی ہیں۔ اور صالحین کرام میں سے ہیں ۱۰۶ ہجری میں ترویحہ کے روز مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے ہشام بن عبدالملک نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یحییٰ بن معین نے کہا ان کا نام ذکوان ہے انہیں طاؤس اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قاریوں میں طاؤس تھے ع۵ محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہاشمی مدنی ہیں ان کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے انہیں باقر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ علوم کے حقائق جانتے تھے گویا وہ علوم کا پوسٹ مارٹم کیا کرتے تھے جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۱۱۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بن محمد بن علی سے ابن حنفیہ مراد ہو۔ کتاب العلم کے آخر میں ان کا ذکر گزرا ہے، لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہاں محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مراد ہیں۔

ع۶ ابن ابی اوفیٰ ان کا نام عبداللہ ہے صحابی ہیں۔ بیعتِ رضوان اور دیگر مشاہد میں حاضر ہوتے رہے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے۔ ان کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی ،، وہ کوفہ میں رہنے والے صحابہ کرام سے آخر میں فوت ہوئے ان کا سن وفات ۸۷ ہجری ہے۔

۱۷۶ـــ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ قَالَ ثَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمٍ عَنْ عَمِّہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْصَرِفُ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا

۱۷۷ـــ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ قَالَ ثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُنْذِرٍ

۱۷۵ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد ہمیشہ نماز میں رہتا ہے جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا رہے جب تک اسے حَدَث لاحق نہ ہو ایک عجمی شخص نے کہا اے ابا ہریرہ حَدَث کیا ہے ؟ اُنھوں نے جواب دیا دُبر سے ہوا خارج ہونے کی آواز ہے۔

۱۷۵ـــ شرح : عجمی وہ ہے جو کلام واضح بیان نہ کر سکے اگرچہ عربی ہو۔ حدیث میں "فَقَالَ رَجُلٌ اَعْجَمِیٌّ" الخ سعید مقبری کا کلام ہے۔ نماز میں ہمیشہ رہنے کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا رہے اسے نماز کا ثواب ملتا رہے گا۔ حَدَث عام ہے۔ اِغماء، نیند، جنون اور سبیلین سے خارج ہونے والی ہر شئ کو شامل ہے کسی مخصوص حدث سے مختص نہیں، لیکن یہاں حدث سے مراد دبر سے نکلنے والی ہوا ہے، کیونکہ مسجد میں بیٹھے رہنے سے غالبًا ہوا خارج ہونے کا امکان ہوتا ہے جو ناقضِ وضوء ہے۔ اگرچہ حَدَث اور بھی بہت ہیں مگر وہ نہ تو متفق علیہ ہیں اور نہ ہی ان کے وقوع کا غالب امکان ہوتا ہے گویا کہ سوال ہی خاص حدث سے تھا جو غالبًا مسجد میں واقع ہو سکتا ہے اور یہ ضرطہ سے زائد نہیں ہوتا۔

اسماء رجال : ع۱ آدم بن ابی ایاس کا ذکر "باب المسلم من سلم المسلمون" میں گزرا ہے۔ ع۲ ابن ابی ذئب "حفظ العلم" کے باب میں گزرے ہیں ع۳ سعید مقبری "الدین یسر" کے باب میں مذکور ہیں ع۴ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

۱۷۶ـــ ترجمہ : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز سے نہ پھرے حتیٰ کہ آواز سنے یا بدبو پائے۔ (حدیث ع۱۳۷ کی شرح دیکھیں)

۱۷۷ـــ ترجمہ : محمد بن حنفیہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے مذی بہت آتی تھی۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے میں شرم کی تو مقداد بن اسود کو کہا کہ وہ آپ سے پُوچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس

اَبِی یَعْلٰی الثَّوْرِیِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّۃِ قَالَ قَالَ عَلِیٌّ کُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَاسْتَحْیَیْتُ اَنْ اَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْاَسْوَدِ فَسَأَلَہٗ فَقَالَ فِیْہِ الْوُضُوْءُ وَرَوَاہُ شُعْبَۃُ عَنِ الْاَعْمَشِ

۱۷۸ ــ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ ثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ عَطَاءَ بْنَ یَسَارٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَأَلَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قُلْتُ اَرَأَیْتَ اِذَا جَامَعَ وَلَمْ یُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ یَتَوَضَّأُ کَمَا یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ وَیَغْسِلُ ذَکَرَہٗ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ عَلِیًّا وَالزُّبَیْرَ وَطَلْحَۃَ وَاُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ فَاَمَرُوْہُ بِذٰلِکَ

میں وضوء ہے۔ شعبہ نے اعمش سے اس کی روایت کی (حدیث ۱۳۲ کی شرح دیکھیں)

۱۷۸ــ ترجمہ : زید بن خالد نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میں نے کہا مجھے خبر دیں کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نہ نکلے (اس کا کیا حکم ہے) حضرت عثمان نے کہا وضوء کرلے جیسے نماز کے لئے وضوء کرتا ہے اور اپنی شرمگاہ دھولے۔ حضرت عثمان نے کہا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر میں نے اس سے متعلق علی، زبیر، طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو سب نے اس طرح جماع کرنے والے کو یہی حکم دیا۔

۱۷۸ــ شرح : مذی سے شرمگاہ پلید ہوجاتی ہے اس لئے اس کے دھونے کا حکم ہے اور جماع کرنے والے سے غالباً مذی نکلتی ہے۔ اگرچہ اسے اس کا شعور نہ ہو اس لئے وضوء کا حکم فرمایا۔ شروع اسلام میں جماع کرنے سے غسل واجب نہ تھا جب تک انزال نہ ہو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بیوی کے ساتھ جماع کی کوشش کرے اور دونوں ختان آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معتاد مخرج سے کوئی شئ نکلنے سے وضوء

۱۷۹ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اِلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَآءَ وَرَاْسُهٗ یَقْطُرُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُعْجِلْتَ اَوْ قُحِطْتَ فَعَلَیْكَ الْوُضُوْءُ تَابَعَهٗ وَهْبٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ وَلَمْ یَقُلْ غُنْدَرٌ وَیَحْیٰی عَنْ شُعْبَةَ الْوُضُوْءُ

اسماء رجال

: ع۱ سعد بن حفص طلحی کوفی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے ۔ ۲۱۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ شیبان بن عبدالرحمٰن نحوی ہیں ۔ ان کی کنیت ابو یحییٰ ہے ع۳ یحییٰ بن ابی کثیر بصری تابعی ہیں ع۴ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف تابعی ہیں ۔ ان حضرات کا حدیث ع۱۱۲ کے اسماء میں ذکر ہوچکا ہے ع۵ عطاء بن یسار مدنی ہیں حدیث ع۲۸ کے اسماء میں ذکر ہوچکا ہے ع۶ زید بن خالد جہنی مدنی صحابی ہیں حدیث ع۸۹ کے اسماء میں دیکھیں ع۷ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ امیرالمومنین حدیث ع۱۵۹ کے اسماء میں دیکھیں ،،

---

۱۷۹ — **ترجمہ** : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص کو پیغام بھیجا وہ آیا اور اس کے سر سے پانی بہہ رہا تھا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ہم نے تجھے جلدی میں ڈال دیا ہے اس نے کہا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو جلدی کرے یا انزال نہ ہو تو تجھ پر وضوء کرنا واجب ہے ۔ وہب بن جریر ابن ابی حازم نے نضر بن شمیل کی متابعت کی ۔ انھوں نے کہا ہمیں شعبہ نے خبر دی ۔ امام بخاری نے کہا غندر اور یحییٰ نے شعبہ سے وضوء ذکر نہیں کیا ۔

۱۷۹ — **شرح** : اس حدیث کی تقریر یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری شخص کو بلایا حدیث میں اس کا نام مذکور نہیں مسلم نے اس کا نام عتبان بن مالک ذکر کیا ہے ۔ وہ خزرجی سالمی بدری ہیں ۔ اس وقت وہ اپنی بیوی سے ہم بستر تھا وہ اسی حال میں پیغام سن کر جلدی سے غسل کرکے دربار رسالت میں حاضر ہوا جبکہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر

رہے تھے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تجھے جلدی میں ڈال دیا ہے (یعنی وہ بیوی کے ساتھ جماع سے سیر نہیں ہُوا تھا اور ابھی تک انزال نہیں ہُوا تھا کہ حضور کا پیغام پہنچ گیا تھا) اُس نے کہا جی ہاں! میں نے جلدی کی ہے تو جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو وضوء کرلینا ہی کافی ہے۔ غسل ضروری نہیں۔

قَوْلُہٗ قُحِطْتَ ،، ماضی مجہول ہے بعض روایات میں "اُقْحِطْتَ"، معروف و مجہول پڑھا گیا ہے یہاں اِقحاط کا معنی عدمِ انزالِ منی ہے۔ یہ قحوطِ مطر اور قحوط ارض سے استعارہ ہے جب بارش رک جائے اور زمین نباتات نہ اُگائے۔ بخاری میں قُحِطْتَ مجرّد ہے، لیکن مشہور اُقْحِطْتَ ہے۔ اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو بیوی سے ہم بستر ہو اور انزال کے بغیر اس سے جُدا ہو جائے یا جماع کرے اور منی خارج نہ ہو اور حدیث میں اُعْجِلْتَ پر قُحِطْتَ کا عطف عام کا خاص پر عطف ہے۔ اور لفظ "اَو"، تنویع حکم کے لئے ہے یعنی جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے حکم کی تقسیم فرمائی ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ عدمِ انزال شخص کی ذات سے کسی خارجی امر کے سبب ہو یا اس کی ذات کے باعث ہو دونوں صورتوں میں حکم واحد ہے وہ یہ کہ صرف وضوء کرے غسل ضروری نہیں ہے۔

بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی سے جماع کے وقت انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں وضوء کافی ہے لیکن یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس کا ناسخ جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جب بیوی کے ساتھ جماع کی کوشش کرے اور مرد و زن کے ختان آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہے انزال ہو یا نہ ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم امورِ خفیہ پر مطلع ہیں؛ چنانچہ اس حدیث میں مجامعت خود امورِ خفیہ سے ہے۔ پھر انزال ہونا یا نہ بھی مخفی امر ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی پوری کیفیت بیان کر دی جیسا کہ حدیث سے واضح ہے۔ جس ذات ستودہ صفات سے اس طرح کے امور مخفی نہ ہوں اور کیا مخفی ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں "لَعَلَّ"، ترجی کے لئے نہیں تحقیق کے لئے ہے۔ اس کے جواب میں حرف نَعَمْ تحقیق کی تقریر کے لئے ہے۔ مجمع البحار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے کلام میں لعلّ تحقیق کے لئے ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماءِ رجال

ع۱ : اسحاق وہ ابن راہوَیہ ہیں ان کی کنیت ابو یعقوب ہے وہ حنظلی مروزی ہیں نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔ عبد اللہ بن طاہر نے اسحاق سے کہا کہ آپ کو ابن راہویہ کیوں کہا جاتا ہے۔ اسحاق نے کہا میرے والد مکہ کے طریق میں پیدا ہوئے تھے۔ فارسی میں طریق کو راہ کہا جاتا ہے۔ اسحاق اسلام میں بہت بڑا رکن اور دین کا جھنڈا ہے۔ ۲۳۸۔ ہجری میں نیشاپور ہی فوت ہوئے ممکن ہے کہ اسحاق سے مراد اسحاق بن ابراہیم بن نصر سعدی بخاری ہو وہ مدینہ منورہ میں آئے اور ۲۴۲۔ ہجری میں فوت ہو گئے یہ بھی احتمال ہے کہ اسحاق بن بہرام کوسج مروزی ہوں اُنھوں نے ۲۵۱۔ ہجری میں وفات پائی

بَابُ الرَّجُلِ يُوَضِّئُ صَاحِبَهُ

۱۸۰ — حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ عَدَلَ إِلَى الشِّعْبِ فَقَضٰى حَاجَتَهُ قَالَ أُسَامَةُ فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَيَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُصَلِّيْ قَالَ الْمُصَلّٰى أَمَامَكَ

میں ذکر کیا کہ جب امام بخاری کہیں ۔ حدثنا اسحاق ، قال حدثنا ابو اسامہ تو ان تینوں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے ۔

ع۲ نضر بن شمیل مازنی بصری ہیں اُن کی کنیت ابو الحسن ہے وہ تبع تابعی ہیں ۔ مرو کے رہنے والے ہیں وہ عربی اور حدیث کے امام ہیں ۔ اُنھوں نے مرو اور خراسان میں سب سے پہلے سُنّت ظاہر کی ۔ دو سو تین یا چار ہجری میں فوت ہوئے ع۳ شاذان" اسود بن عامر کا لقب ہے ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن شامی ہے بغداد میں رہائش پذیر تھے ۔ ۲۰۸ ۔ ہجری میں فوت ہوئے ۔

باب — مرد اپنے ساتھی کو وضوء کرائے "

۱۸۰ — ترجمہ : اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے واپس تشریف لائے تو گھاٹی کی طرف گئے اور قضاء حاجت فرمائی ۔ اسامہ بن زید نے کہا میں آپ کے لئے پانی گرارہا تھا اور آپ وضو فرماتے تھے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ اب نماز پڑھیں گے ؟ آپ نے فرمایا نماز پڑھنے کی جگہ آگے ہے ۔

۱۸۰ — شرح : اس حدیث کی وضاحت در باب اسباغ الوضوء میں حدیث نمبر ۱۳۹ میں گزر چکی ہے ۔ ابن بطال نے کہا امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو وضوء کرا سکتا ہے جیسا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضوء کرایا تھا ۔ سب علماء کا اتفاق ہے کہ مریض کو جب تیمم کرنے کی طاقت نہ ہو تو دوسرا شخص اس کو تیمم کرا سکتا ہے مگر جب مریض میں نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کوئی شخص اس کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا

١٨١ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى ابْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ اَخْبَرَنِي سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَّاَنَّهُ ذَهَبَ لِحَاجَةٍ لَّهُ وَاَنَّ الْمُغِيْرَةَ جَعَلَ يَصُبُّ الْمَآءَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ

اس باب سے امام بخاری نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ وضوء میں دوسرے کا شریک ہونا مکروہ ہے امام نووی نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضوء میں استعانت (کسی سے مدد لینا) جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ محمد بن سلام بیکندی کتاب الایمان میں ع۲ یزید بن ہارون باب التبرز فی البیوت میں اور ع۳ یحیٰی بن سعید انصاری تابعی کتاب الوحی میں مذکور ہیں ع۴ موسیٰ بن عقبہ تابعی ع۵ کریب مولیٰ ابن عباس اور ع۶ اسامہ ابن عقبہ اسباغ الوضوء وغیرہ میں مذکور ہیں۔

---

١٨١ — ترجمہ : عروہ بن مغیرہ بن شعبہ مغیرہ بن شعبہ سے خبر دیتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے (واپس تشریف لائے) اور مغیرہ بن شعبہ آپ کے لئے پانی ڈالنے لگے جبکہ آپ وضوء فرمانے لگے۔ آپ نے اپنا چہرہ انور دونوں ہاتھ دھوئے اور سر مبارک اور موزوں پر مسح فرمایا۔

١٨١ — شرح : غسل اعضاء نفس وضوء ہے۔ وضوء پر مرتب نہیں لہٰذا فَغَسَلَ پر فاء کا لانا غیر مناسب ہے اور اس کے لانے کا فائدہ نہیں لیکن یہ وہ فاء ہے جو مجمل اور مفصل کے درمیان آتی ہے اور مفصل مجمل کے بعد آتا ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح جائز ہے اور ایک پاؤں کا دھونا اور دوسرے پر مسح کرنا جائز نہیں اور بزرگانِ دین کی خدمت کرنا اور ان کو وضوء کرانا جائز ہے اور وضوء میں استعانت جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ عمرو بن علی بن بحر صیرفی باہلی بصری ہیں۔ ۲۴۹ ہجری میں فوت ہوئے

بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ بَعْدَ الْحَدَثِ وَغَيْرِهِ

وَقَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ لَا بَأْسَ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْحَمَّامِ وَبِكَتْبِ الرِّسَالَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنْ كَانَ عَلَيْهِمْ اِزَارٌ فَسَلِّمْ

کے پاس عبدالوہاب کو ذکر کیا گیا تو اُس نے کہا وہ بخدا خوف کے بعد آرام، بیماری کے بعد صحت، قحط سالی کے بعد خوشحالی، عزبت کے بعد امارت، محبوب کی تابعداری مصیبت سے رہائی اور دل کش نوجوانی کے ساتھ وصال دائمی سے زیادہ میٹھے ہیں۔ عمرو بن علی نے کہا عبدالوہاب کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار درہم تھی اور سال کے آخر تک تمام محدثین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ۱۹۴ ہجری میں فوت ہوئے ؏ یحییٰ بن سعید انصاری تابعی مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ ہر روز قرآن ختم کرتے تھے۔ ۱۲۷ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ؏۳ نافع بن جبیر بن مُطعم قرشی نوفلی مدنی تابعی ہیں۔ سلیمان بن عبدالملک کی امارت کے آواخر میں ۹۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ؏۴ عروہ بن مُغیرہ ثقفی کوفی ہیں شعبی نے کہا وہ اپنے اہلبیت میں سب سے افضل تھے۔

باب ـ حدث وغیرہ کے بعد قرآن مجید پڑھنا

منصور بن معتمر نے ابراہیم نخعی سے ذکر کیا کہ حمام میں قرأت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی وضوء کے بغیر خط لکھنے میں حرج ہے۔ حماد نے ابراہیم نخعی سے ذکر کیا کہ اگر غسل کرنے والوں نے چادر باندھی ہو تو ان کو سلام کہو ورنہ ان کو سلام مت کہو"

شرح الباب قرأت قرآن کریم اور اس کے علاوہ سلام اور باقی اذکار حدث کے بعد جائز ہیں۔ حمام کو اس لئے ذکر فرمایا کہ غالباً نہانے والے بے وضوء ہوتے ہیں اور قرآن کریم اور دیگر اذکار سے خطوط بھی غالباً خالی نہیں ہوتے اور علیٰ غیر وضوء کتب اور قرأت دونوں سے متعلق ہے؛ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی طرح کی شیٔ ہیں۔ احناف کے نزدیک جُنبی اور حیض والی عورت دونوں کے لئے رسالہ لکھنا مکروہ ہے جس میں قرآن کی بعض آیات ہوں؛ کیونکہ لکھنا مس سے خالی نہیں ہوتا اور ان کے لئے قرآن کو مس کرنا مکروہ ہے (کرمانی)، حضرت حماد بن ابی سلیمان کوفی ابراہیم نخعی کوفی کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہہ تھے اور امام ابوحنیفہ

۱۸۲ــــ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمٰنَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ

رضی اللہ عنہ کے اُستاد تھے۔ امام ابوحنیفہ کا اسناد یہ ہے کہ أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانَ لَنَا إِنَّ ذِكْرَهُ ؛ هُوَ الْمِسْكُ مَا كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ ہمارے پاس ابوحنیفہ کا ذکر بار بار کرو کیونکہ ان کا ذکر کستوری ہے جب تک تم اسے بار بار ذکر کرتے رہوگے اچھی خوشبو آتی رہے گی۔ نیز فرمایا: لَعْنَةُ رَبِّنَا أَعْدَادَ رَمْلٍ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ جو ابوحنیفہ کا قول رد کرے اس پر ریت کے ذرّات کے برابر ہمارے رب کی لعنت ہو، فقہا کا اختلاف ان کے اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ ایک دوسرے کا قول ردّ کرنا ان کا مقصد نہیں ہوتا۔

۱۸۲ــــ ترجمہ: ابن عباس کے غلام کریب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس نے ان کو خبر دی کہ ایک رات انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی میمونہ جو ان کی خالہ ہیں کے گھر میں بسر کی۔ میں بستر کے عرض کی طرف لیٹ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیوی ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا اس کے طول میں آرام فرما ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے حتّٰی کہ جب آدھی رات ہوئی یا اس سے تھوڑا سا پہلے یا تھوڑا سا بعد آپ بیدار ہوئے اور بیٹھ کر اپنے ہاتھ کے ساتھ چہرۂ انور کو ملتے رہے پھر سورۂ آل عمران سے آخ

مِثْلَ مَا صَنَعَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهٖ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَأْسِىْ وَاَخَذَ بِاُذُنِى الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

بَابُ مَنْ لَّمْ يَتَوَضَّأْ اِلَّا مِنَ الْغَشْيِ الْمُثْقِلِ

۱۸۳ — حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ

اس سے اچھی طرح وضوء کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس نے کہا میں بھی اٹھا اور جس طرح آپ نے کیا تھا میں نے بھی اسی طرح کیا پھر میں اٹھ کر آپ کے پہلو کی طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر دو، پھر دو، پھر دو اور پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ نے وتر پڑھے اور لیٹ گئے حتی کہ آپ کے پاس مؤذن آیا آپ اٹھے اور ہلکی دو رکعت سُنت پڑھیں۔ پھر نماز کے لئے تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی۔

۱۸۲ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضوء فرمایا اس مناسبت سے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔ نیند کے بعد آپ کا وضوء فرمانا حدث کی وجہ سے نہ تھا، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا بلکہ نیند کے بعد آپ کا وضوء فرمانا نور کی زیادتی کے لئے تھا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے وضوء نور پر نور ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے پاس نیند کرنا جائز ہے اگرچہ اس کا شوہر پاس موجود ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تادیب کے لئے بچے کا کان ملنا جائز ہے۔

حدیث شریف میں ہے "ثُمَّ اَوْتَرَ"، یعنی آخر میں تین رکعت پڑھ کر ساری نماز کو وتر بنایا ایک رکعت سے وتر نہ بنایا تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُتَيْرَا سے منع فرمایا اور بُتَيْرَا ایک رکعت نفل کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا کان پکڑ کر ملنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ آپ کے پہلو میں بائیں طرف کھڑے ہو گئے تھے آپ نے ان کو دائیں طرف کیا مد "بَابُ التَّخْفِيْفِ فِى الْوُضُوْءِ"، میں حدیث نمبر ۱۳۸ کے تحت مزید بیان ہو چکا ہے۔

اسماء رجال : اسماعیل بن ابی اویس اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ حدیث ۲۱ کے سلسلہ میں گزرے ہیں ۳ مخرمہ بن سلیمان والبی مدنی ہیں۔ ۱۰۲ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

بْنِ عُرْوَةَ عَنِ امْرَأَتِهٖ فَاطِمَةَ عَنْ جَدَّتِهَا أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَإِذَا النَّاسُ قِيَامٌ يُصَلُّوْنَ فَإِذَا هِيَ قَائِمَةٌ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا نَحْوَ السَّمَآءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَقُلْتُ اٰيَةٌ فَأَشَارَتْ أَنْ نَعَمْ فَقُمْتُ حَتّٰى تَجَلَّانِيَ الْغَشْيُ وَجَعَلْتُ أَصُبُّ فَوْقَ رَأْسِيْ مَاءً فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهٗ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَلَقَدْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِي الْقُبُوْرِ مِثْلَ

باب جس نے وضوء نہ جانا مگر سخت غشی سے

۱۸۳ ترجمہ۱۸۳ : اسماء بنت ابی بکر نے کہا میں ام المؤمنین عائشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کے پاس آئی جبکہ سورج کو گرہن لگا اور لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہے؟ انھوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور "سُبحانَ اللہِ" کہا۔ میں نے کہا کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے اشارہ کیا کہ ہاں میں بھی نماز کے لئے کھڑی ہوگئی حتیٰ کہ مجھ پر غشی آنے لگی! اور میں نے اپنے سر پر پانی ڈالنا شروع کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پھرے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا۔ میں نے اپنے اس مقام میں ہر وہ شئ دیکھی جو مجھے دکھلائی نہ گئی تھی حتیٰ کہ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا میرے پاس وحی آئی ہے کہ تم قبروں میں مسیح دجال کے فتنہ کی مثل یا قریب آزمائے جاؤ گے۔ میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کونسا لفظ کہا (مثل یا قریب کا لفظ کہا) تم سے کوئی ایک لایا جائے گا۔ اور اسے کہا جائے گا تیرا اس شخص سے متعلق کیا علم ہے؟ مومن یا موقن میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا (مومن یا موقن کا لفظ) اسماء نے کہا وہ کہے گا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس معجزات اور ھدایات لے کر آئے تھے۔ ہم نے قبول کیا اور تابعداری کی پھر اسے کہا جائے گا آرام سے سو جا

أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتَى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوْقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى فَأَجَبْنَا وَآمَنَّا وَاتَّبَعْنَا فَيُقَالُ نَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ لَمُؤْمِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُهُ

میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کون سا لفظ کہا (منافق یا مرتاب کا لفظ) وہ کہے گا میں نہیں جانتا لوگوں کو میں نے کچھ کہتے ہوئے سنا میں نے بھی وہ کہہ دیا (حدیث ۸۵ کی شرح دیکھیں)

اس حدیث کی مناسبت باب سے اس طرح ہے کہ اگر غشی سخت ہوتی تو اس سے وضوء جاتا رہتا کیونکہ سخت غشی اغماء جیسی ہوتی ہے اور غشی کے سخت نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اسماء نے اپنے سر پر پانی ڈالا تاکہ غشی جاتی رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حواس حاضر تھے اور یہ ان کے وضوء کے نہ جانے پر دلالت ہے۔

شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سارے سر پر مسح کے وجوب پر اس آیتِ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ دلیل اس وقت تام ہو سکتی ہے جبکہ بِرُءُوْسِکُمْ کی با زائد ہو امام مالک رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں۔ ابن مسیب نے کہا وضوء میں سارے سر پر مسح کے وجوب یا صرف سر کے مسح پر وجوب میں عورت مرد جیسی ہے اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا اثر اس کے موافق ہے اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے سر پر مسح سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے مذکورہ حدیث سے استدلال کیا کہ بعض سر پر مسح جائز نہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ۱ اسماعیل بن اویس اپنے ماموں ۲ امام مالک رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ۳ ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی ہیں ۴ فاطمہ بنت منذر بن زبیر اور اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حدیث ۸۴ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ كُلِّهِ

لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَقَالَ ابْنُ الْمُـ[illegible]
الرَّجُلِ يَمْسَحُ عَلٰى رَأْسِهَا وَسُئِلَ مَالِكٌ أَيُجْزِئُ [illegible]
فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ

۱۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ [illegible] مَالِكٌ عَنْ
عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ
جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيْعُ أَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

باب سارے سر پر مسح کرنا "

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : اپنے سروں پر مسح کرو ! اور ابن مسیب نے کہا عورت مرد کی طرح ہے وہ اپنے سر پر مسح کرے امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا بعض سر پر مسح کافی ہے ؟ تو اُنھوں نے عبداللہ بن زید کی حدیث سے استدلال کیا ۔

۱۸۴۔ ترجمہ : عمرو بن یحییٰ مازنی نے اپنے باپ یحییٰ سے روائت کی کہ ایک شخص نے عبداللہ ابن زید سے کہا اور وہ عمرو بن یحییٰ کے دادا ہیں ۔ کیا تم مجھے دکھلا سکتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے وضوء فرمایا کرتے تھے ؟ عبداللہ بن زید نے کہا جی ہاں ! اُنھوں نے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دو مرتبہ دھویا پھر کلی کی اور ناک میں تین بار پانی ڈالا اور سُنکا پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دو بار دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر پر مسح کیا ان کو آگے اور پیچھے سے گزارا جبکہ سر کے اگلے حصّے سے ابتداء کی تھی پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا ۔

۱۸۴۔ شرح : یہ حدیث وضوء کے مسائل پر مشتمل ہے ۔ وضوء میں شروع ہونے سے پہلے ہاتھ دھونے چاہئیں [illegible]

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

کہ وضوء کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے سنت ہیں، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضوء فرماتے تو ہاتھ دھو لیتے تھے۔ دُوسرا قول امام مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہاتھوں کی طہارت میں شک کرے اس کے لئے دھونا مستحب ہے۔ تیسرا قول امام احمد رحمہ اللہ کا ہے کہ جو کوئی رات کو نیند سے بیدار ہوا اس پر ہاتھ دھونے واجب ہیں۔ دن میں بیدار ہونے والے کا یہ حکم نہیں۔ چوتھا قول امام مالک رضی اللہ عنہ کا مشہور مذہب ہے کہ جسے شک ہو کہ اس کے ہاتھ پہ نجاست لگی ہوئی ہے یا نہیں اس کے لئے ہاتھوں کو دھونا واجب ہے۔ پانچواں قول داؤد اور اس کے ساتھیوں نے کہا جو کوئی نیند سے رات کو یا دن میں بیدار ہوا اس پر ہاتھوں کو دھونا واجب ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی کرنا وضوء میں سنت ہیں اور غسل میں فرض ہیں۔ یہ سفیان ثوری کا مذہب ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ وضوء اور غسل دونوں میں مسنون ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دونوں میں واجب ہیں۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چلوؤں سے تین بار کلی کی اور استنشاق کیا۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ وضوء میں مضمضہ اور استنشاق تین تین بار ہے اور ہر ایک کے لئے علیحدہ پانی لے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار مضمضہ کیا اور تین بار استنشاق کیا۔

چوتھا مسئلہ : چہرے کو تین بار دھونا ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

پانچواں مسئلہ : ہاتھوں کو دو بار دھونا۔ مسلم کی روایتیں تین بار کا ذکر ہے۔ اگرچہ وضوء کی ابتداء میں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھو لیا ہوتا ہے لیکن صحیح تر بات یہ ہے کہ اس بار انہیں کلائیوں سمیت دھویا جائے گا۔

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

۱۸۵ — حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ نَا وُهَيْبٌ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ أَبِي حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوءِ النَّبِيِّ

کیونکہ ابتداء وضوء میں ہاتھوں کو دھونا فرض وضوء کے قائم مقام نہیں۔

چھٹا مسئلہ : کہنیوں تک دھونا۔ جمہور فقہا کے نزدیک کہنیاں غسل یدین میں داخل ہیں۔ دارقطنی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضوء فرماتے تو کہنیوں پہ پانی بہایا کرتے تھے۔ طبرانی میں وائل بن حجر کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلائیاں دھوئیں حتی کہ کہنیوں سے اُوپر تک پانی بہایا۔

ساتواں مسئلہ : سر کا مسح ہے۔ اس حدیث سے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ سارے سر کا مسح فرض ہے۔ احناف اور شوافع کے نزدیک بعض سر کا مسح فرض ہے۔ احناف کے مذہب میں بعض سے مراد چوتھائی سر ہے اس کی دلیل مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے؛ کیونکہ قرآن مجید حق مقدار میں مجمل ہے اور مغیرہ کی حدیث اس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا اور ناصیہ پر مسح فرمایا۔ لہٰذا ہمارے مذہب میں سر کے چوتھا حصہ سر کا مسح فرض ہے۔ لیکن ناصیہ پر مسح کرنے سے فرض ادا ہوگا۔ اگر سر کے کسی اور حصہ پر مسح کرلیا جائے تو فرض ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ کتاب اللہ مجمل ہے مطلق نہیں اور مجمل کا بیان مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ مضمضہ، استنشاق اور چہرے کے دھونے میں لفظ ثلاث (تین بار) ذکر کیا اور ہاتھ دھونے میں لفظ مرتین (دو بار) ذکر کیا اور سر کے مسح اور پاؤں دھونے میں تعداد ذکر نہیں کی اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مقصد یہ ہے کہ ہر طرح جائز ہے۔ ایک ایک بار دو دو بار اور تین تین بار دھونا جائز ہے اور کم از کم ایک ایک بار دھونے سے فرض ادا ہوجاتا ہے۔ لیکن تین تین بار دھونا افضل و اکمل ہے۔ لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایک ایک بار دھونا بھی اکمل و افضل ہے؛ کیونکہ آپ کا ہر فعل افضل ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا،،

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ وُضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكْفَأَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثَ غُرُفَاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَغَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فَمَسَحَ رَأْسَهٗ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ

۱۸۵ — ترجمہ: عمرو بن ابی حسن نے عبداللہ بن زید سے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وضوء سے متعلق پوچھا اُنھوں نے پانی کا برتن منگوایا اور ان کے سامنے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وضوء جیسا وضوء کیا، چنانچہ برتن سے پانی اپنے ہاتھ پر ڈالا اور دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر برتن میں ہاتھ داخل کیا اور کلی اور ناک میں پانی ڈالا اور سُنکا یہ تین چلوؤں سے کیا پھر اپنا ہاتھ پانی میں داخل کیا اور تین بار چہرہ دھویا پھر ہاتھ پانی میں ڈالا اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دُھوئے پھر ہاتھ پانی میں لے گئے اور ایک بار سر پر اس طرح مسح کیا کہ دونوں ہاتھ آگے سے گُدی کی طرف لے گئے اور گُدی سے اگلی طرف لائے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔

۱۸۵ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ متوضی کا وضوء کرنے کے لئے پانی طلب کرنا جائز ہے اور اس میں استعانت بھی جائز ہے اور یہ کہ ہاتھ دھونے سے پہلے ہاتھ پانی میں داخل نہ کرے اس کے بعد داخل کرنا جائز ہے اور کلی اور ناک میں پانی تین تین بار کرنا مُستحب ہے اور سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا مُستحب ہے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ضروری ہے۔

فَتَوَضَّأَ لَهُمْ الخ مجمل کلام ہے اور فَاَكْفَأَ عَلٰى يَدِهٖ الخ اس اجمال کی تفصیل ہے اور فَاَكْفَأَ میں فاء تَفْصِيْلِيَّةٌ ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

بَابُ اِسْتِعْمَالِ فَضْلِ وَضُوْءِ النَّاسِ

وَاَمَرَ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِاللهِ اَهْلَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّؤُا بِفَضْلِ سِوَاكِهٖ

۱۸۶ ـــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ ثَنَا الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَيْفَةَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِهٖ فَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ فَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَآءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهٗ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُمَا اشْرَبَا مِنْهُ وَاَفْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا

باب ـ لوگوں کا بچا ہُوا پانی استعمال کرنا

جریر بن عبداللہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ ان کی مسواک سے بچے ہُوئے پانی سے وضوء کرلیں "

ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو تشریف لائے آپ کے پاس پانی حاضر کیا گیا تو آپ نے وضوء فرمایا اور لوگ آپ کے وضوء سے بچے ہُوئے پانی کو لینے لگے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مس کرنے لگے آپ نے ظہر کی دو رکعت پڑھیں جبکہ آپ کے آگے عصا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اور اس میں اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ انور دھویا اور اس میں کلی فرمائی۔ پھر بلال اور ابو موسیٰ سے فرمایا اس پانی سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے منہ اور سینوں پر ڈالو!

۱۸۶ ـــ شرح : فضل وضوء سے مراد وہ پانی ہے جو وضوء سے فارغ ہونے کے بعد برتن میں بچ رہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد وہ پانی ہو جو اعضاء دھوتے وقت نیچے گرے

۱۸۷ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ وَهُوَ الَّذِيْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَهُوَ

رضی اللہ عنہ سے اس میں تین روایات ہیں امام ابو یوسف نے آپ سے روائت کی کہ یہ پانی نجس خفیف ہے حسن ابن زیاد نے روائت کی کہ یہ نجس مغلظ ہے مگر یہ روائت شاذ ہے امام محمد بن حسن نے آپ سے روائت کی کہ یہ پانی طاہر غیر طہور ہے یعنی پاک ہے کسی شئ کو پاک نہیں کر سکتا۔ یہ صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام شافعی کا جدید قول بھی یہی ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ پانی طاہر طہور ہے۔ بعض طرق میں ہے کہ جریر مسواک کرتے تھے اور اپنی مسواک کا سر پانی میں ڈبوتے تھے اور اپنے گھر والوں سے کہتے تھے کہ اس پانی سے وضو کر لو اور اس میں کوئی حرج نہ خیال کرتے تھے (عینی)

بخاری کی روائت باب سے اس طرح موافقت کرتی ہے کہ مسواک منہ کو صاف کرتی ہے جب کہ اس کو پانی لگے پھر اس پانی سے وضو کرے تو اس طرح وضو میں مستعمل پانی استعمال ہو گا (فتح الباری)

حدیث شریف میں اگر پانی سے وہ پانی مراد ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء طیبہ سے بہہ کر گرتا تھا تو اس کی باب سے مناسبت ہے اور اس کی دلالت مستعمل پانی کی طہارت پر ظاہر ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کے بعد برتن میں بچا ہوا پانی ہے تو اس سے مراد تبرک ہے۔ پانی بہر کیف پاک ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں دست اقدس رکھنے سے اس کی طہارت میں اور اضافہ ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور بلال رضی اللہ عنہما کو آپ کا یہ ارشاد اس پانی سے تبرک حاصل کرنے کے لئے تھا اس حدیث شریف میں اگرچہ بلال کو ذکر نہیں کیا مگر یہ روائت طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب المغازی میں بخاری نے ذکر کی کہ ابو موسیٰ نے کہا میں جعرانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان دونوں صحابہ نے صرف تبرک و تیمن کے لئے اپنے چہروں اور سینوں پر یہ پانی بہایا تھا کسی مرض کی وجہ سے نہ تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، کیونکہ آپ سفر میں تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحراء میں جب نماز پڑھی جائے تو نمازی اپنے آگے سترہ وغیرہ کرے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

اسماء رجال

:۱ آدم بن ابی ایاس ۲ شعبہ بن حجاج یہ دونوں حدیث ۹ کے اسماء میں ۳ حکم بن عُیَیْنَہ حدیث ۱۱۷ کے اسماء میں اور ابو جحیفہ حدیث ۱۱۱ کے اسماء میں دیکھیں۔

غُلَامٌ مِنْ بِئْرِهِمْ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَغَيْرِهِ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا صَاحِبَهُ وَإِذَا تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادُوا يَقْتَتِلُوْنَ عَلٰى وَضُوْئِهِ

باب ۱۸۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ عَنِ الْجُعْدِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ ذَهَبَتْ بِيْ خَالَتِيْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ

۱۸۷ — ترجمہ : محمود بن ربیع نے کہا اور یہ وہی شخص ہیں جن کے منہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی تھی جبکہ وہ بچے تھے اور ان کے کنوئیں سے پانی لیا تھا عروہ نے مسور وغیرہ سے روایت کی کہ اُن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضوء فرماتے تو لوگ آپ کے وضوء سے گرنے والے پانی کو لینے کے لئے لڑنے کو تیار ہوجاتے تھے

۱۸۷ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے گرنے والے پانی کو بطور تبرک لینے میں لوگ بہت کوشش کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لڑنے کو تیار ہیں۔ اس سے تبرک حاصل کرنے کی رغبت میں مبالغہ مقصود ہے ورنہ یہ مسلّم ہے کہ اس کے لئے صحابہ میں حقیقتہً کبھی لڑائی نہیں ہوئی اگرچہ یہ ایسا مقام ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں کی مٹی حاصل کرنے میں جانیں قربان کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور روحیں فداء کی جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نخامہ شریف پاک وصاف اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے چہروں پر ملتے تھے تاکہ اس کی خوشبو سے مستفید اور اس کی برکت سے مستفیض ہوسکیں (کرمانی)

اسماءِ رجال : علی بن عبد اللہ بن مدینی امام ہیں۔ حدیث ۶۷ کے اسماء میں یعقوب بن ابراہیم بن سعد حدیث ۱۴۴ کے اسماء میں دیکھیں صالح بن کیسان ہرقلی حدیث میں دیکھیں اور محمود بن ربیع حدیث ۷۵ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب

۱۸۸ ترجمہ : سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ میرا بانجا بیمار ہے آپ نے میرے

أَخْتِيْ وَقَعَ فَمَسَحَ رَأْسِيْ وَدَعَالِيْ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوْئِهٖ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ اِلٰى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ

سر پر دستِ اقدس رکھا اور میرے لئے برکت کی دعاء فرمائی پھر آپ نے وضوء فرمایا تو میں نے آپ کے وضوء کے پانی سے کچھ پانی پیا پھر میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ڈولی کے بٹن کی طرح مہرِ نبوت دیکھی۔

۱۸۸ شرح : خاتم ،، کی تا مفتوح ہے یعنی وہ شئی دیکھی جو اس امر کی دلیل تھی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ابوداؤد شریف کی ،، کتاب الفتن والملاحم ص۲۳۴ ،، میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ،، قاضی بیضاوی نے کہا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان نشان تھا جس کی وصف پہلی کتابوں میں مذکور ہے۔ یہ ایسی علامت تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہی نبی موعود ہیں۔ اس مہرِ نبوت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کی طرف بُرائی جانے سے روکی جیسے مہر شدہ شئی کی طرف کوئی دوسری چیز نہیں جاسکتی۔ دوسری احادیث میں مہرِ نبوت کی تعبیر میں مختلف الفاظ مذکور ہیں۔ مسلم کی روایت میں کبوتری کے انڈے کی طرح۔ امام احمد کی روایت میں سیب کی طرح۔ صحیح حاکم میں شعر مجتمع ،، کتاب البیہقی میں ،، مثل السلعۃ۔ شمائل میں بضعۃ ناشزۃ ،، ابھرنے والا گوشت۔ تاریخ ابن عساکر میں ،، مثل البندقہ۔ ترمذی میں ،، کالتفاحۃ ،،۔ تاریخ ابن ابی خیثمہ میں ،، شامۃ سوداء ،، یعنی کالا نشان جو سبزی مائل تھا اس پر بال تھے۔ تاریخ نیشاپوری میں ہے کہ مہرِ نبوت گول بندقہ کی طرح تھی جس میں گوشت کی صورت میں یہ لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ ،، بہرحال مہرِ نبوت کی مختلف تعبیرات مروی ہیں اور اس پر مختلف نقوش بھی مروی ہیں۔ واللہ اعلم ! سائب بن یزید نے جو پانی پیا تھا وہ آپ کے مقدس اعضاء سے گرا ہوا مستعمل پانی پیا تھا جو اطیب الطیب تھا !

اسماءِ رجال

: ع۱ عبدالرحمٰن بن یوسف بغدادی ہیں ان کی کنیت ابو مسلم ہے۔ ۲۲۴ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ حاتم بن اسماعیل کوفی ہیں مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ ۱۸۶ ہجری میں ہارون رشید کی خلافت میں فوت ہوئے ع۳ جعد بن عبدالرحمٰن بن اوس مدنی کندی ہیں۔ انہیں جُعَید بھی کہا جاتا ہے ع۴ سائب بن یزید کندی۔ انھوں نے کہا میرے والد نے مجھے ساتھ لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا جبکہ میری عمر سات برس تھی۔ ۹۱ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ جُعَید نے کہا میں نے سائب ابن یزید کو صحت مند دیکھا انھوں نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاء سے میری صحت اچھی ہے اور میری *

* سماعت اور بصارت میں کچھ فرق نہیں آیا

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غُرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ

۱۸۹ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهٗ اَفْرَغَ مِنَ الْاِنَاءِ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ اَوْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفَّةٍ وَّاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثًا فَغَسَلَ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَا اَقْبَلَ وَمَا اَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — جس نے ایک ہی چلّو سے کلّی کی اور ناک میں پانی ڈالا

۱۸۹ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے برتن سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا پھر ایک ہی چلّو سے منہ دھویا یا کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ۔ اس طرح تین مرتبہ کیا اور ہاتھوں کو دو دو مرتبہ کہنیوں سمیت دھویا۔ سارے سر پر مسح کیا اور ٹخنوں سمیت پاؤں کو دھویا پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضوء اس طرح تھا۔

۱۸۹ — سترح : اس حدیث شریف میں چہرہ دھونے کا ذکر نہیں، کیونکہ بخاری کا مقصد وہ ہے جس کا ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے اور اختصاراً غسلِ وجہ کو چھوڑ دیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے وضوء میں ان افعال کو بھی ذکر کیا جن میں اختلاف ہے اور وہ ایک ہی چلّو سے کلّی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کہنیوں سمیت ہاتھ دھونا سارے سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا ہے اور چہرے کے دھونے میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے اس کے بیان کی ضرورت نہ تھی یا مفعول محذوف ہے اور وہ " اَلْوَجْهُ " ہے یعنی پھر چہرہ دھویا اور " اَوْ مَضْمَضَ " لفظ او ، واو کے معنی میں ہے یہ جواب اچھا ہے ۔ واللہ اعلم !

بَابُ مَسْحِ الرَّأْسِ مَرَّةً

۱۹۰ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ شَهِدْتُ عَمْرَو بْنَ اَبِىْ حَسَنٍ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ عَنْ وُضُوْءِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِّنْ مَّآءٍ فَتَوَضَّأَ لَهُمْ فَكَفَأَهٗ عَلٰى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلٰثًا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى الْاِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثًا بِثَلٰثِ غَرَفَاتٍ مِّنْ مَّآءٍ ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى الْاِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِيَدِهٖ وَاَدْبَرَ بِهَا ثُمَّ اَدْخَلَ يَدَهٗ فِى الْاِنَاءِ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ

اسماءِ رجال ۱۸۹

: ع۱ مسدد حدیث ع۱۲ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ خالد بن عبداللہ ابن عبدالرحمٰن واسطی طحان ہیں۔ ان کی کنیت ابوالہیثم ہے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے جسم کے وزن کی مقدار تین بار چاندی صدقہ کی۔ ۱۷۹ ہجری میں فوت ہُوئے ع۳ عمرو بن یحییٰ بن عمارہ مازنی انصاری ہیں۔ ان کا اور اُن کے والد یحییٰ کا ذکر حدیث ع۱۱۵ کے اسماء میں گزرا ہے۔

باب ایک ہی مرتبہ سَر کا مسح کرنا

۱۹۰ — ترجمہ : یحییٰ نے کہا میں عمرو بن ابی حسن کے پاس موجود تھا۔ عبداللہ بن زید سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے وضوء سے متعلق پُوچھا تو اُنھوں نے پانی کا برتن منگوایا اور ان کے سامنے اس طرح وضوء کیا کہ اپنے ہاتھ پہ پانی گرایا اور ان کو تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور چہرہ تین بار دھویا۔ پھر ہاتھ پانی میں ڈالا اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دو دو مرتبہ دھوئے پھر ہاتھ پانی میں ڈالا اور سر پہ مسح یوں کیا کہ دونوں ہاتھ ... گُدی کی طرف اور وہاں سے آگے کی طرف لائے۔ پھر ہاتھ پانی میں لے گئے اور دونوں پاؤں دھوئے۔

۱۹۰ — شرح : اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سر پہ مسح ایک ہی بار ہے؛ کیونکہ

۱۹۱ــ حَدَّثَنَا مُوسٰى قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ وَقَالَ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ مَرَّةً

بَابُ وُضُوْءِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهٖ وَفَضْلُ وُضُوْءِ الْمَرْأَةِ وَتَوَضَّأَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالْحَمِيْمِ وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ

اُنھوں نے سر کے مسح کے بغیر دُوسرے اعضاء میں دو یا تین بار دھونے کا صراحۃً ذکر کیا۔ معلوم ہُوا کہ سر کا مسح ایک بار ہے اور وہیب کی روایت میں ایک بار سر کے مسح کو صراحۃً ذکر کیا ہے جس میں اس حدیث میں سر کے مسح کی وضاحت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

۱۹۱ــ ترجمہ: موسیٰ نے خبر دی کہ ہم کو وہیب نے خبر دی کہ اُنھوں نے سر پہ ایک بار مسح کیا۔

۱۹۱ــ شرح: ابو داؤد میں روایت ہے کہ شفیق بن سلمہ نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضوء کرتے دیکھا اُنھوں نے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت تین تین بار دھوئے اور سر پر تین بار مسح کیا پھر کہا میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ اس روایت سے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سر پر تین بار مسح کرنا اختیار کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت میں یہی ہے مگر امام کے نزدیک ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرے نیا پانی نہ لے جیسا کہ صاحبِ ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ کثیر محدثین نے کہا کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اسی لئے ابو داؤد نے اپنے سُنن میں ذکر کیا کہ صحیح احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے کیونکہ ان روایات میں وضوء میں اعضاء کا تین تین بار دھونے کا ذکر ہے اور سر کا مسح مطلقاً مذکور ہے اور تعدادِ مسح کا ذکر نہیں اور حضرت عبداللہ بن زید نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وضوء بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر مبارک پہ ایک بار مسح فرمایا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ ایسے ہی عبداللہ بن ابی اوفی، ابن عباس، سلمہ بن اکوع اور ربیع کی احادیث میں ایک بار مسح کا ذکر ہے۔

امام بیہقی نے کہا سر پہ مسح کے تکرار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایات مذکور ہیں مگر وہ حفاظ ثقات سے مذکور روایات کے خلاف ہیں لہذا ان سے حجت نہیں پکڑ سکتے۔ یہ احادیث جن میں تین بار سر کے مسح کا ذِکر ہے ان احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں جن میں ایک بار مسح کا ذکر ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے تین بار مسح کو اس لئے مسنون کہا ہے کہ اس طرح حدیث میں مروی ہے مگر شرط یہ ہے کہ ایک بار پانی سے تین بار مسح کرے۔ واللہ اعلم!

۱۹۲ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ ثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ يَتَوَضَّؤُوْنَ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْعًا

باب مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ وضوء کرنا، اور عورت کے وضوء سے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنا،، حضرت عمر فاروق نے گرم پانی اور نصرانی عورت کے گھر سے وضوء کیا،،

۱۹۲ــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں مرد اور عورتیں اکٹھے وضوء کیا کرتے تھے۔

۱۹۲ــ شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب کے ترجمہ میں مستقل دو اثر ذکر کئے ہیں اور ان دونوں سے کوئی بھی باب کے مناسب نہیں، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گرم پانی سے وضوء کرنا اور نصرانی عورت کے گھر میں وضوء کرنا عورت کے ساتھ یا اس کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے پر ہرگز دلالت نہیں کرتا۔ شارح کرمانی نے کہا کہ ،، وَمِنْ بَيْتِ نَصْرَانِيَّةٍ،، سے اگر واؤ کو حذف کر دیا جائے اور اسے ایک ہی اثر اعتقاد کر لیا جائے تو اس کی باب سے مناسبت ہو جاتی ہے کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فعل کہ انھوں نے نصرانی عورت کے گھر سے وضوء کیا باب کے مناسب ہے اور پہلا فعل طرداً ذکر کر دیا اگرچہ باب کے مناسب نہیں، کیونکہ یہ دونوں عمر فاروق کے فعل ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہو یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نصرانی عورت کے گھر میں گرم پانی سے وضوء کیا اور نصرانی عورت کے جھوٹے پانی کو استعمال کرنے کا ذکر مقصود ہو اور حمیم یعنی گرم پانی کو واقعہ کا بیان کے لئے ذکر کر دیا ہو تو اس وقت ترجمہ سے مناسبت ظاہر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں مرد اور عورتیں حجاب سے پہلے اکٹھے وضوء کیا کرتے تھے اس میں ممانعت نہیں ہے اور حجاب کے بعد زوجات اور محارم کے ساتھ یہ روایت مختص ہوگی! واللہ اعلم!

اور جن روایات میں عورت کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کی کراہت مروی ہے وہ کراہت تنزیہیہ پہ محمول ہے!

بَابُ صَبِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَهٗ عَلَى الْمُغْمٰى عَلَيْهِ

۱۹۳ — حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَأَنَا مَرِيْضٌ لَا أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْئِهٖ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَنِ الْمِيْرَاثُ إِنَّمَا يَرِثُنِيْ كَلَالَةٌ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے وضوء کا پانی بیہوش شخص پر ڈالنا "

۱۹۳ — ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں بیمار تھا اور مجھے کوئی ہوش نہ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بیمار پرسی کو تشریف لائے اور وضوء فرمایا اور اس سے بچا ہُوا پانی میرے اُوپر ڈالا تو میں ہوش میں آ گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری میراث کا حقدار کون ہے میں صرف کلالہ ہوں تو وراثت کی آیت کریمہ نازل ہوئی ۔

۱۹۳ — شرح : کلالہ وہ ہے جس کے ماں باپ نہ ہوں اور نہ ہی اولاد ہو۔ اور میراث کی آیت یہ ہے " يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ الآیۃ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ پانی دم کر کے جس میں مریض کو نفع ہو اس پر ڈالنا جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہر بیماری کو دُور کر دیتی ہے۔ معلوم ہُوا کہ آپ دَافِعُ الْبَلَاءِ اور شَافِیُ الْاَمْرَاضِ ،، ہیں نیز یہ بھی معلوم ہُوا کہ بزرگ حضرات چھوٹے لوگوں کی بیمار پُرسی کو جائیں تو اچھی بات ہے ۔ اگرچہ مریض کچھ نہ سمجھتا ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم !

اسماء رجال

بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ فِي الْمِخْضَبِ وَالْقَدَحِ وَالْخَشَبِ وَالْحِجَارَةِ

۱۹۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بَكْرٍ قَالَ ثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيْبَ الدَّارِ اِلٰى اَهْلِهٖ وَبَقِيَ قَوْمٌ فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ فِيْهِ مَآءٌ فَصَغُرَ الْمِخْضَبُ اَنْ يَبْسُطَ فِيْهِ كَفَّهٗ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ قُلْنَا كَمْ كُنْتُمْ قَالَ ثَمَانِيْنَ وَزِيَادَةً

ع۳ محمد بن منکدر تیمی قرشی تابعی ہیں۔ زہد و علم کے جامع ہیں۔ سفیان نے کہا محمد بن منکدر سچائی کی کان ہیں۔ ۱۳۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ منکدر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماموں تھے۔ انھوں نے مائی صاحبہ سے اپنی حاجت پیش کی تو فرمایا سب سے پہلے میرے پاس جو شئی آئی وہ تمہارے پاس بھیج دوں گی آپ کے پاس دس ہزار درہم آئے تو ان کے پاس بھیج دیئے اس سے منکدر نے لونڈی خریدی تو اس کے بطن سے محمد پیدا ہوئے ع۴ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما صحابی ہیں۔ حدیث ع۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب ٹب، پیالہ، لکڑی اور پتھر کے برتن میں سے غسل اور وضوء کرنا

۱۹۴ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور جس کا گھر قریب تھا وہ اپنے گھر چلا گیا اور کچھ لوگ باقی رہ گئے (جن کا گھر قریب نہ تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ٹب حاضر کیا گیا جس میں پانی تھا وہ بہت چھوٹا تھا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پھیل نہ سکتا تھا۔ اس برتن سے سب لوگوں نے وضو کر لیا ہم نے انس سے کہا تم کتنے افراد تھے انھوں نے کہا ہم اسّی افراد سے زیادہ تھے۔

۱۹۴ — شرح : ابن بطال نے کہا اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ جواہر ارض کے سب

۱۹۵ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ

۱۹۶ — حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ

برتن اور اس کی نبات طاہر ہیں جبکہ ان کو نجاست نہ لگی ہو "مخضب" پتھر اور تانبے سے بنا ہوتا ہے حدیث شریف میں مذکور مخضب پتھر کا تھا چھوٹے سے برتن سے جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک بھی نہ آسکتا ہو اتنی سے زائد لوگوں کا وضو کر لینا عظیم معجزہ ہے اور یہ علامات نبوت سے ہے خشب اور قدح کا عطف ماقبل پر تفسیری ہے کیونکہ ٹب اور لکڑی کے پیالے اور پتھر دونوں سے بنائے جاتے ہیں ہیں۔ اس کے بعد والی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے؛ چنانچہ فرمایا بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ ،، واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ عبد اللہ بن منیر حافظ مروزی سہمی ہیں ان کی کنیت ابو عبد الرحمن ہے ۲۴۱ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ عبد اللہ بن بکر بصری ہیں ان کی کنیت ابو وہب ہے۔ بغداد میں سکونت پذیر ہوئے اور مامون کی خلافت میں ۲۸۰ ہجری کو بغداد میں ہی فوت ہوئے ع۳ حُمید، ابو حمید طویل کے بیٹے ہیں۔ نماز پڑھتے ہوئے فوت ہوئے حدیث ع۴۶ کے اسماء میں دیکھیں۔

---

۱۹۵ — ترجمہ: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا اور اس میں دونوں مقدس ہاتھ اور چہرہ انور دھویا اور اس میں کلی کر دی۔

۱۹۵ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پانی میں کلی کی ہو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اس پانی کو پینا اس کو چہروں اور سینوں پر ڈالنا جائز ہے۔ حدیث ع۱۸۶ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اسماء رجال

ع۱ محمد بن علا ع۲ ابو اسامہ حماد بن اسامہ ع۳ برید ع۴ ابو بردہ حدیث ع۷ کے اسماء میں دیکھیں۔

---

۱۹۶ — ترجمہ: عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے پیتل کے برتن میں پانی آپ کے حضور پیش کیا آپ [illegible]

بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ ثَنَا عَمْرُوْ بْنُ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَیْدٍ قَالَ اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْرَجْنَا لَهٗ مَآءً فِیْ تَوْرٍ مِّنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّاَ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلٰثًا وَّیَدَیْهِ مَرَّتَیْنِ مَرَّتَیْنِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِهٖ وَاَدْبَرَ وَغَسَلَ رِجْلَیْهِ

۱۹۷ــ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهٖ وَجَعُهٗ اِسْتَاْذَنَ اَزْوَاجَهٗ فِیْ اَنْ یُّمَرَّضَ فِیْ بَیْتِیْ فَاَذِنَّ لَهٗ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ

مسح اس طرح فرمایا کہ آگے سے گدی کی طرف اور گدی سے آگے کی طرف ہاتھ مبارک لائے اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔

۱۹۶ــ شرح : اس حدیث کو اس باب میں اس لئے ذکر کیا ہے کہ حدیث میں مذکور برتن پیالے کی شکل جیسا تھا یا صفر بھی پتھر کی قسم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دھات کی ہر قسم کے برتن میں پانی سے وضوء کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : احمدؒ بن عبداللہ بن یونس کوفی شیخ الاسلام ہیں حدیث ۲۵ کے اسماء میں دیکھیں ۲۔ عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ قرشی مدنی ہیں حدیث ۱۲۵ کے اسماء میں دیکھیں۔

۱۹۷ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری زیادہ سخت ہوگئی تو آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ میرے گھر میں آپ کی بیمار پرسی ہو سب نے آپ کو اجازت دے دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری زیادہ سخت ہوگئی تو آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ میرے گھر میں آپ کی بیمار پرسی ہو سب نے آپ کو اجازت دیدی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو شخصوں کے درمیان (ان کے کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر) باہر تشریف لائے جبکہ آپ کے قدم مبارک زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ وہ دو آدمی حضرت عباس اور ایک اور شخص تھا۔ عبیداللہ نے کہا میں نے عبداللہ

رجلين تخط رجلاه في الارض بين عباس ورجل اخر قال عبيدالله فاخبرت عبدالله بن عباس فقال اتدري من الرجل الاخر قلت لا قال هو علي بن ابي طالب وكانت عائشة تحدث ان النبي صلى الله عليه وسلم قال بعد ما دخل بيته واشتد وجعه هريقوا علي من سبع قرب لم تحلل اوكيتهن لعلي اعهد الى الناس واجلس في مخضب لحفصة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ثم طفقنا نصب عليه تلك حتى طفق يشير الينا ان فعلتن ثم خرج الى الناس

ابن عباس کو یہ خبر دی تو اُنھوں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ دُوسرا شخص کون تھا ؟ میں نے کہا نہیں۔ اُنھوں نے کہا وہ حضرت علی تھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر داخل ہونے کے بعد فرمایا جبکہ آپ کی بیماری بہت سخت تھی۔ میرے اُوپر سات مشکیزوں سے پانی بہاؤ جن کے منہ نہ کھولے گئے ہوں۔ میں لوگوں کو وصیت کرنا چاہتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں آپ کو بٹھایا گیا۔ پھر ہم نے ان مشکیزوں سے آپ پہ پانی بہانا شروع کیا۔ حتیٰ کہ آپ اشارہ کرنے لگے کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔

۱۹۷ — شرح : جس ٹب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا گیا تھا وہ غالباً لکڑی کا تھا۔ آپ نے وہ اس لئے طلب فرمایا تھا کہ مریض پہ جب ٹھنڈا پانی بہایا جائے تو بعض امراض میں اس کی قوت بحال ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزوں میں یہ شرط رکھی کہ ان کے منہ نہ کھلے ہوں کیونکہ اس تقدیر پہ پانی میں ہاتھوں کے عدمِ اختلاط سے پانی پاکیزہ اور صاف ہوتا ہے اور سات مشکیزے اس لئے فرمائے کہ سات کے عدد میں برکت ہے اور سات کا عدد عظیم ترین مخلوق اور بعض امورِ شریعت میں واقع ہوا ہے اس لئے اس کی بڑی شان اور اہمیت ہے (کرمانی) اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھانے کا عظیم فائدہ بیان فرمایا کہ اس روز ان کو کھانے والے پر جادو کا اثر نہ ہوگا اور انسان کے فوت ہو جانے کے بعد سات روز تک ارواح اہلِ خانہ کے گھروں میں آتی ہیں تاکہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے۔ (لمعات، مرقات) امام احمد نے کتاب الزہد میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں طاؤس سے روایت کی کہ مسلمان اموات کا سات روز تک قبروں میں [illegible]

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ التَّوْرِ

۱۹۸ — حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ عَمِّي يُكْثِرُ مِنَ الْوُضُوْءِ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبِرْنِي كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَدَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَّاءٍ فَكَفَأَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي التَّوْرِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَرْفَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاغْتَرَفَ بِهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدَيْهِ مَاءً فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَدْبَرَ بِيَدَيْهِ وَأَقْبَلَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دوا اور شفاء کی غرض سے مریض پر پانی بہانا بہتر ہے۔ اہلِ تشیع کہتے ہیں کہ ام المؤمنین نے دوسرے شخص کا نام اس لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ حضرت علی تھے مگر یہ زعم غلط ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرف تو حضرت عباس آخر تک مسجد میں جانے تک رہے اور دوسری طرف کبھی حضرت فضل بن عباس ہوتے کبھی حضرت اسامہ بن زید ہوتے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے اور کبھی حضرت علی ہوتے تھے اس لئے ام المؤمنین نے عدم تعین کی بناء پر خصوصی طور پر نام ذکر نہ کیا تھا۔ نسائی شریف "اَلتَّوْقِيْتُ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُقِيْمِ" کے باب میں شریح سے روایت ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا علی کے پاس جاؤ وہ اس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر حضرت علی کا نام کسی بغض کی وجہ سے نہ لیا تھا تو یہاں کس لئے ان کا نام لے کر ان کی تعریف کی؟

اسماء رجال : ع۱ ابوالیمان حکم بن نافع ع۲ شعیب ع۳ زہری ع۴ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ حدیث ع۶ کے اسماء میں دیکھیں ع۵ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

باب — پتھر کے برتن سے وضوء کرنا

۱۹۸ — ترجمہ : یحییٰ نے کہا میرے چچا صاحب جو زیادہ وضوء کیا کرتے تھے

۱۹۹ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِاِنَاءٍ مِنْ مَّاءٍ فَاُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِنْ مَّاءٍ فَوَضَعَ اَصَابِعَهُ فِيْهِ قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَاءِ يَنْبَعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهِ قَالَ اَنَسٌ فَحَزَرْتُ مَنْ تَوَضَّاَ مَا بَيْنَ السَّبْعِيْنَ اِلَى الثَّمَانِيْنَ

نے عبداللہ بن زید سے کہا مجھے خبر دو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے کیسے وضو کرتے دیکھا۔ عبداللہ بن زید نے پانی کا چھوٹا برتن منگوایا اور اپنے ہاتھوں پر اُسے مائل کرکے ان کو تین بار دھویا پھر اس میں ہاتھ داخل کیا اور ایک ہی چلو سے تین بار کلی کی اور ناک میں پانی داخل کرکے سُنکا پھر ہاتھ اس میں لے گئے اور چلو بھر کر اپنے چہرہ کو تین بار دھویا پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دو دو بار دھوئے اور پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لیا اور اپنے سر کا مسح اس طرح کیا کہ پہلے ان کو آگے سے سر کے کے پچھلے حصّے کی طرف لے گئے اور پیچھے سے آگے لائے پھر دونوں پاؤں دھوئے اور کہا اس طرح میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔

۱۹۸ — شرح : باب مسح الراس کلہ میں یہ حدیث گزری ہے۔ وہاں عبداللہ بن زید سے سوال کرنے والا عمرو بن یحییٰ کا دادا ذکر کیا ہے اور اس حدیث میں سائل یحییٰ کا چچا ذکر کیا ہے مگر اس میں مخالفت نہیں، کیونکہ وہ ماں کی طرف سے دادا اور باپ کی طرف سے چچا تھا اور ایسا ہو سکتا ہے۔ باقی حدیث کی تفصیل حدیث ع۱۸۴ کے تحت ہے۔

اسماء رجال : ع۱ خالد بن مخلد حدیث ع۶۱ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۲ سلیمان بن بلال کی کنیت ابو محمد ہے وہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ حدیث ع۸ کے اسماء میں دیکھیں ع۳

---

۱۹۹ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن طلب فرمایا تو کشادہ پیالہ جس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ کو پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں اپنی مقدس انگلیاں رکھ دیں۔ انس نے کہا میں پانی کو دیکھ رہا تھا کہ آپ کی پیاری انگلیوں سے نکل رہا تھا۔ انس نے کہا میں نے ستر سے اسی تک وضو کرنے والوں کا اندازہ لگایا تھا۔

۱۹۹ — شرح : اس حدیث شریف میں اگرچہ "نور" کا ذکر نہیں مگر جوہری نے کہا کہ نور

بَابُ الْوُضُوْءِ بِالْمُدِّ

۲۰۰ — حَدَّثَنَا أَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ أَوْكَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

وہ برتن ہے جس سے پانی پیا جاتا ہے۔ کشادہ پیالہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ بَابُ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسیؔ اور اس سے زیادہ اشخاص کی روائت کی ہے اور علاماتِ النبوۃ میں تین سو کے قریب ذکر کئے ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم پندرہ سو ساتھی تھے مگر ان روایات میں تضاد نہیں کیونکہ مختلف مقامات میں مختلف واقعات ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک عدد کا ذکر دوسرے اعداد کے منافی نہیں ہوتا ہے یہ حدیث علامات نبوت سے ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے اس سے متعلق کچھ حدیث ع۱۹۸ باب اِلْتِمَاسُ الْوُضُوْءِ میں ذکر ہوچکا ہے۔

اسماءِ رجال

ع۱ : حماد بن زید بن درہم بصری حدیث ع۳۰ کے اسماء میں دیکھیں

ع۲ ثابت بن اسلم بن محمد بنانی بصری ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا نیک لوگوں میں سے ثابت بنانی ہیں وہ خیر کی کنجی ہیں ۱۲۳ ہجری میں فوت ہوئے وہ بہت بڑے تابعی بہت بڑے زاہد اور بصرہ کے محدث ہیں۔

باب — ایک مُدّ (ایک سیر) پانی سے وضوء کرنا

۲۰۰ — ترجمہ : ابن جبر نے خبر دی کہ میں نے انس کو یہ کہتے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے پانچ مُدّ تک پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے اور ایک مُدّ پانی سے وضوء فرماتے تھے۔

۲۰۰ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے اور کبھی اس سے زیادہ پانی پانچ مُدّ بھی غسل میں استعمال فرمالیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ غسل میں پانی کی مقدار معیّن نہیں پانی تھوڑا ہو یا زیادہ جب اس سے مکمل غسل ہوجائے کافی ہے۔ غسل کی حاجت کے اختلاف سے پانی کی مقدار مختلف ہوسکتی ہے اس باب میں روایات مختلف ہیں۔ ابوداؤد نے اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ذکر کی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع سے غسل فرماتے تھے اور ایک مُدّ سے

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

۲۰۱ — حَدَّثَنَا اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حدثنی عمرو قَالَ حدثنی ابو النضر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن عن عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ سَاَلَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ ذٰلِکَ فَقَالَ نَعَمْ اِذَا حَدَّثَکَ شَیْئًا سَعْدٌ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْاَلْ عَنْہُ غَیْرَہٗ وَقَالَ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَۃَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوالنَّضْرِ اَنَّ اَبَا سَلَمَۃَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ سَعْدًا فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ اللّٰہِ نَحْوَہٗ

وضوء کر لیا کرتے تھے اور حاکم نے مستدرک میں عبداللہ بن زید سے روائت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تہائی مُد پانی سے وضوء فرمایا اور اپنی کلائیوں کو ملتے تھے۔ حاکم نے اس حدیث کو حسن وصحیح کہا۔ مسلم کی روائت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل فرماتے تھے جس میں تین مُد پانی کی گنجائش تھی۔ ایک دوسری روائت میں ہے کہ ام المؤمنین پانچ مکاکیک سے غسل اور ایک مکوک سے وضوء فرماتی تھیں۔ معلوم ہُوا کہ وضوء اور غسل کے پانی میں کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ مُد میں دو رطل اور صاع میں آٹھ رطل ہوتے ہیں۔ ابن عدی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روائت کی۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِمُدٍّ رِطْلَيْنِ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ ثَمَانِيَةِ اَرْطَالٍ" دارقطنی نے حضرت انس سے اس روائت کو ذکر کیا ہے مکوک مُد کو کہتے ہیں یہی مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ایک رطل تقریبًا آدھ سیر مُد یا مکوک ایک سیر وزنی ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ایک صاع میں تقریبًا چار سیر پانی کی گنجائش ہوتی ہے۔

اسماء رجال

:ع۱ ابونُعیم فضل بن دُکین ہیں حدیث ع۴۹ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ مِسعَر ابن کِدام ہلالی عامری کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ نعیم نے کہا مِسعر اپنی حدیث میں بہت شک کیا کرتے تھے۔ اعمش نے کہا مِسعر کا شیطان اسے ضعیف کرنا چاہتا ہے اور انہیں حدیث میں شکوک وشبہات ڈالتا رہتا ہے۔ شعبہ نے کہا ہم مِسعر کو اس کی سچائی کے باعث مُصحف کہتے تھے! احمد

ہمارے ساتھ میزان مسّغران ہے کے پاس چلو گویا کہ وہ مسّعر کو ترازو کہا کرتے تھے۔ ۱۵۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ ابن جبر وہ عبداللہ بن عبداللہ بن جبر ہیں۔ حدیث ع۱۶ کے اسماء میں دیکھیں۔

موزوں پر مسح کرنا

۲۰۱ — **ترجمہ** : سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے موزوں پر مسح فرمایا ؛ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس سے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا ہاں جب سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شئ کی تجھے خبر دے تو اس سے متعلق کسی اور کو مت پوچھ۔ موسیٰ بن عقبہ نے کہا مجھے ابوالنضر نے خبر دی کہ ابوسلمہ نے ان کو خبر دی کہ سعد اور عمر فاروق نے عبداللہ بن عمر سے اس طرح ذکر کیا ہے۔

۲۰۱ — **شرح** : اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح جائز ہے۔ اس کا منکر بدعتی گمراہ ہے۔ خوارج کے نزدیک مسح جائز نہیں۔ عام فقہاء اور صحابہ کرام کے نزدیک موزوں پر مسح جائز ہے۔ روافض کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرتے تھے اسی لئے امام ابوحنیفہ نے موزوں پر مسح کرنے کو اہل سنت و جماعت کی شرط قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ ہم شیخین (ابوبکر و عمر) کو سب پر فضیلت دیتے ہیں ختنین (عثمان و علی) سے محبت کرتے ہیں۔ موزوں پر مسح کو جائز کہتے ہیں اور نبیذ خمر کو حرام نہیں کہتے۔ ایک روایت میں ہے کہ دوپہر کے سورج کی مثل میرے پاس موزوں پر مسح کی احادیث آئی تو میں نے مسح کے جواز کا قول کیا اس کا انکار کرنا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو خطاء کی طرف منسوب کرنا ہے اور یہ بدعت ہے اسی لئے کرخی نے کہا جو موزوں پر مسح جائز نہ جانے مجھے اس پر کفر کا ڈر ہے۔ بعض علماء نے کہا سورۂ مائدہ کے نزول سے مسح منسوخ ہوگیا کیونکہ مائدہ مدنی ہے اور موزوں پر مسح پہلے کا مشروع ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا حالانکہ وہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے تھے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جریر کی حدیث بہت پسند تھی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جریر کا اسلام بہت متاخر تھا۔ اس لئے ان کی حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ اسی لئے ابن عباس نے موزوں پر مسح کے عدمِ جواز سے رجوع کر لیا تھا۔ حضرت سعد اور ابن عمر نے موزوں پر مسح میں اختلاف کیا جبکہ وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اکٹھے ہوئے تو سعد بن ابی وقاص نے عبداللہ بن عمر سے کہا تم موزوں پر مسح سے انکار کرتے ہو اپنے والد سے پوچھ لو۔ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا ہاں موزوں پر مسح جائز ہے۔ اگرچہ بیت الخلاء میں جاؤ۔

۲۰۲ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيْرَةُ بِاِدَاوَةٍ فِيْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موسیٰ بن عقبہ نے کہا مجھے ابوالنضر نے ابوسلمہ سے اس طرح کی خبر سعد ابن عمر اور عمر فاروق سے دی۔ عمر فاروق نے اپنے بیٹے کو ملامت کرتے ہوئے کہا جب تم کو سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خبر دے تو اس کے علاوہ کسی اور سے مت پوچھو۔ قولہ اِنَّ اَبَا سَلَمَةَ اَخْبَرَهُ اَنَّ سَعْدًا الخ میں اَنَّ" کی خبر محذوف ہے یعنی اَنَّ سَعْدًا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ ۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ : اَصْبَغ بن فرج کی کنیت ابوعبداللہ ہے بہت بڑے فقیہہ قرشی مصری اموی ہیں۔ ۲۲۶۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابن یونس نے کہا وہ مسجد کے خادموں کی اولاد میں سے ہیں کیونکہ بنو امیہ مسجد کی خدمت کے لئے غلام خریدا کرتے تھے یہ ان کی اولاد میں سے ہیں۔

ع۲ ابن وہب وہ عبداللہ بن وہب بن مسلم قرشی مصری ہیں اہلِ مصر میں ان سے بڑا کوئی محدث نہ تھا حدیث ع۶۹ کے اسماء میں دیکھیں ع۳ عمرو بن حارث مؤدب انصاری مصری ہیں ان کی کنیت ابوامیہ ہے قاری فقیہہ ہیں ابوزرعہ نے کہا ان کے زمانہ میں حفظ میں ان کی نظیر نہیں۔ ابن بکیر نے کہا میں مدینہ منورہ میں آیا اور امام مالک سے ملاقات کی انھوں نے کہا تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا مصر سے آیا ہوں کہا "دُرّۃ الغوّاص" کا کیسا حال ہے میں نے کہا وہ کون ہے؟ امام مالک نے کہا وہ عمرو بن حارث ہے۔ درۃ الغواص کا معنی ہے غوطہ زن لوگوں کا موتی۔ پھر کہا عمرو بن حارث پھر کہا عمرو بن حارث ۱۴۸۔ ہجری کو مصر میں فوت ہوئے ع۴ ابوالنضر سالم بن ابی امیہ قرشی مدنی ہیں عمر بن عُبَید اللہ تیمی کے آزاد کردہ غلام اور ان کے کاتب تھے ۱۲۹۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۵ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف قرشی مدنی ہیں۔ بہت بڑے فقیہہ اور خوبصورت تھے گویا کہ ان کا چہرہ دینار تھا۔ ۱۹۴۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۶ سعد بن ابی وقاص حدیث ع۲۸ کے اسماء میں دیکھیں۔

۲۰۲ — ترجمہ : عُروہ بن مُغیرہ نے اپنے باپ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ قضاء حاجت کے لئے

۲۰۳ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَتَابَعَهُ حَرْبٌ وَاَبَانُ عَنْ يَحْيٰى

۲۰۴ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلٰى عِمَامَتِهٖ وَخُفَّيْهِ وَتَابَعَهُ مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَمْرٍو وَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قضاء حاجت سے فارغ ہوتے پھر آپ نے وضوء کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

۲۰۳ — ترجمہ: جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے روایت ہے کہ ان کے باپ عمرو بن امیہ ضمری نے ان کو خبر دی کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ حرب بن شداد اور ابان بن یحییٰ نے اس کی متابعت کی۔

۲۰۲ - ۲۰۳ — شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا اور پاؤں نہ دھوئے ان پر مسح فرمایا جیسا کہ دوسری روایات میں مذکور ہے کیونکہ غسل اور مسح میں اجتماع نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کی خدمت ان کی اجازت کے بغیر بھی جائز ہے اور وضوء میں استعانت جائز ہے۔

اسماء رجال: ع۱ عمرو بن خالد بن فروخ حرانی کی کنیت ابو الحسن ہے ع۲ لیث اور یحییٰ بن سعید حدیث ع۱۲ کے اسماء میں دیکھیں ع۳ سعد بن ابراہیم ابن عبد الرحمٰن بن عوف تابعی ہیں ع۴ نافع بن جبیر بن مطعم بھی تابعی ہیں۔ ع۵ عروہ بن مغیرہ بھی تابعی ہیں۔ تینوں حدیث ع۱۸۱ کے اسماء میں دیکھیں۔

ابو نعیم بن دکین حدیث ع۲۰۰ کے اسماء میں اور شیبان بن عبد الرحمٰن نحوی، یحییٰ بن ابی کثیر تابعی اور ابو سلمہ عبد اللہ ابن عبد الرحمٰن بن عوف حدیث ع۱۱۲ کے اسماء میں دیکھیں۔

۲۰۴ — ترجمہ: جعفر بن عمرو نے اپنے باپ عمرو سے روایت کی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ اِذَا اَدْخَلَ رِجْلَیْهِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ

۲۰۵ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ ثَنَا زَكَرِیَّا عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِیْرَةِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَاَهْوَیْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّیْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّیْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَیْنِ فَمَسَحَ عَلَیْهِمَا

کو عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا معمر نے یحییٰ سے اُنہوں نے ابوسلمہ سے اُنھوں نے عمرو سے اس کی متابعت کی کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔

۲۰۴ — شرح : ابن بطال نے کہا اصیلی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں عمامہ کا ذکر کرنا اوزاعی کی غلطی ہے کیونکہ اس کی شیبان نے یحییٰ سے روایت کی اور عمامہ کو ذکر نہ کیا اور حرب اور ابان نے اس کی متابعت کی ہے اور ان تینوں نے اوزاعی کی مخالفت کی ہے۔ لہٰذا جماعت کو واحد پر غلبہ دینا ضروری ہے اور معمر کا اوزاعی کی متابعت کرنا مرسل ہے اس میں عمامہ کا ذکر نہیں ؛ چنانچہ عبدالرزاق نے معمر سے اس نے یحییٰ سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں ہے اور اس میں عمامہ کا ذکر نہیں اور ابوسلمہ کی عمرو سے سماعت نہیں اس نے عمر کے بیٹے جعفر سے سُنا ہے۔ لہٰذا یہ بھی حجت قائم نہیں ہوسکتی عمامہ پر مسح کرنے میں علماء کا اختلاف ہے امام احمد کے نزدیک عمامہ پہ مسح کافی ہے جبکہ کمال طہارت کے بعد عمامہ پہنا ہو جیسے موزوں پہ مسح میں ہے جو علماء عمامہ پہ مسح کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ"، اور جو شخص عمامہ پہ مسح کرے اسے یہ نہ کہا جائے گا کہ اُس نے سر پہ مسح کیا ہے اور اگر چہرہ پہ پردہ ہو اور تیمم کی صورت میں پردہ پہ مسح کیا جائے تو تیمم نہ ہوگا۔ یہی حال سر کا ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

:- عـ۱ عبدان عبداللہ بن عثمان عتکی کا لقب ہے عـ۲ عبداللہ بن عبداللہ ابن مبارک مروزی شیخ الاسلام ہیں دونوں کو حدیث عـ۵ کے اسماء میں دیکھیں عـ۳ اوزاعی کا نام عبدالرحمٰن ہے وہ جلیل القدر امام ہیں حدیث عـ۷۶ کے اسماء میں دیکھیں عـ۴ یحییٰ بن ابی کثیر عـ۵ ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن عـ۶ معمر بن راشد تینوں کا ذکر ہوچکا ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيْقِ

وَاَكَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لَحْمًا فَلَمْ يَتَوَضَّؤُا

۲۰۶ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ

باب — جب دونوں پاؤں کو موزوں میں داخل کیا جبکہ وہ پاک ہوں"

۲۰۵ — ترجمہ : عروہ بن مغیرہ نے اپنے باپ مغیرہ سے روایت کی کہ میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نے (وضوء کے وقت) آپ کے موزے اُتارنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا دَعْهُمَا ان دونوں کو چھوڑ دو میں نے پاؤں کو صاف کر کے ان میں داخل کیا تھا اور ان پر مسح کیا۔

۲۰۵ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ موزوں پر مسح جائز ہے جبکہ پاؤں کو دھوکر ان میں داخل کیا ہو۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ موزے پہننے سے پہلے طہارت شرط ہے لہٰذا اگر پاؤں دھوکر موزے پہنے اور پھر باقی اعضاء دھوئے۔ تو ان پر مسح جائز نہ ہوگا۔ احناف کے نزدیک حدث کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا جب پاؤں دھوکر موزے پہنے اور پھر باقی اعضاء دھوئے اس کے بعد حدث لاحق ہُوا تو ان پر مسح جائز ہے۔ مذکورہ حدیث شریف احناف کے مخالف نہیں کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے موزے پہنے ہیں جبکہ قدم طاہر تھے معلوم ہُوا کہ مسح کے جواز کے لئے طہارت شرط ہے۔ پہننے کے وقت طہارت ہو یا حدث کے وقت طہارت ہو، اس کو پہننے کے وقت سے مقیّد کرنا زائد امر ہے جو عبارت سے مفہوم نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ عالم کی خدمت کرنی چاہیئے اور خادم کو چاہیئے کہ جس خدمت کی ضرورت ہو اس کو خود بخود پہچان لے اس کے حکم کا منتظر نہ رہے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ اشارہ سے فہم ممکن ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

عا زکریا بن ابی زائدکوفی ہیں عا عامر شعبی تابعی ہیں اُنھوں نے کہا میں نے پانچ سو سے زیادہ صحابہ سے ملاقات کی سب یہی کہتے تھے کہ علی، طلحہ اور زبیر جنتی ہیں حدیث ع۴۹ کے اسماء میں دونوں مذکور ہیں۔

زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

۲۰۷ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ رَأَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَدُعِىَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَى السِّكِّيْنَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

باب جس نے بکری کا گوشت اور ستو کھانے کے بعد وضوء نہ کیا

ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گوشت کھایا اور وضوء نہ کیا

۲۰۶ — ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بکری کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضوء نہ کیا۔

۲۰۷ — ترجمہ: جعفر بن عمرو بن اُمیّہ نے خبر دی کہ ان کے باپ عمرو نے ان کو خبر دی کہ ان کے باپ عمرو نے ان کو خبر دی کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا جبکہ آپ بکری کے شانہ سے گوشت کاٹ کر کھا رہے تھے کہ اچانک آپ کو نماز کے لئے بلایا گیا۔ آپ نے چھری پھینکی اور نماز پڑھی اور وضوء نہ فرمایا۔

۲۰۶ — ۲۰۷ — شرح: باب کے ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ گوشت اور ستو کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے پر اجماع سکوتی ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ گوشت یا جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو کے کھانے سے وضوء نہیں جاتا اور ان کے کھانے کے بعد وضوء واجب نہیں۔ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اور جو بعض احادیث میں وارد ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس شیٔ کو آگ نے متغیر کر دیا ہو اس کے کھانے کے بعد وضوء کرو وہ احادیث منسوخ ہیں، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت

بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيْقِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

۲۰۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلٰى بَنِيْ حَارِثَةَ اَنَّ سُوَيْدَ بْنَ النُّعْمَانِ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالصَّهْبَاۤءِ وَهِيَ اَدْنٰى خَيْبَرَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْاَزْوَادِ فَلَمْ يُؤْتَ اِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَاَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

ہے کہ ان دونوں سے آخری امر یہ ہے کہ جس چیز کو آگ نے مس کیا ہو اس کے کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء نہیں فرمایا۔ اس حدیث کو امام طحاوی، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: ۱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ اور آپ کے بعد سارے لوگوں سے افضل ہیں۔ آپ کے والد ابوقحافہ عثمان ہیں اور والدہ اُمّ الخیر بنت صخر ہیں اُن دونوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ آپ کو عتیق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ کا چہرہ خوبصورت تھا یا اس لئے کہ آپ دوزخ کی آگ سے آزاد ہیں یا آپ کے نسب میں کوئی ایسی شئی نہیں جو معیوب ہو تمام لوگوں سے پہلے آپ نے ہی اسلام قبول کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تمام جنگوں میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ پھر مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور عہدِ خلافت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کی مدت کو پہنچے تو ۱۳ ہجری میں وفات پا گئے جبکہ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ شریفہ میں مدفون ہوئے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو بیالیس احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بخاری نے سترہ احادیث ذکر کی ہیں۔ آپ کے فضائل کا احاطہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

باب جس نے ستّو کھا کر کلی کی اور وضوء نہ کیا ''

۲۰۸ — ترجمہ : سُوید بن نعمان نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

۲۰۹ — حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

خیبر کی فتح کے سال باہر گئے حتیٰ کہ جب صہباء پہنچے اور وہ خیبر کے قریب ایک مقام ہے تو آپ نے عصر کی نماز پڑھی پھر کھانے کا توشہ دان منگوایا تو صرف ستو حاضر کئے گئے اور آپ کے حکم سے بھگوئے گئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائے اور ہم نے بھی کھائے پھر آپ نماز مغرب کے لئے اُٹھے اور کلی فرمائی ہم نے بھی کلی کی پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضوء نہ فرمایا۔

۲۰۹ — **ترجمہ** : ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس شانہ کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضوء نہ فرمایا۔

۲۰۸ — ۲۰۹ — **شرح** : علامہ خطابی نے "اعلام" میں کہا کہ ستو کھانے کے بعد وضوء کئے بغیر نماز پڑھنا اس امر کی دلیل ہے کہ جس شئ کو آگ نے مس کیا ہو جیسے ستو یا آگ نے پکایا ہو جیسے گوشت وغیرہ سے وضو کرنے کا حکم منسوخ ہے یا وضوء کرنا مستحب ہے یا لغوی وضوء پر محمول ہے۔ یعنی ہاتھ دھوئے اور کلی کی۔

اسماءِ رجال

: بُشیر بن یسار حارثی مدنی ہیں بہت بڑے فقیہہ تھے۔ اُنھوں نے اکثر صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے ع۲ سُوید بن نُعمان انصاری اُوسی مدنی بیعت رضوان کرنے والوں میں سے ہیں۔ اُنھوں نے سات احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری نے صرف ایک ہی حدیث ذکر کی ہے۔

خیبر کی جنگ سات ہجری میں لڑی گئی جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم فتح نصیب ہوئی خیبر مشہور شہر ہے۔ مدینہ منورہ سے شام کی سمت میں چار مراحل پر واقع ہے اور صُہباء خیبر کی نچلی طرف اس کے بہت قریب ہے۔

ع۲ عمر فاروق رضی اللہ عنہ حدیث ع۱ کے اسماء میں دیکھیں

ع۳ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حدیث ع۱۵۹ کے اسماء میں دیکھیں۔

بَابُ هَلْ يُمَضْمِضُ مِنَ اللَّبَنِ

۲۱۰ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ اِنَّ لَهُ دَسَمًا تَابَعَهُ يُوْنُسُ وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ النَّوْمِ

وَمَنْ لَمْ يَرَ مِنَ النَّعْسَةِ وَالنَّعْسَتَيْنِ اَوِ الْخَفْقَةِ وُضُوْءًا

باب کیا دودھ پی کر کلی کی جائے؟

۲۱۰ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور کلی کی۔ اور فرمایا اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ عقیل کی یونس اور صالح بن کیسان نے زہری سے روایت کرنے میں متابعت کی ہے۔

۲۱۰ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پی کر کلی کرنے کا سبب یہ بیان کیا کہ دودھ میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ جن حدیثوں میں کلی کرنے کا حکم ہے وہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں۔ اس کی دلیل ابوداؤد کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور کلی نہ فرمائی اور نہ ہی وضوء کیا اور نماز پڑھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حسن اسناد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور کلی نہ کی اور نہ ہی وضوء کیا۔

(اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے)

باب — نیند سے وضوء کرنا "

اور جس نے ایک دو بار اونگھنے یا ایک بار جھونکا لینے سے وضوء نہ کیا "

۲۱۱ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ وَيُصَلِّي فَلْيَرْقُدْ حَتَّى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِي لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ

۲۱۲ ـ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ ثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَنَمْ حَتَّى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ

---

۲۱۱ ـ ترجمہ : ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی اونگھے جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو تو سوجائے حتیٰ کہ اس سے نیند جاتی رہے ، کیونکہ کوئی جب نماز پڑھے حالانکہ وہ اونگھ رہا ہو تو وہ معلوم نہیں کرتا کہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے آپ کو گالی دے رہا ہے ۔

۲۱۱ ـ شرح : یعنی جب نیند کا غلبہ ہو تو مصلی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ استغفار کر رہا ہے یا اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہے حالانکہ وہ استغفار کی امید کرتا ہے ۔ نَعَسہ ،، حواس میں فتور کا آجانا ہے ۔ نعاس ہلکی سی نیند ہے ۔

۲۱۲ ـ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی نماز میں اونگھے تو سو جائے حتیٰ کہ وہ معلوم کرے کہ کیا پڑھ رہا ہے ۔

۲۱۲ ـ شرح : اس باب میں تین اشیاء ہیں ۔ نیند ، اونگھ اور جھونکا ۔ جس نے کہا نفسِ نیند حدث ہے اس کے نزدیک اونگھ سے وضوء واجب ہو جاتا ہے اور جس نے کہا نفسِ نیند حدث نہیں اس کے نزدیک اونگھ سے وضوء واجب نہیں اور جھونکا سے متعلق ابن عباس نے کہا کہ ہر نائم پر وضوء واجب ہے مگر ایک آدھ جھونکے سے وضوء واجب نہیں ، امام بخاری رحمہ اللہ

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

۲۱۳ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيٰنَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ قُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قَالَ يُجْزِىْ اَحَدَنَا الْوُضُوْءُ مَالَمْ يُحْدِثْ

نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ باب النوم سے نیند کی طرف اشارہ کیا اور نعسہ اور نعستین سے اس طرف اشارہ کیا کہ ایک دو بار اونگھنے سے وضوء نہیں جاتا اگر ایک پہ زیادہ ہوجائے تو وضوء جاتا رہتا ہے۔ تمام فقہا کا اس پہ اتفاق ہے کہ قلیل نیند جس سے عقل زائل نہ ہو وضوء کی ناقض نہیں اور جب نماز کی حالت میں سوجائے یا نماز سے باہر رکوع وسجود اور قیام وقعود جیسی حالت میں سوجائے تو وضوء ناقض نہ ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

اسماء رجال : ابومعمر[1]، عبدالوارث[2] حدیث ۷۳ کے اسماء میں دیکھیں
ایوب[3] سختیانی [4] ابوقلابہ حدیث ۱۵ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب "حدث کے بغیر وضوء کرنا"

۲۱۳ **ترجمہ** : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضوء فرمایا کرتے تھے۔ عمرو بن عامر نے کہا میں نے انس سے کہا کہ تم (صحابہ کرام) کیسے کرتے تھے۔ انس نے کہا ہم میں سے کسی کو بھی ایک ہی وضوء کافی ہوتا جب تک وہ بے وضوء نہ ہوتا۔

شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر فرض نماز کے لئے وضوء فرمایا کرتے تھے اور کبھی تجدید وضوء فرما لیا کرتے تھے۔ حدیث نمبر ۲۰۶ ، ۲۰۹ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

اسماء رجال : [1] محمد بن یوسف حدیث ۱۵۴ کے اسماء میں دیکھیں۔

۲۱۴ ـــ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ ثَنَا سُلَيْمٰنُ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ اَخْبَرَنِىْ سُوَيْدُ بْنُ

ابوعبداللہ سُفیان ثوری کوفی

کبیر امام عالم ربانی ہیں چھ مذاہب متبوعہ میں سے صاحب مذہب ہیں۔ ان کے بلند مرتبہ اور علمی مقام پر فائز ہونے ان کے کثرت علوم اور دینی صلابت پر سب کا اتفاق ہے۔ وہ حق پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے۔ اپنے دادے ثور کی طرف منسوب ہیں۔ کوفی تبع تابعی ہیں۔ ابوعاصم نے کہا سفیان ثوری حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔ ابن مبارک نے کہا میں نے گیارہ سو مشائخ سے احادیث لکھیں۔ سفیان ثوری ان سب سے افضل تھے۔ یحییٰ بن معین نے کہا جو کوئی ثوری کی مخالفت کرے قول ثوری کا معتبر ہے۔ سفیان بن عیینہ نے کہا میں ثوری کے بچوں میں سے ہوں۔ وہیب ثوری کو حفظ میں امام مالک پر ترجیح دیتے تھے۔ روایت ہے کہ خلیفہ ابوجعفر نے جب مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا تو اپنے آگے پھانسی پر لٹکانے والوں کو مکہ بھیج دیا اور ان سے کہا جب سُفیان کو دیکھو تو انہیں پھانسی پر لٹکا دو۔ ان لوگوں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر پھانسی نصب کر دی اور سُفیان کو بلایا گیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سُفیان کا سر فضیل بن عیاض کی گود میں اور پاؤں ابن عُیَیْنَہ کی گود میں ہیں۔ اُنھوں نے کہا اے ابا عبداللہ ہمارے دشمنوں کو خوش نہ کریں۔ سفیان کعبہ کے پردوں کے پاس گئے اور انہیں پکڑ کر کہا اگر ابوجعفر مکہ میں داخل ہو تو میں ان سے بری الذمہ ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ابوجعفر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے مرگیا۔ پھر سفیان بصرہ میں چلے گئے اور وہیں ایک سو ساٹھ ہجری میں وفات پاگئے اور عشاء کے وقت مدفون ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

عـــ۳ عمرو بن عامر انصاری کوفی ثقہ ہیں۔

---

۲۱۴ ـــ ترجمہ: سُوید بن نُعمان نے بیان کیا کہ ہم خیبر کی فتح کے سال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب صہباء پہنچے تو آپ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو کھانا طلب فرمایا تو ستو پیش کئے گئے۔ وہ ہم نے کھائے اور پئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور کلی کی پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور وضوء نہ کیا

۲۱۴ ـــ شرح: ہر نماز کے لئے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر وضوء واجب نہ تھا اسی لئے

النُّعْمَانِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

رضی اللہ عنہ کے استفسار پر فرمایا اے عمر میں نے قصداً ایسا کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک وضوء سے جب تک حدث لاحق نہ ہو کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم!

حدیث ع۲۰۸ " بَابُ مَنْ مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيْقِ " میں یہ حدیث بعینہٖ مذکور ہے مگر چند الفاظ میں کمی بیشی یا تفاوت ہے کچھ تو اسناد میں تغیر ہے اور کچھ حدیث کے الفاظ میں ہے وہاں خَرَجَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہاں خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے۔ وہاں " وَهِيَ أَدْنٰى مِنْ خَيْبَرَ " ہے یہاں یہ محذوف ہے وہاں فَصَلَّى الْعَصْرَ ہے اور یہاں صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْعَصْرَ ہے وہاں ثُمَّ دَعَا بِالْأَزْوَادِ " ہے اور یہاں فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ ہے وہاں فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَمَرَ بِهٖ فَثُرِّيَ فَأَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَكَلْنَا ہے اور یہاں فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا ہے۔ وہاں ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ہے اور یہاں فَمَضْمَضَ ثُمَّ صَلّٰى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدث کے بغیر دوسری نماز کے لئے نیا وضوء کرنا ضروری نہیں یہی بخاری کا مقصد ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ خالد بن مخلد قطوانی ع۲ سلیمان بن بلال بربری حدیث ع۶۱ کے اسماء میں دیکھیں۔
ع۳ یحییٰ بن سعید انصاری ع۴ بشیر بن یسار ع۵ سوید بن نعمان حدیث ع۲۰۸ کے اسماء میں دیکھیں۔

بَابٌ مِنَ الْكَبَائِرِ اَنْ لَّا يَسْتَتِرَ مِنْ بَوْلِهٖ

۲۱۴ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ ثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِيْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيْدَةٍ فَكَسَرَهَا كِسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلٰى كُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا كِسْرَةً فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَالَمْ تَيْبَسَا

باب اپنے پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے

۲۱۵ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے باغات سے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو آپ نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی مشکل شئے کے باعث عذاب نہیں جاتا پھر فرمایا کیوں نہیں یہ کبیرہ ہے ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسری چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے ان دونوں قبروں میں سے ہر ایک قبر پہ ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے یہ کیوں کیا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا شائد جب تک یہ خشک نہ ہوگی ان سے عذاب میں تخفیف کی جائے گی "

۲۱۵ — شرح : کبائر کبیرہ کی جمع ہے اور وہ قبیح فعل ہے جس سے شرعًا منع کیا گیا ہے۔ اور اس کی سزا بہت بڑی ہے جیسے قتل، زنا، لڑائی سے بھاگ نکلنا وغیرہ وغیرہ۔ بعض علماء نے کہا کبائر سات ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات مہلک گناہوں سے بچو عرض کیا گیا وہ کیا ہیں فرمایا بلاوجہ کسی شخص کو قتل کرنا، جادو کرنا، سود کھانا

سخت زجر کی گئی ہے وہ کبیرہ ہے جیسے لعنت، غضب اور عذاب وغیرہ۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا کبائر سات گناہ ہیں تو اُنھوں نے کہا سات سو تک کبائر ہیں۔ دراصل کبیرہ گناہ ہر وہ گناہ ہے جس کے اُوپر گناہ ہو وہ ماتحت کے لحاظ سے کبیرہ اور مافوق کے اعتبار سے صغیرہ ہے اور وہ امر نسبی ہے۔ ہر صغیرہ پہ اصرار بھی کبیرہ ہے (عینی) حائط وہ باغ ہے جس کے اردگرد دیوار ہو اور جس کے اردگرد دیوار نہ ہو اسے بستان کہا جاتا ہے اس کی جمع بساتین ہے۔

اس حدیث میں لفظ یَسْتَتِرُ یعنی وہ اپنا جسم یا کپڑا پیشاب کے لگنے سے روکتا نہیں تھا۔ ابن عساکر کی روایت میں "لَا یَسْتَبْرِیْ" ہے اس کا معنی برأت طلب کرنا ہے۔ مُسلم اور ابوداؤد کی روایت میں "لَا یَسْتَنْزِہُ" ہے۔ اس کا معنی ہے۔ دُور کرنا۔ ایک روایت میں "لَا یَسْتَنْثِرُ" استنثار سے ہے اور وہ طلب نثر ہے۔ ایک روایت میں لَا یَنْتُرُ، اس کا معنی قوت سے جذب ہونا ہے۔ نَمِیْمَہ کا معنی ہے کسی کا کلام کرنا جس سے اسے اذیت پہنچے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ جَرِیْدَۃٌ، کھجور کی شاخ ہے جس پر پتے نہ ہوں۔

قولہ مَا یُعَذَّبَانِ فِی کَبِیْرٍ الخ اس حدیث سے واضح ہے کہ قبر میں عذاب ہے۔ کَبِیْر، یعنی ان قبروں والوں کو کسی بڑے گناہ کے باعث عذاب نہیں دیا جاتا جس سے ان کا بچنا مشکل ہو۔ کیونکہ پیشاب کرتے وقت اس سے بچنا اور چغلی ترک کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ شریعت میں کبیرہ نہیں ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں قبروں پہ کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے خشک ہوتے تک اُن کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ اس سے متبادر یہی سمجھ آتا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گے اللہ کی تسبیح کرتی رہیں گی کیونکہ خشک شاخ سے تسبیح متصوّر نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ، کا معنی یہ ہے ہر زندہ شیٔ اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے اور ہر شیٔ کی زندگی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس لئے لکڑی کی زندگی خشک ہونے تک اور پتھر کی زندگی اس کے ٹوٹنے تک ہے۔ علماء محققین نے اسے عموم پر محمول کیا ہے اور تحقیق یہی ہے کہ یہ حقیقۃً اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور یہ عقلاً بھی محال نہیں۔ شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں ذکر کیا کہ علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنا مستحب ہے؛ کیونکہ جب تر شاخ کے تسبیح کہنے سے عذاب میں تخفیف ہوسکتی ہے تو قرآن کریم کی تلاوت سے بطریقِ اولیٰ تخفیف ہوسکتی ہے۔

اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے کہ عذابِ قبر ثابت ہے اور یہ حدیث اس کی واضح دلیل ہے اور جسم یا اس کے جزو میں رُوح کا اعادہ کرکے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پیشاب پلید ہیں۔ البتہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے تلامذہ کے نزدیک درہم کی مقدار معاف ہے؛ کیونکہ اس میں مشقت ہے۔

مسئلہ ایصالِ ثواب

اس مسئلہ میں علماء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میت کو قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔ کتاب السنن میں ابوبکر نجار نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی قبرستان سے گزرے اور سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب اموات کو ہبہ کرے تو اسے اموات کی تعداد کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ نیز اسی سُنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جو کوئی قبرستان جائے اور سورہ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ ان سے اس روز تخفیف کر دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورۂ یٰسین پڑھے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ابوحفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی یہ ایک بار پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَلَہُ الْعَظَمَۃُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ھُوَ الْمَلِکُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَلَہُ النُّوْرُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" اس کے بعد کہے اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کے لئے کر دے تو اس کے والدین اس پر تمام حقوق ادا ہو جاتے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امام شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ قراءتِ قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور مذکور احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا ان کے خلاف حجت اور دلیل ہیں، لیکن سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اموات کو دُعا فائدہ دیتی ہے اور انہیں اس کا ثواب پہنچتا ہے اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ	جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے مومن گزرے ہیں۔

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ" اے اللہ بقیع غرقد والوں کو بخش اور ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا" اے اللہ ہمارے زندوں اور اموات کو بخش دے۔

کیا روزہ، صدقہ اور غلام آزاد کرنے کا ثواب میّت کو پہنچتا ہے؟

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابوبکر نجار نے کتاب السنن میں عمرو بن عمرو بن شعیب کی حدیث ذکر کی کہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے سوال عرض کیا کہ یا رسول اللہ عاص بن وائل نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ وہ سو اونٹ نحر کرے گا اور ہشام بن عاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ نحر کر دیئے ہیں کیا یہ اس کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تمہارا باپ اگر توحید کا اقرار کرتا تو تُو اس کی طرف سے روزے رکھتا یا صدقہ کرتا یا اس کی طرف سے غلام آزاد کرتا تو اسے ان کا ثواب ضرور پہنچتا۔ ابوداؤد نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وہ مسلمان ہوتا اور تم اس کی طرف سے حج کرتے یا صدقات یا غلام آزاد کرتے تو ان کا ثواب اسے پہنچتا (کتاب الوصایا)

نیز ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کوئی ایسا شخص ہے جو مسجد عشار میں جائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر کہے یہ ابوہریرہ کے لئے ہے۔ معلوم ہُوا کہ نماز کا ثواب بھی دوسروں کو پہنچ سکتا ہے۔ دارقطنی میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نیکی کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا کسی کی موت کے بعد اس کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ جب تو نماز پڑھے تو ان کے لئے بھی نماز پڑھ اور جب روزہ رکھے تو ان کے لئے بھی روزہ رکھ اور جب صدقہ کرے تو ان کے لئے بھی صدقہ کر (ان کا ثواب انہیں پہنچے گا) امام ابوالحسین بن فراء نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سوال عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے اموات کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا حج کرتے ہیں یا ان کے لئے دعا کرتے ہیں کیا یہ انہیں پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا یقیناً پہنچتا ہے اور وہ ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کو ایک بھرا ہُوا طشت ہدیہ دیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ میرا والد فوت ہوگیا ہے کیا میں اس کی طرف سے غلام آزاد کروں؟ فرمایا ہاں ضرور کرو۔ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ امامان حسن وحسین رضی اللہ عنہما حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے نفع دے گا؟ فرمایا ہاں!

سوال: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی "انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے عمل کیا۔" کیا اس آیت سے معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن کریم پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا؟

جواب: اس کے آٹھ جواب ہیں اول یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ آیت منسوخ ہے۔ اس کا ناسخ یہ آیت کریمہ

ہے۔ " وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْہُمْ ذُرِّیَّتُہُمْ "، اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نیکی کے باعث ان کے آباؤ اجداد کو جنت میں داخل کیا۔

دُوسرا جواب : حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی قوموں کے ساتھ مخصوص ہے اس اُمت کا یہ حال ہے کہ انہیں اپنے اعمال اور دُوسروں کے اعمال بھی نفع دیتے ہیں۔

تیسرا جواب : ربیع بن انس نے کہا اِس آیتِ کریمہ میں انسان سے کافر انسان مراد ہے یعنی کافر انسان جو خود عمل کرے وہی اس کے لئے سُودمند ہیں۔ دوسروں کے نیک اعمال اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں۔

چوتھا جواب : حسین بن فضل نے کہا بطریقِ عدل انسان کے لئے وہی ہے جو وہ خود عمل کرے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو چاہے انسان کو مزید عطاء فرما سکتا ہے۔

پانچواں جواب : ابوبکر وَرّاق نے کہا " مَا سَعٰی "، کا معنیٰ ما نَوٰی ہے یعنی انسان کی جو نیّت ہو وہی کچھ اسے ملتا ہے۔

چھیواں جواب : ثعلبی نے کہا کافر انسان کے نیک عمل کا صلہ اسے دُنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ آخرت میں اس کے لئے کچھ نہیں۔

ساتواں جواب : انسان میں لام "علیٰ" کے معنیٰ میں ہے۔ یعنی انسان کو اس کا اپنا عمل نقصان پہنچا سکتا ہے

آٹھواں جواب : ابوالفرج نے اپنے شیخ ابن زغوانی سے ذکر کیا کہ انسان کو اس کی اپنی کوشش ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے، لیکن اس کے اسباب مختلف ہیں۔ کبھی شئ کے حصُول میں انسان کی اپنی کوشش ہوتی ہے۔ کبھی وہ اس کے سبب کے حصُول میں کوشش کرتا ہے۔ جیسے اپنے بچے کی تربیت میں سعی کرتا ہے کہ وہ اس کے لئے نیک دُعائیں کرے کبھی انسان دین کی خدمت اور عبادت میں سعی کرتا ہے تو اسے مومنوں کی محبت حاصل ہوتی ہے یہ وہ سبب ہے جو اس کی سعی سے حاصل ہوتا ہے۔

قولہ لَا یَسْتَتِرُ الخ: پیشاب سے اِستتار نہ کرنے سے مراد وجوبِ استنجاء ہے۔ یعنی استنجاء نہ کرنے پر عذاب دیا جاتا تھا۔ ابن بطال نے کہا اپنا جسم اور کپڑے پیشاب سے محفوظ نہ کرتا تھا اور پیشاب لگ جائے تو دھوتا نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی پیشاب مخرج میں رہنے دے اور اسے نہ دھوئے تو وہ عذاب کا مستحق ہے۔ علامہ بغوی نے کہا اس سے واضح ہے کہ قضاءِ حاجت کے وقت لوگوں کی نگاہوں سے پردہ کرنا واجب ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ اِستتار کو جب حقیقی معنیٰ پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ قبر میں عذاب کا سبب صرف کشفِ عورت ہے یعنی وہ شخص قضاءِ حاجت کے وقت لوگوں کی نگاہوں سے پردہ نہ کرتا تھا۔ اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذابِ قبر میں پیشاب کی خصوصیت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن خزیمہ نے صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کے سبب ہے۔ لہذا یہ ثابت ہُوا کہ عذابِ قبر کا سبب کشفِ عورت اور استنجا

کہ چغلی حرام ہے اس پر امت کا اتفاق ہے۔

اس مقام میں اشکال ہے وہ یہ کہ اس حدیث کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ اگر قبروں والوں کا واقعہ مکہ میں تھا جیسا کہ اسناد سے معلوم ہوتا ہے تو ابن عباس کی روایت محلِ نظر ہے؛ کیونکہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر صرف تین برس تھی۔ تو اُنھوں نے مکہ مکرمہ کا یہ واقعہ کیسے ضبط کیا۔ اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے یا جب حج کے لئے تشریف لائے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ واقعہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو یا یہ حدیث صحابی کی مرسل ہو یعنی ابن عباس نے کسی صحابی سے یہ واقعہ سُنا ہو اور روایت کے وقت درمیان سے صحابی کو ذکر نہ کیا ہو۔

بعض محدثین نے ذکر کیا کہ قبروں کا یہ واقعہ ایک ہی ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ واقعہ متعدد ہے؛ کیونکہ اس کے بارے میں ہر روایت کے الفاظ مختلف ہیں؛ کیونکہ باب کی حدیث کا قصہ مدینہ منورہ میں ہُوا جبکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام کی جماعت تھی۔ اور حضرت جابر کا قصہ سفر میں ہُوا جبکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کرام کی جماعت تھی اور حضرت جابر کا قصہ سفر میں ہُوا جبکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور جابر آپ کے ساتھ تھے تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جو ابن حبان نے صحیح میں ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے تو ٹھہر گئے اور فرمایا میرے پاس کھجور کی دو شاخیں لاؤ تو ایک شاخ سرہانے اور دوسری شاخ قبر کے پاؤں کی طرف گاڑ دی۔

اِن قبروں والوں کے نام کیا تھے؟

سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اسماء ذکر نہیں کئے تاکہ ان کی لوگوں میں رسوائی نہ ہو؛ کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عوالم ہیں کسی کی رُسوائی کو پسند نہیں کرتے ہیں؛ البتہ قرطبی نے بعض سے ذکر کیا ہے کہ اُن میں سے ایک سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے؛ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے جنازہ میں تھے اور اپنے پاؤں کی ایڑیاں اُٹھا کر چلتے تھے۔ کیونکہ فرشتے بکثرت جنازہ میں شریک تھے اور فرمایا سعد کی موت سے اللہ کا عرش حرکت میں آگیا ہے۔ نیز آپ نے سعد کے حق میں فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ انہیں سید فرمایا ان مناقب عظیمہ کے ہوتے ہُوئے قرطبی کی روایت کیسے صحیح ہوگی!

البتہ کلام اس میں ہے کہ یہ دونوں مسلمان تھے یا کافر تھے۔ ابوموسیٰ مدینی نے کتاب الترغیب والترہیب سے ذکر کیا کہ وہ کافر تھے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجار کی قبروں کے قریب سے گزرے جو زمانۂ جاہلیت میں فوت ہوچکے تھے۔ آپ نے ان کو قبروں میں پیشاب سے پرہیز

نہ کرنے اور چغلی کرنے کے باعث عذاب ہوتے دیکھا کیونکہ اگر وہ مسلمان ہوتے تو شاخوں کے خشک ہونے تک اس کی شفاعت کرنے کا کوئی معنی نہیں، لیکن جب انہیں عذاب میں مبتلا دیکھا تو انہیں اپنی رحمت و لطف و کرم سے محروم رہتے پسند نہ کیا اور کچھ مدت کے لئے تخفیفِ عذاب کی سفارش کی بعض علماء نے کہا وہ مسلمان تھے، کیونکہ اگر وہ کافر ہوتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت نہ کرتے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی قبروں میں دو تازہ قبروں کے پاس سے گزرے کیونکہ انصار مسلمان تھے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ لقب دیا ہے۔ نیز مسلم کی روایت میں اس طرح ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت قبول ہوئی اور شفاعت مومنوں کے لئے قبول ہوتی ہے۔ نیز وہ بقیع میں مدفون تھے اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ کافر ہوں جیساکہ ابوموسیٰ نے روایت کی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے دُعا فرمانا خصوصیت پر محمول ہو جیسے ابوطالب کے لئے آپ نے فرمایا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے اگر یہ خصوصیت ہوتی تو اس کی وضاحت فرما دیتے اور ابوموسیٰ کی حدیث ضعیف ہے (فتح الباری)

کیا قبر پر سبزو شاداب اور پھول وغیرہ رکھ سکتے ہیں؟

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں پر سبزہ لگانا جائز ہے کیونکہ ہر تر شئ تسبیح کہتی ہے اس لئے بُریدہ اسلمی نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو سبز شاخیں رکھی جائیں۔ اس سے تخفیف عذاب ضرور ہے۔ لہٰذا تر پھول بھی رکھ سکتے ہیں۔ ابن حجر نے فتح الباری میں ذکر کیا کہ حدیث کے سیاق سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے شاخیں قبروں پر رکھی ہوں ہوسکتا ہے کہ آپ نے قبروں پر شاخیں رکھنے کا حکم دیا ہو۔ چنانچہ حضرت بُریدہ بن حصیب صحابی نے اس بنیاد پر وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ صحابی حدیث کے معانی کو اچھا جانتے ہیں۔ البتہ علامہ خطابی نے اس کے خلاف بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال: اس حدیث کے پانچ راوی ہیں: ع۱ عثمان بن ابی شیبہ کوفی۔ ع۲ جریر بن عبدالحمید ع۳ منصور بن معتمر تینوں حدیث ع۶۸ کے تحت مذکور ہیں ع۴ مجاہد بن جُبیر مشہور امام مفسّرِ قرآن ہیں مکی مخزومی تابعی ہیں۔ تفسیر حدیث اور فقہ کے امام تھے ایک سو ایک ہجری ۱۰۱ھ میں سجدہ کی حالت میں فوت ہوئے۔

ع۵ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قدمرّ!

بَابُ مَا جَآءَ فِی غَسْلِ الْبَوْلِ

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبِ الْقَبْرِ کَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَلَمْ یَذْکُرْ سِوٰی بَوْلِ النَّاسِ

۲۱۶ — حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَطَاءُ بْنُ اَبِیْ مَیْمُوْنَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهٖ اَتَیْتُهٗ بِمَآءٍ فَیَغْسِلُ بِهٖ

باب — پیشاب کو دھونا

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک قبر والے کے متعلق فرمایا وہ اپنے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اور لوگوں کے پیشاب کے سوا دُوسرے حیوانوں کا پیشاب ذکر نہ کیا ،،

پہلے باب میں یہ ذکر تھا کہ پیشاب عذابِ قبر کا سبب ہے۔ اس باب میں اسی بول کا ذکر ہے اور "البول" پر الف لام عہد خارجی ہے۔ لہٰذا بول سے انسانوں کا بول مراد ہے۔ سارے ابوال مراد نہیں۔ اسی لئے ابن بطال نے کہا جس نے یہاں تمام ابوال مراد لئے ہیں تاکہ تمام حیوانوں کے ابوال کی نجاست پر استدلال کریکے صحیح نہیں اس سے اُنھوں نے خطابی کے کلام کی تردید کی ہے جبکہ اُس نے کہا اس میں تمام ابوال کی نجاست کی دلیل ہے، لیکن ایسا نہیں کیونکہ انسانوں کے پیشاب کے سوا تمام پیشاب دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ انسانوں کے پیشاب کی طرح وہ پلید ہیں۔ دُوسری قسم یہ ہے کہ پاک ہیں۔ یہ اس کے نزدیک ہے جو ان کی طہارت کا قائل ہے۔ احناف کے مذہب میں ہر پیشاب پلید ہے۔

۲۱۶ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب قضاءِ حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے تو میں پانی حاضر

باب ۲۱۷ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا

کرتا جس سے آپ استنجاء کرتے۔

۲۱۶ شرح : قولہ فَیَغْسِلُ بِہٖ الخ یعنی آپ پانی سے شرمگاہ دھوتے۔ حدیث میں اسے استنجاء کے طور پر ذکر نہیں کیا جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مَا رَأَیْتُ مِنْہُ وَلَا رَأَیٰ مِنِّیْ " یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ میں نے نہیں دیکھی اور نہ ہی میری شرمگاہ آپ نے دیکھی۔ اس میں بطور استنجاء شرمگاہ کو ذکر نہیں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قضاء حاجت کے لئے لوگوں کی نگاہوں سے پردہ کرنا چاہیئے اور نابالغ بچے سے خدمت لینا جائز ہے جبکہ اس کے والدین نے اجازت دی ہو اور پانی نے استنجاء کرنی چاہیئے اگرچہ پہلے ڈھیلے استعمال کئے ہوں افضل یہی ہے۔ اور علماء سلف وخلف نے اسے ترجیح دی ہے؛ کیونکہ پانی کے استعمال سے مزید صفائی ہوجاتی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کی خدمت کرنا مستحب ہے۔ اس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال : عـ۱ یعقوب بن ابراہیم دورقی حدیث عـ۱۴ کے اسماء میں عـ۲ اسماعیل بن ابراہیم حدیث عـ۱۴ کے اسماء میں دیکھیں عـ۳ روح بن قاسم تیمی عنبری بصری ثقہ ہیں ان کی کنیت ابوالقاسم ہے عـ۴ عطاء بن ابی میمونہ بصری حضرت انس بن معاذ کے آزاد کردہ ہیں۔ حدیث عـ۱۵۰ کے اسماء میں گزرے اور پانچویں انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ قدمر!

باب

۲۱۷ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑی مشکل شئے میں عذاب نہیں دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک پیشاب کے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک تر شاخ لی اور اس کے دو حصے کئے اور ہر ایک قبر پہ ایک حصہ گاڑ دیا۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے یہ کیوں کیا ہے۔ فرمایا شائد جب تک یہ خشک نہ ہوں گی [illegible]

يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ فَغَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَحَدَّثَنَا وَكِيعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا مِثْلَهُ

بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ الْأَعْرَابِيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ

۲۱۸ — حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا هَمَّامٌ قَالَ ثَنَا

کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا اُنھوں نے کہا ہمیں اعمش نے خبر دی اُنھوں نے کہا میں نے مجاہد سے اس طرح سُنا کہ "یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ" فرمایا (حدیث ۲۱۵ کے تحت اس کی شرح بسط سے ہو چکی ہے)

اسماء رجال : ۱ محمد بن مثنیٰ بصری ہیں حدیث ۱۵ کے اسماء میں ۲ محمد بن خازم کی کنیت ابو معاویہ ہے۔ وہ چار سال کی عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ۱۹۴ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے ۳ اعمش، وہ سلیمان بن مہران کوفی تابعی ہیں حدیث ۳۱ کے اسماء میں ۴ مجاہد بن جبر حدیث ۲۱۵ کے اسماء میں ۵ طاؤس بن کیسان حدیث ۱۷۴ کے بعد والے باب دیکھیں چھیویں راوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کا ایک دیہاتی کو چھوڑے رکھنا حتیٰ کہ وہ مسجد میں پیشاب کرنے سے فارغ ہو گیا

۲۱۸ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا

اِسْحٰقُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى اَعْرَابِيًّا يَبُوْلُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَعُوْهُ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَآءٍ فَصَبَّهٗ عَلَيْهِ

بَابُ صَبِّ الْمَاءِ عَلَى الْبَوْلِ فِي الْمَسْجِدِ

۲۱۹ — حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

اسے چھوڑ دو پیشاب کرے حتیٰ کہ جب وہ فارغ ہوگیا تو آپ نے پانی منگوایا اور پیشاب پر بہا دیا۔

۲۱۸ شرح: یہ دیہاتی ذوالخویصرہ یمنی تھا۔ جس نے جعرانہ کے غنائم تقسیم کرتے وقت کہا تھا "اِعْدِلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" مسجد میں پیشاب کرنا اس سے بعید بھی نہیں، کیونکہ وہ سخت قلب، بدخلق اور بے ادب تھا (عینی) اس حدیث کو کثیر محدثین نے ذکر کیا ہے بخاری میں آنے والی روایت میں اس کے الفاظ کا معنی یہ ہے کہ جب اُس نے پیشاب کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا اور وہ اس پر بہایا گیا اور ایک روایت میں ہے اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کے ایک یا دو ڈول بہا دو احناف کے نزدیک جب زمین پر تر نجاست پڑ جائے تو اگر زمین نرم ہے تو اس پر تین بار پانی بہایا جائے اور وہ ہر بار خشک ہو جائے اور اگر زمین سخت ہے تو اگر وہ جگہ اونچی ہے تو اس سے نچلی زمین میں گڑھا کھودا جائے اور اونچی زمین پر پانی تین بار بہایا جائے اور وہ گڑھے میں جذب ہوتا رہے پھر گڑھے کو پاک مٹی سے بھر دیا جائے اور اگر زمین ہموار ہو اور اس سے پانی اِدھر اُدھر نہ بہہ سکتا ہو تو دھونے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس قدر مٹی کو اُٹھا کر باہر پھینک کر اس کو پاک مٹی سے بھر دیا جائے۔ علماء کہتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اسے چھوڑ دو پیشاب کرے"، اس میں ایک مصلحت تو یہ تھی کہ مسجد کا حصّہ تو پلید ہو ہی چکا ہے۔ اگر اس کو پیشاب کرنے سے روک دیا جاتا تو اس کو تکلیف ہو جاتی۔ دوسری یہ کہ اگر اسے اُثنائِ پیشاب میں اُٹھا دیتے تو مسجد اور اس کے کپڑے پلید ہو جاتے۔ ابنِ بطال نے کہا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل میں دیہاتیوں کی تالیفِ قلب فرمائی اور خُلقِ عظیم کا اظہار تھا۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ : موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی بصری حدیث ع۴ کے اسماء میں دیکھیں۔

ع۲ ہمام بن یحییٰ بن دینار عوذی ثقہ ہیں ۱۶۳ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ بن سہل انصاری حدیث ع۶۵ کے اسماء میں دیکھیں ع۴ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ قدس

أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَهَرِيْقُوْا عَلٰى بَوْلِهِ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ أَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَّاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ

۲۲۰ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي طَائِفَةِ الْمَسْجِدِ فَزَجَرَهُ النَّاسُ فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى بَوْلَهُ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَنُوْبٍ مِنْ مَّاءٍ فَأُهْرِيْقَ عَلَيْهِ

باب مسجد میں پیشاب پر پانی بہانا

۲۱۹ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دیہاتی اُٹھا اور مسجد میں پیشاب کر دیا لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا اسے چھوڑ دو (پیشاب کرے) اور اس کے پیشاب پر پانی بہا دو۔ تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو تنگی کے لئے نہیں۔

۲۲۰ — ترجمہ : انس بن مالک نے کہا ایک دیہاتی آیا اور مسجد کے ایک کونہ میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اسے ڈانٹا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا جب وہ پیشاب کر چکا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ڈول منگوایا اور پیشاب پر بہا دیا۔

۲۱۹ — ۲۲۰ — شرح : دراصل آسانی کرنے کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی ہر فعل میں اقتدا کرتے

بَابُ بَوْلِ الصِّبْيَانِ

۲۲۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاۗءٍ فَاَتْبَعَهٗ اِيَّاهُ

۲۲۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ اُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ اَنَّهَا اَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيْرٍ لَمْ يَاْكُلِ الطَّعَامَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلَسَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاۗءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

تھے اور آپ کی ہدایت سے ہدایت یافتہ تھے اس لئے وہ بھی تیسیر کے لئے مبعوث ہیں۔ پلید زمین کی تطہیر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امامان مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا زمین کی تطہیر صرف پانی سے ہوگی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورج نجاست زائل کر دیتا ہے۔ جب اس کا اثر جاتا رہے تو اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہے مگر اس سے تیمم نہیں کر سکتے۔ سفیان ثوری نے کہا جب نجاست خشک ہو جائے تو وہاں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ اعلم!

باب بچوں کا پیشاب

۲۲۲ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا [illegible]

بَابُ الْبَوْلِ قَآئِمًا وَّقَاعِدًا

۲۲۴ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَآئِمًا ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ فَجِئْتُهٗ بِمَآءٍ فَتَوَضَّاَ

۲۲۳ — ترجمہ: ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا اپنا چھوٹا سا بچہ جس نے ابھی تک طعام کھانا شروع نہ کیا تھا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا اُس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا آپ نے پانی منگوایا اور اسے دھویا اور مبالغہ سے نہ دھویا۔

۲۲۲ — ۲۲۳ شرح: بچے کے پیشاب میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق رضی اللہ عنہم نے کہا غذا کے طور پر کھانا کھانے سے پہلے بچے کا پیشاب طاہر ہے مذکور حدیث اس پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اس حدیث میں ہے فَنَضَحَهٗ وَلَمْ یَغْسِلْهُ یعنی بچے کے پیشاب پر چھڑکاؤ کیا اور اس کو دھویا نہیں اور بچی کا پیشاب نجس ہے۔ اگرچہ اُس نے طعام کھانا شروع نہ کیا ہو۔ امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما نے کہا بچی اور بچہ کا پیشاب نجس ہے۔ اُنھوں نے طعام کھانا شروع کیا ہو یا نہ اور "فَنَضَحَهٗ" کا معنیٰ غَسَلَهٗ" ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد سے فرمایا: اِنْضَحْ فَرْجَكَ اور اسماء رضی اللہ عنہا سے حیض کے خون کے بارے میں فرمایا اِنْضَحِیْهَا" یعنی اس کو دھوؤ۔ امام طحاوی نے کہا "نَضَحَ" سے مراد دھونے کے لئے پانی گرانا ہے۔ عرب اس پر نَضَحَ کا اطلاق کرتے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنِّیْ لَاَعْرِفُ مَدِیْنَةً یَنْضَحُ الْبَحْرُ بِجَانِبِهَا" اس "نضح" سے مراد "رَشٌّ" چھڑکاؤ نہیں لیا۔ بلکہ یہ ارادہ فرمایا کہ وہ اس کنارے کو دھو دیتا ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تھے ان کے لئے آپ دُعا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی بچہ لایا گیا تو اُس نے آپ پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا اس پر خوب پانی بہاؤ معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں "نَضَحَ" کا معنیٰ "صَبَّ" ہے اور "لَمْ یَغْسِلْهُ" کا معنی یہ ہے کہ مبالغہ سے نہیں دھویا۔ بخلاف بچی کے کیونکہ اس کے پیشاب میں لزوجت اور چکناہٹ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو مبالغہ سے دھونے کا حکم فرمایا۔ امام نووی نے کہا بچے کے پیشاب کی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں اور جن لوگوں نے اس کو طاہر کہا ہے ان کا یہ قول باطل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو نیک لوگوں کے پاس تبرک کے لئے جانا مستحب ہے۔ بچہ نومولود ہو یا کچھ بڑا ہو گیا ہو اس استحباب میں مساوی ہے اور بچوں سے شفقت

کرنا مستحب ہے ۔

باب ۱۵۴ ۔ کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا

۲۲۴ ۔۔۔ ترجمہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا پھر پانی منگوایا میں آپ کے پاس پانی لے کر حاضر ہوا تو آپ نے وضوء فرمایا ۔

۲۲۴ شرح : علامہ عینی نے ذکر کیا کہ اس باب میں تمام احادیث کھڑے کھڑے پیشاب کرنے پر دلالت کرتی ہیں اور بیٹھ کر پیشاب کرنے پر کثیر احادیث شاہد ہیں ۔

امام بخاری نے صرف پہلے حکم کی احادیث ذکر کی ہیں اور ترجمہ میں دونوں فصلوں کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ دوسری فصل کی شہرت کی بناء پہ احادیث کو ذکر کیا ، کیونکہ وہ بخاری کی شرط کے مطابق نہیں دونوں بابوں میں بول کے احکام مذکور ہیں ۔ اس لئے ان میں مناسبت ظاہر ہے ۔ الحاصل یہاں نو باب ہیں تمام بول کے احکام میں ہیں ۔

اس مسئلہ میں اہل علم میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ بعض علماء نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو مباح کہا ہے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ایسے مقام میں پیشاب کرے جہاں پیشاب کے چھینٹے اُٹھتے ہوں وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے ، ورنہ حرج نہیں عام علماء کہتے ہیں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے ۔ البتہ عُذر کے باعث مباح ہے ۔ ابراہیم کا مسلک یہ ہے جو کوئی کھڑے ہو کر پیشاب کرے اس کی گواہی قبول نہیں ۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حذیفہ سے روایات ذکر کیں جو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے پر دلالت کرتی ہیں ، لیکن بہت روایات اس کے خلاف ہیں چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو تمہیں یہ کہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا اس کی تصدیق نہ کرو میں نے آپ کو بیٹھ کر پیشاب کرتے دیکھا ہے ۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو احسن اور اصح کہا ہے ۔ بعض علماء نے اس کا جواب دیا کہ ام المؤمنین نے گھر کا حال بیان فرمایا ہے باہر کے حالات پہ آپ کو اطلاع نہیں حالانکہ حضرت حذیفہ جو کبار صحابہ کرام میں سے ہیں نے اس حدیث کو واضح بیان کیا ہے کہ آپ نے کھڑے کھڑے پیشاب کیا ۔

ع ۲ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین اشیاء ہیں جن سے دل سخت ہو جاتا ہے ایک یہ کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرے الخ اس کا جواب یہ ہے کہ بریدہ کی حدیث غیر محفوظ ہے ، لیکن یہ جواب کمزور ہے کیونکہ بزار نے اسے صحیح سند سے روایت کیا ہے ۔

ع ۳ بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ عمر فاروق نے فرمایا مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا اے عمر کھڑے ہو کر پیشاب [illegible]

کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا ع۴ نیز بیہقی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترمذی نے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس حدیث کو ابن جریج نے عبدالکریم بن مخارق سے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ امام ترمذی نے کہا اسے عبدالکریم نے مرفوع ذکر کیا ہے اسے ایوب نے ضعیف کہا ہے اور عبیداللہ نے نافع کے ذریعے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ عمر فاروق نے فرمایا جب سے میں مسلمان ہُوا ہوں میں نے کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ یہ حدیث عبدالکریم کی حدیث سے صحیح تر ہے ۔ حضرت جابر کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے راویوں میں عدی بن فضل ہے اور وہ ضعیف ہے۔

ع۵ ابوعوانہ اسفرائنی نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ جب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہونے لگا آپ نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔ نیز ابوعوانہ نے کہا کہ حذیفہ کی حدیث کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نے منسوخ کر دیا ہے ۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا درست یہ ہے کہ حذیفہ کی حدیث منسوخ نہیں کیونکہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما میں سے ہر ایک نے وہ بیان کیا جو اُس نے مشاہدہ کیا۔ لہٰذا پیشاب کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر جائز ہے، لیکن حضرات علماء کرام نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو اس لئے مکروہ کہا ہے کہ نہی کی احادیث بکثرت ہیں اگرچہ اُن میں سے بعض ثابت نہیں۔ الحاصل بیٹھ کر پیشاب کرنا مسنون ہے۔ اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ضرورت کے وقت مباح ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ضرورت پر مبنی تھا اس کی چند وجوہ ہیں؛ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے میں زخم تھا اس لئے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیوں کیا تھا؟ اُنھوں نے کہا کہ عرب کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں دردِ صلب کا علاج ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب اس لئے کیا تھا کہ آپ مسلمانوں کے امور میں مشغول تھے اور زیادہ وقت بیٹھنے سے پیشاب کا غلبہ ہوگیا تھا اور حسبِ عادت دور بھی تشریف نہ لے جا سکتے تھے۔ اس لئے سباطہ پر ہی آپ نے جلدی سے پیشاب کیا اور حضرت حذیفہ آپ کو لوگوں کی نظروں سے پردہ کر رہے تھے۔

مازری نے علم میں ذکر کیا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے پیشاب کھڑے ہوکر کیا کہ اس حالت میں دُوسرے مخرج سے ہوا کے نکلنے کا خوف نہیں ہوتا اگر بیٹھ کر پیشاب کریں تو دونوں مخرجوں سے حدث ظاہر ہوتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے دُوسرے مخرج کی حفاظت ہوتی ہے کہ اس سے ہوا خارج نہیں ہوتی۔ بعض علماء نے کہا سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کی جگہ میسر نہ ہُوئی تھی۔ اس لئے آپ کھڑے ہوکر پیشاب کرنے میں مجبور رہے؛ کیونکہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کی طرف اُونچی تھی اور بیٹھ کر پیشاب کرنے سے کپڑوں کے خراب ہونے کا خطرہ تھا۔ منذری نے کہا کوڑے کے ڈھیر پر تر نجاسات تھیں تو اس سے پلید چھینٹے اڑنے کا احتمال تھا، لیکن یہ جواب صحیح نہیں؛ کیونکہ یہ احتمال کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی حالت میں قوی تر ہے ایلم طحاوی

بَابُ الْبَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهٖ وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ

۲۲۵ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ ثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ رَاَیْتُنِیْ اَنَا وَالنَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وہ جگہ نرم تھی اس میں پیشاب جذب ہو جاتا تھا اور پیشاب کرنے والے کی طرف بہہ نہیں سکتا تھا۔ امام نووی نے کہا اس بار کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بیانِ جواز کے لئے تھا (یعنی ضرورت کے وقت) لیکن آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے (عینی)

علامہ کرمانی نے کہا پیشاب کو روک رکھنا مکروہ ہے؛ کیونکہ اس میں ضرر پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ کسی کی زمین میں اجازت کے بغیر تصرف کرنا ممنوع ہے۔ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کی اجازت حاصل کرلی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے مواقع میں حکمی اجازت کافی ہے صراحتًا اجازت کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ ایسے مقامات میں اگر کوئی قضاءِ حاجت کا ارادہ کرے تو لوگ اسے برا محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں لہٰذا ایسی زمین میں پیشاب کرنا جائز ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکانات کے قریب پیشاب کرنا جائز ہے مفضول کو فاضل کی خدمت کرنی چاہیئے اور اس کے لئے استنجاء پانی وغیرہ پیش کرے۔

اسماءِ رجال : ۱ آدم ۲ شعبہ حدیث ۹ ۳ سلیمان اعمش حدیث ۳۱ ۴ ابووائل شقیق کوفی حدیث ۴۶ کے اسماء میں دیکھیں ۵ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ صاحبِ سِرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ اور ان کے والد احد کی جنگ میں حاضر تھے۔ اسی جنگ میں ان کے والد یمان غلطی سے مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں مدائن کا حاکم مقرر کیا اور وہیں ۳۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب — اپنے ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دیوار سے پردہ کرنا،،

۲۲۵ — ترجمہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ میں

ثنا شي فاتى سباطة قوم خلف حائط فقام كما يقوم احدكم فبال فانتبذت منه فاشار الى فجئته فقمت عند عقبه حتى فرغ ۔

باب البول عند سباطة قوم

۲۲۶ — حدثنا محمد بن عرعرة قال ثنا شعبة عن منصور عن ابى وائل قال كان ابو موسى الاشعرى يشدد فى البول ويقول ان بنى اسرائيل كان اذا اصاب ثوب احدهم قرضه فقال حذيفة ليته امسك اتى رسول الله صلى الله عليه وسلم سباطة قوم فبال قائما

کی جگہ دیوار کے پیچھے تشریف لائے اور کھڑے ہوگئے جیسے کوئی تم سے کھڑا ہوتا ہے اور پیشاب فرمانے لگے میں آپ سے کچھ دُور ہوگیا تو آپ نے مجھے اشارہ فرمایا میں آکر آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہوگئے۔

۲۲۵ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے وقت باہر دُور تشریف لے جایا کرتے تھے اور لوگوں سے علیحدہ ہوجاتے مگر اس وقت سباطہ پر پیشاب فرما لیا اور حضرت حذیفہ کو اپنے قریب کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ مسلمانوں کے امور میں مصروف رہے تھے اور مجلس زیادہ ہوجانے سے پیشاب نے جلدی کی اس لیئے آپ قریب سباطہ پر تشریف لے گئے اور حضرت حذیفہ کو پردہ کرنے کے لئے پیچھے کھڑا کیا تھا تاکہ لوگ نہ دیکھ سکیں ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب کرتے وقت کلام مکروہ ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ کو اشارہ سے قریب کیا۔ مسلم کی روایت میں لفظ اُدنُ کا ہے وہ بھی اشارہ سے ہی تھا۔ صرف لفظ مختلف ہیں۔ بخاری کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے ۔ واللہ اعلم !

باب ـ لوگوں کے کوڑا پھینکنے کی جگہ پیشاب کرنا

۲۲۶ — ترجمہ : ابو وائل نے کہا کہ ابو موسیٰ اشعری پیشاب میں بڑی سختی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب کسی بنی اسرائیل کے شخص کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا

تو وہ اسے قینچی سے کاٹ دیا کرتا تھا۔ حذیفہ کہتے ہیں کاش کہ ابوموسیٰ ایسی بات کرنے سے رُک جاتے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا پھینکنے کی جگہ تشریف لائے اور کھڑے کھڑے پیشاب فرمایا۔

۲۲۶ — شرح : حضرت ابوموسیٰ اشعری نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا کہ عذابِ قبر عموماً پیشاب سے پرہیز نہ کرنے اور غیبت سے ہوتا ہے اس لئے وہ پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کے لئے بوتل میں پیشاب کیا کرتے تھے۔ اس لئے حذیفہ نے کہا کاش کہ ابوموسیٰ اشعری اس تشدید سے یا یہ بات کرنے سے یا دونوں سے رُک جاتے، کیونکہ یہ تشدید خلافِ سنت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف کبھی التفات نہ فرمائی اور نہ ہی بوتل میں پیشاب کرنے کا تکلف فرمایا۔

ابن بطال نے کہا یہ حدیث اس شخص کی حجت و دلیل ہے جو تھوڑے سے پیشاب سے پرہیز کو ضروری نہیں سمجھتا، کیونکہ جو شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرے تو اس سے سوئی کے سوراخ جیسے چھینٹے ضرور اُٹھتے ہیں۔ اس حدیث میں اس امّت مرحومہ پر نہایت ہی مہربانی فرمائی ہے کہ ان پر قرض (پیشاب لگنے سے کاٹنا) واجب نہیں فرمایا جیساکہ بنی اسرائیل پر فرض تھا۔ سوئی کے سوراخ کے برابر پیشاب کو دھونا امام مالک کے نزدیک مستحسن ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس میں آسانی کرتے ہیں جیسے وہ دوسری قلیل نجاستوں میں نرمی کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اسرائیل کیوں کہا گیا؟

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور عیصُو دونوں بھائی جڑویں اپنی ماں کے پیٹ میں تھے جب ان کی ولادت کا وقت قریب ہُوا تو اُنھوں نے اپنی والدہ کے پیٹ میں جھگڑنا شروع کر دیا کہ کون پہلے پیٹ سے باہر نکلے۔ عیصُو نے کہا خُدا کی قسم اگر تو مجھ سے پہلے باہر جانے کی کوشش کی تو میں اپنی ماں کا پیٹ پھاڑ کر نکل جاؤں گا اور اسے ہلاک کر دوں گا۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام رُک گئے اور عیصُو ان سے پہلے باہر نکل آئے۔ اس لئے ان کا عیصُو نام رکھا گیا، کیونکہ اُس نے نافرمانی کی تھی۔ اور یعقوب کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ وہ عیصو کے بعد شکم مادر سے باہر تشریف لائے تھے۔ حالانکہ پیٹ میں یعقوب علیہ السلام بڑے تھے اور اُن کی والدہ اُن سے بہت محبت کرتی تھی اور عیصو سے اُن کے والد کا پیار زیادہ تھا۔ عیصو شکار کرنے میں ماہر تھا جب ان کے والد حضرت اسحاق علیہ الصّلوٰۃ والسلام بوڑھے ہو گئے اور بینائی جاتی رہی تو عیصو سے فرمایا اے میرے بیٹے مجھے شکار کا گوشت کھلاؤ میں تیرے لئے وہ دُعا کروں گا جو میرے والد نے میرے لئے دُعا کی تھی۔ عیصو کے جسم پر بال بکثرت تھے اور یعقوب کا جسم بالوں سے خالی تھا۔ عیصو شکار کرنے ... [illegible]

بَابُ غَسْلِ الدَّمِ

۲۲۷ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَتْنِىْ فَاطِمَةُ عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ جَآءَتِ امْرَأَةٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا تَحِيْضُ فِى الثَّوْبِ كَيْفَ تَصْنَعُ قَالَ تَحُتُّهٗ ثُمَّ تَقْرُصُهٗ بِالْمَآءِ وَتَنْضَحُهٗ بِالْمَآءِ وَتُصَلِّىْ فِيْهِ

کہا ایک بکری ذبح کرو میں اس کا گوشت پکاتی ہوں اور تم اس کی کھال پہن لو اور گوشت اپنے والد کے آگے رکھ دو اور انہیں کہو میں آپ کا بیٹا عیصو ہوں حضرت یعقوب نے ایسا ہی کیا۔ اسحاق علیہ السلام نے انہیں مس کیا تو فرمایا مس میں تو عیصو معلوم ہوتا ہے اور خوشبو یعقوب کی معلوم ہوتی ہے۔ ان کی والدہ نے کہا حضرت یہ آپ کا بیٹا عیصو ہے اس کے لئے دُعاء فرمائیں۔ آپ نے وہ گوشت کھایا اور یعقوب کے لئے دعاء فرمائی کہ اللہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ بنائے۔ پھر عیصو بھی شکار لے کر آگیا تو اسحاق علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹے تیرا بھائی یعقوب تجھ پر سبقت لے گیا یہ سُن کر عیصو غصہ سے بھر گیا اور کہا بخدا! میں یعقوب کو ضرور قتل کروں گا۔ یہ سُن کر اسحاق علیہ السلام نے کہا اے میرے بیٹے ایک دُعاء باقی رہ گئی ہے تو عیصو کے لئے دُعاء کی کہ اس کی اولاد مٹی کے ذرات کی تعداد میں ہو اور کوئی ان کا مالک نہ ہو۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی والدہ نے اُن سے کہا کہ وہ اپنے ماموں کے پاس چلے جائیں۔ اور وہیں رہیں تاکہ عیصو اسے قتل نہ کر دے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے ماموں کے پاس چلے گئے وہ بابل میں رہائش پذیر تھے۔ کہا گیا ہے کہ حران میں قیام پذیر تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے۔ اسی لئے انہیں اسرائیل کہا گیا یہ سُرَیٰ اور لات سے ماخوذ ہے۔ یہ سدی نے بیان کیا ہے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ اسرائیل کا معنی عبداللہ ہے؛ کیونکہ سریانی میں ایل " اللہ کا نام ہے جیسے جبرائیل اور میکائیل ہے۔

باب — خون دھونا

۲۲۷ — ترجمہ : فاطمہ نے اسماء سے روایت کی کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کی کہ آپ یہ فرمائیں کہ ہم سے کسی عورت کو کپڑے میں حیض آجاتا ہے وہ عورت کیا کرے آپ نے فرمایا وہ اُسے کھرچ ڈالے پھر پانی ڈال کر اسے رگڑے اور پانی سے دھوئے اور اس کپڑے

۲۲۸ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ امْرَاَةٌ

میں نماز پڑھے۔

۲۲۷ — شرح : تَحُتُّهٗ کھرچے نَقْرُصُہٗ ،، ہاتھ کی انگلیوں سے ملے اور رگڑے تَنْضَحُہٗ ،، پانی سے دھوئے۔ صاحبِ نہایہ نے کہا پانی ڈال کر پوروں اور ناخنوں کے ساتھ ملے حتّٰی کہ اس کا اثر چلا جائے ،، قرص ،، ہے اور نَضْحٌ رش ہے وہ کبھی صبٌّ (یعنی غسل) کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یہاں رش سے مُراد صبّ اور غُسل ہے۔

اس حدیث سے شوافع استدلال کرتے ہیں کہ نجاسات پانی ہی سے زائل ہوتی ہیں۔ دیگر مائعات (بہنے والی اشیاء جن میں چکناہٹ نہ ہو) سے نجاست زائل نہیں ہوتی مگر یہ استدلال تام نہیں، کیونکہ دوسری مائعات کی نفی نہیں اور مفہوم مخالف کے ہم قائل نہیں۔ نیز شوافع قلیل وکثیر میں فرق نہیں کرتے، کیونکہ اس حدیث میں مطلقاً حیض کے خون سے صاف کرنا بتایا ہے معلوم ہوا خون قلیل ہو یا کثیر اس کا حکم ایک ہی ہے۔ احناف کے نزدیک درہم سے کم قلیل ہے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر کی کہ ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا۔ اس میں حیض آتا۔ اگر اسے حیض کا کچھ خون لگ جاتا تو اسے تھوک سے تر کر کے صاف کر لیا جاتا۔ بیہقی نے کہا یہ قلیل خون میں ہے جو معاف ہے کثیر خون کو ام المؤمنین دھویا کرتی تھیں جیسے باقی نجاسات دھوئی جاتی ہیں۔ معلوم ہُوا کہ قلیل اور کثیر نجاست میں فرق ہے۔ صاحبِ اسرار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ اُنھوں نے ایک درہم کے ساتھ نجاست کا اندازہ کیا ہے اس سے زیادہ نجاست کثیر ہے۔ ہمارے لئے ان دو صحابیوں کی اقتداء کافی ہے۔

فاطمہ بنت مُنذِر رضی اللہ عنہا حضرت زبیر بن عوام کی بیٹی اور مذکور ہشام کی بیوی ہیں اپنی دادی جو ان کے والد کی والدہ ہیں یعنی اسماء بنت ابی بکر صدیق سے روایت کرتی ہیں۔ حدیث ۸۴ کے اسماء میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

۲۲۸ — ترجمہ : ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا بنت ابی حُبیش نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آئیں اور کہا یا رسُول اللہ! میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے حیض بہت آتا ہے میں اس سے پاک نہیں ہو سکتی ہوں کیا میں نماز چھوڑ دیا کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا نہیں یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں جب

أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّمَا ذٰلِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّي قَالَ وَقَالَ أَبِي ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلٰوةٍ حَتّٰى يَجِيْءَ ذٰلِكَ الْوَقْتُ

تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب ختم ہو جائے تو خون وغیرہ دھو کر غسل کر کے نماز پڑھے ہشام نے کہا میرے باپ عروہ نے کہا پھر ہر نماز کے لئے وضوء کر کے نماز پڑھتی رہو حتیٰ کہ حیض کے آنے کا وقت آ جائے۔

۲۲۸ — **شرح** : استحاضہ وہ خون ہے جو رگ پھٹ جانے سے نکلتا ہے یہ حیض نہیں ہوتا کیونکہ حیض کے خون کو قوت مولدہ امتیاز دیتی ہے۔
اللہ تعالیٰ اس کو بچے کے لئے تیار کرتا ہے اور مخصوص راہ سے اسے رحم تک پہنچاتا ہے وہ اس میں جمع ہوتا رہتا ہے اسی لئے اسے حیض کہا جاتا ہے اور جب زیادہ ہو جائے اور اس سے رحم بھر جائے اس میں بچہ نہ ہو یا ہو اور خون زیادہ ہو جائے جس کا وہ متحمل نہ ہو تو باہر نکلنے لگتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دس ایام تک نکلتا رہتا ہے اور اگر تین ایام سے کم خارج ہو کر رُک جائے تو وہ استحاضہ کہلاتا ہے یا دس ایام سے زیادہ ہو جائے تو اس سے زیادہ والے کو استحاضہ کہا جاتا ہے۔ یہ خون صوم و صلوٰۃ سے مانع نہیں ہوتا اور مباشرت و جماع اس میں ممنوع نہیں ہے۔ ہر نماز کے لئے عورت وضوء کر کے نماز پڑھے حتیٰ کہ حیض کے ایام آ جائیں تو عادت کے مطابق حیض شمار کر کے باقی ایام کے لئے غسل کر کے نماز پڑھتی رہے۔ اس حدیث میں اگرچہ غسل کا ذکر نہیں مگر دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَاغْتَسِلِي، اور احادیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت امورِ دین سے متعلق مردوں سے مسئلہ پوچھ سکتی ہے اور شرعی حاجت کے وقت عورت کی آواز سننا جائز ہے۔
اور خون نجس ہے اور جسم کے کسی حصہ سے خون نکل پڑے تو وضوء واجب ہو جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!
اسماء الرجال کا ذکر ہو چکا ہے۔

بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ

وَفَرْكِهٖ وَغَسْلِ مَا يُصِيْبُ مِنَ الْمَرْأَةِ

۲۲۹ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ الْجَزَرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَنَّ بُقَعَ الْمَاءِ فِيْ ثَوْبِهٖ

باب — منی کا دھونا اور اس کو کھرچنا

اور عورت سے جو شیٔ لگ جائے اسے دھونا ‘‘

۲۲۹ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت (منی) دھوتی تھی۔ پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حالانکہ پانی کی تری آپ کے کپڑوں میں ہوتی تھی۔

۲۲۹ — شرح : منی کو دھونے کے بعد اس کو کھرچنے کی ضرورت نہیں رہتی اور باب سے مراد منی کے دھونے اور کھرچنے کا حکم بیان کرنا ہے کہ کونسا حکم حدیث سے ثابت ہے اور ان میں سے کونسا واجب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فرج کی رطوبت کا دھونا کیسا ہے؟ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جماع کے وقت منی کا رطوبت سے اختلاط ہوتا ہے (کرمانی) آدمی کی منی کے بارے میں آئمہ میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک یہ نجس ہے مگر امام اعظم نے کہا کہ جب منی خشک ہو تو اس کی تطہیر میں کھرچنا کافی ہے۔ جیسے موزے پر نجاست لگی ہو تو وہ پونچھنے سے صاف ہو جاتا ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ منی تر ہو یا خشک اس کا دھونا ضروری ہے۔ امامان شافعی اور احمد کے نزدیک منی طاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا ‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے منی سے بشر پیدا کئے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس کو پانی کہنا اس کی طہارت پہ دلالت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ

۲۳۰ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ ثَنَا يَزِيْدُ قَالَ ثَنَا عَمْرٌو عَنْ سُلَيْمٰنَ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ ح وَثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمٰنَ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيْبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاَثَرُ الْغَسْلِ فِيْ ثَوْبِهٖ بُقَعُ الْمَاءِ

دُوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ منی انبیاء اور اولیاء کا اصل ہے لہٰذا اس کا طاہر ہونا ضروری ہے مگر یہ بھی درست نہیں، کیونکہ منی اللہ کے دشمنوں نمرود، فرعون اور ہامان وغیرہ کا بھی اصل ہے۔ اس کے علاوہ علقہ کو منی سے زیادہ قرب ہے اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اصل ہے، حالانکہ اسے طاہر نہیں کہا جاتا۔ ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اس سے حیوان طاہر پیدا ہوتے ہیں مگر یہ بھی کمزور ہے، کیونکہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ طاہر شئے نجس سے پیدا ہوتی ہے جیسے دودھ طاہر ہے اور خون سے پیدا ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے کہا منی نجس ہے کیونکہ اس کو دھونے کا حکم ہے اور یہ اس کی نجاست پہ دلالت کرتا ہے۔ خشک منی کو بھی دھونا ضروری ہے جو قیاس کا مقتضیٰ ہے مگر حدیث فرک سے اس کو مخصوص کر لیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ منی نجس ہے جیسا کہ مذکور حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور خشک منی فرک سے صاف ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہے کہ نمازی اس کپڑے سمیت مسجد میں جا سکتا ہے جس سے منی خشک ہونے سے پہلے دھوئی جائے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱-۲ : عبدان اور عبداللہ بن مبارک حدیث ع۵ کے اسماء میں دیکھیں
ع۳ عمرو بن میمون جزری جزیرہ کی طرف منسوب ہیں۔ عمرو کے والد میمون جزیرہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے اس لئے اسی طرف منسوب ہیں ع۴ سلیمان بن یسار ام المؤمنین میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ وہ بہت بڑے عابد حجت اور مدینہ منورہ کے فقیہ تھے۔ ایک سو سات ہجری میں فوت ہوئے ع۵ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

۲۳۰ — ترجمہ: سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے [illegible] نے ام المؤمنین سے منی کے متعلق پوچھا جبکہ وہ کپڑے کو لگ جاتی ہے۔ ام المؤمنین نے کہا میں اسے

بَابٌ إِذَا غَسَلَ الْجَنَابَةَ أَوْ غَيْرَهَا فَلَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ

۲۳۱ — حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمٰنَ بْنَ يَسَارٍ فِي الثَّوْبِ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ وَأَثَرُ الْغَسْلِ فِيهِ بُقَعُ الْمَاءِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھویا کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے جاتے اور دھونے کا اثر آپ کے کپڑے میں ہوتا تھا۔

۲۳۰ — ترجمہ : سلیمان بن یسار کا سوال منی کے حکم سے تھا کہ اسے دھویا جائے یا کھرچا جائے ام المؤمنین نے جواب دیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریف سے مسجد شریف کی طرف تشریف لے جاتے اور غسل کی تری کپڑے میں ہوتی تھی یعنی وہ اس کو دھوتی تھیں۔ "بُقَعُ الْمَاءِ" اثر الغسل سے بدل واقع ہے یا سوال کا جواب ہے کہ وہ اثر کیا تھا اس کا جواب دیا کہ وہ پانی کی تری تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی اُمور میں عورتوں سے سوال کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بیویاں اپنے شوہروں کی خدمت کریں

باب — جب منی یا اس کے غیر کو دھویا اور اس کا اثر نہ گیا

۲۳۱ — ترجمہ : عمرو بن میمون نے کہا میں نے سلیمان بن یسار سے کپڑے کے متعلق پوچھا جسے جنابت پہنچی ہو تو اُنھوں نے کہا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت کا اثر دھوتی پھر آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے حالانکہ غسل کا اثر اس میں ہوتا جو پانی کی تری تھی۔

۲۳۱ — شرح : یعنی کپڑے سے منی دھونے کے بعد اگر پانی کا اثر باقی رہے تو مضر نہیں حدیث میں اس کی تصریح "بُقَعُ الْمَاءِ" سے کی یعنی پانی کی تری باقی رہ جائے تو کچھ حرج نہیں۔ باب میں ...

۲۳۲ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سُلَيْمٰنَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَرَاهُ فِيْهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا

بَابُ أَبْوَالِ الْإِبِلِ وَالدَّوَآبِّ

وَالْغَنَمِ وَمَرَابِضِهَا وَصَلّٰى أَبُوْ مُوْسٰى فِيْ دَارِ الْبَرِيْدِ وَالسِّرْقِيْنُ وَالْبَرِّيَّةُ إِلٰى جَنْبِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا وَثَمَّ سَوَاءٌ

۲۳۳ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ

ہے کہ اسے منی کے دھونے پر ہی قیاس کر لیا ہو! لیکن یہ بھی بعید ہے۔ بخاری کو چاہیئے تھا کہ دمِ حیض کے متعلق بھی حدیث ذکر کرتے جیسے ابو داؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خولہ بنتِ یسار نے کہا یا رسول اللہ! میرا ایک ہی کپڑا ہے اور مجھے حیض آتا ہے تو میں کیا کروں؟ فرمایا جب پاک ہو جائے تو اسے دھو ڈال اگر خون نہ نکلے تو تمہیں پانی سے دھونا ہی کافی ہے اور اگر اس کا اثر باقی رہ جائے تو مضر نہیں۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد کا معنیٰ یہ ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھی۔ جنابت کے اثر سے مراد منی ہے۔

۲۳۲ — ترجمہ: سلیمان بن یسار نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی دھوتی تھیں (راوی صاحب نے فرمایا) پھر میں اس میں پانی کی تری دیکھتی تھی۔

۲۳۲ — شرح: قولہ ثُمَّ أَرَاهُ، اس سے پہلے لفظ "قَالَتْ" محذوف ہے۔ اس طرح یہ کلام پہلے کے ساتھ مربوط ہوگا۔

باب — اونٹوں، چارپایوں اور بکریوں کا پیشاب

اور بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے دار البرید اور

أَيُّوْبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ أُنَاسٌ مِنْ عُكْلٍ أَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَأَنْ يَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَانْطَلَقُوْا فَلَمَّا صَحُّوْا قَتَلُوْا رَاعِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا النَّعَمَ فَجَاءَ الْخَبَرُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَلَمَّا ارْتَفَعَ النَّهَارُ جِيْءَ بِهِمْ فَأَمَرَ فَقُطِعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ وَسُمِرَتْ أَعْيُنُهُمْ وَأُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُوْ قِلَابَةَ فَهٰؤُلَاءِ سَرَقُوْا وَقَتَلُوْا وَكَفَرُوْا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

سرقین میں نماز پڑھی حالانکہ جنگل اُن کے پہلو میں تھا اور کہا یہ جگہ اور میدان دونوں برابر ہیں "

۲۳۳ ــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عُکل یا عُرَیْنہ قبیلہ کے لوگ آئے اور انھوں نے مدینہ منورہ کی آب و ہوا کو ناموافق پایا یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پئیں۔ وہ چلے گئے جب تندرست ہو گئے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کے وقت مدینہ منورہ میں ان کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کا تعاقب کرنے کے لئے لوگ بھیجے جب سورج بلند ہوا تو انہیں گرفتار کر کے حاضر کیا گیا آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور گرم سلاخوں سے ان کی آنکھیں نکالی گئیں اور انہیں پتھریلی زمین میں پھینک دیا۔ وہ پانی مانگتے تھے ان کو پانی نہ دیا گیا۔ ابو قلابہ نے کہا ان لوگوں نے چوری کی، قتل کیا اور ایمان لانے کے بعد کفر کیا (مرتد ہو گئے) اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی

۲۳۳ ــ شرح : قبیلہ عُکل اور عرینہ کے آٹھ آدمی مدینہ منورہ میں آئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اسلام قبول کیا پھر وہ بیمار ہو گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صدقہ کے اونٹوں کے پاس بھیجا کہ ان کے دودھ اور پیشاب پئیں جبکہ اونٹ مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر نمیر مقام کے قریب ذی الجدر میں چراتے تھے۔ چند روز دودھ پینے کے بعد وہ تندرست

ہو گئے پھر اُنھوں نے چرواہے کے ہاتھ اور پاؤں قطع کر کے اس کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے گاڑ دیئے اور وہ اسی حالت میں مرگیا وہ چرواہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام "یسار" تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرفتار کرنے کے لئے کرز بن جابر فہری کو بیس شہسوار دے کر ان کا تعاقب کرنے بھیجا محمد بن اسحاق نے کہا یہ واقعہ چھ ہجری کے جمادی الآخرہ میں حدیبیہ کے بعد پیش آیا چنانچہ انہیں گرفتار کر کے دربار رسالت میں پیش کیا گیا اور انہیں اپنے کردار کی پاداش بھگتنی پڑی جو حدیث میں ظاہر ہے۔ وہ اس حال میں پانی پانی کی آوازیں بلند کر رہے تھے جبکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم آگ آگ کے الفاظ سے انہیں جواب دے رہے تھے۔ ابن سعد نے کہا اونٹوں کی کل تعداد پندرہ تھی۔ اُنھوں نے ان میں سے ایک اونٹنی جسے حنا کہا جاتا تھا کو نحر کیا (عینی)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلاخیں اس لئے ڈالیں کہ انہوں نے اونٹوں کے چرواہے سے یہی سلوک کیا تھا اور یہ بطور قصاص کیا۔ یہ وہ مُثلہ نہیں جس سے منع کیا گیا ہے (قسطلانی)

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جس کو قتل کرنا واجب اور ضروری ہو جب وہ پانی طلب کرے تو اسے پانی پلانے پہ امّت کا اجماع ہے۔ ان لوگوں کو پانی کیوں نہیں پلایا گیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو پانی پلانے سے اس لئے منع کیا گیا تھا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ مسلم، ترمذی میں ہے وہ لوگ اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ لہٰذا اس وقت ان کا احترام ختم ہو گیا اور انہیں صفحہ ہستی سے مٹانا ضروری ہو گیا تھا جیسے باؤلے کتے کو قتل کرنا ضروری ہوتا ہے (قسطلانی)

اس حدیث سے امام مالک، احمد اور امام محمد اور دیگر فقہاء نے استدلال کیا کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہے بعض تابعیوں نے بھی یہی اختیار کیا ہے کیونکہ ان جانوروں کے گوبر وغیرہ کو بازاروں میں فروخت کرنے سے اہل علم نے منع نہیں کیا اور پہلے اور پچھلے لوگوں نے اونٹوں کے پیشاب کو بطورِ دوا استعمال کیا اور کسی اہل علم نے اس سے منع نہیں کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ماکول اللحم حیوانات کا پیشاب پاک ہے۔ اونٹوں کے پیشاب میں تو نص وارد ہے اور دوسرے حیوانات کو ان پر قیاس کر لیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہائے نے کہا کہ تمام پیشاب نجس (پلید) ہیں اور حدیث میں پیشاب کے پینے کو تداوی پر محمول کیا گیا ہے یعنی وہ پیشاب بطور دوا پیا گیا تھا، لہٰذا جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں پیشاب کی اباحت کی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ اکثر اشیاء ضرورت کے وقت مباح ہیں اور بغیر ضرورت مباح نہیں۔ جیسے ریشم مردوں کے لئے پہننا حرام ہے اور لڑائی یا خارش کے وقت پہننا مباح ہے یا کپڑے میسر نہ ہوں تو سردی سے بچنے کے لئے ریشم پہننا جائز ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا خاموش کن جواب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے جانتے تھے کہ یہ لوگ مرتد ہو جائیں گے ان کی شفا پیشاب پینے میں ہے۔

کیا حرام اشیاء سے علاج کرانا جائز ہے؟

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ جب یقین ہو جائے کہ حرام شیٔ سے علاج کرانے سے شفا ہوگی تو جائز ہے جیسے مجبور بھوکے اور پیاسے کے لئے مردار کھانا اور شراب پینا جائز ہے، کیونکہ ایسے شخص کے لئے مردار اور شراب مباح ہیں؛ البتہ اس وقت مباح نہیں جبکہ حرام سے شفا کا یقین نہ ہو۔

ابن حزم نے کہا یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بیماری سے شفاء پانے کے لئے بطریق علاج پیشاب پینے کا حکم دیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ ،، لہٰذا جس حرام شئے کے کھانے اور پینے میں انسان مجبور ہو وہ اس پر حرام نہیں ہوتی۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ابوداؤد نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روائت کی ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی شفاء اُن اشیاء میں نہیں رکھی جو اُن پر حرام ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حالتِ اختیار پر محمول ہے۔ اضطرار اور مجبوری کی حالت میں حرام کی حرمت باقی نہیں رہتی اور حرام شیٔ مباح ہو جاتی ہے جیسے مردار مجبور بھوکے کے لئے مباح ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے متعلق فرمایا کہ یہ دواء نہیں ہے یہ خود بیماری ہے۔ جبکہ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کیا شراب سے دواء کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حزم نے کہا اس حدیث کی سند میں سماک ابن حرب ہے۔ وہ تلقین قبول کرتے تھے۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لیں تو ہم کہتے ہیں شراب کے دواء نہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں یہ یقیناً دواء نہیں ہے۔ لہذا اسے پینا بھی جائز نہیں اور حالتِ اختیار میں یہ یقیناً دواء نہیں، لیکن جب اس کے سوا اور کوئی دواء نہ ہو صرف شراب ہی سے شفاء ہو سکتی ہے تو اس کا استعمال مباح ہے۔ اس وقت یہ دواء ہے داء نہیں۔ بشرطیکہ اس سے شفاء یقینی ہو۔

الحاصل جب یہ معلوم نہ ہو کہ حرام سے شفاء ہو جائے گی تو اس سے علاج کرانا جائز نہیں اور جب یقین ہو جائے کہ حرام کے استعمال سے شفا ہو جائے گی۔ اور اس کے سوا اور کوئی دواء نہیں تو اس سے علاج کرانا جائز ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء اُن اشیاء میں نہیں رکھی جو تم پر حرام ہیں [illegible]

۲۳۴ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنَا اَبُوالتَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَبْلَ اَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ

ضرورت نہیں پڑتی ہے اور ضرورت کے وقت حرمت ساقط ہوجاتی ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ مذکور تقریر سے یہی سمجھ آتا ہے کہ جب طبیب کہے کہ کسی حلال دواء سے مریض شفایاب نہیں ہوسکتا اور حرام دواء سے آرام آجائے گا تو اس ضرورت کے پیش نظر حرام دواء استعمال کرنا جائز ہے لیکن اطباء کے قول سے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ علم سے مراد غلبۂ ظن ہے۔ ظاہر ہے کہ تجربہ کے ساتھ غلبۂ ظن حاصل ہوجاتا ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے کہا کہ فقہاء نے ضرورت کے وقت جواز پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا سرے سے اختلاف ہی نہ رہا۔ صاحب بحر نے کہا اگر ہلاکت سے بچانے کے لئے حرام ہی متعین ہو تو حرام حلال ہوجاتا ہے جیسے مردار۔ اور شراب ضرورت کے وقت بالاتفاق حلال ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو نور نبوت سے معلوم تھا کہ ان لوگوں کی بیماری کا علاج جانوروں کا پیشاب پینے میں ہے۔ اس لئے آپ نے انہیں پیشاب پینے کا حکم دیا۔ لیکن یہ ہمارے زمانہ میں نہیں پایا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ہم فرض کرلیں کہ کوئی شخص قوتِ علم سے کسی کے مرض کو معلوم کرلیتا ہے اور اسے یقین ہے کہ حرام شئی بطور دواء استعمال کرنے سے اسے شفاء حاصل ہوگی تو اس کے لئے حرام سے دواء کرنا مباح ہے۔ جیسے شدید پیاس کے وقت شراب پینا اور شدید بھوک کے وقت مردار کھانا مباح ہے۔ لیکن ایسا یقین کرنا مشکل ہے! کیونکہ طب کے قواعد اور اصول بھی ظنی ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

---

۲۳۴ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی تعمیر سے پہلے بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھتے تھے۔

۲۳۴ — شرح : اس مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑوں وغیرہ میں بھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے جبکہ نیچے چٹائی وغیرہ بچھائی جاتی تھی۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد یہ حکم منسوخ نہ ہوا بلکہ آپ نے ان میں نماز پڑھنا مستحسن سمجھا۔ ابن ماجہ میں ہے دو اونٹوں کے اعطان میں نماز نہ پڑھی جائے اور بکریوں کے مراح میں پڑھ لی جائے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو نماز پالے تو جہاں بھی تم ہو نماز پڑھ لو۔ واللہ اعلم!

بَابُ مَا يَقَعُ مِنَ النَّجَاسَاتِ فِي السَّمْنِ وَالْمَآءِ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَآءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ أَوْ رِيحٌ أَوْ لَوْنٌ

وَقَالَ حَمَّادٌ لَا بَأْسَ بِرِيشِ الْمَيْتَةِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي عِظَامِ الْمَوْتَى نَحْوَ

الْفِيلِ وَغَيْرِهِ أَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ سَلَفِ الْعُلَمَآءِ يَمْتَشِطُونَ بِهَا وَيَدَّهِنُونَ

فِيهَا لَا يَرَوْنَ بِهِ بَأْسًا وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ بِتِجَارَةِ الْعَاجِ

باب جو نجاست گھی اور پانی میں واقع ہو جائے

ترجمہ : زہری رضی اللہ عنہ نے کہا پانی میں نجاست واقع ہو جائے تو اس کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک اس کا ذائقہ، بُو اور رنگ نہ بدلے حماد نے کہا مردار کے بال پر واقع ہو جانے میں کوئی حرج نہیں اور زہری نے مُردوں کی ہڈیوں جیسے ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں کے بارے میں کہا میں نے پہلے علماء کو دیکھا کہ وہ ان سے بنی ہوئی کنگھی استعمال کرتے اور ان کے برتنوں میں تیل استعمال کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے؛ ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے کہا ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہیں۔

شرح : یعنی طاہر پانی میں جب نجاست واقع ہو جائے تو جب تک اس کا ذائقہ، بو اور رنگ نہ بدلے وہ نجس نہیں ہوتا دراصل مغیّر پانی ہے؛ لیکن اس کی تغیّر ان تینوں اوصاف سے معلوم ہوتی ہے گویا کہ یہی مغیّر ہیں اور بخاری کی عبارت میں مجاز ہے، سبب بول کر مسبب کا ارادہ کیا گیا ہے جبکہ بخاری کی عبارت میں ان تین اوصاف کو مغیّر کہا گیا ہے،، احناف کہتے ہیں پانی جاری ہو یا کھڑا قلیل ہو یا کثیر جاری پانی میں جب نجاست واقع ہو جائے جو دیکھی نہ جائے جیسے پیشاب اور شراب وغیرہ تو جب تک یہ تین اوصاف نہ بدلیں پانی طاہر ہے اور اگر نجاست نظر آئے جیسے مردار وغیرہ جب بھی طاہر ہے اور اگر اس مردار پر سارا یا اکثر پانی گزرے تو اس کے استعمال سے وضوء کرنا جائز نہیں اگر اس سے اقل گزرے

۲۳۵ ـــ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَاْرَۃٍ سَقَطَتْ فِیْ سَمْنٍ فَقَالَ اَلْقُوْھَا وَمَا حَوْلَھَا وَکُلُوْا سَمْنَکُمْ

تو اسفل میں وضوء جائز ہے اسی طرح جب آدھا پانی اس پہ گزرے تو قیاساً وضوء جائز ہے۔ مگر استحسانا وضوء نہ کرے اگر کھڑا پانی قلیل ہے تو وہ نجس ہے اگر کثیر ہے تو طاہر ہے قلیل وکثیر معیار یہ ہے کہ ایک طرف سے پانی کو حرکت دی جائے اور دوسرے کنارے تحریک کا اثر نہ جائے تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے۔

حضرت حماد رضی اللہ عنہ نے کہا جب پانی میں مردار کے پَر واقع ہو جائیں اگرچہ مردار وہ جانور ہو جس کا گوشت ذبح کی صورت میں بھی نہ کھایا جا سکے تو پانی پلید نہیں ہوتا یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور اُن کے تلامذہ کا ہے رضی اللہ عنہم ،،

زُہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مردار کی ہڈیاں اور تمام اجزاء جن میں خون نہ ہو جیسے سینگ دانت موت سے پلید نہیں ہوتیں۔ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک ہاتھی دوسرے درندوں کی طرح ہے اس کی ہڈیوں سے انتفاع جائز ہے اور اس کے چمڑے کو دباغت کر کے نفع اٹھانا صحیح اور جائز ہے۔ زہری نے کہا پہلے علماء ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں سے بنی ہوئی کنگھیاں استعمال کرتے تھے اور ان سے بنے ہوئے برتنوں میں تیل وغیرہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے یہ اس کی طہارت کی دلیل ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

محمد ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہما ہاتھی دانت کی تجارت میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے یہی حکم اس کی ہڈیوں کا ہے، کیونکہ یہ طاہر ہیں۔ واللہ اعلم!

---

۲۳۵ ـــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے میمونہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی میں چوہا گر جانے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا گھی سے چوہے کو نکال دو اور اس کے ارد گرد والے گھی کو پھینک دو، اور گھی کھا لو ،،

۲۳۵ ، ۲۳۶ ـــ : حدیث کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے جامد گھی میں چوہا گرنے سے متعلق پوچھا تھا؛ کیونکہ غیر جامد گھی کا ماحول ہوتا ہی نہیں

٢٣٦ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا مَعْنٌ قَالَ ثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ فَارَةٍ سَقَطَتْ فِيْ سَمْنٍ فَقَالَ خُذُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا فَاطْرَحُوْهُ قَالَ مَعْنٌ ثَنَا مَالِكٌ مَا لَا أُحْصِيْهِ يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ

٢٣٧ — حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَنَا

یا وہ سارے کا سارا "ماحول" ہوتا ہے ایسے گھی کو پھینک دینا واجب ہے بعض روایات میں اس کی صراحت بھی آئی ہے، کیونکہ جامد میں نجاست سرایت نہیں کرتی اور غیر جامد میں سرایت کر جاتی ہے، جمہور کا مذہب یہی ہے کہ مائع پلید ہو جاتی ہے اگرچہ قلیل ہو یا کثیر ہو مگر اس سے انتفاع میں علماء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ اس سے انتفاع کر سکتے ہیں اس کی بیع جائز ہے مگر اس کا کھانا حرام ہے، امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے کہ اس سے دیا جلانا جائز ہے اور بیع اور کھانے کے سوا ہر انتفاع اس سے جائز ہے۔ بہرکیف اس کے کھانے کی حرمت میں سب کا اتفاق ہے، تیل اور گرم گھی وغیرہ میں اگر نجاست واقع ہو جائے تو اس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ تین برتن لئے جائیں۔ ایک برتن میں تیل یا گھی ڈالیں حتیٰ کہ وہ آدھا ہو جائے پھر اس پر پانی گرائیں حتیٰ کہ وہ بھر جائے پھر اوپر سے تیل یا گھی کو اتار لیں اور دوسرے برتن میں ڈال کر یہی عمل کریں پھر دوسرے برتن سے اتارا ہوا تیل یا گھی تیسرے برتن میں ڈال کر یہی عمل کر کے اوپر سے تیل یا گھی اتار لیں، ہر مائع جس میں نجاست واقع ہو جائے اس کی تطہیر کا یہی طریقہ ہے کَذَا قَالَ الْإِمَامُ مَالِكٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

٢٣٦ — ترجمہ: ابن عباس نے ام المومنین میمونہ سے روایت کی "رضی اللہ عنہم" کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی میں چوہا گر جانے کے متعلق سوال عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا گھی سے چوہا نکالو اور اس کے ارد گرد والا گھی پھینک دو۔ معن نے کہا ہم سے مالک نے بے شمار بار یہ بیان کیا وہ ابن عباس کے ذریعہ ام المومنین میمونہ سے بیان کرتے تھے

---

٢٣٧ — ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مسلمان کو اللہ کی راہ میں جو بھی زخم آئے

مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ کَلْمٍ یُکْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَکُوْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَهَیْئَتِهَا اِذْ طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ

رنگ خون جیسا ہوگا اور بُو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔

۲۳۷ شرح : اس حدیث کی ترجمہ سے مناسبت کی کئی وجوہ بیان کی جاتی ہیں وہ تمام بعید ہیں۔ علامہ قسطلانی نے ذکر کیا کہ کستوری دراصل نجس ہے۔ جب اس میں تغیّر ہُوا تو اس کا حکم تبدیل ہوگیا اور وہ طاہر ہوگئی ایسے ہی پانی میں جب تغیّر آجائے تو اس کا حکم تبدیل ہوگیا اور وہ طاہر ہوگئی ایسے ہی پانی میں جب تغیّر آجائے تو اس کا حکم تبدیل ہوجاتا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ شہید کا خون جب نجاست سے پاکیزہ خوشبو کی طرف منتقل ہُوا حتیٰ کہ آخرت میں اس پر مسک طاہر کا حکم عائد ہُوا تو یہ امر ضروری ہُوا کہ طاہر پانی بدبودار ہونے کے باعث جبکہ اس میں نجاست پڑ جائے طہارت سے نجاست کی طرف منتقل ہوجائے۔ لیکن یہ وجہ بعید ہے کیونکہ شہید کے خون کا مذکور حکم آخرت کے امور سے ہے اور پانی کے طاہر اور نجس ہونے کا حکم امورِ دنیا سے ہے۔ انہیں امورِ آخرت پر کیسے قیاس کرسکتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ پاک پانی محض نجاست پڑنے سے پلید نہیں ہوتا جب تک اس کی کوئی وصف متغیّر نہ ہو اور اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ وصف کا تغیّر موصوف کے تغیّر میں اثر کرتا ہے۔ اس کی تاکید کرتے ہوئے کہا کہ جیسے خون کی وصف پاکیزہ خوشبو کے باعث بدل جاتی ہے اور اسے مذمّت سے مدح کی طرف نکالتی ہے۔ ایسے ہی پانی میں نجاست پڑنے سے اس کی وصف بدل جاتی ہے اور اسے طہارت سے نجاست کی طرف منتقل کردیتی ہے۔ لیکن یہ وجہ بھی ضعیف ہے، کیونکہ مقصد یہ ہے کہ پانی کا پلید ہونا تغیّر میں منحصر ہے۔ اور مذکور دلیل کا مدلول یہ ہے کہ تغیّر سے پانی پلید ہوجاتا ہے۔ اور یہ اتفاقی امر ہے نزاع اس میں ہے کہ تنجّس صرف تغیّر سے ہوتا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مناسبت میں یہ کہنا کافی ہے۔ کرمانی نے کہا ہے کہ اس میں نجاست واقع ہونے سے تغیّر آجاتا ہے اس لئے وہ استعمال کے قابل نہیں رہتا، کیونکہ اس کی وصفِ طہارت بدل گئی ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ خون مطلقاً نجس ہے، لیکن اللہ کی راہ میں شہید ہونے سے اس میں تغیّر پیدا ہوگیا اسی لئے شہید شہید کا خون دھویا نہیں جاتا تاکہ قیامت میں اہلِ محشر کے لئے اس کی شرافت ظاہر ہو، کیونکہ خون مذموم وصف سے محمود وصف کی طرف ایسا منتقل ہُوا کہ اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو جیسی ہوگی۔ بہرحال یہ تمام وجوہ بُعد سے خالی نہیں۔ واللہ الموفق "

بَابُ الْبَوْلِ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ

۲۳۸ — حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ قَالَ اَنَا اَبُوالزِّنَادِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ هُرْمُزَ الْاَعْرَجَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ وَبِاِسْنَادِهٖ قَالَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ

قولہ اِذْ طُعِنَتْ الخ مسلم شریف میں اِذَا طُعِنَتْ ہے اور اِذَا ظرفیہ ہے یعنی جس وقت مطعون زخمی ہُوا علامہ کرمانی نے کہا "طُعِنَتْ در اصل طُعِنَ بِہَا" تھا حرفِ جار کو حذف کر کے مجرور کو فعل سے ملایا گیا اور ضمیر منفصل متصل ہوگئی اور طُعِنَتْ پڑھا گیا۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ احمد بن محمد، اس کے مسمّٰی میں اختلاف ہے۔ حاکم، کلا بازی اور امام ابونصر حامد بن محمود بن علی نے مختصر البخاری میں ذکر کیا کہ وہ احمد بن محمد بن ابوموسیٰ مروزی ہیں اور مَرْدَوَیہ مشہور ہیں۔ دارقطنی نے کہا وہ احمد بن محمد بن عدی شَبُّوَیہ ہیں۔ مَرْدَوَیہ ۲۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ ترمذی اور نسائی نے اُن سے روایت کی ہے اور شبویہ ۱۲۰ ہجری میں فوت ہوئے ابوداؤد نے اُن سے روایت کی ہے ع۲ عبداللہ بن مبارک قدمر ع۳ معمر بن راشد عبداللہ بن مبارک اور معمر دونوں کا ذکر کتاب الوحی میں گزرا ہے ع۴ ہمام بن مُنَبِّہ حدیث ع۴۰ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ع۵ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

باب — کھڑے پانی میں پیشاب کرنا

۲۳۸ — ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ہُرمز اعرج نے ابوالزناد سے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا کہ ہم آخر سابق ہیں اور اسی اسناد سے فرمایا تم میں سے کوئی بھی کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو پیشاب نہ کرے کہ پھر وہ اس میں غسل کرے

۲۳۸ —

شرح : یعنی ہم دنیا میں آنے میں متاخر ہیں اور قیامت میں ہم سب سے مقدم ہوں گے ۔ ماءِ دائم ،، وہ پانی ہے جو جاری نہ ہو۔ اس میں نجاست واقع ہو جائے تو وہ پلید ہو جاتا ہے ۔ اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ جب پانی غدیر عظیم ،، دہ در دہ ،، نہ اس میں نجاست واقع ہو جائے تو اس سے وضوء جائز نہیں پانی کم ہو یا زیادہ ہو چونکہ مطلق ہے لہٰذا اطلاق کے باعث ہر اس پانی کو شامل ہے جو دہ در دہ نہ ہو اگرچہ قُلّتین ہو یا اس سے زیادہ ہو۔ اس میں نجاست واقع ہو جائے تو پلید ہو جائے گا ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث میں ہے اگر پانی قلتین ہو تو وہ نجس کا احتمال نہیں رکھتا اس کا جواب یہ ہے کہ قلتین کی حدیث کے اسناد اور متن میں اضطراب ہے ۔ کیونکہ قُلّہ فی نفسہٖ مجہول ہے۔ اور ،، لَا یَبُوْلَنَّ ،، صحیح حدیث ہے اس میں قطعاً اضطراب نہیں لہٰذا متفق علیہ حدیث پر عمل کرنا قوی تر ہے ۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ بئر بضاعۃ میں مدینہ منورہ والے نجاسات اور مردار پھینکا کرتے تھے اس کے پانی کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا پانی کو کوئی شئی پلید نہیں کرتی ہے اور خشک نجاست سے زمین پلید نہیں ہوتی ۔

جواب یہ ہے کہ بیر بضاعہ نہر تھی جو باغات کو سیراب کرتی تھی ۔ اس میں پانی جاری تھا ۔ اور جاری پانی کو نجاست پلید نہیں کر سکتی ہے

۔ چنانچہ علامہ بیہقی نے امام شافعی سے روایت کی ہے کہ بیر بضاعہ میں پانی کثیر تھا وہ بہت وسیع تھا اس میں نجاسات پھینکی جاتی تھیں جن سے اس کا رنگ ، بُو اور ذائقہ متغیر نہ ہوتا تھا لہٰذا بئر بضاعہ کا پانی زیادہ ہونے کے باعث پاک تھا ۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث ،، لَا یَبُوْلَنَّ الخ عام ہے قلیل کثیر پانی کو شامل ہے اور قُلّتین کی حدیث خاص ہے اور خاص کو عام پر تقدیم ہوتی ہے ۔ لہٰذا معنیٰ یہ ہوگا کہ قلتین سے پانی کم ہو تو وہ پیشاب سے پلید ہو جاتا ہے ۔ نیز اس میں عام کی تخصیص حدیث سے ہے ۔ اور دہ در دہ پانی کو مخصص بنانا رائے سے ہے اور حدیث کو مخصص بنانا عقلی مخصص سے اولیٰ ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں عام کو خاص پر ترجیح ہے ۔ چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زمین کی پیداوار ہو تھوڑی ہو یا بہتی اس میں عُشر ہے ۔ یہ عام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد زمین کی پیداوار میں پانچ وسقوں سے کم میں صدقہ نہیں ۔ یہ خاص ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے عام کو خاص پر ترجیح دی اور خاص کو عام کے ساتھ منسوخ کیا اور یہ کہنا کہ رائے کی نسبت حدیث سے تخصیص اولیٰ ہے یہ اس وقت ہے جبکہ حدیث اجماع کے خلاف نہ ہو اور قلتین کی حدیث خبرِ واحد ہے اجماع کے خلاف ہے ۔ اس لئے یہ عام کی مخصص نہیں ہو سکتی ہے ۔

بَابٌ اِذَا اُلْقِیَ عَلٰی ظَهْرِ الْمُصَلِّیْ قَذَرٌ اَوْ جِیْفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَیْهِ صَلَاتُهٗ

قَالَ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا رَاٰی فِیْ ثَوْبِهٖ دَمًا وَهُوَ یُصَلِّیْ وَضَعَهٗ وَمَضٰی فِیْ صَلَاتِهٖ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ وَالشَّعْبِیُّ اِذَا صَلّٰی وَفِیْ ثَوْبِهٖ دَمٌ اَوْ جَنَابَةٌ اَوْ لِغَیْرِ الْقِبْلَةِ اَوْ تَیَمَّمَ فَصَلّٰی ثُمَّ اَدْرَکَ الْمَآءَ فِیْ وَقْتِهٖ لَا یُعِیْدُ

کیا قُلّتین کی حدیث اجماع کے خلاف ہے؟

جی ہاں! کیونکہ قلتین کی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب پانی دو قُلّے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا، حالانکہ صحابہ کا عمل اس کے خلاف ہے؛ چنانچہ ایک حبشی بیر چاہ زمزم میں گر گیا تو حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن زبیر نے فتویٰ دیا کہ زمزم کا سارا پانی نکالا جائے حالانکہ پانی پر کچھ اثر ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اور پانی بھی قلتین سے زیادہ تھا اور یہ واقعہ تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ لہٰذا اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا اور خبر واحد اجماع کے مخالف وارد ہو تو اسے ترک کیا جاتا ہے اس فن کے امام علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں۔ اس سے بھی مذکور بیان کی تائید ہوتی ہے۔ ابوداؤد نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ پانی کی مقدار معین کرنے کے لئے فریقین کے پاس حدیث نہیں ہے۔ اس لئے احناف نے رائے سے دہ در دہ پانی کی مقدار مقرر کی کہ اس سے کم پانی وقوع نجاست ناپاک ہوجائیگا (عینی)

اسماء رجال: اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے اور پاخانہ تو اس سے بھی زیادہ بُرا ہے۔

باب جب نمازی کی پشت پر نجاست یا مردار ڈالا جائے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی

دیکھتے حالانکہ وہ نماز پڑھتے تھے تو کپڑے کو حالتِ نماز میں اُتار دیتے اور نماز میں مصروف رہتے تھے۔ ابن مسیّب اور شعبی نے کہا جب نماز پڑھے اور اس کپڑے پر خون یا منی لگی ہو یا غیر قبلہ کی طرف متوجہ ہو یا تیمّم کر کے نماز پڑھی ہو پھر وقت میں پانی پالے تو نماز کا اعادہ نہ کرے

شرح الباب پہلے باب میں نجاست کا پانی میں پڑنے کا ذکر تھا۔ اس باب میں نمازی پر پڑنے کا ذکر ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خیال میں اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن یہ اس شخص کے مذہب کے مطابق ہے جو نماز کی صحت کے لئے نجاست کے ازالہ کی شرط نہیں کرتا یا اس شخص کے مذہب کے مطابق ہے جو کہتا ہے شروع نماز میں جو شئی پیش آئے اور نماز سے مانع ہو اگر وہ مانع درمیان نماز کے پیش آجائے تو نماز باطل نہیں ہوتی، لیکن امام بخاری کے طرز طریق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی شرط کے بغیر اس حال میں مطلقاً نماز فاسد نہیں ہوتی۔

قولہ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ الخ یہ اثر باب کے ترجمہ کے مطابق نہیں، کیونکہ باب کی وضع یہ ہے کہ جب نمازی کو حالتِ نماز میں نجاست پہنچے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کا مفہوم یہ ہے کہ وہ حالتِ نماز میں جب اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو کپڑا اُتار پھینکتے اور نماز میں مصروف رہتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کپڑے پر نجاست لگی ہو تو جواز صلوٰۃ کے قائل نہیں۔ قولہ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الخ یہ اثر بھی مطلقاً عنوانِ باب کے مطابق نہیں بلکہ مطابقت اس تقدیر پر ہے جبکہ خون قدرِ درہم سے زیادہ ہو یا نجاست فاحشہ ہو اسی طرح جب منی کو پلید کہا جائے۔ لیکن اگر خون قدرِ درہم سے کم ہو یا نجاست قلیل تر ہو تو اثر کی ترجمہ سے مطابقت نہیں کیونکہ قدرِ درہم سے کم خون نماز سے مانع نہیں اور نجاستِ یسیرہ معاف ہے۔ اسی طرح جو شخص جنابت کے اثر (منی) کو پاک کہتا ہے نیز غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مقید ہے وہ یہ کہ نمازی کو قبلہ کی جہت معلوم نہ تھی اُس نے اجتہاد سے کوئی جہت قبلہ معین کر لی پھر اس کی غلطی ظاہر ہو گئی تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ایسے ہی نماز کا وقت آگیا اور پانی مفقود ہے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر وقت میں پانی کو پا لیا تو نماز کا اعادہ نہ کرے معلوم ہوا کہ مطابقت کے لئے ان قیود کی ضرورت ہے (عینی)

٢٣٩ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُرَیْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مَیْمُوْنٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ عِنْدَ الْبَیْتِ وَاَبُوْ جَهْلٍ وَاَصْحَابٌ لَهٗ جُلُوْسٌ اِذْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَیُّکُمْ یَجِیْءُ بِسَلَا جَزُوْرِ بَنِیْ فُلَانٍ فَیَضَعُهٗ عَلٰی ظَهْرِ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ اَشْقَی الْقَوْمِ فَجَآءَ بِهٖ فَنَظَرَ حَتّٰی اِذَا سَجَدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهٗ عَلٰی ظَهْرِهٖ بَیْنَ کَتِفَیْهِ وَاَنَا اَنْظُرُ لَا اُغْنِیْ شَیْئًا لَوْ کَانَتْ لِیْ مَنَعَةٌ قَالَ فَجَعَلُوْا یَضْحَکُوْنَ وَیُحِیْلُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ

٢٣٩ — ترجمہ : عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ (زادھا اللہ شرفًا) کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اچانک اُنھوں نے ایک دوسرے سے کہا تم میں سے کون ہے جو بنو فلاں کی اونٹنی سلا (جیر) لائے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو ان کی پشت پر رکھ دیں۔ اس قوم سے ایک بدبخت جلدی سے اُٹھا اور وہ جیر لایا اور دیکھتا رہا حتیٰ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے گئے تو اسے آپ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا اور میں دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا کاش کہ میری طاقت ہوتی۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا اُنھوں نے ہنسنا شروع کیا اور ایک دوسرے پر گرنے لگے (کثرت ضحک سے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے سر مبارک نہ اُٹھاتے تھے حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور اس کو آپ کی پشت سے علیحدہ کر کے پھینک دیا تو آپ نے سر مبارک اُٹھایا پھر فرمایا اے اللہ! قریش کو ہلاک فرما یہ تین بار فرمایا جب آپ نے ان کے لئے بد دعا فرمائی تو کفار پر یہ گراں

لَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ حَتّٰى جَآءَتْهُ فَاطِمَةُ فَطَرَحَتْهُ عَنْ ظَهْرِهٖ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ اِذْ دَعَا عَلَيْهِمْ قَالَ وَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّ الدَّعْوَةَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَدِ مُسْتَجَابَةٌ ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ وَّعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَ شَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَعَدَّ السَّابِعَ فَلَمْ يَحْفَظْهُ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِيْ قَلِيْبِ بَدْرٍ

گزرا عبد اللہ بن مسعود نے کہا ان کا اعتقاد تھا کہ اس شہر میں دُعا مقبول ہوتی ہے۔ پھر آپ نے اُن کے لئے کہا اے اللہ! ابوجہل کو ہلاک کر دے، عتبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر دے، شیبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر دے۔ ولید بن عتبہ اور امیّہ بن خلف اور عقبہ بن ابی مُعیط کو ہلاک کر دے اور ساتواں بھی شمار کیا مگر وہ یاد نہ رہا۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا کہ وہ بدر کے پُرانے کنوئیں میں مرے پڑے تھے۔

۲۳۹ شرح : اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ نماز کی حالت میں اگر نمازی پر نجاست پڑ جائے اگرچہ دیر تک پڑی رہے تو نماز باطل نہیں حالانکہ ایسی نجاست اگر نماز شروع کرنے سے پہلے پڑ جائے تو نماز شروع کرنا جائز نہیں۔ اس کا علامہ خطابی نے جواب دیا کہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ سلا (جیر) نجس ہے اور مذکور حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اس وقت نجاست کا حکم نازل نہیں ہُوا تھا اور لوگ نجاست سمیت نماز پڑھ لیتے تھے جب اس کی تحریم کا حکم نازل ہُوا تو پلید کپڑے میں نماز پڑھنا ممنوع ہو گیا۔ اس پر ابن بطال نے اعتراض کیا کہ اس میں شک نہیں کہ حدیث میں مذکور واقعہ اس آیت " وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ " اپنے کپڑے صاف رکھو کے بعد ہُوا ہُوا کیونکہ یہ آیت کریمہ قرآن میں نماز فرض ہونے سے پہلے نازل ہوئی۔ بعض علماء نے اس کا رد اس طرح کیا کہ گوبر اور رطوبتِ بدن طاہر ہیں اور سلا (جیر) بھی ان میں سے ہے۔

امام نووی نے اس کی تردید کی کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا گوبر پلید ہے۔ اس کے علاوہ عادۃً سلا کے ساتھ پلید خون بھی ملا ہوتا ہے۔ نیز یہ مشرکوں کا ذبیحہ تھا اور وہ حرام ہے نجس ہے۔ اس کا جواب

یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف توجہ نہ فرمائی کہ آپ کے اُوپر کیا ڈالا گیا ہے اس لئے آپ طہارت کے استصحاب کے باعث سجدہ میں پڑے رہے۔

یہ معلوم نہیں کہ یہ نماز فرض تھی جس کا اعادہ ضروری تھا یا فرض نہ تھی تو اعادہ واجب نہیں یا اگر واجب ہو اس کے اعادہ کا وقت وسیع ہے۔ شائد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اعادہ کر لیا ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت پر پڑی ہوئی شئ کو کیسے محسوس نہ فرمایا حالانکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سر مبارک اُٹھانے سے پہلے آپ کی پشت سے اسے اُٹھا کر پھینک مارا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حضور اس کو محسوس کرتے کیونکہ آپ نماز کی حالت میں کامل استغراق میں ہوتے تھے کسی دوسری طرف التفات نہ ہوتی تھی۔ اگر محسوس فرما بھی لیا ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس کی نجاست متحقق نہ ہو، کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ آپ پر نجاست پڑی ہو اور آپ نماز پڑھتے رہیں۔

یہ بھی جواب ہو سکتا ہے کہ گوبر اور خون سلا (جیر) کے اندر تھا اور اس کا ظاہری جمیرہ طاہر تھا۔ جیسے بوتل کو اُٹھایا ہو جس میں پیشاب بند ہو۔ یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ بت پرستوں کا ذبیحہ تھا اور اس کے تمام اجزاء پلید تھے لہٰذا سلا بھی پلید تھی اور وہ مردار کی سلا تھی، کیونکہ اس وقت بُت پرستوں کے ذبیحہ کی حُرمت نازل نہ ہوئی تھی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حالت میں بدستور سجدہ میں پڑے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مشرکوں کے ذبائح کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ آپ کی شان اس سے بالاتر ہے کہ آپ غیر مشروع پر قائم رہیں (عینی، کرمانی)

جن لوگوں نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نجاست ڈالی تھی وہ کون تھے؟

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام ذکر فرمائے ہیں کہ وہ ابوجہل بن ہشام، عُتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عُتبہ، اُمیہ بن خلف اور عُقبہ بن ابی مُعیط تھے اور ساتویں کا حدیث میں ذکر نہیں۔ وہ عمارہ بن ولید تھا۔ یہ تمام بدر میں قتل ہو گئے تھے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بے آباد کنوئیں میں پھینکنے کا حکم دیا تھا تاکہ لوگوں کو ان کی لاشوں کی بدبُو سے اذیت نہ پہنچے۔ انہیں دفن نہیں کیا گیا تھا کیونکہ حربی کو دفن کرنا ضروری نہیں۔ ان گستاخوں کے دفن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ابوجہل لعین کو عفراء کے بیٹوں نے قتل کیا اور عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر علیحدہ کر کے دربارِ رسالت میں گھسیٹ کر پیش کیا، عُتبہ کو عُبیدہ بن حارث یا امیر حمزہ نے قتل کیا۔ ولید کو حضرت علی نے اور شیبہ کو حمزہ یا علی نے قتل کیا رضی اللہ عنہما۔

قولہ مَالَ بَعْضُهُمْ الخ یعنی کثرت ضحک کے باعث وہ ایک دُوسرے پر گرتے تھے۔ اور بدبخت شخص جس نے

بَابُ الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهٖ فِی الثَّوْبِ

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَةِ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَکَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر غلاظت ڈالی تھی۔ وہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ لعنۃ اللہ علیہ،،

اسماء رجال

: اس حدیث کو دس اشخاص نے روایت کیا : ع۱ عبدان بن عثمان حدیث ع۵ کے اسماء ع۲ ابوعثمان بن جبلہ ع۳ شعبہ بن حجاج یہ کئی بار گزرے ہیں ع۴ ابواسحاق سُبَیعِی ان کا نام عمرو بن عبداللہ ہے۔ یہ کوفی تابعی ہیں حدیث ع۲۹ کے اسماء میں دیکھیں ع۵ عمرو بن میمون کوفی اودی ہیں ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اُنھوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور زیارت سے مشرف نہ ہوسکے۔ اُنھوں نے ایک سَو حج اور عمرے کئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملین کو صدقہ ادا کرتے رہے۔ انہی نے جاہلیت کے زمانہ میں بندروں کو زناء کرتے دیکھا تھا۔ ۷۵۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۶ احمد بن عثمان بن حکیم اودی کوفی ہیں ۲۶۰۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۷ شریح کوفی تنوخی ہیں ۱۲۲۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۸ ابراہیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق سُبَیعِی ۱۹۸ ہجری میں فوت ہوئے ع۹ ان کے والد یوسف ہیں جن کا ذکر گزرا ہے ع۱۰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

باب ـــ تھوک اور لعاب بینی اور اس جیسا مواد کپڑے میں،،

عروہ نے مسور اور مروان سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانہ میں باہر تشریف لے گئے اور حدیث ذکر کی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ سنکتے تھے مگر نخامہ (جو ناک سے نکلتا ہے) ان میں سے

۲۴۰ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ بَزَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَوْبِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ طَوَّلَهٗ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَنَا يَحْيٰى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کسی کے ہاتھ پر واقع ہوتا تھا اور وہ اس کو اپنے چہرے اور چمڑے پر مل لیتا تھا

شرح اس باب کی کتاب الوضوء سے مناسبت اس طرح ہے کہ جب نخامہ کی طہارت واضح ہوگئی تو یہ بھی معلوم ہُوا کہ اگر نخامہ (جو ناک سے نکلے) پانی میں واقع ہو جائے تو وہ ناپاک نہ ہوگا اور اس سے وضوء جائز ہے اور حدیبیہ کا ذکر اس لئے کیا کہ یہ واقعہ حدیبیہ میں پیش آیا تھا اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تھوک شریف سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے، کیونکہ آپ کا تھوک ہر طیب سے اطیب ہے۔ تھوک طاہر ہے مگر شراب پینے والے کے منہ کا تھوک نجس ہے ایسا ہی جس کے منہ میں زخم ہو اس کا تھوک نجس ہے اگر تھوک پر خون غلبہ کر جائے تو وضوء جاتا رہے گا اگر تھوک غالب ہو تو وضوء نہیں جاتا، مساوی میں استحساناً وضوء کرے۔

۲۴۰ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے کپڑے میں تھوکا۔ ابن مریم نے اس حدیث کو مطول ذکر کیا ہے۔

۲۴۰ — شرح : اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ حمید نے جو کلمہ "عَنْ" سے روایت کی ہے وہ اس طریق میں "سَمِعْتُ" کے لفظ سے مروی ہے، یہ متابعت ناقصہ ہے، بخاری کی عادت ہے کہ وہ کلام مسند اور مرسل کو ایک ہی مسلک میں ذکر کر دیتے ہیں اور مجملاً حدیث ذکر کرکے مطوّل کی طرف اشارہ کر دیا کرتے ہیں اور سَمِعْتُ کا مفعول محذوف ہے۔ پہلا کلام اس پر دلالت کرتا ہے اور وہ ہے بَزَقَ النَّبِيُّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس حدیث شریف سے سید کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فضلات کی طہارت اور آپ کی غائت درجے کی تعظیم و تکریم واضح ہوتی ہے۔

اسماء رجال : ع۱ عروہ بن زبیر تابعی ہیں مدینہ منورہ کے فقیہہ تھے۔ اسماء بنت ابی بکر ان کی والدہ اور ام المؤمنین عائشہ خالہ ہیں۔ ان کی جلالت اور امامت پر اتفاق ہے۔ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں اور وہ عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، عبید اللہ بن عبد اللہ

بَابُ لَا يَجُوزُ الْوُضُوْءُ بِالنَّبِيْذِ وَلَا بِالْمُسْكِرِ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَاَبُو الْعَالِيَةِ وَقَالَ عَطَاءٌ اَلتَّيَمُّمُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الْوُضُوْءِ بِالنَّبِيْذِ وَاللَّبَنِ

۲۴۱ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ عَنْ

ابن عتبہ بن مسعود، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، سلیمان بن یسار، خارجہ بن زید بن ثابت اور ساتویں ابو سلمہ بن سالم ہیں یا ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام ہیں ‹‹ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،، سفیان بن عیینہ نے کہا ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو زیادہ جاننے والے تین شخص قاسم بن محمد، عروہ اور عمرہ ہیں عروہ بن زبیر بیس ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۷ یا ۹۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۲ مسور بن مخرمہ صحابی ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ برس تھی۔ انھوں نے آپ سے سماع کیا ہے اور ۲۲ حدیثیں بیان کی ہیں جن میں سے امام بخاری نے چھ احادیث ذکر کی ہیں۔ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ منجنیق سے آپ پتھر لگنے سے سخت زخمی ہوگئے اور پانچ روز بعد فوت ہوگئے۔ جبکہ ۶۴ ہجری میں حجاج بن یوسف نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

ع۳ مروان بن حکم اموی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پیدا ہوا اور آپ سے سماعت نہیں کی۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں طائف چلا گیا تھا۔ جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد حکم کو جلا وطن کیا تھا۔ اس وقت اسے کچھ عقل نہ تھی اور اپنے باپ کے ساتھ ہی طائف میں رہا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انھوں نے ان دونوں باپ بیٹے کو مدینہ منورہ میں بلا لیا۔ حکم فتح مکہ میں مسلمان ہوا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طائف میں جلا وطن کر دیا تھا کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز افشار کر دیتا تھا۔ حکم حضرت عثمان کی خلافت کے آخری ایام میں فوت ہوگیا جب معاویہ بن یزید فوت ہوا تو شام کے بعض لوگوں نے مروان کی بیعت کر لی اور ۶۵ ہجری کو دمشق میں مر گیا۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ اس مروان نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت نہیں کی اور نہ ہی یہ حدیبیہ میں تھا تو مروان نے اس حدیث کی کیسے روایت کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ سے ہے اور وہ بالاتفاق معتبر ہے۔ مسور بن مخرمہ کی روایت اصل روایت مسند ہے۔ اس کے ساتھ مروان کی روایت اس لئے منضم کی کہ مروان کی روایت قوی ہو جائے۔ باقی راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ

باب — نبیذ اور مُسکِر سے وضوء جائز نہیں

حسن بصری اور ابوالعالیہ نے اسے مکروہ سمجھا ہے۔ عطاء نے کہا مجھے نبیذ اور دُودھ کے وضوء کرنے سے تیمّم کرنا زیادہ پسند ہے

۲۴۱ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پینے کی چیز نشہ دے وہ حرام ہے۔

۲۴۱ — شرح: نبیذ سے وضوء جائز نہیں اور نہ ہی مسکر سے جائز ہے۔ حسن بصری سے منقول ہے کہ اس سے وضوء کرنے میں حرج معلوم نہیں ہوتا

حسن بصری کے نزدیک نبیذ سے وضوء کرنا مکروہ تنزیہی ہے" اور ابوخلدہ نے جو ابوالعالیہ سے روائت کی ہے اس سے بھی ظاہر یہی ہے کہ نبیذ سے وضوء مکروہ تنزیہی ہے (عینی)

عطاء بن ابی رباح کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وضوء میں نبیذ کا استعمال جائز کہتے ہیں، لیکن وہ تیمّم کو پسند کرتے ہیں۔ خالص دُودھ سے وضوء بالاتفاق جائز نہیں اور اگر دودھ میں پانی ملا دیا جائے تو احناف کے نزدیک اس سے وضوء جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں اس نبیذ سے وضوء جائز ہے جو میٹھا اور رقیق ہو اور اعضاء پر پانی کی طرح بہہ جائے اور اگر سخت ہو جائے اور اس میں سکر پیدا ہو جائے تو حرام ہو جاتا ہے۔ اس سے وضوء جائز نہیں۔ اگرچہ آگ اسے متغیّر کر دے کھجور کے نبیذ کے سوا دوسرے نبیذوں سے وضوء جائز نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کھجور کے نبیذ سے وضوء میں کوئی حرج نہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نبیذ سے وضوء جائز نہیں جو مُسکِر ہو کیونکہ آپ نے فرمایا: كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔ حالانکہ لیلۃ الجن میں ابن مسعود کی روائت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَاذَا فِيْ اَدَاوَتِكَ قَالَ نَبِيْذٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُوْرٌ ابن مسعود تمہارے مشکیزہ میں کیا ہے؟ اُنھوں نے کہا نبیذ ہے آپ نے فرمایا کھجور پاک ہے، پانی طاہر ہے پھر آپ نے اس سے وضوء کر کے نماز پڑھی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

بَابُ غَسْلِ الْمَرْأَةِ أَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهٖ

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ امْسَحُوا عَلٰى رِجْلِيَّ فَاِنَّهَا مَرِيْضَةٌ

۲۴۲ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِیَّ وَسَأَلَهُ النَّاسُ وَمَا بَيْنِیْ وَبَيْنَهٗ اَحَدٌ بِاَیِّ شَیْءٍ دُوْوِیَ جُرْحُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَقِیَ اَحَدٌ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ كَانَ عَلِیٌّ يَجِیْءُ بِتُرْسِهٖ فِيْهِ مَاءٌ وَفَاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ الدَّمَ فَاُخِذَ حَصِيْرٌ فَاُحْرِقَ فَحُشِیَ بِهٖ جُرْحُهٗ

باب — عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون دھونا "

ابو عالیہ نے کہا میرے پاؤں پر مسح کرو یہ بیمار ہے

۲۴۲ — ترجمہ : ابو حازم سے روایت ہے کہ انھوں نے سہل بن ساعد ساعدی سے سُنا حالانکہ لوگوں نے ان سے پُوچھا تھا جبکہ میرے اور سعد کے درمیان کوئی حائل نہ تھا کہ کس چیز سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زخم کا علاج کیا گیا تھا۔ سعد نے کہا اسے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہ رہا۔ علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لاتے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ انور سے خون خون دھوتی تھیں پھر چٹائی لے کر اسے جلایا گیا اور اس کے ساتھ زخم بھر دیا گیا۔

۲۴۲ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کو غزوۂ اُحد میں چہرۂ انور اور سر مبارک پہ زخم آگیا تھا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اسے دھوتی تھیں اور جب دیکھا کہ دھونے سے خون زیادہ نکلتا ہے اور بند نہیں ہوتا تو چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ سے زخم کو بھر دیا جس سے خون رُک گیا ، وضو میں حدث کو زائل کیا جاتا ہے اور خبث کو بھی دفع کیا جاتا ہے اور یہ دونوں

بَابُ السِّوَاكِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَنَّ

۲۴۳ — حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهٖ يَقُوْلُ أُعْ أُعْ وَالسِّوَاكُ فِيْ فِيْهِ كَأَنَّهٗ يَتَهَوَّعُ

بابِ نظافت اور شرائط صلوٰۃ سے ہیں اس لئے اس حدیث کو کتاب الوضوء میں ذکر کیا ہے۔

ابن بطال نے کہا اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ عورت اپنے باپ اور محارم سے میل جول کرسکتی ہے۔ اسی لئے ابوالعالیہ نے اپنے گھر والوں سے کہا میرے پاؤں پر مسح کرو یہ بیمار ہے اور کسی کی تخصیص نہیں کی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دواء کرانا مباح ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام میں ابتلاء اور اسقام واقع ہوتے رہے ہیں تاکہ ان کو ثواب زیادہ ملے اور اُمتیں ان کی اقتداء کریں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ ابوالعالیہ محمد بن سلام حدیث ع۱۹ کے اسماء میں ان کا ذکر ہوچکا ہے۔ ع۲ ابوحازم بن دینار مدنی اعرج زاہد تھے وہ مخزومی ہیں ۔ ۱۳۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ سہل بن سعد ساعدی ان کا نام حزن تھا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل نام رکھا ایک سو سال کی عمر میں ۹۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں تمام صحابہ کرام کے آخر میں یہ فوت ہوئے ہیں۔

باب ـ مسواک

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات بسر کی اور آپ نے مسواک فرمائی

٢٤٤ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ ثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

کے پاس آیا اور آپ کو اپنے ہاتھ سے مسواک کرتے ہوئے پایا جبکہ آپ اُع اُع فرما رہے تھے اور مسواک آپ کے مقدس منہ میں تھی۔ گویا کہ آپ قے کر رہے ہیں۔

ترجمہ ٢٤٤ — : حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو مسواک سے منہ شریف صاف کرتے تھے۔

شرح ٢٤٣ — ٢٤٤ — : مسواک وضوء میں سُنت ہے اور اس سے منہ کی نظافت اور صفائی ہوتی ہے اس لئے اسے کتاب الوضوء میں کر کیا ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مسواک سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشگی فرمائی ہے اور رات کو کسی شخص سے مناجات نہ کرے کیونکہ رات فرشتوں کے مناجات اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہے۔ نیز مسواک منہ صاف کرتی ہے اور اس کی مداومت سے رب کریم راضی ہوتا ہے مسواک کے ستر فوائد ہیں۔ سب سے چھوٹا فائدہ یہ ہے کہ ہمیشہ مسواک کرنے والے کو مرتے وقت کلمہ یاد آجائے گا۔ جبکہ افیون استعمال کرنیوالے کو مرتے وقت کلمہ یاد نہ آئے گا۔ شوص : مسواک کے ساتھ دانتوں کو صاف کرنا۔

اسماء رجال : ابو النعمان اور حماد بن زید حدیث ع۵۵، ع۳۰ میں دیکھیں ع۳ غیلان بن جریر غسانی ہیں۔ ۱۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۴ ابو بردہ عامر بن ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری حدیث ع۱۰ میں دیکھیں۔ ع۵ ابو موسیٰ اشعری حدیث ع۱۰ میں دیکھیں۔

اسماء رجال حدیث ع۲۴۴ : ع۱ عثمان بن ابی شیبہ ع۲ جریر بن عبد اللہ ع۳ منصور ع۴ ابو وائل حدیث ع۶۸ میں دیکھیں ع۵ حذیفہ کئی بار گزرا ہے۔

بَابُ دَفْعِ السِّوَاكِ إِلَى الْأَكْبَرِ

وَقَالَ عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِيْ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَاءَنِيْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِيْ كَبِّرْ فَدَفَعْتُهُ اِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ اخْتَصَرَهُ نُعَيْمٌ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ اُسَامَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

باب — اپنے سے بڑے کو مسواک دینا

۲۴۵ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں خواب میں مسواک کر رہا تھا کہ میرے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا۔ میں نے ان میں سے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھے کہا گیا کہ بڑے کو دیں۔ میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث کو نعیم نے ابن مبارک سے اُنھوں نے اُسامہ سے اُنھوں نے نافع سے اُنھوں نے ابن عمر سے مختصر ذکر کیا۔

۲۴۵ — شرح : مسلم کی روایت میں اَرَانِیْ فِی الْمَنَامِ ،، ہے اس لئے یہ واقعہ خواب کا ہے اور قائل حضرت جبرائیل علیہ السّلام تھے۔ بڑے کو دینے سے مراد یہ ہے کہ جو عُمر میں بڑا ہے اسے دیں۔ ابونُعیم نے اس کو مختصر ذکر کیا ہے۔ یعنی اُنھوں نے حدیث کا محصّل اور خلاصہ بیان کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر کا حق اصاغر سے مقدم ہے اور یہ حق سلام اور کھانے پینے وغیرہ میں بھی سنّت ہے اور غیر کی مسواک کرنی مکروہ نہیں مگر سنّت یہ ہے کہ اسے دھو کر استعمال کیا جائے!

اسماء رجال : عا۔ عفان بن مسلم بصری انصاری ان کی کنیت ابوعثمان ہے وہ جرح وتعدیل کے حاکم تھے۔ اُن سے قرآن کے متعلق پوچھا گیا تو کہا قرآن مخلوق نہیں ہے۔ انہیں دس ہزار دینار کی پیشکش کی گئی کہ فلاں شخص کی تعدیل نہ کریں اور اسے عادل نہ کہیں یا کہہ دیں کہ وہ عادل نہیں ہے یا اس کے متعلق توقف [illegible]

بَابُ فَضْلِ مَنْ بَاتَ عَلَى الْوُضُوْءِ

۲۴۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَنَا سُفْيٰنُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ

نہیں کرسکتا ہوں اور دینار لینے سے انکار کر دیا۔ ۲۲۰ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے ع۲ صخر بن جویریہ بصری تیمی ثقہ ہیں ان کی کنیت ابو نافع ہے۔ ع۳ نافع مولی ابن عمر حدیث ع۱۳۴ میں گزرے ہیں ع۴ نعیم بن حماد مروزی خزاعی ہیں مصر میں سکونت پذیر رہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا وہ ثقہ راوی ہیں علم میراث میں بہت ماہر تھے اُن سے قرآن کے متعلق پوچھا گیا تو پوچھنے والوں کے خیال کے مطابق جواب دینے سے انکار کر دیا (قرآن مخلوق نہیں) تو اُنھوں نے قید کر دیا۔ ابو اسحاق بن ہارون کے زمانہ خلافت میں قید خانہ ہی میں فوت ہوئے ع۵ ابن مبارک قدمر ع۶ اُسامہ بن زید مدنی ہیں ۱۵۳ - ہجری میں فوت ہوئے۔

باب — با وضوء رات گزارنے والے کی فضیلت

۲۴۶ — ترجمہ : برآء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر آؤ تو ایسا وضوء کرو جیسے نماز کے لئے کیا جاتا ہے پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر کہو " اے اللہ! میں نے اپنی ذات تیرے تابع کر دی اور اپنا امر تیرے حوالے کر دیا تیرے عذاب کے ڈر سے اور تجھ میں رغبت کرتے ہوئے میں نے تجھ پر توکل کیا اور اپنے کام کا تجھ پر اعتماد کیا، جائے پناہ اور جائے نجات صرف تیری ذات ہے۔ اے اللہ! میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے۔ اگر تم اس رات فوت ہو جاؤ تو فطرت پر تمہارا انتقال ہوگا۔ یہ کلمات اپنے کلام کے آخر میں کہو۔ براء بن عازب نے کہا میں نے یاد کرنے کی غرض سے بار بار یہ کلمات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ فَاَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ قَالَ لَا وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ

سے عرض کئے اور جب میں یہاں تک پہنچا "اے اللہ! میں تیری کتاب جسے تُو نے نازل کیا پہ ایمان لایا تو میں نے کہا وَرَسُوْلِكَ" آپ نے فرمایا ایسا مت کہو، یوں کہو "میں تیرے نبی جسے تُو نے بھیجا پر ایمان لایا۔

۲۴۶ — شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ" کہو تاکہ رسالت و نبوت دونوں اوصاف صراحتًا مذکور ہوں۔ اگرچہ وصفِ رسالت وصفِ نبوت کو مستلزم ہے نیز معلوم ہوا کہ اوراد و اذکار کے الفاظ توقیفی ہیں۔ ان میں تصرف نہ کیا جائے۔ ابن بطال نے کہا کہ سوتے وقت وضوء اور دُعاء کرنا مستحب ہے؛ کیونکہ سوتے ہوئے روح قبض ہو جائے تو اس کا خاتمہ وضوء اور دُعاء پر ہوگا؛ اگر سونے سے پہلے ہی وہ شخص متوضی ہو تو تجدیدِ وضوء کی ضرورت نہیں؛ کیونکہ مقصد یہ ہے کہ سونا طہارت پر ہو اور خواب سچا ہو اور شیطان اس کے ساتھ نہ کھیلے۔

اسماء رجال

ع۱ محمد بن مقاتل ع۴۴ میں دیکھیں۔ ع۲ عبد اللہ بن مُبارک یہ وہ شخص ہے جس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اور اس سے محبت کے باعث مغفرت حاصل ہوتی ہے۔

ع۳ سفیان " دو ہیں ایک ثوری اور دوسرے ابن عیینہ عبد اللہ بن مبارک دونوں سے روایت کرتے ہیں اور وہ دونوں منصور سے روایت کرتے ہیں بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفیان ثوری ہیں کیونکہ منصور سے روایت کرنے میں وہ معروف ہیں۔

ع۴ منصور بن معتمر ع۵ سعد بن عُبَیدہ عبدہ کا مصغر ہے۔ کوفہ میں رہتے تھے پہلے خارجیوں کے ہم خیال تھے پھر تائب ہوگئے۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی کے داماد ہیں وکوفہ پہ ابن ہُبیرہ کی حکومت کے زمانہ میں فوت ہوئے ع۶ براء بن عازب حدیث ع۲۹ میں دیکھیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

أَلۡجُزۡءُ الثَّانِي

كِتَابُ الۡغُسۡلِ

وَقَوۡلُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَإِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا إِلٰى قَوۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ
وَقَوۡلُهٗ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا إِلٰى قَوۡلِهٖ عَفُوًّا غَفُوۡرًا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دُوسرا پارہ (۲)

کِتَابُ الۡغُسۡلِ

اب غسل کے احکام بیان کرتے ہیں۔ غُسل بضم الغین کا معنی جسم پر پانی بہانا ہے۔ اور بفتح الغین مصدر ہے۔ بعض نے دونوں کو مصدر کہا ہے جبکہ بکسر العین صابن وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو غسل کرتے وقت جسم کی صفائی کے لئے استعمال کرتے ہیں چونکہ غسل کی حقیقت عضو پر پانی بہانا ہے اس لئے اس میں ہاتھ سے عضو کو ملنا شرط نہیں ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل ذکر کیا، لیکن میں

بَابُ الْوُضُوْءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

۲۴۷ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِي الْمَآءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا اُصُوْلَ الشَّعْرِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلٰثَ غُرَفٍ بِيَدِهٖ ثُمَّ يُفِيْضُ

ہاتھ سے ملنے کا کہیں ذکر نہیں۔ البتہ امام مالک ہاتھ سے ملنے کو غسل میں شرط قرار دیتے ہیں۔ وہ اسے وُضوء پر قیاس کرتے ہیں۔ ابن بطال نے کہا یہ ضروری ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہاتھ سے ملنا ضروری نہیں، کیونکہ وُضوء میں بھی دلکِ ید ضروری نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اور اگر تم جنبی ہو تو پاک ہو جاؤ اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تم سے کوئی بیت الخلاء سے آئے یا بیویوں سے جماع کرو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔ پس اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو، اللہ تعالیٰ تم پر حرج کا ارادہ نہیں کرتا، لیکن ارادہ یہ کرتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے اس پر کہ تم شکر کرو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم نشہ میں ہو حتیٰ کہ جاننے لگو کہ تم کیا کہتے ہو اور نہ ہی جنبی مگر راہ گزرتے ہوئے حتیٰ کہ تم غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم سے کوئی بیت الخلاء سے آئے یا بیویوں سے جماع کرو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو پس اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرو بے شک اللہ معاف کرنے اور بخشنے والا ہے،، غسل کا غین مضموم ہو تو وہ غسل کرنے کا اسم ہے اور اصطلاح میں غسل کا معنیٰ بشرہ اور بالوں کو دھونا ہے یہاں اصطلاحی معنی مراد ہے جس پانی سے غسل کیا جائے اسے بھی غسل کہتے ہیں،، اور غسل کا غین مفتوح ہو تو مصدر ہے اور اگر غین پر کسرہ ہو تو یہ اس شئ کا نام ہے جس کے ساتھ سر وغیرہ دھویا جائے۔

ان دونوں آیات سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص پر وجوبِ غسل قرآن سے ثابت ہے۔

۲۴۸ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ ثَنَا سُفْیٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ تَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوةِ غَیْرَ رِجْلَیْہِ وَغَسَلَ فَرْجَہٗ وَمَا اَصَابَہٗ مِنَ الْاَذٰی ثُمَّ اَفَاضَ عَلَیْہِ الْمَآءَ ثُمَّ نَحّٰی رِجْلَیْہِ فَغَسَلَهُمَا هٰذِہٖ غُسْلُہٗ مِنَ الْجَنَابَةِ

باب ـــ غسل سے پہلے وضوء کرنا

۲۴۷ـــ ترجمہ : اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے پھر نماز جیسا وضوء کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں داخل کر کے ان سے بالوں کی جڑوں تک خلال کرتے پھر سر مبارک پر دونوں ہاتھوں سے تین بار پانی ڈالتے پھر اپنے سارے بدن شریف پر پانی بہاتے۔

۲۴۸ـــ ترجمہ : میمونہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نماز جیسا وضوء کیا مگر پاؤں نہ دھوئے اور شرمگاہ کو اور اس جگہ کو جسے کچھ مذی لگی ہو دھویا پھر اپنے بدن شریف پر پانی بہایا پھر پاؤں کو علیحدہ کر کے دھویا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غسلِ جنابت تھا۔

۲۴۷ـــ۲۴۸ـــ شرح : غسل اور وضوء میں شروع ہونے سے پہلے ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے جبکہ ان پر نجاست وغیرہ نہ لگی ہو ورنہ واجب ہے غسل سے پہلے وضوء کرنا سُنّت ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی طرح وضوء کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل سے پہلے پاؤں بھی دھولے اور ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پاؤں غسل سے مؤخر دھوئے۔ ان دونوں حدیثوں میں موافقت اس طرح ہے کہ غسل کی جگہ اگر پانی جمع ہے تو پاؤں غسل کر کے دھوئے ورنہ پہلے دھوئے نیز غسل میں بدن کا ملنا

بَابُ غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَأَتِهٖ

۲۴۹ ــــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اَیَاسٍ قَالَ ثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنْ قَدَحٍ یُقَالُ لَہُ الْفَرَقُ

مستحب ہے واجب نہیں۔ اس حدیث میں غسل واجب کو وضوء سے مؤخر ذکر کیا ہے، حالانکہ امام بخاری نے ابن مبارک کے واسطہ سے ثوری سے روایت میں ذکر کیا کہ آپ نے پہلے ہاتھ دھوئے پھر فرج پھر ہاتھ دیوار پر مل کر صاف کئے پھر پاؤں کے بغیر باقی وضوء کیا تو اس میں موافقت اس طرح ہے کہ میمونہ کی حدیث میں واؤ جمع کے لئے ہے اور بخاری کی روایت اس کی تفسیر کرتی ہے کیونکہ احادیث ایک دوسری کی تفسیر کرتی ہیں اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ "ثلاث غرف" ثلاثہ کا ممیز جمع قلت ہوتا ہے اور غرف جمع کثرت ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمع قلت وکثرت ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتی رہتی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل سے پہلے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھونا اور بالوں کا خلال مستحب ہے اور محض انگلیوں کو پانی میں داخل کرنا جائز ہے (کرمانی)

حدیث ۲۴۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ آلہ تناسل پر بھی فرج کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ فرج کا دھونا وضوء سے مقدم ہے حدیث میں مؤخر کیوں ذکر کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں یا واؤ ترتیب کے لئے نہیں یا واؤ حالیہ ہے اور اذی سے مراد جسم پر لگی ہوئی مستقذر شئی ہے۔ ابن بطال نے کہا علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے غسل سے پہلے وضوء کرنا مستحب ہے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ غسل کے بعد وضوء کرتے تھے۔ یہ نقل ثابت نہیں اگر ثابت تسلیم کرلیں تو احتمال ہے کہ ان کا وضوء ناقص ہوگیا ہوگا یا اس میں شک کیا ہوگا (کرمانی)

اسماء رجال

۲۴۷ اس حدیث کے اسناد کے تمام رواۃ کا کتاب الوحی میں ذکر ہو چکا ہے ۲۴۸ ۱۔ محمد بن یوسف بیکندی، سفیان بن عیینہ اور امام سلیمان اعمش تابعی کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے اور سالم بن ابی جعد کا ذکر حدیث ۱۴۱ میں گزر چکا ہے جبکہ کریب کا ذکر ۱۳۸ میں گزرا ہے

باب ــــ مرد کا اپنی بیوی کے ہمراہ غسل کرنا

۲۴۹

بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَنَحْوِهٖ

۲۵۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَكْرِ بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ يَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْ عَائِشَةَ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلَهَا اَخُوْهَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

برتن سے غسل کیا کرتے تھے وہ برتن قدح تھا جس کو فرق کہا جاتا ہے ،،

۲۴۹ — شرح : فرق مدینہ منورہ میں مشہور پیمانہ ہے ۔ اہلِ حجاز کے نزدیک اس میں سولہ رطل آتے ہیں ۔ یہ تقریباً سوا سات سیر ہوتے ہیں ۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی کو استعمال کرنا جائز ہے اور جنبی کے غسل سے بچا ہوُا پانی طاہر مطہر (پاکیزہ) ہے جن روایات میں عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی کو مکروہ کہا گیا ہے وہ کراہت تنزیہیہ پر محمول ہیں خطابی نے کہا حدیث کے ماہرین نے اس حدیث کے اسانید کے طرق کو مرفوع نہیں کیا جن میں رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے عورت کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو غسل کرنے سے منع فرمایا ہے اسی طرح مرد کے غسل کرنے کے بعد بچے ہوئے پانی سے عورت کو غسل کرنے سے منع فرمایا اور اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو جائے تو منسوخ ہے اور باب وضوء الرجل مع امرئتہٖ ،، حدیث ع۱۹۲ میں گزر چکا ہے کہ مرد و عورت ایک برتن میں سے غسل کر سکتے ہیں اس میں سب کا اتفاق ہے ۔،،

اسماء رجال : ع۱ آدم بن ابی ایاس حدیث ع۹ میں گزرا ہے ع۲ ابن ابی ذئب ۔ ع۲ محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ بن حارث بن ابی ذئب ہیں وہ قرشی عامری مدنی ہیں ۔ امام شافعی رحمہ اللّٰہ نے کہا جو کچھ میں حاصل نہ کر سکا اس پر میں نے افسوس نہیں کیا الّبتہ لیث اور ابن ابی ذئب سے عدم حصول میں مجھے افسوس ہوُا ۔ احمد نے کہا ابن ابی ذئب امام مالک سے افضل ہیں ۔ مہدی انہیں حدیث کی تدریس کے لیے بغداد میں لے آئے پھر وہ مدینہ منورہ جاتے ہوئے ۱۵۹ ہجری کو کوفہ میں فوت ہو گئے

باب — ایک صاع اور اس کی مثل سے غسل کرنا

۲۵۰ — ترجمہ : ابو سلمہ کہتے ہیں میں اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللّٰہ عنہا کا بھائی حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا کے پاس گئے ۔ ام المؤمنین کے بھائی نے نبی کریم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَأَفَاضَتْ عَلٰى رَأْسِهَا وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا حِجَابٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرِ صَاعٍ

کے غسل کے متعلق ام المؤمنین سے دریافت کیا تو انھوں نے صاع جیسا ایک پانی کا برتن منگوایا اور غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا جبکہ ہمارے اور ام المؤمنین کے درمیان پردہ تھا۔ بخاری نے کہا یزید بن ہارون بہز اور جدی نے شعبہ سے صاع کی مقدار کا ذکر کیا ہے۔

۲۵۰

شرح: یہ متابعت ناقصہ ہے اس سے مقصد یہ ہے کہ انھوں نے شعبہ سے "نَحْوًا مِنْ صَاعٍ" کی بدل "قدر صاع" ذکر کیا ہے۔ نسائی نے اپنے اسناد سے موسیٰ جہنی سے روایت کی کہ مجاہد قدح لائے میرے اندازہ میں وہ آٹھ رطل کی مقدار تھا اور کہا مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدار پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو سلمہ اور ام المؤمنین کے بھائی (عبدالرحمٰن) نے انہیں سر دھوتے دیکھا اور ان کا اوپر والا جسم دیکھا جس کو محارم دیکھ سکتے ہیں اگر انھوں نے یہ نہ دیکھا ہوتا تو ام المؤمنین کا پانی منگوانا اور ان کے سامنے غسل کرنا بے معنی ہوتا اگر وہ تمام فعل پردہ میں کرتیں تو پھر آپ کو بیان کرنا پڑتا اور پردہ اس لئے کیا کہ جسم کا نچلا حصہ پردہ میں رہے جس کو محارم دیکھ نہیں سکتے ہیں۔ ام المؤمنین کے اس فعل میں بالفعل تعلیم کے استحباب پر دلالت واضح ہے کیونکہ فعل کلام کی نسبت عملی طور پر زیادہ ذہن نشین ہوتا ہے۔ ابو سلمہ اور ام المؤمنین کے بھائی کا سوال غسل کی کیفیت سے پانی کی مقدار اور کیفیت دونوں سے نہ تھا کیونکہ ام المؤمنین کے فعل سے صرف غسل کی کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ پانی کی مقدار (کمیت) پر اس کی ہرگز دلالت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ جو برتن منگوایا تھا وہ پانی سے بھرا ہوا نہ ہو۔ ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ام المؤمنین کے رضاعی بھائی ہیں۔

اسماء رجال

عـ۱ عبداللہ بن محمد جعفی مسندی "باب امور الایمان" میں گزرے ہیں عـ۲ عبدالصمد بن عبدالوارث تنوری حدیث عـ۹۳ میں گزرے ہیں۔ عـ۳ ابوبکر عبداللہ بن حفص بن عمرو بن سعد بن ابی وقاص ہیں ان کی کنیت زیادہ مشہور ہے۔

عـ۴ ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ وہ ام المؤمنین عائشہ کے رضاعی بھائی۔ ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا لہذا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ بھی ہیں۔ باب الوحی میں گزرا ہے۔

عـ۵ یزید بن ہارون [illegible]

۲۵۱ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ قَالَ ثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ اَنَّهٗ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَاَبُوْهُ وَعِنْدَهٗ قَوْمٌ فَسَاَلُوْهُ عَنِ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيْكَ صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيْنِيْ فَقَالَ جَابِرٌ كَانَ يَكْفِيْ مَنْ هُوَ اَوْفٰى مِنْكَ شَعْرًا وَّخَيْرًا مِّنْكَ ثُمَّ اَمَّنَا فِيْ ثَوْبٍ

۲۵۱ــــ ترجمہ : ابو جعفر نے کہا وہ اور ان کا والد زین العابدین دونوں جابر بن عبداللہ کے پاس تھے وہاں کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اُنھوں نے جابر بن عبداللہ سے غسل کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا ایک صاع تجھے کافی ہے ایک شخص نے کہا مجھے تو ایک صاع کافی نہیں جابر نے کہا جس ذات ستودہ صفات کے بال تجھ سے زیادہ تھے اور وہ تجھ سے بدرجہا اچھے تھے ان کو ایک صاع کافی تھا پھر ہمیں ایک کپڑے میں نماز پڑھائی

۲۵۱ــــ شرح : سائلین نے غسل کے پانی کی مقدار سے سوال کیا تو جابر بن عبداللہ نے کہا تجھے ایک صاع کافی ہے " حالانکہ جواب میں یہ کہنا چاہیئے تھا کہ تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک صاع کافی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے سائل صرف ایک شخص تھا چونکہ سائل ان میں سے تھا اس لئے تمام کو سائلین کہا گیا جیسے کہا جاتا ہے " اَلنُّبُوَّةُ فِيْ قُرَيْشٍ " اگرچہ نبی اُن میں سے ایک ہیں۔
ایک صاع سے غسل کرنا مستحب ہے اگر اس سے زیادہ سے غسل کیا جبکہ حدِ اسراف تک نہ پہنچے تو مسنون ہے اگر اس سے کم مقدار سے غسل کرے تو جائز ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاع غسل کے لئے کافی ہے اور پانی میں اِسراف مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت ایک کپڑے میں نماز جائز ہے۔

اسماءِ رجال : عے۱ عبداللہ مسندی عے۲ یحیی بن آدم کوفی ۲۰۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ غسانی نے کہا بخاری کے بعض نسخوں میں یحیی کو ذکر نہیں کیا، لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اسناد میں اتصال انہی کے باعث ہے۔ عے۳ زہیر عے۴ ابواسحاق سبیعی ان دونوں کا ذکر حدیث عے۳۹ میں گزرا ہے عے۵ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم آپ کا لقب باقر ہے۔ جنت البقیع کے قبہ عباس میں مدفون ہیں۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ ہاشمی مدنی اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ ۱۱۴ ہجری میں فوت ہوئے عے۶ جابر مشہور صحابی ہیں کتاب الوحی میں ان کا ذکر گزرا ہے۔

۲۵۲ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ ابْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةَ كَانَا يَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَقَالَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْجُدِّيُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرَ صَاعٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُوْلُ اَخِيْرًا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ وَالصَّحِيْحُ مَا رَوَى اَبُوْ نُعَيْمٍ

بَابُ مَنْ اَفَاضَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلٰثًا

۲۵۳ ــــ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِىْ سُلَيْمٰنُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَاُفِيْضُ عَلٰى رَاْسِىْ ثَلٰثًا وَاَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا

---

۲۵۲ ــــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میمونہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تھے۔ یزید بن ہارون بہز اور جُدی نے شعبہ سے "قدر صاع" کی روائت کی ہے۔ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ابن عیینہ آخر عمر میں ابن عباس سے اور وہ میمونہ سے روائت کرتے تھے مگر صحیح وہی ہے جو ابو نُعیم نے روایت کی ہے۔

۲۵۲ ــــ شرح : مناسبت کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ "اناء" سے مراد فرق ہے یا لوگوں میں اناء معہود تھا جو صاع یا اکثر پانی کی گنجائش رکھتا ہے۔ یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث میں عنوان کا مدلول ثابت ہے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے بعض نے اور وجوہ بیان کی ہیں مگر تعسُّف سے کوئی بھی خالی نہیں کیونکہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مرد و زن دونوں ایک برتن میں سے وضوء کر سکتے ہیں اس سے برتن کی مقدار کا بیان مراد نہیں تو حدیث اور باب میں مطابقت کس طرح ہو سکتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی ایک برتن سے وضوء کر سکتے ہیں۔ بخاری نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسند احادیث سے ہے میمونہ رضی اللہ عنہا کے مسندات سے نہیں۔

۲۵۴_ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مِخْوَلِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْرِغُ عَلٰى رَأْسِهٖ ثَلٰثًا

باب جس نے اپنے سر پر تین بار پانی بہایا"

۲۵۳ — ترجمہ: جُبیر بن مُطعِم نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا بہرحال میں اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں اور دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔

۲۵۴ — ترجمہ: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے سرِ مبارک پر تین بار پانی ڈالا کرتے تھے۔

۲۵۳—۲۵۴ — شرح: مسلم شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس غسل کی وصف میں کلام کیا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا بہرحال میں اپنے سر پر تین بار ڈالتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم جب بھی غسل فرماتے اپنے سر مبارک پر تین بار پانی ڈالتے تھے۔ لہٰذا غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنا مستحب ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے اور باقی جسم کو سر پر قیاس کیا جاتا ہے۔

قولہ ابن عمّک الخ اس میں مسامحت ہے، کیونکہ وہ ان کے باپ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ ان کے چچا کے بیٹے نہیں۔ حنفیہ محمد کی والدہ ہے۔ حسن بن محمد ایک سو ہجری میں فوت ہوئے۔

اسماءِ رجال ۲۵۳: ع۱ ابو نُعیم فضل ع۲ زہیر بن معاویہ ع۳ ابو اسحاق سبیعی تینوں کا تذکرہ حدیث ع۱۵۶ میں گزرا ہے ع۴ سلیمان بن صرد خزاعی صحابی ہیں۔ کوفہ میں سکونت پذیر رہے۔ بہت بڑے فاضل، عابد تھے۔ وہ اپنی قوم میں صاحب قدر و منزلت تھے۔ چار ہزار کا لشکر لے کر امیر کی حیثیت میں امام حسین بن علی رضی اللہ عنہم کا قصاص لینے نکلے اور عبیداللہ بن زیاد کے لشکر نے انہیں ۶۵ ہجری میں جزیرہ میں شہید کر دیا ع۵ جُبیر بن مطعم قرشی نوفلی صحابی ہیں۔ آپ قریش کے سرداروں میں سے سردار تھے۔ ۵۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

۲۵۵ ـــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ يَحْيٰى بْنُ سَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْجَعْفَرٍ قَالَ لِيْ جَابِرٌ اَتَانِيْ ابْنُ عَمِّكَ يُعَرِّضُ بِالْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ كَيْفَ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ ثَلٰثَ اَكُفٍّ فَيُفِيْضُهَا عَلٰى رَاْسِهٖ ثُمَّ يُفِيْضُ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهٖ فَقَالَ لِيَ الْحَسَنُ اِنِّيْ رَجُلٌ كَثِيْرُ الشَّعْرِ فَقُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْكَ شَعْرًا

اسماءِ رجال ۲۵۴

: ع۱ محمد بن بشار حدیث ع۶۷ ۔ ع۲ غندر محمد بن جعفر بصری ہیں شعبہ ان کی والدہ کے شوہر تھے ۔ حدیث ع۳۱ کے اسماء میں دیکھیں ۔ ع۳ مخول بن راشد نہدی کوفی ہیں ع۴ محمد بن علی کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر ہے ۔ ع۵ مخول بن راشد نہدی کوفی ہیں۔ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

۲۵۵ ـ ترجمہ

: معمر بن یحییٰ نے کہا مجھے ابوجعفر محمد بن علی باقر نے خبر دی کہ مجھے جابر بن عبداللہ نے کہا میرے پاس تمہارے چچا کا بیٹا آیا جبکہ وہ حسن بن محمد بن حنفیہ کی طرف اشارہ کر رہے تھے ۔ اُس نے کہا جنابت سے غسل کی کیفیت کیا ہے ؟ میں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین چلو پکڑتے اور ان کو اپنے سر مبارک پر بہاتے پھر باقی بدن پر پانی بہاتے اور کہا مجھے حسن نے کہا میں بہت زیادہ بالوں والا مرد ہوں ،، میں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف تیرے بالوں سے زیادہ تھے ۔

۲۵۵ ـ شرح

: تعریض تصریح کے خلاف ہوتی ہے ۔صاحبِ کشاف نے کہا تعریض یہ ہے کہ کوئی شئے ذکر کی جائے جو ایسی شئے پر دلالت کرے جو مذکور نہ ہو ۔

قولہ ابن عمك میں مسامحت ہے ؛ کیونکہ حسن ان کے باپ کے چچا کے بیٹے ہیں ان کے چچا کے بیٹے نہیں ۔

"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل کرنے والا بدن پر پانی بہانے سے پہلے سر پر پانی ڈالے ،، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء سے دینی معلومات حاصل کرنے چاہئیں ،، نیز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تین چلو سر مبارک پر ڈالتے تھے ۔پھر باقی بدن پر پانی بہاتے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ،، کیونکہ "کان ،، کا لفظ استمرار پر دلالت کرتا ہے غسل میں سُنّت تو یہی ہے کہ تین بار جسم پر پانی بہایا جائے ۔ اس پر علماء کا اجماع ہے اور فرض یہ ہے کہ ایک بار سارے بدن پر پانی بہا ...

بَابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَّاحِدَةً

۲۵۶ــــ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآءً لِلْغُسْلِ فَغَسَلَ يَدَهُ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ

نے کہا سر پر تین بار پانی بہانے کے استحباب پر باتفاق علماء احناف نے سارے جسم کو سر پر قیاس کیا ہے۔ نیز وضوء کے اعضاء تین تین بار دھونا مستحب ہے۔ لہٰذا غسل میں بطریق اولیٰ تین بار پانی بہانا مستحب ہے۔

غسل کرنے کا طریقہ

طبرانی نے اوسط میں مرفوع روایت ذکر کی کہ غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اسے دھوئیں پھر ہاتھ پانی میں ڈال کر شرمگاہ دھوئیں اور جو کچھ وہاں نجاست ہو اسے صاف کریں پھر نماز کے وضوء کی طرح وضوء کریں اور سر پر تین بار پانی بہائیں۔ اور ہر دفعہ سر کو خوب ملیں پھر دائیں جانب پھر بائیں جانب پانی ڈال کر سارا بدن صاف کریں۔

باب ـــ ایک بار غسل کرنا ،،

۲۵۶ ـــ ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دو یا تین مرتبہ دھوئے پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور مذاکیر (عضو مخصوص) کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر ملا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ ہاتھ دھوئے پھر سارے بدن شریف پر پانی ڈالا پھر اپنی جگہ سے الگ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْحِلَابِ اَوِ الطِّيْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

۲۵۷ــــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ ثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوَ الْحِلَابِ فَاَخَذَ بِكَفِّهٖ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ فَقَالَ بِهِمَا عَلٰى وَسَطِ رَأْسِهٖ

۲۵۶ــــ شرح: اخفش نے کہا یہ جمع ہے اس کا واحد نہیں جیسے ابابیل کا واحد نہیں اور لفظ جمع ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خصیتین اور ران کے حوالی غسل میں داخل ہیں گویا کہ اس جمع کا ہر جزء غسل کے حکم میں ہے ۔ یا یہ مذاکیر کی جمع ہے ، لیکن اس کا ذکر متروک ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل میں پہلے ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اعضاء کو تین تین بار دھونا مستحب ہے ۔ اور غسل سے پہلے بائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور ہاتھ زمین کے ساتھ صاف کرے ۔

اسماء رجال: ع۱ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی حدیث ع۴ کے اسماء میں ع۲ عبدالواحد اور اعمش حدیث ع۱۲۶ کے اسناد میں ع۴ سالم بن ابی الجعد حدیث ع۱۴۱ کے اسناد میں اور کریب حدیث ع۱۳۸ کے اسماء میں دیکھیں ع۶ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر ہو چکا ہے ۔

باب ــ جس نے غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتداء کی ،،

۲۵۷ــــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کے غسل کا ارادہ فرماتے تو حلاب جیسا برتن منگواتے اور چلو بھر کر پہلے سر مبارک کے دائیں طرف پانی ڈالتے پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر سر مبارک کے وسط پر ڈالتے ۔

۲۵۷ــــ شرح: قاضی عیاض نے کہا ،، حلاب ،، وہ برتن ہے جو اونٹنی کے دودھ کی

بَابُ الْمُضْمَضَةِ وَالْاِسْتِنْشَاقِ فِی الْجَنَابَةِ

۲۵۸ — حَدَّثَنَا عُمَرُ ابْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ ثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمٌ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

ہوتا ہے کہ "حلاب" طیب نہیں ہے کیونکہ معطوف معطوف علیہ کے مغایر ہوتا ہے۔ پانی کے برتن اور طیب میں مناسبت یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک غسل کی ابتداء میں واقع ہوتا ہے، اس حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ غسل کرنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ پہلے پانی کا برتن بھر لے اور پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف پر سر کے عین وسط پر پانی بہائے۔

ابن بطال نے کہا کہا گیا ہے کہ حلاب وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کا دُودھ آجائے اِسے محلَب کہا جاتا ہے۔ اور محلب بفتح المیم خوشبودار دانے کو کہتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا میرا خیال ہے کہ امام بخاری نے اس ترجمہ میں حلاب کو خوشبو کی قسم سمجھا ہے۔ اگر بخاری کا یہی گمان ہے تو یہ محض وہم ہے؛ کیونکہ جس حلاب میں جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشبو تھی۔ اسے آپ غسل کے وقت استعمال کرتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرتے ہُوئے غسل کے وقت خوشبو استعمال کرنی چاہیے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ لفظ جُلّاب بضم الجیم ہے اور لام مشدّد ہے اس سے گلاب کا پانی مراد ہے۔

اسماء رجال

: ۱ محمد بن مثنیٰ حدیث ۱۵، ۲ ابو عاصم ضحاک بن مخلد بصری ہیں۔ ان کے علم و عمل پر امت کا اتفاق ہے۔ اِن کا لقب نبیل ہے کیونکہ شعبہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ ایک مہینہ حدیث بیان نہیں کریں گے جب ابو عاصم کو یہ خبر پہنچی تو ان کے پاس آکر کہا کہ آپ حدیث بیان کرنی شروع کر دیں۔ آپ کی قسم کے کفارہ میں میرا عطار غلام آزاد ہے۔ اس سے وہ بہت خوش ہُوئے اور کہا ابو عاصم منیل ہے یہی اُن کا لقب قرار پایا۔ اس سے پہلے بھی ان کے متعلق گزرا ہے۔ ۳ حنظلہ حدیث کے اسماء میں دیکھیں۔ ۴ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم مدنی ہیں۔ اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل تھے۔ ثقہ، عالم، فقیہہ اور مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔ امام، متقی پرہیزگار اور افضل تابعی ہیں ایک سو کچھ ہجری میں فوت ہُوئے۔ ۵ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا

قَالَ حَدَّثَتْنَا مَيْمُوْنَةُ قَالَتْ صَبَبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَأَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى يَسَارِهٖ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ غَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ عَلَى الْأَرْضِ فَمَسَحَهَا بِالتُّرَابِ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَأَفَاضَ عَلٰى رَأْسِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ ثُمَّ أُتِيَ بِمِنْدِيْلٍ فَلَمْ يَنْفُضْ بِهَا

باب ـ جنابت کے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا،،

۲۵۸ ـ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہمیں میمونہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی رکھا آپ نے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر استنجاء فرمایا پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر مارا اور اسے مٹی کے ساتھ ملا پھر اسے دھویا۔ پھر کلی اور ناک مبارک میں پانی ڈالا پھر چہرہ انور دھویا اور سر مبارک پہ پانی بہایا پھر علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے پھر آپ کو رومال پیش کیا گیا مگر آپ نے اس سے نہ پونچھا۔

۲۵۸ ـ شرح : لَمْ يَنْفُضْ بِهَا " میں ضمیر مؤنث اس لئے ذکر کی کہ مِنْدِيْل " خرقہ کے معنی میں ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ تھا جس سے بدن خشک فرمایا کرتے تھے۔ متن کی حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رومال سے اعضاء صاف فرمایا کرتے تھے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رومال آپ کے پاس نہ لایا جاتا اور اس حدیث شریف میں اس لئے آپ نے رومال سے صاف نہ کیا کہ ہو سکتا ہے۔ وہ رومال صاف نہ ہوگا یا تواضعاً آپ نے استعمال نہ فرمایا ہو یا کوئی اور عذر ہوگا!

کرمانی نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ غسل جنابت میں وجوبِ وضوء ساقط ہے۔ لہٰذا اس کے توابع کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی ساقط ہے۔ لہٰذا کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت میں واجب نہیں اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ سنت ہیں، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عبادات میں اکمل اور افضل کو اختیار کرتے تھے [illegible]

بَابُ مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُوْنَ اَنْقٰى

۲۵۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَآئِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہمیشہ کرتے تھے اور کبھی انہیں ترک نہیں کیا یہ وجوب کی دلیل ہے اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مضمضہ اور استنشاق کی تصریح مذکور ہے۔ لہٰذا کرمانی کا استدلال صحیح نہیں اور قصدی وضوء کے سقوط کو یہ لازم نہیں کہ ضمنی وضوء بھی ساقط ہو جائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل میں کبھی وضوء ترک نہیں کیا اور آپ کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

اسماء رجال

: ع۱ عمر بن حفص بن غیاث ۲۲۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کے والد حفص ابن غیاث بن طلق نخعی کوفی ہیں۔ بغداد کی قضاء پر فائز تھے۔ اعمش کے تلامذہ میں سے زیادہ ثقہ ہیں۔ فقیہ عفیف حافظ تھے۔ ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ سلیمان اعمش ان کا تذکرہ ہو چکا ہے ع۴ سالم بن ابی الجعد تابعی ہیں ع۵ کریب ع۶ عبد اللہ بن عباس اور ساتویں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا ہیں

باب — مٹی مار کر ہاتھ صاف کرنا تاکہ صفائی زیادہ ہو!

۲۵۹ — ترجمہ: میمونہ رضی اللہ عنہا سے ابن عباس نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کا غسل فرمایا پس آپ نے استنجاء فرمایا پھر ہاتھ دیوار سے مل کر صاف کیا پھر اسے دھویا اور نماز کے لئے وضوء کیا اور جب غسل شریف سے فارغ ہوئے تو دونوں پاؤں دھوئے۔

بَابٌ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ وَأَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

۲۵۹ ـ شرح : فَغَسَلَ فَرْجَهٗ میں فاء تفصیل کے لئے ہے، کیونکہ یہ مجمل غسل کی تفصیل ہے اور مفصّل مجمل کے بعد آتا ہے۔ اس حدیث شریف سے پہلی حدیث ۲۵۸ عمرو بن حفص نے مضمضہ اور استنشاق کے بیان میں ذکر کی اور یہ حدیث ۲۵۹ حُمیدی نے مٹی سے ہاتھ صاف کرنے کے بیان میں ذکر کی۔ لہٰذا دونوں حدیثوں میں تکرار نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے ہاتھ صاف کرنا مستحب ہے! واللہ اعلم!

أَنْقَىٰ ،، اسم تفضیل ہے جو اضافت، مِن اور الف لام کے بغیر استعمال نہیں ہوتا۔ یہاں مِنْ محذوف ہے یعنی ،، أَنْقَىٰ مِنْ غَيْرِ الْمَمْسُوحَةِ ،، جب اسم تفضیل ،، مِنْ ،، سے استعمال ہو تو وہ ہمیشہ مفرد مذکر استعمال ہوتا ہے اور اس وقت خبر کی مُبتدا سے مطابقت بھی ضروری نہیں ہوتی۔ قولہ فَغَسَلَ ،، یہ مذکور اجمال کی تفصیل ہے یعنی سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غسلِ جنابت فرمایا اور شرمگاہ کو اپنے دستِ اقدس سے دھویا الخ

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلے باب کی حدیث سے اس باب کا عنوان معلوم ہوجاتا ہے۔ یہاں مکرر ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ احادیث میں شیوخ کا استخراج مختلف ہے۔ اور ان کے سیاق متفاوت ہیں مثلاً عمر ابن حفص رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو غسلِ جنابت میں مضمضہ اور استنشاق کے بیان کے لئے ذکر کیا ہے۔ جبکہ حُمیدی نے مٹی کے ہاتھ مس کرکے صفائی کرنے کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

اسماءِ رجال : ع۱ حمیدی اور سفیان بن عُیَیْنَہ دونوں کا ذکر حدیث ع۱ کے اسماء میں گزرا ہے ع۳ اعمش کا نام سلیمان ہے یہ تابعی ہیں۔ اس حدیث کے اسناد میں تین تابعی اور دو صحابی ہیں (کرمانی)

باب ـ کیا جنبی ہاتھ دھونے سے پہلے

۲۶۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ ابْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا فِيْهِ

۲۶۱ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَهٗ

جبکہ مٹی کے بغیر اس کے ہاتھ پر اور کوئی نجاست نہ ہو۔ ابن عمر اور براء بن عازب رضی اللہ عنہم نے غسل کے وقت ہاتھ کو پانی میں ڈالا اور اسے نہ دھویا پھر وضوء کیا اور ابن عمر اور ابن عباس نے غسل جنابت سے چھینٹے اڑنے میں کوئی حرج نہ جانا

۲۶۰ — ترجمہ : عبداللہ بن مسلمہ نے کہا ہم کو افلح نے قاسم سے اُنھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی فرمایا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے غسل کیا کرتے تھے برتن میں ہمارے ہاتھ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے تھے۔

۲۶۰ — شرح : ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی کہ ابن عمر نے کہا اگر جنبی نے پانی سے چلو بھر لیا تو باقی پانی ناپاک ہو جائیگا یہ امام بخاری کے اثر کے مخالف ہے۔ ان میں اتفاق اس طرح ہوگا کہ اس کا محمل یہ ہے جبکہ ہاتھ پر قذر ہو تو پانی نجس ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ جس پانی میں جنبی اپنا طاہر ہاتھ داخل کردے پانی نجس نہ ہوگا۔ ایسا ہی جس برتن کے پانی سے جنبی غسل کرے اس سے باریک باریک چھینٹے اگر پانی میں پڑ جائیں تو اس میں حرج نہیں کیونکہ اس سے احتیاط میں مشقت ہے۔

اسماء رجال

: ع۱ عبداللہ بن مسلمۃ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت بڑے عالم مستجاب الدعاء ہیں حدیث ع۱۸ کے اسماء میں ذکر ہو چکا ہے۔

ع۲ افلح بن حمید انصاری مدنی ہیں۔ ۱۵۸ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ قاسم بن محمد صدیقی مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں۔

۲۶۲ـــ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنْ جَنَابَةٍ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهٗ

۲۶۱ ـــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسلِ جنابت کا ارادہ کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھو لیتے۔

۲۶۱ ـــ شرح : ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی روائت میں باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ جنبی جب پانی میں ہاتھ ڈالے اور وہ طاہر ہو تو پانی فاسد نہ ہوگا ؛ کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین کے ہاتھ نہانے کے پانی میں مختلف ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہاتھوں پر کوئی قذر وغیرہ نہ تھی ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھ پانی میں ڈال دیں جبکہ ہاتھوں پر پانی کو فاسد کرنے والی کوئی قذر وغیرہ لگی ہو اور ہشام کی روائت اس کی تائید کرتی ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے اپنے دستِ اقدس کو دھو لیتے معلوم ہوا کہ آپ اور ام المؤمنین ہاتھ دھو کر پانی میں ڈالتے تھے۔

اسماء رجال

: ع۱ مسدد کئی بار گزرا ہے۔ ع۲ حماد بن زید حدیث ع۳۰ ع۳ ہشام بن عروہ بن زبیر تابعی ہیں۔ وہ اپنی خالہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت کرتے ہیں حدیث ع۲ کے اسماء میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔
ع۴ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا معروف ہیں۔

---

۲۶۲ ـــ ترجمہ : اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی وجہ سے ایک ہی برتن میں سے غسل کر لیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم نے اپنے باپ قاسم سے اُنھوں نے اس جیسی روائت کی۔

۲۶۳ ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں سے کوئی بیوی ایک ہی برتن میں سے غسل کرتے تھے۔ مسلم اور وہب نے اس پر شعبہ سے زائد لفظ کی روائت کی کہ " مِنَ الْجَنَابَةِ " یعنی

۲۶۳ — حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَرْأَةُ مِنْ نِسَائِهِ يَغْتَسِلَانِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ زَادَ مُسْلِمٌ وَ وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ شُعْبَةَ مِنَ الْجَنَابَةِ

جنابت کا غسل ایک ہی برتن سے کرتے تھے"۔

۲۶۲ — ۲۶۳ — شرح : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر یہ خبر دی ہے وہ آپ کو غسل کرتے دیکھتے نہ تھے۔ " قَوْلُہ یَقُوْلُ مُسْلِمٌ وَ وَھْبٌ عَنْ شُعْبَۃَ "۔ اس میں شعبہ کے شیخ کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ مذکور اسناد میں وہ مذکور ہے گویا کہ وہب نے کہا عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ "۔

احناف کے مسلک میں جب جنبی ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں داخل کردے تو یہ مستعمل پانی ناپاک ہوجاتا ہے اس پہ قوی تر دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر ہے جو ابن شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنبی ... اگر پانی سے چلو بھرے تو باقی پانی ناپاک ہوجاتا ہے اور ہشام کی ام المؤمنین سے روایت اس پر واضح قرینہ ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل فرماتے تو پہلے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اسے دھوتے یا اگر برتن چھوٹا ہوتا تو دائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر اسے دھوتے پھر شرمگاہ دھوتے پھر نماز جیسا غسل فرماتے پھر پانی لے کر بالوں کا خلال فرماتے اور جب بشرہ تر ہوجاتا تو سر مبارک پر تین بار پانی بہاتے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال : ع۱ ابوالولید ہشام طیالسی ہیں حدیث ۱۶ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۲ شعبہ کئی بار ذکر ہو چکا ہے ع۳ ابوبکر بن حفص کا نام عبداللہ ہے۔ ان کی کنیت مشہور ہے۔ وہ سعد بن ابی وقاص کے پڑپوتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد فقیہہ رضاء بن رضاء ہیں۔ ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہے۔ سفیان بن عُیَینہ نے کہا عبدالرحمٰن اخیار مسلمین میں سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ان سے زیادہ اچھا کوئی نہ تھا وہ ثقہ پرہیزگار کثیر الحدیث ہیں۔ ۱۲۶۔ ہجری کو قدس میں فوت ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن کے والد قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں وہ اپنی پھوپھی ام المؤمنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ عبداللہ بن جبر حدیث ع۱۶ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ مسلم بن ابراہیم شحام حدیث ع۴۲ کے اسماء میں دیکھیں۔ وہب بن جریر بصری ۲۰۶۔ ہجری میں فوت ہوئے۔

بَابُ تَفْرِيقِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوْءِ

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ غَسَلَ قَدَمَيْهِ بَعْدَ مَا جَفَّ وَضُوْءُهٗ

۲۶۴ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُوْنَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً يَغْتَسِلُ بِهٖ فَاَفْرَغَ عَلٰی يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰی شِمَالِهٖ فَغَسَلَ مَذَاكِيْرَهٗ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَاْسَهٗ ثَلٰثًا ثُمَّ صَبَّ عَلٰی جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰی مِنْ مَقَامِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ

باب — غسل اور وضوء میں تفریق

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے پانی خشک ہو جانے کے بعد اپنے قدم دھوئے "

۲۶۴ — ترجمہ : ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے پانی رکھا جس سے آپ غسل فرمائیں پس آپ نے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دو دو یا تین تین بار دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا پھر ہاتھ کو زمین سے ملا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرۂ انور اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر سر مبارک تین بار دھویا پھر سارے بدن شریف پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے علیحدہ ہوئے اور پاؤں دھوئے۔

۲۶۴ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ وضوء اور غسل میں تفریق

شافعی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام طحاوی نے کہا عضو کا خشک ہوجانا حدث نہیں جس سے وضوء جاتا رہے جیسے تمام اعضاء کا خشک ہوجانے سے طہارت باطل نہیں ہوتی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے وضوء کیا اور چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے اور سر پر مسح کیا پھر ان کو جنازہ کی طرف بلایا گیا اور جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھنے گئے تو موزوں پر مسح کرکے نماز پڑھی معلوم ہوا۔ وضوء میں تفریق اعضاء جائز ہے،، ایسے ہی غسل میں بھی ہے کیونکہ مذکور حدیث میں سارے جسم پر پانی بہاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ ہوگئے پھر قدم شریف دھوئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ اگر "یُذکَرُ"، کی جگہ" ذکر، کہتے تو اچھا ہوتا کیونکہ وہ "یُذکَرُ" صیغۂ تمریض ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے اس اثر کا جزم کیا ہے۔ واللہ اعلم!

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرات ائمہ کرام کا غسل اور وضوء کی تفریق میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہما اسے جائز کہتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب اعضاء کے دھونے میں تفریق کی حتیٰ کہ عضو خشک ہونے کے بعد دوسرا عضو دھویا تو جائز نہیں اور اگر عضو خشک ہوتے ہی دوسرا عضو دھولیا تو جائز ہے۔ اور بھول کر اعضاء کے دھونے میں تاخیر ہوگئی تو جائز ہے اگرچہ تاخیر زیادہ ہوجائے ابن وہب نے امام مالک سے ذکر کیا ہے کہ اعضاء میں موالات مستحب ہے یعنی اعضاء کو پے در پے دھونا مستحب ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے غسل اعضاء کی تفریق میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کیا نیز اللہ تعالیٰ نے وضوء میں اعضاء دھونے کا حکم فرمایا ہے اور جو کوئی اعضاء کو متفرق دھوئے وہ مامور بہ کو بجالاتا ہے اور آیت کریمہ میں واؤ علی الفور پر دلالت نہیں کرتی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وضوء کے پانی کا خشک ہونا حدث نہیں لہٰذا کوئی عضو خشک ہونے سے وضوء منقوض نہ ہوگا۔ جیسے سارے اعضاء خشک ہونے سے وضوء منقوض نہیں ہوتا۔

جن علماء نے تفریق کو جائز نہیں کہا ان کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موالات پر عمل رہا ہے اور علماء سلف نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا اگر تھوڑی سی تفریق جائز ہے تو زیادہ بھی جائز ہے کیونکہ موضع غسل سے علیحدہ ہونے میں تھوڑی سی تاخیر پائی جاتی ہے جیسے حج کے اعمال میں زیادہ تاخیر بھی جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں عمل قلیل جائز ہے عمل کثیر جائز نہیں اور نماز کو حج پر قیاس کرنا جائز نہیں۔

اسماء رجال

ع۱ : محمد بن محبوب کی کنیت ابو عبد اللہ ہے وہ بصری ہیں کہا گیا ہے۔ کہ ان کا نام حسن ہے اور محبوب لقب ہے وہ ۲۲۳ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ عبد الواحد بن زیاد بصری ہیں۔ باقی رُوات کا ذکر ہو چکا ہے۔

بَابُ مَنْ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الْغُسْلِ

۲۶۵ — حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَسَتَرْتُهٗ فَصَبَّ عَلٰى يَدِهٖ فَغَسَلَهَا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُلَيْمٰنُ لَا اَدْرِىْ اَذَكَرَ الثَّالِثَةَ اَمْ لَا ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ اَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَاْسَهٗ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَلَمْ يُرِدْهَا

باب جس نے غسل کے وقت دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا ،،

۲۶۵ — ترجمہ : میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کے لئے پانی رکھا اور پردہ کر دیا آپ نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں ایک یا دو بار دھویا۔ سلیمان نے کہا نامعلوم تیسری بار کا ذکر کیا یا نہ۔ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا پھر دست اقدس زمین یا دیوار سے ملا پھر کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈال کر چھنکارا اور چہرہ انور اور ہاتھ دھوئے اور سر کو دھویا پھر سارے بدن شریف پر پانی بہایا پھر علیحدہ ہو کر قدم شریف دھوئے میں نے آپ کو رومال دیا تو آپ نے دستِ اقدس سے اشارہ فرمایا اور اس کا ارادہ نہ کیا۔

۲۶۵ — شرح : حدیث نمبر ۲۵۶ باب الغسل مرۃ واحدۃ میں یہ حدیث گزری ہے مگر

بَابُ اِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ دَارَ عَلٰى نِسَآئِهٖ فِىْ غُسْلٍ وَّاحِدٍ

۲۶۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِيٍّ وَيَحْيٰى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذَكَرْتُهٗ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهٖ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيْبًا

وہاں موسیٰ بن اسماعیل کا شیخ عبدالواحد بن زیاد ذکر کیا ہے اور یہاں ابوعوانہ ذکر کیا ہے، وہاں حدیث کے اور الفاظ بھی مختلف ہیں مگر مفہوم واحد ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومال سے بدن شریف خشک نہ کیا اس میں صحابہ کے تین مذہب ہیں۔ حضرت انس بن مالک نے کہا کہ وضوء اور غسل میں کپڑے سے بدن خشک کرنے میں کوئی حرج نہیں حدیث ۲۵۸ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ اگر رومال سے بدن خشک کرنا جائز نہ ہوتا تو میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کو یہ پیش نہ کرتیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے شوہروں کی خدمت کریں، پانی ڈھانپ کر رکھیں اور پانی میں ہاتھ داخل نہ کریں اور ان کو باہر دھوئیں۔

باب — جب بیوی سے جماع کیا پھر دوبارہ کیا اور جس نے ایک ہی غسل میں کئی بیویوں سے جماع کیا"

۲۶۶ — ترجمہ: محمد بن منتشر نے کہا میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا (ابن عمر کا قول) ذکر کیا تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن عمر) پر رحم کرے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی اور آپ اپنی متعدد بیویوں سے جماع فرماتے پھر صبح کو محرم ہوتے آپ سے خوشبو ظاہر ہوتی تھی۔

۲۶۷ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدُوْرُ عَلٰی نِسَآئِهٖ فِی السَّاعَةِ الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ اِحْدٰی عَشْرَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَوَكَانَ یُطِیْقُهٗ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّهٗ اُعْطِیَ قُوَّةَ ثَلٰثِیْنَ وَقَالَ سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اِنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ تِسْعُ نِسْوَةٍ

۲۶۶ ـــ شرح : ایک رات میں یا ایک دن میں ایک بیوی سے بار بار جماع کیا یا متعدد بیویوں سے ایک رات میں جماع کیا تو آخر میں ایک ہی غسل کر لینا کافی ہے درمیان میں غسل کرنا واجب نہیں اس پر علماء پر اتفاق ہے مگر مستحب یہ ہے کہ درمیان میں غسل کرے ۔ ابو داؤد اور نسائی نے ابو رافع سے روایت ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میں کئی بیویوں سے جماع فرمایا اور ہر ایک جماع کے بعد آپ نے غسل فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ایک ہی غسل آخر میں کر لیتے تو آپ نے فرمایا یہ بہت پاکیزہ اور اچھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو جماعوں کے درمیان غسل کرنا مستحب ہے ۔ ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت انس سے روائت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعدد بیویوں سے جماع کے بعد آخر میں ایک بار ہی غسل فرماتے تھے اور دو جماعوں کے درمیان جمہور کے نزدیک وضوء واجب نہیں ۔ امام طحاوی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی سے جماع فرماتے پھر دوبارہ جماع فرماتے تو درمیان میں وضوء نہ فرماتے۔ مسلم نے ابو المتوکل سے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے پھر دوبارہ کرنے کا ارادہ ہو تو درمیان میں وضوء کرے جمہور نے اس روائت میں وضوء کو ندب و استحباب پر محمول کیا ہے اور امام طحاوی کی حدیث اس کی دلیل ہے ۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ محمد بن بشار ان کو بندار بھی کہتے ہیں حدیث ع۶۷ کے اسماء میں دیکھیں
ع۲ ابن ابی عدی ان کا نام محمد بن ابراہیم ہے۔ ابراہیم کی کنیت ابو عدی ہے ۱۹۴ ۔ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے ع۳ یحییٰ بن سعید انہیں قطان کہتے ہیں حدیث ع۱۲ کے اسماء میں دیکھیں۔
ع۴ ابراہیم بن محمد بن منتشِر یہ اسم فاعل ہے اور ان کا باپ محمد ہے جو مسروق کوفی کا بھتیجہ ہے ۔

۲۶۷ ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات یا دن کے وقت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے جبکہ وہ گیارہ تھیں

قتادہ نے کہا میں نے انس سے کہا کیا آپ کو ساری بیویوں کے پاس تشریف لے جانے کی طاقت تھی۔ انس نے کہا ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت کی کہ انس نے ان کو نو بیویوں کی خبر دی۔

۲۶۷ شرح: اس حدیث شریف کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے پاس جانے کے بعد ایک بار غسل فرماتے تھے اور وہ گیارہ تھیں اور آپ کو اتنی بیویوں سے جماع کی طاقت حاصل تھی کیونکہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی، ابونعیم نے مجاہد سے روایت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت کے چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ امام ترمذی نے صفتِ جنت کے باب میں انس سے روایت ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو جنت میں اس قدر جماع کرنے کی قوت دی جائے گی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا اتنی عورتوں سے جماع کی اسے طاقت ہوگی۔ آپ نے فرمایا جنتی کو سو مردوں کی قوت دی جائے گی۔ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ان روایات کے مطابق اگر حساب کیا جائے اور چالیس کو سو سے ضرب دیں تو چار ہزار مردوں کی طاقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بشری حالت کے اعتبار سے حاصل تھی۔ اس لئے ابن عربی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق پر اس قدر غالب قوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھانے میں قلت عنایت فرمائی تاکہ آپ کے لئے امورِ اعتباریہ میں دونوں فضیلتیں جمع ہوں جیسے امورِ شرعیہ میں آپ کو دونوں فضیلتوں سے مشرف فرمایا ہے حتیٰ کہ دنیا و آخرت میں آپ کا حال کامل تھا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں چار ہزار مردوں کی طاقت حاصل تھی اور آپ کی بیویاں صرف نو تھیں اس سے اُن احمقوں کا اعتراض عبث ہو کر رہ جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ اس تعداد میں بیویاں رکھنا عیش و عشرت کی دلیل ہے (معاذ اللہ) مگر ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عورتوں سے نکاح فرمایا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام بیوائیں تھیں۔ یہ آپ کے کمالِ تقویٰ کی دلیل ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں جیسا کہ بخاری کی دوسری روایت میں ہے۔ ان دونوں روایات میں اتفاق کی صورت یہ ہے کہ اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں جیسا کہ سعید کی روایات میں ہے اور دو جاریہ تھیں۔ نکاح کے ساتھ گیارہ بیویاں بیک وقت آپ کے ہاں جمع نہیں ہوئیں۔ کیونکہ آپ نے گیارہ بیویوں سے نکاح فرمایا۔ سب سے پہلے خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کیا ان کی موجودگی میں کسی بی بی سے نکاح نہ فرمایا حتیٰ کہ وہ انتقال کر گئیں۔ آپ نے پچیس برس کی عمر شریف میں ان سے نکاح فرمایا تھا۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کی ساری اولاد اُن سے ہے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ، ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، وہ ہجرت سے تین برس پہلے ابوطالب کی وفات سے تین روز بعد فوت ہوئیں۔ صحیح تر یہی ہے سب سے پہلے وہ مسلمان ہوئیں اور تبلیغ دین میں انہوں نے آپ کی بہت مدد کی۔ چوبیس سال چھ ماہ آپ کے پاس رہنے کے بعد فوت ہوگئیں۔

(۲) پھر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے پھر عائشہ بنت ابی بکر سے پھر حفصہ بنت عمر سے۔ پھر ام سلمہ

بَابُ غَسْلِ الْمَذْيِ وَالْوُضُوْءِ مِنْهُ

۲۶۸ — حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ اَبِیْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّآءً فَاَمَرْتُ رَجُلًا يَّسْاَلُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهٖ فَسَاَلَ فَقَالَ تَوَضَّاْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ

ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ سے پھر جویریہ[5] بنت حارث سے پھر زینب[6] بنت جحش سے پھر زینب[7] بنت خزیمہ سے پھر ریحانہ بنت زید سے نکاح فرمایا وہ قیدیوں میں آئیں آپ نے انہیں آزاد کر کے ۶۔ ہجری میں ان سے نکاح فرمایا۔ پھر ام حبیبہ[9] رملہ بنت ابوسفیان سے پھر صفیہ[10] بنت حیی بن اخطب سے نکاح فرمایا یہ ہارون علیہ السّلام کی اولاد سے ہیں۔ خیبر میں قیدیوں میں آئیں اور آپ نے ان کو منتخب فرمایا پھر میمونہ[11] بنت حارث سے پھر فاطمہ[12] بنت ضحاک سے اور اسماء بنت[13] نعمان سے نکاح فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہن (عینی) علامہ بدرالدین عینی نے یہاں طویل بحث کی ہے۔ تفصیل کے لئے اُدھر رجوع کرنا مناسب ہے۔ سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نو بیویوں پر زائد ماریہ اور ریحانہ ہیں اور تغلیباً سب پر نساء کا اطلاق کیا ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ لونڈی سے جماع کرنے کے بعد حُرّہ سے جماع کرنا اور درمیان میں غسل نہ کرنا جائز ہے (عینی)

امام نووی نے کہا ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر بیویوں کی باری میں مساوات واجب نہ تھی۔ آپ صرف تکرّم اور ورع کی بنیاد پر تقسیم فرماتے تھے۔ ایسے ہی سفر میں جاتے وقت قرعہ اندازی صرف تورعًا فرماتے تھے۔ آپ پر واجب نہ تھا۔ بیویوں کی اطمینان کے لئے مساوات فرماتے تھے۔

اسماء رجال : ع۱ محمد بن بشار ع۲ مُعاذ بن ہشام دستوائی بصری دوسَو ہجری میں فوت ہُوئے۔ ان کے والد ہشام بن ابی عبداللہ ہیں ع۳ قتادہ سدوسی ہیں حدیث ع۱۲ کے اسماء میں دیکھیں۔ سعید بن ابی عروبہ فقیہ بصری ہیں۔ بصری علماء میں یہ پہلے مصنّف ہیں۔ ۱۵۶۔ ہجری میں فوت ہُوئے۔ یہ بخاری کی تعلیق ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عدی اور یحییٰ قحطان کا کلام ہو کیونکہ یہ دونوں ابن ابی عروبہ سے روایت کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ معاذ کا کلام ہو اگر ان کا سعید سے سماع ثابت ہو (کرمانی)

باب[4] — مذی کو دھونا اور اس کے باعث وضوء کرنا

بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَبَقِيَ اَثَرُ الطِّيْبِ

۲۶۹ ـ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ

شخص کو کہا کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کرے کیونکہ آپ کی صاحبزادی حضرت علی کی بیوی تھی۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وضوء کرو اور اپنی شرمگاہ دھوڈالو۔

۲۶۸ ـ شرح : حدیث ۱۳۲ بَابُ مَنِ اسْتَحْيٰ فَاَمَرَ غَيْرَهُ بِالسُّؤَالِ " میں یہ حدیث گزری ہے وہاں اس شخص کے نام کی تصریح کی ہے کہ وہ حضرت مقداد تھے۔

مذی وہ تری ہے جو عورتوں سے ملاعبت کے وقت آلۂ تناسل سے خارج ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استحیاءً خود سوال نہ کیا کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں اور مقداد سے کہا کہ وہ سوال کرے۔ مذی منی کے توابع سے ہے اس لئے اسے یہاں ذکر کیا ہے " فرق صرف اتنا ہے کہ منی کے خروج سے غسل واجب ہوتا ہے جبکہ وہ شہوت سے خارج ہو اور مذی کے خروج سے صرف وضوء واجب ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور طحاوی میں یہ حدیث مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ بعض روایات میں سائل خود حضرت علی ہیں۔ بعض میں سائل کوئی اور ہے اور حضرت علی وہاں موجود ہیں۔ بعض روایات میں حضرت مقداد سائل ہیں اور بعض میں حضرت عمار بن یاسر سائل ہیں۔ ابن حبان نے اس اختلاف کو اس طرح دفع کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر سے کہا کہ وہ سوال کرے پھر مقداد سے کہا کہ وہ دریافت کرے پھر بذاتِ خود پوچھا۔ عبدالرزاق نے عائش بن انس سے روایت کی کہ حضرت علی، مقداد اور عمار نے باہم مذی کا ذکر کیا۔ حضرت علی نے کہا مجھے مذی بہت آتی ہے تم دونوں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھو۔ اُن دونوں نے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا ایک نے پہلے سوال کیا دوسرے نے بعد میں پوچھا جس نے بھی پہلے پوچھا۔ سوال کرنے میں دونوں شریک ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی دریافت کیا۔ باقی مسائل حدیث ۱۳۲ میں دیکھیں۔ آلۂ تناسل سارے کو دھونے یا مخرج کے دھونے میں مختلف اقوال ہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ۱ ابوالولید کا ذکر ہوچکا ہے ۲ زائدہ بن قُدامہ ثقفی ان کی کنیت ابوالصلت ہے وہ کوفی صاحبِ سنّت متقی اور صدوق ہیں ایک سو ساٹھ ہجری میں روم کی جنگ میں شہید ہوئے ۳ ابوحُصین کا نام عثمان بن علقم ہے وہ کوفی تابعی ہیں حدیث ۱۱۰ کے اسماء میں ان کا ذکر ہوچکا ہے ۴ ابوعبدالرحمٰن کا نام عبداللہ بن حبیب سلمی۔ وہ کوفہ کے محدّث اور بہت بڑے عالم تابعی ہیں۔ اُنھوں نے اسّی مغازی لڑے رکھے۔ ایک سو پانچ ہجری میں فوت ہوئے

بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ ابْنِ عُمَرَ مَا اُحِبُّ اَنْ اُصْبِحَ مُحْرِمًا اَنْضَخُ طِيْبًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَنَا طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ طَافَ فِيْ نِسَآئِهٖ ثُمَّ اَصْبَحَ مُحْرِمًا

٢٧٠ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفْرِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

باب جس نے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا،،

٢٦٩ — ترجمہ : محمد بن منتشر نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور ان سے حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول ذکر کیا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں صبح حالتِ احرام میں ہوں اور خوشبو ظاہر کروں ، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپ بیویوں سے ہم بستر ہوئے اور صبح کو آپ محرم تھے۔

٢٧٠ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا گویا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں حالانکہ آپ مُحرم تھے۔

٢٦٩ — ٢٧٠ — شرح : ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب محرم احرام سے پہلے خوشبو لگائے اور اس کے بدن پر اس کا اثر باقی رہے تو وہ محظوراتِ احرام سے نہیں نہ ہی وہ احرام میں اثر انداز ہوتا ہے اور نہ ہی محرم پر کفارہ واجب کرتا ہے یہی مسلک امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا ہے رضی اللہ عنہا پس اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا سنت ہے اگرچہ احرام کے بعد اس کا اثر باقی رہے۔ احرام کے دوران اس کی ابتداء حرام ہے۔ محدثین اور فقہاء کے جم غفیر کا یہی مذہب [illegible] کہ خوشبو لگانا مستحب اور سنت ہے

بَابُ تَخْلِيْلِ الشَّعْرِ

حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهٗ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهٗ أَفَاضَ عَلَيْهِ

۲۷۱ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَخَلَّلَ بِيَدِهٖ شَعْرَهٗ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّهٗ قَدْ أَرْوٰى بَشَرَتَهٗ أَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَّاحِدٍ نَغْرِفُ مِنْهُ جَمِيْعًا

قولہ ثُمَّ طَافَ فِيْ نِسَائِهٖ ،، اس سے مباشرت کی طرف اشارہ ہے ۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث کی عنوان پر دلالت کس طرح ہے اور یہ کیسے معلوم ہُوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا اور اس میں خوشبو کا اثر باقی رہا ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غسل کرنا تو ضروری ہے ۔ رہا یہ کہ خوشبو کا اثر باقی کیسے رہا تو دراصل اس حدیث میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رد کیا ہے ۔ لہٰذا ،، ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا ،، کے بعد ،، يَنْضَحُ طِيْبًا ،، مقدر کرنا ضروری ہے تاکہ رد مکمل ہو ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا سنت ہے اور بعض صحابہ کرام بعض کی تردید بھی کرتے تھے اور شوہر کی خدمت کرنا مستحب ہے۔

اسماء رجال

: ابو النعمان کا نام محمد بن فضل ہے وہ سدوسی بصری عارم مشہور ہیں ۔ یہ ان کا ردّی لقب ہے ۔ کیونکہ عارم کا معنی شریر فسادی ہے اور آپ اس قسم کی خصلت سے بہت دُور تھے ۔ دو سو چوبیس یا دو سو چھبیس ہجری میں بغداد میں فوت ہوئے حدیث ۵۵ کے اسماء میں دیکھیں ۔ باقی راویوں کا ذکر ہو چکا ہے ۔ آدم بن ابی ایاس حدیث ۹ حکم بن عُتَیْبہ حدیث ۱۱۷ ابراہیم نخعی حدیث ۳۱ اور اسود حدیث ۱۲۷ کے اسماء میں دیکھیں ۔

باب ،، بالوں میں خلال کرنا ،،

حتّٰی کہ وہ جان لے کہ اس نے بشرہ کو تر کر دیا ہے تو بدن پر پانی بہائے ،،

بَابُ مَنْ تَوَضَّأَ فِي الْجَنَابَةِ ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ وَلَمْ يُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهُ مَرَّةً أُخْرَى

۲۷۲ — حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ اَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ قَالَتْ وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضُوْءَ الْجَنَابَةِ فَاَكْفَأَ بِيَمِيْنِهِ عَلٰى يَسَارِهِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَهُ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ قَالَتْ فَاَتَيْتُهُ بِخِرْقَةٍ فَلَمْ يُرِدْهَا فَجَعَلَ يَنْفُضُ

۲۷۱ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ دھوتے اور نماز جیسا وضوء فرماتے پھر غسل کرنا شروع کرتے پھر دستِ اقدس سے بالوں میں خلال فرماتے حتیٰ کہ جب معلوم کرتے کہ آپ نے بشرہ کو تر کر دیا ہے تو تین بار بدن شریف پر پانی بہاتے پھر باقی جسم کا غسل فرماتے، ام المؤمنین نے کہا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔ اس سے اکٹھے چلو بھرا کرتے تھے۔

۲۷۱ — شرح : یعنی جب غسلِ جنابت کا ارادہ کرتے پہلے دستِ اقدس دھو کر غسل میں شروع ہوتے تھے، غسلِ جنابت میں سر کے بالوں میں خلال کرنا واجب ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔ وضوء میں داڑھی کا خلال واجب نہیں کیونکہ عبد اللہ بن زید کی حدیث میں وضوء کا بیان ہے مگر اس میں داڑھی کے خلال کا کہیں ذکر نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے اور غسلِ جنابت میں داڑھی کے بالوں میں بھی خلال واجب ہے۔ واللہ اعلم!

داڑھی کے بالوں کا خلال کرنا

ابن بطال نے کہا غسل جنابت میں سر کے بالوں کے خلال کرنے میں سب کا اتفاق ہے، لیکن داڑھی کے خلال میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ابن قاسم نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غسل و وضوء میں داڑھی کا خلال واجب نہیں، لیکن ابن وہب نے آپ سے روایت کی ہے کہ مطلقاً داڑھی کا خلال واجب ہے اور اشہب نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ غسل میں خلال واجب ہے وضوء میں واجب نہیں۔ امام ابوحنیفہ [illegible]

پانی پہنچانا فرض ہے۔

باب جس نے جنابت کی حالت میں وضوء کیا

پھر جسم کے باقی اعضاء دھوئے اور وضوء کے مواضع کو دوبارہ نہ دھویا

۲۷۲ — ترجمہ : ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت سے غسل کے لئے پانی رکھا اور دو مرتبہ یا تین مرتبہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر شرمگاہ کو صاف کیا پھر ہاتھ کو زمین یا دیوار سے دو یا تین بار مارا۔ پھر منہ اور ناک میں پانی ڈالا اور چہرہ انور اور کہنیوں کو دھویا۔ پھر سَر مبارک پر پانی بہایا پھر سارے بدن پر پانی بہایا پھر علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں آپ کے پاس رومال لائی۔ آپ نے وہ نہ لیا اور اپنے دست اقدس سے بدن کو خشک کیا۔

۲۷۲ — شرح : حدیث شریف کا ترجمہ واضح ہے ابن بطال نے کہا پہلے باب میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور حدیث ترجمۃ الباب کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس میں ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِہٖ ،، ہے اور باب کی حدیث میں ثُمَّ غَسَلَ جَسَدَہٗ ،، ہے۔ اس عموم میں وضوء کے مواضع بھی داخل ہیں۔ لہٰذا یہ بخاری کے قول ،، وَلَمْ یُعِدْ غَسْلَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مَرَّۃً اُخْرٰی ،، کے مطابق نہیں ،، ابن منیر نے جواب دیا کہ قرینہ عرفی نے وضوء کے اعضاء کو مخصوص کر لیا ہے کیونکہ اعضاء معینہ کے بعد جسم کا ذکر کرنے سے مفہوم عرف میں یہ ہوتا ہے کہ مُراد باقی اعضاء ہیں۔ سارا جسم مراد نہیں کیونکہ اصل عدمِ تکرار ہے۔ الحاصل لغت میں اگرچہ اس حدیث شریف سے باب کا ترجمہ مستخرج نہیں ہوتا مگر عرف میں استخراج ترجمہ کا احتمال ہے ؛ کیونکہ حدیث شریف میں غسل اعضاء کا اعادہ ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا اس حدیث سے ترجمۃ الباب کا استخراج لغت کے اعتبار سے بعید ہے البتہ عرف میں اس کا احتمال ہے۔ (عینی)

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ وَضُوْءُ الْجَنَابَۃِ ،، میں واؤ مفتوح ہے اور وَضُوْء اس پانی کو کہا جاتا ہے جس سے وُضُوء کیا جائے غسل کے پانی پر وَضُوء کا اطلاق نہیں ہوتا تو وَضُوْءُ الْجَنَابَۃِ کہنا کیسے درست ہوگا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی اس سے مطلق پانی مراد ہے جس سے طہارت کی جائے اسے غیر مقید مجاز کہتے ہیں۔ جیسے انسان کی ناک پر " مرسن " کا اطلاق ہوتا ہے۔ ایسے مقامات میں مقید سے مطلق مراد ہوتا ہے (کرمانی)، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وضوء اور غسل کے بعد ہاتھ سے قطرات جھاڑنے میں حرج نہیں۔

اسماء رجال : یوسف بن عیسیٰ کی کنیت ابو ایوب ہے۔ ۲۴۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

بَابُ اِذَا ذَكَرَ فِي الْمَسْجِدِ
اَنَّهُ جُنُبٌ خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَتَيَمَّمُ

۲۷۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوْفُ قِيَامًا فَخَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ ذَكَرَ اَنَّهُ جُنُبٌ فَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَيْنَا وَرَاْسُهُ يَقْطُرُ فَكَبَّرَ فَصَلَّيْنَا مَعَهُ تَابَعَهُ عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَرَوَاهُ الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ

۲ے فضل بن موسیٰ کی کنیت ابوعبداللہ وہ مرو خراسان کے ایک گاؤں سینان کے رہنے والے ہیں اس لئے انہیں سینانی کہا جاتا ہے۔ ابونعیم نے کہا وہ عبداللہ بن مبارک سے زیادہ ثابت ہیں۔ ۱۹۱ ہجری میں فوت ہوئے

باب — جب مسجد میں یاد آیا کہ وہ جنبی ہے
تو وہ اس حالت میں باھر نکل آئے اور تیمم نہ کرے ”

۲۷۳ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز (فجر) کی اقامت کہی گئی اور کھڑے ہوکر صفیں برابر کی گئیں تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے جب مُصلّا پر کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ آپ جنابت کی حالت میں ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ ٹھہرو پھر واپس لوٹ گئے اور غسل فرمایا، پھر ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ سر مبارک سے پانی کے قطرے بہہ رہے تھے آپ نے تکبیر فرمائی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ عبدالاعلیٰ نے معمر سے [illegible]

کی اور اوزاعی نے زہری سے اس کی روائت کی۔

۲۷۳ — **شرح** : اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور نماز میں داخل ہونے سے پہلے یاد فرمایا کہ آپ حالتِ جنابت میں ہیں چنانچہ بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں صالح بن کیسان کی روائت میں بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ جنابت کو تکبیر سے پہلے یاد فرمایا، حالانکہ ابنِ ماجہ کی روائت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور تکبیر فرمائی پھر صحابہ کرام کو اشارہ سے فرمایا (کہ ٹھہرو) وہ ٹھہر گئے آپ گھر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر واپس تشریف لائے جبکہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھانے کے بعد فرمایا میں مسجد میں جنابت کی حالت میں آیا تھا اور مجھ پر نسیان ڈالا گیا تھا حتی کہ میں نماز میں کھڑا ہو گیا۔ دارقطنی نے انس سے روائت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوئے اور تکبیر کہی آپ کے ساتھ ہم نے بھی تکبیر کہی پھر لوگوں کو اشارہ سے فرمایا اپنی اپنی جگہ ٹھہرو،، ابوداؤد نے ابوبکرہ سے روائت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں داخل ہوئے اور پھر اشارہ کر کے غسل کے لئے گھر تشریف لے گئے،، اگرچہ یہ احادیث بظاہر متن کی روایت سے متضاد ہیں مگر یہ صحیح بخاری کی روایت کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ پھر آپ واپس تشریف لے گئے اور غسل کر کے تشریف لائے جبکہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ نے تکبیر کہہ کر نماز پڑھائی۔ اگر آپ پہلے تکبیر فرما چکے تھے تو دوبارہ تکبیر کی کیا ضرورت تھی۔ امام بخاری نے هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ بِعِلَّةٍ ،، کے باب میں ذکر کیا کہ ہم نے آپ کی تکبیر کا انتظار کیا مگر آپ واپس چلے گئے اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ تکبیر فرمانے سے پہلے تشریف لے گئے تھے۔ بعض محدثین نے بخاری کی کتاب الغسل اور کتاب الصلوٰۃ کی دونوں احادیث کو متعدد افعال پر محمول کیا ہے۔ واللہ اعلم!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام تکبیر تحریمہ سے پہلے کھڑے تھے چنانچہ ایک روائت میں ہے کہ ہم آپ کے تشریف لانے سے پہلے صفیں سیدھی کر کے کھڑے تھے؛ حالانکہ دوسری روایات میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو میرے آئے بغیر مت کھڑے ہو۔ ارشاد ہے: اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ ،، مگر ان میں تضاد نہیں؛ کیونکہ مذکور واقعہ صرف ایک یا دو مرتبہ پیش آیا ہے یا بیانِ جواز کے لئے ہے یا فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ ،، اس واقعہ کے بعد فرمایا ہے۔ واللہ اعلم!

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة ،، کہے تو لوگ کھڑے ہوں۔ ابن ابی شیبہ نے اسے روائت کیا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ مستحب امر یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت کہنے سے فارغ نہ ہو امام اور مقتدی کھڑے نہ ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی جب نماز میں بے وضوء ہو جائے تو وضوء کر کے اس پر بناء کر سکتا ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا کہ آپ حالتِ جنابت میں ہیں تو اس حالت میں مسجد

تشریف نہ لاتے مگران کا یہ کہنا احادیث کے مطالعہ سے غفلت کا نتیجہ ہے، کیونکہ ہم نے ابھی ابھی ابن ماجہ کی روایت ذکر کی ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بھلایا گیا حتیٰ کہ میں نماز میں کھڑا ہو گیا اور محدثین نے ذکر کیا ہے کہ احکام کی تشریع کے لئے نبی پر نسیان طاری ہوتا رہتا ہے مگر وہ مستقر نہیں ہوتا اور حکم کے مشروع ہونے کے بعد فوراً مرتفع ہو جاتا ہے اسی لئے لیلۃ التعریس میں سوتے سوتے آپ کی فجر کی نماز قضاء ہو گئی جو سورج بلند ہونے کے بعد آپ نے قضاء فرمائی کیونکہ تشریع احکام کے لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح بیداری میں نسیان طاری ہوتا تھا۔ نیند کی حالت میں بھی احکام کی مشروعیت کے لئے آپ پر نسیان طاری ہو جاتا تھا۔ لیلۃ التعریس میں فجر کی نماز قضاء ہونے کی یہی وجہ تھی (عصام)

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عبادات میں انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہو سکتا ہے،، بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یقین کرنا ہوگا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت کی حالت کسی بیوی سے مجامعت کے باعث نہ ہوتی تھی، کیونکہ احتلام سے انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اس پر اہلِ علم کا اتفاق ہے۔ جب ایک عام شخص بیوی سے جماع کرے تو صبح وہ اس سے غافل نہیں ہوتا تو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے یہ تصور کیا جا سکتا ہے معلوم ہوا کہ پروردگارِ عالم نے اس حکم کی تشریع کے لئے آپ کو بھلا دیا تھا۔ اس سے آپ کے علم میں نقص نہیں آتا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مستعمل پانی طاہر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے جبکہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبدالاعلیٰ کی حدیث میں "تَابَعَہٗ" کہا اور اوزاعی کی حدیث میں "رَوَاہُ" کہا یہ صرف تفنّن عبارت پر مبنی ہے بعض محدثین نے کہا کہ متابعت میں حدیث بلفظہ مذکور رہے اور "رَوَاہُ" میں بالمعنی مذکور رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اس حدیث شریف سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ اگر کوئی شخص حالتِ جنابت میں بھول کر مسجد میں داخل ہونے کے بعد جنابت کی حالت کو یاد کرے تو وہ اسی طرح مسجد سے باہر چلا جائے اور تیمم نہ کرے۔

"نوادر ابن ابی زید" میں ہے کہ جو شخص مسجد میں سوئے اور اس کو احتلام ہو جائے تو وہ تیمم کر کے مسجد سے باہر جائے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں اور اگر بھول کر جنبی مسجد میں داخل ہو گیا تو یاد آنے پر فوراً تیمم کئے بغیر مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال

: ۱ عبداللہ بن محمد جُعفی مسندی ہیں۔ حدیث ۸ کے اسماء میں دیکھیں ۲ عثمان بن عمر بن فارس بصری ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ۸۸ ہجری میں فوت ہوئے ۳ یونس بن یزید ۴ محمد بن مسلم زہری [illegible]

بَابُ نَفْضِ الْيَدَيْنِ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

۲۷۴ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَبُو حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَتَرْتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَانْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ

باب — جنابت کے غسل کے بعد ہاتھ جھاڑنا

۲۷۴ — ترجمہ : ابن عباس نے کہا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا اور آپ کے لئے میں نے کپڑے سے پردہ کیا آپ نے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دھویا، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا اور زمین پر ہاتھ مار کر اسے ملا پھر اسے دھویا اور کلی فرمائی۔ ناک میں پانی کیا اور چہرہ انور اور کلائیوں کو دھویا پھر سر مبارک پر پانی ڈالا اور سارے جسم پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے علیحدہ ہو کر دونوں پاؤں دھوئے میں نے آپ کو کپڑا پیش کیا آپ نے وہ نہ لیا اور وہاں سے چل پڑے جبکہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ جسم شریف سے پانی جھاڑ رہے تھے۔

۲۷۴ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے یہ حدیث چھ جگہ ذکر کی ہے اور یہ ساتویں جگہ ہے اس کے بعد کتاب الغسل میں بھی ایک بار پھر ذکر کریں گے الحاصل امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الغسل میں مختلف تراجم میں ذکر کیا ہے امام نے ہر بار علیحدہ مقصد پیش نظر رکھا ہے۔ لہٰذا ان میں تکرار نہیں۔ ان آٹھ احادیث کے یہ نمبر ہیں۔ ح۲۴۹، ح۲۵۶، ح۲۵۸، ح۲۵۹، ح۲۶۴، ح۲۶۵، ح۲۷۲، ح۲۷۳، ح۲۷۹۔

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْاَيْمَنِ فِي الْغُسْلِ

۲۷۵ — حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا اِذَا اَصَابَ اِحْدٰنَا جَنَابَةٌ اَخَذَتْ بِيَدَيْهَا ثَلٰثًا فَوْقَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَاْخُذُ بِيَدِهَا عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْمَنِ وَبِيَدِهَا الْاُخْرٰى عَلٰى شِقِّهَا الْاَيْسَرِ —

اسماء رجال : ۱ عبدان حدیث ۵ کے اسماء میں گزرا ہے ۲ ابوحمزہ محمد بن میمونہ سکری مروزی ہیں۔ انہیں "سکری" اس لئے نہیں کہا جاتا کہ وہ شکر فروخت کرتے تھے۔ بلکہ وہ شیریں کلام تھے۔ ابن مصعب نے کہا ابوحمزہ مستجاب الدعاء تھے۔ حکایت کی جاتی ہے کہ ابوحمزہ کا ایک ہمسایہ تھا اس نے اپنا مکان فروخت کرنا چاہا تو اس سے کہا گیا کتنے میں مکان فروخت کروگے۔ اُس نے کہا دو ہزار تو مکان کی قیمت ہے اور دو ہزار ابوحمزہ سکری کے ہمسایہ ہونے کی قیمت ہے ابوحمزہ کو یہ خبر پہنچی تو اس کو چار ہزار بھیج دیئے اور کہا یہ لے لو اور اپنا مکان فروخت نہ کرو۔ وہ ۱۶۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ باقی راویوں کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب — جس نے سر کے دائیں کنارے سے غسل شروع کیا "

۲۷۵ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمارا یہ حال تھا کہ جب ہم میں سے کسی کو جنابت پہنچتی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے تین چلو لیتی اور ان کو اپنے سر پر ڈالتی پھر اپنے ہاتھ سے پانی لے کر اپنی دائیں طرف اور دوسرے ہاتھ سے پانی

۲۷۵

شرح : باب کے ترجمہ میں غسل کو سر کی دائیں طرف سے ابتداء کرنا مذکور ہے اور حدیث شریف میں غسل کرنے والے کے دائیں طرف سے ابتداء مذکور ہے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ غسل کرنے والا سر سے قدم تک دائیں طرف سے ابتداء کرے لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت ظاہر ہے۔

اسماء رجال

ع۱ : خلاد بن یحییٰ بن صفوان کوفی سلمی ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے۔ ۲۱۷ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۲ ابراہیم بن نافع مخزومی مکی ہیں۔ ابن مہدی نے کہا وہ مکہ مکرمہ کے بہت بڑے ثقہ شیخ تھے۔ علماء کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

ع۳ حسن بن مسلم بن بناق مکی ہیں۔ وہ ثقہ صالح الحدیث ہیں۔ وہ طاؤس سے پہلے فوت ہوئے۔

ع۴ صفیہ بنت شیبہ ہیں۔ عثمان حجبی قرشی کے بیٹے ہیں جو صاحب کعبہ ہیں ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے۔ جمہور علماء انہیں صحابیہ کہتے ہیں۔ ان سے پانچ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ بخاری، مسلم نے ان کے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ ولید کے زمانہ تک زندہ رہی تھیں۔

لفظ کُنّا کی تحقیق

علامہ کرمانی نے کہا: جب صحابی یہ کہے: کُنَّا نَفْعَلُ اَوْ کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ، اکثر علماء اصول کہتے ہیں کہ یہ کلام حجت ہے کیونکہ لوگوں میں اس پر عمل ہوتا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کیا ہوتا ہے کیونکہ غالب یہی ہے کہ اس طرح کا فعل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی نہیں ہوتا۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ عورتوں میں سے صرف ایک عورت کے فعل سے ایسا حکم صادق آجاتا ہے کیونکہ لفظ "اِحْدَانَا" عموم اور عمل عموم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کے عدم پر دلالت کرتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد مضاف عموم کا فائدہ دیتا ہے۔

بعض علماء نے کہا احد اور احدی مطلقاً مفید عموم ہے۔ منفی کلام ہو یا مثبت کلام ہو معرفہ ہو یا نکرہ ہو۔

بَابُ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ

وَمَنْ تَسَتَّرَ وَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ قَالَ بَهْزٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ

۲۷٦ ـ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوسٰى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلٰى

باب جس نے تنہائی میں برہنہ غسل کیا اور جس نے پردہ میں غسل کیا "

اور پردہ میں نہانا افضل ہے۔ بہز نے اپنے باپ سے اُنھوں نے ان کے دادا سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے کہ اس سے حیاء کیا جائے "

۲۷٦ ـ ترجمہ : بہز نے اپنے باپ سے اُنھوں نے ان کے دادا سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ لوگوں کی نسبت اس سے حیاء کیا جائے " ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل برہنہ نہایا کرتے تھے جبکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا نہایا کرتے تھے لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! موسیٰ کو ہمارے ساتھ نہانے سے صرف یہ شئ منع کرتی ہے کہ وہ آدر ہیں وہ ایک دفعہ نہانے گئے اور کپڑے اُتار کر [illegible]

حَجَرُ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ فَجَمَحَ مُوسٰى فِىْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِىْ يَا حَجَرُ ثَوْبِىْ يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى مُوْسٰى وَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ وَاَخَذَ ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْتَثِىْ فِىْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنٰى بِىْ عَنْ بَرَكَتِكَ وَرَوَاهُ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا

بھاگا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے جبکہ یہ کہہ رہے تھے ارے پتھر میرے کپڑے حتیٰ کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور کہنے لگے اللہ کی قسم موسیٰ میں کوئی عیب نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر پتھر کو مارنا شروع کیا ابوہریرہ نے کہا اللہ کی قسم! پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کے مارنے کے چھ یا سات نشان ہیں۔

۲۶۷ — شرح: اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ پردہ میں نہانا افضل ہے۔ اور تنہائی میں ننگے نہانا جائز ہے۔ اسحاق نے کہا تہبند باندھ کر نہانا افضل ہے۔ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما تہبند باندھے ہوئے پانی میں داخل ہو کر نہا رہے تھے جب ان سے استفسار کیا گیا تو کہا گیا کہ پانی میں بھی کوئی رہتے ہیں۔

توجمۃ الباب سے بہز کی روایت کی مطابقت اس تقدیر پہ ہے جبکہ اسے ندب و استحباب پر محمول کیا جائے جیسا کہ اکثر فقہاء کا مسلک ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ علماء کا کہنا ہے کہ تنہائی میں غسل کے وقت جبکہ اسے کوئی دیکھتا نہ ہو ضرورت کے باعث کشفِ عورت جائز ہے اور ضرورت کے بغیر مکروہ یا حرام ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صحیح تر یہ ہے کہ حرام ہے "عورت وہ ہے جس کے ظاہر کرنے سے شرم آئے۔ مرد کی عورت ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے، حرہ عورت کا چہرہ اور پہنچوں تک ہاتھوں کے سوا سارا بدن عورت ہے۔ لونڈی کی عورت مرد جیسی ہے اس کا سر، گردن اور پنڈلی جو خدمت کے وقت ظاہر ہو عورت نہیں۔ نماز اور غیر نماز میں سترِ عورت واجب ہے۔

خصیتان کے پھول جانے کو ادرہ کہتے ہیں۔ چونکہ پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگ نکلا تھا اس لئے اس کو عاقل شخص کا مقام دیا۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک جمادات کے احکام سے نکل کر حیوانات کے احکام کی طرف منتقل ہوگیا تھا اس لئے اسے ذوی العقول کی طرح مخاطب کرکے فرمایا: اے پتھر میرے کپڑے تو دے جا اور جب اُس نے آپ کی اطاعت نہ کی تو اس کو چھ یا سات ڈنڈے رسید کئے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ پتھر نے اللہ کے نبی کو بنی اسرائیل کی تہمت سے بری کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا، لوگوں کی تہمت سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو بری کیا۔

زخم کے اثر کو "نَدَب" کہتے ہیں جبکہ چمڑے پر اس کا نشان پڑ جائے اور وہ اُبھر آئے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ کے اذن سے جمادات اور غیر جمادات میں تصرف حاصل ہے اسی لئے درخت اور جانور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مطالبات عرض کیا کرتے تھے اور آپ کے فراق میں بلند آواز سے رو پڑتے تھے۔ چنانچہ ستونِ حنانہ کے رونے کی آواز مسجد شریف میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سُنی تھی۔ انصاری کے اونٹ نے آپ سے بھوکا رہنے کی شکایت کی۔ حمرہ جانور نے اپنے بچوں کی گرفتاری کی آپ سے شکایت کی۔ سلمہ بن اکوع کی بکری کو اٹھا لے جانے والے بھیڑیے نے آپ کی نبوت کی طرف ان کو رہنمائی کی۔ پتھر آپ کو سلام عرض کیا کرتے تھے۔ درخت آپ پر سایہ کرتے تھے۔ کھجور کے خوشے اور مری ہوئی گوہ نے آپ کے حضور میں آپ کی رسالت کی گواہی دی۔ بکری کے مسموم گوشت نے آپ سے کلام کیا۔ کنکریوں نے آپ کے دستِ اقدس میں کلمہ پڑھا اور بے شمار واقعات احادیث نبویہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا میں مذکور ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے شرمگاہ یا عورت کو دیکھنا جائز ہے اور انبیاء کرام علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے خَلق اور خُلق میں کامل کیا ہے اور معایب اور نقائص سے ان کو منزہ اور پاک فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں کشفِ عورت حرام نہ تھا اسی لئے لوگ ننگے نہاتے تو موسیٰ علیہ السلام ان کو منع نہ فرماتے تھے اور خود موسیٰ علیہ السلام شرم وحیاء کے باعث پردہ میں نہاتے تھے نیز ہوسکتا ہے کہ اُنھوں نے باریک کپڑا باندھا ہو جس کے بھیگ جانے سے آپ کی شرمگاہ برہنہ نظر آتی ہو تاکہ بنی اسرائیل کے دلوں سے توہمات زائل ہوں۔

سعید بن جُبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ وہی پتھر تھا جس سے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر میں اس کو ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات موسیٰ علیہ السلام پر بشریت کا غلبہ ہوجاتا تھا اسی لئے آپ نے پتھر کو مارا اور سیدنا عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ پھوڑ دی تھی (عینی مختصراً) واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

عـ۱: بہز بن حکیم بن معاویہ قشیری بصری ہیں۔ ابو عبداللہ حاکم نے انہیں ثقہ کہا احمد ان کی حدیث پر اعتماد ہے۔ خطیب نے کہا بہز سے زہری، محمد بن عبداللہ انصاری نے روایت کی ہے۔ ان دونوں کی وفات میں ۹۱ برس کا فاصلہ ہے۔ حکیم تابعی ثقہ ہیں اور

صاحبِ کمال نے کہا معاویہ صحابی ہیں۔ بخاری کی عبارت سے یہی ظاہر ہے ع۲ اسحاق بن نصر حدیث ع۲۷ کے اسماء ہیں گزرا ہے ع۳ عبدالرزّاق صنعانی ع۴ ہمّام بن مُنَبّہ حدیث ع۴۰ کے اسماء میں دونوں کا ذکر ہو چکا ہے پانچویں ابوہریرہ ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''

۲۷۷ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روائت کی کہ ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ الصّلوٰۃ والسلام (تنہائی میں) ننگے غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں۔ ایوب علیہ السلام نے ان کو کپڑے میں جمع کرنا شروع کیا تو ربّ العالمین نے نداء فرمائی۔ اے ایوب! کیا میں نے تجھے اس سے مستغنی نہیں کیا؟ ایّوب علیہ السّلام نے کہا، کیوں نہیں! تیری عزّت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں۔ ابراہیم نے موسیٰ بن عقبہ سے اُنھوں نے صفوان سے اُنھوں نے عطاء بن یسار سے اُنھوں نے ابوہریرہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا ایک وقت ایّوب (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) برہنہ (خلوت میں) نہا رہے تھے ''

۲۷۷ — شرح : اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے کسی بھی صفت کے ساتھ قسم جائز ہے۔ حلال روزی کی حرص کرنا جائز ہے۔

حضرت ایّوب علیہ السّلام

حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام بن اموص بن زراح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ہیں آپ کی والدہ ماجدہ حضرت لُوط علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی تھی آپ حضرت یعقوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں تھے آپ کی قبر شریف دیر ایوب میں ہے جہاں آپ رہتے تھے۔ وہاں پتھر پر قدم کا نشان ہے لوگ کہتے ہیں وہ آپ کے قدمِ شریف کا نشان ہے وہاں ایک چشمہ بھی ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں اپنے زمانہ میں آپ بہت بڑے عابد اور زاہد تھے۔ آپ کی عمر شریف ۹۳ برس ہوئی (عینی مختصرًا)

ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت موسیٰ اور ایوب علیہما السّلام کی حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ تنہائی میں برہنہ غسل جائز ہے۔ جبکہ کسی کی نگاہ پڑنے کا احتمال نہ ہو، کیونکہ حضرت موسیٰ اور ایوب علیہما السلام ان انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہیں جن کی اقتداء کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السّلام کو ٹڈیاں اکٹھی کرنے پر عتاب فرمایا اور ننگے غسل کرنے پر عتاب نہیں فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خلوت میں پردہ کرنے کا حکم دیتا تو اس میں لوگ حرج اور تنگی میں پڑ جاتے۔ بایں ہمہ یہ آداب میں سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصّہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت دواء کرنا یا عیوب سے برأت وغیرہ کے وقت شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے اور حضرت ایوب علیہ السّلام کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حلال مال میں حرص کرنا جائز ہے (کرمانی)

بَابُ التَّسَتُّرِ فِي الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ

۲۷۸ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ

باب ـ لوگوں کے پاس غسل میں پردہ کرنا

۲۷۸ـــ ترجمہ: ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا جبکہ سیدہ فاطمہ کرم اللہ وجہہا آپ کو پردہ کر رہی تھیں آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں ام ہانی ہوں۔

۲۷۸ـــ شرح: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ میں فرمایا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا پردہ موٹا تھا۔ غسل میں پردہ ضروری ہے تاکہ لوگ نہ دیکھیں۔ جیسے ضرورت کے بغیر کشفِ عورت جائز نہیں اسی طرح ضرورت کے بغیر کسی کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ ابن بطال نے کہا جو شخص حمام (جس کی دیواریں نہ ہوں) میں تہبند باندھے بغیر نہائے اس کی شہادت قابل قبول نہیں۔ امام مالک سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور جب تہبند اتار کر حوض میں داخل ہو جائے اور داخل ہوتے وقت اس کی عورت ظاہر ہو تو امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کے مذہب میں اس کی شہادت (گواہی) ساقط ہے امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہما کے مذہب میں ساقط نہیں کیونکہ اس قدر سے بچنا مشکل ہے لہٰذا وہ معذور ہے۔ سب علماء کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کی عورت دیکھ سکتے ہیں،،

ام ہانی رضی اللہ عنہا کا نام فاختہ یا فاطمہ یا عاتکہ یا ہند ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ام ہانی ان کی کنیت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ انہوں نے ۴۶ احادیث کی روایت کی ہے،، سید عالم

۲۷۸ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ سَتَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلٰى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ وَمَا أَصَابَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَائِطِ أَوِ الْأَرْضِ ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلٰوةِ غَيْرَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَفَاضَ عَلٰى جَسَدِهِ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ تَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ وَابْنُ فُضَيْلٍ فِي السَّتْرِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "مَنْ هِيَ" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو آنے والے کا علم تھا کہ وہ کوئی عورت ہے اور سوال کا منشاء عدمِ التفات ہے جو عدمِ علم کو مستلزم نہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ عبد اللہ بن مسلمہ ع۲ امام مالک حدیث ع۱۸ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۳ ابو النضر سالم بن ابی امیہ مولیٰ عمر بن عبید اللہ حدیث ع۲۰ کے اسماء میں دیکھیں ع۴ ابو مرہ مولیٰ ام ہانی بنت ابی طالب دراصل وہ عقیل بن ابی طالب کے مولیٰ ہیں۔ علامہ کرمانی نے کہا وہ ام ہانی کے ہی مولیٰ ہیں لیکن باہم کثرتِ مصاحبت کے باعث وہ عقیل کی طرف منسوب ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دونوں کے مولیٰ ہیں حدیث ع۶۵ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۵ ام ہانی کا نام فاختہ ہے کہا گیا عاتکہ ہے۔ فاطمہ اور ہند بھی کہا گیا ہے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو اُس نے کہا میں تو آپ سے کفر کی حالت میں محبت کرتی تھی اسلام میں کیونکر آپ سے محبت نہ کروں لیکن میرے بچے ہیں یہ سُن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔

۲۷۸ ترجمہ: ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردہ کیا جبکہ آپ جنابت سے غسل فرما رہے تھے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دائیں سے بائیں پر پانی ڈالا اور شرمگاہ صاف کی پھر اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر مار کر صاف کیا پھر نماز کے لئے وضو کیا پھر سارے بدن شریف پر پانی ڈالا پھر علیحدہ ہو کر قدم مبارک دھوئے۔ ابو عوانہ اور ابن فضیل نے ستر میں سفیان کی متابعت کی۔ (حدیث ع۲۷۴ کی شرح دیکھیں)

بَابُ إِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَةُ

۲۸۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ امْرَأَةُ أَبِي طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا هِيَ احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ

باب — جب عورت کو احتلام ہو جائے

۲۸۰ — ترجمہ : اُم المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابوطلحہ کی بیوی اُم سُلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا (حق کو ترک نہیں کرتا) کیا جب عورت کو احتلام ہو جائے اس پر غسل واجب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جب وہ منی دیکھے "

۲۸۰ — شرح : جب مرد نیند میں یہ دیکھے کہ اسے احتلام ہو گیا ہے یا اُس نے جماع کیا ہے اور تری وغیرہ نہ پائے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے، ایسے ہی عورت جب یہ خواب میں دیکھے تو اس پر بھی غسل واجب نہیں۔ ایک روائت میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے تبسم کیا اور دُوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے منہ ڈھانپ لیا" ان دونوں احادیث میں موافقت اس طرح ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام سلیم کے کلام سے تعجب کرتی ہوئی ہنس پڑیں تبسم ضحک کے معنی میں ہے اور حیاء سے چہرہ ڈھانپ لیا"، ابن بطال نے کہا اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ سب عورتوں کو احتلام ہوتا ہے اور نیند میں جب عورت کو انزال ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے۔ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو احتلام نہ ہوتا تھا ورنہ ام المؤمنین سلمہ رضی اللہ عنہا تعجب نہ کرتیں۔ واللہ اعلم!

بَابُ عَرَقِ الْجُنُبِ وَاَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

۲۸۱ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فِيْ بَعْضِ طَرِيْقِ الْمَدِيْنَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ وَاَنَا عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ

باب جُنبی کا پسینہ اور مسلمان ناپاک نہیں ہوتا

۲۸۱ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مدینہ منورہ کے ایک راستہ میں ملے حالانکہ وہ (ابوہریرہ) جُنبی تھے انھوں نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انقباض کیا اور آپ سے پیچھے رہ گیا اور غسل کر کے آیا آپ نے فرمایا اے ابا ہریرہ کہاں گئے تھے؟ ابوہریرہ نے کہا میں جنابت کی حالت میں تھا اور میں نے یہ اچھا نہ سمجھا کہ آپ کے پاس مجالست کروں جبکہ میں ناپاک ہوں۔ آپ نے فرمایا: سُبْحَانَ اللّٰهِ "مومن ناپاک نہیں ہوتا"۔

۲۸۱ — شرح: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جنبی کی ذات ناپاک نہیں ہوتی۔ ابوہریرہ نے یہ سمجھا تھا کہ وہ ایسے ناپاک ہو گئے ہیں جیسے عین نجاست پلید ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فعل پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہے جو تم نے گمان کر رکھا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جنبی کا پسینہ پاک ہے اور وہ خود بھی ناپاک نہیں ہوتا، اگرچہ وہ غیر مسلم ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ ابن حزم نے کہا مشرکوں کا پسینہ ناپاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مشرک پلید ہیں اس کا جواب یہ ہے ان کا اعتقاد پلید ہے وہ خود نجس نہیں۔ آیت کریمہ کا محمل بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتابی عورتوں سے نکاح مباح فرمایا ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ ان سے جماع کرنے والا ان کے پسینہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا بایں ہمہ اس پر صرف غسل ہی واجب ہے کپڑے دھونے واجب نہیں جیسا کہ مسلمان عورت سے جماع کرنے سے صرف بدن کا غسل ہی واجب ہے۔ معلوم ہوا کہ زندہ آدمی نجس عین نہیں۔ اس میں مرد و زن سب برابر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم کو اُستاد کے

بَابُ الْجُنُبِ يَخْرُجُ وَيَمْشِي فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ

وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَحْلِقُ رَاسَهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ

۲۸۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ

پاس پاک وصاف ہو کر بیٹھنا چاہیئے اور غسل جنابت میں تاخیر جائز ہے بشرطیکہ نماز فوت نہ ہو۔ واللہ اعلم!

میّت کو غسل دینے میں علماء احناف میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا میّت کو غسل کرنا اس لئے واجب ہے کہ مفاصل کے نرم پڑجانے سے اس میں حدث آجاتا ہے اس لئے غسل دینا واجب نہیں کہ مردہ پلید ہوجاتا ہے۔ کیونکہ مومن عند اللہ مکرم و معظم ہے اس لئے وہ موت کے باعث پلید نہیں ہوتا، کیونکہ اگر وہ پلید ہوجائے تو دوسرے حیوانات کی طرح وہ غسل سے پاک نہ ہو۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ وضوء کی طرح میّت کے لئے چاروں اعضاء دھونے پر اقتصار کیوں نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وضوء کا سبب متکرر ہوتا ہے اس میں بار بار غسل کرنے میں حرج ہے اس لئے دفع حرج کے لئے چاروں اعضاء کے غسل پر اکتفاء کرتے ہیں لیکن موت کی حالت میں سبب واحد ہے اس میں تکرار نہیں اس لئے جنابت کے غسل کی طرح میّت کو بھی غسل دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں حرج نہیں۔ علماء عراق نے کہا جب انسان مرجائے تو اس میں دمِ سائل منجمد ہوجاتا ہے جس سے وہ پلید ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس کے نجس کا سبب موت ہے۔ اس لئے اگر وہ کنوئیں میں مرجائے تو پانی پلید ہوجاتا ہے۔ اگر نمازی اسے اٹھالے تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔ اگر وہ نجس نہ ہوتا تو نماز جائز ہوتی۔ جیسے بے وضوء شخص کو اٹھانے سے نماز ہوجاتی ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم! (عینی)

اسماء رجال

:ع۱ علی بن عبداللہ وہ ابن مدینی معروف ہیں وہ بصری ہیں حدیث ع۷ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ یحیٰی قطان بصری ہیں حدیث ع۱۲ کے اسماء میں گزرا ہے ع۳ حُمَید انہیں طویل کہا جاتا ہے وہ تابعی ہیں نماز پڑھتے ہوئے فوت ہوگئے حدیث ع۴۶ کے اسماء میں گزرا ہے ع۴ بکر بن عبداللہ بن عمرو بن بلال مزنی بصری تابعی اخیار لوگوں سے ہیں اور فقیہہ ہیں ع۵ ابو رافع کنیت ہے اُن کا نام نضیع ہے۔ وہ لوہار بصری ہیں مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے تھے۔ انھوں نے جاہلیّت کا زمانہ پایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کرسکے۔ چھٹے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَطُوْفُ عَلٰی نِسَآئِهٖ فِی اللَّیْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهٗ یَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ

باب۔ جُنبی باہر جائے اور بازار وغیرہ میں چلے

عطار نے کہا جُنبی سِنگی لگوائے اپنے ناخن ترشوائے اور سر منڈھوائے اگرچہ اُس نے وضوء نہ کیا ہو!"

۲۸۲۔ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کئی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے حالانکہ اس روز آپ کی نو بیویاں تھیں۔

۲۸۲۔ شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج کے ایک دوسرے کے قریب حجرے تھے جن میں وہ رہتی تھیں تو لازمی طور پر جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس جانے کا ارادہ فرماتے تو ایک حجرے سے نکل کر دوسرے میں تشریف لے جاتے اور یہ آنا جانا عام ہے گھر سے گھر کی طرف ہو یا بازار وغیرہ کی طرف ہو۔ جب حالت جنابت میں گھروں اور بازاروں وغیرہ میں جانا جائز ہوا تو اس حالت میں سنگی لگوانا ناخن ترشوانا اور سر کا حلق کرنا بھی جائز ہے۔ باقی تقریر حدیث ع۲۶۶ "باب اِذَا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ" میں دیکھیں۔

اسماءِ رجال : ع۱ عطاء بن ابی رباح کا تذکرہ حدیث ع۱۶۹ کے باب میں گزرا ہے۔ ع۲ عبدالاعلیٰ بن حماد بصری ہیں ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ ۲۳۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ یزید بن زریع بصری ہیں ان کی کنیت ابومعاویہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابن زُریع بصرہ کی خوشبو ہیں بہت مضبوط اور ثقہ ہیں۔ ۱۸۲ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ سعید بن ابی عروبہ مہران بصری ہیں۔ ۱۵۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ قتادہ صاحب تفسیر ہیں۔ ایک دن ایک اعرابی نے قتادہ کے دروازہ پر سوال پوچھا کیا اتفاقاً بعض لوگوں نے پیالہ گم پایا۔ قتادہ نے بیس سال بعد حج کیا تو وہی اعرابی ان کے پاس آیا اور سوال کیا تو قتادہ نے اس کی آواز سن کر کہا یہ وہی اعرابی ہے جو پیالہ لے گیا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تو اُس نے اقرار کر لیا حدیث ع۱۲ کے اسماء میں ان کا ذکر گزرا ہے۔

۲۸۳ حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ ثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَخَذَ بِيَدِىْ فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَاَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ

۲۸۳ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے جبکہ میں جُنبی تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں آپ کے ساتھ چلا حتیٰ کہ آپ بیٹھ گئے اور میں تیز نکل گیا اور گھر آکر غسل کیا پھر حاضر ہُوا جبکہ آپ تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا اباہریرہ کہاں گئے تھے؟ میں نے اپنا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا: سُبحان اللہ! اے اباہریرہ مومن تو ناپاک نہیں ہوتا۔

۲۸۳ — شرح: اس حدیث کی باب سے مناسبت یوں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حالتِ جنابت میں آپ کے ساتھ چل رہے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جُنبی وضوء سے پہلے اپنے امُور میں تصرّف کرسکتا ہے اور اُستاد اپنے شاگرد کا ہاتھ پکڑ کر چل سکتا ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابوہریرہ کا ہاتھ پکڑ کر چلنا اس امر کی دلیل ہے کہ جنبی طاہر ہوتا ہے نجس عین نہیں ہوتا۔ باقی تشریح حدیث ع۲۸۱ میں دیکھیں۔

اسماء رجال

ع۱ عیاش بن ولید بصری ہیں وہ عبدالاعلیٰ بن حماد کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ۲۲۶ ہجری میں فوت ہُوئے۔ ع۲ عبدالاعلیٰ قرشی ہیں حدیث ع۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۳ حُمَید الطویل ع۴ بکر مُزنی ع۵ ابورافع ابھی ابھی گزرے ہیں۔

بَابُ كَيْنُونَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ اِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ اَنْ يَغْتَسِلَ

۲۸۴ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْقُدُ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَتْ نَعَمْ وَيَتَوَضَّأُ

باب جُنبی کا غسل کرنے سے پہلے جبکہ وہ وضوء کرے گھر میں رہنا ،،

۲۸۴ — ترجمہ : ابوسلمہ نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں سوجایا کرتے تھے ۔
ام المؤمنین نے کہا ہاں جبکہ وضوء فرمالیتے تھے ۔

۲۸۴ — شرح : ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے ۔ ابوداؤد نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ذکر کی کہ جس گھر میں کتے ، تصاویر اور جُنبی ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو جنبی غسل کرنے میں سستی کرے اور اسے اپنی عادت بنالے حتیٰ کہ نماز فوت ہوجائے اور یہ مُراد نہیں کہ جو غسل کرنے میں تاخیر کرے لہٰذا بخاری میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے یہ حدیث متضاد نہیں اور یہ کہنا کہ ابوداؤد کی یہ حدیث منسوخ ہے درست نہیں کیونکہ ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے ۔ بخاری کی مذکورہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جنبی جب سونے کا ارادہ کرے تو اُٹھ کر وضوء کرلے پھر سوجائے حدیث ع۲۸۶ میں اس کی تصریح موجود ہے

اسماء رجال : ع۱ ابونُعیم ع۲ ہشام دستوائی ع۳ شَیبان بن عبدالرحمٰن ع۴ یحییٰ بن ابی کثیر ع۵ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف
حدیث ع۱۱۲ میں مذکور ہیں البتہ ہشام کا ذکر زیادت ایمان کے باب میں ہے ۔

بَابُ نَوْمِ الْجُنُبِ

۲۸۵ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَرْقُدُ اَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُكُمْ فَلْيَرْقُدْ وَهُوَ جُنُبٌ

باب — جنبی کا سو جانا

۲۸۵ — ترجمہ : عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے ؟ فرمایا ہاں جب تم سے کوئی وضوء کر لے تو وہ سو سکتا ہے حالانکہ وہ جنبی ہو ۔

۲۸۵ — شرح : ترجمۃ الباب سے مطابقت یوں ہے کہ جنبی کے گھر میں سونے کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس کا حالت جنابت میں گھر رہنا جائز ہے ۔ بشرطیکہ نماز فوت نہ ہو ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرے تو وضوء کرنے کے بعد سو جائے ۔ اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ امام ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ جنابت میں سو جاتے اور پانی کو مس تک نہ فرماتے تھے ۔ ابن ماجہ اور امام طحاوی نے بھی اس معنی میں روایات ذکر کی ہیں ۔ اس حدیث سے سفیان ثوری اور ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ کوئی شخص حالتِ جنابت میں وضوء کئے بغیر سو جائے تو کوئی حرج نہیں ،، امام ابو حنیفہ ، محمد ، شافعی ، مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم نے کہا کہ جنبی سونے سے پہلے نماز کے وضوء جیسا وضوء کر لے اور یہ وضوء مستحب ہے" مگر امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری نے کہا کہ اگر جنبی وضوء کئے بغیر سو جائے تو حرج نہیں اور وضوء کر لینا ہمیں زیادہ پسند ہے ۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جنبی وضوء کرنے سے پہلے نہ سوئے اور وضوء کرنے سے پہلے بیوی سے دوبارہ مجامعت کر سکتا ہے اور کھانا کھا سکتا ہے جبکہ اس کے ہاتھ پہ نجاست نہ لگی ہو ورنہ ہاتھوں کو دھو لے اور حیض والی عورت وضوء کرنے سے پہلے سو سکتی ہے ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے ۔ اس وضوء میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح حدث میں تخفیف ہو جاتی ہے ۔ ابن ابی شیبہ نے شداد بن اوس سے روایت کی کہ انھوں نے

بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ

۲۸۶ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ

۲۸۷ — حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ

۲۸۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ

کرلے، کیونکہ یہ غسل جنابت کا نصف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ایک طہارت ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کرلینا بھی کافی ہے۔ بیہقی نے اسنادِ حسن سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب حالتِ جنابت میں ہوتے اور سونے کا ارادہ فرماتے تو وضوء فرمالیتے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرلیتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماءِ رجال: اس حدیث کے اسماءِ رجال حدیث ۱۳۳ کے اسناد کے مطابق ہیں یہی ترتیب ہے۔

باب — جنبی وضوء کرے پھر سو جائے

۲۸۶ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حالتِ جنابت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو شرمگاہ دھوکر نماز کے وضوء جیسا وضوء فرماتے۔

۲۸۷ — ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر فاروق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا ہم سے کوئی شخص حالتِ جنابت میں سو جائے؟

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ

آپ نے فرمایا ہاں جب وضوء کر لے۔

۲۸۸

ترجمہ : عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ عمر فاروق نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ رات کو انہیں حالتِ جنابت ہو جاتی ہے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا وضوء کر لو اور شرمگاہ دھو کر سو جاؤ۔

شرح: حدیث ۲۸۶ میں " توضاء للصلوٰۃ "، کا معنیٰ یہ نہیں کہ نماز ادا کرنے کے لئے وضوء کرے، کیونکہ غسل سے پہلے جُنبی کی نماز جائز نہیں۔ بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایسا وضوء کرے جیسے نماز کے لئے وضوء کیا جاتا ہے "، اور حدیث ۲۸۸ میں وضوء کو شرمگاہ دھونے سے پہلے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ وہ وضوء نہیں جس کو حدث فاسد کر دیتا ہے یہ تو صرف نزاہت اور تعبُّد کے لئے ہے۔

قولہ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ الخ علامہ نووی نے کہا شافعیہ کے مذہب میں وضوء سے پہلے سونا مکروہ ہے اور بالاتفاق یہ وضوء واجب نہیں، البتہ بعض مالکی وجوب کے قائل ہیں۔

داؤد ظاہری بھی یہی کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غسلِ جنابت علی الفور واجب نہیں البتہ نماز کا وقت قریب ہو تو غسل جلدی کرنا ضروری ہے۔ باقی تشریح حدیث ۲۸۵ کے تحت دیکھیں۔

اسماء رجال: یحییٰ بن بکیر حدیث ۳ کے اسماء میں دیکھیں ۲ لیث بن سعد ۳ عُبَیداللہ بن ابی جعفران کی کنیت ابوبکر ہے وہ فقیہہ مصری ہیں۔ سلیمان بن ابی داؤد نے کہا میری آنکھوں نے عبید اللہ کے سوا کوئی عالم زاہد نہیں دیکھا وہ ۱۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

۴ محمد بن عبد الرحمٰن ان کی کنیت ابوالاسود ہے اسدی مدنی ہیں۔ عروہ بن زبیر کے یتیم ہیں ان کے والد نے انہیں وصیت کی تھی بنو امیہ کی حکومت کے اواخر میں فوت ہوئے۔

حدیث ۲۸۷ کے اسماء رجال

: ۱ موسیٰ بن اسماعیل قدمر ۲ جُویریہ بن اسماء ضُبَعیٰ ان کی کنیت ابو مخارق ہے۔ ابو مخراق بھی ذکر کی جاتی ہے وہ بصری ہیں۔ ۱۷۳ ہجری میں فوت ہوئے ۳ عبداللہ بن دینار قرشی مدنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا کے مولیٰ ہیں حدیث [illegible]

بَابُ اِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ

۲۸۹ — حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ ثَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ تَابَعَهٗ عَمْرٌو عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ ثَنَا قَتَادَةُ قَالَ اَنَا الْحَسَنُ مِثْلَهٗ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا اَجْوَدُ وَاَوْكَدُ وَاِنَّمَا بَيَّنَّا الْحَدِيْثَ الْاٰخَرَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْغُسْلُ اَحْوَطُ ۔

باب — جب ختانان آپس میں مل جائیں

(جب حشفہ فرج میں غائب ہو جائے)

۲۸۹ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب بیوی کے سامنے بیٹھے پھر اس کے ساتھ جماع کی کوشش کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ عمرو بن مرزوق نے شعبہ سے اس جیسی روایت میں ہشام کی متابعت کی ہے اور موسیٰ نے کہا ہمیں ابان نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں قتادہ نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں حسن بصری نے اس جیسی خبر دی۔

۲۸۹ — شرح : اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ایجابِ غسل نزولِ منی پر موقوف نہیں بلکہ جب حشفہ فرج میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے اگرچہ انزال نہ ہو اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ صدرِ اوّل میں اس مسئلہ کی دریافت کے لئے کسی کو بھیجا تو ام المؤمنین نے فرمایا جب ختان ختان سے تجاوز کر جائے (یعنی حشفہ فرج میں غائب ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے اس کے بعد عمر فاروق نے حکم دیا کہ جس نے "اکسال" (جماع میں نزولِ منی نہ ہو) میں غسل نہ کیا اس کو میں تعزیر لگاؤں گا۔ بہرکیف صدرِ اوّل کے بعد ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب ختانان مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے، اگرچہ انزال نہ ہو۔ واللہ اعلم!

بَابُ غَسْلِ مَا يُصِيْبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ

۲۹۰ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ يَحْيٰى وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْسَلَمَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدِ الْجُهَنِيَّ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ وَقَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث کی باب کے عنوان سے مناسبت کس طرح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور لفظ "ثُمَّ جَهَدَهَا" سے مراد "التقاءِ ختانین" ہے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شوہر بیوی کے سامنے بیٹھے اور اس سے جماع میں مصروف ہو اور دونوں کے ختان آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہوجاتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ منی کے انزال پر غسل کا واجب ہونا موقوف نہیں بلکہ جب حشفہ فرج میں غائب ہوجائے تو مرد و زن پر غسل واجب ہوجاتا ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ البتہ ابتداء اسلام میں اختلاف تھا۔ پھر وجوبِ غسل پر ساری اُمّت کا اتفاق ہوگیا اور حدیث "اِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ" منسوخ ہے۔ یعنی انزال کے بغیر جماع کرنے سے غسل ساقط تھا پھر واجب ہوگیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یہ حدیث منسوخ نہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ سوتے میں جب احتلام کو یاد کرے اور انزال نہ ہو تو غسل واجب نہیں بلکہ انزال سے غسل واجب ہوگا اور یہ حکم اب بھی باقی ہے اور اس حدیث "اِذَا مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ" سے مراد یہ ہے کہ جب ذکر فرج میں غائب ہوجائے۔ مَس کی حقیقت مراد نہیں؛ کیونکہ عورت کا ختان فرج کے اعلیٰ پر ہوتا ہے جماع میں ذکر اس سے مس نہیں کرتا اور اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر عورت کے ختان پر ذکر رکھا اور اس میں داخل نہ کیا تو کسی پر غسل واجب نہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ مسِّ ختان سے مراد یہ ہے کہ ذکر فرج میں داخل ہوجائے۔

اس حدیث کے اسماءِ رجال گزر چکے ہیں۔

باب عورت کی شرمگاہ کی رطوبت جو مرد

کو لگ جائے اس کا دھونا

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَطَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَأُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَأَمَرُوْهُ بِذٰلِكَ وَأَخْبَرَنِي أَبُوْسَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا أَيُّوْبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۹۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

۲۹۰ — ترجمہ : زید بن خالد جہنی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے خبر دیں کہ جب مرد اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کیا کرے؟ حضرت عثمان نے کہا وضوء کرے جیسا نماز کے لئے وضوء کیا جاتا ہے اور شرمگاہ دھولے۔ حضرت عثمان نے کہا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا تو میں نے علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ اور اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو اُنھوں نے بھی یہی حکم دیا۔ یحییٰ نے کہا مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ عروہ بن زبیر نے ان کو خبر دی کہ ابوایوب نے ان کو خبر دی کہ اُنھوں نے یہ مسئلہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے سُنا ہے (غسل واجب نہیں)

۲۹۰ — شرح : اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور منی نازل نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں وہ صرف وضوء کرے اور شرمگاہ دھولے مگر یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ حدیث ۲۸۹ میں مفصل بیان ہُوا ہے۔ جمہور کا مذہب یہی ہے کہ ایجاب غسل انزالِ منی پر موقوف نہیں بلکہ جب حشفہ فرج میں غائب ہو جائے مرد و عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے اسی طرح صحیح کی دوسری روایت میں ہے اگرچہ انزال نہ ہو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جانور یا مردہ عورت سے جماع کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ۱ ابو معمر اور عبدالوارث حدیث ۷۳ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ باقی راویوں کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔

۲۹۱ — ترجمہ : اُبَی بن کعب نے کہا یارسُول اللہ! جب مرد عورت سے جماع کرے اور منی نازل نہ ہو (تو کیا غسل واجب ہے؟) آپ نے فرمایا عورت سے جو رطوبت وغیرہ لگی ہو اسے دھوڈالے پھر وضوء کرکے نماز پڑھ لے۔

قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ اَیُّوْبَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ الْمَرْاَۃَ فَلَمْ یُنْزِلْ قَالَ یَغْسِلُ مَا مَسَّ الْمَرْاَۃَ مِنْهُ ثُمَّ یَتَوَضَّأُ وَیُصَلِّیْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ الْغُسْلُ اَحْوَطُ وَذٰلِكَ الْاٰخِرُ اِنَّمَا بَیَّنَّاهُ لِاخْتِلَافِهِمْ وَالْمَاءُ اَنْقٰی

امام ابو عبداللہ بخاری نے کہا غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری امر ہے اور اس مسئلہ میں احادیث کا ذکر صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں اختلاف کی بناء پہ ہے اور پانی زیادہ صفائی کرنے والا ہے۔

۲۹۱— شرح : یہ حدیث بھی منسوخ ہے "امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس جماع میں انزال نہ ہو اس میں غسل کر لینے میں زیادہ احتیاط ہے اور ذاک الآخر" سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ باب میں مذکور حدیث منسوخ نہیں۔ ابن عربی نے کہا کہ امام بخاری نے اس مسئلہ میں جمہور کی مخالفت کی ہے، کیونکہ جس جماع میں انزال نہ ہو اس میں ایجابِ غسل پر صحابہ کرام اور تابعین کا اتفاق ہے اور بخاری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں غسل واجب نہیں، لیکن احتیاطاً غسل کر لینا مستحب ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس صحابہ کرام نے جنابت سے غسل کرنے میں اختلاف کیا بعض صحابہ نے کہا جب حشفہ فرج میں غائب ہو جائے غسل واجب ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے سیدنا عمر فاروق نے کہا تم نیک لوگ ہو تم نے بعد میں جنگ کی ہے جب تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے بعد دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کریں آپ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا تو ام المؤمنین نے کہا جب ختانان مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر امیر المؤمنین نے کہا جو شخص اس مسئلہ کے خلاف "اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ" کہے گا میں اسے عذاب دوں گا۔ امام طحاوی نے کہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لوگوں کو اس مسئلہ کی ترغیب دلائی اور اس کا کسی نے انکار نہ کیا۔

امام طحاوی نے کہا عورت سے جماع روزے اور حج کو فاسد کر دیتا ہے اور حد اور مہر کا موجب ہے انزال ہو یا نہ ہو اسی طرح اس سے غسل واجب ہے انزال ہو یا نہ ہو۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال اس حدیث کے تمام راویوں کا حال گزر چکا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الْحَيْضِ

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتاب الحیض

اس کتاب میں حیض، استحاضہ اور نفاس کے احکام مذکور ہیں۔ عنوان میں حیض کی تخصیص اس لئے ہے کہ اس کا وقوع بکثرت ہے۔ حیض کے دس نام ہیں: حیض[1]، طمث[2]، ضحک[3]، اکبار[4]، اعصار[5]، دراس[6]، عراک[7]، فراک[8]، طمس[9] اور نفاس[10]۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اَنَفِسْتِ کیا تمہیں حیض آگیا ہے۔ لغت میں حیض کا معنی سیلان ہے چنانچہ کہا جاتا ہے۔ "حَاضَ الْوَادِيْ اِذَا سَالَ" جب اس میں پانی بہنے لگے اور کہا جاتا ہے: حَاضَتِ الشَّجَرَةُ اِذَا سَالَ صَمْغُهَا، جب درخت سے اس کا لعاب بہنے لگے شریعت میں حیض وہ خون ہے جو عورت کے بالغ ہونے کے بعد حسبِ عادت اوقاتِ مقررہ میں اس کے رحم کے نچلے حصے سے خون نکلے۔ استحاضہ وہ خون ہے جو معتاد وقت کے بغیر نکلے وہ رحم کے قریب رگ کے منہ سے نکلتا ہے نفاس وہ خون ہے جو بچہ کی پیدائش کے وقت سے نکلنا شروع ہو (قسطلانی)

ترجمۃ الباب: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لوگ تم سے پوچھتے ہیں حیض کے احکام سے متعلق تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو۔ حیض کے دنوں میں اور ان سے نزدیکی نہ کرو

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْأُ الْحَيْضِ

وَقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَوَّلُ مَا اُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرُ

جب تک پاک نہ ہولیں اور جب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس ہوجاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔

باب حیض کی ابتداء کیسے ہوئی؟

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ شئی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد پر مقرر کی۔ بعض نے کہا سب سے پہلے بنی اسرائیل سے حیض شروع ہوا۔ بخاری نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اکثر ہے۔

شرح الباب حیض وہ خون ہے جس کے خروج کی ابتداء سے عورت بالغ ہوجاتی ہے اس کی اقل مدت تین دن اور اکثر مدت دس دن ہے۔ تین روز سے کم اور دس دن سے زیادہ جو خون آئے اسے استحاضہ کہا جاتا ہے۔ ایام حیض میں عورت سے مجامعت حرام ہے لوگ اس کے ساتھ کھانا، پینا اور گھروں میں اکٹھے رہنا ترک کردیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے اس کا حکم پوچھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حائضہ سے جماع کے سوا ہر شئی کرسکتے ہو۔ آیت کریمہ کے یہاں ذکر کرنے کا فائدہ حیض کی نجاست سے خبردار کرنا اور حالتِ حیض میں عورتوں سے علیحدگی کے وجوب کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

جن حیوانات کو حیض آتا ہے اُن میں سے عورت، بچھو، چمگادڑ اور خرگوش ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت سے مانع واقع ہونے پر رونا اور غمناک ہونا مستحب ہے اور طواف کے لئے طہارت واجب ہے۔ شوہر بیوی کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث کا محمل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت حاصل کی تھی، کیونکہ کسی کی طرف سے قربانی کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بنات اور ان کے بعد آنے والی بنات پر فرض ہوا ہے۔ جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض عورتوں کی اصل خلقت میں داخل ہے جس میں اس کی صلاحیت پائی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

٢٩٢ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ خَرَجْنَا لَا نَرٰى اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ مَالَكِ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَاقْضِيْ مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَّا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِّسَآئِهٖ بِالْبَقَرِ

٢٩٢ — ترجمہ : عبدالرحمٰن بن قاسم نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہم صرف حج کا قصد کر کے نکلے جب سَرِف کے مقام پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا ہوگیا حیض والی ہوگئی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک شئ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے تم بیت اللہ کا طواف کئے بغیر وہ افعال ادا کرتی رہو جو حاجی ادا کرتے ہیں۔ ام المؤمنین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ازواج کی طرف سے گائے ذبح فرمائی

٢٩٢ — شرح : سَرِف ،، یہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام ہے وہاں سے مکہ مکرمہ تقریبًا نو یا دس میل دُور ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس حدیث شریف سے مقصد یہ ہے کہ حیض بناتِ آدم سب کو شامل ہے اور بنات بنی اسرائیل اور ان سے پہلے اور بعد والی تمام عورتیں اس میں داخل ہیں۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث شریف میں ہے کہ بنی اسرائیل پر حیض بھیجا گیا ؛ حالانکہ مردوں کو حیض نہیں آتا اس کا جواب یہ ہے کہ بنی اسرائیل سے مراد اس کی عورتیں ہیں جیسے بنی آدم سے آدم علیہ السلام کی اولاد مراد ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کو احرام باندھنے کے بعد حیض یا نفاس آجائے وہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور باقی حج کے سارے افعال ادا کرے ،، اور عبادت سے مانع حاصل ہونے پر حزن و ملال اور بُکاء جائز ہے اور اگر اس حالت میں طواف کر لیا تو بدنہ اس پر واجب ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر بے وضو طواف کرے تو دم واجب ہے۔ یہ طویل حدیث ہے کتاب الحج میں اس کی تفصیل آئے گی۔ انشاء اللہ!

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ،، یعنی اللہ تعالیٰ نے زکریا کی بیوی کی طرف حیض واپس کر دیا۔ کیونکہ عادۃً جب

بَابُ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ

۲۹۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ

۲۹۴ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ اَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ اَخْبَرَهُمْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّهٗ سُئِلَ اَتَخْدُمُنِيْ الْحَائِضُ اَوْ تَدْنُوْ مِنِّيْ الْمَرْاَةُ وَهِيَ جُنُبٌ فَقَالَ عُرْوَةُ كُلُّ ذٰلِكَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَكُلُّ ذٰلِكَ

عورت کو حیض نہ آئے تو وہ بچہ پیدا نہیں کر سکتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں جب انہیں بچہ کی خوشخبری دی گئی اور ان کی بیوی پاس کھڑی تھی تو اسے حیض آ گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل سے پہلے عورتوں کو حیض آتا تھا (کرمانی)

کتاب الوحی میں اس حدیث کے اسماء رجال کا ذکر گزرا ہے۔

باب حائض کا اپنے شوہر کا سر دھونا اور کنگھی کرنا

۲۹۳ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کنگھی کیا کرتی تھی جبکہ میں حالتِ حیض میں ہوتی۔

۲۹۳ — شرح: اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ حائض عورت اپنے شوہر کے سر کے بالوں کو کنگھی کر سکتی ہے اور اس کی رضاء سے اس سے خدمت لینا جائز ہے، حائض، حیض والی عورت ہے، اس پر علامتِ تانیث نہیں آتی، کیونکہ یہ مؤنث کے ساتھ مخصوص ہے۔

۲۹۴ — ترجمہ: ہشام نے خبر دی کہ عروہ سے پوچھا گیا کیا حیض والی عورت (بیوی) میری

يَخْدُمُنِي وَلَيْسَ عَلَى أَحَدٍ فِي ذٰلِكَ بَأْسٌ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّهَا كَانَتْ تُرَجِّلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ مُجَاوِرٌ فِي الْمَسْجِدِ يُدْنِي لَهَا رَأْسَهُ وَهِيَ فِي حُجْرَتِهَا فَتُرَجِّلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ

عروہ نے کہا یہ سب کچھ مجھ پر آسان ہے اور حائض اور جنبی عورت میری خدمت کر سکتی ہے۔ اس میں کسی پر کوئی حرج نہیں۔ مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو کنگھی کیا کرتی تھیں جبکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز مسجد شریف میں معتکف ہوتے آپ سر مبارک ان کے قریب فرماتے جبکہ وہ اپنے حجرہ میں ہوتیں وہ آپ کو کنگھی کرتیں۔ حالانکہ وہ حائض ہوتیں

۲۹۴ — شرح : اس حدیث میں جنبی عورت کے قریب آنے کا ذکر جواب میں مذکور نہیں مگر اسے حائض پر قیاس کر سکتے ہیں اور دونوں میں حدث اکبر،، جامع ہے کہ جب حائض خدمت کر سکتی ہے تو جنبی عورت بھی خدمت کر سکتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حائض اور جنبی دونوں طاہر ہیں ان کا لعاب اور پسینہ بھی طاہر ہے اور عورت حالتِ حیض میں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ مگر اپنا ہاتھ مسجد میں داخل کر سکتی ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ حدیث میں ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا حائض تھیں ،، حائضہ،، کیوں نہیں کہا اس کا جواب یہ ہے کہ تانیث کی علامت مذکر '' و مؤنث میں فرق کرنے آتی ہے اور حیض عورتوں کی مخصوص صفت ہے اس لئے فرق کرنے کی ضرورت نہیں پھر اگر سوال پوچھا جائے کہ حمل اور دودھ پلانا بھی تو عورتوں کی مخصوص وصف ہے تو حاملہ اور مُرضعہ کیوں کہا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ مراد ہو کہ اس صفت کے ساتھ فعل سے التباس ہوگا تو تاء ذکر کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے جَاءَ الْحَامِلَةُ وَالْمُرْضِعَةُ اور جب ان کا قوت سے التباس ہو تو تاء ذکر نہیں کی جاتی۔ زمخشری نے اس آیت کریمہ '' يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ کی تفسیر میں ذکر کیا مرضعۃ کیوں کہا مرضع کیوں نہیں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ مرضعہ وہ عورت ہے جو دودھ پلاتے وقت اپنا پستان بچے کے منہ میں کرتی ہے اور مرضع وہ عورت ہے جس کی یہ شان ہے اگرچہ دودھ نہ پلاتی ہو (عینی، کرمانی)

اسماء رجال : ع۱ ہشام بن یوسف صنعانی کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ یہ صنعاء کے قاضی تھے۔ ۱۹۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ ابن جُریج وہ عبد الملک بن عبد العزیز بن جُریج مکی قرشی ہیں۔ دراصل وہ رومی تھے۔ مشہور علماء میں سے ہیں۔ ان کی دو کنیتیں ہیں ایک

بَابُ قِرَاءَةِ الرَّجُلِ فِي حِجْرِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ

وَكَانَ أَبُو وَائِلٍ يُرْسِلُ خَادِمَهُ وَهِيَ حَائِضٌ إِلَى أَبِي رَزِينٍ فَتَأْتِيهِ بِالْمُصْحَفِ فَتُمْسِكُهُ بِعِلَاقَتِهِ

۲۹۵ — حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ سَمِعَ زُهَيْرًا عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ أَنَّ أُمَّهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَّكِئُ فِي حِجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ —

ابوالولید دُوسری ابوخالد ۱۵۰ ہجری میں فوت ہُوئے ۔

باب — مرد کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن پڑھنا جبکہ وہ حائض ہو

ابووائل اپنی خادمہ کو ابورزین کے پاس بھیجتے جبکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی وہ ان کے پاس قرآن کریم لاتی اور اسے فیتے سے پکڑتی ،،

۲۹۵ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے جبکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی پھر قرآن پڑھتے ۔

۲۹۵ — شرح : باب کے ترجمہ اور ابووائل کے اثر میں مطابقت اس طرح ہے کہ جس طرح حائض کی گود میں سر رکھ کر قرآن کی قرأت جائز ہے ۔ ایسا ہی حائض کا قرآن کو اس کے جزدان سمیت اُٹھانا جائز ہے اور دونوں میں حائض کو دخل ہے ، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر بھی خادمہ کا اطلاق جائز ہے

بَابُ مَنْ سَمَّى النِّفَاسَ حَيْضًا

۲۹۶ — حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِيْ خَمِيْصَةٍ اِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ فَقَالَ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِيْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ

قرآن کریم آپ کے جوف میں تھا اور آپ اس کے حامل تھے ۔ اس تاویل سے یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے ؛ کیونکہ اس باب سے بخاری کی غرض حیض والی عورت کا قرآن مجید کے اُٹھانے کے جواز پر دلالت ہے اور قرآن کریم کا حافظ اس کا بہت بڑا برتن ہے ۔ اگرچہ حدیث میں حامل کا لفظ نہیں اور "یَتَّکِئُ فِیْ حِجْرِیْ" سے مراد یہ ہے کہ آپ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی گود میں سر مبارک رکھ کر قرآن کریم پڑھتے تھے لہٰذا ام المؤمنین کی گود سر مبارک کی حامل تھی اور سر مبارک قرآن کا محل تھا ، لہٰذا مناسبت واضح ہوگئی ۔

ابن دقیق العید نے کہا اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ حائض قرآن نہیں پڑھ سکتی ؛ کیونکہ اگر اس کے لئے قرأت جائز ہوتی تو اس کی گود میں قرأت کے امتناع کا وہم نہ ہوتا حتی کہ اس پر تنصیص کی احتیاج ہوتی ، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا کہ حائض پاک ہے اور اس سے مباشرت بدون جماع جائز ہے ۔ واللہ اعلم !

باب — جس نے نفاس کو حیض کہا

۲۹۶ — ترجمہ : ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی کہ ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی چادر میں لیٹی ہوئی تھی اچانک مجھے حیض آگیا میں جلدی سے باہر نکلی اور حیض کے کپڑے پہن لئے آپ نے فرمایا کیا حیض کی حالت ہوگئی ہے ؟ میں نے کہا جی ہاں ! آپ نے مجھے بُلایا اور میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی ۔

شرح : اس حدیث میں حیض کو نفاس کہنے کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حائض

کے ساتھ اس کی حیض کی حالت والے کپڑوں میں سونا جائز ہے اور بحکم قرآن عورتوں سے علیحدہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ جماع سے علیحدہ رہیں، حائض اور نفاس والی عورت کا ایک ہی حکم ہے جبکہ دونوں کے لئے قرأتِ قرآن اور اس کا چھونا حرام ہے اور نماز اور روزہ دونوں پر واجب نہیں وہ مسجد میں داخل ہوسکتی ہیں اور نہ ہی طواف کرسکتی ہیں، آئندہ احادیث میں ان کی تصریحات موجود ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو ایامِ حیض کے لئے علیحدہ کپڑے رکھنے چاہیئے۔ واللہ اعلم!

۲۹۶

شرح: یہاں خَمِیلہ سے مراد نقش و نگار والا صوف کا کپڑا ہے۔ اور "اِنْسَلَلْتُ" کا معنی ہے: میں خفیۃً نکل گئی یعنی ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مذکور کپڑے میں لیٹے ہوئے تھے کہ ام المؤمنین کو حیض آگیا تو انھوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ کو حیض کا خون لگ جائے یا یہ سمجھا کہ وہ ناپاک ہوگئی ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مُضَاجَعَتْ کو اچھا نہ سمجھا یا اس لئے کہ شائد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے قضاءِ حاجت کرنا چاہیں۔ حالانکہ اس حالت میں وہ اس کے لائق نہیں تو وہ آہستہ آہستہ خفیۃً بستر سے باہر چلی گئیں

اسماءِ رجال

ع۱ مکی بن ابراہیم بلخی تمیمی ہیں بغداد میں حج کرنے آتے اور آتے جاتے وقت لوگوں سے احادیث بیان کرتے تھے۔ انھوں نے کہا میں نے ساٹھ حج کئے اور ساٹھ عورتوں سے نکاح کیا اور دس سال بیت اللہ کا مجاور رہا۔ سترہ تابعیوں سے حدیثیں لکھیں اگر میں جانتا کہ لوگ میرے محتاج ہوں گے تو میں تابعیوں کے سوا کسی اور سے کوئی حدیث نہ لکھتا۔ ۲۱۴ ہجری کو بلخ میں وفات پائی۔ ان کی عمر تقریباً ایک سو برس تھی۔ ع۲ ہشام دستوائی ع۳ یحییٰ بن ابی کثیر حدیث ع۱۵۲ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۴ ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بن عوف ان کا نام عبدالرحمٰن ہے وہ قرشی زہری عشرہ مبشرہ سے ہیں اور تابعی مدنی جلیل امام اور فقہاءِ سبعہ میں سے ہیں مدینہ منورہ میں ۱۹۴ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حدیث ع۱۳۰ کے اسماء میں گزری ہیں ع۶ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا زوجۂ محترمہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابوسلمہ اور ام سلمہ کی کنیت ایک شخص کے اعتبار سے نہیں کیونکہ پہلا سلمہ عبدالرحمٰن کا بیٹا ہے۔ اور دوسرا سلمہ عبدالاسد کے بیٹے کا لڑکا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ابوسلمہ زینب کا باپ صحابی نہیں ہے۔ حدیث ع۱۱۵ کے اسماء میں دیکھیں"

بَابُ مُبَاشَرَةِ الْحَائِضِ

۲۹۷ — حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَاْمُرُنِي فَاَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِي وَاَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخْرِجُ رَاْسَهٗ اِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَاَغْسِلُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ

باب حائضہ سے مباشرت کرنا

۲۹۷ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے دونوں بحالتِ جنابت غسل کرتے تھے۔ آپ مجھے حکم فرماتے تو میں کپڑے پہن لیتی اور آپ مجھ سے مباشرت فرماتے جبکہ میں حائضہ ہوتی آپ سرمبارک میری طرف باہر نکالتے حالانکہ آپ معتکف ہوتے تو میں آپ کے سرمبارک کو دھوتی جبکہ میں بحالتِ حیض ہوتی تھی!

۲۹۷ — شرح : قرطبی نے مجاہد سے ذکر کیا کہ جاہلیت میں لوگ حیض والی عورتوں سے علیحدہ رہتے اور اتنی مدت میں وہ ان کے ادبار میں آیا کرتے تھے نصاری ان کے فروج میں جماع سے نہ رکتے تھے اور یہود و مجوس ان سے بکسر علیحدہ رہتے حتی کہ ان کا کھانا پینا تک علیحدہ ہوتا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ردِ بلیغ فرمایا اور ارشاد فرمایا "اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا النِّكَاحَ" یعنی حائض سے جماع کے سوا سب کچھ کرسکتے ہو، حائض سے مباشرت کی تین اقسام ہیں:
ع۱ فرج میں قصدًا مباشرت کرنا یہ بالاجماع حرام ہے اس کا مستحل کافر ہے اگر مستحل نہیں تو اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ ایسا ہرگز نہ کرے مگر اس پر کفارہ واجب نہیں اور جن احادیث میں کفارہ کا ذکر ہے وہ استحباب پر محمول ہے ع۲ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے قبلہ یا معانقہ یا مس وغیرہ سے مباشرت جائز ہے اور یہ بالاجماع حلال ہے، مافوق الازار مباشرت صحیحین میں ثابت ہے ع۳ ناف اور گھٹنے کے درمیان قبل اور دبر کے بغیر مباشرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔ امام ابویوسف سے بھی ایک روایت یہی ہے

٢٩٨ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحٰقَ هُوَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا فَأَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَاشِرَهَا أَمَرَهَا أَنْ تَتَّزِرَ فِي فَوْرِ حَيْضَتِهَا ثُمَّ يُبَاشِرُهَا قَالَتْ وَأَيُّكُمْ يَمْلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِرْبَهُ تَابَعَهُ خَالِدٌ وَجَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ

اور شافعیہ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ امام مالک اور اکثر علماء کا بھی یہی قول ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائض کا پسینہ پاک ہے اور معتکف اگر سر مسجد سے باہر نکالے تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ۱ قبیصہ ابو عامر کوفی ہیں ۲ سفیان ثوری دونوں حضرات کا تذکرہ حدیث ۳۳ کے اسماء میں گزرا ہے ۳ منصور بن معتمر حدیث ۶۹ کے اسماء میں گزرے ہیں ۴ ابراہیم بن یزید نخعی اہلِ کوفہ کے فقیہ ہیں۔ اسود بن یزید ان کے ماموں ہیں۔ لوگ آلِ اسود کو جنتی کہتے تھے۔ حدیث ۱۲۷ کے اسماء میں ان کا ذکر ہوا ہے۔

۲۹۸ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم میں سے جب کوئی حیض کی حالت میں ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مباشرت کا ارادہ فرماتے تو اسے حیض کے جوش کے وقت تہبند باندھنے کا حکم فرماتے پھر اس سے مباشرت فرماتے ام المؤمنین نے کہا تم میں سے کون ہے جو اپنی حاجت (خواہش) کا مالک ہو جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت (خواہش) کے مالک تھے

۲۹۸ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباشرت اس شخص کے لئے جائز ہے جس کو اپنے نفس پر ضبط ہو اور وہ اسے جماع میں واقع ہونے سے روکے اور اگر وہ ضبط کا مالک نہ ہو تو اس کے لئے مباشرت جائز نہیں ؛ کیونکہ جو شخص کسی چراگاہ کے قرب وجوار میں جانور چرائے۔ ممکن ہے کہ وہ چراگاہ میں واقع ہو جائیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فورِ حیض میں تہبند باندھنے کا حکم فرماتے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءِ حیض اور اس کے مابعد میں فرق ہے۔ اس کا شاہد ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

۲۹۹ـــ حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ الشَّيْبَانِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَیْمُوْنَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّبَاشِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآئِهٖ اَمَرَهَا فَاتَّزَرَتْ وَهِیَ حَائِضٌ وَرَوَاهُ سُفْیٰنُ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ

کرنے۔ پھر اس کے بعد مباشرت فرماتے اس حدیث کی ان احادیث سے منافات نہیں جو مطلقاً مباشرت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ وہ مختلف حالات پر مبنی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حائض کو ایامِ حیض میں ازار باندھنا ضروری ہے تاکہ اس کی وجہ سے جماع سے رُک سکے۔ ابوداؤد نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی سے جو حائض ہوتی مباشرت فرماتے جبکہ اس کی نصف ران یا گھٹنوں تک کپڑا ہوتا۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال : ع۱ اسماعیل بن خلیل کی کنیت ابو عبد اللہ خزاز کوفی ہیں۔ امام بخاری نے کہا ۲۲۵۔ ہجری میں ان کی وفات کی خبر پہنچی تھی ع۲ علی بن مسہر قرشی کوفی ہیں ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ ۱۸۹۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ ابواسحاق کا نام سلیمان بن فروز ہے وہ مشہور تابعی ہیں۔ ۱۴۱۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ عبدالرحمٰن بن یزید نخعی افاضل تابعین اور علماء عاملین میں سے ہیں۔ ۹۹۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ اسود قدمر

ع۱ جریر بن عبدالحمید کوفی پھر رازی ہیں۔ ۱۸۷۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ شیبانی کی کنیت ابواسحاق ہے

۲۹۹ـــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیوی سے مباشرت کا ارادہ فرماتے تو اسے تہبند باندھنے کا حکم فرماتے جبکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتیں۔

سفیان نے شیبانی سے اس کی روایت کی ہے۔

۲۹۹ـــ شرح : یعنی سفیان ثوری نے ابواسحاق شیبانی سے اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے۔ یہ روایت بخاری کی شرط کے مطابق ہے لہٰذا اس کے ابہام میں کوئی حرج نہیں، اسی اسناد سے خالد بن عبداللہ نے بھی شیبانی سے یہ روایت کی ہے جیسا کہ مسلم میں ہے

اسماءِ رجال : ع۱ ابوالنعمان عارم مشہور ہیں۔ حدیث ع۵۵ کے اسماء میں گزرے ہیں۔ ع۲ عبدالواحد حدیث ع۱۲۶ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۳ عبداللہ بن شداد

بَابُ تَرْكِ الْحَائِضِ الصَّوْمَ

۳۰۰ — حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدٌ هُوَ ابْنُ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَضْحَى أَوْ فِطْرٍ إِلَى الْمُصَلَّى فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنِّي أُرِيتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ وَبِمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ

کنیتی ہیں شتداد کے والد کا نام اسامہ ہے انہیں دو الہاد،، کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مہمانوں، راہ گیروں کے لئے آگ روشن کیا کرتے تھے۔

باب — حائضہ کا روزہ چھوڑ دینا

۳۰۰ — ترجمہ : ابوسعید خدری نے کہا بڑی یا چھوٹی عید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے اور عورتوں سے آپ کا گزر ہوا تو فرمایا اے عورتو! صدقہ کیا کرو، مجھے تم اکثر دوزخ میں دکھائی گئی ہو، عورتوں نے کہا یا رسول اللہ! کس کے باعث؟ فرمایا تم لعنت زیادہ کرتی ہو اور شوہر کی نعمت کا کفران کرتی ہو کسی ناقص عقل اور ناقص دین والی عورت عقل مند آدمی کی عقل کھونے والی تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، عورتوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے دین اور عقل میں نقصان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر نہیں؟ عورتوں نے کہا کیوں نہیں، فرمایا یہ اس کی عقل میں نقصان کے باعث ہے کیا یہ نہیں کہ جب حیض آجائے تو وہ نماز نہیں پڑھتی ہے اور نہ ہی روزہ

شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا اَلَيْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا

رکھتی ہے ؟ عورتوں نے کہا کیوں نہیں ! فرمایا یہ اس کے دین میں نقصان ہے ۔

۲۰۰ — شرح : اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حائض سے فرض صوم وصلوٰۃ ساقط ہو جاتا ہے مگر وہ روزہ قضاء کرے گی ۔ نماز کی قضاء نہیں ۔ صدقہ عذاب کو دفع کرتا ہے اور گناہوں کا کفارہ کرتا ہے ۔ نعمت کا انکار حرام ہے اور اس کا کفران مذموم ہے ۔ قبیح کلام حرام ہے ۔ اگر اس پر مداومت کرے تو وہ گناہ کبیرہ ہے ۔ مجمع عظیم میں صدقات کی ترغیب دلانا مستحب ہے ۔ ایام عید میں عورتوں کے لئے عیدگاہ میں جانا جائز ہے ۔ تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں ۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ دار نوجوان عورتوں اور حیض والی عورتوں کو عیدگاہ میں جانے دیتے تھے ۔ وہ عیدگاہ سے علیحدہ رہتیں اور خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوتیں ۔

علماء نے کہا یہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں تھا لیکن آج کے روز نوجوان خوبصورت عورتیں باہر نہ نکلیں ۔ اسی لئے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا " اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے محدثات نسوانی زیب وزینت دیکھ لیتے جو وہ آج کل کرتی ہیں تو ان کو مساجد سے ضرور منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل ظاہر کرنے کے لئے عورتوں کو نکلنے کی اجازت تھی آج کل ہرگز ایسا نہیں ۔ اس بارے میں احناف کا یہ مسلک ہے جو صاحب بدائع نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نوجوان عورتوں کو عیدوں، جمعہ اور دوسری کسی نماز میں نکلنے کی رخصت نہیں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ " ، تم اپنے گھروں میں رہو ، بوڑھی عورتیں بھی کسی نماز میں باہر نہ جائیں ۔ افضل یہی ہے ۔ واللہ اعلم !

مُفردات

اُضْحِيَہ : اس بکری کو کہتے ہیں جو قربانی کے روز ذبح کی جاتی ہے ۔ اس میں چار لغات ہیں ۱ اُضْحِیَہ بضم الھمزہ و بکسرہا ۲ ضحیہ ۳ اضحاۃ اس کی جمع اَضْحٰی ہے یہ مذکر و مؤنث مستعمل ہے ۔ مُصَلّٰی ، عیدگاہ ۔ معشر ، جماعت اس کی جمع معاشر ہے ۔ عَشِیْر ، شوہر دوست ، شوہر اور چچا زاد کو بھی عشیر کہا جاتا ہے ۔ لَعْن ، اللہ کی رحمت سے دور کرنا ۔ علماء کرام اس بات میں متفق ہیں کہ کسی پر لعنت کرنا حرام ہے ، کیونکہ جس کے خاتمہ کا علم نہ ہو کہ وہ مسلمان مرے گا یا کافر فوت ہوگا اس پر لعنت کیسے جائز ہے ۔ البتہ جس کے خاتمہ پر صریح نص ہو کہ وہ کفر پر مرا ہے اس پر لعنت جائز ہے ۔ وصف

بَابُ تَقْضِي الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا إِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الْآيَةَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ وَقَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سُفْيَانَ أَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَهُ فَإِذَا فِيهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا إِلَى قَوْلِهِ مُسْلِمُونَ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَا تُصَلِّي وَقَالَ الْحَكَمُ إِنِّي لَأَذْبَحُ وَأَنَا جُنُبٌ وَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ

پر لعنت کرنا حرام نہیں جیسے لَعْنَتُ اللهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ وَالظَّالِمِيْنَ وَالْفَاسِقِيْنَ ،، جیسا کہ نصوص شرعیہ میں مذکور ہے ؛ کیونکہ اوصاف کذب ، ظلم اور فسق پر لعنت ہے ۔ ذات پر لعنت نہیں ۔ اللّبٌ ،، خالص عقل ، حزم ،، ضابط ۔

باب حائضہ بیت اللہ کے طواف کے سوا حج کے تمام امور ادا کرے

ترجمۃ الباب : ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حائضہ قرآن کی آئت پڑھے تو کوئی حرج نہیں ۔ ابن عباس نے کہا جنبی کے لئے قرآن پڑھنے میں حرج نہیں اور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ ام عطیہ نے کہا ہمیں حکم کیا گیا تھا کہ حیض والی عورتوں کو عیدگاہوں کی طرف لے جائیں وہ لوگوں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور دُعائیں کریں، ابن عباس نے کہا مجھے ابوسفیان نے خبر دی کہ ہرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط منگوایا اور پڑھا اچانک اس میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ لکھا ہُوا تھا۔ عطاء نے جابر سے روایت کی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا حیض والی ہوگئیں تو اُنھوں نے بیت اللہ کے طواف کے سواحج کے سارے امُور ادا کئے جب کہ وہ (اس حال میں) نماز نہ پڑھتی تھیں۔ حکم نے کہا میں جانور ذبح کرتا ہوں، حالانکہ میں حالتِ جنابت میں ہوتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے اسے نہ کھاؤ۔

شرح الباب: اس باب میں یہ بیان ہوگا کہ جب عورت کو احرام کے بعد حیض آجائے تو وہ حج کے سارے امور ادا کرے مگر طواف نہ کرے، کیونکہ بیت اللہ کا طواف مسجد میں ہوتا ہے اور حائضہ عورت مسجد میں نہیں جا سکتی۔

اس کے تلاوت کرنے میں ابراہیم نخعی کے کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حائضہ عورت قرآن کی پُوری آیت پڑھ سکتی ہے، دُوسرا قول یہ ہے کہ قرآن کی آیت کا کچھ حصّہ پڑھ سکتی ہے پُوری آیت نہیں پڑھ سکتی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ جنبی کے لئے قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ جب تک جنبی نہ ہو قرآن پڑھنا جائز ہے یعنی حائض قرآن پڑھ سکتی ہے۔ ابن عباس نے کہا جنبی کے لئے قرآن پڑھنے میں حرج نہیں اُنھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے، کیونکہ ذکر عام ہے یہ قرآن مجید یا دُوسرے اوراد و اذکار سب کو شامل ہے مگر اس میں یہ احتمال ہے کہ حالت جنابت وغیرہ کے علاوہ باقی حالات میں ذکر فرماتے تھے اسی لئے بیت الخلاء میں ذکر نہ فرماتے تھے۔

ام عطیہ نے کہا کہ ہمیں حکم کیا گیا تھا کہ حیض والی عورتوں کو عیدگاہ میں لے جائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض والی عورت تکبیرات کہہ سکتی ہے دعا کر سکتی ہے مگر قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ان کے کلام میں نہیں ہے۔

ہرقل کے واقعہ سے بخاری نے استدلال کیا کہ جنبی قرآن پڑھ سکتا ہے، کیونکہ ہرقل کافر تھا اور کافر جنبی ہوتا ہے اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے پاس قرآن بھیجا، حالانکہ وہ پاک نہیں ہوتے اور آپ نے ان کا قرآن کو مس کرنا اور اس کا پڑھنا جائز رکھا۔ معلوم ہُوا کہ جنبی قرآن پڑھ سکتا ہے مگر احتمال ہے کہ وہ ہر وقت جنابت کی حالت میں نہ ہو۔ خصوصًا انسانی مروّت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر وقت وہ جنبی نہ رہے۔

حکم کے اثر سے بھی بخاری نے استدلال کیا کہ جنبی تلاوتِ قرآن کر سکتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان چھ آثار سے استدلال کیا کہ جنبی قرآن کریم پڑھ سکتا ہے مگر ان سب میں مناقشہ ہے، کیونکہ محدثین نے حضرت علی سے روایت ذکر کی کہ "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے ہمیں قرآن پڑھاتے

۳۰۱ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ اِلَّا الْحَجَّ فَلَمَّا جِئْنَا سَرِفَ طَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ قُلْتُ لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَمْ اَحُجَّ الْعَامَ قَالَ لَعَلَّكِ نُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ اٰدَمَ فَافْعَلِيْ مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ اَنْ لَا تَطُوْفِيْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِيْ

ہمارے ساتھ گوشت کھاتے اور آپ کو قرآن پڑھنے سے جنابت کے سوا کوئی شئی نہ روکتی تھی۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ ابن حبان نے بھی اس کی تصحیح کی ہے،، ترمذی اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حیض والی عورت اور جنبی قرآن پاک سے کچھ نہ پڑھے۔ اس حدیث کو اگرچہ بعض لوگوں نے ضعیف کہا ہے مگر حضرت علی کی حدیث اس کو قوی کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حیض والی عورت اور جنبی حالتِ حیض و جنابت میں قرآن کی پوری آیت نہیں پڑھ سکتے ہیں (عینی)

۳۰۱ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور صرف حج کا ارادہ کرتے تھے۔ جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو میں حیض والی ہو گئی۔ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں رو رہی تھی۔ فرمایا کون سی چیز تمہیں رُلا رہی ہے میں نے کہا اللہ کی قسم! اچھا ہوتا کہ میں اس سال حج کو نہ آتی فرمایا تمہیں حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں فرمایا یہ ایک شئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بناتِ آدم پر مقرر کیا ہے تم وہ کرتی جاؤ جو حاجی کریں گے مگر بیت اللہ کا طواف نہ کرو حتیٰ کہ حیض سے صاف ہو جاؤ۔

۳۰۱ — شرح : اس حدیث شریف میں اس امر کی دلیل ہے کہ حائض کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں اور حیض و نفاس والی عورتیں اور جنبی لوگ طواف کے سوا حج کے تمام افعال، اقوال اور احوال کر سکتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "حَتّٰی تَطْهُرِیْ" کا معنی یہ ہے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو حتیٰ کہ کامل طور پر صاف ہو جاؤ یعنی حیض کے انقطاع کے بعد غسل کر کے طواف کرو صرف حیض کا انقطاع ہی کافی نہیں ہے۔ باقی تقریر کتاب الحیض کی ابتداء میں دیکھیں۔

بَابُ الْاِسْتِحَاضَةِ

۳۰۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي لَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلٰوةَ فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي

باب استحاضہ (رگ کا خون)

۳۰۲ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ! میں (خون سے) پاک نہیں ہوتی ہوں کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ رگ کا خون ہے حیض کی حالت نہیں جب حیض کی حالت ہو تو نماز چھوڑ دو اور جب اندازاً یہ حالت ختم ہو جائے تو اپنے جسم سے خون دھو ڈالو اور نماز پڑھتی رہو۔

۳۰۲ — شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ کو رگ کا خون فرمایا جو حیض کے خون سے احکام میں ممتاز ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک اس خون کے جریان کے وقت مستحاضہ سے وطی (مجامعت) جائز ہے۔ امام مالک، سفیان ثوری، شافعی اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ ابوداؤد میں جید سند سے ہے کہ حمنہ بنت جحش مستحاضہ تھیں اور ان کا شوہر ان سے مجامعت کیا کرتا تھا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا مستحاضہ کی طہارت وقت میں مقیدہ ہے وہ ایک دفعہ طہارت سے وقت میں جو چاہے فرائض اور نوافل پڑھ سکتی ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ ایک دفعہ طہارت سے ایک فریضہ سے اکثر نہیں پڑھ سکتی، امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا استحاضہ کا خون طہارت کا ناقض نہیں جب مستحاضہ پاک ہو جائے تو وہ اس طہارت میں جو چاہے فرائض اور نوافل پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ

بَابُ غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ

۳۰۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ سَأَلَتْ اِمْرَاَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اِحْدٰكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرِصْهُ ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِمَآءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيْهِ

کوئی دوسرا حدث نہ ہو، نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے اس کا وضو صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور جمہور علماء نے کہا مستحاضہ پر صرف ایک ہی غسل واجب ہے جو حیض کے انقطاع کے وقت ہو۔ یہی مذہب امام مالک اور احمد کا ہے باقی تفصیل کتب فقہ میں دیکھیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں مندرجہ ذیل خواتین کو استحاضہ آتا تھا، ام حبیبہ بنت جحش، ام المؤمنین زینب، میمونہ کی اخیافی ہمشیرہ اسماء، فاطمہ بنت ابی حبیش، حمنہ بنت جحش، سودہ بنت زمعہ، زینب بنت ام سلمہ، اسماء بنت مرشد حارثیہ اور بادیہ بنت غیلان رضی اللہ تعالیٰ عنہن (عینی)

باب — حیض کا خون دھونا

۳۰۳ — ترجمہ : اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! ارشاد فرمائیں جب ہم سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو اس کو کھرچ ڈالے پھر پانی سے دھو دے پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔

۳۰۴ — حَدَّثَنَا اَصْبَغُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ اِحْدَانَا تَحِيْضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهٗ وَتَنْضَحُ عَلٰى سَائِرِهٖ ثُمَّ تُصَلِّیْ فِيْهِ

بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

۳۰۵ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ شَاهِيْنَ اَبُوْ بِشْرِنِ الْوَاسِطِیُّ قَالَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَكَفَ مَعَهٗ بَعْضُ نِسَائِهٖ وَهِیَ مُسْتَحَاضَةٌ

۳۰۴ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب ہم سے کوئی حالت حیض میں ہوتی تو پاک ہونے کے بعد اپنے کپڑے سے خون کھرچ دیتی اور اسے دھو ڈالتی اور پھر سارے کپڑے کو پانی سے دھوتی اور اس میں نماز پڑھتی۔

۳۰۳ — ۳۰۴ — شرح : ابن بطال نے کہا : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اسماء کی حدیث کی تفسیر ہے۔ یعنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں اس طرح کیا کرتی تھیں، اسماء کی حدیث میں "نضح" سے مراد غسل ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا پھر سارے کپڑے کو پانی سے دھوتی یہ وسوسہ کے دفع کرنے کے لئے کرتی تھیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھرچنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ اس سے خون وغیرہ کا اثر جاتا رہتا ہے اور کپڑا صاف ہو جاتا ہے۔

باب ــ مستحاضہ عورت کا اعتکاف کرنا

۳۰۵ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ترى الدم فربما وضعت الطست تحتها من الدم وزعم ان عائشة رأت ماء العصفر فقالت كان هذا شئ كانت فلانة تجده

۳۰۶ — حدثنا مسدد ثنا معتمر عن خالد عن عكرمة عن عائشة قالت اعتكفت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من ازواجه فكانت ترى الدم والصفرة والطست تحتها وهى تصلى

۳۰۷ — حدثنا مسدد ثنا معتمر عن خالد عن عكرمة عن عائشة ان بعض امهات المؤمنين اعتكفت وهى مستحاضة

کے ساتھ ایک بیوی نے اعتکاف کیا جبکہ وہ مستحاضہ تھیں اور دمِ استحاضہ دیکھتی تھیں۔ بسا اوقات وہ خون کی وجہ سے اپنے تحت طشت رکھ لیتیں۔ عکرمہ نے گمان کیا کہ ام المؤمنین نے زرد پانی دیکھا اور کہا وہ یہ شئ ہے جو فلاں عورت (زینب بنت جحش) دیکھا کرتی تھی!

۳۰۶ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی نے اعتکاف کیا وہ سُرخ اور زرد خون دیکھا کرتی تھیں اور طشت ان کے نیچے ہوتا تھا جبکہ وہ نماز پڑھتی تھیں۔

۳۰۷ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ امہات المؤمنین میں سے ایک نے اعتکاف کیا جب کہ وہ مستحاضہ تھیں۔

۳۰۵ — ۳۰۶ — ۳۰۷ — شرح: جس عورت کو ایام حیض کے بعد خون جاری رہے۔ وہ مستحاضہ ہے اس باب کی جملہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ عورت مسجد میں ٹھہر سکتی ہے۔ اعتکاف کر سکتی ہے نماز پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ مسجد ملوث نہ ہو۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ جسے سلسل البول یا مذی یا خون بہانے والی پھنسی ہو اس کے لئے اعتکاف کرنا جائز ہے اور اسے مستحاضہ عورت پر قیاس کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں فلاں عورت سے مراد زینب بنت جحش ہے ان کی دو اور ہمشیرگان ام حبیبہ اور حمنہ بنات جحش ہیں اور تینوں

بَابُ هَلْ تُصَلِّی الْمَرْأَةُ فِی ثَوْبٍ حَاضَتْ فِیهِ

۳۰۸ ـــ حَدَّثَنَا اَبُونُعَیْمٍ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا کَانَ لِاِحْدَانَا اِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ تَحِیْضُ فِیْہِ فَاِذَا اَصَابَہٗ شَیْءٌ مِّنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِیْقِھَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفُرِھَا

باب ـــ کیا عورت اس کپڑے میں جس میں اسے حیض آیا ہو نماز پڑھ سکتی ہے؟

۳۰۸ ـــ ترجمہ : مجاہد سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم میں سے کسی کے لئے ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا نہ ہوتا تھا۔ اسی کپڑے میں اس کی حیض کی حالت ہوتی تو جب اسے حیض کے خون سے کچھ لگ جاتا تو وہ اس پر تھوک ڈالتی اور اپنے ناخن سے اس کو مل کر اُتار دیتی۔

۳۰۸ ـــ شرح : بظاہر یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے معارض ہے؛ کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہیں : "فَاَخَذْتُ ثِیَابَ حِیْضَتِیْ"، یعنی میں نے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ چنانچہ "باب مَنِ اتَّخَذَ ثِیَابَ الْحَیْضِ سِوَی ثِیَابِ الطُّھْرِ"، حدیث ۳۱۹ میں گزرا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس حالتِ حیض اور حالِ طہر کے علیحدہ علیحدہ کپڑے تھے مگر درحقیقت تعارض نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ باب کی حدیث ابتداء اسلام پر محمول ہو کیونکہ اس وقت صحابہ بڑی کٹھن زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے پاس مال و دولت نہ تھی جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات عنایت کیں اور حالات بدلے۔ مال و دولت میں وسعت ہوئی تو عورتوں نے حیض و نفاس اور طہر کے علیحدہ علیحدہ کپڑے بنالئے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس وسعتِ حال کی خبر دی ہے لہذا دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔ امام بیہقی نے کہا کہ تھوک سے دمِ حیض کو صاف کردینا قلیل دم میں متصور ہوسکتا ہے جو معاف ہے زیادہ خون کو دھونا ضروری ہے۔ اس حدیث میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کہ درہم کی مقدار سے کم نجاست

بَابُ الطِّيْبِ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

٣٠٩ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ اَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهٰى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

معاف ہے۔ اس کا دھونا واجب نہیں، اس حدیث شریف میں اس امر کی دلیل ہے کہ قلیل نجاست کو پانی کے بغیر زائل کرنا جائز ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نجاست کے زائل کرنے میں عدد شرط نہیں صرف صاف کر دینا ہی کافی ہے۔

اسماء رجال : ابراہیم بن نافع اپنے زمانہ میں مکہ کے ثقہ ترشیخ تھے۔ باقی رُواۃ کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب — عورت کا حیض سے غسل کے وقت خوشبو لگانا"

٣٠٩ — ترجمہ : ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم کو میّت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا گیا تھا، مگر شوہر پر چار ماہ دس دن، سوگ کی اجازت تھی (سوگ کے ایام میں) سرمہ، خوشبو لگانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے بھی منع کیا گیا تھا مگر ثوب عصب [illegible]

بَابُ دَلْكِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا اِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَاخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَتَبَّعُ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ

۳۱۰ — حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ فَاَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ خُذِيْ

کے انقطاع پر غسل کرتی تو ہمارے لئے کست اظفار سے کچھ خوشبو لگانے کی اجازت تھی اور ہم کو جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا تھا۔ اس حدیث کی ہشام بن حسان نے حفصہ سے اُنھوں نے ام عطیہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی!

۳۰۹ — شرح : ثوبِ عصب یعنی چادر ہے جس کو سوت رنگنے کے بعد بُنا جاتا ہے، کست اظفار خوشبو ہے اس سے تھوڑا سا ٹکڑا ناخن کے مشابہ ہوتا ہے،

حیض سے پاک ہونے کے بعد عورتوں کو حیض کی بدبو دفع کرنے کے لئے غسل کے وقت خوشبو لگانے کا حکم ہے تاکہ خوشبو میں نماز پڑھ سکے اور فرشتوں سے مجالست کر سکے تاکہ ان کو حیض کے خون کی بدبو سے تکلیف نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چھوٹی بچی اور بیوی لونڈی پر سوگ نہیں تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ ام ولدہ اور لونڈی کا مالک فوت ہو جائے تو ان پر سوگ نہیں اور نہ ہی اس عورت پر سوگ ہے جسے رجعی طلاق ہوئی ہو اور جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں۔ وہ سوگ کرے چار ماہ دس دن سوگ کی مدت اس لئے ہے کہ اس مدت میں حمل ظاہر ہو جاتا ہے، سوگ کرنے والی عورت کا سرمہ لگانا، خوشبو لگانا اور رنگے ہوئے کپڑے پہننا سب حرام ہیں۔

اسماء رجال : عبداللہ بن عبدالوہاب حجبی ۲ حماد ۳ ایوب سختیانی حدیث ۱۰۵ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب — جب عورت حیض سے پاک ہو جائے

تو اس کا اپنا بدن ملنا۔ وہ کیسے غسل کرے؟ وہ خوشبودار روئی لے اور

فِرْصَۃً مِنْ مِسْكٍ فَتَطَهَّرِیْ بِهَا قَالَتْ كَیْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِیْ بِهَا قَالَتْ كَیْفَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ تَطَهَّرِیْ فَاجْتَذَبْتُهَا اِلَیَّ فَقُلْتُ تَتَبَّعِیْ بِهَا اَثَرَ الدَّمِ

اس سے خون کے نشان صاف کرے ،،

۳۱۰ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض سے غسل کے متعلق پوچھا تو آپ نے اسے غسل کرنے کی کیفیت بتائی فرمایا مشک آلود روئی لو اور اس سے صفائی کرو اُس نے کہا اس سے کیسے طہارت و صفائی کروں فرمایا اس سے طہارت کرو اُس نے کہا کیسے طہارت کروں فرمایا سبحان اللہ طہارت کرو۔ میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ کر کہا خون کے نشانات کو صاف کرو!

۳۱۰ — شرح : اس حدیث شریف میں ترجمۃ الباب کا آخری حصہ مذکور ہے غسل کے وقت بدن کا ملنا اور غسل کی کیفیت مذکور نہیں مگر امام بخاری کی عادت ہے کہ ترجمہ میں ایسے امور بھی ذکر کر دیتے ہیں جو حدیث کے دوسرے طرق میں مذکور ہوتے ہیں لیکن وہ طرق امام کی شرط کے مطابق نہیں ہوتے اس لئے وہ ان کا ذکر نہیں کرتے یا ان کی طرف اشارہ پر اکتفاء کر لیتے ہیں یا کسی اور غرض کے تحت ذکر نہیں کرتے چنانچہ مسلم میں یہ حدیث پوری مذکور ہے جس میں دلک کیفیتِ غسل اور اثرِ دم کی تتبع مذکور ہیں۔ بخاری نے اس حدیث کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس کو ابراہیم بن مہاجر نے صفیہ سے روائت کیا ہے اور وہ بخاری کی شرط پر نہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورت کا حیض کے غسل کے وقت خون کے مواضع پر خوشبو لگانا مستحب ہے، پہلے خوشبو کو استعمال کرے یا غسل کے بعد استعمال کرے۔

* عورت کا روئی کے پھایہ کو خوشبو لگا کر مقام مخصوص پر لگانا مستحب ہے۔
* تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا مستحب ہے۔ * مخفی امور میں اشارہ کنایہ کا استعمال مستحب ہے۔
* سمجھ نہ آنے کی صورت میں بار بار سوال کرنا جائز ہے۔ * مجلس میں موجود لوگوں میں سے کوئی مسائل کو سمجھا سکتا ہے * یہ حدیث سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ خلق پر دلالت کرتی ہے۔

اسماء رجال : ع۱ ابن سکن نے کہا یحیٰی غسانی جو سفیان بن عیینہ سے باب الحیض میں روایت کرتے ہیں وہ یحییٰ بن موسیٰ ہیں۔ اس سے متعلق

بَابُ غُسْلِ الْمَحِيْضِ

۳۱۱ — حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ ثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ امْرَأَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيْضِ قَالَ خُذِیْ فِرْصَةً مُّمَسَّكَةً وَتَوَضَّئِیْ ثَلٰثًا ثُمَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَحْيٰى فَاَعْرَضَ بِوَجْهِهٖ وَقَالَ تَوَضَّئِیْ بِهَا فَاَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَاَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيْدُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں اگر یحییٰ کسی طرف منسوب نہ ہو تو وہ یحییٰ بن موسیٰ ہی ہوتا ہے جو بلخی مشہور ہیں اور بہترین عالم دین تھے۔ ۲۴۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابو نصر کلاباذی نے ذکر کیا کہ یحییٰ بن جعفر بیکندی بھی سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں ع۲ منصور بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن طلحہ عبدری حجبی ہیں وہ بہت رویا کرتے تھے ہر وقت خاشع نظر آتے تھے۔ ۱۲۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی والدہ صفیہ بنت شیبہ بن عثمان ہے۔

باب — حیض کا غسل

۳۱۱ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں حیض سے غسل کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا: مشک آلود روئی کا پھاہا لو اور اس سے تین بار صفائی کرو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاء فرمایا اور اس سے چہرۂ انور دوسری طرف کر لیا اور فرمایا اس پھاہے سے صفائی کرو، میں نے اسے اپنی طرف کھینچ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ سے خبردار کیا

۳۱۱ — اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث ع۳۱۰ میں استنباط حکم میں فرق ہے اور کچھ الفاظ مختلف ہیں۔

اسماءِ رجال: ع۱ مسلم بن ابراہیم قصاب ہیں۔ حدیث ع۴۲ کے اسماء میں دیکھیں
ع۲ وہیب بن خالد باہلی حدیث ع۸۳ کے اسماء میں دیکھیں

بَابُ اِمْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

٣١٢ — حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ ثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ فَزَعَمَتْ اَنَّهَا حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ لَيْلَةُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَاِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَمْسِكِيْ عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ اَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَاَعْمَرَنِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِيْ نَسَكْتُ

باب — عورت کا حیض کے غسل کے وقت کنگھی کرنا

۳۱۲ — ترجمہ : عروہ نے روایت کی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں حج کا احرام باندھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے تمتع کیا اور ہدی کو نہ بھیجا تھا اور گمان کیا کہ ان کو حیض آگیا ہے اور وہ حیض سے پاک نہیں ہوئیں حتیٰ کہ عرفہ کی رات داخل ہوگئی۔ ام المؤمنین نے کہا یا رسول اللہ! یہ عرفہ کی رات ہے میں نے تو عمرہ کا احرام باندھا تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سر کھول دو، کنگھی کر لو اور عمرہ سے رک جاؤ؛ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا جب میں نے حج کر لیا تو آپ نے حصبہ کی شب عبدالرحمٰن کو فرمایا تو اس نے میرے عمرہ کا بدل جس کا میں نے احرام باندھا تھا۔ تنعیم سے مجھے احرام بندھوا کر عمرہ کرایا

۳۱۲ — شرح : اگر یہ سوال ہو کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے حج کے بارے میں مختلف صحیح روایات منقول ہیں جو بظاہر آپس میں متضاد ہیں، چنانچہ

ایک روائت میں ہے "لَا نَرَی اِلَّا الْحَجَّ" دوسری روائت میں ہے "وَلَا نَذْکُرُ اِلَّا الْحَجَّ" اور تیسری روائت میں ہے "وَخَرَجْنَا مُهِلِّیْنَ بِالْحَجِّ"، ان تینوں روایات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے حج کا احرام باندھا تھا۔ حالانکہ باب کی حدیث میں ہے "وَاِنَّمَا کُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ"، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین کا احرام عمرہ کے لئے تھا ان روایات میں اتفاق کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کا احرام باندھا تھا پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام صحابہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ بشرطیکہ اُنھوں نے حرم میں ھدی نہ بھیجی ہو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم اس لئے فرمایا تھا کہ مشرکین کہتے تھے حج کے دنوں میں عمرہ کرنا افجر فجور یعنی بہت بڑا گناہ ہے ان کا ردّ بلیغ کرنے کے لئے آپ نے اُن صحابہ کو حج فسخ کرنے کا حکم دیا جنھوں نے سوق ہدی نہ کی تھی حرم میں ہدی نہ بھیجی تھی حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنا صرف صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص تھا اب جائز نہیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان حضرات سے تھیں جنہوں نے ہدی حرم میں نہ بھیجی تھی اس لئے آپ نے حج فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور جب آپ کو حیض آگیا اور اتمامِ عمرہ مشکل ہوگیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ عمرہ چھوڑ دے اور حج کا احرام باندھ لے اس لئے آپ نے حج کا احرام باندھ لیا اور عمرہ کو ترک کر دیا، لہٰذا مذکور روایات اور باب کی روائت میں تضاد نہیں۔

الحاصل ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے صرف حج کا احرام باندھا تھا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حج فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا پھر حیض کے عذر سے عمرہ بھی چھوڑ دیا اور حج کا احرام باندھا تھا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حج فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا پھر حیض کے عذر سے عمرہ بھی چھوڑ دیا اور حج کا احرام باندھا اور حج کے بعد تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جو پہلے ترک کئے ہوئے عمرہ کا بدل تھا، کیونکہ اُنھوں نے کہا تھا کہ میری ساتھی عورتیں حج اور عمرہ کر کے واپس ہوں گی اور میں صرف حج ہی کر کے واپس چلی جاؤں گی؟ اس سے ظاہر ہے کہ پہلا عمرہ بالکل ترک کر دیا تھا ورنہ یہ روائت بے معنی ہوگی۔

تنعیم : مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو جائیں تو ایک فرسخ کے فاصلہ پر مقام تنعیم ہے، باب کی حدیث میں اگرچہ حیض کے غسل کے وقت کنگھی کرنے کا ذکر نہیں مگر حج کا احرام غسلِ احرام پر دلالت کرتا ہے چونکہ یہ غسل مسنون ہے اور غسل کے وقت کنگھی کرنا مسنون ہے لہٰذا غسلِ حیض سے کنگھی کرنا بطریقِ اَولیٰ مستحب ہوا، اگر عورت کے بال خفیف ہوں اور کھولنے کے بغیر بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے تو یہی کافی ہے بال کھولنے کی ضرورت نہیں

اور اگر بال زیادہ ہوں اور پانی اصولِ شعر تک نہ پہنچ سکے تو اس وقت بال کھولنا ضروری ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جبکہ اُنھوں نے کہا یا رسول اللہ میرے سر کے بال بہت زیادہ ہیں کیا جنابت کے غسل کے وقت میں سر کے ضفائر کھول دوں؟ آپ نے منع فرما دیا اور فرمایا

بَابُ نَقْضِ الْمَرْأَةِ شَعَرَهَا عِنْدَ غُسْلِ الْمَحِيضِ

۳۱۳ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِينَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهْلِلْ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي أَهْدَيْتُ لَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِعُمْرَةٍ وَأَهَلَّ بَعْضُهُمْ بِحَجٍّ وَكُنْتُ أَنَا مِمَّنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَأَدْرَكَنِي يَوْمُ

سر پر دونوں ہاتھوں سے تین چلو بہا دو یہی کافی ہے فقہا کا عمل ام سلمہ کی حدیث پر ہے :

حَصْبَه ، حَصْبَاء ، اَبْطَحْ ، بَطْحَاء ، مُحَصَّبْ ، خَيْفُ بَنِيْ كِنَانَه ،، ان سب سے ایک ہی مقام مراد ہے۔ مُحَصَّبْ مکہ مکرمہ سے باہر جگہ ہے جہاں منیٰ سے آکر ٹھہرتے ہیں۔ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ ،، ایام تشریق کے بعد والی رات ہے ، اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ حاجی منیٰ سے آکر محصب میں ٹھہرتے ہیں اور یہاں رات گزارتے ہیں۔

اسماء رجال : موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی ع۲ ابراہیم سبط عبدالرحمٰن بن عوف حدیث ع۲۱ ، ع۲۲ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — عورت کا حیض کے غسل کے وقت اپنے بال کھولنا ،،

۳۱۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم ذوالقعدہ پورا کرکے ذی الحجہ کے ہلال کا استقبال کرنے والے تھے تو رسول اللہ صلّی اللہ

عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ فَشَكَوْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ رَأْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِحَجٍّ فَفَعَلْتُ حَتّٰى اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ اَرْسَلَ مَعِيَ اَخِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَخَرَجْتُ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ مَكَانَ عُمْرَتِيْ قَالَ هِشَامٌ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ شَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَلَا صَوْمٌ وَلَا صَدَقَةٌ

ہوتی تو میں عمرہ کا احرام باندھ لیتا بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور بعض نے حج کا احرام رکھا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا مجھے عرفہ کے دن ایسی حالت میں پایا کہ میں حائض تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا: عمرہ چھوڑ دو سر کے بال کھول دو، کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو میں نے ایسا ہی کیا حتی کہ جب حصبہ کی رات ہوئی تو آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا میں تنعیم چلی گئی اور وہاں اپنے پہلے عمرہ کا بدل عمرہ کا احرام باندھا ہشام نے کہا اس میں نہ تو کوئی ہدی تھی نہ روزہ اور نہ ہی صدقہ تھا۔

۳۱۳ — شرح: اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے حج کا احرام غسل کرنے کے بعد تھا اور یہ غسل مسنون ہے اور جب غسل سنت میں بال کھولنے مستحب ہیں تو حیض کا غسل جو فرض ہے کے وقت بطریق اولیٰ نقض شعر مستحب ہوا اس حدیث شریف میں اس امر کی دلیل ہے کہ تمتع افرادِ حج سے افضل ہے کیونکہ اس میں حج اور عمرہ دو عبادتیں ایک سفر میں جمع ہونے کے باعث یہ قِران کے مشابہ ہیں اور قِران افضل ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے آپ نے میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا تھا اور اس کے لئے حرم میں ہدی بھیج دی تھی پھر مکہ مکرمہ آکر صحابہ کرام سے فرمایا کہ جس شخص نے ہدی نہیں بھیجی وہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لے اس حکم میں مشرکین کی مخالفت کرنا مقصود تھی جو کہتے تھے کہ حرم کے مہینوں میں عمرہ کرنا حرام اور فجور ہے اور جس شخص نے ہدی بھیج دی ہے وہ حج کا احرام فسخ نہ کرے اس لئے بعض صحابہ نے حج کا احرام فسخ کر دیا جنہوں نے ہدی نہ بھیجی تھی فرمایا میں حرم میں ہدی بھیج چکا ہوں اس لئے میں حج کو فسخ نہیں کر سکتا ہاں اگر پہلے میں نے ہدی نہ بھیجی ہوتی تو ضرور تمہاری موافقت کرتا بعض احادیث میں یہ ارشاد ہے: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْيَ " پہلی حدیث ع۳۱۲ میں اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ بالکل ترک کر دیا تھا اور اس کی جگہ حج کے بعد عمرہ کیا باب

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مُخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ

۳۱۴ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْاَجَلُ قَالَ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ

کی حدیث کے الفاظ "دَعِيْ عُمْرَتَكِ" اس کی تائید کرتے ہیں۔

بظاہر ہشام کا کلام مشکل ہے، کیونکہ اگر وہ قارنہ تھیں تو تمام علماء کے نزدیک قارن پر ہدی لازم ہے اگر وہ متمتعہ تھیں۔ جب بھی ہدی لازم ہے، لیکن وہ نہ تو قارنہ تھیں اور نہ ہی متمتعہ تھیں انھوں نے صرف حج کا احرام باندھا تھا پھر اس کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھا اور جب ان کو حیض آگیا تو عمرہ بھی وہ پورا نہ کر سکیں اور پھر حج کا احرام باندھا جب اسے پورا کر لیا تو از سرِ نو عمرہ کیا، لیکن ام المؤمنین کا قول "وَكُنْتُ مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ" اور ان کا قول: "وَلَمْ اُهِلَّ اِلَّا بِعُمْرَةٍ" سے اس کے خلاف معلوم ہوتا تھا تو پھر یہی جواب دیا جا سکتا ہے کہ ہشام کو اس کی خبر نہیں پہنچی اس لئے انھوں نے نفی کر دی اور ان کے نفی کرنے سے نفس الامر میں نفی لازم نہیں آتی۔ بعض علماء نے کہا کہ ہشام کے کلام میں دمِ جنایت کی نفی ہے۔ دمِ تمتع کی نفی نہیں۔

قاضی عیاض اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا صرف حج تھا نہ تمتع تھا اور نہ ہی قران تھا، کیونکہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان دونوں میں دم واجب ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: ع۱ عُبید بن اسماعیل کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبید اللہ ہے، لیکن مشہور عبید بن اسماعیل ہیں ان کی کنیت ابومحمد ہے وہ ہباری کوفی ہیں۔ ۲۵۰ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ ابواسامہ ان کا نام حماد بن اُسامہ ہے وہ ہاشمی کوفی ہیں حدیث ع۷۲ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ع۳ ہشام بن عروہ قدمر

باب مُخَلَّقَة اور غیر مُخَلَّقَة کا بیان

۳۱۴ — ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے

فرمایا اللہ عزوجل نے عورت کے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو کہتا ہے اے میرے پروردگار یہ نطفہ ہے اے میرے پروردگار یہ اب دم جامد ہوگیا ہے۔ اے میرے پروردگار یہ اب گوشت کا ٹکڑا ہوگیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اس کی اِتمامِ تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ کہتا ہے کیا میں اسے مذکر بناؤں یا مؤنث؟ بدبخت بناؤں یا نیک بخت اس کا رزق کیا ہے اور عمر کیا؟ پس یہ سب کچھ اس کی ماں کے پیٹ میں لکھا جاتا ہے۔

۳۱۴ — شرح: اس حدیث کو کتاب الحیض میں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، کیونکہ رحم میں بچہ کا ہونا دمِ حیض کے خروج سے مانع ہے۔ ابن بطال نے نے کہا اس حدیث کو ابوابِ حیض میں داخل کرنے سے بخاری کی غرض ان لوگوں کے مذہب کو تقویت پہنچانا ہے جو کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، امام احمد نے رویفع بن ثابت سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے پانی سے غیر کی کھیتی سیراب کرے اور لونڈی سے جماع نہ کرے حتیٰ کہ اسے حیض آجائے یا اس کا حمل واضح ہوجائے"، سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجودِ حیض کو حمل سے رحم کی برأت کی علامت قرار دیا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "اَلْحُبْلٰی لَا تَحِیْضُ وَتَغْتَسِلُ وَتُصَلِّیْ"، حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت سے حیض اُٹھالیا اور خون کو رحم میں بچہ کی خوراک بنادیا، پس معلوم ہوا کہ حاملہ عورت اگر خون دیکھے تو وہ حیض نہ ہوگا استحاضہ ہوگا۔

علقمہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی جب نطفہ رحمِ نساء میں واقعہ ہو تو مقرر فرشتہ کہتا ہے مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ ہو اگر اللہ تعالیٰ غیر مخلقہ فرمادے تو رحم سے خون جاری ہوجاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مخلقہ فرمائے تو فرشتہ کہتا ہے مذکر ہو یا مونث بدبخت ہو یا نیک بخت اس کا رزق کس قدر ہے اور یہ کس زمین میں فوت ہوگا۔ اس حدیث شریف کی صریح عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے رحم پر مقرر فرشتہ رحم میں موجود بچّہ کے تمام کوائف جانتا ہے وہ اس کے نیک و بد ہونے کو جانتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ وہ حلال رزق کھائے گا یا حرام اور کس زمین میں فوت ہوگا، حالانکہ قرآن کریم کی سورہ لقمان کی آخری آیت میں یہ ہے کہ "یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ"، رحموں میں موجود کو اللہ ہی جانتا ہے "لَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا"، کسی نفس کو کل میں کسب کا علم نہیں "لَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ"، کسی نفس کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین میں مریگا قرآن کریم اور حدیث شریف دونوں کے موازنہ سے ظاہر ہے کہ ان اشیاء کو اللہ تعالیٰ بذاتِ خود جانتا ہے اور فرشتہ کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ان کا علم ہوتا ہے اسی طرح بارش ہونے کا علم بھی اس پر مقرر فرشتے جانتے ہیں۔

علامہ قسطلانی نے اس کی وضاحت کی ہے، لہٰذا قرآن کریم اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مخالفت نہیں۔ دراصل جاہلیت میں کاہن اور نجومی کہتے تھے کہ وہ غیب جانتے ہیں اور قرآن کریم میں مذکور پانچ اشیاء کا علم ان کا مشغلہ بحث تھا۔ ان کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں کا اس آیت میں ذکر کیا ورنہ مطلق غیب کا علم سرے سے بھی کسی کو نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور ان کے متبعین اولیاء کرام کو اضافی علم

بَابُ كَيْفَ تُهِلُّ الْحَائِضُ بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

٣١٥ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِحَجٍّ فَقَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَأَهْدَى فَلَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ

علمِ غیب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اطلاع کرنے سے وہ غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو قیامن اقدس ہے وہ بھی ان سے مخفی نہیں رہتی جیساکہ ملاعلی قاری نے مرقات میں اسے بسط سے بیان کیا ہے اور ابتداء میں بندۂ مسکین نے بھی بقدرِ ضرورت اسے نقل کیا ہے؛ چنانچہ حدیث شریف ع۴۸ میں اس کی مزید وضاحت ہوچکی ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ جو کچھ رزق، موت، سعادت و شقاوت عمل، ذکورۃ و انوثت ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر فرشتہ کو مطلع کرتا ہے اور ان کے انفاذ و کتابت کا حکم دیتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدرت اور ارادہ اس سے مقدم ہے، قاضی عیاض نے کہا اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ مخلقہ میں نفخِ روح ایک سو بیس روز کے بعد ہوتی ہے۔ یعنی چار ماہ پورے ہونے کے بعد جب پانچویں ماہ میں داخل ہوتا ہے اور یہ مشاہدہ سے ثابت ہے اور اسی پر احکام میں اعتماد ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: ع۱ مُسَدَّدٌ ع۲ حماد بن زید بصری ع۳ عُبَیدُ اللہ بن ابی بکر کتاب الایمان میں ان کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

باب — حائضہ حج اور عمرہ کا اِحرام کیسے باندھے

۳۱۵ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بِنَحْرِ هَدْيِهِ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهُ قَالَ فَحِضْتُ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَةٍ فَاَمَرَنِى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَاْسِى وَاَمْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِالْحَجِّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَضَيْتُ حَجِّىْ فَبَعَثَ مَعِىَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِىْ بَكْرٍ فَاَمَرَنِىْ اَنْ اَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِىْ مِنَ التَّنْعِيْمِ

کے ساتھ حجۃ الوداع میں (مدینہ منورہ سے) نکلے ہم سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا۔ ہم مکہ مکرمہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور حرم میں ہدی نہیں بھیجی وہ عمرہ کا احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی بھیجی ہے وہ عمرہ کا احرام نہ کھولے حتیٰ کہ ہدی نحر کرے اور جس نے حج کا احرام باندھا وہ حج پورا کرے۔ ام المؤمنین نے کہا مجھے حیض آگیا اور میں عرفہ کے دن تک حالت حیض میں رہی جبکہ میں نے صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں سر کے بال کھول دوں، کنگھی کروں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ ترک کر دوں، میں نے ایسا ہی کیا حتیٰ کہ میں حج سے فارغ ہوگئی پھر آپ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھے حکم فرمایا کہ میں تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھوں جو پہلے عمرہ کا بدل ہے۔

۳۱۵ — **شرح**: ترجمہ سے مطابقت "اَهَلَّ بِحَجٍّ" سے ہے، کیونکہ اس میں حائض کے لئے حج کا احرام ثابت ہے، کیونکہ جب اُنھوں نے حج کا احرام باندھا تھا وہ حائضہ تھیں اور جن کے نزدیک وہ قارنہ تھیں ان کے نزدیک زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ اُنھوں نے حج کا احرام باندھا جبکہ وہ حائضہ تھیں اور وہ معتمرہ بھی تھیں اسی لئے کہا کہ مجھے حکم ہُوا کہ میں عمرہ چھوڑ دوں اور ترکِ شیٔ اس کے وجود کے بعد ہوتا ہے، اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ام المؤمنین نے عمرہ فسخ کر دیا تھا۔ واللہ اعلم!

اس حدیث کے اسماء رجال کتاب بدء الوحی میں مذکور ہیں۔

باب حیض کا آنا جانا

اور عورتیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ڈبیہ بھیجتیں

بَابُ اِقْبَالِ الْمَحِيْضِ

وَاِدْبَارِهٖ وَكُنَّ نِسَاءٌ يَبْعَثْنَ اِلٰى عَائِشَةَ بِالدُّرْجَةِ فِيْهَا الْكُرْسُفُ فِيْهِ الصُّفْرَةُ فَتَقُوْلُ لَا تَعْجَلْنَ حَتّٰى تَرَيْنَ الْقَصَّةَ الْبَيْضَاءَ تُرِيْدُ بِذٰلِكَ الطُّهْرَ مِنَ الْحَيْضَةِ وَبَلَغَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ نِسَاءً يَدْعُوْنَ بِالْمَصَابِيْحِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ يَنْظُرْنَ اِلَى الطُّهْرِ فَقَالَتْ مَا كَانَ النِّسَاءُ يَصْنَعْنَ هٰذَا وَعَابَتْ عَلَيْهِنَّ

جس میں رُوئی ہوتی اور وہ رُوئی زرد ہوتی، تو ام المؤمنین فرمائیں جلدی نہ کرو حتّٰی کہ سفید روئی (چونے کی طرح) دیکھو اس سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا مقصد حیض سے پاکیزگی تھا۔ زید بن ثابت کی بیٹی کو خبر ملی کہ عورتیں آدھی رات کو چراغ منگا کر طُہر دیکھتی ہیں، تو اس نے کہا نبوت کے زمانہ میں عورتیں یہ کام نہ کرتی تھیں اور اُنھوں نے عورتوں پر عیب لگایا۔

شرح الباب: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حائض جب تک سفید رطوبت چونے کے رنگ کی طرح نہ دیکھ لے غسل نہ کرے یعنی ام المؤمنین نے عورتوں کو فتویٰ دیا کہ جب تک روئی میں زردی باقی رہے حائض پاک نہ ہوگی بلکہ رُوئی کو سفید دیکھنا ضروری ہے جو چونا کے مشابہ ہو اور بالکل صاف ہو اس میں زردی کا شائبہ تک نہ ہو زید بن ثابت کی بیٹی نے عورتوں پر عیب اس لئے لگایا کہ ان کے اس فعل کا مقتضیٰ حرج تھا جو شریعت میں مذموم ہے، کیونکہ آدھی رات کا وقت آرام کرنے کا وقت ہے اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ ایام حیض میں زرد اور مٹیالہ رنگ کی رطوبت حیض شمار ہوگی!

مفردات: الدرجۃ ،، بکسر الدال وفتح الراء ،، خوشبو کی ڈبیہ۔ کُرسف، رُوئی۔ القصّہ بفتح القاف وتشدید الصاد ،، قلعی۔

اسماء رجال: بنت زید بن ثابت۔ زید بن ثابت کاتب وحی تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم:

۳۱۶ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِيْ حُبَيْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَالِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّيْ

بَابٌ لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ

۳۱۷ — حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ ثَنَا هَمَّامٌ

---

۳۱۶ — ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ فاطمہ بنت حُبَیش کو استحاضہ آتا تھا اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ رگ کا خون ہے۔ حیض نہیں جب حیض کی حالت ہو تو نماز چھوڑ دو اور جب یہ حالت ختم ہو جائے تو غسل کرکے نماز پڑھو !

۳۱۶ — شرح : حدیث کی باب کے ساتھ مناسب فَإِذَا أَقْبَلَتْ وَأَدْبَرَتْ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ حیض کی ابتداء خون سے ہوتی ہے پھر وہ زرد ہو جاتا ہے پھر مٹیالا پھر گدلا ہوتا ہے۔ پھر چونے کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔ پھر منقطع ہو جاتا ہے، اگر ان منازل سے پہلے منقطع ہو جائے اور بالکل خشک ہو جائے تو اس وقت رحم بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ یہ ادبار حیض ہے۔ واللہ اعلم!

باب — حائض عورت نماز قضاء نہ کرے

جابر اور ابو سعید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت کی کہ حائض نماز چھوڑ دے

۳۱۷ — ترجمہ : معاذہ نے خبر دی کہ ایک عورت نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے

قَالَ ثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ أَتُجْزِئُ إِحْدَانَا صَلَاتَهَا إِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنَّا نَحِيضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَأْمُرُنَا بِهِ أَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ

سے عرض کیا کہ ہم میں سے جب کوئی عورت حیض سے پاک ہوجائے تو وہ حیض کے ایام کی نمازیں قضاء کرے ؟ ام المؤمنین نے کہا کیا تو خارجی عورت ہے ؟ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں حیض کی حالت میں ہوتیں تو آپ ہم کو قضاء کا حکم نہ فرماتے تھے یا کہا ہم قضاء نہ کرتی تھیں !

۳۱۷ — **شرح** : "أَتُجْزِئُ" کا معنی أَتَقْضِي ہے - حروراء کوفہ کے قریب ایک بستی ہے سب سے پہلے خوارج کا اجتماع وہاں ہُوا تھا اور اس بستی میں انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف عہد کیا تھا اس لئے وہ اس بستی کی طرف منسوب ہونے لگے خارجیوں کی ایک جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حیض کے زمانہ میں فوائت نماز کی قضاء واجب ہے اور یہ خلافِ اجماع ہے اسی لئے ام المؤمنین نے کہا تو ایسا کلام کرتی ہے کیا خارجیہ ہوگئی ہے سُنّیہ نہیں رہی ؟ ام المؤمنین کا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم کو حیض آتا تھا آپ ہمارے حال پر مطلع ہوتے تھے کہ ہم ایام حیض میں نمازیں نہیں پڑھتیں اس کے باوجود آپ ہم کو قضاء کرنے کا حکم نہ فرماتے تھے - اگر حیض کے ایام میں فوائت نماز کی قضاء واجب ہوتی تو آپ اس کا حکم ضرور فرماتے -

مسلمانوں کے اجماع کی دلیل یہ حدیث ہے تمام ائمہ کرام کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حائض نماز قضاء نہ کرے خوارج کے سوا اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہاں ان ایام کے روزوں کی قضاء واجب ہے ، کیونکہ ان کی قضاء میں حرج نہیں نمازوں کی قضاء میں عظیم حرج ہے - اسی طرح نفاس والی عورت پر بھی نفاس کے ایام کی نمازوں کی قضاء واجب نہیں روزوں کی قضاء واجب ہے اس پر بھی امت کا اجماع ہے (نووی)

اسماءِ رجال

ف جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ خزرجی انصاری مدنی ہیں وہ کبیر صحابی ہیں اور فضلاء صحابہ سے شمار ہوتے ہیں - انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث روایت کی ہیں - ان میں سے امام بخاری نے ۸۴ احادیث ذکر کی ہیں - وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

بَابُ النَّوْمِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ فِي ثِيَابِهَا

۳۱۸ — حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَاَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيْلَةِ فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِي فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَاَدْخَلَنِي مَعَهُ فِي الْخَمِيْلَةِ قَالَتْ وَحَدَّثَتْنِي اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَكُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِّنَ الْجَنَابَةِ

انیس غزوات میں شریک رہے۔ ۹۳ ہجری کو ۹۴ (چورانوے) برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اس وقت مدینہ منورّہ کے حاکم ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ع۲ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث ع۱۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۳ ہمام بن یحییٰ بن دینار عوذی حدیث میں بہت ثابت تھے۔ امام احمد نے کہا ہمام مشائخ حدیث میں اثبت ہیں۔ ۱۶۳۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ قتادہ حدیث ع۱۲ کے اسماء میں گزرا ہے ع۵ مُعَاذَہ بنت عبداللہ عدویہ ثقہ، حجت اور زاہدہ تھیں۔ رات بھر عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ ۸۳۔ ہجری میں فوت ہوئیں۔

باب حائضہ عورت کے ساتھ سونا جبکہ وہ حیض کے کپڑے پہنے ہو!

۳۱۸ — ترجمہ : ام سلمہ نے کہا مجھے حیض آگیا جبکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمبل میں لیٹی ہوئی تھی۔ میں جلدی سے باہر نکلی اور حیض کے کپڑے پہن لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ مَنِ اَخَذَ ثِيَابَ الْحَيْضِ سِوَى ثِيَابِ الطُّهْرِ

۳۱۹ — حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ ثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَا اَنَا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعَةٌ فِىْ خَمِيْلَةٍ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِىْ فَقَالَ اَنُفِسْتِ فَقُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِىْ فَاضْطَجَعْتُ مَعَهٗ فِى الْخَمِيْلَةِ

نے مجھے فرمایا کیا تم حیض والی ہوگئی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے مجھے بلایا اور اپنے ساتھ کمبل میں داخل کرلیا، زینب نے کہا مجھے ام سلمہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بوسہ لیا کرتے تھے حالانکہ آپ روزہ سے ہوتے اور میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

۳۱۸ — شرح : قولہ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ الخ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ من ابتدائیہ کا تعلق ایک فعل سے کیسے جائز ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دو چیزوں سے ابتداء اس وقت منع ہے جبکہ وہ ایک جنس سے ہوں جیسے دو زمانوں سے ابتداء ہو مثلاً رَئَيْتُهٗ مِنْ شَهْرٍ مِنْ سَنَةٍ یا دو مکانوں سے ابتداء ہو جیسے خَرَجْتُ مِنَ الْبَقْرَةِ مِنَ الْكُوْفَةِ اور اگر دو اشیاء سے ابتداء ہو ان میں سے ایک عین اور دوسری معنیٰ ہے تو جائز ہے۔

اسماء رجال : ع۱ سعد بن حفص حدیث ع۱۷۸ کے اسماء میں ع۲ شیبان نحوی ع۳ یحییٰ بن ابی کثیر حدیث ع۱۱۲ کے اسماء میں اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ابن عوف کا کتاب الوحی میں ذکر ہوچکا ہے ع۴ زینب بنت ابی سلمہ بن عبدالاسد مخزومی ہیں۔ اس سے پہلے مذکورہ ابوسلمہ زینب کا والد نہیں کیونکہ زینب کے والد صحابی ہیں اور زینب سے ابوسلمہ روایت کرنے والے تابعی ہیں اور زینب خود بھی صحابیہ ہیں۔ اپنی والدہ ام المؤمنین ام سلمہ سے روایت کرتی ہیں۔

بَابُ شُهُودِ الْحَائِضِ الْعِيدَيْنِ وَدَعْوَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰی

۳۲۰ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ

۳۱۹ — ترجمہ : ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمبل میں لیٹی ہوئی تھی ۔ اچانک مجھے حیض آگیا میں جلدی سے باہر نکلی اور حیض کے کپڑے پہن لئے آپ نے فرمایا کیا حیض والی ہوگئی ؟ میں نے کہا جی ہاں ! آپ نے مجھے بلایا اور میں آپکے ساتھ کمبل میں لیٹ گئی۔

۳۱۹ — شرح : ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ سونا اور روزہ کی حالت میں اس کا بوسہ لینا جائز ہے اور شوہر اور بیوی ایک ہی برتن میں سے غسلِ جنابت کر سکتے ہیں۔ حدیث ۲۹۶ و حدیث ۳۰۸ میں اس کی مزید وضاحت ہوچکی ہے۔

اسماء رجال : مُعاذ بن فضالہ زہرانی بصری ہیں ان کی کنیت ابوزید ہے ۲ ہشام دستوائی ابو داؤد طیالسی نے کہا ہشام حدیث میں امیر المؤمنین ہیں۔

باب — حائض عورت کا عیدین اور مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہونا اور عیدگاہ سے وہ دُور رہیں

۳۲۰ — ترجمہ : حفصہ بنت سیرین رضی اللہ عنہا نے کہا ہم نوجوان عورتوں کو عیدین میں جانے سے منع کیا کرتے تھے ایک عورت آئی اور قصرِ بنی خلف میں ٹھہری اُس نے اپنی بہن سے خبر دی اور اس کی بہن کے شوہر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ غزوات میں شرکت کی اور میری بہن آپ کے ساتھ چھ غزوات میں شریک رہیں۔ میری بہن نے کہا ہم زخمیوں کی دوا کیا کرتی تھیں اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ میری بہن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا ہم میں

عَنْ اُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ اُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ اُخْتِي مَعَهُ فِي سِتٍّ قَالَتْ فَكُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى فَسَأَلَتْ اُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَأْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بِاَبِيْ نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحُيَّضُ فَقَالَتْ اَلَيْسَتْ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا

سے کسی پر حرج تو نہیں جبکہ اس کے پاس چادر نہ ہو کہ عیدگاہ میں نہ جائے ؟ آپ نے فرمایا اس کی سہیلی اسے اپنی چادروں میں سے ایک چادر پہنا دے، وہ ثواب کے کام اور مسلمانوں کی دُعا میں ضرور حاضر ہو، جب ام عطیہ آئیں تو میں نے اِن سے پوچھا کیا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے ؟ اُس نے کہا میرا باپ آپ پر فدا ہو ہاں میں نے سُنا ہے (اس کی عادت تھی) کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب بھی ذکر کرتی تو کہتی "بِاَبِیْ" میرا باپ آپ پر قربان ہو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ نوجوان عورتیں اور پردہ دار عورتیں یا فرمایا نوجوان پردہ دار عورتیں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ میں جائیں اور کارِ ثواب اور مسلمانوں کی دُعا میں حاضر ہوں اور حائضہ عورتیں عیدگاہ سے جُدا رہیں حفصہ نے کہا کیا حائضہ عورتیں بھی نکلیں ؟ ام عطیہ نے کہا (ان کو عیدگاہ جانے میں کون سا حرج ہے) کیا وہ عرفات اور فلاں فلاں جیسے مزدلفہ، منیٰ، استسقاء میں حاضر نہیں ہوتی ہیں

۳۲۰ شرح : اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ حائضہ عورت اللہ کا ذکر نہ چھوڑے عورتیں حائضہ ہوں یا پاک ہوں وہ مجالس وعظ میں

بَابُ اِذَا حَاضَتْ فِیْ شَهْرٍ ثَلٰثَ حِیَضٍ وَمَا یُصَدَّقُ النِّسَآءُ فِی الْحَیْضِ وَالْحَمْلِ فِیْمَا یُمْکِنُ مِنَ الْحَیْضِ

لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْ اَرْحَامِهِنَّ وَیُذْکَرُ عَنْ عَلِیٍّ وَشُرَیْحٍ اِنْ جَاءَتْ بِبَیِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ اَهْلِهَا مِمَّنْ یُرْضٰی دِیْنُهٗ اَنَّهَا حَاضَتْ ثَلٰثًا فِیْ شَهْرٍ صُدِّقَتْ وَقَالَ عَطَآءٌ اَقْرَآءُهَا مَا کَانَتْ وَبِهٖ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ وَقَالَ عَطَآءٌ اَلْحَیْضُ یَوْمٌ اِلٰی خَمْسَةَ عَشَرَ وَقَالَ مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ سِیْرِیْنَ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرَی الدَّمَ بَعْدَ قُرْءِهَا بِخَمْسَةِ اَیَّامٍ قَالَ النِّسَآءُ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ

جاسکتی ہیں مگر حائضہ عورتیں مساجد سے علیحدہ رہیں اور برکت حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ دُعا میں شرکت کریں، امام نووی نے کہا عورتیں اچھے کپڑے پہن کر باہر نہ نکلیں اور باب کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ زمانۂ نبوت میں فتنہ و فساد سے امن تھا۔ جبکہ آجکل پرفتن حالات میں صورت مختلف ہے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، اگر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے بعد والی عورتوں کے حالات دیکھتے تو اُن کو مساجد میں جانے سے ایسے ہی منع کر دیتے جیسے بنو اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا آج کے دَور میں عورتوں کو عیدین میں جانے سے منع کیا جائے اگر اُنہوں نے ضرور جانا ہو تو پھٹے پرانے کپڑوں میں جائیں اور کوئی شئ زینت کے لئے استعمال نہ کریں مگر آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کو مطلقاً باہر نہ جانے دیا جائے۔ اس حدیث میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ عورتیں زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے غزوات میں جاسکتی ہیں اور عورت کی خبر قبول کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: محمد بن سلام بیکندی حدیث ع ۱۹ ع ۲ عبدالوہاب ثقفی ع ۳ ایوب سختیانی دونوں کا تذکرہ حدیث ع ۱۵ کے اسماء میں مذکور ہے۔

باب

جب عورت کو ایک ماہ میں تین بار حیض آئے

اور جو حیض اور حمل کے بارے میں جہاں تک ممکن ہو عورتوں کی تصدیق کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "عورتوں کو جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے اَرْحَام میں پیدا کیا ہے۔ اسے وہ چھپائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے خاص گھر والوں سے جن کا دین پسندیدہ ہے کی گواہی لائے کہ اسے ایک ماہ میں تین بار حیض آیا ہے تو اس کی بات مانی جائے گی۔ عطاء نے کہا عدت سے پہلے جو اس کے حیض کے دن تھے وہی حیض ہے، یہی ابراہیم نخعی کا قول ہے، عطاء نے کہا حیض ایک دن سے لے کر پندرہ روز تک ہے۔ مُعْتَمِر نے اپنے باپ سے روایت کی کہ میں نے ابن سیرین سے اس عورت سے متعلق پوچھا جو حیض کے پانچ روز کے بعد خون دیکھے تو اُنھوں نے کہا عورتیں اس کو زیادہ جانتی ہیں۔

شرح : یعنی حیض اور حمل میں عورت کی بات کی تصدیق کی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عورتیں اپنے ارحام میں مخلوق کو نہ چھپائیں، یعنی ما فی الارحم کو ظاہر کر دیں اور اگر اس میں ان کی تصدیق نہ کی جائے تو ان کے اظہار کا فائدہ نہ ہوگا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اظہار کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر وہ حائض نہیں تو یہ نہ کہے کہ میں حائض ہوں اور اگر حائض ہے تو نہ کہے کہ میں حائض نہیں۔ اسی طرح حمل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "فِيمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ" کہا ہے "فِيمَا يُمْكِنَ مِنَ الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ" نہیں کہا، کیونکہ مقصد یہ ہے کہ جس مدت میں تکرار حیض ممکن ہے اس کی تصدیق کی جائے گی اور تکرارِ حمل میں تصدیق کا معنیٰ ہی نہیں۔ قولہ يُذْكَرُ الخ یہ صیغۂ تمریض ہے کیونکہ اس اثر کی سند میں عامر (شعبی) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی سے شعبی کے سماع میں اختلاف ہے۔ دارقطنی نے کہا اُنھوں نے حضرت علی سے صرف ایک حرف کے سوا کچھ نہیں سنا۔ خدری نے کہا ائمۃ الحدیث نے حضرت علی سے شعبی کا سماع

ثابت نہیں کیا، یحیٰی بن سعید قطان نے کہا کہ شعبی اور حضرت علی کے درمیان عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے۔ شعبی نے حضرت علی سے روایت کی کہ ایک عورت اپنے شوہر جس نے اسے طلاق دے دی تھی سے جھگڑتی ہوئی ان کے پاس آئی اور کہا اسے ایک ماہ میں تین حیض آئے ہیں۔ حضرت علی نے شریح سے کہا اس کا فیصلہ کرو قاضی شریح نے کہا اگر عورت کے خاص گھر والے دیندار اس کی گواہی دیں کہ اسے تین حیض ایک ماہ میں آگئے ہیں اور وہ ہر حیض کے وقت پاک ہوتی رہی ہے اور نماز پڑھتی رہی ہے تو اس کی تصدیق جائز ہے اس فیصلہ کو حضرت علی نے مستحسن کہا۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ساٹھ روز سے کم مدت میں تین حیض پورے ہونے پر عورت کی تصدیق نہ کی جائے گی؛ کیونکہ کم از کم طہر کی مدّت پندرہ دن اور حیض کی مدّت تین دن ہے مگر عادۃً پانچ روز عورتوں کو حیض آتا ہے گویا کہ شوہر نے بیوی کو طہر کے پہلے روز طلاق دی تو بیس روز گزرنے سے ایک حیض ختم ہوگا جبکہ عادتاً حیض پانچ دن ہو، لہذا تین اطہار اور تین حیض ساٹھ دنوں میں پُورے ہوں گے، عطاء نے کہا کہ اس عدت سے پہلے جو اس کے حیض کے دن تھے وہی حیض کی مدت ہوگی یعنی عورت نے عدت کے زمانہ میں دعویٰ کیا کہ مثلاً ایک ماہ میں اس کے تین حیض پُورے ہوگئے ہیں۔ اگر اس واقعہ سے پہلے اس کے اس دعویٰ کے مطابق اس کی عادت تھی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر عدت میں پہلی عادت کی مخالفت کرے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ یہی ابراہیم نخعی کا قول ہے۔ عطاء بن ابی رباح کے نزدیک حیض کی اقل مدّت ایک دن اور اکثر مدّت پندرہ روز ہے۔ دارمی اور دارقطنی نے اپنے اپنے اسناد سے عطاء سے یہ روایت کی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا حیض کی اقل مدت تین روز اور اکثر مدت دس روز ہے۔ دارقطنی نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ حیض تین سے دس دن تک ہے۔ اگر دس دن سے زیادہ ہو جائے تو استحاضہ ہے۔ اس طرح طبرانی، دارقطنی اور ابن عدی وغیرہ نے متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح المہذب میں کہا کہ جب کوئی حدیث متعدد طرق سے منقول ہو جن کے مفردات ضعیف ہوں تو وہ حدیث حجت بن سکتی ہے اور صحابہ کرام سے مختلف کثیر طرق سے منقول احادیث امام ابوحنیفہ کے مذہب کو تقویت دیتی ہے۔

معتمر نے کہا، محمد ابن سیرین سے ایک عورت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جس کی عادت ہے کہ اسے ہر ماہ میں چند ایام حیض آتا ہے۔ جب اس کی عادت سے پانچ یا چار یا چھ روز زیادہ ہو جائیں تو اسے کیا کہیں گے۔ ابن سیرین نے کہا ان دونوں خونوں کو عورت زیادہ جانتی ہے اس کی عادت کے ایام میں جو دیکھا گیا ہو وہ حیض ہے اور اس پر زیادتی استحاضہ ہے جبکہ اسے دونوں خونوں کے درمیان امتیاز حاصل ہو ورنہ اس کا حیض اکثر مدّت تک یعنی دس روز ہوگا اس سے زائد استحاضہ ہوگا۔ اس اثر میں "قروء" کا معنی حیض ہے طہر نہیں، یہی مذہب خلفاء راشدین کا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال: "مُعتَمِر" اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے زیادہ عابد تھے۔ اُن کے والد

۳۲۱ ـــ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ رَجَاءٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَۃَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ اَبِیْ حُبَیْشٍ سَأَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ فَاَدَعُ الصَّلٰوۃَ فَقَالَ لَا اِنَّ ذٰلِكَ عِرْقٌ وَّلٰكِنْ دَعِی الصَّلٰوۃَ قَدْرَ الْاَیَّامِ الَّتِیْ كُنْتِ تَحِیْضِیْنَ فِیْهَا ثُمَّ اغْتَسِلِیْ وَصَلِّیْ

بَابُ الصُّفْرَۃِ وَالْكُدْرَۃِ فِیْ غَیْرِ اَیَّامِ الْحَیْضِ

۳۲۲ ـــ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ ثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَۃَ وَالصُّفْرَۃَ شَیْئًا

سلیمان بن طرخان تیمی بصری ہیں۔ شعبہ نے کہا میں نے سلیمان سے زیادہ سچا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ شعبہ نے کہا ان کا شک بھی یقین کا مقام رکھتا ہے۔ وہ عشاء کی نماز کے وضوء سے ساری رات نماز میں مشغول رہتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ع۲ ابن سیرین کا کتاب الایمان میں ذکر گزرا ہے۔

---

۳۲۱ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا مجھے استحاضہ آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی ہوں کیا میں نماز ترک کر دوں؟ آپ نے فرمایا یہ رگ کا خون ہے، لیکن ان ایام کی تعداد کے برابر میں نماز چھوڑ دو جن میں تجھے حیض آتا تھا پھر غسل کرکے نماز پڑھتی رہو۔

۳۲۱ شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سائلہ عورت کے حیض کے ایام

اسماء رجال ۳۲۱ : احمد بن رجاء بفتح الراء ان کا نام عبداللہ وہ حنفی ہروی ہیں۔ ۲۳۲۔ ہجری کو ہرات میں فوت ہوئے ۲ ابواسامہ کا نام حماد بن اسامہ ہے وہ کوفی ہیں حدیث ۷۷ کے اسماء میں مذکور ہے۔

باب ۴ - زرد اور خاکی رطوبت ایامِ حیض کے علاوہ

۳۲۲ ترجمہ : ام عطیہ نے کہا کہ ہم خاکی اور زرد رطوبت کو حیض میں سے کوئی شئ نہ شمار کرتی تھیں۔

۳۲۲ شرح : یعنی ایامِ حیض کے سوا مذکور رطوبت کو حیض نہ کہا جائے گا جبکہ حیض کے ایام میں خاکی اور زرد رطوبت حیض شمار ہوتی ہے اور اس کے حکم میں داخل ہے، جیساکہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے اس کی وضاحت منقول ہے کہ حیض کے غسل کے بعد ہم صفرہ اور کدرہ کو حیض میں سے قطعاً شمار نہ کرتی تھیں۔

حدیث ۳۱۶ باب "اِقْبَالِ حَیْضٍ وَّاِدْبَارِہٖ" میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حیض آ جائے تو نماز چھوڑ دو"۔ اس امر کی دلیل ہے کہ حیض کے ایام میں صفرہ اور کدرہ حیض ہے اسی طرح ام المؤمنین کا قول حَتّٰی تَرَی الْقَصَّۃَ الْبَیْضَاءَ"، بھی ان کے حیض ہونے کی دلیل ہے اگرچہ غیر ایامِ حیض میں یہ دونوں حیض شمار نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم!

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: كُنَّا نَعُدُّ الصُّفْرَةَ وَالْكُدْرَةَ حَيْضًا"۔ یعنی ہم زردی اور خاکی رطوبت کو حیض شمار کرتے تھے۔ یہ باب میں مذکور ام عطیہ کی حدیث کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ام عطیہ کی حدیث کا محمل غیر ایام الحیض ہے اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث ایامِ حیض پر محمول ہے۔ یعنی زردی اور خاکی ایام حیض کے ماسوا حیض نہیں اور ایامِ حیض میں اسے حیض کہا جاتا ہے۔

اسماء رجال ۴ : ۱ قتیبہ حدیث ۲۷ اسماعیل بن علیہ حدیث ۱۴۔ ایوب حدیث ۱۵ اور محمد بن سیرین حدیث ۴۵ کے اسماء میں مذکور ہے۔

بَابُ عِرْقِ الْاِسْتِحَاضَةِ

۳۲۳ — حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ ثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى عَنِ ابْنِ اَبِىْ ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ اُسْتُحِيْضَتْ سَبْعَ سِنِيْنَ فَسَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ فَقَالَ هٰذَا عِرْقٌ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلٰوةٍ

باب — استحاضہ کی رگ

۳۲۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ام حبیبہ کو سات سال استحاضہ آیا اور اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس کو حکم فرمایا کہ غسل کرے اور فرمایا یہ رگ کا خون ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے وقت غسل کیا کرتی تھی!

۳۲۳ — شرح : یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی نہیں بلکہ ام المؤمنین زینب بنت جحش کی بہن ہے۔ حدیث ۳۰۷ کے تحت ترجمہ میں گزرا ہے کہ ام المؤمنین زینب ام حبیبہ اور حمنہ بناتِ جحش تینوں کو استحاضہ آتا تھا۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے مگر یہ غسل واجب نہیں مستحب ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ہے ود اگر مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے تو اس میں احتیاط ہے اور اگر صرف وضوء کرلے تو کافی ہے۔ بعض علماء نے کہا ام حبیبہ بنت جحش کی حدیث کو فاطمہ بنت جبیش کی حدیث نے منسوخ کر دیا ہے، کیونکہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ کی حدیث پر فتویٰ دیا کرتی تھیں اور ام حبیبہ کی حدیث کی مخالفت کرتی تھیں۔ جمہور علماء کا یہی مختار ہے کہ مستحاضہ پر ہر نماز کے لئے غسل [illegible]

بَابُ الْمَرْأَةِ تَحِيضُ بَعْضَ الْإِفَاضَةِ

۳۲۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ قَدْ حَاضَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ فَقَالُوا بَلَى قَالَ فَاخْرُجِي

کے خون میں امتیاز نہ کرسکے یا وہ حیض کے ایام بھول گئی ہو اس کو نہ اس کا وقت یاد رہا اور نہ عدد تو وہ اس حال میں نماز نہ چھوڑے اور ہر نماز کے لئے غسل کرے، کیونکہ ممکن ہے کہ یہی انقطاع حیض کا وقت ہو ایسی عورت کو متحیرہ کہا جاتا ہے۔ اس پر غسل واجب ہے (خطابی) اور جن احادیث میں مستحاضہ کے لئے غسل کرنے کا ذکر ہے وہ استحباب پر محمول ہے۔ اس طرح سب روایات متفق ہو جاتی ہیں۔

اسماء رجال

:ع۱ ابراہیم بن منذر حدیث ع۵۶ ع۲ معن بن عیسٰی قزاز حدیث ع۲۳۶ ع۳ ابن ابی ذئب حدیث ع۱۱۹ کے اسماء میں دیکھیں

ع۴ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد انصاریہ ثقہ حجت ہیں۔ ۹۸۔ ہجری میں فوت ہوئیں ع۵ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔

باب — طواف زیارت کے بعد عورت کو حیض آجائے"

۳۲۴ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! صفیہ بنت حیی حائض ہو گئی ہے۔ رسول اللہ

۳۲۵ ـ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ ثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رُخِّصَ لِلْحَائِضِ اَنْ تَنْفِرَ اِذَا حَاضَتْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِيْ اَوَّلِ اَمْرِهٖ اِنَّهَا لَا تَنْفِرُ ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَنْفِرُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لَهُنَّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : شاید وہ ہمیں روک رکھے گی کیا اُس نے تمہارے ساتھ طواف زیارت نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں فرمایا پس چلو (مکہ سے باہر نکلو)

۳۲۵ ـ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب عورت کو حیض آجائے (طواف زیارت کے بعد اور طواف وداع سے پہلے) تو وہ مکہ مکرمہ سے طواف کے بغیر واپس ہو جائے شروع میں حضرت عبداللہ بن عمر کہتے تھے کہ وہ واپس نہ جائے پھر میں نے ان سے سُنا وہ بھی یہی کہنے لگے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی رخصت دی ہے!

۳۲۴ ، ۳۲۵ ـ شرح : منیٰ میں افعالِ حج کرنے کے بعد طواف زیارت کیا جاتا ہے یہ طواف فرض ہے اور دسویں ذی الحجہ کو کرنا بہتر ہے۔ اس کے بعد واپسی کا ارادہ ہو تو طواف الوداع کیا جاتا ہے۔ یہ واجب ہے جب کسی عورت کو طوافِ زیارت سے پہلے حیض آجائے تو اس کو مکہ مکرمہ میں رکنا ضروری ہے اور حیض سے پاک ہوکر طوافِ زیارت کرنا اس پر فرض ہے۔ اگر طوافِ زیارت کے بعد حیض آجائے۔ جبکہ اُس نے طوافِ وداع نہیں کیا تھا تو اس کو رخصت ہے کہ طوافِ وداع کئے بغیر اپنے وطن کو لوٹ جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو پہلے یہ حدیث نہ پہنچی تھی اس لئے وہ منع کیا کرتے تھے پھر اس سے رجوع کر لیا۔ معلوم ہُوا کہ ہر صحابی کو ہر حدیث کا پہنچنا ضروری نہ تھا۔ ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طوافِ وداع حائضہ عورت سے ساقط ہے

اسماء رجال

: ؏۱ عبداللہ بن ابی بکر حدیث ؏۱۵۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ان کے والد ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم ہیں۔ وہ مدنی انصاری ہیں امام احمد بن حنبل نے کہا ان کی حدیث شفا ہے۔ ۱۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت میں قاضی، امیر بھی رہے ہیں۔ عمرہ ان کی خالہ ہیں۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب ام المؤمنین ہیں رضی اللہ عنہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ غزوۂ خیبر میں قیدی

بَابٌ اِذَا رَأَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ وَيَأْتِيْهَا زَوْجُهَا اِذَا صَلَّتْ اَلصَّلٰوةُ اَعْظَمُ

۳۲۶ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيْ الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ

آئیں تو جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور عتق کو ہی مہر مقرر فرمایا جو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خصوصیات سے ہے۔ ۶۰ رہجری میں فوت ہُوئیں۔
معلّٰی بن اسد ابوالہیثم بصری ہیں۔ ۲۲۹ رہجری میں فوت ہُوئے۔ وہیب بن خالد مشائخ بصرہ میں سب سے اثبت ہیں حدیث ع۸۲ کے اسماء میں گزرے ہیں۔ عبد اللہ بن طاؤس بہت بڑے فقیہہ ہیں۔ معمر نے کہا میں نے ان جیسا کوئی بھی فقیہہ نہیں دیکھا ۱۳۲ رہجری میں فوت ہُوئے ان کے والد طاؤس بن کیسان یمنی حمیری فارسی ہیں وہ ۱۱۳ رہجری میں فوت ہُوئے۔

باب — جب مستحاضہ پاک ہو جائے

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ (اس کا طہر) ایک گھڑی ہو، اور اس کا شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے نماز تو عظیم تر ہے۔"

۳۲۶ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب ختم ہو جائے تو بدن سے خون دھو کر نماز پڑھے!

بَابُ الصَّلٰوةِ عَنِ النُّفَسَآءِ وَسُنَّتِهَا

۳۲۷ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَیْجٍ قَالَ ثَنَا شَبَابَۃُ قَالَ ثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ حُسَیْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ امْرَاَۃً مَاتَتْ فِیْ بَطْنٍ فَصَلّٰی عَلَیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسْطَھَا

۳۲۶ — شرح : یعنی جب دن کی ایک گھڑی باقی رہ جائے اور مستحاضہ پاک ہوجائے تو وہ غسل کرکے نماز پڑھے۔ ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ رگ کا خون یعنی استحاضہ جب آجائے اور عورت اس کا دمِ حیض سے امتیاز کرلے تو یہ اس کی طہارت کی دلیل ہے اور اس سے جماع جائز ہے اکثر علماء کا مسلک یہی ہے ؛ کیونکہ دمِ استحاضہ اذی نہیں جو صوم وصلوٰۃ کو منع کرے لہٰذا یہ جماع کو بھی منع نہیں کرتا ؛ کیونکہ نماز عظیم تر فریضہ ہے جب وہ نماز پڑھ سکتی ہے تو اس سے جماع بھی جائز ہے ابوداؤد نے عکرمہ سے روایت کی کہ حمنہ بنت جحش مستحاضہ تھیں اور ان کا شوہر ان سے جماع کیا کرتا تھا۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال : احمد بن یونس یربوعی شیخ الاسلام ہیں حدیث ۲۵ کے اسماء میں گزرے زُہیر حدیث ۳۹ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب — نفاس والی عورت کی نمازِ جنازہ اور اس کا طریقہ

۳۲۷ — ترجمہ : سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت بطن کے سبب مرگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور جنازہ کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

بَابٌ

۳۲۸ــــ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ ثَنَا يَحْيَى ابْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ مِنْ كِتَابِهٖ قَالَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمٰنُ

کہ جو عورت نفاس میں مرجائے (زچگی) وہ شہید ہے مگر یہ شہید عورت ان لوگوں میں سے ہے جن کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ابن بطال نے کہا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ نفاس میں مرنے والی عورت پاک ہے نجس نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس پر نماز پڑھ کر اس کی طہارت کو ثابت کیا۔ لہٰذا طاہر مومن کو مطلقًا اس پر قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ مرنے سے نجس نہیں ہوتا ہے۔

"قولہ مَاتَتْ فِيْ بَطْنِهَا" میں لفظ فی کبھی سببیت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے "فِي النَّفْسِ الْمُؤْمِنَةِ مِائَةُ اِبِلٍ" یعنی مومن نفس کو قتل کرنے کے سبب سو اونٹ واجب ہیں۔ لہٰذا اب یہ نہ کہا جائے گا کہ بطن موت کے لئے ظرف نہیں بن سکتا، کیونکہ یہاں "فی" ظرفیت کے لئے نہیں سببیت کے لئے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفاس والی عورت کا جسم پاک ہے۔ وہ اگرچہ شہداء میں سے شمار ہے مگر اس کا حکم معرکہ میں قتل ہونے والے شہداء کا حکم نہیں لہٰذا دوسرے مسلمانوں کی طرح اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی نماز جنازہ میں امام اس کے وسط کے محاذی کھڑا ہو امام احمد نے کہا عورت کے وسط کے سامنے اور مرد کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔ مبسوط میں یہ مذکور ہے کہ امام میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو جوامع الفقہ میں ہے کہ یہی مختار ہے۔ امام طحاوی نے اسے اختیار کیا ہے۔ نیز مبسوط میں ہے کہ سینہ ہی وسط ہے، کیونکہ سینہ سے اوپر دو ہاتھ اور سر ہیں اور اس کے نیچے پیٹ اور دونوں پاؤں ہیں۔ تحفہ میں احناف سے مشہور روایت یہ ہے کہ مرد اور عورت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو (عینی)

اسماء رجال

: احمد بن ابی سُرَیج کا نام صباح ہے۔ کہا گیا ہے۔ ان کا نام احمد بن عمر ابن ابی سُرَیج ہے۔ اپنے دادے کی طرف منسوب ہیں۔ شبابہ کا نام مروان ہے۔ ان پر شبابہ بن سوار کا غلبہ ہے۔ دراصل وہ خراسانی ہیں۔ ۲۰۴ ہجری میں فوت ہوئے حسینِ معلم حدیث ۱۲ کے اسماء میں دیکھیں۔ ابن بُریدہ عبداللہ بن بُریدہ بن حُصیب۔ اسلمی مروزی مشہور تابعی ہیں۔ سَمُرہ بن جندب بن ہلال فزاری ہیں۔ انھوں نے ۲۳ احادیث روایات کی ہیں جن میں سے بخاری نے چار احادیث ذکر کی ہیں۔ زیاد نے انہیں چھ ماہ کوفہ کا حاکم اور چھ ماہ بصرہ کا حاکم مقرر کیا اور ۵۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ خَالَتِي مَيْمُوْنَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا كَانَتْ تَكُوْنُ حَائِضًا لَا تُصَلِّيْ وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ بِحِذَاءِ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَتِهٖ إِذَا سَجَدَ أَصَابَنِيْ بَعْضُ ثَوْبِهٖ

باب

۳۲۸ — ترجمہ : عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی خالہ میمونہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ وہ حائض ہوتیں اور نماز نہ پڑھتیں جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ کے سامنے لیٹی رہتیں اور آپ اپنے مصلّی پر نماز پڑھتے رہتے جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے آپ کا کچھ کپڑا لگ جاتا !

۳۲۸ — شرح : اس حدیث شریف میں اس امر کی دلیل ہے کہ حائضہ نجس نہیں کیونکہ اگر وہ نجس ہوتی تو اس پر کپڑا پڑنے سے احتیاط کیا جاتا اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ حائضہ عورت نمازی کے قریب بیٹھ سکتی ہے اور اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا ، نیز وہ نمازی کے سامنے لیٹ سکتی ہے اور کھجور کی چٹائی پر نماز درست ہے ۔

اسماء رجال : ۱ حسن بن مدرک ابوعلی سدوسی حافظ بصری ہیں ۲ یحییٰ بن حماد شیبانی ابوعوانہ کے داماد ہیں۔ ۲۱۵ہجری میں فوت ہوئے ۔ ابوعوانہ کا ذکر کئی بار گزرا ہے۔ سلیمان بن ابی سلیمان شیبانی مشہور تابعی ہیں ۔ امام احمد ان کی حدیث کو بہت پسند کرتے تھے ۔ وہ کہتے تھے سلیمان اس لائق ہیں کہ ان کی کوئی شئی نہ چھوڑے ۔ ۱۴۱ھ ہجری میں فوت ہوئے ۔ عبداللہ بن شداد حدیث ۲۹۹ کے اسماء میں دیکھیں ۔ میمونہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین عبداللہ بن شداد کی خالہ ہیں ؛ کیونکہ ان کی والدہ سلمیٰ بنت عمیس میمونہ بنت حارث کی اخیافی بہن ہیں ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ التَّيَمُّمِ

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا الْآيَة صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ

۳۲۹ ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب التیمم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد : اور تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو!

۳۲۹ ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے حتیٰ کہ جب ہم مقام بیداء یا ذاتِ جیش میں تھے تو میرا ہار گم ہوگیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش میں رُک گئے اور آپ کے ساتھ لوگ بھی رُک گئے اور وہاں پانی نہ تھا۔ لوگ ابوبکر صدیق کے پاس آکر کہنے لگے کہ جو کچھ عائشہ نے کیا ہے آپ نے دیکھا نہیں؟ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو ٹھہرا

فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ

رکھا ہے۔ اور یہاں پانی بھی نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پہ سر مبارک رکھ کر سو رہے تھے۔ اور کہا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک رکھا ہے جبکہ یہاں پانی بھی نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ پانی ہے۔ ام المؤمنین نے کہا ابوبکر نے مجھے عتاب کیا اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے پہلو میں کونچنا شروع کیا اور مجھے حرکت کرنے سے کوئی شئے منع نہ کرتی تھی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میری ران پہ آرام فرمانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صبح کے وقت بیدار ہوئے اور پانی وغیرہ نہ تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ اُسید بن حُضیر نے کہا اے آلِ ابی بکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ ام المؤمنین نے کہا ہم نے اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی اور اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

۳۲۹۔ شرح: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہونے کا واقعہ سنہ ٦ھ میں ہوا، جبکہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنی المصطلق کے سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ اس ہار کی قیمت صرف بارہ درہم تھی اس کے گم ہونے میں مسلمانوں کے لئے برکت تھی جیسا کہ اُسید بن حُضیر انصاری نے کہا یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں اس قسم کی برکتیں تم سے ہوتی رہتی ہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے ہار کی گمشدگی تیمم کی آیت کے نزول کا سبب تھی کیونکہ تیمم کی آیت شہر، گاؤں یا ہر اس جگہ نازل نہیں ہوسکتی تھی جہاں پانی موجود ہو تو لامحالہ اس کے نزول کا محل وہ ہونا چاہیئے تھا۔ جہاں پانی نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل کرنے کے لئے فقدان عقد کو سبب بنا دیا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی التفات کو ادھر سے مبذول کر دیا۔ اگرچہ آپ کو اس کا علم تھا، کیونکہ عدمِ التفات عدمِ علم کو مستلزم نہیں تفسیر اتقان جلد دوم کے ص۱۲٦ پر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں معلوم کر لیتا ہوں؛ حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اللہ کی کتاب کا علم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے تھا۔ ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا اس دنیا میں کوئی شئی اللہ کی کتاب سے باہر نہیں ہے (اتقان) تو جس ذات ستودہ صفات پر یہ کتاب نازل ہوئی ان سے اونٹ کے نیچے پڑے ہوئے ہار کا علم کیوں نہیں ہوسکتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا ہے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا، یعنی اللہ نے ہر شئی آپ کے علم میں کر دی جو آپ نہ جانتے تھے اور تیرے اوپر اللہ کا عظیم فضل ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مکان میں اقامت جائز ہے جہاں پانی نہ ہو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو اس مکان میں تیمم کی آیت کے نزول کا علم تھا جس کا مقدمہ فقدانِ ہار تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وقت داخل ہونے کے بعد پانی کی طلب واجب ہے۔ سفر میں تیمم کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ حضر میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب نے کہا کہ حضر اور سفر میں تیمم جائز ہے۔ جبکہ پانی نہ ملے یا بیماری یا شدید خوف ہو یا وقت نکل جانے کے ڈر سے پانی کا استعمال کرنا متعذر ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غزوات وغیرہ میں جبکہ کوئی خطرہ نہ ہو تو عورتوں کے ساتھ لے جانا جائز ہے اور شوہر کا بیوی کی گود میں سر رکھ کر سونا جائز ہے۔

(اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے)

۳۳۰ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ هُوَ الْعَوَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ قَالَ اَخْبَرَنَا سَيَّارٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ اَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُورًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ اُمَّتِي اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِي وَاُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً

اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ وہ انصاری اشہلی اوسی ہیں۔ عقبہ ثانیہ کی رات انہیں نقباء میں بھیجا گیا تھا۔ بیس ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ ان کا جنازہ اٹھایا تھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا گیا (مناقب میں پوری تفصیل دیکھیں)

۳۳۰ـــ ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ اشیاء عطاء ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطاء نہ ہوئیں۔ ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی، میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک کر دی گئی، میری امت کے جس شخص کو نماز کا وقت پائے وہ وہیں نماز پڑھ لے، میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے یہ حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت عظمیٰ عطا کی گئی۔ ہر نبی اپنی مخصوص قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا۔ اور میں سارے لوگوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔

۳۳۰ـــ شرح: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ خصال عطاء کئے گئے

کریں تو یہ بارہ خصلتیں ہیں۔ ممکن ہے کہ مزید تتبع سے اس سے زیادہ مل جائیں۔ ابوسعید نیشاپوری نے "کتاب شرف المصطفیٰ"، میں ذکر کیا کہ جن خصال کے ساتھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں وہ ساٹھ خصال ہیں۔ بعض علماء نے اس سے زیادہ بھی ذکر کی ہیں مگر ان روایات میں تعارض نہیں، کیونکہ ایک شئی کے عدد پر نص کی جائے تو اس کے ماسوا کے عدد کی نفی نہیں ہوتی جیسے کسی نے کہا میرے پاس پانچ دینار ہیں تو اس عدد کا یہ مدلول نہیں کہ اس کے پاس ان کے بغیر اور دینار نہیں ہیں، "لَمْ یُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ"، یعنی یہ پانچ خصال آپ سے پہلے کسی نبی کو عطاء نہ ہوئیں، اگر یہ سوال ہو کہ سیدنا نوح علیہ السلام سفینہ سے باہر آنے کے بعد زمین میں رہنے والے سب لوگوں کی طرف مبعوث تھے، کیونکہ اس وقت صرف مومن ہی رہ گئے تھے جبکہ تمام کفار ہلاک ہوگئے اور ان تمام کی طرف نوح علیہ السلام مبعوث تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی ابتداء نبوت میں لوگوں کی طرف اور نبی بھی مبعوث ہوں اور نوح علیہ السلام جانتے ہوں کہ لوگ ان پر ایمان نہیں لائے تو جو لوگ ان کی اُمت سے اور دوسرے نبیوں کی امتوں سے ایمان نہ لائے اُن سب کے لئے بددعا فرمائی ہو۔

علامہ عینی نے کہا کہ طوفان صرف ان کی اپنی قوم پر آیا تھا جن میں وہ موجود تھے لہٰذا عموم نہ پایا گیا، الحاصل سیدنا نوح علیہ السلام اپنے زمانہ میں سب لوگوں کی طرف مبعوث تھے مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک سب کی طرف مبعوث ہیں "نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ الخ یعنی ایک مہینہ کی مسافت" میں اسلام کے اعداء ہیں اُن پر میرا رعب طاری ہے، کیونکہ مدینہ منورہ اور آپ کے اعداء کے درمیان ایک مہینہ کی مسافت سے زیادہ سفر نہ تھا اس لئے اس مقدار کا تعین فرمایا ہے۔ "جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَهُوْرًا"، یعنی ساری زمین میرے لئے طہور ہے۔ آپ کی اُمت جہاں چاہے نماز پڑھ سکتی ہے اور آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام صرف اپنی عبادت گاہوں میں ہی نماز پڑھ سکتے تھے"

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ جہاں بھی نماز کا وقت ہوجائے آپ وہیں وضوء کرکے یا پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں اور سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ ساری زمین کی سیر کرتے تھے اور جہاں نماز کا وقت ہوجاتا نماز پڑھ لیتے تھے مگر وہ صرف نماز ہی پڑھ سکتے تھے تیمم نہ کرسکتے تھے یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خاص ہے "اُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ الخ"، یعنی میری اُمت کے لئے غنائم حلال کی گئی ہیں اور پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کے غنائم آسمانی آگ کھا جاتی تھی۔

علامہ خطابی نے کہا پہلے لوگ دو قسم کے تھے ایک وہ جن کو جہاد کی اجازت نہ تھی اور ان کے لئے غنائم حاصل نہ تھے اور دوسرے وہ لوگ تھے جن کو جہاد کی اجازت تھی مگر جب وہ غنیمت کا مال حاصل کرتے تو ان کے لئے کھانا جائز نہ تھا اور آسمان سے آگ آکر اِسے جلا دیتی تھی۔ یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت تھی "وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَةَ"، ابن دقیق العید نے کہا "الشفاعۃ" میں الف لام عہد کے لئے ہے اور مراد شفاعتِ عظمیٰ

بَابُ اِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً وَلَا تُرَابًا

۳۳۱ — حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اسْتَعَارَتْ

ہے۔ محشر میں آپ لوگوں کو آرام پہنچانے کے لئے شفاعت فرمائیں گے "، اور اس شفاعت کے وقوع میں کوئی اختلاف نہیں، بعض نے کہا جس کے دل میں ذرّہ بھر ایمان ہوگا اس کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت فرمائیں گے بعض نے کہا جنت میں درجات کی رفعت کی شفاعت فرمائیں گے "، بعض نے کہا جن لوگوں پر دوزخ کا عذاب واجب ہوچکا ہوگا۔ ان کو دوزخ میں نہ بھیجنے کی شفاعت فرمائیں گے بعض نے کہا بعض لوگوں کا حساب لئے بغیر ان کو جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے "، الحاصل شفاعت کے تمام اقسام متحقق ہوں گے۔

بُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً " یعنی میں عرب و عجم اور اسود و احمر سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ " اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے پانی ہو تو وضو کر کے ورنہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ معلوم ہوا کہ زمین کی ہر جنس سے تیمم جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال

:ع۱ محمد بن سنان باہلی بصری ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے۔ امام بخاری ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ۲۲۳ھ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ ہشیم بن بشیر واسطی ان کی کنیت ابومعاویہ ہے اور ان کے والد بشیر کی کنیت ابوحازم ہے۔ ہشیم حدیث کے امام ہیں۔ وفات سے قبل دس سال وہ عشاء کے وضوء سے فجر کی نماز پڑھتے رہے۔ ۱۸۳ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ع۳ سعید بن نضر بغدادی کی کنیت ابوعثمان ہے۔ ۲۳۴ ہجری میں آمل جیحون میں فوت ہوئے ع۴ سیار" ابوسیارہ واسطی ہیں ۱۲۲ ہجری کو واسط میں فوت ہوئے ع۵ یزید بن صہیب فقیر کوفی ہیں ان کی کنیت ابوعثمان ہے۔ آپ شیخ الاسلام ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیخ ہیں۔ انہیں فقار ظہر میں درد تھا اس لئے انہیں فقیر کہا جاتا ہے۔

باب — جب نہ پانی پائے اور نہ مٹی میسّر ہو

۳۳۱ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا اور وہ گم ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مِنْ اَسْمَآءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَاَدْرَكَتْهُمُ الصَّلٰوةُ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ فَصَلَّوْا فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَقَالَ اُسَيْدُ ابْنُ حُضَيْرٍ لِعَائِشَةَ جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهٗ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا

نے ایک شخص کو بھیجا (ہار کی تلاش کو) اُس نے وہ تلاش کر لیا۔ صحابہ کو نماز کے وقت نے پا لیا حالانکہ ان کے پاس پانی نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز پڑھ لی (وضوء کے بغیر) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس کا شکوی کیا تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی، حضرت اُسید بن حُضیر انصاری نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو بھلی جزاء دے۔ اللہ کی قسم! آپ پر کوئی معاملہ نازل نہیں ہوتا جسے آپ مکروہ جانو مگر اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے لئے اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرماتا ہے۔

۳۳۱ — شرح: صحیح مسلم شریف میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے وضوء کے بغیر نماز پڑھ لی، اس سے امام نووی نے استدلال کیا کہ جسے پانی اور پاک مٹی میسر نہ آئے تو وہ اسی حال میں نماز پڑھ لے۔ اس مسئلہ میں چار اقوال ہیں۔ امام شافعی نے کہا ایسے شخص پر نماز پڑھنا واجب ہے پھر اعادہ کرلے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر نماز واجب نہیں مستحب ہے پھر اس کی قضاء ضروری ہے۔ پہلے اُس نے نماز پڑھی ہو یا نہ تیسرا قول یہ ہے کہ نماز پڑھنا واجب ہے اور اس کا اعادہ نہ کرے۔ یہ مُزنی کا مذہب ہے دلیل کے اعتبار سے یہ قول قوی تر ہے کیونکہ مذکور حدیث شریف میں کہیں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں کہ آپ نے ایسی حالتمیں نماز کا اعادہ واجب فرمایا ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسیر، معلول اور مریض جو پانی اور پاک مٹی حاصل نہ کر سکیں نہ تو وہ وضوء کر سکتے ہوں اور نہ ہی تیمم کرنے پر قادر ہوں وہ نماز نہ پڑھیں اور جب پاک پانی یا مٹی پر قادر ہوں تو نماز پڑھیں۔ امام ابو یوسف، محمد اور شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا وہ نماز پڑھ لے۔ پھر اس کا اعادہ کرلے۔ امام ابوحنیفہ، ابو یوسف محمد اور امام شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا اگر قیدی شخص کو شہر میں پاک مٹی مل جائے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرلے۔

اگر یہ سوال ہو کہ امام طحاوی نے یہ حدیث طویل ذکر کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تیمم کیا اور نماز پڑھی اگرچہ ان کے تیمم کی کیفیت مختلف تھی اور آپ کہتے ہیں صحابہ نے تیمم نہ کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ مختلف کیفیت کا تیمم دراصل تیمم ہی نہ تھا، کیونکہ اس وقت کوئی نص وارد

بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَآءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلٰوةِ وَبِهٖ

نہ ہُوئی تھی، گویا کہ اُنھوں نے طہارت کے بغیر نماز پڑھی ؛ چنانچہ طبرانی نے کبیر میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روائت کی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے طہارت کے بغیر نماز پڑھ لی۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہار ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہار اسماء بنت ابی بکر کا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہار ام المؤمنین کے تصرّف میں تھا اس لئے اس کی نسبت اپنی طرف کی۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ پہلی حدیث میں گزرا ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمیں اُونٹ کے نیچے ہار مل گیا اور اس حدیث میں ہے کہ اس مرد نے ہار تلاش کیا اور اسے پا لیا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اَصَبْنَا، عام ہے۔ ام المؤمنین اور اس مرد دونوں کو شامل کیا ہے۔ جب اس شخص نے اسے پالیا تو ام المؤمنین کا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نے پا لیا۔ اُسید بن حُضیر نے کہا یہ تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ اے آل ابی بکر تمہاری برکتیں بکثرت ہیں۔

اسماء رجال

: ع۱ زکریا بن یحییٰ بن صالح لؤلؤی بلخی حافظ حدیث ہیں۔ ۲۳۰ ہجری میں فوت ہُوئے اور قتیبہ بن سعید کے پاس مدفون ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اور زکریا بن یحییٰ بن عمر طائی کوفی سے بھی روائت کی ہے۔ ان کی کُنیت ابو السّکین ہے وہ بھی بغداد میں ۲۵۱ ہجری میں فوت ہُوئے۔ یہ دونوں زکریا عبداللہ بن نمیر سے روائت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک زکریا بخاری کی شرط کے مطابق ہے۔ لہٰذا ان میں اشتباہ کے باعث حدیث کی صحت میں قدح نہیں غسانی نے کہا امام بخاری نے زکریا بلخی سے تیمّم وغیرہ روائت کی ہے اور زکریا ابو السّکین سے صرف عیدین میں روائت کی ہے۔ ع۲ عبداللہ بن نمیر کوفی ہیں۔ ۱۹۹ ہجری میں فوت ہُوئے۔ باقی راویوں کا تذکرہ ہوچکا ہے۔

باب حضر میں تیمم کرنا جبکہ پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہوجانے کا خوف ہو

قَالَ عَطَاءٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فِي الْمَرِيضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا يَجِدُ مَنْ يُنَاوِلُهُ يَتَيَمَّمُ وَاَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ اَرْضِهِ بِالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمِرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلَّى ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ يُعِدْ

یہی عطاء نے کہا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُس مریض کے بارہ میں کہا جس کے پاس پانی ہو اور اسے پانی دینے والا نہ ملے تو وہ تیمم کرے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی زمین جو جُرُف میں تھی سے آئے اور اونٹوں کے مربد میں عصر کا وقت ہوگیا تو اُنھوں نے وہیں نماز پڑھ لی پھر مدینہ منورہ میں داخل ہُوئے حالانکہ سُورج بُلند تھا اور نماز کا اعادہ نہ کیا۔

شرح الباب

: یعنی جو شخص نماز کے فوت ہونے کا ڈر محسوس کرے اور اسے پانی نہ ملے اور وہ مسافر بھی نہ ہو تو وہ تیمم کرسکتا ہے۔ عطاء ابن رباح رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جب پانی نہ ملے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی یہی کہتے ہیں۔ احناف کہتے ہیں۔ شہروں میں جسے پانی نہ ملے اس کے لئے تیمم جائز ہے۔ غیر مسافر تندرست جسے پانی نہ ملے وہ تیمم کرلے۔ ابن عمر، عطاء، حسن بصری اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پانی نہ پانے والا شخص جبکہ اسے پانی ملنے کی اُمید ہو۔ آخر وقت تک نماز میں تاخیر کرے تاکہ اکمل طہارت سے اس کی نماز ادا ہو!

جُرُف مدینہ منورہ سے ایک میل دُور ہے۔ بیہقی میں اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مربد النعم" میں تیمم فرمایا۔ جبکہ آپ مدینہ منورہ کی آبادی دیکھ رہے تھے۔ "مربد" اس جگہ کا نام ہے جہاں اونٹ کھڑے کئے جاتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضر میں تیمم کرنا جائز ہے، کیونکہ جو شخص سفر میں تیمم کو جائز کہتا ہے اس کی سفر سے مراد وہی سفر ہے جس میں نماز کی قصر جائز ہو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مربد میں تیمم اس لئے کیا کہ اُن کو نماز کے وقت کے فوت ہونے کا ڈر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ جب مستحب وقت آجائے اور پانی نہ ہو تو تیمم جائز ہے اور وہ اس میں تاخیر نہیں کرسکتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا واللہ اعلم!

٣٣٢ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

٣٣٢ — ترجمہ : ابن عباس کے مولیٰ عُمیر نے کہا میں اور عبداللہ بن یسار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ میمونہ کے آزاد کردہ غلام ہیں آئے حتیٰ کہ ابوجہیم بن حارث بن صمہ انصاری کے پاس پہنچے۔ ابوجہیم نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیر جمل سے تشریف لائے اور آپ کو ایک شخص ملا اور اس نے سلام عرض کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ حتیٰ کہ دیوار کے پاس تشریف لائے اور چہرۂ انور اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

٣٣٢ — شرح : بیر جمل" مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ امام شافعی نے کہا سلام کرنے والا شخص خود ابوجہیم راوی تھے۔ جس دیوار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کیا تھا اس کا استعمال مباح تھا۔ لہٰذا اجازت کی ضرورت نہ تھی یا وہ کسی کی مملوک تھی اور وہ اس فعل سے راضی تھا۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ دیوار سے بلا اجازت تیمم کرنا غیر کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف ہے۔ شروع اسلام میں طہارت کے بغیر سلام کا جواب دینا ممنوع تھا۔ پھر یہ منسوخ ہوگیا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ بعض نے کہا یہ تیمم وضوء کی آیت سے منسوخ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر پہ تیمم جائز ہے کیونکہ مدینہ منورہ کے مکانات پتھروں سے بنے ہوئے تھے اور ان پر مٹی مستقر نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث سے امام طحاوی نے استدلال کیا کہ نمازِ جنازہ کے فوت ہو جانے کے خوف سے تیمم جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے جواب کے فوت ہونے کے خوف کے پیش نظر حضر میں تیمم فرمایا اور یہ امام مالک، شافعی اور احمد پہ حجت ہے جبکہ وہ اس سے منع کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک اگر نمازِ جنازہ یا عید کی نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو وضوء میں

بَابٌ هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهِمَا الصَّعِيدَ لِلتَّيَمُّمِ

۳۳۳ ــ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ ثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّيْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَآءَ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمَا تَذْكُرُ اَنَّا كُنَّا فِيْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْنَا فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ

مشغول ہوئے بغیر تیمم کرکے نماز پڑھ لینا جائز ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ یحیٰی بن بکیر : یحیٰی بن عبداللہ بن بکیر قریشی مخزومی ہیں ۔ ع۲ لیث بن سعد مشہور امام ہیں ع۳ جعفر بن ربیعہ بن شرجیل کندی بصری ہیں۔ ۱۲۵ ۔ ہجری میں فوت ہوئے ع۴ اعرج ان کا نام عبدالرحمٰن بن ہرمز جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ۔ حدیث ع۱۳ کے اسماء میں گزرا ہے ع۵ عمیر عمر بن عبداللہ ہاشمی ہیں ۔ ایک سو چار ہجری میں فوت ہوئے

باب ــ کیا تیمم کرنے والا اپنے ہاتھوں کو پھونک مارے؟

۳۳۳ ــ : سعید نے اپنے باپ عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ ایک شخص عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں جنبی ہوگیا اور پانی نہ ملا (یہ سن کر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو یاد نہیں ؟ کہ میں اور آپ دونوں ایک سفر میں تھے (اور ہم دونوں جنبی ہوگئے) آپ نے نماز

نماز نہ پڑھی اور میں مٹی میں لیٹ کر لوٹ پوٹ ہو گیا اور نماز پڑھ لی پھر اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں یہ کر لینا کافی تھا اور آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان کو پھونکا پھر ان سے چہرہ اور دونوں پہنچوں پر مسح کیا۔

۳۳۳ — **شرح** : اگر سوال ہو کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز کیوں نہ پڑھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے تیمم سے نماز نہ پڑھی تھی، کیونکہ آپ کو اُمید تھی کہ نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پانی مل جائے گا یا ان کا خیال تھا کہ تیمم صرف اصغر حدث کے لئے ہے اور آپ کے اجتہاد کا یہ مقتضیٰ تھا کہ جنبی تیمم نہیں کر سکتا ہے۔

اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح واجب نہیں، کیونکہ اس میں صرف کفین پر اکتفاء کی ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ کے لئے ایک ہی ضرب کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کیفیت کا مقصد صرف تعلیم کے لئے ضرب کی صورت بیان کرنا ہے مکمل تیمم بیان کرنا مراد نہیں جبکہ دیگر روایات میں دو ضربیں اور کہنیوں تک ہاتھوں کا مسح ثابت ہے۔ علاوہ ازیں تیمم وضوء کا بدل ہے اور بدل مبدل منہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول "اَمَّا اَنَا فَتَمَعَّکْتُ" میں صحتِ قیاس کی دلیل ہے، کیونکہ انھوں نے جنابت کے تیمم کو غسلِ جنابت پر قیاس کیا اور لوٹ پوٹ گئے!

معلوم ہُوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں اجتہاد جائز تھا آپ کے حضور ہو یا غائبانہ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی عدم موجودگی میں اجتہاد جائز ہے، ورنہ نہیں حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔ اس حدیث کی مکمل تفصیل حدیث ع۳۳۸ کے تحت مذکور ہے۔

اسماءِ رجال : سعید بن عبدالرحمٰن بن اَبزیٰ کوفی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں خراسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نافع ابن عبدالحارث نے عسفان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور عمر فاروق نے انہیں مکہ میں حاکم مقرر کیا تھا اُس نے کہا آپ نے مکہ میں کسے حاکم مقرر کیا ہے؟ اُنھوں نے فرمایا ابن ابزیٰ کو مقرر کیا ہے اُس نے کہا ابن ابزیٰ کون ہے؟ فرمایا ہمارے آزاد کردہ غلاموں سے ہے۔ اُس نے کہا آپ نے مکہ والوں پہ آزاد کردہ غلام حاکم مقرر کیا ہے؟

فرمایا: وہ قرآن کا قاری ہے اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قوموں کو بلند کرے گا اور دُوسروں کو پست کرے گا۔ اُنھوں نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ احادیث روایت کی ہیں۔

بَابُ التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

۳۳۴ — حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ بِهٰذَا وَضَرَبَ شُعْبَةُ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ثُمَّ أَدْنَاهُمَا مِنْ فِيهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَقَالَ النَّضْرُ أَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعْتُ ذَرًّا عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰى عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَمَّارٌ

باب — چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا

۳۳۴ — ترجمہ: سعید نے اپنے باپ عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے یہ کہا اور شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان کو منہ کے قریب لے گئے پھر اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں (پہنچوں) کا مسح کیا نضر نے کہا ہمیں شعبہ نے حکم سے خبر دی کہا کہ میں نے ذر سے سُنا وہ سعید بن عبدالرحمٰن ابن ابزی سے ذکر کرتے تھے۔ حکم نے کہا میں نے یہ عبدالرحمٰن کے بیٹے سے سُنا وہ اپنے باپ سے روایت کرتے تھے انھوں نے کہا کہ حضرت عمار نے کہا۔

۳۳۴ — شرح: قَالَ النَّضْرُ" یہ بخاری کا کلام ہے اور قال کا مقولہ محذوف ہے اور وہ عمار کا وہ کلام ہے جو انھوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، نضر کے طریق اور حجاج کے طریق میں فرق یہ ہے کہ اس میں لفظ "عن" ہے۔ لہٰذا یہ طریق عنعنہ ہے اور اس میں سَمِعْتُ ذَرًّا ہے اور سماع اور عنعنہ میں فرق مشہور ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ بخاری نے نضر سے معلق ذکر کیا ہے کیونکہ وہ عراق میں ۲۰۳ ہجری میں فوت ہو گئے تھے جبکہ امام بخاری اس وقت نو برس کے بخارا میں تھے!

اور قَالَ الْحَكَمُ سے بخاری کا مقصد یہ ہے کہ حکم نے بھی شعبہ سے ذر کے واسطہ کے بغیر یہ روایت کی ہے اس اعتبار سے یہ اسناد اعلیٰ ہے جیسا کہ پہلا اسناد "سَمِعْتُ" کے لفظ کے ساتھ اعلیٰ ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: حجاج بن منہال حدیث ۵۲ کے اسماء میں مذکور ہے۔

۳۳۵ــ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ شَهِدَ عُمَرَ وَقَالَ لَهٗ عَمَّارٌ كُنَّا فِيْ سَرِيَّةٍ فَاَجْنَبْنَا وَقَالَ تَفَلَ فِيْهِمَا

۳۳۶ــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ تَمَعَّكْتُ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَكْفِيْكَ الْوَجْهُ وَالْكَفَّيْنِ

۳۳۷ــ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ شَهِدْتُ عُمَرَ قَالَ لَهٗ عَمَّارٌ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

۳۳۵ــ ترجمہ : عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے جبکہ ان سے عمار نے کہا کہ ہم ایک لشکر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہو گئے اور کہا " تَفَلَ فِيْهِمَا "، یعنی نَفَخَ فِيْهِمَا کی جگہ تَفَلَ فِيْهِمَا کہا ہے اور یہ تھوک کے مشابہ ہے۔

۳۳۶ــ ترجمہ : عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمار نے عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے کہا میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا تیرے لئے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کر لینا کافی تھا۔

شرح : اَلْكَفَّيْنِ سے پہلے " واؤ " مع کے معنی میں ہے۔ اسی طرح کَفَّيْنِ منصوب ہے یعنی ہاتھوں سمیت چہرے کا مسح کر لینا تھا یا اصل میں یوں تھا " مَسْحُ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ "، مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ کو اپنے حال پر رہنے دیا اور بعض نسخوں میں کَفَّيْنِ کی جگہ " وَالْيَدَيْنِ ہے "

۳۳۷ــ ترجمہ : عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو ان سے عمار بن یاسر نے کہا اور ساری حدیث بیان کی۔

شرح : اس حدیث ...

۳۳۸ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمَّارٌ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْاَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ

کہنیاں وغیرہ پر مسح نہیں، لیکن پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ اس حدیث سے مراد صرف تعلیم کے لئے ضرب کی صورت بیان کرنا ہے تمام کیفیت بیان کرنا مقصود نہیں جس سے تیمم مکمل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث حجت ہو بھی نہیں سکتی، کیونکہ عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث مختلف الفاظ سے مذکور ہے؛ چنانچہ اِلَی الْکَفَّیْنِ، اَلْکُوْعَیْنِ، اَوِالْمِرْفَقَیْنِ، اَوِالْمَنْکَبَیْنِ اَوْ اِلَی بِطَیْنِ، جیسے الفاظ آتے ہیں جیسا کہ ہر ایک کو مختلف راویوں نے ذکر کیا ہے اسی لئے اس حدیث میں اضطراب ہے اور اسی اضطراب کے باعث ترمذی نے حضرت عمار بن یاسر کی حدیث کو ضعیف کہا ہے اس کی مکمل تفصیل حدیث ۳۳۷ کے تحت ہے۔

۳۳۸ — ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس (شرفہا اللہ تعالیٰ) کو زمین پر مار کر چہرہ انور اور دونوں پہنچوں کا مسح فرمایا۔

۳۳۸ — شرح: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمار بن یاسر کی حدیث مکمل ذکر نہیں کی باقی ائمہ نے اسے مطول و مختصر ذکر کیا ہے۔ تیمم کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ تیمم میں دو ضربیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے اور دوسری کہنیوں تک ہاتھوں کے لئے ہے دارقطنی نے اس حدیث کو علی بن طہمان سے مرفوع اور یحییٰ بن سعید قطان نے موقوف ذکر کیا ہے درست بھی یہی ہے۔ امام طحاوی نے کئی طرق سے اسے موقوف ذکر کیا ہے۔ امام محمد نے ابوحنیفہ سے انھوں نے حماد سے انھوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ تیمم یوں کرو اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر رکھ کر ان سے اپنے چہرہ کا مسح کرو پھر دوسری بار مٹی پر رکھ کر اپنے ہاتھوں اور کلائیوں کا کہنیوں تک مسح کرو امام محمد رضی اللہ عنہ نے مؤطا میں ذکر کیا کہ یہ ہمارا مذہب ہے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ایک ضرب سے چہرہ کا اور دوسری سے صرف پہنچوں کا مسح مذکور ہے وہ اختصاراً تعلیم کے لئے فرمایا کہ تیمم کے لئے اتنا لمبا چوڑا قصد کرنا اور سارے کپڑے اُتار کر مٹی میں لوٹ پوٹ ہوجانے کی کیا ضرورت تھی تجھے اتنی قدر کافی تھا اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ حدثِ اصغر ہو یا اکبر دونوں کے لئے ایک ہی تیمم ہے۔

اسماءِ رجال ۳۳۵: مسلم بن ابراہیم حدیث ۴۲ کے اسماء میں مذکور ہے۔

بَابُ اَلصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ

وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَالَمْ يُحْدِثْ اَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا بَأْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى السَّبْخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا

اسماء رجال ۳۳۸: ع۱ مسدد بن مسرہد حدیث ع۱۲ کے اسماء میں دیکھیں ع۲ یحییٰ بن سعید قطان بُندار نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ اُنھوں نے کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ ان کا تذکرہ ہوچکا ہے ع۳ عوف اعرابی ہیں انہیں عوف صدوق کہا جاتا ہے۔ حدیث ع۴۵ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۴ ابو رجاء عطاردی کا نام عمران بن ملحان ہے۔ امام بخاری نے کہا صحیح تر یہ ہے کہ وہ ابن تیم ہیں اُنھوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کی زیارت سے مشرف نہ ہوسکے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا ان کی عمر ایک سو بیس برس ہوئی ہے تقریبًا ایک سو تین ہجری میں فوت ہوئے ع۵ عمران بن حُصین خزاعی ان کی کنیت ابو نجید ہے۔ خیبر کے سال مسلمان ہوئے اُنھوں نے ایک سو اسی ۱۸۰ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے امام بخاری نے بارہ احادیث ذکر کی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ میں حدیث و فقہ کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ فرشتے انہیں سلام کہا کرتے تھے وہ بصرہ کے قاضی تھے اور وہیں ۵۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ حسن بصری کہا کرتے تھے خدا کی قسم عمران سے بہتر بصرہ میں کوئی نہیں آیا۔

باب پاک مٹی مسلمان کا وضوء ہے جو اس کی پانی سے کفایت کرتا ہے۔"

حسن بصری نے کہا جب تک آدمی محدث نہ ہو اسے تیمم کافی ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امامت کی جبکہ وہ تیمم کرنے تھے۔ یحییٰ بن سعید قطان نے کہا شور زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۳۹ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا عَوْفٌ قَالَ ثَنَا اَبُوْرَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَسْرَيْنَا

پتھر ہو جس پر مٹی نہ پڑی ہو یا کوئی اور شئی ہو جو زمین کی جنس سے ہو، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا تیمم کی صحت کے لئے پاک مٹی شرط ہے، جہاں پانی نہ ملے اگرچہ سالہا سال گزر جائیں تیمم جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اَلصَّعِیْدُ الطَّیِّبُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ اِلٰی عَشْرِ سِنِیْنَ "، امام ترمذی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اسے ذکر کیا اور کہا شیخین نے اس حدیث کو ذکر نہیں کیا اس حدیث کا معنیٰ یہ نہیں کہ ایک ہی دفعہ تیمم دس سال کے لئے کافی ہے بلکہ معنیٰ یہ ہے جب بھی آدمی مُحدِث ہو جائے تیمم کرتا رہے اگرچہ دس برس تک پانی نہ ملے۔ حسن بصری نے کہا جب تک بے وضو نہ ہو ایک ہی تیمم کافی ہے اور جب تک حَدَث لاحق نہ ہو ایک ہی تیمم سے کئی نمازیں جائز ہیں جیسے ایک وضو سے کئی نمازیں جائز ہیں اور تیمم کو صرف حدث ختم کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تیمم کر کے امامت کرائی، کیونکہ اگر تیمم طہارت ضروریہ ہوتی تو ضعیف ہوتی اور اگر تیمم ضعیف طہارت ہوتی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما امامت نہ کرتے جبکہ وہ متیمم تھے اور مقتدی متوضی تھے احناف کا یہی مذہب ہے کہ تیمم طہارت مطلقہ ہے اور حضرت جابر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے جو حدیث منقول ہے "لَا یَؤُمُّ الْمُتَیَمِّمُ الْمُتَوَضِّئِیْنَ "، کہ متیمم متوضی کی امامت نہ کرے اس کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے۔

یحییٰ بن سعید نے کہا شور زمین پر نماز پڑھنے اور اس سے تیمم کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شور زمین طیب میں داخل ہے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہوں، جو کھجوروں والی شور زمین ہے۔ یعنی مدینہ منورہ حالانکہ مدینہ منورہ کو آپ نے طیبہ فرمایا ہے معلوم ہوا کہ شور زمین طیب میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

---

۳۳۹ ترجمہ: عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ نے کہا ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم رات بھر چلتے رہے حتیٰ کہ رات کے آخر میں ہم ایسے سوئے کہ مسافر کے نزدیک اس سے میٹھی کوئی نیند نہیں ہوتی اور سورج کی گرمی نے ہمیں بیدار کیا سب سے پہلے جو بیدار ہوا وہ فلاں شخص تھا پھر فلاں پھر فلاں بیدار ہوئے ابورجاء ان کے نام ذکر کرتے تھے اور حضرت عوف ان کو بھول گئے۔ پھر چوتھے عمر بن خطاب بیدار ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند فرماتے تو آپ کو جگایا نہ جاتا تھا حتیٰ کہ آپ خود بخود جاگتے، کیونکہ ہم نہ جانتے تھے کہ نیند میں آپ پر کیا وحی آرہی ہے جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جاگے اور لوگوں کی حالت دیکھی جو ان کو لاحق ہوئی تھی اور وہ دلیر مرد تھے تو انھوں نے اللہ اکبر کہا

حَتّٰى كُنَّا فِيْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَلَا وَقْعَةَ اَحْلٰى عِنْدَ الْمُسَافِرِ
مِنْهَا فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَكَانَ اَوَّلُ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ
ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيْهِمْ اَبُوْ رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ لَمْ نُوْقِظْهُ
حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَا نَدْرِيْ مَا يُحْدَثُ لَهٗ فِيْ نَوْمِهٖ
فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاٰى مَا اَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيْدًا فَكَبَّرَ
وَرَفَعَ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالتَّكْبِيْرِ حَتّٰى
اسْتَيْقَظَ لِصَوْتِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ شَكَوْا
اِلَيْهِ الَّذِيْ اَصَابَهُمْ فَقَالَ لَا ضَيْرَ اَوْ لَا يَضِيْرُ اِرْتَحِلُوْا فَارْتَحَلَ
فَسَارَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ نَزَلَ فَدَعَا بِالْوَضُوْءِ فَتَوَضَّاَ وَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ
فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُعْتَزِلٍ لَمْ
يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ اَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ
اَصَابَتْنِيْ جَنَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّعِيْدِ فَاِنَّهٗ يَكْفِيْكَ ثُمَّ

اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہا وہ بدستور اللہ اکبر کہتے رہے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے رہے حتی کہ ان کی آواز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاگے جب آپ نیند سے بیدار ہوئے تو لوگوں نے اپنے حال کی شکایت کی جو ان کو لاحق ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ضرر نہیں یا اس سے کچھ نقصان نہیں یہاں سے کوچ کرو آپ وہاں سے چل پڑے اور تھوڑا سا دور گئے تو سواری سے اترے اور پانی منگوا کر وضوء فرمایا اتنے میں نماز کے لئے اذان کہی گئی اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو اچانک ایک شخص علیحدہ کھڑا تھا جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی آپ نے فرمایا : اے فلاں [illegible]

سَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكٰى اِلَيْهِ النَّاسُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَلَ فَدَعَا فُلَانًا كَانَ يُسَمِّيْهِ اَبُوْرَجَاءٍ نَسِيَهُ عَوْفٌ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ اذْهَبَا فَابْتَغِيَا الْمَآءَ فَانْطَلَقَا فَتَلَقَّيَا امْرَأَةً بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ اَوْ سَطِيْحَتَيْنِ مِنْ مَاءٍ عَلٰى بَعِيْرٍ لَهَا فَقَالَا لَهَا اَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ عَهْدِيْ بِالْمَآءِ اَمْسِ هٰذِهِ السَّاعَةَ وَنَفَرُنَا خُلُوْفًا قَالَا لَهَا انْطَلِقِيْ اِذًا قَالَتْ اِلٰى اَيْنَ قَالَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ قَالَا هُوَ الَّذِيْ تَعْنِيْنَ فَانْطَلِقِيْ فَجَآءَ ابِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَاهُ الْحَدِيْثَ قَالَ فَاسْتَنْزَلُوْهَا عَنْ بَعِيْرِهَا وَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِنَاءٍ فَفَرَّغَ فِيْهِ مِنْ اَفْوَاهِ الْمَزَادَتَيْنِ اَوِ السَّطِيْحَتَيْنِ وَاَوْكَاَ اَفْوَاهَهُمَا وَاَطْلَقَ الْعَزَالِيَ وَنُوْدِيَ فِي النَّاسِ اسْقُوْا وَاسْتَقُوْا فَسَقٰى مَنْ سَقٰى وَاسْتَقٰى مَنْ شَآءَ وَكَانَ اٰخِرُ ذَاكَ اَنْ اَعْطَى الَّذِيْ اَصَابَتْهُ الْجَنَابَةُ اِنَاءً مِنْ مَاءٍ قَالَ اذْهَبْ فَاَفْرِغْهُ عَلَيْكَ وَهِيَ قَائِمَةٌ تَنْظُرُ اِلٰى مَا يُفْعَلُ بِمَائِهَا وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ اُقْلِعَ عَنْهَا وَاِنَّهُ لَيُخَيَّلُ اِلَيْنَا اَنَّهَا اَشَدُّ مِلْئَةً مِنْهَا

ہوگئی اور پانی موجود نہ تھا آپ نے فرمایا مٹی سے تیمم کرلو یہی تیرے لئے کافی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی آپ سواری سے اُترے اور فلاں شخص کو بلایا۔ ابو رجاء اس کا نام ذکر کرتے تھے اور عوف اس کا نام بھول گئے اور حضرت علی کو بلایا اور فرمایا جاؤ کہیں پانی تلاش کرو وہ ایک عورت سے ملے جو پانی کے دو بڑے بڑے مشکیزوں یا چھاگلوں کے درمیان اپنے اُونٹ پر بیٹھی ہوئی تھی اُنھوں نے اس سے کہا پانی کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا کہ کل اس وقت میں پانی کے پاس تھی اور ہمارا قافلہ پیچھے آرہا ہے اُنھوں نے اس سے کہا ابھی ہمارے ساتھ چلو۔ عورت نے کہا کدھر؟ اُنھوں نے کہا

حِينَ ابْتَدَأَ فِيهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْمَعُوا لَهَا فَجَمَعُوا لَهَا مِنْ بَيْنِ عَجْوَةٍ وَدَقِيقَةٍ وَسَوِيقَةٍ حَتَّى جَمَعُوا لَهَا طَعَامًا فَجَعَلُوهُ فِي ثَوْبٍ وَحَمَلُوهَا عَلَى بَعِيرِهَا وَوَضَعُوا الثَّوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا فَقَالَ لَهَا تَعْلَمِينَ مَا رَزِئْنَا مِنْ مَائِكِ شَيْئًا وَلَكِنَّ اللهَ هُوَ الَّذِي أَسْقَانَا فَأَتَتْ أَهْلَهَا وَقَدِ احْتُبِسَتْ عَنْهُمْ قَالُوا مَا حَبَسَكِ يَا فُلَانَةُ قَالَتِ الْعَجَبُ لَقِيَنِي رَجُلَانِ فَذَهَبَا بِي إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّابِئُ فَفَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَوَاللهِ إِنَّهُ لَأَسْحَرُ النَّاسِ مِنْ بَيْنِ هَذِهِ وَهَذِهِ وَقَالَتْ بِإِصْبَعَيْهَا الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ أَوْ إِنَّهُ لَرَسُولُ اللهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدُ يُغِيرُونَ عَلَى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَلَا يُصِيبُونَ الصِّرْمَ الَّذِي هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا أَرَى أَنَّ هَؤُلَاءِ الْقَوْمَ يَدَعُونَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَأَطَاعُوهَا فَدَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ صَبَأَ خَرَجَ مِنْ دِينٍ إِلَى غَيْرِهِ وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِينَ فِرْقَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَؤُونَ الزَّبُورَ أَصْبُ أَمِلْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورت نے کہا وہ شخص جسے صابی کہا جاتا ہے؟ اُنھوں نے کہا جو بھی تیری مراد ہو چلو وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ کو سارے واقعہ کی خبر دی۔ آپ نے فرمایا اسے اُونٹ سے اُتارو! اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا اور مشکوں کے منہ سے اس برتن میں پانی ڈالنا شروع کیا اور مشکیزوں کے اُوپر والے منہ بند کر دیئے اور نچلے کھول دیئے اور لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ پانی پلاؤ اور پیو تو جس نے چاہا پلایا اور جس نے چاہا پیا اور پینے پلانے کی انتہاء اس پر تھی کہ آپ نے اس شخص کو پانی کا برتن دیا جسے جنابت لاحق ہوئی تھی اور فرمایا جاؤ اس سے غسل کرلو وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی کہ اس کے

پانی سے کیا کیا جارہا ہے، اللہ کی قسم اس سے پانی لینا بند کیا گیا اور ہمیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ مشکیزہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا ہے۔ جبکہ اس سے پانی لینا شروع کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کے لئے کچھ جمع کرد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے لئے عجوہ، کھجوریں، آٹا اور ستو وغیرہ جمع کرنے لگے حتی کہ اس کے لئے طعام (کھجوریں، آٹا، ستو) جمع کیا گیا اور اس کو کپڑے میں اکٹھا کیا پھر اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کیا اور وہ کپڑا (جس میں طعام تھا) اس کے آگے رکھ دیا آپ نے اس سے فرمایا تو جانتی ہے کہ ہم نے تیرے پانی سے کوئی شئی کم نہیں کی، لیکن اللہ ہی نے ہمیں پانی پلایا ہے۔ وہ عورت اپنے اہل وعیال کے پاس آئی جبکہ وہ ان سے رُک چکی تھی۔ اُنھوں نے کہا اے فلاں عورت تجھے کس نے روکا ہے؟ اُس نے کہا تعجب نے روکا ہے مجھے دو شخص ملے اور اس شخص کے پاس لے گئے جس کو صابی کہا جاتا ہے۔ اُس نے ایسا ایسا کیا، اللہ کی قسم وہ اس کے اور اس کے درمیان سب لوگوں سے بڑا جادوگر ہے اور اپنی دونوں انگلیوں درمیانی اور شہادت والی سے اشارہ کرکے ان کو آسمان کی طرف اُٹھایا وہ زمین اور آسمان کا قصد کرتی تھی یا وہ یقیناً اللہ کا رسول ہے۔

اس واقعہ کے بعد مسلمان اس کے گرد ونواح کے مشرکوں پر حملہ کرتے اور اس گاؤں پر حملہ نہ کرتے تھے جس میں وہ رہتی تھی اُس نے ایک روز اپنی قوم سے کہا میں کیا دیکھتی ہوں کہ یہ لوگ تم کو قصداً چھوڑ جاتے ہیں (تم پر حملہ نہیں کرتے) تمہیں اسلام میں رغبت ہے؟ اُنھوں نے اس عورت کی اطاعت کرلی اور سب اسلام میں داخل ہوگئے! امام بخاری نے کہا "صَبَا" یعنی ایک دین سے دوسرے دین کی طرف نکلا۔ ابوالعالیہ نے کہا صابئین اہلِ کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں۔ "لفظ" اَصْبُ" کا معنی ہے میں مائل ہوجاؤنگا۔

۳۳۹ — شرح : اس سفر کی تعیین میں اختلاف ہے جس میں صبح کی نماز قضاء ہوگئی تھی صحیح مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں خیبر سے واپسی کا واقعہ ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں حدیبیہ سے واپسی میں یہ پیش آیا اور عبدالرزاق اور بیہقی کی دلائل نبوت کی روایت میں تبوک کے راستہ میں یہ نماز قضاء ہوئی ممکن ہے کہ واقعات متعدد ہوں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامات نبوت میں ذکر کیا کہ سب سے پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور چوتھے بیدار ہونے والے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ دُوسرے اور تیسرے نمبر پہ بیدار ہونے والے متیقن نہیں ہیں ہوسکتا ہے کہ عمران بن حصین جو اس حدیث کے راوی ہیں، وہ دوسرے ہوں۔ اور تیسرے وہ ہوں جو اس قصّہ کی روایت میں عمران سے شریک تھے۔

اگر یہ سوال ہو کہ سردرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بیدار رہتا ہے اگرچہ آنکھیں سو جائیں تو اس وادی میں آپ سے صبح کی نماز کیسے فوت ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ لیلۃ التعریس میں آپ کی نماز کا فوت ہوجانا نیند کی حالت میں آپ کو نسیان ہوجانے کے باعث تھا جیسے بیداری کی حالت میں نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تشریع قضا کی حکمت کی وجہ سے آپ کو نیند کی حالت میں بھلا

دیا تاکہ اُمت کے لئے نماز فوت ہونے کی صُورت میں قضاء کا طریقہ واضح ہو جائے (عصام) علامہ عینی نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا فوت ہوجانا ایک ایسے امر کے باعث تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اور وہ قضاء کے حکم کا اثبات اور اس کی مشروعیت کا اظہار تھا۔ قولہ نُودِیَ بِالصَّلٰوۃِ " اس سے مراد اذان کہنا ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ قولہ اِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ" اس شخص کا نام معلوم نہیں صاحبِ توضیح نے کہا وہ شخص خلاد بن رافع بن مالک انصاری تھا مگر یہ درست نہیں کیونکہ وہ بدر میں شہید ہوگئے تھے اور یہ واقعہ بدر کے بعد پیش آیا تھا۔ قولہ فَدَعَا فُلَانًا الخ، یہ فلاں شخص اس حدیث کا راوی عمران بن حصین اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ قولہ خُلُوفٌ " جو سفر کے لئے نکلیں اور عورتوں کو پیچھے چھوڑ جائیں۔ قولہ اَطْلَقَ الْعَزَالِیْ، یہ عزلاء کی جمع ہے مشک کے نچلے منہ کو کہا جاتا ہے جس سے مشک کا پانی باہر آتا ہے۔

قولہ اِسْقُوْا وَاسْتَقُوْا " ان دونوں میں فرق یہ ہے سقی غیر کے لئے اور استقاء اپنے لئے ہے یعنی پلاؤ اور پیئو۔ قولہ اَیْمُ اللہِ " اصل میں اَیْمُنُ اللہِ " تھا نون کو حذف کر کے اَیْمُ اللہِ " پڑھتے ہیں۔ یہ یمین کی جمع ہے قولہ صرام " چند مکانات کے مجموعہ کو صَرم کہتے ہیں اس کی جمع اَصْرام ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اکابر کے حضور باادب رہنا مستحب ہے، کسی دینی امر کے فوت ہونے پر افسوس کا اظہار درست ہے۔ جہاں فتنہ ہو وہاں سے علیحدہ ہوجانا مستحب ہے جب لوگوں میں پانی تقسیم کیا جائے تو جنبی پر پیاسوں کو مقدم کیا جائے انسان اور حیوان کی مصلحت کو دوسری مصالح سے مقدم رکھنا ضروری ہے اس واقعہ میں بعض اونٹوں کو پانی نہ پلایا تھا، کیونکہ وہ پانی پینے کے محتاج نہ تھے۔

اجنبی عورت سے خلوت جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔

جب مشرکوں کے برتن کی نجاست متحقق نہ ہو تو انہیں استعمال کرنا جائز ہے جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو۔ کافروں کی حفاظت ضروری ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی حفاظت کی تھی۔

اس حدیث شریف میں نبوت کے دلائل موجود ہیں، کیونکہ لوگوں نے تھوڑے سے پانی سے وضوء کیا پلایا پیا۔ جس پر غسل واجب تھا اُس نے غسل بھی کیا مگر دونوں مشکیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور عظیم برہان کے باعث پہلے سے بھی زیادہ بھر گئیں جبکہ پانی پینے والے چالیس یا اس سے زائد لوگ تھے اور انہوں نے حیوانوں کو بھی پانی پلایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اُنھوں نے اپنے ساتھ والے مشکیزے بھی بھر لئے تھے، یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ اس میں کوئی پانی ملائے بغیر اس قدر برکت ہوئی کہ سب سیر ہوگئے اور مشکوں سے پانی کا ایک قطرہ بھی کم نہ ہُوا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اَوَامِر میں بہت مضبوط تھے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نورِ نبوت سے جانتے تھے کہ یہ عورت مسلمان ہوجائے گی اور اس کے باعث اس کا سارا گاؤں مسلمان ہوجائے گا

بَابٌ اِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلٰى نَفْسِهِ الْمَرَضَ اَوِ الْمَوْتَ اَوْخَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ وَيُذْكَرُ اَنَّ عَمْرَوبْنَ الْعَاصِ اَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فَتَيَمَّمَ وَتَلَا وَلَا تَقْتُلُوْآ اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ

اس لئے اسے کچھ نہ کہا حالانکہ وہ حربی عورت تھی اور حربی کا مال و جان مباح ہوتا ہے اگر بالفرض وہ ذمی ہوتو اس کا پانی ضرورت کے لئے استعمال کیا گیا تھا یہ جائز ہے "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ"۔

ابو عبداللہ امام بخاری رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں مذکور لفظ "صابی" اور وہ لفظ "صابی" جس کو ابوالعالیہ نے ذکر کیا میں فرق بیان کرے، عورت کے کلام میں مذکور لفظ صابی "صَبَا يَصْبُوْ"، سے ہے جس کا معنی میلان ہے قریش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہتے تھے کیونکہ آپ نے ان کے دین کو ناپسند کیا تھا اور دینِ اسلام کی طرف مائل تھے اور "صَابِئُوْنَ"، جن کو ابوالعالیہ نے ذکر کیا ہے وہ "صَبَا يَصْبَاءُ"، سے ہے جب کوئی دوسرے دین کی طرف چلا جائے، اس کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ ابوالعالیہ نے کہا یہ اہلِ کتاب سے ایک فرقہ ہے جو زبور شریف پڑھا کرتے تھے، مجاہد نے کہا وہ نہ یہودی ہیں، نہ نصاریٰ اور نہ ہی ان کا کوئی دین ہے ان کا ذبیحہ حرام ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔

ابن زید نے کہا یہ لوگ جزیرہ موصل میں رہتے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں وہ کسی نبی کو نہیں مانتے اور نہ ہی کسی کتاب کو تسلیم کرتے ہیں۔ قتادہ اور ابوجعفر راوی نے کہا یہ لوگ فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ لوگ نبوت کا اعتقاد کرتے ہیں نہ ان کی کوئی علیحدہ کتاب ہے جس پر وہ عمل کرتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور ان کا ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے۔ امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا یہ لوگ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور نہ ہی ان کا ذبیحہ جائز ہے۔ بہرکیف یہ اختلاف صابی کی تفسیر کے اختلاف پر مبنی ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ـ جب جنبی مرض یا موت کا خوف کرے یا اسے پیاس کا خوف ہو تو تیمم کرے غسل نہ کرے ذکر کیا جاتا ہے کہ

۳۳۹ ـ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يُصَلِّيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ نَعَمْ اِنْ لَّمْ اَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا لَمْ اُصَلِّ لَوْ رَخَّصْتُ لَهُمْ فِيْ هٰذَا كَانَ اِذَا وَجَدَ اَحَدُهُمُ الْبَرْدَ قَالَ هٰكَذَا يَعْنِيْ تَيَمَّمَ وَصَلّٰى قَالَ قُلْتُ فَاَيْنَ قَوْلُ عَمَّارٍ لِعُمَرَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اَرَ عُمَرَ قَنِعَ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سخت سرد رات میں جنبی ہو گئے تو اُنھوں نے تیمّم کیا اور مذکور آیت کی تلاوت کی پھر اسے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ذکر کیا تو آپ نے اس پر کوئی انکار نہ فرمایا۔

۳۳۹ ـ ترجمہ : ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا جب کسی کو پانی نہ ملے تو وہ نماز نہ پڑھے؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر اس صورت میں لوگوں کو میں رخصت دوں تو جب ان سے کوئی سردی محسوس کرے تو اس طرح کرے گا یعنی تیمم کر کے نماز پڑھ لے گا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے کہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عمار بن یاسر کا قول کہاں گیا؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ اُنھوں نے عمار کے قول پر قناعت کی ہو۔

۳۳۹ ـ شرح : حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سخت سرد رات میں جنبی ہونے کا واقعہ غزوہ ذات السلاسل ،، میں پیش آیا۔ آیت کریمہ سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ سخت سردی میں پانی کا استعمال کبھی ہلاک کر دیتا ہے اور جو شئ ہلاکت کا سبب بنے اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اس پہ انکار نہ کرنا اس کی تائید کرتا ہے لہٰذا یہ جنبی کے لئے جوازِ تیمّم کی حجت ہُوا۔

اسماء رجال : ع۱ بشر بن خالد عسکری کی کنیت ابومحمد ہے - ۲۵۴ ہجری میں فوت ہُوئے ع۲ محمد وہو غندر ،، کا ذکر ہو چکا ہے ع۳ شعبہ حدیث میں امیرالمؤمنین ہیں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے ع۴ سلیمان وہ اعمش مشہور ہیں قدمتر ع۵ ابووائل کا نام شقیق بن سلمہ ہے۔
ع۶ ابوموسیٰ اشعری [illegible] کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

٣٤٠ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ ثَنَا اَبِیْ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ شَقِیْقَ بْنَ سَلَمَۃَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللّٰہِ وَ اَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ مُوْسٰی اَرَاَیْتَ یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِذَا اَجْنَبَ فَلَمْ یَجِدْ مَآءً کَیْفَ یَصْنَعُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ لَا یُصَلِّیْ حَتّٰی یَجِدَ الْمَآءَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَکَیْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ قَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَکْفِیْکَ قَالَ اَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ یَقْنَعْ بِذٰلِکَ مِنْہُ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ کَیْفَ تَصْنَعُ بِہٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَمَا دَرٰی عَبْدُ اللّٰہِ مَا یَقُوْلُ فَقَالَ اِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَہُمْ فِیْ ہٰذَا لَاَوْشَکَ اِذَا بَرَدَ عَلٰی اَحَدِہِمُ الْمَآءُ اَنْ یَّدَعَہٗ وَیَتَیَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِیْقٍ فَاِنَّمَا کَرِہَ عَبْدُ اللّٰہِ لِہٰذَا فَقَالَ نَعَمْ

---

٣٤٠ — ترجمہ : شقیق بن سلمہ نے کہا میں عبداللہ بن مسعود اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا۔ ابوموسیٰ نے عبداللہ بن مسعود سے کہا اے اباعبدالرحمٰن آپ بتائیں کہ جب کوئی جنبی ہوجائے اور اسے پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے؟ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ اسے پانی مل جائے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا عمار کے قول کا کیا کروگے جبکہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے یہی کافی تھا، عبداللہ نے کہا کیا تم نے عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا نہیں کہ انھوں نے اس پر قناعت نہ کی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا عمار کا قول چھوڑو اس آئت کا کیا کروگے (جس میں جنبی کو غسل کا حکم ہے) حضرت عبداللہ نے اس کے جواب میں کچھ نہ کہا اور یہ کہا کہ اگر ہم لوگوں کو اس میں رخصت دے دیں تو جب کسی کو سردی محسوس ہوگی وہ پانی چھوڑ کر تیمم کر لیا کرے گا۔ اعمش نے کہا میں نے شقیق سے کہا حضرت عبداللہ ابن مسعود نے جنبی کے لئے تیمم اس لئے اچھا نہ جانا؟ شقیق نے کہا جی ہاں!

٣٤٠ — شرح : یعنی عنقریب ایسا حال ہوگا کہ کوئی شخص سردی کے ڈر سے تیمم کر لیا کریگا اس لئے عبداللہ نے تیمم اچھا نہ سمجھا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آئت کریمہ " اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ "، میں ملامسہ سے مراد جماع نہیں صرف بشرتین کا اجتماع مراد ہے اور تیمم وضوء کا بدل ہونے کو یہ لازم نہیں کہ وہ غسل کا بھی بدل ہو جائے مگر بعض علماء نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود

بَابُ التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ

٣٤١ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّي قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ فِي هٰذَا لَهُمْ لَأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا الصَّعِيدَ قُلْتُ وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَبُو مُوسَى أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا

رضی اللہ عنہ نے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مقیم جنبی جب سردی سے خائف ہو تو تیمم کر لے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لئے تیمم نہ کیا کہ آخر وقت تک ان کو پانی حاصل ہو جانے کی توقع تھی یا ان کے اجتہاد میں یہ تھا کہ تیمم کی آیت صرف حدث اصغر کے ساتھ خاص ہے اور جنبی تیمم نہیں کر سکتا

باب — تیمم ایک ضرب ہے

٣٤١ — ترجمہ : اعمش نے شقیق سے روایت کی کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابوموسی رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اگر کوئی آدمی جنبی ہو جائے اور اسے مہینہ بھر پانی نہ ملے کیا وہ تیمم کر کے نماز نہ پڑھے؟ پھر اس آیت کریمہ کا جو سورۂ مائدہ میں ہے کیا کرو گے کہ اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے

تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِكَفِّهٖ ضَرْبَةً عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ نَفَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا ظَهْرَ كَفِّهٖ بِشِمَالِهٖ اَوْ ظَهْرَ شِمَالِهٖ بِكَفِّهٖ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ وَزَادَ يَعْلٰى عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى اَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْتُ فَتَمَعَّكْتُ بِالصَّعِيْدِ فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً

تیمم کرو"۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر لوگوں کو اس کی رخصت دے دی جائے تو قریب ہے کہ جب پانی ٹھنڈا ہو تو وہ مٹی سے تیمم کر لیا کریں گے میں نے کہا اس لئے تیمم کو مکروہ جانتے ہو؟ کہا ہاں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے عمار کا عمر فاروق کے ساتھ کلام نہیں سنا؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام بھیجا میں (وہاں) جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہ ملا۔ میں مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا جیسے جانور لیٹتا ہے پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تجھے صرف یہی کافی تھا اور اپنا ہاتھ ایک بار زمین پہ مارا پھر اسے جھاڑا اور اس سے دائیں ہاتھ کی پشت کا بائیں ہاتھ سے یا بائیں ہاتھ کی پشت کا دائیں ہاتھ سے مسح کیا پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ انور کا مسح کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ انھوں نے عمار کے قول پہ قناعت نہیں کی حضرت یعلیٰ نے اعمش سے انھوں نے شقیق سے زیادہ کلام یہ ذکر کیا کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ کے ساتھ تھا۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے عمار کا قول نہیں سنا جو انھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو بھیجا میں (وہاں) جنبی ہو گیا اور زمین پر لیٹ گیا پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تجھے صرف اسی طرح کافی تھا اور اپنے چہرہ انور اور دونوں ہاتھوں کا ایک ہی بار مسح کیا۔

۳۴۱ ـــ شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تیمم میں ایک ضرب کافی ہے احناف

باب ۳۴۲ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَنَا عَبْدُاللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ اَبِیْ رَجَآءٍ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنِ الْخُزَاعِیُّ اَنَّ

کے نزدیک مذکور ضرب تعلیم کے لئے ہے۔ کامل تیمم کی تفصیل مقصود نہیں؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت کے شروع میں وضوء میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے فرض فرمائے ہیں۔ پھر تیمم میں فرمایا۔ "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ" اس میں ہاتھ کو مطلق ذکر کیا ہے لہٰذا یہ وہی ہاتھ ہے جس کو وضوء میں کہنیوں سے مقید کیا ہے۔ لہٰذا تیمم میں بھی کہنیاں داخل ہیں جیسے وضوء میں داخل ہیں۔ اس حدیث میں اگرچہ ترتیب کا لحاظ نہیں مگر یہ احناف کے خلاف نہیں؛ کیونکہ ان کے نزدیک وضوء میں ترتیب واجب نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت عمار کے قول پر قناعت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس واقعہ میں وہ دونوں شریک تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ یاد نہ رہا اسی لئے حضرت عمار سے کہا کہ ایسی روائت کرنے میں اللہ سے ڈرو شائد تم بھول گئے ہو یا تم پر حال مشتبہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ میں بھی ساتھ تھا مجھے تو ایسا معلوم نہیں جو تم کہتے ہو جیسا کہ مسلم کی روائت میں ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہے کہ میں نے مصلحت اسی میں دیکھی ہے کہ اس کی روائت نہ کی جائے اور اس میں امیر المؤمنین کی موافقت کرتا ہوں اور اس کی تحدیث سے رُک جاتا ہوں؛ کیونکہ ایک بار میں نے اس کی تبلیغ کر دی ہے۔ اب مجھ پر عدم تحدیث میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "اِنَّا نُوَلِّيْكَ مَا تَوَلَّيْتَ"، یعنی مجھے یاد نہ رہنے سے یہ لازم نہیں کہ تمہارا کہنا نفس الامر میں درست نہ ہو اس لئے میں تجھے اس حدیث کی تحدیث سے منع نہیں کرتا۔

علامہ عینی نے باب التَّيَمُّمِ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ کے تحت ذکر کیا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے مرفوع روائت کی کہ تیمم میں ایک ضرب چہرے کے لئے اور دُوسری ضرب کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کے لئے ہے حاکم نے اس حدیث کے اسناد کو صحیح کہا ہے اسی طرح ذہبی نے بھی اس کے اسناد کو صحیح کہا ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے کہ تیمم دو ضربیں ہیں۔ ایک سے چہرے کا اور دُوسری سے کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا مسح ہے جیسا کہ جابر کی روائت میں ہے۔

اسماء رجال : ع۱ محمد بن سلام بیکندی ع۲ ابو معاویہ ضریر محمد بن حازم، "حدیث ع۹ کے اسماء میں دیکھیں"

باب

۳۴۲ — **ترجمہ :** حضرت عمران بن حصین خزاعی نے کہا "رضی اللہ عنہ"، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو علیحدہ کھڑا دیکھا جس نے

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا مُعْتَزِلًا لَمْ یُصَلِّ فِی الْقَوْمِ فَقَالَ یَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّیَ فِی الْقَوْمِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَصَابَتْنِیْ جَنَابَۃٌ مَآءَ قَالَ عَلَیْكَ بِالصَّعِیْدِ فَاِنَّہٗ یَكْفِیْكَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الصَّلٰوةِ

بَابُ كَیْفَ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ فِی الْاِسْرَآءِ

لوگوں کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس نے منع کیا؟ اُس نے کہا یارسول اللہ! میں جنبی ہوگیا ہوں اور پانی موجود نہیں آپ نے فرمایا مٹی لے لو یہ تجھے کافی ہے۔

۳۴۲ — شرح: یہ حدیث باب الصعید الطیب میں گزری ہے۔ اور حدیث ۳۳۸ کا یہ مختصر سا حصہ ہے چونکہ اس حدیث کا باب علیحدہ ہے اس لئے پہلے باب کے عنوان سے اس کی مطابقت ضروری نہیں اور اگر اس حدیث کا علیحدہ باب نہ ہو تو پہلے باب کے عنوان سے اس کی مطابقت ضروری ہے اور وہ اس طرح ہے کہ اس حدیث میں ایک ضرب یا دو ضربوں کا ذکر نہیں مگر کم از کم ایک ضرب تو ہوگی! لہٰذا تیمم میں ایک ضرب کافی ہے اور مطابقت واضح ہے۔ باقی تفصیل حدیث ۳۳۹ میں دیکھیں۔٭

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصلوٰۃ

باب — شب اسراء میں نماز کیسے فرض ہوئی

٭ اس حدیث کے تمام راوی حدیث ۳۳۸ کے اختتام میں مذکور ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْسُفْیٰنَ بْنُ حَرْبٍ فِیْ حَدِیْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ یَأْمُرُنَا یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مجھے ابوسفیان نے ہرقل کی حدیث کے بارے میں خبر دی اور کہا کہ وہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز، سچائی اور پاکدامنی کا حکم فرماتے ہیں۔

شرح : اس حدیث کی ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ پہلے کسی شئ کی ذات پہچانی جاتی ہے پھر اس کی کیفیت جانی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے فرضیت کے اعتبار سے نماز کی ذات کی طرف اشارہ کیا پھر اسراء کی طویل حدیث ذکر کر کے اس کی فرضیت کی کیفیت کی طرف اشارہ کیا۔ گویا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نماز کی کیفیت کے بیان کی تمہید ہے اس اعتبار سے یہ حدیث اس ترجمہ میں داخل ہے ورنہ ہرقل کی حدیث میں نماز کی کیفیت کا ذکر کہیں نہیں البتہ نماز کی فرضیت کا وقت اس میں پایا جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نماز فرض ہوئی۔ نماز کی تعریف یہ ہے کہ نماز وہ عبادت ہے جو تکبیر سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہوتی ہے۔ صدق وہ قول ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ عفاف محرمات سے باز رہنا ہے۔

ابوسفیان امیر معاویہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور ۸۸۔ برس کی عمر میں ۳۱، ہجری میں فوت ہوئے اور سیدنا امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اس کتاب میں نماز کے احکام کا بیان ہوگا۔ جب امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ طہارت کے بیان سے فارغ ہوئے جو نماز کے لئے شرط ہے تو نماز کا بیان شروع کیا جو مشروط ہے؛ کیونکہ مشروط شرط کے بعد آتا ہے۔

لغت میں نماز کا معنی دعاء ہے اور یہ معنیٰ قرآن میں بھی استعمال ہوا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ" یعنی ان کے لئے دعاء فرمائیں آپ کا دعاء کرنا ان کے لئے آرام دِہ ہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اجابت دعوت کے بارے میں فرمایا: "وَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْیُصَلِّ" یعنی روزہ سے ہو تو لوگوں کے لئے خیر و برکت کی دعاء کرتا رہے۔

"صلوٰۃ کا مشتق منہ"

اس میں مختلف اقوال ہیں: اوّل یہ ہے کہ یہ "صَلّٰی" سے مشتق ہے اس کا معنی ہے ٹیڑھی لکڑی کو

آگ پر رکھنا تا کہ وہ سیدھی کی جائے ۔ اس معنیٰ کی نماز سے مناسبت اس طرح ہے کہ سطوت کی حرارت سے نمازی کا ٹیڑھ پن زائل ہو جاتا ہے ۔ اور وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا ۔ نماز بندے اور اس کے رب کے درمیان واسطہ ہے اور عبادات نفسانیہ اور بدنیہ کی جامع ہے جیسے طہارت ستر عورت اور ان میں مال خرچ کرنا ، کعبہ کی طرف توجہ ، عبادت میں مصروف رہنا ، اعضاء سے خشوع کا اظہار کرنا ، دل میں نیت خالص کرنا ، شیطان کا مقابلہ کرنا ، حق تعالیٰ سے مناجات کرنا ، قرآن پڑھنا ، توحید و رسالت کی گواہی دینا اور پاک و صاف اور لذیذ اشیاء سے رُکنا ہے (قسطلانی) علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ اشتقاق باطل ہے ۔ کیونکہ "صلوٰۃ" میں لام کلمہ "واؤ" ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی جمع صَلَوَاتٌ ہے اور "صلیٰ" میں یاء ہے ۔ لہذا حروفِ اصلیہ میں اختلاف کے باعث اشتقاق صحیح نہیں ۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ بطلان کا دعویٰ صحیح نہیں کیونکہ حروفِ اصلیہ میں اتفاق ، اشتقاق صغیر میں شرط ہے ۔ اشتقاق کبیر و اکبر میں شرط نہیں ۔

بعض علماء نے کہا "صَلاۃ" "صَلَوَیْن" سے مشتق ہے ۔ صلوین صلا کا تثنیہ ہے ۔ وہ سرین کی دائیں بائیں دو ہڈیاں ہیں ۔ اس کی نماز سے مناسبت اس طرح ہے ۔ نمازی رکوع و سجود میں اپنے سرینوں کو حرکت دیتا ہے (بیضاوی) بعض نے کہا : صَلوٰۃ "مُصَلِّیْ" سے مشتق ہے ۔ گھوڑ دوڑ میں سب سے آگے سے پچھلے گھوڑے کو مُصَلِّیْ کہتے ہیں ، کیونکہ اس کا سر سابق گھوڑے کے سرینوں سے ملتا ہے ۔

بعض علماء نے کہا نماز دراصل تعظیم کا نام ہے اور وہ غایتِ خشوع ہے ۔ اس مخصوص عبادت کو نماز اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں رب تعالیٰ کی تعظیم ہے ۔ یہ وہ تعظیم ہے جس سے اُوپر تعظیم غیر متصور ہے ۔ لہذا نبیوں ، ولیوں ، علماء کی تعظیم کو عبادت نہیں کہا جاتا ہے ، کیونکہ ان حضرات کی تعظیم غایتِ خشوع نہیں ہے بلکہ اس سے اُوپر بھی تعظیم متصور ہے اور وہ رب العزت کی تعظیم ہے "نماز کا شرعی معنی" ارکان معہودہ اور افعال مخصوصہ کا نام نماز ہے جمہور علماء سلف و خلف نے کہا کہ اسراء بدن و روح سمیت ہوئی ہے ۔ اور وہ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک نصِ قطعی سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے سمٰوات کی طرف احادیث نبویہ صلی اللہ علی صاحبہا سے ثابت ہے ۔

اظہار نبوت کے بارہویں سال معراج ہوئی ۔ سدی نے کہا ہجرت سے سولہ ماہ قبل ہوئی ہے حافظ عبد الغنی ابن سرور مقدسی نے سیر میں ذکر کیا کہ اسراء رجب کی ۲۷ تاریخ کو ہوئی ہے ۔ ابن جوزی نے کہا ابو طالب کی وفات کے بعد نبوت کے بارھویں سال معراج ہوئی ۔

یہ کتاب نماز کے امور و احوال پر مشتمل ہے ان امور و احوال میں سے نماز کی فرضیت کی کیفیت کی معرفت بھی ہے ، کیونکہ یہ اصل اور باقی فرع اور عارض ہیں اور جو ذات کا مقتضیٰ ہو وہ صفات کے مقتضیٰ سے مقدم ہوتا ہے ۔ اس لئے اس باب کو مقدم ذکر کیا اور دوسرے ابواب کو بعد میں ذکر کیا ۔

---

۳۴۲ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُوذَرٍّ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهُ فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرِيْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِي مُحَمَّدٌ فَقَالَ ءَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى يَمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ عَلَى يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا آدَمُ وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيْهِ فَأَهْلُ

۳۴۲ — ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوذر حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کھولی گئی جبکہ میں مکہ میں تھا پھر جبریل علیہ السلام "نازل ہوئے اور میرا سینہ کھول دیا پھر اسے زم زم کے پانی سے دھویا پھر سونے کا تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اسے میرے سینہ میں بھر دیا پھر اسے بند کر دیا پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے پہلے آسمان کی طرف لے گئے جب پہلے آسمان کے قریب آئے تو جبریل نے آسمان کے خازن (داروغہ) سے کہا "دروازہ" کھولو! اس نے کہا کون ہو؟ کہا جبرئیل۔ اس نے کہا کیا آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے کہا جی ہاں! جب اس نے دروازہ کھولا ہم دنیا والے آسمان پر چڑھ گئے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا تھا جس کے دائیں بائیں کالے کالے ذرات تھے۔ جب وہ اپنی دائیں طرف دیکھتا تو ہنس پڑتا اور جب بائیں طرف دیکھتا تو رونے لگتا اس نے مجھے دیکھ کر کہا اے نبی صالح اور نیک بیٹے مرحبا! میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام

اَلْيَمِيْنِ مِنْهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْاَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهِ اَهْلُ النَّارِ فَاِذَا نَظَرَ عَنْ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكٰى حَتّٰى عُرِجَ بِيْ اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَقَالَ لِخَازِنِهَا اِفْتَحْ فَقَالَ لَهٗ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُ فَفُتِحَ قَالَ اَنَسٌ فَذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ فِي السَّمٰوٰتِ اٰدَمَ وَ اِدْرِيْسَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى وَاِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ اَنَّهٗ ذَكَرَ اَنَّهٗ وَجَدَ اٰدَمَ فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَاِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَآءِ السَّادِسَةِ قَالَ اَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا

ہیں اور یہ کالے کالے ذرے جوان کے دائیں بائیں ہیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں ان میں سے دائیں طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے ذرات دوزخی ہیں جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوشی سے ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف نظر کرتے ہیں تو رونا آجاتا ہے حتیٰ کہ وہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے۔

جبرئیل نے اس کے داروغہ سے کہا "دروازہ" کھولو اس کے داروغہ نے وہی کہا جو پہلے آسمان کے خازن نے کہا تھا اس نے (دروازہ) کھول دیا انس نے کہا ابوذر نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں میں حضرت آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم صلوات اللہ علیہم سے ملے اور یہ نہ بیان کیا کہ ان کے منازل کیسے ہیں مگر یہ ذکر کیا کہ آپ نے آدم کو پہلے آسمان میں سیدنا ابراہیم کو چھٹے آسمان میں دیکھا انس رضی اللہ عنہ نے کہا جب جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادریس علیہ السلام سے گزرے تو انھوں نے کہا اے صالح نبی اور نیک بھائی مرحبا! میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا یہ موسیٰ (علیہ السلام) ہے پھر میں عیسیٰ (علیہ السلام) سے گزرا تو انھوں نے کہا اے صالح نبی اور نیک بھائی مرحبا! میں نے کہا یہ کون ہے جبرئیل نے کہا یہ عیسیٰ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

عِيْسٰى ثُمَّ مَرَرْتُ بِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ
الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ
اِبْنُ حَزْمٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَبَا حَبَّةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى اَسْمَعُ فِيْهِ
صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى اُمَّتِيْ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً فَرَجَعْتُ
بِذٰلِكَ حَتّٰى مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ
قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِيْنَ صَلٰوةً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ
لَا تُطِيْقُ فَرَاجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى قُلْتُ وَضَعَ
شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى قُلْتُ وَضَعَ شَطْرَهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ
فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ

ابن شہاب نے کہا مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابو حبہ انصاری ذکر کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے اوپر لے گئے حتیٰ کہ میں صاف برابر جگہ پہنچا۔ وہاں میں اقلام کی آواز سن رہا تھا۔ ابن حزم اور انس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کیں میں ان کے ساتھ واپس ہوا حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام سے گزرا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، اُنھوں نے کہا آپ اپنے رب کے پاس تشریف لے جائیں؛ کیونکہ آپ کی اُمت اتنی نمازیں پڑھنے کی طاقت نہ رکھے گی میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا کچھ حصہ کم کر دیا۔ میں موسیٰ کی طرف لوٹا اور کہا اللہ نے کچھ کم کر دی ہیں۔ اُنھوں نے کہا آپ اپنے رب کے پاس دوبارہ جائیں؛ کیونکہ آپ کی اُمت اس کی متحمل نہ ہوگی۔ میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ پھر کم کر دیا۔ میں اس کی طرف لوٹا تو اُنھوں نے کہا اپنے رب کے پاس دوبارہ جائیں۔ آپ کی اُمت اتنی نمازیں پڑھنے کی متحمل نہ ہوگی میں دوبارہ واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں مگر یہ پچاس ہی ہیں میرے ہاں کلام بدلا

اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَرَاجَعْتُهٗ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّيْ ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ اُنْتَهِيَ بِيْ اِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِيْ مَا هِيَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِيْهَا حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ

پاس دوبارہ جائیں میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر جبرئیل میرے ساتھ ہم سفر ہوئے حتیٰ کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اسے مختلف رنگوں نے ڈھکا ہوا تھا نامعلوم وہ کیا تھے پھر جنت میں لے جایا گیا اس میں موتیوں کے قبے تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔

۳۴۳ — شرح: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ پانچوں نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں لیکن اسراء کے وقت میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعض کے نزدیک خواب میں معراج ہوئی اکثر علماء کہتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ آپ کو معراج ہوئی۔ بے شمار آثار اس پہ دلالت کرتے ہیں اور یہی حق ہے۔ زہری نے کہا کہ اظہارِ نبوت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی؛ کیونکہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ نے نماز فرض ہونے کے بعد آپ کے ساتھ فرض نماز پڑھی تھی اور بلا اختلاف آپ ہجرت سے تین یا پانچ سال پہلے وفات پاگئی تھیں (کرمانی) اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر تھے اس کو ہانی کا گھر مجازاً فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حطیم میں تھے مگر وہ واقعہ اور ہے اگر ایک ہی واقعہ ہو تو غسل صدر کے بعد آپ ام ہانی کے گھر تشریف لائے اور وہاں سے آسمان پر تشریف لے گئے جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا سینہ شریف سونے کے برتن میں آب زمزم سے دھویا اور جبریل کے لئے یہ جائز تھا یا سونے کے برتنوں کو اس وقت استعمال کرنا حرام نہ تھا اور "علم و حکمت کی مثالی صورت آپ کے سامنے تھی۔ جسے آپ کے سینہ شریف میں ڈالا گیا"۔ فرشتہ کا یہ سوال کرنا کہ کیا سید عالم کو آسمانوں پر تشریف لانے کے لئے پیغام بھیجا گیا ہے؟ خوشی کے اظہار کے لئے تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی دائیں طرف جنت میں نظر تھی جہاں آپ کی جنتی اولاد ہے اور بائیں طرف دوزخ میں نگاہ تھی جہاں دوزخی ہیں حالانکہ جنت و دوزخ اپنے اپنے مکان میں تھیں (کرمانی) یعنی جنت ساتوں آسمانوں سے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں سے نیچے ہے اور دونوں کو سیدنا آدم علیہ السلام دیکھ رہے تھے، ایک روایت میں ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو آپ نے کثیب احمر میں ان کی قبر شریف میں ان کو نماز

پڑھتے دیکھا پھر بیت المقدس میں آپ ان سے متعارف ہوئے جبکہ آپ نے انبیاء کرام کی امامت کی پھر آپ ان کو چوتھے آسمان پر ملے اور پھر چھٹے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام ایک لحظہ میں کئی جگہ موجود ہوسکتے ہیں۔ اہل میزان کے نزدیک تکثر جزئی کا استحالہ ان کے عقول تک محدود ہے یہ شرعًا محال نہیں۔ جیسے خرق والتیام ان کے نزدیک محال ہے شرعًا جائز ہے۔

"صَرِیْفُ الْاَقْلَامِ" اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو فرشتے لکھتے ہیں۔ یہ ان کے قلموں کی آواز تھی۔ اللہ تعالیٰ عَالِمُ الْغَیْبِ ہے۔ تدوین کتب سے یاد کرنے سے وہ پاک ہے وہ اپنی مخلوق میں تدبیر کے لئے جو چاہے کرے اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔

یہاں شطر سے مراد بعض ہے ظاہر بھی یہی ہے تاکہ تمام روایات متفق ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نمازیں عمل میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں؛ کیونکہ ہر نیکی کرنے سے دس گنا ثواب حاصل ہوتا ہے درحقیقت ہم پر نمازیں پچاس فرض تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے تخفیف کر دی اور جس کی ادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ اسے منسوخ کر دیا اور استمرار عزم اور اعتقادِ وجوب کو آپ سے اٹھا دیا۔ ہر بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مامور بہ کی تبلیغ کا عزم کرکے لوٹتے تھے۔ لہٰذا یہ فی الحقیقت نسخ ہے گویا کہ یہ شریعت اعتقادِ وجوب کے بعد عمل سے پہلے منسوخ ہوگئی۔

سب سے پہلے کس نے نماز پڑھی؟

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی؛ کیونکہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے وادی کے ایک کنارے میں ایڑھی ماری تو پانی کا چشمہ جاری ہوگیا پھر وہاں سے جبرائیل علیہ السلام نے وضوء کیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے آپ واپس گھر تشریف لائے اور ام المؤمنین کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اس چشمہ پر لائے اور اس کے پانی سے وضوء فرمایا جیسے جبرائیل علیہ السلام نے وضوء کیا تھا پھر دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی!

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے اچھے اعمال سے سیدنا آدم علیہ السلام خوش ہوتے ہیں اور برے اعمال سے غمناک ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ سیدنا آدم علیہ السلام ساری مخلوق کے اعمال پر مطلع ہیں۔ کسی کے سامنے اس کی مدح جائز ہے جبکہ وہ اس سے فخر و غرور میں نہ آئے۔ اس وقت وتر کی نماز واجب نہ ہوئی تھی؛ کیونکہ آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز زیادہ کی ہے اور وہ وتر ہے جس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے۔

"اَلسِّدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی" تمام آسمانوں سے اوپر درخت ہے اس کو منتہیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ فرشتوں کا [illegible]

۳۴۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلٰوةِ الْحَضَرِ

بَابُ وُجُوْبِ الصَّلٰوةِ فِي الثِّيَابِ

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّمَنْ صَلّٰى مُلْتَحِفًا فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَيُذْكَرُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَزُرُّهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ وَفِيْ إِسْنَادِهِ نَظَرٌ وَمَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُ فِيْهِ مَا لَمْ يَرَ فِيْهِ أَذًى وَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

علم وہاں تک ختم ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بھی اس سے آگے نہیں جا سکا۔ اس درخت کی جڑ چھٹے آسمان پر ہے اور پھیلاؤ ساتویں آسمان پر ہے جو سب سے اوپر ہے۔ للہذا مسلم کی روایت میں جو مذکور ہے کہ سدرہ چھٹے آسمان پر ہے لہٰذا سب سے اوپر نہ ہُوا اس حدیث کے منافی نہیں۔

اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے)

---

۳۴۴ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تو حضر و سفر میں دو دو رکعتیں فرض کیں سفر کی نماز تو برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کیا گیا۔

شرح : اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل نماز دو رکعت ہے جو سفر میں ثابت رہی اور حضر میں زیادہ کی گئی۔ اسی لئے سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سفر میں صرف دو رکعت فرض ہیں چار پڑھنا اساءت ہے۔

اسماء رجال : صالح بن کیسان ،، حدیث ع۶ کے آخر میں دیکھیں۔ باقی تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب — کپڑوں میں نماز کا وجوب

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "ہر نماز کے وقت لباس پہنو اور جس نے ایک کپڑا اوڑھ کر نماز پڑھی، سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے وقت" اسے ٹانک لے اگرچہ کانٹے کے ساتھ ہی سہی، اس روایت کے اسناد میں کلام ہے، اور جس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس میں وہ جماع کرتا ہے جب تک اس میں غلاظت نہ دیکھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیت اللہ کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے"

شرح: اَلصَّلٰوۃُ فِی الثِّیَابِ سے مراد سترِ عورت ہے اور یہ مطلقاً نماز میں فرض ہے۔ امام ابوحنیفہ اور شافعی رضی اللہ عنہما، اکثر فقہاء اور محدثین کے نزدیک فرض اور نفلی نماز میں اس کی صحت کے لئے سترِ عورت شرط ہے اور امام مالک کے نزدیک سُنت ہے۔

زینت سے مراد لباس اور مسجد سے مراد نماز ہے۔ مشرک ننگے طواف کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم ان کپڑوں میں اللہ کی عبادت نہیں کریں گے جن میں ہم گناہ کرتے ہیں اور اس آیت کا نزول اگرچہ طواف کے بارے میں ہے مگر خاص سبب کا اعتبار نہیں ہوتا عمومِ لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، کیونکہ ارشاد یہ ہے کہ ہر مسجد میں نماز کے لئے کپڑے پہنو صرف مسجدِ حرام کو خاص نہیں کیا۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہیں ڈھانپو اور مسور رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاؤ کپڑے پہنو اور ننگے نہ چلو اور مسلم شریف میں ابوسعید سے مرفوع روایت ہے کہ مرد و زن ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھیں۔

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہاں ایک کپڑے میں نماز پڑھ لو اور اسے ٹانک لو جبکہ انھوں نے آپ سے پوچھا تھا یا رسول اللہ میں شکار کیا کرتا ہوں کیا ایک ہی قمیص میں نماز پڑھ لیا کروں؟ امام بخاری نے اس روایت کو صیغۂ تمریض (ویذکر) سے ذکر کیا اسی لئے بعد میں کہا کہ اس حدیث کے اسناد میں کلام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے اسناد میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی ہے اور یحییٰ بن سعید قطان نے اس کو منکر الحدیث کہا

۳۴۵ — حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أُمِرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَأَةٌ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَتْنَا أُمُّ عَطِيَّةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

مَنْ صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الْحَدِيْث "، یہ باب کے ترجمہ کا تتمہ ہے اور اس سے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے کہا کیا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے جس میں ہم بستری فرماتے تھے؟ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں جبکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْحَدِيْث یہ جملہ بھی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے لیا گیا ہے اور اس سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں سترِ عورت شرط ہے کیونکہ یہ طواف میں شرط ہے جو نماز کے مشابہ ہے تو نماز میں بطریقِ اولیٰ سترِ عورت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

۳۴۵ ترجمہ: ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمیں یہ حکم ہُوا کہ ہم دونوں عیدوں میں حیض والی اور پردہ دار عورتوں کو نکالیں۔ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاء میں حاضر ہوں اور حیض والی عورتیں عیدگاہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی عورت کی چادر نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا: اس کی سہیلی اپنی چادروں میں سے ایک اسے پہنا دے۔ **۳۴۶ ترجمہ:** عبداللہ بن رجاء نے کہا ہمیں عمران نے اُنھوں نے کہا ہمیں محمد بن سیرین نے اُنھوں نے کہا ہمیں ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے۔

۳۴۵ — ۳۴۶ — شرح: یہ حدیث "بَابُ شُهُوْدِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ" میں گذری ہے۔ حدیث ۳۲۰ کا مطالعہ کریں، حسن عورت

بَابُ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِي الصَّلٰوةِ

وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ عَلَى عَوَاتِقِهِمْ

٣٤٧ — حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ ثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِي إِزَارٍ قَدْ عَقَدَهُ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهُ مَوْضُوعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ تُصَلِّي فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ إِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِي أَحْمَقُ مِثْلُكَ وَأَيُّنَا كَانَ لَهُ ثَوْبَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے آپ سے پوچھا وہ ام عطیہ تھیں ؛ چنانچہ دوسری روائت میں ہے کہ ام عطیہ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس حدیث کی باب سے مناسبت "لِتَلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا" میں ہے ، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عیدین میں لے جانے کے لئے کپڑے پہننے کی تاکید فرمائی حتی کہ وہ عاریتاً کپڑے لے کر عید گاہ میں جائے جب عید کے لئے نکلنے میں اس قدر تاکید ہے تو فرض کی ادائیگی کے لئے بطریق اولیٰ کپڑے پہننے ضروری ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

اسماء رجالی : عبداللہ بن رجاء غدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ ۲۱۹ ہجری میں فوت ہوئے اور یہ عمران بن داور ہیں۔

باب — نماز میں چادر گدی پر باندھنا "

ابوحازم نے سہل سے روائت کی کہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جبکہ انھوں نے اپنی چادریں کندھوں پر باندھی ہوئی تھیں۔ "

٣٤٧ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ستر عورت کی تاکید کے لئے یہ باب ذکر کیا

۳۴۸ــــ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی الْمَوَالِی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَیْتُ جَابِرًا یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَقَالَ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ

ہے ؛ کیونکہ جب چادر گردن پر باندھیں تو شرمگاہ ظاہر نہیں ہوتی ۔ ابوحازم کا نام حزم تھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے سہل رکھا وہ اکانوے ۹۱ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے مدینہ منورہ میں فوت ہونے والے یہ آخری صحابی تھے رضی اللہ عنہ ،،

تین لکڑیوں کے سروں کو اکٹھا کر کے انکے نچلے حصے تین اطراف میں پھیلا دیئے جاتے ہیں جیسے دیہات میں قصاب اس طرح لکڑیاں جمع کر کے ان پر گوشت لٹکاتے ہیں لوگ ان پر کپڑے لٹکایا کرتے تھے اسے "مشجب" کہتے ہیں ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی غرض یہ ہے کہ یہ فعل جائز ہے اور میں نے اس لئے یہ کیا ہے کہ مجھے کوئی جاہل دیکھ کر اپنی جہالت کے باعث مجھ پر اعتراض کرے تو میں اسے اس کا جواز بیان کروں اور مخاطب کو حماقت کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان میں سختی اس لئے کی کہ اس نے ایک مسنون فعل پر اعتراض کیا تھا ۔

اکثر فقہاء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے ۔ اگرچہ ایک سے زیادہ کپڑے پاس موجود ہوں ، حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس کے خلاف ہیں چنانچہ ابن شیبہ نے ان سے روائت کی کہ " ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے اگرچہ وہ زمین و آسمان کے مابین کو چھپالے نیز حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے اور کپڑا دستیاب نہ ہو تو ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے ۔

اسماء رجال

: ع۱ ابوحازم سلمہ بن دینار اعرج زاہد مدنی ہیں ع۲ سہل بن سعد ساعدی انصاری خزرجی ہیں ۔ ان کی کنیت ابوالعباس ہے ۔ ان کا نام حزن تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل نام رکھا مدینہ منورہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخر میں ۹۱ ہجری میں فوت ہوئے ۔

ع۳ احمد بن یونس حدیث ع۲۵ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۴ عاصم بن محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم وہ اپنے بھائی واقد سے روائت کرتے ہیں ع۴ محمد بن منکدر مشہور تابعی ہیں ۔ حدیث ع۱۹۲ میں ان کا ذکر ہوچکا ہے ۔

۳۴۸ــــ ترجمہ : محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا انھوں نے کہا میں نے سرور کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ۔

۳۴۸ــــ شرح : حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ دوسرا طریقہ ہے اور اس میں سید عالم

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ مُلْتَحِفًا بِہٖ

وَقَالَ الزُّهْرِیُّ فِیْ حَدِیْثِهٖ الْمُلْتَحِفُ الْمُتَوَشِّحُ وَهُوَ الْمُخَالِفُ بَیْنَ طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ وَهُوَ الْاِشْتِمَالُ عَلٰی مَنْکِبَیْهِ وَقَالَتْ اُمُّ هَانِیٍٔ اِلْتَحَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ لَهٗ وَخَالَفَ بَیْنَ طَرَفَیْهِ عَلٰی عَاتِقَیْهِ

۳۴۹ــ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی قَالَ اَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَیْنَ طَرَفَیْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع نسبت کی ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یہ طریقہ پہلی حدیث کے طریقہ سے زیادہ متمکن ہے الحاصل ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور پورے کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ علامہ عینی نے کہا اس باب میں جتنی بھی روایات ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی ممانعت میں وارد ہیں وہ افضلیت پر محمول ہیں۔ عدم جواز پر محمول نہیں۔ بعض نے کہا وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہیں تحریمی پر محمول نہیں

اسماء رجال: ع۱ مُطَرِّف بن عبداللہ ان کی کنیت ابومصعب ہے۔ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں۔ وہ مدنی ہیں اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ۲۲۰ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ عبدالرحمٰن بن زید بن ابی الموالی ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں۔ ۱۷۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھنا

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی روائت میں کہا ملتحف متوشح ہے اور وہ شخص ہے جو کپڑے کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈال لے اور وہ اشتمال ہے۔

۳۵۰ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ ثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِىْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فِىْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ قَدْ اَلْقٰى طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ

۳۵۱ ـــ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ قَالَ ثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِىْ سَلَمَةَ اَخْبَرَهٗ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهٖ فِىْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ

(یعنی دائیں طرف کا کنارہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا کونہ دائیں طرف ڈالنا) ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑے میں لپٹے اور اس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر الٹ کر ڈال لئے

۳۵۰ ـــ ترجمہ: عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور کپڑے کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر الٹ کر ڈال لئے۔

۳۵۱ ـــ ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ام سلمہ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ نے کپڑے کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

۳۴۹ تا ۳۵۱ ـــ شرح: ان تینوں روایات سے واضح ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی کپڑے میں لپٹ کر اشتمال کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔ اشتمال اور توشیح ایک ہی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ چادر کا کنارہ جو دائیں کندھے پر ہو اس کو بائیں ہاتھ کے بغل سے نکال کر اور بائیں کندھے والے کنارے کو دائیں ہاتھ کے بغل سے نکال کر دونوں کونوں کو گدی پر باندھ لے جیسے بچوں کو اس طرح ایک کپڑے میں لپیٹا جاتا ہے۔ اس طرح دونوں کنارے مختلف کرنے سے نمازی کی نظر رکوع کے وقت شرمگاہ پر نہیں پڑتی اور نماز میں ستر عورت ہو جاتا ہے جب کپڑے نہ ہوں تو اس طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور جس اشتمال صماء سے منع کیا گیا ہے وہ

٣٥٢ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا

اس کے خلاف ہے اس میں دونوں ہاتھ بھی کپڑے میں محبوس ہوتے ہیں۔ فقہاء کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی اس کے خلاف ہیں انھوں نے کہا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جبکہ وہ دو کپڑوں پر قادر ہو۔ اگر دو کپڑوں پہ قادر نہ ہو جب بھی التحاف اَو اشتمال سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ سنت یہ ہے کہ ایک کپڑے کو تہبند بنا کر نماز پڑھے۔

امام طحاوی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نماز پڑھے تو دو کپڑے پہن لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور زینت کرنا مستحسن ہے اگر اس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں تو نماز پڑھنے کے وقت ایک تہبند بنالے اور یہودیوں کی طرح اشتمال نہ کرے۔

علامہ عینی نے کہا اس بارے میں جتنی احادیث ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع میں وارد ہیں۔ وہ افضلیت پر محمول ہیں عدم جواز پر محمول نہیں بعض نے کہا تنزیہی پر محمول ہیں۔ الحاصل ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہہ یا غیر افضل ہے۔ افضل یہ ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ عبیداللہ بن موسیٰ حدیث ع۷ کے اسماء میں مذکور ہے ع۲ عمر بن ابی سلمہ مخزومی ہیں۔ ابوسلمہ کا نام عبداللہ ہے۔ عمر بن ابی سلمہ کی کنیت ابوحفص ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب (ام المؤمنین ام سلمہ کے صاحبزادے) وہ ہجرت کے دوسرے سال حبشہ کی زمین میں پیدا ہوئے۔ عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں ۸۳ ہجری کو فوت ہوئے

حدیث ع۳۵۰ : ع۱ محمد بن مثنیٰ حدیث ع۱۵ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۲ یحییٰ ابن سعید قطان حدیث ع۱۲ کے اسماء میں گزر چکے ہیں۔

حدیث ع۳۵۱ : عُبَید بن اسماعیل کا نام عبداللہ ہے اور عبیداللہ مشہور ہے۔ ان کی کنیت ابومحمد ہباری کوفی ہیں۔ ۸۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

۳۵۲ — ترجمہ : ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال

فَقُلْتُ أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا قَدْ أَجَرْتُهُ فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذَاكَ ضُحًى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور آپ کو غسل کرتے پایا۔ آپ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو پردہ کر رہی تھیں۔ ام ہانی نے کہا میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا میں ابوطالب کی بیٹی ام ہانی ہوں۔ آپ نے فرمایا ام ہانی مرحبا! جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک کپڑے میں لپٹ کر آٹھ رکعات نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں کا بیٹا گمان کرتا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرنے والا ہے جس کو میں نے امان دیا ہے وہ شخص فلاں بن ہبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ہانی! جسے تو نے امان دیا ہم نے بھی اسے امان دیا۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا وہ چاشت کا وقت تھا۔

۳۵۲ — **شرح** : ام ہانی فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئی تھی اسلام لانے سے پہلے وہ ہبیرہ کی منکوحہ تھی وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہے فلاں بن ہبیرہ سے مراد ام ہانی کا ربیب ہے جو ہبیرہ کی پہلی بیوی سے تھا۔ راوی اس کا نام بھول گیا تھا یا وہ ام ہانی کا بیٹا تھا۔ صحیح یہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کو پردہ کر سکتی ہیں اور پردہ کے پیچھے سلام کہنا جائز ہے زیارت کے لئے آنے والے شخص کو مرحبا کہنا مستحب ہے چاشت کی نماز ثابت ہے اور وہ آٹھ رکعات ہیں۔
آزاد مرد یا عورت کافروں کو امان دے سکتے ہیں مولی کی اجازت کے بغیر غلام امان نہیں دے سکتا۔ آزاد عقلمند بچے کا امان صحیح ہے۔

اسماء رجال : اسماعیل بن ابی اُویس حدیث ۲۱ کے تحت دیکھیں۔ ابوالنضر کا نام سالم ابن ابی امیہ ہے وہ عمر بن عُبَیْدُ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ وہ قریشی تیمی ہیں ---- ۱۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابومُرّہ کا نام یزید ہے۔ ام ہانی کے آزاد کردہ ہیں۔ وہ مجازاً عقیل کی طرف منسوب ہیں؛ کیونکہ وہ بکثرت عقیل کے ساتھ رہتے تھے۔ ہُبَیْرَہ بن عمرو مخزومی ہے۔ ام ہانی نے فتح مکہ میں اسلام قبول کیا وہ مسلمان ہونے سے پہلے ہُبَیْرَہ کے نکاح میں تھیں اور کئی بچوں کو جنم دیا۔ اُن میں سے ہانی جس کے نام پر ان کی کنیت ہے۔ ام ہانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں ان کا نام فاختہ ہے۔ علامہ کرمانی

رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ام ہانی کی مراد ان کا بیٹا ہے ...

٣٥٣ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ

بَابُ اِذَا صَلّٰى فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ

٣٥٤ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يُصَلِّيْ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ شَيْءٌ

٣٥٣ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پُوچھا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کیا تم سب کے دو دو کپڑے ہیں۔

٣٥٣ ـــ شرح : "اَوَلِكُلِّكُمْ" میں ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور معطوف علیہ مقدر ہے۔ یعنی "اَنْتَ سَائِلٌ عَنْ مِثْلِ هٰذَا الظَّاهِرِ وَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ"

مگر اس کا معنیٰ اخبار ہے۔ سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابہ کی تنگ حالی اور کپڑوں کی نایابی کی اسے خبر دیتے ہیں کہ جب تمہارا یہ حال ہے اور تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے نہیں اور نماز تم پر واجب ہے تو تمہیں علم ہونا چاہیئے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام طحاوی نے کہا اگر ایک کپڑے میں نماز مکروہ ہوتی تو اس شخص کی نماز بھی مکروہ ہوتی جس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہو، کیونکہ جو شخص دو کپڑے رکھتا ہے اس کے لئے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم وہی ہے جو اس شخص کی نماز کا حکم ہے جس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہو۔

۳۵۵ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ اَوْكُنْتُ سَاَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ

باب — جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اپنے کندھوں پر کوئی کپڑا وغیرہ کرلے"

۳۵۴ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھوں پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ ہو۔

۳۵۵ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں گواہ ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سُنا کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے اس کے دونوں کنارے اُلٹ لے۔

۳۵۴ — شرح: خطابی نے کہا یہ نہی استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی جس کا ایک کنارہ آپ کی بیوی پر تھا جو وہاں سو رہی تھیں اور یہ مسلم الثبوت ہے کہ کپڑے کا جو حصہ آپ پہنے ہوئے تھے وہ اتنا وسیع تو نہ تھا کہ اس کا تہمد باندھ کر باقی کو اپنے دونوں کندھوں پر کرسکیں نیز اس کے بعد حضرت جابر کی حدیث آرہی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ عاتق پر کوئی شئی نہ ہو تو جب بھی نماز جائز ہے۔

۳۵۵ — شرح: دونوں کناروں میں الٹ پلٹ کرنا ہی توشح اور اشتمال ہے، یہ اس لئے فرمایا کہ اُوپر والا بدن اور زینت کا مقام مستور ہو۔ ابن بطال نے کہا کپڑے کا الٹ پلٹ کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ رکوع کے وقت نمازی کی نگاہ شرمگاہ پر نہ پڑے اس کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ رکوع کرتے وقت کپڑا نہ گرے۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحبابی ہے اگر نماز پڑھے اور عاتق پر کوئی شئی نہ ہو تو نماز صحیح ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کپڑا نہ الٹائے تو کبھی اسے ہاتھ سے روکنے کی ضرورت پڑتی ہے جس میں مشغول ہونے سے سنت فوت ہوجاتی ہے اور وہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بَابٌ اِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا

۳۵۶ — حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ صَالِحٍ قَالَ ثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمٰنَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ اَمْرِىْ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّىْ وَعَلَىَّ ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِهٖ وَصَلَّيْتُ اِلٰى جَانِبِهٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰى يَا جَابِرُ فَاَخْبَرْتُهٗ بِحَاجَتِىْ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا هٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِىْ رَاَيْتُ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَاِنْ كَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِهٖ وَاِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاتَّزِرْ بِهٖ

باب — جب کپڑا تنگ ہو "

۳۵۶ — **ترجمہ :** سعید بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو اُنھوں نے کہا میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ ایک رات اپنے کسی کام کے لئے آیا تو آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا میرے اُوپر صرف ایک کپڑا تھا میں اس میں لپٹ گیا اور آپ کے ایک طرف نماز پڑھنے لگا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے جابر رات کو آنے کا کیا سبب ہے میں نے اپنی حاجت بیان کی جب فارغ ہُوا تو فرمایا یہ اشتمال کیسا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں ؟ میں نے کہا کپڑا تنگ تھا فرمایا اگر کپڑا فراخ ہو تو اسے اوڑھ لیا کرو اور اگر تنگ ہو تو اس کا تہمند بنا لیا کرو !

۳۵۶ — **شرح :** علامہ خطابی نے کہا جس اشتمال کا سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا وہ اِشْتِمَالِ صَمَّاء ہے وہ یہ ہے کہ کپڑے میں اس طرح لپٹ جائے کہ کپڑے کا کوئی کنارہ نہ اٹھائے اور نیچے کی طرف ہاتھ نکالنے کے بغیر کپڑے سے ہاتھ باہر نکالنا مشکل ہو جائے اس وقت شرمگاہ کے برہنہ ہونے کا خوف ہوتا ہے [illegible]

۳۵۷ ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّوْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى اَعْنَاقِهِمْ كَهَيْاَةِ الصِّبْيَانِ وَيُقَالُ لِلنِّسَاۤءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُنَّ حَتّٰى يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوْسًا

پہلے باب میں گزری ہے، وہ یہ کہ "تم سے کوئی ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھے پر کوئی شئ نہ ہو"، کہ اس سے وہ کپڑا مراد ہے جو کشادہ ہو اور اسے اوڑھنا ممکن ہو اور جب کپڑا چھوٹا ہو اور اسے اوڑھ نہ سکے تو تہمد باندھ لے۔ علامہ کرمانی نے کہا اگر یہ کہا جائے کہ پہلی حدیث جس میں ایک کپڑے سے تہمد باندھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے وہ بظاہر اس کے معارض ہے کہ اگر کپڑا کشادہ نہ ہو تو تہمد باندھ لے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے نہی اس شخص کے لئے ہے جو اور کپڑا بھی رکھتا ہو اور جس کے پاس کوئی دوسرا کپڑا نہ ہو اس کے لئے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا ممنوع نہیں جیسے چھوٹے چھوٹے کپڑے کو تہمد باندھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ اس کا شاہد یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی گردنوں پر چادریں باندھ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے اگر ان کے پاس اور کپڑے ہوتے تو وہ نماز میں ضرور کپڑے پہنتے اور عورتوں کو یہ تکلیف نہ دی جاتی کہ مردوں کے سیدھے کھڑے ہونے تک وہ اپنے سر سجدہ سے نہ اٹھائیں حالانکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کی مخالفت نہ کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر سجدہ سے اٹھاؤ۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کپڑا جب کشادہ ہو تو اسے الٹ پلٹ کرلے اور جب تنگ ہو تو تہمد باندھ لے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

:‌ ع۱ یحییٰ بن صالح وحاظی ان کی کنیت ابوزکریا ہے۔ وہ حافظ فقیہ ہیں۔ ۲۲۲ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ فلیح بن سلیمان بن ابومغیرہ خزاعی مدنی ہیں ان کی کنیت ابویحییٰ اور نام عبدالمالک ہے فلیح ان کا لقب ہے جو نام پر غلبہ کر گیا ہے۔ حدیث ع۵۶ کے اسماء میں گزرا ہے ع۳ سعید بن حارث انصاری مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔

---

۳۵۷ ـــ ترجمہ: حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعض لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ وہ چادریں اپنی گردنوں پر ایسے باندھتے تھے جیسے بچوں کی ہیئت ہوتی ہے اور عورتوں سے کہا جاتا کہ تم اپنے سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ حتیٰ کہ مرد سیدھے ہو کر بیٹھ جائیں۔

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ

وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الثِّيَابِ يَنْسِجُهَا الْمَجُوسُ لَمْ يَرَبِهَا بَأْسًا وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الزُّهْرِیَّ يَلْبَسُ مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صُبِغَ بِالْبَوْلِ وَصَلّٰى عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ ثَوْبٍ غَيْرِ مَقْصُوْرٍ

شرح : عورتوں کو سجدہ سے جلدی سر اُٹھانے سے منع اس لئے کیا گیا تھا کہ لوگ ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ کپڑوں میں قلت تھی اور ان کے سجود کی حالت میں اگر عورتیں سر جلدی اُٹھاتیں تو ان کی شرمگاہوں پہ نظر پڑنے کا خوف تھا۔ ۳۵۷

اسماء رجال : ع۱ یحیٰی بن سعید قطان ع۲ سفیان ثوری اور سہل بن سعد تمام کا ذکر ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سفیان سے مراد ابن عُیَیْنَہ ہو، کیونکہ دونوں ابو حازم سے روایت کرتے ہیں۔ ابو حازم کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ لیکن مزی نے سفیان ثوری کی تصریح کی ہے۔

باب — شامی جبہ میں نماز پڑھنا"

امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کپڑوں کے بارے میں کہا جن کو مجوس بنتے ہیں کہ ایک قوم نے ان میں نماز پڑھنے میں حرج نہیں سمجھا۔ معمر نے کہا میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے کپڑوں سے وہ کپڑے پہنتے جو پیشاب میں رنگے جاتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جو ابھی دھویا نہ گیا تھا (کورے کپڑے میں)

شرح : شامی جبہ سے مراد وہ جُبّہ ہے جسے کفار بنیں اور کفار کے بُنے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ جب تک ان کی نجاست کا یقین نہ ہو جائے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو دھوئے بغیر ان میں نماز پڑھنے میں حرج نہ جانتے تھے۔ امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جن جانوروں کا

۳۵۸ — حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ ثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيْرَةُ خُذِ الْاِدَاوَةَ فَاَخَذْتُهَا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَوَارٰى عَنِّيْ فَقَضٰى حَاجَتَهُ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ فَذَهَبَ لِيُخْرِجَ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَاَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ اَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلّٰى

گوشت کھایا جائے ان کا پیشاب پاک ہے اور اگر مطلقًا پیشاب مراد ہے تو اس کا محمل یہ ہے کہ وہ ایسے کپڑے پہننے سے پہلے دھو لیتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کورے کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ ابن بطال نے کہا کفار کے کپڑوں میں نماز پڑھنے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور کوفہ کے فقہاء ان کپڑوں کو پہننا جائز کہتے ہیں جب تک کہ ان کی نجاست کا یقین نہ ہو جائے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جو کپڑے مشرک بنتے ہیں ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر ان میں نماز پڑھ لی تو وقت میں اعادہ کرلے، اسحاق کے نزدیک سب کپڑے پاک ہیں۔ امام حسن بصری کا اثر ترجمۃ الباب کے مطابق ہے اور باقی دو اثر تبعًا ذکر کر دیئے ہیں۔ امام شافعی اور فقہاءِ کوفہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے

۳۵۸ — ترجمہ : حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا اے مغیرہ پانی کا برتن اٹھا۔ میں ارشاد بجا لایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دُور تشریف لے گئے حتیٰ کہ میری نگاہ سے غائب ہوگئے اور قضاءِ حاجت فرمائی۔ جبکہ آپ پر شامی جبہ تھا۔ آپ نے آستین سے ہاتھ نکالنے کا قصد کیا وہ تنگ تھی تو جبہ کے نیچے سے ہاتھ نکالا میں نے آپ پر (وضوء کے لئے) پانی ڈالا۔ آپ نے نماز کے وضوء جیسا وضوء فرمایا اور موزوں پر مسح فرمایا پھر نماز پڑھی!

۳۵۸ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تنگ آستینوں والا جُبّہ پہننا جائز ہے اور بول میں رنگے ہوئے کپڑوں میں امام زہری کا نماز پڑھنا ان کو دھونے کے بعد پر محمول ہے کما مرّ آنِفًا۔ تیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مشرکوں کے کپڑے پہننے مباح ہیں، کیونکہ آپ نے جُبّہ شامیہ پہنا اور اس وقت شام دارِ کفر تھا۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے جو نو ہجری میں واقع ہوا اور شامیوں کے کپڑوں کی آستینیں تنگ ہوا کرتی تھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رئیس لوگوں کو اپنی خدمت پہ مامور کرسکتا ہے اور قضاءِ حاجت کے

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرِّي فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا

۳۵۹ — حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ ثَنَا رَوْحٌ قَالَ ثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ ثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلٰى مَنْكِبَيْكَ دُوْنَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا

باب — نماز وغیرہ میں برہنہ ہونا مکروہ ہے

۳۵۹ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما خبر دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ کعبہ (کی تعمیر) کے لئے پتھر نقل کر رہے تھے اور آپ نے تہمد باندھا ہوا تھا۔ آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا اے میرے بھتیجے! اگر تہمد اُتار کر اپنے کندھے پر پتھر کے نیچے رکھ لیں تو آسانی رہے گی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے تہمد اپنے کندھوں پر رکھ لیا اور بیہوش ہو کر گر پڑے اس کے بعد آپ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

۳۵۹ — شرح : ابن بطال نے کہا کعبہ کی تعمیر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہارِ نبوت سے پندرہ برس پہلے تھی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی عمر کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ کو وہ علوم سکھائے جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر حکم نازل فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف برہنہ نہ کریں اور اس سے جاہلیت کا وہ طریقہ منسوخ کر دیا جو وہ ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھنے میں حرج نہ جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھے اخلاق اور پاکیزہ طبع پر پیدا فرمایا مگر مشہور یہ ہے کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے دس سال بعد قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اس وقت آپ کی عمر شریف پینتیس ۳۵ برس تھی۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی عمر شریف کے حالات بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ ہم پتھر اُٹھا کر لاتے

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الْقَمِیْصِ وَالسَّرَاوِیْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَآءِ

۳۶۰ — حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تھے آپ کا تہمد اُٹھا کر آپ کے کندھوں پر رکھا گیا تا کہ اس پر پتھر رکھ کر لائیں میں بچوں کے ساتھ آتا جاتا تھا کہ کسی نے مجھے سختی سے خبردار کیا اور کہا تہمد باندھ لیں میں نے تہمد باندھا اور اپنے کندھے پر پتھر اُٹھا کر لاتا رہا ؛ جبکہ تہمد باندھا ہُوا تھا۔

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ دوبارہ ہُوا ہے ایک مرتبہ آپ کی کمسنی میں اور دُوسری بار بنیانِ کعبہ کے وقت ، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی عمر شریف میں جاہلیت کے اخلاق اور قبائح سے محفوظ تھے اور نبوت کے اظہار سے پہلے اور بعد رذائل او معایب سے مبرا تھے۔

اسماء رجال ۳۵۸

: ع۱ یحییٰ ہوسکتا ہے کہ یہ یحییٰ بن موسیٰ ہوں یہ بھی احتمال ہے کہ یحییٰ بن معین ہوں کیونکہ اُنھوں نے بھی ابومعاویہ سے روائت کی ہے اور بخاری اس سے روائت کرتے ہیں۔ ع۲ ابومعاویہ محمد بن خازم ہیں ہوسکتا ہے کہ ابومعاویہ شیبان نحوی ہو۔ دونوں کا ذکر ہوچکا ہے۔ ع۳ مُسلم بن عمران کی کنیت ابوعبداللہ ہے یہ کوفی ہیں یا مسلم بن صبیح ہیں ان کی کنیت ابوالضحیٰ عطار ہے۔ اس احتمال سے حدیث میں سقم نہیں آتا اور نہ ہی اس کی صحت میں قدح ہوتی ہے ، کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک عادل ضابطہ ہے اور بخاری کی شرط کے مطابق ہے اور بخاری نے جامع میں دونوں سے روائت کی ہے ع۴ مسروق بن ساع ہمدانی۔ انہیں مسروق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بچپن میں چوری ہوگئے تھے ع۵ مغیرہ بن شعبہ دونوں کا ذکر ہوچکا ہے

اسماء رجال ۳۵۹

: ع۱ مطر بن فضل مروزی ہیں قدمر ع۲ روح بن عبادہ بصری قبیلہ قیس ابن ثعلبہ سے ہیں۔ ابن مدینی نے کہا محدثین میں سے بعض حضرات ایسے ہیں جو طلب علم میں بڑھے پھولے اور احادیث بیان کیں ان میں سے رَوح بن عبادہ بن علاء بصری ہیں ۲۰۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ زکریا بن اسحاق مکی ہیں ع۴ عمرو بن دینار جمحی ہیں حدیث ع۱۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — قمیص ، شلوار ، جانگیہ اور قباء میں نماز پڑھنا

۳۶۰ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فَسَأَلَهُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ
ثُمَّ سَأَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوا جَمَعَ رَجُلٌ عَلَيْهِ
ثِيَابَهُ صَلّٰى رَجُلٌ فِي إِزَارٍ وَّرِدَآءٍ فِي إِزَارٍ وَّقَمِيصٍ فِي إِزَارٍ وَّقَبَآءٍ
فِي سَرَاوِيلَ وَرِدَآءٍ فِي سَرَاوِيلَ وَقَمِيصٍ سَرَاوِيلَ وَقَبَآءٍ فِي تُبَّانٍ
وَّقَبَآءٍ فِي تُبَّانٍ وَّقَمِيصٍ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ فِي تُبَّانٍ وَّرِدَآءٍ

۳۶۱ — حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ

کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے متعلق پُوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم سب دو دو کپڑے پاتے ہو؟ پھر ایک شخص نے عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا تو اُنھوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ وسعت دے تم بھی وسعت کرو۔ انسان اپنے کپڑے جمع کرے کوئی شخص تہمد اور چادر میں نماز پڑھے۔ کوئی تہمد اور قمیص میں کوئی تہمد اور قبا میں کوئی شلوار اور چادر میں کوئی شلوار اور قمیص میں کوئی شلوار اور کوٹ میں کوئی جانگیہ اور کوٹ میں اور کوئی جانگیہ اور قمیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ عمر فاروق نے جانگیہ اور چادر میں نماز پڑھنے کے لئے فرمایا۔

۳۶۰ — شرح : یہ کل آٹھ یا نو صورتیں ہیں جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ذکر کی ہیں مگر ان میں حصر نہیں ان سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں پہلے گذر چکا ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے اور ایک کپڑے میں جائز ہے جب جانگیہ اور قمیص یا کوٹ میں نماز پڑھے تو قمیص اور کوٹ اتنا لمبا ہو کہ ستر عورت ہو جائے، اسی طرح جانگیہ کے ساتھ جب چادر ہو تو وہ اس قدر نیچی ہو کر ستر عورت ہو جائے، علامہ کرمانی نے کہا رداء اور ازار میں فرق یہ ہے کہ عرف میں رداء اوپر والی چادر ہے جو انسان کے نصف اعلیٰ پر ہو اور ازار تہمد ہے جو نصف اسفل پر ہو، اگر صرف شلوار میں نماز پڑھے اور چادر وغیرہ نہ اوڑھے تو بعض حنفیہ کے نزدیک تنہا شلوار میں نماز مکروہ ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ جب ستر عورت کرلے تو اس میں نماز مکروہ نہیں۔

۳۶۱ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مُحرِم کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا وہ نہ قمیص پہنے نہ شلوار نہ ٹوپی اور نہ ایسا کپڑا جس میں زعفران یا ورس لگی ہو اور جو شخص جوتی نہ پائے تو وہ موزے

عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهٗ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

بَابُ مَا يُسْتَرُ مِنَ الْعَوْرَةِ

۳۶۲ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّهٗ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ

ہی پہن لے اور ان کو کاٹ ڈالے حتیٰ کہ وہ ٹخنوں سے نیچے رہ جائیں اور نافع نے ابن عمر سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جیسی روایت کی ہے۔

۳۶۱ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قمیص اور شلوار کے بغیر نماز جائز ہے اس طرح یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔ دیگر تفصیل کے لئے حدیث ۱۲۴ کا مطالعہ کریں۔

اسماء رجال : ع۱ عاصم بن علی بن عاصم واسطی ہیں ان کی کنیت ابوالحسین ہے یحییٰ بن معین سے کہا گیا آپ لوگوں کے سردار ہو گئے ہیں۔ اُنھوں نے کہا لوگوں کے سردار عاصم بن علی ہوئے ہیں۔ تیس ہزار لوگ ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک روز عاصم نے ایک شخص کو کہا کہ وہ جامع رصافہ میں عاصم کی مجلس میں لوگوں کا اندازہ کرے۔ عاصم اُونچی جگہ بیٹھا کرتے تھے جبکہ تمام لوگ مسجد کے صحن اور اس کے متصل وسیع میدان میں بیٹھا کرتے تھے تو اُنھوں نے مجلس میں بیٹھنے والوں کا تخمینہ کیا کہ وہ ایک لاکھ بیس ہزار تھے ۲۲۱ ہجری کو واسط میں فوت ہوئے۔

باب — سترِ عورت

۳۶۲ — ترجمہ : ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمالِ صمّاء

يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ

۳۶۳ـ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَاَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَعَنْ اَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ

اور ایک کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا جبکہ شرمگاہ پر کپڑا وغیرہ نہ ہو۔

۳۶۲ـ شرح : شرمگاہ کی حد میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ اہلِ ظاہر کہتے ہیں صرف قبل و دبر عورت ہے۔ اماماں مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ناف سے گھٹنے تک عورت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور احمد رضی اللہ عنہما نے کہا گھٹنا بھی شرمگاہ میں شمار ہے اشتمال صماء یہ ہے کہ کپڑا ایک کندھے پر کرے اور ایک طرف برہنہ ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ ہو۔ یہ تفسیر کتاب اللباس میں مذکور ہے۔ جوہری نے کہا اشتمال الصماء یہ ہے کہ اپنے جسم کو اس طرح ڈھانپ لے جیسے دیہاتی چادروں سے جسم ڈھانپتے ہیں۔ وہ یہ کہ چادر دائیں طرف سے بائیں طرف کے ہاتھ اور کندھے پر کرے پھر اسے پیچھے سے دائیں ہاتھ اور دائیں کندھے پر کر کے سب کو ڈھانپ لے۔ فقہا اشتمال الصماء اسے کہتے ہیں کہ ایک کپڑے میں لپٹ جائے پھر اس کا ایک کنارہ اٹھا کر کندھے پر کرے اور اس سے شرمگاہ برہنہ ہوتی ہے۔

اہلِ لغت کی تفسیر پر اشتمالِ صماء کے ساتھ نماز مکروہ ہے اور فقہاء کی تفسیر پر مذکور اشتمال حرام ہے جبکہ بعض شرمگاہ برہنہ ہوتی ہو ورنہ مکروہ ہے۔

احتباء یہ ہے کہ انسان اپنے سرینوں پر بیٹھ کر پنڈلیاں اٹھالے کھڑی کرے اور پھر گھٹنوں سمیت کپڑے یا ہاتھ سے گھٹ مارے اس طرح کے بیٹھنے کو حبوۃ کہا جاتا ہے۔ عرب اس طرح مجالس میں بیٹھا کرتے تھے اس صورت میں اگر قدرے شرمگاہ برہنہ ہو تو یہ احتباء حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۳۶۳ـ ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی بیع ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا اور اشتمالِ صماء اور ایک کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا۔

۳۶۳ـ شرح : بیع ملامسہ یہ ہے کہ کپڑے کو ہاتھ سے مس کرے اور اس کو نہ دیکھے

۳۶۳ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ تِلْكَ الْحَجَّةِ فِيْ مُؤَذِّنِيْنَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى اَنْ لَّا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ اَرْدَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَاَمَرَهٗ اَنْ يُّؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِيْ اَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

بس چھونے سے بیع لازم ہو جائے۔ منابذہ یہ ہے کہ کپڑا وغیرہ مشتری کی طرف پھینک دے بس اس سے بیع لازم ہو جائے مشتری اسے نہ دیکھے اور نہ کھولے۔ ملامسہ منابذہ جاہلیت کے زمانہ کی بیوع ہیں جبکہ دو شخص مبیعہ کا سودا کرتے اور جب مشتری کی طرف بائع اسے پھینک دیتا یا مشتری اسے چھوڑ دیتا تو بیع لازم ہو جاتی تھی۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح کی بیوع سے منع فرمادیا، کیونکہ یہ بیوع دھوکہ اور کسی ایک کے تئے نقصان سے خالی نہیں۔ باب سے اس حدیث کی مناسبت واضح ہے کہ ہر حال میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتمالِ صما اور احتباء سے منع فرمایا نماز پڑھنے کا حال بھی اس میں شامل ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

---

۳۶۴ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے اس حج میں (حجۃ الوداع سے ایک برس قبل) نحر کے روز اعلان کرنے والوں میں بھیجا۔ ہم منیٰ میں یہ اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ حمید بن عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہم) نے کہا پھر ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو بھیجا اور ان کو فرمایا کہ براءت کا اعلان کردیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے ساتھ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے اہلِ منیٰ میں دسویں ذالحجہ کو اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی برہنہ ہو کر کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کرے۔

۳۶۴ — شرح : یہ وہ حج تھا جس میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

بَابُ الصَّلٰوۃِ بِغَیْرِ رِدَآءٍ

۳۶۵ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ اَبِی الْمَوَالِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ وَرِدَآؤُهٗ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ تُصَلِّیْ وَرِدَآؤُكَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَّرَانِی الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ كَذَا

کو حج پر مامور فرمایا تھا۔ یہ حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے نو ہجری میں ہوا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تشریف لے جانے کے بعد سورۂ براءت کی پہلی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو حکم فرمایا کہ براءت کا اعلان کریں۔ کیونکہ براءت کا اعلان صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کر سکتے تھے یا آپ کے اہل بیت سے کوئی یہ اعلان کر سکتا تھا۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اس میں حکمت یہ ہے کہ براءت نقض عہد کو متضمن ہے اور عربوں کی عادت ہے کہ عہد کی گرہ وہی کھول سکتا ہے۔ جس نے وہ گرہ دی ہو یا اس کے اہل بیت سے کوئی شخص اسے کھول سکتا ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی زبانیں انکار سے روکنے کے لئے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو براءت کا اعلان کرنے بھیجا۔ جاہلیت میں مشرک بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے۔ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بری رسم کو باطل قرار دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر عورت واجب ہے۔ اگر بالفرض کسی نے برہنہ طواف کر لیا تو اس پہ دم واجب ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک طواف میں ستر عورت شرط ہے لہذا ننگے طواف صحیح نہ ہوگا! واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

ع۱ اسحاق بن ابراہیم راہویہ حدیث ع۷۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ غسانی نے کہا ابو نصر کلاباذی نے ذکر کیا اسحاق بن راہویہ اور اسحاق بن منصور دونوں یعقوب بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا ذکر حدیث ع۷۲ کے اسماء میں ہو چکا ہے ع۳ ابن اخی ابن شہاب محمد بن عبد اللہ ہیں ان کے بیٹے کے کہنے پر ان کے غلاموں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ پھر کچھ مدت بعد غلاموں نے ان کے بیٹے کو بھی قتل کر دیا۔ حدیث ع۲۶ کے اسماء میں دیکھیں ع۴ حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف حدیث ع۲۶ کے اسماء میں دیکھیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

باب — چادر کے بغیر نماز پڑھنا

۳۶۵ — ترجمہ : محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ نے کہا : میں جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہما) کے پاس گیا جبکہ وہ ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر الگ پڑی ہوئی تھی۔ جب وہ نماز سے پھرے تو ہم نے کہا اے ابا عبداللہ! تم نماز پڑھتے ہو اور چادر تمہاری الگ پڑی ہوئی ہے۔ جابر نے کہا جی ہاں! میں نے چاہا تم جیسے جاہل لوگ مجھے دیکھیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا

۳۶۵ — شرح : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سائل کے کلام سے ان کے اس فعل پر انکار پر سمجھ کر سخت کلامی کی ! کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سُنّت سمجھ کر اس طرح نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور وہ تہبند باندھ لے مگر دونوں کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ حدیث ۳۴۷ باب عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَاءِ میں اس سے متعلق ذکر ہو چکا ہے۔

قولہٗ مِثْلُكُمْ الخ مرفوع جہال کی صفت ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ مثل اضافت سے معرفہ نہیں ہوتا ہے تو یہ جہال کی صفت کیسے ہُوا جبکہ جہال معرفہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثل جب ایسی شئ کی طرف مضاف ہو جو مماثلت میں مشہور ہو تو وہ معرفہ ہو جاتا ہے یہاں کچھ ایسی ہی صورت ہے۔

دُوسرا جواب یہ ہے کہ "الجہال" پہ الف ولام جنسی ہے اور وہ نکرہ کے حکم میں ہے۔ لہٰذا نکرہ نکرہ کی صفت واقع ہوتا ہے۔

اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ صفت اور موصوف میں افراد اور جمع کے اعتبار سے مطابقت ضروری ہے وہ یہاں نہیں پائی جاتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثل بمعنی مثیل ہے۔ اس میں مفرد، جمع، مذکر اور مؤنث سب مساوی ہوتے ہیں یا مثل نے مضاف الیہ سے جمعیت حاصل کی ہے۔ یا خود یہ جنس ہے۔ مفرد، جمع اور تثنیہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ جابر کا یہ کہنا کہ میں چاہتا کہ تیرے جیسے جاہل دیکھ لیں۔ اس عبادت کا مقصد کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سوال و جواب واقع ہونے سے یہاں جواز حاصل ہو گیا۔

اسماء رجال : ۱ عبدالعزیز بن عبداللہ اُویسی حدیث ۸۹ کے اسماء میں دیکھیں۔

۲ ابن ابی الموالی وہ عبدالرحمٰن بن زید بن ابی الموالی ہے۔

۳ محمد بن منکدر حدیث ۳۴۷ کے اسماء میں دیکھیں۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَخِذِهٖ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ

باب — ران کے عورت ہونے میں جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے "

حضرت ابن عباس، جرہد اور محمد بن جحش (رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ران عورت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران شریف ظاہر فرمائی (خیبر میں) انس کی حدیث سند کے لحاظ سے جرہد کی حدیث سے قوی ہے اور جرہد کی حدیث میں احتیاط ہے تقویٰ ہے تاکہ ان کے اختلاف سے نکل جائیں۔ ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹنے ڈھانپ لئے جبکہ عثمان (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے، زید بن ثابت نے کہا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی آیات نازل

فرمائیں جبکہ آپ کی ران میری ران پر تھی وہ اتنی بھاری ہو گئی کہ مجھے خطرہ ہُوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی ۔"

شرح : ران کے عورت ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا ران عورت نہیں اور حضرت انس کی روائت سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ اور جمہور علماء تابعین اور غیر تابعین جن میں امام ابوحنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام ابو یوسف اور امام محمد بھی ہیں "رضی اللہ عنہم" نے کہا ران عورت ہے اور انھوں نے جرہد کی روائت سے استدلال کیا۔ دراصل جب ایک حکم میں دو روائتیں ہوں۔ ان میں سے ایک دوسری سے اصح ہو تو عمل اصح پر ہوتا ہے اور یہاں انس کی حدیث جرہد کی حدیث سے اصح ہے۔ تو مذکور اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ درست ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اقوی اور سند کے اعتبار سے جرہد کی حدیث سے احسن ہے۔ مگر عمل جرہد کی حدیث پر ہے؛ کیونکہ دین کے امر میں احتیاط اور اختلاف سے نکلنے کے لئے اسی میں تقویٰ ہے۔ "تاکہ اس مسئلہ میں علماء کے اختلاف سے نکل جائیں"، نیز حضرت انس کی حدیث فعلی ہے اور جرہد کی حدیث قولی ہے اور قولی روائت کو فعلی پر ترجیح ہوتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کے بغیر اور عدم توجہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران شریف برہنہ ہو گئی تھی؛ کیونکہ وہاں لوگوں کا ہجوم بہت تھا۔ اس ہجوم کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران شریف کو مس کر رہی تھی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جرہد کی حدیث کے معارض جتنی احادیث ہیں وہ مخصوص حالات اور مخصوص اوقات میں مخصوص واقعات ہیں۔ ان میں کئی احتمال پیدا ہو سکتے ہیں جو جرہد کی حدیث میں نہیں ہو سکتے"، کیونکہ جرہد کی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی حکم فرما دیا ہے کہ ران عورت ہے"، نیز ہو سکتا ہے کہ جرہد کی حدیث کے معارض احادیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو یا اس وقت ران سے متعلق کوئی حکم نہ ہو۔ پھر اس کے بعد ران کے عورت ہونے کا حکم فرمایا ہو۔ الغرض ران کے عورت نہ ہونے میں کوئی قولی حدیث نہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم!

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جب یہ ثابت ہُوا کہ گھٹنا عورت ہے تو ران بطریق اولیٰ عورت ہو گی! باب سے مناسبت کی یہی وجہ ہے اور زید بن ثابت کی روائت میں ران کے عورت ہونے اور عورت نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں مگر امام بخاری رحمہ اللہ اسی طرف گئے ہیں کہ ران عورت ہے جبکہ انہوں نے کہا کہ جرہد کی حدیث احوط ہے۔ ہاں اگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت کی رانوں کے درمیان میں کوئی حائل نہ ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ ران عورت نہیں۔ کیونکہ اگر ران عورت ہوتی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم زید کی ران پر اپنی ران شریف متمکن نہ فرماتے۔ مگر اس قسم کی تصریح ہمیں نہ ملی۔ بہر حال یہ حدیث بخاری رحمہ اللہ

٣٦٥ــ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةً بِغَلَسٍ فَرَكِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ اَبُو طَلْحَةَ وَاَنَا رَدِيفُ اَبِي طَلْحَةَ فَاَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَاَنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَسَرَ الْاِزَارَ عَنْ فَخِذِهِ حَتّٰى اِنِّي اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَهَا ثَلٰثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ اِلٰى اَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ يَعْنِي الْجَيْشَ قَالَ فَاَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَاَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَعْطَيْتَ

کے مقصد پر دلالت نہیں کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

٣٦٦ــ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کیا تو ہم نے وہاں صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی گلیوں میں اپنی سواری دوڑا رہے تھے اور میرا گھٹنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران شریف سے مس کر رہا تھا۔ پھر آپ کا تہبند ران شریف سے کھل گیا حتّٰی کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران شریف کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جب آپ خیبر میں داخل ہوئے تو فرمایا اللہ اکبر! خیبر خراب ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے صدر مقام میں داخل ہوتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے

دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيرِ لَا تَصْلُحُ إِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَأَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتٌ يَا أَبَا حَمْزَةَ مَا أَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالطَّرِيقِ جَهَّزَتْهَا لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهِ وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِالسَّمْنِ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيقَ قَالَ فَحَاسُوا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کہا یہودی اپنے کاروبار کے لئے باہر نکلے تو کہنے لگے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آ گئے عبدالعزیز نے کہا کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا اور لشکر بھی آ گیا۔ حضرت انس نے کہا ہم نے خیبر قوت سے لڑ کر فتح کیا اور سارے قیدی اکٹھے کئے۔ حضرت دحیہ کلبی آئے اور کہا یا نبی اللہ! مجھے قیدیوں سے کوئی لونڈی عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ ایک لونڈی لے لو! انھوں نے صفیہ بنت حیی کو لے لیا۔ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا نبی اللہ! آپ نے دحیہ کو قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیی عطا فرمائی ہے وہ تو صرف آپ کے لئے ہی موزوں ہے۔ آپ نے فرمایا دحیہ کو اس کے سمیت بلاؤ! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو دیکھا تو فرمایا قیدیوں سے اس کے علاوہ کوئی اور لونڈی لے لو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا پھر اس سے نکاح فرمایا۔

ثابت نے حضرت انس سے کہا اس کا مہر کیا مقرر فرمایا؟ انس نے کہا اس کا نفس ہی اس کا مہر تھا اسے آزاد کر دیا اور نکاح فرمایا حتیٰ کہ جب راستہ ہی میں تھے کہ ام سلیم نے اسے تیار کر کے رات کو آپ کے حضور اس کی رخصتی کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دولہا ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا جس کے پاس کوئی شئے ہو وہ اسے لے آئے اور دسترخوان بچھا دیا لوگ آنا شروع ہو گئے کوئی کھجور لا رہا ہے، کوئی گھی لا رہا ہے عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ انس نے ستو بھی ذکر کئے۔ ان سب کو ملا کر ملیدہ بنایا اور یہ سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

۳۶۶ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ران شریف سے تہبند ہٹ گیا اور وہ برہنہ ہوگئی۔ یہ مخصوص واقعہ ہے اور وہ مقامِ ہیجان و اضطراب تھا۔ تو کثرتِ ہجوم یا گھوڑے دوڑنے کے باعث ران شریف برہنہ ہوگئی تھی اس سے اس کے عورت نہ ہونے پر استدلال نہیں ہوسکتا۔ غزوہ خیبر سات ہجری کو جمادی الاوّل میں لڑا گیا (ابن سعد) سیاق حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زقاق میں گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ وہ خیبر سے باہر تھا؛ کیونکہ آپ خیبر میں اس کے بعد داخل ہوئے تھے۔ اس حدیث شریف میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر دلالت ہے کہ آپ نے پہلے ہی فرمایا تھا۔ خیبر خراب ہوگیا برباد ہوگیا۔ یہی معنی راجح ہے؛ کیونکہ اس مقام میں آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں خیبر فتح ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔

لشکر کو خمیس اس لئے کہا کہ یہ مقدمہ، ساقہ، قلب، میمنہ اور میسرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی یہودیوں نے دیکھ کر کہا محمد لشکر سمیت آگئے (صلی اللہ علیہ وسلم) حدیث شریف کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر عنوۃً جنگ سے فتح ہُوا تھا جیسا کہ ابو عمر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ خیبر سارا جنگ سے فتح ہُوا تھا۔ بعض عُلماء نے کہا کہ بعض خیبر صلح سے بعض جنگ سے اور بعض اہلِ خیبر کو جلاوطن کرنے سے فتح ہُوا بعض محدثین نے اسے صحیح کہا ہے تاکہ اخبار میں تضاد نہ رہے سیّد عالم اصل غنیمت سے یا خمس خمس سے امتیاز سے پہلے یا بعد تنفیل کے طور پر لونڈی لینے کی اجازت تھی، ورنہ تقسیم سے پہلے لونڈی دینا جائز نہیں۔ صفیہ سیّدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔ واقدی کی روایت کے مطابق پچاس ہجری کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فوت ہوئیں۔ پہلے وہ ابوالحقیق کی بیوی تھی جو خیبر میں قتل ہوگیا تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کو صفیہ عطاء کرکے اس لئے واپس کر لیا تھا کہ صفیہ نبوت کے خاندان سے تھیں اور سردار کی بیٹی اور سردار کی بیوی تھیں، بایں ہمہ وہ خوبصورت بھی تھیں۔ ان حالات میں دحیہ کے ساتھ ان کا نبھاؤ مشکل تھا۔ اس لئے ان سے صفیہ واپس لے کر اس کا متبادل عطا فرما دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کرکے نکاح فرما لیا اور آزاد کرنا ہی اس کا حق مہر تھا اور یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے؛ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مہر کے بغیر نکاح کرنے کی اجازت دی ہے تو آپ اعتاق پر نکاح کر سکتے ہیں۔ جو مہر نہیں ہے، کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو اس پر مہر مثل واجب ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، محمد اور امام مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت ہے کہ آزاد کرکے مہر کے بغیر نکاح کرنا سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ تخصیص کا مقام یہ ہے کہ آپ نے صفیہ کو مطلقاً آزاد کرکے مہر کے بغیر اس سے نکاح کر لیا۔

اس حدیث شریف میں ہے کہ رخصتی رات کو ہُوئی اور دُوسری روایت میں ہے کہ دن کو ہُوئی یہ دونوں طرح صحیح اور جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ ولیمہ [illegible] اور یہ مسنون ہے اور ضروری نہیں کہ

بَابُ فِی کَمْ تُصَلِّی مِنَ الثِّیَابِ

وَقَالَ عِکْرِمَۃُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَھَا فِی ثَوْبٍ جَازَ

۳۶۷ — حَدَّثَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ

گوشت سے ولیمہ کیا جائے جس کھانے سے ولیمہ کردیا جائے۔ سُنّت ادا ہوجاتی ہے۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال ۳۶۵

ع۱ جُرْہد عبدالرحمٰن بن خُویلد اسلمی مدنی ہیں وہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ ۶۱ھ ہجری میں فوت ہُوئے ع۲ محمد بن عبداللہ بن جحش قرشی ہیں وہ صحابی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اُنھوں نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ،، ع۳ زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ وہ فقہا صحابہ میں سے ہیں اور کاتبِ وحی تھے۔ علم میراث میں بہت ماہر تھے جن صحابہ کرام نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید صحیفوں سے نقل کیا تھا ان میں آپ بھی تھے۔ اُنھوں نے ۹۲ (بانوے) احادیث روائت کی ہیں جن میں سے امام بخاری نے نو (۹) احادیث روائت کی ہیں۔ ۴۵ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہُوئے "

اسماءِ رجال

ع۱ یعقوب بن ابراہیم ع۲ اسماعیل بن علیہ دونوں کو حدیث ع۱۴ کے اسماء میں دیکھیں ع۳ عبدالعزیز بن صُہَیب بنانی بصری نابینا تھے ع۴ انس بن مالک رضی اللہ عنہ قد مَرّ۔

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام زید بن سہل ہے۔ آپ انصاری ہیں۔ عقبہ اور دیگر تمام غزوات میں حاضر رہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انصار کو نقباء بھیجا تھا اُن میں آپ بھی تھے۔ آپ نے ۹۲۔ احادیث روائت کی ہیں ان میں سے بخاری نے صرف آٹھ احادیث ذکر کی ہیں۔ ۳۲ ہجری یا ۳۴ ہجری کو مدینہ منورہ یا شام یا سمندر میں فوت ہوئے۔ حضرت انس بن مالک آپ کے ربیب تھے یعنی آپ کی بیوی ام سلیم کے پہلے شوہر سے تھے۔

باب عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے

عکرمہ نے کہا اگر عورت اپنا سارا بدن ایک کپڑے میں چھپا لے تو جائز ہے

قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَتْ لَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الْفَجْرَ فَیَشْہَدُ مَعَہٗ نِسَآءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِیْ مُرُوْطِہِنَّ ثُمَّ یَرْجِعْنَ اِلٰی بُیُوْتِہِنَّ مَا یَعْرِفُہُنَّ اَحَدٌ

۳۶۷ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ادا فرماتے اور آپ کے ساتھ مومن عورتیں بھی شریک ہوتیں جب کہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوئیں۔ پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹتیں کوئی شخص انہیں پہچان نہ سکتا تھا۔

۳۶۷ — شرح: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ عورت اگر ایک کپڑے میں لپٹ کر نماز پڑھے تو اس کی نماز جائز ہے۔ عورت کے لئے نماز والے کپڑوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا وہ ایک لمبی قمیص اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے۔ عطاء ان کے ساتھ تہبند بھی زیادہ کرتے ہیں اور محمد بن سیرین ان تینوں پر بڑی چادر زیادہ کرتے ہیں۔ ابن منذر نے کہا چہرے اور ہاتھوں کے سوا وہ سارا بدن چھپائے اگرچہ ایک کپڑے میں چھپالے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا عورت کا قدم عورت نہیں۔ اگر وہ کھلے قدم نماز پڑھ لے تو جائز ہے اس حدیث سے امام مالک، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما کی نماز میں اسفار (روشنی) افضل ہے۔ انہوں نے کہا ابوداؤد نے محمود بن لبید سے روایت کی کہ

عن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز خوب روشنی میں پڑھو، اس میں اجر و ثواب عظیم تر ہے"۔ اس کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھو!"۔ ایک یہ بھی روایت ہے کہ اَصْبِحُوْا بِالْفَجْرِ" فجر کی نماز روشنی میں پڑھو! ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان الفاظ سے روایت کی۔ اَسْفِرُوْا بِصَلٰوۃِ الصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ" یعنی صبح کی نماز روشنی میں پڑھو۔ اس میں اجر و ثواب زیادہ ہے"، طبرانی اور بزار نے بھی اس کو مرفوع روایت کیا ہے۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی اسے مرفوع روایت کیا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کو مرفوع روایت کیا ہے۔ طبرانی نے ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

" میری امت ہمیشہ فطرت پر قائم رہے گی۔ جب تک وہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھتے رہیں گے"۔

ابواسحاق نے ابوورد...

روشنی میں پڑھو فقیہہ بن جاؤ گے۔ طبرانی نے ابن بجید کی حدیث روایت کی کہ انھوں نے اپنی دادی انصاریہ سے روایت کی کہ :۔

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے"

ابن بجید کو ابن حبان نے ثقات یعنی ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ ترمذی میں ہے کہ امام شافعیؒ نے اسفار (روشنی) کا مطلب تاخیر صلوٰۃ نہیں لیا۔ بلکہ اس کا معنیٰ یہ لیا ہے کہ صبح کا یقین ہو جائے۔ اور اس میں شک نہ رہے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ غلس کا معنیٰ یہ ہے کہ رات کا اندھیرا روشنی میں خلط ملط ہو اور فجر ظاہر ہونے سے پہلے صبح کی نماز ہی صحیح نہیں معلوم ہوا کہ "اسفار" سے مراد تنویر و روشنی ہے اور غلس کے بعد ہوتی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِلْاَجْرِ" کہ روشنی میں صبح کی نماز میں ثواب زیادہ ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلس" یعنی اندھیرے میں نماز پڑھنے سے ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر زیادہ ثواب روشنی میں نماز پڑھنے سے ہوتا ہے اور اگر اسفار سے مراد فجر کا واضح ہو جانا ہو تو غلس میں نماز پڑھنے سے ذرہ بھر ثواب نہ ہوگا، کیونکہ یہ فجر کی نماز کا وقت ہی نہیں۔ نیز ابن ابی شیبہ ابو داؤد طیالسی اور اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسانید میں اور طبرانی نے اپنے معجم میں رافع ابن خدیج سے روایت کی کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال صبح کی نماز روشنی میں پڑھو حتیٰ کہ لوگ اپنے پھینکے ہوئے تیروں کے گرنے کی جگہ کو اسفار کی وجہ سے دیکھیں" اس حدیث سے مذکورہ تاویل باطل ہو جاتی ہے۔

بعض لوگ اسفار کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ حکم چاندنی راتوں کے لئے ہے، کیونکہ ان میں صبح اچھی طرح واضح نہیں ہوتی۔ مگر یہ تاویل بلا مخصص ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کسی شئی میں اتنا اہتمام نہیں کیا، جتنا فجر کی نماز اسفار اور خوب روشنی میں پڑھنے پر کیا ہے اس روایت کو امام طحاوی نے صحیح سند سے روایت کی ہے"، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا"، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلس میں صبح کی نماز پڑھنے کا کہیں حکم نہیں فرمایا"، ہاں ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز غلس میں پڑھی اور دوسری بار خوب سفیدی میں پڑھی۔ پھر اس کے بعد وصال فرمانے تک غلس میں نماز پڑھتے رہے اور اسفار نہیں کیا۔ اس روایت کو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے"، مگر بخاری اور مسلم کی حدیث اس کو رد کرتی ہے جس کو انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے"، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نماز غیر وقت میں پڑھتے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں دیکھا ہے کہ آپ نے مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع فرمایا اور اگلے

روز صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی "یعنی ہر روز کے معتاد وقت سے پہلے پڑھی۔ یہ مطلب نہیں کہ فجر سے پہلے پڑھی۔ البتہ آپ نے زیادہ غلس میں یہ نماز پڑھی تھی" کیونکہ بخاری میں ہے کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی جبکہ فجر ظاہر ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ہمیشہ اسفار میں پڑھتے تھے۔ اور کبھی بیانِ جواز کے لئے غلس میں پڑھ لیتے تھے۔ ہاں ایک حدیث میں یہ ہے کہ نماز کے اوّل وقت میں رضوان ہے اور آخری وقت میں عفو ہے" اور عفو تقصیر سے ہوتی ہے۔ لہٰذا اوّل وقت افضل ہے مگر عفو کا معنیٰ وہ مراد ہے جو قرآن میں مذکور ہے اور وہ فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لوگ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ آپ کہہ دیں کہ فضل خرچ کرو" تو مذکور حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ جس نے نماز اوّل وقت میں ادا کی اُس نے اللہ کا رضوان حاصل کر لیا اور اس کا حکم ماننے اس کے رضوان کے بغیر نہیں پایا جاتا۔ ہاں ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے۔ آپ نے فرمایا اوّل وقت میں نماز پڑھنا، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل کا حکم فرماتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ارشاد نمازوں کو اپنے اوقات میں ادا کرنے کی تاکید کے لئے ہے ورنہ جو وقت کے پہلے جزء میں نماز نہیں پڑھتا اور دوسرے یا تیسرے یا چوتھے جزء میں نماز پڑھتا ہے اور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم " أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ " سے صبح کی نماز کا دوسرا جزء پہلے جزء سے ممتاز ہو جاتا ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اجزاء سے تاخیر کرے الحاصل سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبح کی نماز اسفار میں پڑھنے پر اتفاق کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے روایت کی۔ اس پر امام طحاوی نے اجماع اور اتفاق ذکر کیا ہے۔ یہ اجماع اس امر کی دلیل ہے کہ تغلیس کی حدیث منسوخ ہے، کیونکہ لوگوں کا اجماع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔

پس واضح ہو گیا کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد " أَسْفِرُوْا بِالْفَجْرِ " تغلیس کی حدیث کا ناسخ ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا باہر نکلنا جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا احتمال نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ظہر اور عصر کے سوا دوسری نمازوں کے لئے عورتیں باہر نکل سکتی ہیں مگر اس زمانہ میں نوجوان اور بوڑھی سب عورتوں کو باہر نکلنا ممنوع ہے کیونکہ اس دور میں فتنہ و فساد عام ہو چکا ہے۔ واللہ الحافظ!

باب ـــ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اہلِ مغرب میں بربر کے رہنے والے تھے۔ بصرہ کے قاضی عنبری کے غلام تھے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

بَابٌ اِذَا صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ لَّہٗ اَعْلَامٌ وَنَظَرَ اِلٰی عَلَمِهَا

۳۶۸ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ اَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ

بصرہ کا حاکم مقرر کیا۔ وہ بصرہ آئے تو عنبری نے انہیں ابن عباس کو ہبہ کر دیا۔ ابن عباس کے انتقال کے وقت عکرمہ غلام تھے۔ علی بن عبداللہ نے انہیں خالد بن یزید بن معاویہ کے ہاتھ چار ہزار دینار میں فروخت کر دیا تو عکرمہ علی بن عبداللہ کے پاس آ کر کہنے لگے آپ نے اپنے والد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا غلام فروخت کر کے اچھا کام نہیں کیا۔ یہ سن کر علی بن عبداللہ نے مذکور بیع کو فسخ کر دیا اور عکرمہ کو آزاد کر دیا۔

حارث بن عبداللہ نے کہا میں علی بن عبداللہ کے پاس گیا جبکہ عکرمہ کو بیت الخلاء کے دروازہ کے قریب رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا تم اپنے غلام سے ایسا سخت برتاؤ کرتے ہو۔

علی بن عبداللہ نے کہا یہ میرے باپ کی طرف غلط باتیں منسوب کرتا ہے۔ محمد بن سعد نے کہا عکرمہ بہت بڑے عالم تھے وہ علم کے سمندر تھے۔ لیکن لوگ ان کے بارے میں کچھ باتیں کرتے تھے، کیونکہ وہ خوارج کی رائے کو پسند کرتے تھے۔ یحییٰ بن معین نے کہا جسے تم دیکھو وہ عکرمہ کے متعلق کچھ کہتا ہے تو اسے روکو! امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا محدثین میں سے ہر ایک نے عکرمہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ابو احمد بن عدی نے کہا عکرمہ سے روایت کرنے میں کسی امامِ حدیث نے انکار نہیں کیا۔ صحاح کے محدثین کرام نے انہیں اپنی صحاح میں ذکر کیا ہے۔ بیہقی نے کہا امام بخاری نے عکرمہ سے روایت کی ہے البتہ مسلم نے انہیں ذکر نہیں کیا۔ سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص آپ سے بڑا عالم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ عکرمہ مجھ سے بڑا عالم ہے۔ ایک سو چار یا پانچ یا چھ یا سات ہجری میں وفات پائی۔ جب وہ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا آج سب لوگوں سے بڑا فقیہ فوت ہو گیا ہے۔ اس حدیث کے تمام یا اکثر راوی بصری ہیں۔ عکرمہ بھی پہلے بصرہ میں رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس بھی کچھ مدت بصرہ میں سکونت پذیر رہے ہیں (کرمانی) حدیث نمبر ۷۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — جب اپنے کسی کپڑے میں نماز پڑھی

جس میں نقش و نگار ہوں اور اس کے نقش و نگار کی طرف دیکھا

۳۶۸ — ترجمہ: ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کمبل میں نماز پڑھی جس میں نقش و نگار تھے۔ آپ نے اس کے نقوش پر ایک نظر دیکھے جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میرا یہ کمبل ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور

[illegible]

سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَنَظَرَ اِلٰى اَعْلَامِهَا نَظْرَةً فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ اِلٰى اَبِيْ جَهْمٍ وَأْتُوْنِيْ بِاَنْبِجَانِيَّةِ اَبِيْ جَهْمٍ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِيْ اٰنِفًا عَنْ صَلٰوتِيْ وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰى عَلَمِهَا وَاَنَا فِي الصَّلٰوةِ فَاَخَافُ اَنْ تَفْتِنَنِيْ

...نے فرمایا میں نماز میں اس کے نقوش دیکھ رہا تھا۔ مجھے خوف ہُوا کہ یہ مجھے خلل میں نہ ڈال دے۔

۳۶۸ — **شرح**: صوف سے بنے ہُوئے کمبل میں اگر نقوش ہوں تو اسے خمیصہ کہتے ہیں اور اس میں نقوش نہ ہوں اور وہ صاف ہو تو اسے انبجانیہ کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع اور توجہ تام ہونی چاہیئے اور جو کپڑے قلب کو مشغول کریں ان سے قطع نظر ہونی چاہیئے۔ اسی لئے احناف کہتے ہیں کہ سجدہ گاہ پہ نظر ہونی چاہیئے دائیں بائیں التفات کی نسبت اس میں تعظیم زیادہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لایعنی اشیاء کی طرف نظر نہ کرے۔ سلف صالحین چلتے وقت اپنے قدموں پر نگاہ رکھتے تھے۔ ابوجہم کو وہ کمبل اس لئے واپس کر دیا کہ یہ انھوں نے ہدیہ اور نذرانہ پیش کیا تھا اور ان سے صاف چادر منگوائی تاکہ کمبل کی واپسی سے ان کے دل کو رنج نہ پہنچے، لیکن سوال ہوتا ہے کہ سردرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" کے مصداق ہیں۔ آپ ان کی طرف ملتفت نہیں ہوتے تو نقوش آپ کو نماز میں کیسے مفتون کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت بشریہ اس اعتبار سے آپ پہ بشری عوارض وارد ہوتے تھے۔ دُوسری حالت غیر بشریہ اس حالت میں آپ عوارض بشریہ سے محفوظ ہوتے تھے۔ جس روز ابوجہم کی منقش چادر آئی تھی۔ اس رات آپ طباع مخصوصہ سے خارج حالت بشریہ میں تھے اور اس حالت میں آپ پر وہ امور اثر انداز ہو سکتے تھے جو بشر کے لئے ممکن ہیں۔

اس تقریر سے ام المؤمنین کی دونوں روایات میں تعارض بھی مندفع ہو گیا۔ پہلی روائت سے معلوم ہوتا ہے کہ الہاء واقع ہُوا ہے، چنانچہ "اَلْهَتْنِيْ" ماضی کا صیغہ اس پر دلالت کرتا ہے اور دُوسری روائت سے ظاہر ہے کہ الہاء کا خوف واقع نہیں ہُوا، کیونکہ آپ نے فرمایا "فَاَخَافُ اَنْ تَفْتِنَنِيْ" یہ مستقبل کا صیغہ ہے۔ امام مالک کی روایت فَكَادَ يَفْتِنُنِيْ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ الہا کا خوف واقع نہیں ہُوا اندفاع

بَابٌ اِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ اَوْ تَصَاوِيْرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهٗ وَمَا يُنْهٰى مِنْ ذٰلِكَ

۳۶۹ — حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِيْطِيْ عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَا تَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِيْ صَلَاتِيْ ۔

کی وجہ یہ ہے کہ الہاء کا وقوع حالت بشریہ کے اعتبار سے ہوا ہے۔ اور عدم وقوع حالت غیر بشریہ کے لحاظ سے تھا۔ علامہ قسطلانی نے بھی یہی تصریح کی ہے کہ آپ کی دو حالتیں تھیں۔ ایک بشری حالت اور دوسری ملکی حالت، اس حدیث میں امت کے لئے تنبیہ ہے کہ نماز میں ایسے لباس سے بچیں جو خشوع و خضوع میں مانع ہو۔

باب — اگر صلیبی نقوش یا تصاویر والے کپڑے میں نماز پڑھے تو کیا اُس کی نماز فاسد ہوگی؟

۳۶۹ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے لئے پتلا سا پردہ تھا جس سے اُنھوں نے گھر کی ایک طرف کو پردہ کیا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پردہ ہم سے دُور کرلے کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں سامنے آتی ہیں۔

۳۶۹ — شرح: امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف ہو اس کے باب میں حتمی فیصلہ نہیں کرتے اور اُسے علیٰ سبیل الاستفسار استفہام تک محدود رکھتے ہیں، حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہے، کیونکہ جب مقصود پردہ سے منع فرما دیا تو اس کا پہننا بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں اگرچہ صلیبی نقوش کا ذکر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے سوا ان دونوں کی عبادت کی گئی ہے۔ لہٰذا ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

ابن بطال نے کہا اس حدیث شریف سے اس لباس کی ممانعت بطریق اولیٰ معلوم ہوتی ہے جس پر تصاویر منقوش ہوں اور ایسے لباس میں نماز مکروہ ہے مگر نماز ہو جاتی ہے ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔ نیز آپ نے یہ فرمایا کہ میرے سامنے تصاویر آتی ہیں اور یہ نہ فرمایا کہ انھوں نے نماز قطع کر دی ہے علماء کہتے ہیں۔ جس نے اس طرح نماز پڑھی یا نماز میں ایسے کپڑے کو دیکھا اس کی نماز صحیح ہے" تصاویر والے کپڑے جو نیچے بچھائے جائیں اور پاؤں میں روندے جائیں وہ مذکور نہی سے خارج ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے جملہ تلامذہ گھروں میں جاندار تصاویر کو مکروہ فرماتے ہیں۔ اور پاؤں میں روندے ہوئے کپڑے یا نیچے بچھائے ہوئے کپڑے پر تصاویر مکروہ نہیں اور اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ لٹکائے ہوئے پردوں پہ تصاویر مکروہ ہیں۔ واللہ اعلم!

"تصویر کا مسئلہ"

لغت میں تصویر کا معنی کسی کی شکل اور نقش بنانا۔ علماء کرام نے کہا حیوان اور ہر ذی روح کی تصویر بنانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے ، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سخت وعید فرمائی ہے۔ مسلم شریف کے باب "تحریم تصویر الحیوان" میں ہے۔ جس گھر میں کتا یا صورت ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ع۲ نیز فرمایا قیامت کے روز تصویریں بنانے والوں کو سخت عذاب دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت سے مشابہت کرتے ہیں۔ ع۳ نیز فرمایا تصویریں بنانے والوں کو سخت عذاب دیا جائے گا ان سے کہا جائے گا جو صورت تم نے بنائی ہے اس میں روح ڈالو! وہ روح نہ ڈال سکیں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا پیشہ تصویریں بنانا ہے۔ ابن عباس نے کہا ذرا میرے قریب آجاؤ وہ قریب ہوا تو فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی دنیا میں صورتیں بنائے گا قیامت کے دن اسے اس میں روح ڈالنے کو کہا جائے گا جو وہ نہ ڈال سکے گا نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصاویر ہوں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ان وعیدات سے واضح ہوتا ہے کہ تصویر سازی کی صنعت ہر حال میں حرام ہے؛ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت سے مشابہت ہے۔ کپڑا، بچھونا، روپیہ، پیسہ، درہم، دینار، برتن اور دیوار وغیرہ پر تصویر بنانا حرام ہے۔ درخت، اونٹوں کے کجاودں، پہاڑوں وغیرہ کی تصویر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تصویر کے پیشہ ور سے فرمایا اگر تو نے ضرور تصویر بنانا ہے تو شجر و حجر اور ہر غیر ذی روح کی تصویریں بنا لیا کرو۔ یہ تو نفس تصویر کا حکم ہے۔ ایسا کپڑا جس پر تصویریں نقش ہوں اور وہ ملبوس ہو یا دیوار کے ساتھ لٹکایا ہو۔ جہاں اس کی قباحت نہ ہوتی ہو وہ بھی حرام ہے"

کیا سایہ دار یا غیر سایہ دار تصویر میں فرق ہے؟

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں ذکر کیا کہ ان میں کچھ فرق نہیں ہر طرح کی تصویر حرام ہے۔ حضرات صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، امام سفیان ثوری، مالک، ابوحنیفہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ وہ تصویر حرام ہے جو سایہ دار ہو جن تصاویر کا سایہ نہیں وہ ممنوع نہیں یہ مذہب باطل ہے، کیونکہ جس پردہ پر تصاویر سے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللہِ اَلْمُصَوِّرُوْنَ، قیامت میں اللہ کے حضور سب سے زیادہ عذاب مصورین کو ہوگا۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ قرآن کریم میں ہے "اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ" فرعون کے ماننے والوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فرعون کو اشد عذاب ان لوگوں کی نسبت ہوگا جنہوں نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور جس نے ذی روح کی صورت بنائی اسے اس کے لحاظ سے سخت عذاب دیا جائے گا۔ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ان دونوں کو اشد عذاب ہوگا اس اعتبار سے ہر ایک پر اشد عذاب کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اشد عذاب کی روایت ان صورتوں کی صنعت پر ہے جو عبادت کے لئے بنائی جائیں اور وہ بت ساز ہیں ایسے مصور یقیناً کافر ہیں۔ انہیں قیامت میں سخت ترین عذاب ہوگا اور جو شخص تصویر عبادت کے لیے نہیں بناتا وہ فاسق ہے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے کافر نہیں جیسے دوسرے اصحاب کبائر کافر نہیں۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ مجسمہ تصویر بنانا کفر ہے اور کاغذ یا کپڑے یا دیوار پر تصویر سازی حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔

وہ کون سے فرشتے ہیں جو تصویر والے مکان میں داخل نہیں ہوتے

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا یہ وہ فرشتے ہیں جو رحمت، برکت اور استغفار کرنے آتے ہیں یعنی رحمت و برکت والے فرشتے نہیں آتے اور جو فرشتے انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں وہ ہر گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ کسی حال میں وہ بنی آدم سے جدا نہیں ہوتے، کیونکہ وہ لوگوں کے اعمال شمار کرنے اور لکھنے پر مامور ہیں۔

کیا چھوٹے بچوں کے لئے ذی رُوح جیسے کھلونے جائز ہیں؟

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی شخص کا اپنی بچی کے لئے کھیل کے کھلونے جو ذی روح جیسے ہوتے ہیں خرید کرنے مکروہ ہیں۔ شروع اسلام میں یہ مباح تھے۔ پھر ان احادیث نے انہیں منسوخ کر دیا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بَنَاتِ لَعُبَہ شروع اسلام میں اباحت پر محمول ہیں۔ پھر ان کا رکھنا منسوخ ہوا۔

کیا آئینہ میں عکس اور کیمرہ کے عکس میں فرق ہے؟

اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ انسان کا ذہن آئینہ کی طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ میں محسوسات کی صُورتیں منعکس ہوتی ہیں اور ذہن میں محسوسات و معقولات کے تصورات آتے ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خیالاتِ فاسدہ ذہن میں آئیں اور مستقر نہ ہوں ان میں گناہ نہیں اگر وہ مستقر ہوں تو گناہ ہے۔ معلوم ہوا کہ استقرار اور عدمِ استقرار کے احکام جُداگانہ ہیں آئینہ میں عکس مستقر نہیں اور کیمرہ میں عکس مستقر ہوتا ہے۔ مستقر کو غیر مستقر پر قیاس کرنا ممنوع ہے لہٰذا کیمرہ کے عکس (فوٹو) کو آئینہ کے عکس پر قیاس نہیں کر سکتے ہیں۔ الحاصل شریعت مطہرہ میں تصویر بنانا اور بنوانا دونوں حرام ہیں۔ اہلِ علم حضرات کو ادھر متوجہ ہونا چاہیئے۔ واللہ الموفق

اسماء رجال

۱۔ ابو معمر عبد اللہ بن عمرو اور عبد الوارث حدیث ۴۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

۲۔ عبد العزیز بن صہیب حدیث ۱۴ کے اسماء میں دیکھیں۔

بَابُ مَنْ صَلَّى فِي فَرُّوجِ حَرِيرٍ ثُمَّ نَزَعَ

۳۷۰ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أُهْدِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ فَصَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ وَقَالَ لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ

باب ـــ جس نے ریشمی کوٹ میں نماز پڑھی پھر اسے اُتار دیا ،،

۳۷۰ ـــ ترجمہ : عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشمی کوٹ ہدیہ بھیجا گیا۔ آپ نے اسے پہنا اور اس میں نماز پڑھی پھر نماز سے فارغ ہوئے اور اسے مکروہ جاننے والے کی طرح جلدی اُتار دیا اور فرمایا یہ متقی اور پرہیزگاروں کے لئے نہ چاہیئے۔

۳۷۰ ـــ شرح : فَرُّوج وہ کوٹ ہے جس کی پچھلی طرف شق ہو ،، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جب سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوٹ پہن کر نماز پڑھی، اسی وقت ریشمی کپڑے کی تحریم نازل ہوئی۔ اس لئے آپ نے اسے جلدی اُتار دیا۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے پہنا تو یہ ایک حکم تھا۔ پھر اسے اُتارنا بھی حکم ہے لہٰذا دُوسرے حکم نے پہلے حکم کو منسوخ کردیا۔ نسخ کا یہ حکم مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے۔ مگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ارشاد: اَلْحَرِيْرُ وَالذَّهَبُ حَلَالٌ لِإِنَاثِ أُمَّتِيْ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِهَا ،، یعنی ریشم اور سونا پہننا میری اُمت کی عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام ہے نے عورتوں کو مستثنیٰ کردیا۔ اس حدیث کو امام طحاوی اور ترمذی نے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے احناف کے نزدیک اگر ریشمی کپڑا پہن کر نماز پڑھی تو نماز صحیح ہے۔ مگر مکروہ اور واجب الاعادہ ہے اور حرام کے مرتکب ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے امام مشرک کا ہدیہ قبول کرسکتا ہے ‘‘

اسماء رجال : ۱ عبد اللہ بن یوسف حدیث ۲ اور لیث بن سعد حدیث ۳ کے

بَابُ الصَّلٰوةِ فِى الثَّوْبِ الْاَحْمَرِ

٣٧١ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِىْ عُمَرُ بْنُ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قُبَّةٍ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ وَّرَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ وَضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُوْنَ ذٰلِكَ الْوَضُوْءَ فَمَنْ اَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُصِبْ مِنْهُ شَيْئًا اَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ رَاَيْتُ بِلَالًا اَخَذَ عَنَزَةً لَّهٗ فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ مُشَمِّرًا صَلّٰى اِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَاَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّوْنَ مِنْ بَيْنِ يَدَىِ الْعَنَزَةِ

اسماء میں دیکھیں ۔ ع٣ یزید بن ابی حبیب اور ابوالخیر حدیث ع١١ کے اسماء میں دیکھیں ۔ ع٥ عقبہ بن عامر ان کی کنیت ابوحماد ہے اُنھوں نے ٥٥ احادیث روائت کی ہیں جن میں سے بخاری نے آٹھ ذکر کی ہیں انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مصر کا حاکم مقرر کیا تھا ۔ وہ وہیں ٥٨ ہجری میں فوت ہوئے ۔

باب ـــ سُرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

٣٧١ ـ ترجمہ : عون بن جُحیفہ نے اپنے باپ سے روائت کی ۔ اُنھوں نے کہا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُرخ چمڑے کے خیمے میں دیکھا اور حضرت بلال کو دیکھا اُنھوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا پانی لیا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس پانی کو جلدی جلدی لے رہے ہیں جس نے اس سے کچھ پالیا ۔ اُس نے اپنے بدن پر مل لیا اور جس نے اس سے کچھ نہ پایا ۔ اُس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ يُّصَلِّىَ عَلَى الْجُمْدِ وَالْقَنَاطِيْرِ وَاِنْ جَرٰى تَحْتَهَا بَوْلٌ اَوْ فَوْقَهَا اَوْ اَمَامَهَا اِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ وَصَلّٰى اَبُوْهُرَيْرَةَ عَلٰى ظَهْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوةِ الْاِمَامِ وَصَلَّى ابْنُ عُمَرَ عَلَى الثَّلْجِ

لے لیا۔ پھر میں نے بلال کو دیکھا اُنھوں نے نیزہ پکڑا اور زمین میں نصب کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سُرخ جوڑے میں تہبند کو پنڈلیوں تک اُٹھائے تشریف لائے اور عنزہ کی طرف منہ کرکے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ میں نے لوگوں کو اور جانوروں کو دیکھا کہ وہ عنزہ کے آگے سے گزر رہے تھے۔

۳۷۱ — شرح: بعض علماء نے کہا کہ احناف کے نزدیک سُرخ کپڑے پہننا جائز نہیں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف بیان کرتے ہوئے سُرخ لباس کو جائز کہا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ احناف سُرخ لباس پہننے کو حرام نہیں کہتے۔ مکروہ کہتے ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معصفر (سرخ کپڑا) سے منع فرمایا ہے۔ احناف نے جواز اور منع کی دونوں حدیثوں پر عمل کیا اور کہا سُرخ لباس پہننا حرام نہیں مکروہ ہے۔ حلّہ اُوپر والی چادر اور تہبند کو کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے اور بزرگوں کو رنگ دار لباس پہننا جائز ہے اور نماز کے آگے سترہ کے پار سے گزر جانا جائز ہے اور مستعمل پانی پاک ہے مگر طہور نہیں۔ علامہ عینی نے کہا کہ سیّدِعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا بچا ہُوا پانی طاہر و طہور ہے، کیونکہ آپ کے بدن سے جُدا ہونے والا پانی طہور بھی ہے، کیونکہ وہ ہر پاک سے زیادہ پاک اور ہر خوشبودار سے زیادہ اطیب ہے۔

اسماءِ رجال: ۱ محمد بن عرعرہ حدیث ۴۶ کے اسماء میں دیکھیں۔ ۲ عمر بن ابی زائدہ ہمدانی کوفی اور زکریاء بن ابی زائدہ کے بھائی ہیں ۳ عون بن ابی جحیفہ کتاب العلم میں گزرے ہیں۔

باب — چھت، منبر اور لکڑی پر نماز پڑھنا

ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حسن بصری نے اس بات میں حرج نہیں دیکھا

۳۷۲ — حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا سُفْیَانُ قَالَ نَا اَبُوْحَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ مَا بَقِیَ فِی النَّاسِ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهٗ فُلَانٌ مَوْلٰی فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کہ جامد پانی اور پلوں پر نماز پڑھی جائے اگرچہ ان کے نیچے یا ان کے اُوپر یا آگے پیشاب بہتا ہو جبکہ دونوں کے درمیان سترہ ہو۔ ابوہریرہ نے امام کی اقتداء میں مسجد کی چھت پر نماز پڑھی۔ عبداللہ بن عمر نے برف پر نماز پڑھی!

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَی السُّطُوْحِ : یعنی اگر کسی نے پل یا جامد پانی پر نماز پڑھی جس کے نیچے پیشاب بہہ رہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر غیر جامد برف، گندم، جَو اور مکی کے ڈھیر پر نماز پڑھی جائے تو جب تک وہ اس قدر نہ جمی ہو کہ پیشانی متمکن ہو سکے نماز جائز نہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام کی اقتداء میں چھت پر نماز پڑھی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے کہ مقتدی امام سے اُونچی سطح پر ہوں۔ مگر بلاعذر مکروہ ہے۔ اور عذر کی حالت میں مکروہ نہیں۔ جبکہ بعض مقتدی زمین پر امام کے ساتھ ہوں عامۃ المشائخ کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے برف پر نماز پڑھی۔ پانی اس قدر جم جائے کہ وہ زمین کی طرح سخت ہو جائے۔ اور اس پر پیشانی متمکن ہو سکے تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ وہ اس وقت متحجر ہو کر چھت اور لکڑی کی طرح ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم!

۳۷۲ — ترجمہ : ابوحازم نے کہا سہل بن سعد سے پوچھا گیا کہ منبر شریف کس چیز کا تھا تو انھوں نے کہا مجھ سے زیادہ جاننے والا لوگوں میں کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ وہ غابہ کے جھاؤ سے تھا جسے فلاں عورت کے آزاد کردہ غلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے جبکہ وہ بنا کر (مسجد میں) رکھا گیا اور قبلہ رُو ہو کر آپ نے تکبیر فرمائی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے قرأت فرمائی اور رکوع فرمایا لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے رکوع کیا پھر سر مبارک اُٹھایا اور اُلٹے قدم پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ فرمایا پھر منبر پر لوٹے اور قرأت کی پھر رکوع کیا پھر سر مبارک اُٹھایا اور اُلٹے قدم پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ فرمایا۔ یہ منبر کا واقعہ ہے۔

حِينَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهُ، فَقَرَأَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ عَادَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَجَعَ قَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْأَرْضِ فَهٰذَا شَأْنُهُ، قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَأَلَنِيْ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ وَإِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَّكُوْنَ الْإِمَامُ أَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَقُلْتُ فَإِنَّ سُفْيٰنَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْأَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ لَا

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا علی بن عبداللہ نے کہا کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کے متعلق مجھ سے پوچھا کہا میرا مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اُونچے تھے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے علی بن مدینی نے کہا میں نے کہا سُفیان بن عیینہ سے اس حدیث کے متعلق اکثر سوال کیا جاتا تھا۔ آپ نے اُن سے کچھ نہیں سُنا تھا؟ اُنھوں نے کچھ نہیں سُنا تھا

۳۷۲ — شرح : اثل لمبا درخت ہے جس کے پتے نہیں اُگتے اس کی لکڑ سیدھی اور عمدہ ہوتی ہے اس کو "طرفاء" بھی کہا جاتا ہے ؛ چنانچہ بعض روایات میں مِنْ طَرْفَاءِ غَابَۃٍ ،، آیا ہے اور "غابہ" مدینہ منورہ سے نو میل دُور ایک مقام ہے ،، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کی چراگاہ تھی۔ وہیں عرینیین کا واقعہ ہُوا تھا ،،

جس نرکھان نے منبر بنایا تھا۔ اس کا نام میمون اور اس انصاریہ عورت کا نام عائشہ تھا۔ منبر شریف کے تین درجے تھے۔ بعض نے دو درجے روایت کی ہیں ؛ کیونکہ اُنھوں نے اس درجہ کو شمار نہیں کیا۔ جس پہ آپ پر بیٹھا کرتے تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے لئے منبر شریف پر نماز میں کھڑے ہوئے تاکہ سارے لوگ نماز کی کیفیت دیکھیں۔ ضرورت کے لئے امام مقتدیوں سے اُونچی جگہ پہ کھڑا ہو سکتا ہے اور عملِ قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی ؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری سیڑھی پر کھڑے تھے اور منبر شریف سے اُترنے اور چڑھنے میں صرف

۳۷۳ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجُحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَتِفُهُ وَالَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ

دو قدم ہوتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب لوگوں سے بلند مرتبہ ہونا چاہیئے۔

(اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے)

---

۳۷۳ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے زمین پر آپڑے تو آپ کی پنڈلی یا کندھے پر زیادہ خراش آگئی۔ آپ نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ بیویوں سے دور رہیں گے اور بالاخانہ میں تشریف فرما ہوئے جس کی سیڑھی کھجور کے تنے کی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی بیمار پرسی کو حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی جبکہ وہ سب کھڑے تھے۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ وہ جب تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو! جب رکوع کرے تم رکوع کرو! جب سجدہ کرے تم سجدہ کرو! جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتیس ۲۹ تاریخ کو بالاخانہ سے نیچے تشریف لائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تو ایک ماہ کے لئے قسم کھائی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ مہینہ انتیس ۲۹ روز کا ہے۔

۳۷۳ — شرح : سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑے سے نیچے کا واقعہ پانچ ہجری کو ذوالحجہ میں پیش آیا تھا۔ حدیث میں ایلاء سے مراد فقہی ایلاء نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چھت اور لکڑی پر نماز جائز ہے کیونکہ بالاخانہ زمین کے اعتبار سے سطح ہے۔ جمہور علماء

کے نزدیک سطح یا چھت پر نماز صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور علماءِ سلف نے کہا جو شخص قیام پر قادر ہو۔ وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھے گا اور مذکور حدیث منسوخ ہے کیونکہ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی تھی اور سب صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے جبکہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تکبیریں کہہ رہے تھے "۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: لَا يَؤُمَّنَّ أَحَدٌ بَعْدِي جَالِسًا یعنی میرے بعد کوئی شخص بیٹھ کر امامت نہ کرے اور آپ کے بعد خلفاء راشدین میں سے کسی نے بیٹھ کر امامت نہیں کی۔ اِن حضرات کا فعل اگرچہ ناسخ نہیں ہو سکتا۔ مگر اس پر ان کا دوام و استمرار مذکور نہی کی صحت کا شاہد ہو سکتا ہے۔

امام ترمذی اور نسائی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس مرض میں سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وفات پائی۔ اس میں آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی تھی۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے، حالانکہ ناسخ حدیث بھی حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ مگر ان میں تعارض نہیں، کیونکہ جس نماز میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم امام تھے وہ ہفتہ یا اتوار کے روز ظہر کی نماز تھی اور جس نماز میں آپ ابوبکر صدیق کے مقتدی تھے۔ وہ پیر کے روز صبح کی نماز تھی۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ آخری نماز تھی۔ جس کے بعد ظاہراً دنیا سے تشریف لے گئے اور جس حدیث میں ہے کہ سوموار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے پردہ اُٹھایا پھر اسے لٹکا دیا اور اسی روز آپ وصال فرما گئے جیسا کہ زہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ مذکورہ حدیث کے مخالف نہیں، کیونکہ پردہ کا اٹھانا پھر اُسے لٹکا دینا اس نماز کی پہلی رکعت میں تھا۔ پھر جب آپ نے اِفاقہ پایا تو دُوسری رکعت میں شرکت کی۔ جس میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے" پھر اس کے بعد دُنیا سے تشریف لے گئے۔

سُبحان اللہ! کیا شان ہے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخری نماز ان کے پیچھے پڑھی۔ یہ ان کی خلافت بالوصل پر مستحکم دلیل ہے اسے ہم بفضلہ تعالیٰ اپنے مقام میں مفصلاً تحریر کریں گے۔

اسماءِ رجال

ع۱ محمد بن ابراہیم حدیث ع۱۴۰ یزید بن ہارون واسطی حدیث ع۱۴۹،
حُمَید طویل حدیث ع۴۶ کے اسماء میں دیکھیں!

بَابٌ اِذَا اَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّىْ اِمْرَأَتَهٗ اِذَا سَجَدَ

۳۷۴ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ نَا سُلَیْمٰنُ الشَّیْبَانِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَاَنَا حِذَاءَهٗ وَاَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا اَصَابَنِیْ ثَوْبُهٗ اِذَا سَجَدَ قَالَتْ وَکَانَ یُصَلِّیْ عَلَی الْخُمْرَةِ

باب ـ جب نمازی کا کپڑا سجدہ کرتے وقت اُس کی بیوی کو لگے

۳۷۴ ـــ ترجمہ : میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے سامنے ہوتی ؛ حالانکہ میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ بسا اوقات جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا کپڑا میرے اُوپر آجاتا اور آپ چھوٹی صف پر نماز پڑھتے۔

۳۷۴ ـــ شرح : خمرہ ،، چھوٹا سا مصلیٰ ہے جو کھجور کے پتوں سے بنایا جاتا ہے وہ اگر آدمی کے قد یا اس سے لمبا ہو جائے۔ تو اسے حصیر (صف) کہتے ہیں ،، اور اس پر خمرہ کا اطلاق بھی درست ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی حالت میں عورت کا بدن پاک ہوتا ہے۔ اگر اس پر نمازی کا کپڑا پڑ جائے تو حرج نہیں اور مصلّی پر نماز جائز ہے بلکہ سُنّت ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھتے تھے ،، اس حدیث میں مذکورہ عورت کی محاذات سے نماز فاسد نہیں ہوتی ؛ کیونکہ وہ محاذاۃ جس سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرد و زن دونوں ایک نماز پڑھ رہے ہوں جو نماز کی تحریمہ اور ادائیں شریک ہوں اور دونوں کے درمیان حائل بھی نہ ہو صرف عورت کے آگے ہونے یا لیٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ؛ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لیٹی ہوتی تھیں۔ جب کہ آپ رات کی نماز پڑھتے تھے۔ واللہ اعلم !

بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْحَصِیْرِ وَصَلّٰی جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ فِی السَّفِیْنَۃِ قَآئِمًا

وَقَالَ الْحَسَنُ یُصَلِّیْ قَآئِمًا مَا لَمْ یَشُقَّ عَلٰی اَصْحَابِكَ یَدُوْرُ مَعَهَا وَاِلَّا فَقَاعِدًا

۳۷۵ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَیْکَۃَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهٗ

اسماء رجال

: خالد بن عبد اللہ طحان ہیں ان کی کنیت ابوالہیثم ہے حدیث ۱۸۹
سلیمان شیبانی ان کی کنیت ابواسحاق ہے وہ تابعی ہیں حدیث ۲۹۸
عبداللہ بن شداد کا ذکر حدیث ۲۹۹ میں گزرا ہے۔

باب — چٹائی پر نماز پڑھنا

حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ عنہما نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی، حسن بصری نے کہا کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو جبکہ تیرے ساتھیوں پر گراں نہ گزرے اور اس کے ساتھ ساتھ پھرتا جا ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھ!

۳۷۵ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی دادی مُلَیکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا آپ نے اس سے کھانا کھایا پھر فرمایا اٹھو میں تم کو نماز پڑھاؤں۔ انس نے کہا ہماری ایک چٹائی تھی جو زیادہ عرصہ پڑی رہنے سے سیاہ ہو گئی تھی۔ میں اٹھا اور اسے پانی سے خوب دھویا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّیَ لَکُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰی حَصِیْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُہٗ بِمَآءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ وَالْیَتِیْمُ وَرَآءَہٗ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآئِنَا فَصَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ

بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْخُمْرَۃِ

۳۷۶ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِیْدِ قَالَ نَا شُعْبَۃُ قَالَ نَا سُلَیْمٰنُ الشَّیْبَانِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ

کھڑے ہوئے (نماز کے لئے) اور میں اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بائی بوڑھی ہمارے پیچھے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر گھر تشریف لے گئے۔

۳۷۵ ـ شرح: معلوم ہوا کہ نوافل کی نماز باجماعت جائز ہے جبکہ اس کا اعلان نہ کیا جائے۔ اس حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول کرکے نماز پڑھی مگر عتبان میں اس کا عکس ہے چونکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ کو کھانے کی دعوت دی گئی تھی اور عتبان کی حدیث میں آپ سے نماز پڑھنے کے لئے عرض کیا گیا تھا تاکہ وہ اس جگہ کو تبرک کے طور پر مصلّی بنالیں،، اس لئے آپ نے اہم امر پہلے فرمایا۔

نیز معلوم ہوا کہ صف کے پیچھے اگر اکیلا نماز میں کھڑا ہو تو اس کی نماز صحیح ہے۔ کیونکہ عجوز پیچھے تنہا نماز پڑھنے کھڑی تھی۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے مگر امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صف کے پیچھے تنہا شخص کی نماز صحیح نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا صَلٰوۃَ لِلْمُنْفَرِدِ خَلْفَ الصَّفِّ،، دوسرے ائمہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث میں کمال کی نفی ہے جیسے لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ سلام فرض نہیں کیونکہ انصراف میں سلام کا لفظ مذکور نہیں۔ واللہ اعلم!

باب ـ چھوٹے مُصلّٰی پر نماز پڑھنا

۳۷۶ ـ ترجمہ: ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلَى الْخُمْرَةِ

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْفِرَاشِ

وَصَلّٰى اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَقَالَ اَنَسٌ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْجُدُ اَحَدُنَا عَلٰى ثَوْبِهٖ

۳۷۷ — حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ

چھوٹے مصلّی پر نماز پڑھتے تھے۔

۳۷۶ — شرح: اگرچہ حدیث بعینہٖ ۳۷۴ میں گزر چکی ہے مگر اس کے تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے اسناد کے بعض رواۃ مختلف ہیں۔ اور اگر اسناد مختلف نہ ہوں۔ تو اس قسم کی روایات میں بخاری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس حدیث کے نقل کرنے سے اپنے شیخ کا مقصد بیان کریں اور اس سے احکام کے استخراج کا اختلاف بیان کریں، کیونکہ ہر شیخ کا مقصد مختلف ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر مصلّی وغیرہ بچھا کر اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مٹی پر سجدہ ضروری نہیں۔

مُلَیْکہ

بضمّ المیم و فتح اللام ہے۔ یہ اُمّ سُلیم بنت ملحان انصاریہ ہیں۔ پہلے یہ مالک کی بیوی تھیں اُن سے اَنس پیدا ہوئے پھر ان سے ابو طلحہ نے نکاح کیا تو ان سے عبد اللہ پیدا ہوئے۔

باب — فراش پر نماز پڑھنا

حضرت انس نے فراش پر نماز پڑھی اور انس نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہم سے کوئی اپنے کپڑے پر سجدہ کرتا تھا۔

۳۷۷ — ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں رسول اللہ

عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهٖ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو جاتی تھی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے تھے۔ آپ سجدہ فرماتے تو مجھے چھوتے میں اپنے پاؤں اکٹھے کر لیتی۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو ان کو پھیلا دیتی۔ ام المؤمنین نے کہا۔ اس وقت گھروں میں چراغ نہ تھے۔

ترجمۃ الباب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اثر سے مراد یہ ہے کہ ہم شدت کی گرمی میں سجدہ گاہ پر اپنے کپڑے کی آستین بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتے تھے"، اور جب اپنے کپڑے پر سجدہ کر لیا تو فراش پر سجدہ ہُوا لہٰذا اس کی مناسبت باب کے ساتھ واضح ہے۔

۳۷۷ — **شرح** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے کلام کا مقصد یہ ہے کہ اگر اس وقت چراغ ہوتے تو جب آپ سجدہ کرنے کا ارادہ کرتے تو میں فوراً اپنے پاؤں اکٹھے کر لیتی۔ اور آپ کو میرے پاؤں چھونے کی تکلیف نہ ہوتی۔ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مائی صاحبہ نیند میں مستغرق نہ ہوتی تھیں۔ ورنہ چراغ کا ہونا اور نہ ہونا سونے والے کے لئے برابر ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے آگے اور سامنے عورت ہو تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی اور اگر وہ آگے گزر جائے جب بھی کوئی حرج نہیں۔ جمہور فقہاء جن میں امام ابوحنیفہ مالک اور شافعی بھی شامل ہیں کا یہی مسلک ہے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ عورت، کتا اور گدھا آگے سے گزر جائے تو نماز قطع ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا نمازی کے آگے سے گزرنے سے خشوع خضوع جاتا رہتا ہے۔ نماز باطل نہیں ہوتی یا وہ حدیث منسوخ ہے ؛ کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ "، جس حدیث میں یہ ہے کہ نماز کو یہودی، نصرانی، مجوسی اور خنزیر قطع کر دیتے ہیں وہ حدیث ضعیف ہے" نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے کوئی سویا ہو تو جائز ہے اور جس حدیث میں یہ ہے وَلَا تُصَلُّوْا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ ضعیف ہے۔ خطابی نے کہا یہ روایت کئی طریقوں سے مروی ہے۔ وہ سب کمزور ہیں۔

[illegible]

۳۷۸ـــ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهِيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ اعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ

۳۷۹ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ

تشریع میں تھے۔ خصوصیت کے مقام میں نہ تھے۔ لہذا آپ کے مس کرنے کو بلا دلیل خصوصیت پر محمول نہیں کرسکتے،، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ فراش وغیرہ پر نماز جائز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فراش پر نماز پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۳۷۸ـــ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فراش پر نماز پڑھتے اور وہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی تھیں۔

۳۷۹ـــ ترجمہ: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فراش پر جہاں آپ دونوں آرام فرمایا کرتے تھے۔ نماز پڑھتے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلہ کے درمیان جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی تھیں۔"

۳۷۸ـــ۳۷۹ـــ شرح: پہلی حدیث میں "عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ،، اور دوسری میں علی الفراش الذی ینامان علیہ ذکر کیا اور الَّذِي يَنَامَانِ عَلَيْهِ کی قید کا فائدہ اس امر پہ آگاہ کرنا ہے کہ یہ وہ فراش تھا جس پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ پہلی روایت میں فراش عام ہے اس پہ آرام فرماتے ہوں یا نہ مگر یہ فائدہ ظاہری نظر میں ہے؛ کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ فراش پر نماز جائز ہے۔ مذکور تقلید مراد نہیں۔ اس روایت کے ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ یہ روایت مسند اور مرسل دونوں طرح مروی ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔ مگر محمول اس پر ہے کہ عروہ نے ام المؤمنین سے سُنا ہے؛ چنانچہ پہلی روایت

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الثَّوْبِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُوْنَ عَلَى الْعَمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِيْ كُمِّهٖ

۳۸۰ـــ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِیْ غَالِبُ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ اَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِیْ مَكَانِ السُّجُوْدِ

اس پر دلالت کرتی ہے کہ ام المؤمنین نے عروہ کو خبر دی،، ان دونوں حدیثوں کی ترجمہ سے مناسبت ظاہر ہے

اسماء رجال : عراک بن مالک غفاری ہیں وہ ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ منورہ (شرفہا اللہ تعالیٰ) میں فوت ہوئے
عروہ تابعی ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اس لئے یہ حدیث تابعی کی مرسل ہے۔

باب ـ شدت کی گرمی میں کپڑے پر سجدہ کرنا

حسن بصری نے کہا کہ صحابہ کرام عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے اور ہر ایک کے ہاتھ اس کی آستین میں ہوتے ۔،،

۳۸۰ ـــ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ،، نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم سے کوئی سخت گرمی کی وجہ سے اپنے کپڑے کا کنارہ سجدہ کی جگہ رکھ لیتا،،

۳۸۰ ـــ شرح : اس حدیث سے امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ سخت گرمی اور اس طرح سخت سردی میں کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ناجائز ہے اور یہ حدیث ان پر حجت ہے اور

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی النِّعَالِ

۳۸۱ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اَیَاسٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ اَنَا اَبُوْمَسْلَمَةَ سَعِیْدُ بْنُ یَزِیْدَ الْاَزْدِیُّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْهِ قَالَ نَعَمْ

کورِ عمامہ (پگڑی کے پیچ) پر سجدہ کرنا امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے جبکہ ماتھا اچھی طرح جم جائے اور اگر صرف مس کیا اور داب نہ دی تو سجدہ نہ ہوگا۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابو اسامہ کے طریق سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز کی حالت میں سجدہ کرتے اور ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے۔ ان میں سے کوئی شخص اپنی ٹوپی اور عمامہ پہ سجدہ کرتا" بہرکیف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑا بچھاکر اس پہ سجدہ کرنا جائز ہے۔

اسماء رجال

ع۱ بشر بن مفضل رقاشی عثمانی ہیں وہ ہر روز چار سو رکعتیں پڑھتے تھے حدیث ۶۶ کے اسماء میں دیکھیں۔ ع۲ غالب بن خطاف قطان صالحین میں سے ہیں

ع۳ بکیر بن عبداللہ مزنی ثقہ حجت اور فقیہہ ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری تابعی ہیں۔

ع۴ ابورافع نفیع کی کنیت ہے وہ بصری ہیں، کیونکہ وہ مدینہ منورہ سے بصرہ منتقل ہوگئے تھے۔ اُنھوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے، لیکن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے یہ بہت بڑے تابعی ہیں اس اسناد میں تین تابعی اور پانچ بصری ہیں۔

باب ـ جوتوں سمیت نماز پڑھنا

۳۸۱ ـ ترجمہ: حضرت ابومسلمہ سعید بن یزید ازدی نے کہا۔ میں نے انس بن مالک سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوڑے سمیت نماز پڑھتے تھے؟ اس نے کہا ہاں!

۳۸۱ ـ شرح: ابن بطال نے کہا کہ علماء کے نزدیک اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جب جوتوں کے ساتھ نجاست نہ لگی ہو تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کرے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما نے

بَابُ الصَّلٰوةِ فِی الْخِفَافِ

۳۸۲ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ رَاَيْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فَسُئِلَ فَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَكَانَ يُعْجِبُهُمْ لِاَنَّ جَرِيْرًا كَانَ مِنْ اٰخِرِ مَنْ اَسْلَمَ

کہا اگر جوتے سے تر نجاست لگی ہو تو وہ دھوئے بغیر صاف نہیں ہوتا۔ اگر خشک نجاست ہو تو پونچھنے سے صاف ہو جاتا ہے جوتوں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے۔ ابوداؤد نے شداد بن اوس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کی مخالفت کرو وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا نجاست موزہ یا جوتا پر دھونے کے بغیر پاک نہیں ہوتی۔

یہودیوں کی مخالفت کے لئے ان میں نماز پڑھنا مستحب ہے مسنون نہیں، کیونکہ جوتوں میں نماز پڑھنا اصل مقصد نہیں۔ ابوداؤد میں عمر بن شعیب کے اسناد سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہنے ہوئے اور ننگے پاؤں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ بہرحال جوتوں میں نماز پڑھنا جائز ہے وہ اس قدر نرم ہونے چاہئیں کہ پاؤں زمین کی صلابت محسوس کریں اور انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگیں ورنہ جائز نہیں۔

باب ـ موزوں میں نماز پڑھنا

۳۸۲ ـ ترجمہ: ہمام بن حارث نے کہا میں نے جریر بن عبد اللہ کو دیکھا کہ انھوں نے پیشاب کیا پھر وضوء کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی ان سے جب پوچھا گیا تو کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ نے کہا لوگوں کو یہ حدیث خوش کرتی تھی؛ کیونکہ جریر رضی اللہ عنہ سب سے آخر میں مسلمان ہوئے تھے۔

۳۸۳ — حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ وَصَلّٰى

بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ السُّجُوْدَ

۳۸۴ — حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ رَأٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ وہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخر وقت میں جس سال آپ نے وصال فرمایا مسلمان ہوئے ان کے اعجاب کی وجہ یہ تھی کہ یہ حدیث مسح کا حکم باقی رکھتی ہے اور اس کے عدم نسخ پہ دلالت کرتی ہے کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سورۂ مائدہ میں وضوء کی آیت سے مسح منسوخ ہوچکا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح منسوخ نہیں؛ کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد مسلمان ہوئے۔ اگر موزوں پر مسح منسوخ ہوتا تو جریرؓ کیوں مسح کرتے اور پھر یہ کہتے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔ علامہ عینیؒ نے کہا کہ موزوں پر مسح میں احادیث تواتر تک پہنچتی ہیں۔ کثیر علماء کی یہی رائے ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قریب ہوتے ہوئے پیشاب کرنا جائز ہے۔ اگرچہ سنت یہ ہے کہ پیشاب پردہ میں کیا جائے اور موزوں پر مسح جائز ہے۔

---

۳۸۳ — ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ آپ نے موزوں پہ مسح کیا اور نماز پڑھی۔"

۳۸۳ — شرح: پہلی حدیث ۳۸۲ اور باب المسح علی الخفین میں حدیث ۲۰۱ میں اس کی پوری تفصیل ذکر کردی ہے۔

بَابُ يُبْدِي ضَبْعَيهِ وَيُجَافِي جَنبَيهِ فِي السُّجُودِ

۳۸۵ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبِطَيْهِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ نَحْوَهُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

باب — جب پورا سجدہ نہ کرے

۳۸۴ — ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجود پورا نہ کرتا تھا۔ جب اس نے نماز ادا کر لی تو اسے حذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ ابو وائل نے کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حذیفہ نے کہا اگر تو مر جاتا تو سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کے خلاف مرتا۔

۳۸۴ — شرح: ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنی تُو نے کامل نماز ادا نہیں کی چونکہ اس نے اچھی طرح نماز نہ پڑھی تھی اس لئے اس کے عمل کی نفی کی جیسے جب صانع اچھا کام نہ کرے تو اُسے کہا جاتا ہے تُو نے کچھ نہیں کیا اس سے مراد کمال کی نفی ہوتی ہے۔ ابن بطال نے کہا اس حدیث کی دلالت اس پر ہے کہ نماز میں طمانیت سنت ہے۔ امام ابوحنیفہ اور محمد رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے امام ابو یوسف اور شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک فرض ہے عنقریب یہ مسئلہ آنے والا ہے۔

اسماء رجال: صَلت بن محمد بن عبد الرحمٰن خارکی بصری ہیں۔ خارک بصرہ کے اطراف میں ایک بستی ہے۔ ۲ مہدی بن میمون کی کنیت ابو یحییٰ ہے وہ ازدی ہیں۔ ۱۷۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ ۳ واصل بن حیان احدب کو کتاب الایمان میں دیکھیں ۴ ابو وائل کا نام شقیق بن سلمہ ہے وہ مخضرمی ہیں۔
۵ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدان ہیں۔

باب — سجدے میں اپنے بازو کھول دے

۳۸۵ — ترجمہ : عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو دونوں ہاتھوں کو کھول دیتے حتیٰ کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی ۔ لیث نے کہا مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس طرح خبر دی ۔

۳۸۵ — شرح : یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں اور پہلوؤں کو خوب کشادہ کرتے ۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح ایک تو تواضع و انکساری ہوتی ہے اور دوسرے پیشانی زمین پر اچھی طرح مستقر ہوتی ہے اور سستی وغیرہ دُور ہو جاتی ہے ۔ اس حدیث کی غرض یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں اپنے بازوں پہلوؤں سے نہ لگائے ۔

ابط سے مراد حقیقۃً بغل ہے جبکہ وہ مستور نہ ہو ۔ اگر مستور ہو تو مراد بغل کے کپڑے کی سفیدی ہے ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تو آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان سے بکری کا بچہ گذرنا چاہتا تو گذر سکتا تھا ۔ اس طرح کشادگی سے سجدہ کرنا مردوں کے لئے سنت ہے اور عورت اور خسرہ اعضاء کو اکٹھا کر کے سجدہ کریں تاکہ پردہ ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نمازی اپنی کہنیاں رانوں پر سجدہ کی حالت میں رکھ سکتا ہے ۔ ترمذی رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سجود کی مشقت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا گھٹنوں سے مدد لے لیا کرو ،، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ سجدہ کی حالت میں اپنی کہنی ران پر رکھ لوں ؟ انھوں نے کہا جیسے آسانی ہو سجدہ کرو بہرحال اس مسئلہ میں وسعت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہاتھ اور پہلو کشادہ بھی کرتے تھے اور اکٹھے بھی کر لیتے تھے ۔ فرائض اور نوافل کا ایک ہی حکم ہے ۔ واللہ اعلم !

اسماء رجال

: جعفر بن ربیعہ بن شرحبیل مصری ہیں ۔ ۱۳۵ ھجری میں فوت ہوئے ابن ہرمز کا نام عبدالرحمٰن ہے ۔ وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں ۔ عبداللہ یہ ابن مالک ہیں ان کا کئی بار ذکر ہو چکا ہے ۔ بحینہ عبداللہ کی والدہ کا نام ہے وہ والد اور والدہ دونوں طرف منسوب ہوتے ہیں ۔ قدیم الاسلام ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں عبادت گو بہت بڑے فاضل تھے ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے ۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہوئے ۔ امام نووی رحمہ اللہ نے کہا درست بات یہ ہے کہ مالک پر تنوین پڑھی جائے اور ابن الف سے لکھا جائے کیونکہ ابن بحینہ مالک کی صفت نہیں عبداللہ کی صفت ہے ، کیونکہ عبداللہ کے باپ کا نام مالک ہے اور ان کی والدہ کا نام بحینہ ہے ۔ وہ مالک کی بیوی ہے ۔ پس اس میں لفظ ابن مناسب علموں کے درمیان واقع نہیں "

بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ

قَالَهُ اَبُوْحُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۸۶ — حَدَّثَنَا عَمْرُوْبْنُ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُبْنُ سَعْدٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ

باب — قبلہ کی طرف منہ کرنے کی فضیلت

پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرے یہ ابوحمید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ذکر کیا ہے "

۳۸۶ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص ہماری نماز کی طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مُسلمان ہے جس کے لئے اللہ اور اس کے رسُول کی ذمّہ داری ہے ۔ تم اللہ تعالیٰ کی ذمّہ داری کو ضائع نہ کرو !

۳۸۶ — شرح : اخفار کا معنی نقضِ عہد ہے یعنی تم ایسے شخص کے عہد کا نقض نہ کرو جو توحید و رسالت کا معترف ہے ؛ کیونکہ جو شخص نبوّت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا معترف ہے ۔ وہ تمام ضروریاتِ دین کا اعتراف کرے گا ۔ کلمۂ شہادت نماز میں داخل ہے اس لئے اسے ذکر نہ فرمایا ۔ نہی میں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ذمّہ ذکر نہ کیا ؛ کیونکہ اللہ کے ذمّہ کے نقض سے رسُول کا ذمّہ بھی منقوض ہو جاتا ہے ۔ اس لئے حصُول مقصود کے لئے اصل کو ذکر کیا اور پہلے تاکید اور عصمت کی تحقیق کے لئے ذکر کیا ۔

اس سے معلوم ہُوا کہ لوگوں کے امور ظاہر پر محمول ہیں جس نے دین کے شعائر ظاہر کئے ۔ اس پر اس کے

۳۸۷ـ حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَاَكَلُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَآؤُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلَ مَيْمُوْنُ بْنُ سِيَاهٍ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا اَبَا حَمْزَةَ وَمَا يُحَرِّمُ دَمَ الْعَبْدِ وَمَالَهٗ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَصَلّٰى صَلٰوتَنَا

احکام جاری ہوں گے۔ قبلہ نماز کے فرائض سے ہے اور نماز دین میں عظیم تر عبادت ہے جس نے قصداً قبلہ ترک کیا۔ اس کی نماز نہیں لہٰذا اس کا دین بھی نہیں،، حالتِ خوف کے بغیر قبلہ کی طرف نماز میں منہ کرنا شرط ہے مکہ معظمہ میں رہنے والے کے حق میں اس کو نظر پہنچانا فرض ہے۔ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے، کیونکہ کتابی اور وثنی مسلمانوں کے ذبائح کھانے کو بُرا جانتے ہیں۔ وثنی بُت پرست کو کہتے ہیں۔ نماز میں اُنگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنے ضروری ہیں اور حتی الوسع سب اعضاء قبلہ کی طرف متوجہ کرے۔

اسماء رجال

ع۱ ابو حمید عبد الرحمٰن بن سعد ساعدی انصاری مدنی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام منذر ہے اور کنیت ان کے نام پر غالب ہے۔

ع۲ عمرو بن عباس اہوازی بصری ہیں۔ ان کی کنیت ابو عثمان ہے۔ ۲۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

ع۳ مہدی وہ عبد الرحمٰن بن مہدی بن حسان ہیں ان کی کنیت ابو سعید ہے وہ بصری لؤلؤی ہیں ع۴ منصور بن لؤلؤی بصری کے شاگرد ہیں ع۵ میمون بن سیاہ بہت متقی پرہیزگار اور صدوق ہیں۔

۳۸۷ـ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہیں جب وہ یہ کہیں اور ہماری نماز کی طرح نماز پڑھیں ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں منہ کریں ہمارا ذبیحہ کھائیں

وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَهُوَ الْمُسْلِمُ لَهٗ مَا لِلْمُسْلِمِ وَعَلَيْهِ مَا عَلَى الْمُسْلِمِ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَنَا يَحْيٰى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا حُمَيْدٌ قَالَ نَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم پر ان کی خونریزی اور ناحق ان کے مال حرام ہیں اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ ابن ابی مریم نے کہا ہم کو یحییٰ نے خبر دی۔ اُس نے کہا کہ ہم کو انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دی ہے اور علی بن عبد اللہ نے کہا کہ ہم کو خالد بن وارث نے خبر دی اُس نے کہا ہم کو حمید نے خبر دی کہا میمون بن سیاہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہا اے ابا حمزہ کسی شخص کے خون اور مال کو کونسی شئ حرام کرتی ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ جس نے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کلمہ شہادت پڑھا۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی۔ اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے جو حقوق مسلمانوں کے لئے ہیں وہی اسی کے لئے ہیں جو فرائض مسلمان پر واجب ہے وہی اس پر واجب ہے۔

۳۸۷ — **شرح**: مسلمان ہونے کے لئے صرف "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ "محمد رسول اللہ" منضم نہ ہو۔ حدیث شریف میں نماز، استقبالِ قبلہ اور ذبح سے اقرارِ رسالت کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ یہ تینوں دینِ اسلام کے خواص ہیں یہ اس طرح کہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہنے والے یہود و نصاریٰ کی نماز میں رکوع نہیں ان کا قبلہ کعبہ سے مختلف ہے ان کا ذبیحہ ہمارے ذبیحہ جیسا نہیں یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ کلمہ شہادت کا پہلا جزء سارے کلمہ کی خبر دیتا ہے۔ یعنی جس نے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہا وہ مسلمان ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ میں نے "الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ" پڑھا اور اس کی مُراد ساری سورہ بقر ہوتی ہے، لیکن اس تقریر پر یہ سوال ہوتا ہے کہ مذکورتین امور کی اس وقت ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ یہی کلمہ شہادت شعارِ اسلام ہے جو لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لئے کافی ہے ہاں اس سوال کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ قول یعنی اقرار باللسان کو فعلی صورت میں ظاہر کیا جائے گویا کہ فرمایا کہ وہ جب کلمہ شہادت پڑھیں اور اس کے مقصد کی تحقیق فعلی طور پر کریں تو ہی ان کی جان و مال کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ اسلام کے دُوسرے ارکان اور واجبات سے ان تینوں کو اس لئے خاص کیا ہے کہ یہ تینوں باقی ارکان و واجبات دین سے زیادہ واضح، عظیم تر اور اسلام پر جلدی آگاہ کرتے ہیں، کیونکہ ایک دن میں احساس ملاقات سے ان کی نماز اور کھانے پینے کا پتہ چل سکتا ہے اور روزے سے ہمارا ان سے امتیاز نہیں ہو سکتا اور حج میں کبھی کئی مہینوں کی تاخیر ہوتی ہے، یا کبھی ان کے پاس زاد سفر نہیں ہوتا اس لئے ان کے اسلام پر جلد اطلاع نہیں ہو سکتی حضرت میمون بن سیاہ کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال اگرچہ دماء اور اموال کی تحریم کے سبب سے تھا اور جواب

بَابٌ — قِبْلَةُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ

لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا

میں کچھ زیادہ بھی ذکر کیا گیا ہے مگر اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال : ؏۱ نعیم بن حماد مروزی خزاعی صاحب تصانیفِ فارض ہیں۔ علم میراث میں بہت ماہر تھے۔ مصر میں سکونت پذیر ہے تھے وہیں رہے اور اسحاق بن ہارون کے عہد خلافت میں وہاں سے چلے گئے اُن سے قرآن کے متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے ان کے خیال کے مطابق جواب دینے سے انکار کر دیا تو اُنھوں نے انہیں قید کر دیا۔ حتیٰ کہ ۲۲۸ ہجری کو سامرا میں فوت ہو گئے خالد بن حارث بصری ہیں ان کی کنیت ابوعثمان ہے انہیں خالد صدق کہا جاتا تھا۔ بصرہ میں ۱۸۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب اہلِ مدینہ، اہلِ شام و مشرق کا قبلہ مشرق میں نہیں اور نہ ہی مغرب میں قبلہ ہے

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبلہ کو منہ نہ کرو، لیکن مشرق و مغرب کی طرف منہ کرو۔"

شرح الباب : مدینہ منورہ کے رہنے والوں اور شام کے رہنے والوں اور وہاں کے مشرق اور مغرب کے باشندوں کا قبلہ ان کے مشرق و مغرب میں نہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مشرق و مغرب کی جہت میں قضاءِ حاجت کو مباح فرمایا۔ یہ اس لئے کہ ان کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے جیسا کہ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے مگر یہ سب کے لئے نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو مدینہ منورہ میں رہتے ہیں یا جن کا قبلہ اہلِ مدینہ منورہ کی جہت میں ہے اور انہی کے لئے

۳۸۸ — حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا سُفْیٰنُ قَالَ نَا الزُّهْرِیُّ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ یَزِیْدَ اللَّیْثِیِّ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَیُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِیْضَ بُنِیَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَعَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَیُّوْبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

فرمایا کہ بول و براز کے وقت قبلہ کی جہت میں منہ نہ کرو، لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو! اس کی تفصیل کتاب الوضوء حدیث ۱۴۴، ۱۴۵ میں دیکھیں۔

۳۸۸ — ترجمہ : حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیت الخلاء آؤ تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ ہی اس طرف پشت کرو! لیکن مشرق و مغرب کی طرف منہ کرو! ابوایوب نے کہا ہم شام میں آئے تو وہاں کے بیت الخلاء دیکھے کہ وہ قبلہ کی جہت میں بنائے گئے ہیں تو ہم قبلہ کی جہت سے پھر جاتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے۔ زُہری نے عطاء سے روایت کی۔ اُنھوں نے کہا میں نے ابوایُوب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح بیان کرتے سُنا۔

۳۸۸ — شرح : جو بھول کر یا غلطی سے کوئی فعل کرے۔ وہ آثم و گنہگار نہیں ہوتا لہٰذا اسے استغفار کی حاجت نہیں۔ مگر متقی اور پرہیزگار لوگ اس پر بھی نادم ہو کر استغفار کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت ابوایوب اس تقدیر پر استغفار کرتے تھے۔ اس مسئلہ کی تقریر حدیث ۱۴۴، ۱۴۵ کے تحت مذکور ہے۔

مفردات : قِبَل مکسور الکاف ہے بمعنیٰ مقابلہ۔ اَلْغَائِط، قضائے حاجت کے لئے نیچی جگہ۔ مراحیض، مرحاض کی جمع ہے بمعنیٰ بیت الخلاء۔

اسماءِ رجال : عطاء بن یزید لیثی مدنی ہیں کہا گیا کہ شامی ہیں۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے۔ ایک سو سات ہجری میں فوت ہوئے۔ ابوایوب کا نام خالد ابن زید بن کُلَیب خزرجی ہے۔ وہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ بدر، بیعت عقبہ اور دیگر غزوات میں شریک

بَابُ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى

۳۸۹ — حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْعُمْرَةِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَيَاْتِيْ اِمْرَاَتَهٗ فَقَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَطَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ وَسَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَقْرَبَنَّهَا حَتّٰى يَطُوْفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ

تھے ۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہی کے گھر قدم میمنت رکھا اور مکانات اور مسجد کی تعمیرات مکمل ہونے تک ایک ماہ انہی کے گھر تشریف فرما رہے ۔ ان کی کنیت ان کے نام پر غالب ہے ۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو پچاس احادیث روایت کی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جتنی جنگیں لڑی ہیں تمام میں ان کے ساتھی رہے اور پچاس ہجری میں قسطنطنیہ کی جنگ میں فوت ہو گئے ۔ ابو ایوب اس غزوہ میں یزید بن معاویہ کے ساتھ لشکر میں گئے اور بیمار ہو گئے ۔ جب بیماری سخت ہو گئی تو اپنے ساتھیوں سے کہا اگر میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا کر میدان جنگ میں لے جاؤ اور اپنے قدموں کے نیچے مجھے دفن کر دو انھوں نے ایسا ہی کیا ۔ چنانچہ ان کی قبر شریف ماوی حاجات ہے لوگ وہاں جا کر بارش کی دعا کرتے ہیں تو بارش ہو جاتی ہے (کرمانی)

باب — اللہ تعالیٰ کا ارشاد مقامِ ابراھیم کو مُصلّٰی بناؤ

۳۸۹ — ترجمہ : حضرت عمر بن دینار رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے عبداللہ بن عمر سے ایک

شخص کے متعلق پُوچھا جس نے عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کی ۔ کیا وہ شخص اپنی بیوی کے پاس آسکتا ہے ؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیت اللہ کا طواف سات بار کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور صفا، مروہ کے درمیان سعی فرمائی ۔ تمہارے لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے ۔ ہم نے جابر بن عبداللہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ بیوی کے پاس نہ جائے حتیٰ کہ صفا، مروہ کے درمیان سعی کرے ۔

۳۸۹ — شرح : یعنی بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا، مروہ کے درمیان سعی نہ کرے کیا وہ اپنی بیوی سے جماع کرسکتا ہے ۔ یعنی صفا مروہ کے درمیان سعی سے پہلے احرام کھول سکتا ہے ؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تم آپ کی اقتداء کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی سے پہلے احرام نہیں کھولا ۔

مقامِ ابراہیم

وہ پتھر ہے جس پر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدمِ میمنت کا اثر ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے اس پر قدم رکھے ۔ مقامِ ابراہیم کے متعلق مفسرین میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے ۔ مجاہد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مقامِ ابراہیم سارا حرم شریف ہے ۔ سُدی نے کہا مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جسے سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیوی نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم شریف کے نیچے رکھا تھا جبکہ ان کے سَرِ مبارک کو دھویا تھا ۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یہ ذکر کیا ہے ۔ سدی اور قتادہ نے کہا لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کا حکم ملا ہے ۔ یہ یقینی امر ہے کہ جو مقام ابراہیم کی جہت میں کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے اس نے فرض ادا کردیا ؛ کیونکہ اس وقت فرض بیت اللہ ہے ۔ مقام براہیم نہیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے باہر نماز پڑھی اور فرمایا یہ قبلہ ہے حالانکہ آپ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی تھی مقام کی طرف منہ نہیں کیا تھا ۔ مقام قبلہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ نمازی اور قبلہ کے درمیان ہو ۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عمرہ میں سعی واجب ہے ۔ یہی سب علماء کا مذہب ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں صرف بیت اللہ کا طواف کرکے احرام کھول سکتا ہے اور یہ سُنت کے خلاف ہے " طواف میں سات چکر ہیں ۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے ۔ یہ واجب ہے بعض سنت کہتے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں اگر طواف واجب ہے تو یہ واجب ہیں ورنہ سُنت ہیں ۔ واللہ اعلم !

اسماء رجال : ۱ حمیدی اور سفیانؒ بن عُیَینہ کا حدیث ۱ کے اسماء میں تذکرہ ہوچکا ہے ۔
۳ عمرو بن دینار حدیث ۱۳ کے اسماء میں گزرے ہیں ۔

۳۹۰ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي سُلَيْمَنَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيلَ لَهُ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَأَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلَى يَسَارِهِ إِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ

۳۹۰ — ترجمہ : حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا عبداللہ بن عمر آئے تو ان سے کہا گیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ کعبہ میں داخل ہوئے ہیں۔ ابن عمر نے کہا میں آیا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے تھے۔ میں نے بلال کو دروازہ کی دونوں لکڑیوں کے درمیان کھڑے پایا اور ان سے پوچھا اور کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے؟ بلال نے کہا ہاں دونوں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے جو بائیں طرف ہوتے ہیں جبکہ تو اس میں داخل ہو۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور کعبہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں۔

۳۹۰ — شرح : حدیث شریف میں "بابین" سے مراد دروازہ کی دونوں لکڑیاں ہیں کیونکہ اس وقت کعبہ کا ایک ہی دروازہ تھا۔ یا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کعبہ کے دو دروازے تھے۔ اس اعتبار سے "بَيْنَ الْبَابَيْنِ" کہا یا راوی کی روایت کرنے کے زمانہ میں اس کے دو باب تھے؛ کیونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دو دروازے بنا دیئے تھے "يَسَارِهٖ" کی ضمیر کا مرجع داخل ہے وہ جو بھی ہو اور خطاب سے مراد عموم ہے۔ سب علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح ہے کیونکہ یہ مثبت ہے اس میں علم کی زیادتی ہے لہٰذا اس کو ترجیح دینا ضروری ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں صرف دعائیں کیں نماز نہیں پڑھی یہ حدیث مرجوح ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام جب کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کا دروازہ بند کرکے دعاء میں مشغول ہو گئے تو حضرت اسامہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء کرتے دیکھا تو وہ بھی کعبہ کے ایک کونے میں دعاء میں مصروف ہو گئے۔ آپ کعبہ کے دوسرے کونہ میں تھے جبکہ حضرت بلال آپ کے بہت قریب تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز

۳۹۱ ـ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ ابْنُ نَصْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ دَعَا فِي نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى خَرَجَ مِنْهُ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِي قُبُلِ الْكَعْبَةِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ

پڑھی جسے حضرت بلال نے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھا اور اُسامہ نے دوسرے کونہ میں ہونے کی وجہ سے نہ دیکھا اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیف سی نماز پڑھی تھی۔ حضرت اُسامہ دُعاء میں مستغرق رہے حتّٰی کہ آپ نماز سے فارغ ہوگئے۔ اس لئے انھوں نے اپنے ظن کے اعتبار سے نماز کی نفی کی نیز ہوسکتا ہے کہ آپ کعبہ میں دو مرتبہ داخل ہوئے ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھی اور دُوسری مرتبہ صرف دُعاء فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

اسماء رجال : ع۱ یحییٰ بن سعید قطان قد مرّ ع۲ سَیفؒ بن سلیمان مخزومی مکّی ہیں آپ ثقہ صدوق ہیں۔ ۱۵۱ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ مجاہد حدیث ع۶ کے بعد مذکور ہیں۔

---

۳۹۱ ـ ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے تمام کونوں میں دُعاء کی اور نماز نہ پڑھی۔ حتّٰی کہ اس سے باہر تشریف لے گئے۔ جب کعبہ کے باہر آئے تو سامنے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا: یہ قبلہ ہے۔

۳۹۱ ـ شرح : حافظ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مستخرج میں اسحاق بن راہویہ کے طریق سے اسی اسناد کے ساتھ اسے ذکر کیا اور اسامہ بن زید سے ابن عباس کی روایت ذکر کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ابن عباس کی مراسیل سے مرسل حدیث ہے۔ نیز یہ ہرگز ثابت نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے ہوں۔ حدیث ع۳۹۰ میں حضرت بلال کی حدیث کو اس پر ترجیح کی وجہ مذکور ہوچکی ہے اور هٰذِهِ الْقِبْلَةُ کا معنی یہ ہے کہ قبلہ صرف یہ چار دیواری ہے ساری مسجد حرام اور حرم شریف حتّٰی کہ حطیم بھی قبلہ نہیں اور نہ ہی سارا مکہ قبلہ ہے۔ اس حدیث سے بعض نے استدلال کیا کہ دن کے نفل دو دو رکعتیں ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا رات اور دن میں نوافل دو دو رکعت افضل ہیں۔ امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ... کو دو دو رکعتیں افضل ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ

بَابُ التَّوَجُّهِ نَحْوَ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ

وَقَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَبِّرْ

۳۹۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ قَالَ نَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ فَاَنْزَلَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَتَوَجَّهَ نَحْوَ الْقِبْلَةِ وَقَالَ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمُ الْيَهُوْدُ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ ثُمَّ

نے کہا رات اور دن میں چار چار رکعت افضل ہیں ، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اپنی خالہ میمونہ کے گھر میں رات رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھتے رہے کہ آپ چار چار رکعتیں پڑھتے تھے ۔ ان کے حسن اور طول سے مت پوچھو ۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کعبہ میں فرض و نفل دونوں جائز ہیں ۔

اسماء رجال : ۱ اسحاق بن نصر حدیث ۷۷ کے اسماء میں دیکھیں وہ اسحاق بن ابراہیم بن نصر ہیں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ۔

باب — قبلہ کی طرف متوجہ ہونا جہاں بھی ہو

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبلہ کی طرف منہ کرو اور تکبیر کہو"

۳۹۲ — ترجمہ : حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ یا سترہ ماہ نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ محبوب تھا کہ

خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فِىْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ يُصَلُّوْنَ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَ الْكَعْبَةِ

۳۹۳ — حَدَّثَنَا مُسْلِمُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَوَجَّهَتْ بِهٖ فَاِذَا اَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ

کعبہ کی طرف نماز میں متوجہ ہوں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی " ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف اُٹھتا دیکھتے ہیں " تو آپ کعبہ کی طرف نماز میں متوجہ ہو گئے اور بیوقوف لوگوں نے کہا اور وہ یہودی ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ پہلے تھے کس نے پھیرا ہے؟ آپ فرمائیے اللہ کے لئے مشرق و مغرب ہے جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے " نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص نے نماز پڑھی پھر وہ نماز پڑھنے کے بعد انصار کے کچھ لوگوں پر گزرا۔ جو عصر کی نماز میں بیت المقدس کی طرف متوجہ تھے اور کہا وہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز میں کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ لوگ نماز ہی میں پھر گئے۔ حتیٰ کہ وہ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

۳۹۲ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھا کرتے تھے اور ہجرت کے بعد بھی سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے رہے۔ مگر آپ کی دلی خواہش یہی تھی کہ آپ کا قبلہ کعبہ ہو،، تو اللہ تعالیٰ نے قبلہ کی تحویل فرما دی۔ یہ تحویل ہجرت کے دو سال بعد نصف رجب میں ہوئی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ ربیع الاوّل میں تشریف لائے۔ اس حدیث شریف میں عصر کی نماز ذکر کی اور بخاری مسلم اور نسائی کی حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت میں صبح کی نماز مذکور ہے مگر ان دونوں روایات میں تضاد نہیں، کیونکہ یہ خبر ایسے لوگوں تک پہنچی جو مدینہ منورہ میں عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر دوسرے روز کی صبح کو یہ خبر اہل قباء کو پہنچی، کیونکہ قباء مدینہ منورہ سے باہر ہے اس حدیث کی مزید تحقیق حدیث

۳۹ع باب الصلوٰۃ من الایمان میں ہے

اسماء رجال

: ع۱ عبداللہ بن رجاء غدانی بصری ہیں ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔ ۲۱۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق سبیعی ہمدانی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابو یوسف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا اسرائیل شیخ ثقہ تھے اوران کے حافظہ پہ تعجب کرتے تھے ایک سو ساٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔ انھوں نے اپنے دادا ابواسحاق عمرو ابن عبداللہ سبیعی سے سماعت کی ہے۔ ابواسحاق کا ذکر حدیث ع۳۹ کے اسماء میں گزرا ہے۔
ع۳ براء بن عازب حدیث ع۳۹ کے اسماء میں دیکھیں۔

۳۹۳

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپنی سواری پہ جدھر بھی وہ متوجہ ہوتی۔ نماز پڑھ لیتے تھے اور جب فرض ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اُتر جاتے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے۔

۳۹۳

شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر سواری پر نماز پڑھ لیتے تھے۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پہ نماز پڑھ رہے تھے جبکہ سواری خیبر کی طرف متوجہ تھی۔
امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام بھیجا۔ میں واپس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی طرف متوجہ سواری پر نماز پڑھ رہے تھے رکوع کی نسبت سجدہ نیچا فرماتے تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فرض پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اُتر جاتے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا فرماتے۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض کی نماز میں قبلہ کی طرف متوجہ ہونا فرض ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے مگر خوف یا بارش کے وقت جبکہ نمازی کو خشک جگہ نہ ملے تو اس صورت میں فرض بھی سواری پر جائز ہیں۔ یا سواری اتنی تیز ہو کہ اگر اس سے اُترے تو پھر اس پر سوار ہونا دشوار ہو جائے گا یا بوڑھا ہے اور نیچے اترنے کی صورت میں کوئی سوار کرنے والا نہیں ملتا یا نیچے درندے کا ڈر ہے تو ان صورتوں میں سواری پر نماز جائز ہے۔ احناف کا یہی مسلک ہے کہ شہر سے باہر نماز سواری پر جائز ہے اور عذر کے ساتھ فرض بھی جائز ہیں۔ سفر کا طویل ہونا جمہور کے نزدیک شرط نہیں۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

اسماء رجال

: ع۱ مسلم قصاب ع۲ ہشام دستوائی دونوں کا ذکر حدیث ع۴۲ کے اسماء میں گزرا ہے ع۳ یحییٰ بن ابی کثیر کا ذکر حدیث ع۱۱۲ میں گزرا ہے ع۴ محمد بن عبدالرحمٰن کی کنیت ابوعبداللہ ہے وہ عامری مدنی ہیں۔

۳۹۴ــــ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا اَدْرِيْ زَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّاْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ

۳۹۴ــــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ معلوم نہیں کہ آپ نے نماز میں کچھ زیادہ کیا یا کم کیا جب آپ نے سلام پھیرا تو عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم ہُوا ہے آپ نے فرمایا کیا بات ہے اُنھوں نے کہا آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ آپ نے دونوں قدم پھیرے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہُوئے اور دو سجدے سہو فرمائے۔ پھر سلام پھیر دیا جب آپ ہماری طرف متوجہ ہُوئے تو فرمایا۔ اگر نماز میں کوئی حکم آتا تو میں تمہیں اس سے خبر دیتا، لیکن میں تمہاری طرح بشر ہوں آدمی ہوں۔ جیسے تم بھُولتے ہو۔ میں بھی بھُولتا ہوں۔ جب میں بھولوں تو یاد دلا دیا کرو۔ اور جب تم میں سے کوئی نماز میں شک کرے تو درست شئ اور درستی پہ بنا کر کے نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے۔

۳۹۴ــــ شرح : یعنی حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معلوم نہیں نماز میں رکعتیں کم پڑھیں۔ یا زیادہ، نماز میں نقصان مراد نہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سجدہ سہو سلام سے پہلے یا بعد دونوں طرح جائز ہے اور نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اختلاف صرف افضلیت میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ سلام کے بعد سجدہ سہو افضل ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر نماز میں نقصان واقع ہُوا ہو تو سلام سے پہلے اور اگر

سہو افضل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افعال بلاغیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام پر سہو آسکتا ہے۔ مگر وہ اس پر ثابت اور مستقر نہیں رہتے۔ بعد میں خبردار ہو جاتے ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ افعال بلاغیہ میں سہو نہیں ہوتا اور جو ظاہر روایات آئی ہیں کہ آپ کو سہو لاحق ہوا۔ وہ نبوت کے منافی نہیں اور وہ سہو ثابت نہیں رہتا جلدی زائل ہو جاتا ہے اور اس میں مزید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی حکم کا بیان اور اس کی تقریر ہو جاتی ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ افعال شرع اور وہ امور جن کا تبلیغ سے تعلق نہیں۔ ان میں جمہور علماء کے نزدیک انبیاء کو سہو لاحق ہو سکتا ہے مگر وہ اس پر مستقر نہیں رہتے۔ جب حکم شروع ہو جائے۔ سہو و نسیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ نیز جمہور علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اقوالِ بلاغیہ میں نسیان انبیاء علیہم السلام کے لئے ممتنع ہے اور دنیاوی اقوال یا جن احکام سے تبلیغ کا تعلق نہیں ان میں بعض لوگوں نے سہو کو جائز کہا ہے، کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔ مگر انبیاء پر نسیان عوام لوگوں کے نسیان جیسا نہیں ہوتا کیونکہ عوام کے نسیان میں شیطان کا دخل ہے اور کسبِ جدید کی ضرورت ہوتی ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کے ان پر شیطان تصرف نہیں کر سکتا۔ بلکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان تو مومن ہو چکا ہے اور ان کو نسیان صرف تقریرِ شرع کے لئے ہوتا ہے جو مستقر نہیں رہتا اور اس حدیث میں "أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ"، صرف ظاہری مشاکلت ہے۔ ہر اعتبار سے مشابہت نہیں۔ نماز میں سہو و نسیان کے فقہی مسائل کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ"، میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جو شخص نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک کرے کہ اس نے مثلاً تین پڑھی ہیں یا چار، تو صحیح تعداد سوچے اور جو غالب گمان ہو اس پر بنا کر کے باقی نماز پوری کرے اور اقل پر اقتصار نہ کرے جیسے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کیونکہ وہ اقل پر بناء کرتے ہیں۔ مثلاً تین یا چار میں شک ہو تو تین پر اقتصار کر لے، کیونکہ یہ یقینی امر ہے اور باقی نماز پوری کر کے سجدہ سہو کرے امام شافعی رضی اللہ عنہ مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی حدیث جو انہوں نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی نماز پڑھے اور معلوم نہ کر سکے کہ تین رکعات پڑھی ہیں یا چار تو یقین پر بنا کرے اور شک ترک کرے"۔ مگر احناف کہتے ہیں اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب تحری کرے اور کسی نتیجے پر نہ پہنچے تو اقل پر بناء کرے جو یقینی امر ہے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں اس میں سب کا اتفاق ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت بیان میں تاخیر نہ کرے، کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ"، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ وَمَنْ لَمْ يَرَ الْإِعَادَةَ

عَلَى مَنْ سَهَا فَصَلَّى إِلَى غَيْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيِ الظُّهْرِ وَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ ثُمَّ أَتَمَّ مَا بَقِيَ

۳۹۵ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلٰثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ

باب قبلہ کے متعلق ارشادات

اور جو شخص بھول کر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے اور جس نے اس نماز کا اعادہ ضروری نہ جانا، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا پھر اپنے چہرہ انور کو لوگوں کی طرف متوجہ فرمایا۔ پھر باقی نماز پوری کی۔

شرح: اس تعلیق کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا وقت چہرۂ انور لوگوں کی طرف متوجہ رکھا۔ اس وقت کو نماز کے حکم میں شمار کیا اور اس میں شک نہیں کہ آپ اس وقت سہو کی حالت میں غیر قبلہ کی طرف متوجہ تھے! اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص قبلہ کی تلاش میں کوشش کرے اور سوچ چکنے کے بعد غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو وہ اس نماز کا اعادہ نہ کرے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کا یہی مسلک ہے اور اسی کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس کی دلیل میں ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث ذکر کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے آسمان پہ بادل تھا۔ قبلہ کا معلوم کرنا مشکل ہو گیا۔ ہم نے اندازاً نماز پڑھ لی۔ جب سورج طلوع ہوا تو معلوم ہوا کہ ہم نے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ"، گو ترمذی نے اس کے اسناد میں کلام کیا ہے اور بیہقی نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت ذکر کر کے اسے ضعیف کہا

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَاٰيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
لَوْ اَمَرْتَ نِسَآءَكَ اَنْ يَّحْتَجِبْنَ فَاِنَّهٗ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ
الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَآءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ
عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ فَنَزَلَتْ
هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَقَالَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَنَا يَحْيٰى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ
۳۹۶ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا بِهٰذَا

۳۹۵ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تین امور میں اپنے رب کی موافقت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش کہ ہم مقام ابراہیم کو مصلٰی بناتے تو مذکور آیت "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى" نازل ہوئی (دوسری)، پردہ کی آیت! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں رہنے کا حکم فرماتے کیونکہ ان سے نیک و بد کلام کرتے ہیں تو آئت حجاب نازل ہوئی (تیسرے) یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ پہ غیرت اور حمیت و الفت میں اکٹھی ہوئیں تو میں نے کہا قریب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب جب کہ حضور تم کو طلاق دیدیں تو تم سے بہتر بیبیاں بدل کر دے اور (اس وقت) یہ آیت نازل ہوئی۔

۳۹۶ ترجمہ : حمید نے کہا میں نے بھی انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح حدیث سنی ہے۔

۳۹۵، ۳۹۶ شرح : دراصل مقصد یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے رب نے میرے عرض کرنے میں یہ تین حکم نازل فرمائے لیکن ادب ملحوظ رکھتے ہوئے موافقت کی نسبت اپنی طرف کی، اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی،، ان تین امور کی تخصیص نہیں، کیونکہ ایک عدد ذکر کیا جائے تو دوسرے عدد کی نفی نہیں ہوتی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے موافق کئی امور میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے میں لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا اُساری بدر میں جبکہ آپ کی رائے یہ تھی کہ سب کو قتل کر دیا جائے تو مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى نازل ہوئی اور تحریم خمر وغیرہ میں آیات نازل ہوئیں۔ اس طرح تقریبًا بیس مقام ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق کی رائے کے موافق آیات نازل فرمائیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر میری امت کے محدث ہیں۔ یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے

۳۹۷ ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَ النَّاسِ بِقُبَآءٍ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِذْ جَآءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْاٰنٌ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ

اگرچہ ساری زمین میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے بہتر عورتیں ہرگز نہیں مگر بالفرض آپ کو ایذاء کے باعث اگر آپ ان کو طلاق دیتے تو ان میں یہ وصف باقی نہ رہتا اور دوسری عورتیں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے باوجود ان اوصاف سے موصوف ہوتیں تو یقین ہے کہ وہ بہتر ہوتیں مگر یہ تقدیر مستحیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے وقوع کی خبر نہیں دی جبکہ اس کے علم میں ہے کہ آپ ان کو طلاق نہ دیں گے۔ جیسے اللہ فرماتا ہے وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی خبر دی ہے اور لوگوں کو ڈرایا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ نفس الامر میں ایسے لوگ بھی ہیں جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے بہتر ہیں " اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ" اللہ تعالیٰ کی خبر کا خلاف ہونا محال ہے اگرچہ اس کا وجود تقدیری ہو"

اس حدیث کی باب سے مطابقت حدیث کے پہلے جز میں ہے۔ اور وہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى " ہے اور مقام ابراہیم سے مراد کعبہ ہے اور وہ قبلہ ہے اور باب کا عنوان بھی یہ ہے باب مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ حدیث ۳۹۶ میں مذکور اسناد کا فائدہ یہ ہے کہ حمید کی انس سے سماعت کی تصریح ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال

: عمرو بن عون واسطی بزاز ہیں ان کی کنیت ابو عثمان ہے۔ بصرہ میں تشریف فرما رہے اور ۲۲۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ ۲ ہُشَیْم حدیث ۳۲۰ کے اسماء میں دیکھیں ۳ حُمَیْد حدیث ۲۶۱ کے اسماء میں دیکھیں۔

---

۳۹۷ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دفعہ لوگ مسجد قباء میں تھے کہ ان کے پاس آنے والے ایک شخص نے کہا کہ رسول [illegible]

۳۹۸ــــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ فَثَنٰى رِجْلَهٗ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ

کریں۔ پس تم کعبہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ جبکہ ان کے مُنہ شام (بیت المقدس) کی طرف تھے۔ وہ (اسی حال میں) کعبہ کی طرف پھر گئے۔

۳۹۷ــــ شرح: اہل قبا کے پاس آنے والا شخص حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ قباء مدینہ منورہ سے دور باہر ہے ان کو دُوسرے روز صبح کے وقت تحویل قبلہ کی خبر پہنچی اور جو مسجد مدینہ منورہ میں تھی۔ وہاں ان کو یہ خبر عصر کی نماز میں پہنچی۔ لہٰذا اس حدیث میں اور مذکور حدیث ۳۹۲ع براء بن عازب کی حدیث میں تضاد نہیں جبکہ اس میں آنے والا شخص عصر کی نماز میں ان کے پاس گیا۔ وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ الخ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کلام ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز میں ہو وہ نماز سے خارج شخص کی آواز سُن لے تو اس کی نماز میں خلل نہیں آتا۔ اس حدیث کے پہلے جزء سے مناسبت ان الفاظ میں ہے قَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ" اور دوسرے جز سے مناسبت اس طرح ہے کہ ان لوگوں نے شروع نماز منسوخ قبلہ کی طرف پڑھی اور ان کو اعادہ کے لئے نہ فرمایا گیا، کیونکہ وہ شروع نماز میں حقیقی قبلہ سے آگاہ نہ تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اہل قباء کے واقعہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ جس شخص کو اللہ کے فریضہ کا علم نہ ہو اور نہ ہی اس کو دعوتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہنچی ہو اور نہ ہی کسی سے دریافت کر سکتا ہو تو وہ فرض اس پر لازم نہیں۔

۳۹۸ــــ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھیں۔ تو لوگوں نے کہا کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں پاؤں (قبلہ کی طرف) پھیرے اور سہو کے دو سجدے کئے!

۳۹۸ــــ شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "وَمَا ذَاكَ" یعنی تمہارے سوال کا سبب کیا ہے۔ اس جزء میں باب سے مناسبت ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس

بَابُ حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

۳۹۹ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُءِيَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ اَوْ اِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا

گفتگو کے وقت قبلہ کی طرف متوجہ نہ تھے، کیونکہ دوسری روایات میں ہے کہ آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ سے یہ عرض کیا گیا اور اس اثناء میں آپ نمازی کے حکم میں تھے، کیونکہ آپ اسی حالت میں نماز کی طرف لوٹ آئے تھے اور اس دوران آپ کا گمان یہ تھا کہ آپ نماز میں نہیں لہٰذا آپ بھول کر گفتگو کے وقت غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نے نماز کا اعادہ نہ فرمایا۔ لہٰذا دوسرے جزء سے بھی مناسبت واضح ہوگئی۔

باب — مسجد میں تھوک کو ہاتھ سے کھرچنا

۳۹۹ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی طرف بلغم لگی ہوئی دیکھی تو یہ آپ پر سخت گراں گزرا۔ حتیٰ کہ اس کا اثر آپ کے چہرۂ انور میں دیکھا گیا۔ آپ اُٹھے اور اُسے ہاتھ سے کھرچ دیا اور فرمایا جب تم سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا (یہ فرمایا) اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے، لیکن بائیں طرف یا دونوں قدموں کے نیچے تھوک لے۔ پھر چادر شریف کا ایک کنارہ پکڑ کر اس میں تھوکا اور اسے ایک دوسرے سے مل دیا اور فرمایا یا اس طرح کرے۔

۴۰۰ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى

۴۰۱ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا اَوْ بُصَاقًا اَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهٗ

اللہ تعالیٰ کو ندا دیتا ہے،، اس کی تحقیق یہ ہے کہ نمازی کے خشوع و خضوع سمیت اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کو اس شخص کے تشبیہ دی ہے جو اپنے آقا اور مالک سے تنہائی میں آہستہ آہستہ گفتگو کرتا ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ اللہ کے سامنے حسن ادب سے کھڑا ہو کر سر کو نیچا کرے اور اس کی طرف نگاہ نہ اٹھائے، سامنے والی جہت کا احترام کرے اور اس سے کوئی حرکت خلاف ادب نہ ہو اگرچہ اللہ تعالیٰ جہات سے پاک ہے مگر ظاہری اور باطنی آداب ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط ہوتے۔ باقی تقریر تحت حدیث ۳۹۹ دیکھیں۔

---

۴۰۰ ـــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھرچ دیا۔ پھر لوگوں سے متوجہ ہوئے اور فرمایا تم سے کوئی جب نماز پڑھے تو اپنے منہ کی جہت میں نہ تھوکے، کیونکہ جب وہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کی طرف ہوتا ہے۔

۴۰۱ ـــ شرح : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر یا تھوک یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ دیا۔

---

۴۰۲ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيدٍ حَدَّثَاهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَتَّهَا فَقَالَ اِذَا تَنَخَّمَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

بَابٌ لَا يَبْصُقُ عَنْ يَمِيْنِهٖ فِي الصَّلٰوةِ

۴۰۳ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيدٍ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي حَائِطِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَاةً فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ اِذَا تَنَخَّمَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمْ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى

باب ـ مسجد میں سے کھنکار کو کنکری سے کھرچنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اگر تو نجس جگہ پر چلے تو پاؤں کو دھو اور اگر وہ خشک جگہ ہو تو کوئی حرج نہیں "

۴۰۲ ـ ترجمہ : حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپ نے کنکری لے کر اس کو کھرچ دیا اور فرمایا۔ جب تم سے کوئی کھنکار رہے تو اپنے منہ کے سامنے کھنکار نہ پھینکے اور نہ ہی دائیں طرف پھینکے اسے چاہیئے کہ بائیں طرف تھوکے یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

۴۰۴ — حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتْفِلَنَّ اَحَدُکُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ رِجْلِہِ الْیُسْرٰی

بَابٌ لِیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی

۴۰۵ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا کَانَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہٖ

باب — نماز میں دائیں طرف نہ تھوکے

۴۰۳ — ترجمہ : حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے اسے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف کی دیوار پر بلغم لگی ہوئی دیکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری سے اُسے صاف کر دیا۔ پھر فرمایا جب تم سے کوئی کھنکارے تو اپنے چہرے کے سامنے نہ تھوکے اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

۴۰۴ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے سامنے اور دائیں طرف نہ تھوکے، لیکن بائیں طرف یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے۔

باب — بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے

۴۰۵ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو

۴۰۶ — حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ نُخَامَةً فِیْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهٰى اَنْ يَّبْزُقَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيْهِ اَوْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَّسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى وَعَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ حُمَيْدًا عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ نَحْوَهٗ

بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِی الْمَسْجِدِ

۴۰۷ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَّكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا

وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے وہ اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے، لیکن اپنی بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

۴۰۶ — ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد شریف کے قبلہ میں بلغم لگی ہوئی دیکھی تو آپ نے اُسے کنکری سے صاف کردیا۔ پھر آپ نے اس کی ممانعت فرمادی کہ کوئی شخص اپنے سامنے یا دائیں طرف نہ تھوکے لیکن وہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

زہری سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حمید سے سُنا کہ اُنھوں نے ابوسعید خدری سے اس جیسی روایت کی ہے

۴۰۶ — ترجمہ : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے زہری کی روایت سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ محمد بن مسلم زہری نے روایت کیا کہ سفیان بن عیینہ نے اس حدیث کو دو طرح روایت کیا ہے۔ ان سے ایک روایت عنعنہ ہے اور دُوسری روایت میں حمید سے سماع کی تصریح ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ تعلیق ہے۔

باب — مسجد میں تھوکنے کا کفارہ

بَابُ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِی الْمَسْجِدِ

۴۰۸ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يَبْصُقْ اَمَامَهُ فَاِنَّمَا يُنَاجِي اللّٰهَ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهِ فَاِنَّ عَنْ يَمِيْنِهِ مَلَكًا وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ فَيَدْفِنُهَا

بَابٌ اِذَا بَدَرَهُ الْبُزَاقُ فَلْيَأْخُذْهُ بِطَرَفِ ثَوْبِهِ

۴۰۹ — حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَحَكَّهَا بِيَدِهٖ وَرُئِيَ

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا ہے۔

باب — بلغم مسجد میں دفن کرنا

۴۰۸ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم سے کوئی کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب وہ اپنے مصلی پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے۔ اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کی دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ بائیں طرف تھوکے یا قدم کے نیچے تھوکے اور اسے دفن کر دے۔

باب — جب اسے تھوک کا غلبہ ہو جائے تو اپنے کپڑے کا کنارہ پکڑ کر اس میں تھوک لے"

۴۰۹ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ

مِنْهُ كَرَاهِيَةً اَوْ رُءِيَ كَرَاهِيَتُهٗ لِذٰلِكَ وَشِدَّتُهٗ عَلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ اَوْ رَبُّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قِبْلَتِهٖ فَلَا يَبْزُقَنَّ فِيْ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَآئِهٖ فَبَزَقَ فِيْهِ وَرَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ قَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا

کی طرف بلغم لگی ہوئی دیکھی تو اپنے دستِ اقدس کے ساتھ اسے کھرچ کر صاف کر دیا اور آپ سے کراہت محسوس کی گئی یا اس کی وجہ سے آپ کی کراہت اور غصہ دیکھا گیا اور فرمایا تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہو تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے یا اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ کوئی شخص قبلہ کی سمت نہ تھوکے، لیکن بائیں طرف یا اپنے قدم کے تحت تھوکے پھر آپ نے چادر شریف کا کنارہ پکڑا اور اس میں تھوکا اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر فرمایا یا اس طرح کرے۔

۳۹۹ تا ۴۰۹

قولہ قَامَ فِیْ صَلٰوتِہٖ : "قَامَ فِی الصَّلٰوۃِ اور قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ میں فرق یہ ہے کہ پہلا شروع کے بعد پر بولا جاتا ہے اور دوسرا شروع ہونے کے وقت بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الآیۃ یعنی شروع ہوتے وقت" سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ "یہ کلام ظاہر پر محمول نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مکان کے حلول سے پاک ہے لہٰذا اس کا معنیٰ تشبیہ کے اعتبار سے ہے۔ یعنی گویا اللہ تعالیٰ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔ اس طرح بعد میں مذکور احادیث میں بھی یہی معنی ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ نمازی کی قبلہ کی طرف توجہ اس کے قصد کو رب تک پہنچاتی ہے تو دراصل حدیث کی عبارت یوں ہے۔ کَانَ مَقْصُوْدُهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ "، اس لئے حکم دیا گیا کہ یہ جہت تھوک اور دیگر اَثْقَالِ بدن (بلغم، کھنگار) وغیرہ سے محفوظ رکھی جائے۔ معلوم ہوا کہ مساجد اثقال بدن اور گندی اشیاء سے محفوظ رکھی جائیں اور قبلہ کی جہت کا احترام کیا جائے۔ اگر مسجد کے کسی حصہ میں اس قسم کی اشیاء ہوں تو ان سے مسجد کو صاف کیا جائے۔ جب تھوکے تو بائیں طرف یا قدموں کے نیچے دائیں طرف اور قبلہ کی سمت نہ تھوکے کیونکہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ ابن ابی شیبہ میں صحیح اسناد سے روایت ہے کہ دائیں طرف نہ تھوکے، کیونکہ اس طرف نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے، لیکن بائیں طرف یا پیچھے تھوکے۔ یہ درست ہے کہ ایک انسان کے ساتھ دو، دو فرشتے ہیں۔ دائیں طرف کاتبِ حسنات اور بائیں طرف کاتبِ سیئات ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

کے کاتب کو اس میں دخل نہیں ہے لہٰذا نمازی کے ساتھ ملکِ یمین ہی ہوتا ہے۔ یا اس سے مراد کراماً کاتبین کے علاوہ کوئی اور فرشتہ ہے۔ مسجد میں دائیں طرف تھوکنا مطلقاً گناہ ہے۔ تھوک کا غلبہ ہو یا نہ ہو اگر مسجد میں تھوکے گا تو گناہ کا مرتکب ہوگا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کرے صحیح بات تو یہ ہے کہ دفن سے مراد یہ ہے کہ اسے مسجد سے باہر پھینک ڈالے، تھوک، بلغم اور کھنکار سب کا ایک ہی حکم ہے۔ امام نووی نے کہا کہ بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوکنا مسجد سے خارج پر محمول ہے۔ یعنی اسے مسجد سے باہر پھینک دے۔ اگر مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو صرف کپڑے میں تھوکے۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے۔ اگر دائیں اور بائیں طرف کوئی شخص ہو تو قدموں کے نیچے ہی تھوکے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں نماز کو باطل نہیں کرتی ہیں قبلہ کی طرف تھوکنا سخت بے ادبی اور مکروہ تحریمی ہے۔ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص قبلہ کی طرف تھوکنے والا قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا تھوک اس کی پیشانی پر ہوگا۔

ابو داؤد میں ابوسہلہ سائب بن خلاد کی حدیث ہے کہ ایک شخص کسی قوم کا امام تھا۔ اُس نے قبلہ کی طرف تھوکا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ نماز سے فارغ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ یہ شخص نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اُس نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے منع کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو روک دیا ہے (ہم تیرے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے) اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے ان کو روکا ہے تو نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔ یعنی تو نے ایسا فعل کیا ہے جس سے خدا اور اس کا رسول راضی نہیں ہیں۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ فرمایا تم میں سے کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے متوجہ ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنے آگے کھنکار تھوکتا ہے کیا اُسے پسند ہے کہ وہ باہر سے آئے تو اس کے منہ پہ کھنکار تھوکا جائے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ابن خالویہ نے اس بارے میں حدیث ذکر کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محراب میں بلغم دیکھا تو فرمایا اس مسجد کا امام کون ہے۔ لوگوں نے کہا فلاں شخص امام مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے امامت سے معزول کر دیا ہے۔ اس کی بیوی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شوہر کو امامت سے معزول کیوں فرمایا ہے کسی نے کہا اس نے مسجد میں تھوک دیا تھا۔ اُس عورت نے خوشبو لی اور محراب پر لگا دی .... سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے گزرے تو فرمایا یہ کس نے کیا ہے؟ کسی نے کہا اس امام کی بیوی نے یہ خوشبو محراب پر ملی ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس کی بیوی کی وجہ سے اس کا گناہ معاف کرتا ہوں۔ اور اسے امامت پر بحال کرتا ہوں۔

ان روایات سے ائمہ مساجد کو اور دیگر علماء اور عوام کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اور قبلہ کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کی حالت میں تھوکے تو نماز فاسد نہ ہوگی مگر قبلہ اور دائیں جانب سے بچے اور اگر بے اختیار تنخنح کیا تو حرج نہیں ورنہ خطرہ سے خالی نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تھوک، بلغم اور کھنکار وغیرہ طاہر ہیں۔ واللہ اعلم!

بَابُ عِظَةِ الْإِمَامِ النَّاسَ فِيْ إِتْمَامِ الصَّلٰوةِ وَذِكْرِ الْقِبْلَةِ

۴۱۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِّنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ

باب — امام کا لوگوں کو نماز مکمّل کرنے کا وعظ کرنا اور قبلہ کا ذکر

۴۱۰ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میرا قبلہ یہاں دیکھتے ہو؟ اللہ کی قسم مجھ پہ تمہارا خشوع مخفی نہیں اور نہ ہی تمہارا رکوع مخفی ہے میں تمہیں پس پشت دیکھتا ہوں

۴۱۰ — شرح : یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا یہ گمان ہے کہ میرا قبلہ یہاں ہے اور میں اپنی طرف دیکھتا ہوں! خدا کی قسم میری رؤیت اس جہت سے خاص نہیں ہم پس پشت ایسے ہی دیکھتے ہیں۔ جیسے آنکھوں سے آگے دیکھتے ہیں۔ جمہور علماء نے کہا یہ آپ کے خصائص سے ہے اور اس رؤیت سے مراد علم نہیں ورنہ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ کی قید بے فائدہ ہوگی اور یہ کہنا کہ تھوڑی سی دائیں بائیں التفات سے آپ دیکھ لیتے تھے غلط ہے۔ درست وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے اور آپ کا اِبْصار حقیقی ادراک ہے جو خلافِ عادت ہے۔ اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو علاماتِ نبوّت میں ذکر کیا ہے۔ اس میں اہلسنت و جماعت کے لئے دلیل ہے کہ رؤیت کے لئے عقلاً عضو مخصوص کی ضرورت نہیں اور نہ ہی مقابلہ اور قرب کی ضرورت ہے اس لئے انھوں نے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو جائز کہا ہے۔ دراصل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے اس لئے آپ کی رؤیت کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں آپ ہر طرف دیکھا کرتے تھے جیسے شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے مدارج میں ذکر کیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں ایسے دیکھا کرتے تھے جیسے دوپہر کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

۴۱۱ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمٰنَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِي الصَّلٰوةِ وَفِي الرُّكُوْعِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآئِيْ كَمَا اَرَاكُمْ

نمازیوں کے قلوب کی کیفیت پر مطلع ہیں ؛ کیونکہ خشوع دِل کی کیفیت کا نام ہے رکوع وسجود اچھی طرح ادا کرنا چاہیئے اور نماز میں توجہ الی اللہ ہونی چاہیئے ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

۴۱۱ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک نماز پڑھائی پھر منبر شریف پر تشریف لائے اور نماز اور رکوع کی شان میں فرمایا ۔ میں تم کو پس پشت دیکھتا ہوں ۔ جیسے تم کو سامنے دیکھتا ہوں ۔

۴۱۲ — شرح : نماز کے بعد رکوع کو ذکر کیا ؛ کیونکہ یہ نماز کا بہت بڑا رکن ہے ؛ کیونکہ مسبوق اگر رکوع پالے تو اس نے پوری رکعت پالی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رکوع میں قصور دیکھا ہوگا ۔ علامہ کرمانی نے کہا پہلی حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ پس پشت دیکھنا عام حالات میں ہے نماز میں خاص نہیں ۔ اس حدیث میں اس امر کی صریح دلیل ہے کہ رؤیت سے مراد ابصار ہے علم نہیں ۔ علامہ عینی نے کہا کہ مجاہد سے منقول ہے کہ ابصار تمام حالات میں ہے صرف نماز سے خاص نہیں ۔ مسلم کی روایت میں ہے ۔ میں پس پشت ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے دیکھتا ہوں ۔ بقی بن مخلد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشنی کی طرح رات کے اندھیرے میں دیکھتے تھے ۔ مسلم شریف میں ہے اَرَاكُمْ بَعْدِيْ ‘‘ اس کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ بعض محدثین نے اس کا معنیٰ یہ بیان کیا کہ میں تمہیں اپنی وفات کے بعد بھی دیکھوں گا ‘‘ بظاہر یہ معنی سیاقِ حدیث کے خلاف ہے ؛ لیکن ایسا جائز ہے ۔ كَمَا اَرَاكُمْ ‘‘ میں مشبہ بہ مطلق ہے اور مشبہ مقید ہے ۔ حالانکہ رؤیت مقید کی تشبیہ رؤیت مطلقہ کے ساتھ درست نہیں ہوتی ۔ اس خدشہ کا جواب یہ ہے کہ مشبہ بہ مطلق نہیں مقید ہے کیونکہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے كَمَا اَرَاكُمْ مِنَ الْقُدَّامِ لہٰذا مشبہ بہ میں رؤیت قیام کے ساتھ مقید ہے اور مشبہ میں رؤیت ’’ وَرَائِيْ ‘‘ کے ساتھ مقید ہے ۔ الحاصل حدیث میں مشبہ مقید کو مشبہ بہ مقید سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ صحیح ہے ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

اسماء رجال : یحییٰ بن صالح وحاظی ہیں ان کی کنیت ابو یعقوب اسفرائنی ہے وہ حسن الحدیث لیکن صاحبِ رائے ہیں ۔ ۲۲۲ ہجری میں فوت ہوئے ۔

فُلَيْحٌ ‘‘ بن سلیمان بن مغیرہ خزاعی مدنی ہیں ان کی کنیت ابو یحییٰ اور نام عبد الملک ہے ۔ فلیح ان کا لقب ہے اس کا نام پر غلبہ ہے ابو حاتم اور یحییٰ بن معین نے کہا یہ قوی نہیں ابن عدی نے انہیں اچھا کہا ہے اور بخاری نے

بَابٌ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِيْ فُلَانٍ

۴۱۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ وَاِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ وَاِنَّ عبد اللّٰه بن عُمَرَ كَانَ فِيْمَنْ سَابَقَ بِهَا

ان پر اعتماد کیا ہے۔ مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ان سے روایت کی ہے۔ ۱۷۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

ہلال بن علی فہری قرشی مدنی ہیں اور ہلال بن میمونہ بن ابواُسامہ مشہور ہیں۔ ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے اواخر میں فوت ہوئے۔

بابٌ — کیا بنو فلاں کی مسجد کہا جائے؟

۴۱۲ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کو حفیا سے دوڑایا۔ ان کی مسابقت کی غائت ثنیۃ الوداع تھی اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کو ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی فلاں تک دوڑایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں تھے۔ جنہوں نے گھوڑوں کے ساتھ مسابقت کی تھی!

۴۱۲ — شرح : علامہ عینی نے کہا اضمار شدہ گھوڑا وہ ہے جسے چالیس روز تک خوب کھلایا پلایا جائے اور وہ خوب موٹا ہو جائے پھر آہستہ آہستہ اصل چارہ تک اسے واپس لایا جائے۔ حتیٰ کہ اس کا موٹاپا جاتا رہے اور ہلکا ہو جائے۔ حفیا جگہ کا نام ہے۔ وہاں سے ثنیۃ الوداع چھ یا سات میل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں میں مسابقت جائز ہے اور ان کی تضمیر بھی جائز ہے۔ مسابقت مشروط اگرچہ جائز نہیں مگر غیر مشروط جائز ہے۔ ابن تین نے کہا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں میں چادروں پر مسابقت کرائی جو یمن سے آئی تھیں۔ سابق یعنی آگے بڑھ جانے والے کو تین چادریں عنائت

بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيْقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَّصِنْوَانٌ

۴۱۳ — حَدَّثَنَا وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِيْ اِبْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِبْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِيَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَآءَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِذْ جَآءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا

فرمائیں۔ دُوسرے کو دو چادریں اور تیسرے کو ایک چادر دی۔ چوتھے کو ایک دینار پانچویں کو ایک درہم چھٹے کو چاندی دے کر فرمایا تم سب کو اللہ تعالیٰ برکت دے۔ حفیاء ثنیۃ الوداع سے پانچ چھ میل دُور ایک مقام ہے۔ ثنیۃ الوداع مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ اس کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ جو کوئی مدینہ منورہ سے باہر جائے تو لوگ اسے یہاں تک الوداع کرنے جاتے تھے۔

باب — مسجد میں کھجور کا خوشہ لٹکانا اور مال تقسیم کرنا "

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا قنو کھجور کا خوشہ ہے دو کو قنوان کہا جاتا ہے اور جمع بھی قنوان ہے جیسے صِنْوٌ اور صِنْوَانٌ "

۴۱۳ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِیْ ثَوْبِہٖ ثُمَّ ذَھَبَ یُقِلُّہٗ فَلَمْ یَسْتَطِعْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُؤْمُرْ بَعْضَھُمْ یَرْفَعْہُ اِلَیَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْہُ اَنْتَ عَلَیَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْہُ ثُمَّ ذَھَبَ یُقِلُّہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ مُرْ بَعْضَھُمْ یَرْفَعْہُ اِلَیَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْہُ اَنْتَ عَلَیَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْہُ ثُمَّ احْتَمَلَہٗ فَاَلْقَاہُ عَلٰی کَاھِلِہٖ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُتْبِعُہٗ بَصَرَہٗ حَتّٰی خَفِیَ عَلَیْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِہٖ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَثَمَّہٗ مِنْھَا دِرْھَمٌ

پاس لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے۔ اور مال کی طرف التفات تک نہ فرمائی جب نماز ادا فرمائی تو تشریف لائے اور مال کے پاس بیٹھ گئے اور کسی شخص کی طرف نہ دیکھتے مگر اسے مال عطا فرماتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے مال عطا فرمائیے؛ کیونکہ میں نے (بدر) میں اپنا فدیہ دیا تھا۔ اور عقیل کا علیحدہ فدیہ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے لو انھوں نے اپنے کپڑے میں لپ بھر بھر کر ڈالے پھر اسے اٹھانے لگے اور اٹھا نہ سکے اور کہا یا رسول اللہ! کسی کو حکم فرمائیے وہ مجھے اٹھوا دے۔ آپ نے فرمایا نہیں کہا تو پھر آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عباس نے اس سے کچھ مال نکال دیا۔ پھر اس کو اٹھانے لگے اور اٹھا نہ سکے۔ کہا یا رسول اللہ! ان لوگوں میں سے کسی کو حکم دیجئے کہ وہ مجھے اٹھوا دے آپ نے فرمایا نہیں تو پھر آپ ہی اٹھوا دیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے کچھ اور مال نکال دیا۔ پھر اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھا اور چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی حرص پر تعجب سے برابر ان کو دیکھتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک وہاں ایک درہم بھی باقی رہا ہو۔

۴۱۳ — شرح: اس حدیث میں قنو کا ذکر نہیں۔ صرف مال کی تقسیم کا ذکر حالانکہ باب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔ قنو سے مراد وہ قنو ہے جو فقراء پر صدقہ کرنے کے لئے ہو تو مال کی تقسیم پر قیاس کر کے تعلیق قنو کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ نیز غریب الحدیث میں ذکر ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائے تو مسجد میں کھجوروں کے خوشے لٹکتے دیکھے جبکہ آپ نے ہر باغ والے کو حکم دیا ہوا تھا کہ مسجد میں ہر باغ والا ایک خوشہ لٹکا دیا کرے۔ تاکہ فقراء و مساکین اس سے کھا سکیں اور حضرت

بَابُ مَنْ دُعِيَ لِطَعَامٍ فِي الْمَسْجِدِ وَمَنْ أَجَابَ مِنْهُ

۴۱۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِي أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ قُومُوا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان کی حفاظت پر مامور تھے۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ مذکورہ حدیث کے مشابہ کسی اور حدیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ جس سے اس کا حکم معلوم ہو جائے! حضرت عباس اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہما دونوں جنگِ بدر میں قیدی تھے۔ جب آپ نے اُساریٰ بدر سے فدیہ لے کر اُن کی رہائی کا حکم فرمایا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں کا فدیہ ادا کیا تھا اور مقروض ہو گئے تھے اس لئے اُنھوں نے مال کا مطالبہ کیا۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اٹھوانے میں نہ کسی کو فرمایا اور نہ خود ہی مدد فرمائی تاکہ وہ ضرورت کے مطابق اُٹھا سکیں۔

یہ مال بحرین سے خراج آیا تھا زکوٰۃ کا مال نہ تھا جیسا کہ بعض محدثین نے سمجھا ہے۔ اور اس مال سے امام اپنی صوابدید کے مطابق تقسیم کر سکتا ہے اور امام جب کسی صاحبِ حاجت کو جانے تو مال کا ذخیرہ نہ کرے اور صاحبِ حاجت کو دے امام مالک رضی اللہ عنہ سے مسجد میں پینے کے لئے پانی رکھنے سے متعلق پوچھا گیا تو کہا لوگوں کے پینے کے لئے مسجد میں پانی رکھنا جائز ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

: ابراہیم بن طہمان بن شعبہ خراسانی ہیں ان کی کنیت ابو سعید ہے۔ وہ صحیح الحدیث کثیر السماع، حسن الروایۃ اور وسیع القلب تھے۔ ۱۶۳ھ ہجری کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ عباس رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں جنگ بدر میں وہ اور عقیل بن ابی طالب قیدی بنائے گئے تھے۔ عقیل بن ابی طالب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اور حضرت علی سے بیس برس بڑے تھے انہیں مشرک جنگِ بدر میں مجبور کر کے لائے تھے۔ جس میں وہ قید ہو گئے پھر حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ وہ قریش کے انساب کے بہت ماہر تھے۔

جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے اور امیر معاویہ کی امارت ہی کے دور میں ہی نابینا ہو گئے تھے پھر فوت ہو گئے۔

باب ۔ جس نے مسجد میں کھانے کی دعوت دی اور جس نے مسجد ہی میں قبول کی"

۴۱۴ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں بیٹھے پایا۔ آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا طعام کے لئے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے پاس والے صحابہ سے فرمایا اٹھو اور آپ چل پڑے۔ اور ان کے آگے آگے میں بھی چلا"

۴۱۴ — شرح : حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے شوہر ہیں وہ ۳۲ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے۔ باب کے ساتھ حدیث کی مناسبت ظاہر ہے،، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پاس موجود تمام کو اپنے ساتھ ابو طلحہ کے گھر کھانے کے لئے لے گئے۔ حالانکہ کھانا بہت ہی قلیل تھا، کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کی برکت سے یہ قلیل کھانا سب کو کافی ہو جائے گا۔ یہ علاماتِ نبوّت سے ہے (عینی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کی دعوتِ طعام کی جائے۔ وہ اپنے ساتھ اور لوگوں کو بھی کرلے جبکہ اسے معلوم ہو جائے کہ صاحبِ طعام اسے بُرا نہ جانے گا اور کھانا بھی سب کو کافی ہو جائے گا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ ان تمام لوگوں کو ساتھ کرلے جو اس کے پاس موجود ہوں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ خادم رکھنا جائز ہے اور ولیمہ کے بغیر بھی دعوتِ طعام کرنا جائز ہے۔ اور بزرگوں کو تھوڑے سے کھانے کی دعوت بھی دے سکتے ہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال

اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ بن سہل انصاری بخاری مدنی تابعی ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث میں کسی کو ان سے بڑا عالم نہ جانتے تھے۔ ۱۳۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا وہ بیاسہ میں بنی ہاشم کے دور تک زندہ رہے۔ جبکہ ان کے دور کی ابتداء ۱۳۲ ہجری میں ہوئی تھی۔

وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے اخیافی بھائی ہیں۔ دونوں کی والدہ اُم سلیم ہیں۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ

ابو طلحہ کا نام زید بن سہل ہے وہ انصاری ہیں۔ تمام غزوات میں حاضر رہے۔ اور مدینہ منورہ میں ۳۲ ہجری میں فوت ہوئے صحیح تر یہی ہے۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلیم کے شوہر ہیں۔

بَابُ الْقَضَآءِ وَاللِّعَانِ فِى الْمَسْجِدِ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

۴۱۵ — حَدَّثَنَا يَحْيٰى نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا اِبْنُ جُرَيْجٍ اَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَلَاعَنَا فِى الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاهِدٌ

بَابٌ اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّىْ حَيْثُ شَآءَ اَوْحَيْثُ اُمِرَ وَلَا يَتَجَسَّسُ "

۴۱۶ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ

باب — مردوں اور عورتوں میں مسجد میں لعان کرنا اور فیصلے کرنا

۴۱۵ — ترجمہ : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ اس مرد سے خبردیں جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے کیا اُسے قتل کردے ؟ پھر دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں وہاں موجود تھا۔

۴۱۵ — شرح : لعان کی صورت وہی ہے جو سورۂ نور میں مذکور ہے اور فقہاء نے اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔ سرورِ کائنات سے مسئلہ پوچھنے والے شخص میں اختلاف ہے کہ وہ کون تھا۔ وہ ہلال بن امیہ تھا یا عاصم بن عدی یا عویمر عجلانی تھا۔ اس حدیث کی تفصیل کتاب اللعان میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابن بطال مالکی رحمہ اللہ نے کہا کہ مسجد میں فیصلے کرنا جائز ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قاضی کا فیصلوں کے لئے مسجد میں بیٹھنا قدیم معمول بہ امر ہے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں۔ تاکہ فیصلے کرنے میں لوگ پریشان نہ ہوں۔ شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ جامع مسجد میں قضا کرتے تھے۔ قاضی شریح مسجد میں فیصلے کیا کرتے تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا مواریث میں فیصلہ مسجد میں کیا۔ ائمہ کرام رضی اللہ عنہم بھی مسجد میں فیصلے کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ

باب — جب کسی گھر میں داخل ہو تو جہاں چاہیے یا جہاں اسے امر کیا جائے نماز پڑھے اور خاص جگہ تلاش نہ کرے“

۴۱۶ — ترجمہ : حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہاں پسند کرتے ہو کہ میں تیرے لئے تیرے گھر میں نماز پڑھوں میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی جبکہ اپنے پیچھے ہماری صف بنائی اور دو رکعتیں پڑھیں۔

۴۱۶ — شرح : حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی قوم کے امام مسجد تھے۔ وہ نابینا تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ نفسِ نماز صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کی ادا مخصوص جگہ میں تھی۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ نماز اللہ کے لئے ہے۔ عتبان کے لئے نہ تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غریب سے غریب شخص کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ یہ نہایت ہی تواضع اور انکساری ہے۔ جب کوئی مسجد میں حاضر ہونے سے عاجز ہو جائے تو گھر میں نماز کے لئے کوئی جگہ معین کر لینا مستحب ہے اور گھر میں نماز باجماعت جائز ہے مگر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نوافل کی نماز باجماعت کے لئے اعلان نہ کیا جائے امام کے پیچھے صف کرنا مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ عبداللہ بن مسلمہ حدیث ع۱۸ میں ع۲ ابراہیم بن سعد حدیث ع۲۲ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۳ محمود بن ربیع حدیث ع۷۵ کے اسماء میں گزرے ہیں ع۴ عتبان بن مالک انصاری سالمی مدنی ہیں وہ نابینا تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں اپنی قوم کے امام تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔

بَابُ الْمَسَاجِدِ فِي الْبُيُوْتِ وَصَلَّى الْبَرَاءُ ابْنُ عَازِبٍ فِي مَسْجِدِ دَارِهِ جَمَاعَةً

۴۱۷ — حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَنْكَرْتُ بَصَرِيْ وَاَنَا اُصَلِّيْ لِقَوْمِيْ فَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ لَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اٰتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّيَ بِهِمْ وَوَدِدْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّكَ تَاْتِيْنِيْ فَتُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ فَاَتَّخِذَهٗ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ حِيْنَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ

باب — گھروں میں مساجد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں باجماعت نماز ادا کی“

۴۱۷ — ترجمہ : زہری نے کہا محمود بن ربیع انصاری نے خبر دی کہ عتبان بن مالک جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب میں سے ہیں۔ جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں اپنی بصرہ انکار کر چکا ہوں اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں جب بارشیں ہوتی ہیں اور میرے اور ان کے درمیان جو نالہ ہے وہ پانی سے بہہ پڑتا ہے تو میں اُن کی مسجد میں نہیں جا سکتا تاکہ ان کو نماز پڑھاؤں، یارسول اللہ

فَاسْتَاذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَلَمْ يَجْلِسْ حِيْنَ دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهٗ قَالَ فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِّنْ اَهْلِ الدَّارِ ذُوُوْ عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ اَوِ ابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَاكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّا نَرٰى وَجْهَهٗ وَنَصِيْحَتَهٗ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف لائیں اور میرے گھر نماز پڑھائیں تو میں اُس جگہ کو جائے نماز بنا لوں گا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انشاء اللہ آؤں گا۔ عتبان نے کہا صبح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق تشریف لائے جبکہ سُورج بلند ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی میں نے آپ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ آپ نہ بیٹھے حتیٰ کہ گھر میں داخل ہُوئے اور فرمایا اپنے گھر میں کہاں پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں عتبان نے کہا میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہُوئے اور تکبیر کہی ہم بھی نماز کے لئے اُٹھے۔ آپ نے ہماری صف بندی کی اور دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر سلام پھیر دیا۔ عتبان نے کہا ہم نے آپ کو حزیرہ پر روک لیا جو آپ کے لئے تیار کیا تھا محلہ کے لوگ ایک تعداد میں گھر میں جمع ہو گئے۔ ان میں سے کسی نے کہا مالک بن دخیشن یا ابن دخیشن کہاں ہے؟ بعض نے کہا وہ منافق ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول سے محبت نہیں رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا مت کہو کیا تم اس کو دیکھتے نہیں ہو۔ وہ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ جبکہ وہ اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسُول کی خوشنودی جانتا ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ اور اس کا رسُول زیادہ جانتے ہیں۔ ہم تو اس کا چہرہ اور اخلاص

يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِيَّ وَهُوَ اَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَصَدَّقَهٗ بِذٰلِكَ

منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر آگ کو حرام کر دیا ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا جبکہ وہ اس کے ساتھ اللہ کی رضا کا طالب ہو۔ محمد بن مسلم زہری نے کہا پھر میں نے حصین بن محمد انصاری جو قبیلہ بنو سالم کے سرداروں میں سے ہیں محمود بن ربیع کی حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے اس حدیث میں اس کی تصدیق کی۔

۴۱۷ — شرح: عتبان سے کل دس احادیث منقول ہیں اور صحیحین میں ان سے صرف یہی ایک حدیث مذکور ہے اس حدیث میں ہے کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کسی کو بھیجا کہ آپ سے عرض کرے کہ آپ ہمارے گھر میں آکر نماز پڑھیں مگر ان میں تعارض نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ پہلے وہ خود حاضر ہوئے ہوں۔ پھر یاد داشت کے لئے دوبارہ کسی کو بھیجا ہو۔ یا اسے مجاز پر محمول کریں گے۔ کیونکہ فرستادہ کا جانا بھیجنے والے کی طرف مجازاً منسوب ہوتا ہے۔ مگر پہلی وجہ اچھی ہے، کیونکہ طبرانی میں ابن شہاب کی سند سے حدیث مذکور ہے کہ حضرت عتبان نے جمعہ کے روز یہ عرض کیا اور آپ ہفتہ کے روز اس کے پاس تشریف لے گئے حضرت عتبان نے کہا۔ میں نے نظر کا انکار کر دیا ہے۔ یعنی میری نظر جواب دے گئی ہے۔ اس میں عدم بصارت اور ضعفِ بصر دونوں معنوں کا احتمال ہے کیونکہ بخاری کے **الرخصت فی المطر** کے باب میں ہے کہ عتبان اپنی قوم کے امام تھے اور نابینا تھے اور مسلم کی روایت میں ثابت سے روایت ہے کہ عتبان نے کہا میری بصر کمزور ہو گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عدم بصارت تک نہ پہنچے تھے مگر صحیحین کی ان روایات میں تعارض نہیں۔ کیونکہ بخاری کی روایت میں عتبان پر عمیٰ (نابینا) کا اطلاق اس اعتبار سے ہے کہ وہ اعمیٰ کے قریب ہو گئے تھے چونکہ وہ مکمل عمیٰ کے قریب ہو گئے تھے۔ اس لئے ان پر اعمیٰ کا اطلاق کیا، کیونکہ جب کوئی شئی دوسرے شئی کے قریب ہو جائے تو وہ اس کا حکم لیتی ہے۔ بخاری کی روایت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ عتبان نے کہا میرے پاس آپ کے اصحاب آئے۔ طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ تشریف لائے مگر ان میں تعارض نہیں کیونکہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عتبان کے گھر کی طرف متوجہ ہوئے تو صرف آپ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب گھر پہنچے تو سیدنا عمر فاروق اور دیگر صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ اس روایت میں آپ نے پہلے نماز پڑھی اور پھر کھانا

کھایا اور باب الصلوٰۃ علی الحصیر" میں ملیکہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے پہلے کھانا کھایا پھر نماز پڑھی مگر ان میں فرق یہ ہے کہ عتبان نے آپ کو نماز پڑھنے کی دعوت دی تھی۔ کھانا بالتبع تھا اور ملیکہ کی حدیث میں کھانے کی دعوت تھی اور نماز بالتبع تھی اور آپ نے مقصود بالذات کو مقدم فرمایا۔

ابن جوزی نے کہا کہ اس واقعہ سے پہلے مکہ مکرمہ میں نمازیں فرض ہو چکی تھیں اور ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھنے سے نجات ہو جاتی ہے۔ اگرچہ نماز نہ پڑھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے کلمہ شہادت پڑھے وہ نمازیں ضرور پڑھے گا یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا اگرچہ گنہگار کچھ مدت کے لئے دوزخ میں جائیں گے!

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر میں نے اس حدیث سے متعلق حصین بن محمد انصاری سے دریافت کیا تو اُنھوں نے محمود بن ربیع کی حدیث کی تصدیق کی۔ محمود بن ربیع اگرچہ عادل ہے مگر زہری نے مزید اطمینانِ قلب کے لئے تصدیق کروائی۔ صحیحین میں حصین بن محمد اور عتبان بن مالک کی صرف یہی حدیث ہے۔ اس کے سوا ان سے ان میں کوئی حدیث منقول نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پرہیزگار نابینا کی امامت جائز ہے اور عذر سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ نماز کے لئے گھر میں جگہ متعین کر لینا جائز ہے۔ مساجد فاضلین اور مصلی صالحین سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے میزبان کی رضاء سے مہمان نماز پڑھا سکتا ہے۔ جب کسی محلہ کے کسی گھر میں نیک لوگ آئیں تو اہل محلہ کو ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تاکہ ان کے فیوض برکات سے استفادہ کریں۔ مسجد کی نسبت کسی طرف کرنا جائز ہے حدیث ۶۲۸ کا بھی مطالعہ کریں۔

مالک بن دخیشن جنگ بدر میں موجود تھے۔ اُن کو منافق کہنا صحیح نہ تھا، کیونکہ اصحاب بدر کے لئے ارشاد ہے۔ اے بدر والو تم جو چاہو کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو بخش دیا ہے۔ اسی زمرہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ہیں ان کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ انھوں نے سچ کہا ہے یہ ان کے ایمان کی گواہی اور منافقت سے برأت کی دلیل ہے۔ بظاہر اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ عصاۃ (گنہگار) دوزخ میں داخل نہ ہوں گے، کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خدا کی رضاء کے لئے لا الہ الا اللہ کہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے وہ جنتی ہے۔ مگر تحریم سے مقصود یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہ رہیں گے اگرچہ عصاۃ کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں جائیں گے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم! ۱۴

علامہ کرمانی نے کہا ظاہر یہی ہے کہ یہ حدیث مُرسل ہے، کیونکہ محمود بن ربیع کا عتبان سے سماع غیر یقینی ہے اور نہ ہی محمود نے عتبان کو دیکھا ہے، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت محمود بہت چھوٹے تھے۔ لہٰذا وہ اِنَّ عِتْبَانَ ابْنَ مَالِكٍ سے قَالَ عِتْبَانُ تک محمود بن ربیع کی روایت بغیر واسطہ ہے اور صحابی کی صحابی سے روایت نہیں۔ لہٰذا [illegible] علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مُعمر اور ابراہیم بن سعد

بَابُ التَّيَمُّنِ فِیْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ وَغَیْرِہٖ

وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْیُمْنٰی فَاِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْیُسْرٰی

۴۱۸ — حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ یُحِبُّ التَّیَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِیْ شَأْنِهٖ کُلِّهٖ فِیْ طُهُوْرِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَتَنَعُّلِهٖ

کے طریق سے محمود کا عتبان سے سماع ثابت ہے۔ بخاری کے اس سے پہلے باب میں اس کی تصریح موجود ہے۔ نیز ابو عوانہ کے نزدیک اوزاعی نے زہری سے روایت میں عتبان اور محمود کے درمیان تحدیث کی تصریح ثابت ہے۔ لہٰذا یہ صحابی کی صحابی سے روایت ہے اور حدیث کے طویل ہو جانے کے باعث محمود نے اپنے شیخ کے نام کا اعادہ کیا اور کہا قَالَ عِتْبَانُ الخ لہٰذا یہ مرسل نہیں۔

اسماء رجال

: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کبیر صحابی ہیں۔ حدیث ع ۳۹ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع ۲ سعید بن عُفیر اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں، کیونکہ وہ بہت مشہور تھا ان کا والد کثیر ہے وہ مصری ہیں ع ۳ لیث بن سعد مصری ہیں قدمرَّ۔ ع ۴ عُقَیل بن خالد ایلی ہیں۔

مفردات

: خَزِیرہ ،، گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہنڈی میں ڈال کر ان میں پانی ڈال کر پکایا جاتا ہے۔ جب پک جائے تو اس پر آٹا بکھیرا جاتا ہے اسے خزیرہ کہتے ہیں۔ ثَابَ ،، جمع ہو گئے۔ دار سے یہاں محلہ مراد ہے۔ سَرَاۃ ،، سَرِیٌّ کی جمع نادر ہے، کیونکہ فعیل کی جمع فَعَلَةٌ کے وزن پر نہیں آتی۔ سرات کی جمع سراوات ہے۔

باب مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اس کے علاوہ دائیں سے ابتدا کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں داخل ہوتے وقت دائیں پاؤں سے ابتداء

بَابُ هَلْ يُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدُ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَاۤئِهِمْ مَسَاجِدَ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِى الْقُبُوْرِ وَرَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يُصَلِّىْ عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اَلْقَبْرَ اَلْقَبْرَ وَلَمْ يَاْمُرْهُ بِالْاِعَادَةِ

کرتے اور جب مسجد سے نکلتے تو بائیں پاؤں سے ابتداء کرتے ۔"

۴۱۸ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طہارت کرنے، کنگھی کرنے اور جوڑا شریف پہننے میں سب امور میں حتی الوسع دائیں طرف سے ابتداء فرمایا کرتے تھے!

۴۱۸ — شرح : حدیث شریف میں عام امور کے بعد مذکور تین امور کو خصوصًا ان کی شرافت کے بیان کے لئے ذکر کیا۔ محبت اگرچہ باطنی چیز ہے مگر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے قرائن یا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمانے سے معلوم کیا کہ آپ ان امور سے محبت فرمایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ۱ سلیمان بن حرب حدیث ۲۰ کے اسماء میں اور باقی تمام راویوں کا ذکر حدیث ۱۶۷ کے اسماء میں گزرا ہے ۔

باب ۔ کیا جاہلیت کے مشرکوں کی قبروں کو، کھودا جائے اور ان کی جگہ مساجد بنائی جائیں"؟

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا اور جو قبروں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے پاس

۴۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَاُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِيْكَ الصُّوَرَ وَاُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

نماز پڑھتے دیکھ کر فرمایا قبر سے بچو! اور ان کو نماز کے اعادہ کا حکم نہ فرمایا

باب کا معنیٰ ظاہر ہے کہ مشرکوں کی قبروں کو کھودنا جائز ہے، کیونکہ ان کا قطعاً احترام نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ انبیاء کرام علیہم السلام یا دیگر مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا جائز نہیں، کیونکہ مسلمان کا احترام حیات و ممات دونوں حالتوں میں برقرار رہتا ہے۔ حرفِ ھَلْ ،، یہاں حقیقی استفہام کے لئے نہیں بلکہ استفہام تقریری کے لئے ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں۔ چنانچہ "ھَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ" میں ھل تحقیق کے لئے ہے۔ اس لئے وَمَا يُكْرَهُ الخ کا اس پر عطف کیا ہے کیونکہ ھَلْ تُنْبَشُ جملہ خبریہ ہے۔ جیسے "مَا يُكْرَهُ" جملہ خبریہ ہے۔ اور باب کا ترجمہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ ایک مشرکوں کی قبروں کی جگہ مساجد بنانا دوسرا قبروں میں مساجد بنانا۔ پہلی صورت میں قبر کا نشان باقی نہیں رہتا اور دوسری صورت میں اس کا خلاف ہے۔ دوسری حدیث پہلی حدیث کی شاہد ہے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول اثر دوسری صورت کا شاہد ہے۔ یعنی قبر نمازی کے سامنے ہو تو نماز مکروہ ہے۔ اس کا لوٹانا ضروری نہیں معلوم ہوا قبر سامنے ہو تو نماز تنزیہاً مکروہ ہے۔

ابن قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر مسلمانوں کا قبرستان نیست و نابود ہو جائے اور قبروں کے آثار مٹ جائیں وہاں لوگ مسجد بنالیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ قبرستان تدفینِ اموات کے لئے مسلم اوقاف میں داخل ہے جو کسی کی ملک میں نہیں آسکتا۔ وہاں ایسی صورت ظاہر ہو جائے تو اسے مسجد کے مصرف میں لاسکتے ہیں جبکہ مسجد بھی تو وقف ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

۴۱۹ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ امہات المؤمنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان اور ام سلمہ ہند بنت امیہ مخزومیہ نے گرجے کا ذکر کیا۔ جس کو انھوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس میں تصاویر تھیں۔ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک شخص مر جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور اس میں یہ تصاویر لٹکا دیتے۔

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز ساری مخلوق سے شرارتی ہیں۔

۴۱۹ — **شرح** : بظاہر اس حدیث کا ترجمہ سے تعلق نہیں کیونکہ اس کا مدلول قبر کو مسجد بنانے کی مذمت ہے اور یہ ترجمہ کے پہلے جزء کا عکس ہے اور نہ ہی دُوسرے جزء سے مناسبت ہے کیونکہ اس سے کراہت معلوم نہیں ہوتی بلکہ حرمت ثابت ہوتی ہے مگر مذمت کبھی تصاویر پر ہُوا کرتی ہے قبر کو مسجد بنانے پر نہیں ہوتی اگر تسلیم بھی کرلیں۔ تو یہ مذمت غیر انبیاء اور غیر صالحین کی قبروں کو مسجد بنانے میں ہے۔ لہٰذا حدیث کا تعلق پہلے حصہ سے اس لحاظ سے ہے کہ یہ حدیث لعن اللہ الیہود کے مفہوم کے موافق ہے، کیونکہ یہودیوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا اور دوسرے حصہ کے ساتھ اس اعتبار سے تعلق ہے کہ قبروں میں مسجد بنانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں نماز جائز ہے۔ یہودیوں کو تصاویر رکھنے پر اس لئے شرار خلق کہا ہے کہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے، ورنہ تصویر رکھنا گناہ ہے کفر نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات کی تصاویر خصوصاً نیک آدمی کی تصویر حرام ہے اگرچہ آدھی تصویر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ آدھی تصویر بھی ذی صورت کی پوری حکایت کرتی ہے۔ اگر آدھی تصویر جائز ہوتی تو سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس شخص کو آدھی تصویر بنانے کا مشورہ دیتے جس کا پیشہ ہی مصوری تھا اور درخت یا غیر ذی رُوح کی تصویر بنانے کا مشورہ نہ دیتے۔

بعض لوگ آئینہ میں عکس پر قیاس کر کے جواز نکالتے ہیں۔ مگر یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ آئینہ میں عکس مستقر نہیں ہوتا اور کیمرہ میں یہ عکس مستقر ہوتا ہے۔ اور مستقر اور غیر مستقر کا حکم مختلف ہے جیسے انسان کا ذہن آئینہ کی مثل ہے فرق صرف یہ ہے کہ آئینہ میں محسوسات کی صورتیں منقش ہوتی ہیں اور ذہن میں محسوسات و معقولات دونوں کی صورتیں منقش ہوتی ہیں۔ مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خاطرِ قلب درگزر فرما دیئے جب تک وہ ان کو زبان پر نہ لائیں یا ان پر عمل نہ کریں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ وہ خواطر ہیں جو قلب میں مستقر نہیں ہوتے اور نہ ہی ان پر عزم و اصرار ہوتا ہے اور نفس عزم اور ان پر اصرار معصیت ہے اور ان پر عمل کرنا دوسری معصیت ہے کیمرہ کی تصویر جبکہ مستقر ہے تو یقیناً معصیت ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ عنہ

قاضی بیضاوی نے کہا یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی قبروں کو تعظیماً سجدہ کرتے تھے اور اپنی نمازوں میں ان کو قبلہ بناتے اور نماز میں ان کی طرف متوجہ ہُوا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور جو شخص کسی نیک آدمی کی قبر کے قریب مسجد بنا لیتا ہے اور اس سے اس کا مقصد صرف تبرک حاصل کرنا ہو اور ان کے جوار سے استفاضہ مقصود ہو۔ صاحب قبر کی طرف نماز میں متوجہ نہ ہو تو وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال : محمد بن مثنیٰ، یحییٰ بن سعید قطان اور ہشام بن عروہ تینوں کا ذکر حدیث ۴۱ میں گزرا ہے

۴۲۰ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام رملہ بنت ابی سفیان ہے۔ آپ امویہ ہیں اُنھوں نے اپنے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی جب وہ حبشہ میں فوت ہوگئے تو نجاشی نے ۶ ہجری میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا اور خود ہی مہر ادا کر کے انہیں آپ کے پاس بھیج دیا آپ قدیم الاسلام اور ۴۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا صحیح تر یہی ہے۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام ہند بنت امیہ ہے صحیح تر یہی ہے آپ مخزومیہ ہیں اپنے شوہر ابو سلمہ کے ہمراہ حبشہ کی طرف ہجرت کی جب مدینہ منورہ کی طرف لوٹے تو ان کا شوہر فوت ہوگیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا یہ جنگِ بدر کے بعد کا واقعہ ہے۔ اُنھوں نے ۳۷۸۔ احادیث روایت کی ہیں۔ ان میں سے امام بخاری نے ۱۳۔ حدیثیں ذکر کی ہیں۔ انہوں نے دو ہجرتیں کیں ۵۹ ہجری میں انتقال فرمایا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ علامہ کرمانی نے ذکر کیا کہ آپ نے تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے آخر میں وفات پائی۔ آپ کا ذکر حدیث ع ۱۱۵ میں گزرا ہے۔

---

۴۲۰ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کے عوالی میں ایک قبیلہ جنہیں بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا، میں ٹھہرے اور چودہ روز ان میں قیام فرمایا پھر آپ نے بنی نجار کو پیغام بھیجا وہ تلواریں لٹکائے ہوئے آئے (مسلح آکر) گویا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی سواری پر دیکھ رہا ہوں ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے ہیں اور بنو نجار کا مسلح دستہ آپ کے اردگرد ہے حتّٰی کہ آپ ابو ایوب (رضی اللہ عنہ) کے گھر کے صحن میں

مُتَقَلِّدِيْنَ السُّيُوْفَ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَأَبُوْ بَكْرٍ
رِدْفُهٗ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى أَلْقٰى بِفِنَاءِ أَبِيْ أَيُّوْبَ وَكَانَ يُحِبُّ
أَنْ يُصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَإِنَّهٗ أَمَرَ
بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلٰى مَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ
هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَنَسٌ فَكَانَ
فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ
فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ
الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةِ ۞ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

اُترے آپ کو یہ پسند تھا کہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے نماز پڑھ لیں۔ آپ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو بنی نجار کے سرداروں کو پیغام بھیجا اور فرمایا اے بنی نجار تم اپنی یہ زمین مجھے قیمت سے فروخت کر دو۔ اُنھوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم قیمت سے فروخت نہ کریں گے ہم اس کی قیمت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) نے کہا اس جگہ میں جو کچھ تھا وہ میں تمہیں بتاتا ہوں اس میں مشرکوں کی قبریں، گڑھے اور کھجوریں تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی قبریں اکھاڑنے کا حکم فرمایا تو ان کو اکھاڑا گیا۔ پھر کھنڈرات سے متعلق حکم فرمایا وہ برابر کیے گئے۔ پھر کھجوروں سے متعلق حکم فرمایا تو ان کو کاٹا گیا اور مسجد کے قبلہ میں ان کی صف بنا دی گئی اور اس کے دونوں طرف پتھر رکھ دیئے۔ وہ پتھر اُٹھا کر لاتے تھے۔ جبکہ یہ شعر پڑھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو داد دیتے تھے جبکہ ارشاد فرما رہے تھے۔

اے اللہ آخرت کی خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ۞ تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے!

۹۲۰ — شرح: حاکم نے کہا کہ تواتر سے ثابت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ربیع الاول

بَابُ الصَّلٰوةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ

۴۲۱۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ بَعْدُ يَقُوْلُ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ اَنْ يُّبْنَى الْمَسْجِدُ

سے شبِ معراج تک اکاون برس سات ماہ ۲۸ دن کا وقفہ تھا۔ یہ تقریباً ترپن ۵۳ برس ہوتے ہیں۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم چار ربیع الاوّل کو پیر کے روز غارِ ثور سے نکلے تھے۔ منگل کے روز "قدید" میں قیلولہ فرمایا دو ربیع الاوّل شریف کو بنو عمرو بن عوف کے پاس پہنچے مگر تحقیق یہ ہے کہ آپ بارہ ربیع الاوّل کو وہاں پہنچے۔ برقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ آپ مدینہ منورہ میں رات تشریف لائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سردرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اونٹ نحر فرمایا۔ آپ قبیلہ بنی نجار میں اس لئے تشریف لائے کہ وہ آپ کے ماموں تھے کیونکہ آپ کے جدِّ امجد ہاشم نے سلمٰی بنت عمرو بن زید سے نکاح کیا تھا۔ جو بنی عدی بن نجار سے ہیں اور وہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے ان سے حضرت عبد المطلب پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھنی جائز ہے۔ مشرکوں کی قبروں کو اکھاڑنا جائز ہے؛ کیونکہ ان کا احترام نہیں۔ ضرورت کے وقت بے دینوں کی قبریں اکھاڑنا جائز ہے۔ اس زمانہ میں بھی کافروں کی قبریں اکھاڑ کر وہاں مسجد بنانا جائز ہیں اور مسلمانوں کی قبریں جب پرانی ہو کر ان کے آثار مٹ جائیں تو وہاں مسجد بنا لی جائے تو حرج نہیں ضرورت کے لئے پھل دار درخت کاٹنے جائز ہیں۔ واللہ اعلم!

باب — بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھنا

۴۲۱ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑیوں میں نماز پڑھ لیتے تھے اس کے بعد میں نے ان سے سُنا کہ مسجد بنانے سے پہلے بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھا کرتے تھے

۴۲۱ — شرح : اس حدیث سے مراد مسجد نبوی ہے شرّفہ اللہ تعالیٰ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ

بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَوَاضِعِ الْاِبِلِ

۴۲۲ ـ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ ابْنُ حَيَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّىْ اِلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ

نے کہا بکریوں کے باڑوں میں نماز مکروہ نہیں جبکہ ان کے ابوال اور ابعار سے احتیاط ہو، لہٰذا مصلیٰ وغیرہ بچھا کر نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

باب ـ اونٹوں کے مواضع میں نماز پڑھنا

۴۲۲ ـ ترجمہ : حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر کو اپنے اونٹ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے دیکھا۔ انھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

۴۲۲ ـ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز جائز ہے، کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے ساری زمین مسجد اور طاہر کر دی گئی ہے۔ یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے اونٹوں کے باڑوں وغیرہ میں نماز کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ وہ صاف ہوں، طاہر ہوں۔ یہی مسلک جمہور علماء کا ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور محمد رضی اللہ عنہم نے یہی مذہب اختیار کیا ہے۔ ابو داؤد میں بروایت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اونٹوں کے باڑہ میں نماز نہ پڑھو۔ یہ شیاطین سے پیدا ہوئے ہیں۔ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لو اور اونٹوں کے باڑہ میں نماز نہ پڑھو۔ ابن ماجہ میں عبد الملک کی روایت حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹوں کے باڑہ میں نماز نہ پڑھو۔ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھ لو۔ نیز ابن ماجہ نے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھ لیا کرو اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو، کیونکہ یہ شیاطین سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح طبرانی، مسند امام احمد میں مذکور ہے۔ یہ تمام روایات جو اونٹوں کے باڑوں میں نماز سے ممانعت میں مذکور ہیں ان میں نہی تنزیہہ

بَابُ مَنْ صَلّٰى وَقُدَّامَهُ تَنُّوْرٌ اَوْ نَارٌ اَوْ شَيْءٌ مِمَّا يُعْبَدُ فَاَرَادَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ وَاَنَا اُصَلِّيْ

۴۲۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اُرِيْتُ النَّارَ فَلَمْ اَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ اَفْظَعَ —

ہے۔ تحریم کے لئے نہیں کیونکہ بسا اوقات، اونٹ بھڑک اٹھتے ہیں تو نماز کی حالت میں اس طرح کے اتفاق سے خشوع جاتا رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماء رجال: صدقہ بن فضل حدیث ۱۱۵ کے اسماء میں دیکھیں ۲ سلیمان بن حیان ازدی کوفی امام ہیں ان کی کنیت ابو خالد احمر ہے۔ ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے ۳ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب مدینہ منورہ کے افاضل علماء میں سے ہیں۔ آپ بہت عابد تھے۔ ۱۴۷ ہجری میں فوت ہوئے ۴ نافع حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ مولیٰ ہیں۔ حدیث ۱۲۳ کے اسماء میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب "جس نے نماز پڑھی اور اس کے آگے تنور یا ایسی شیٔ ہو جس کی عبادت کی جاتی ہو اور نمازی صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ کرے"

زہری نے کہا مجھے انس (رضی اللہ عنہ) نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے آگ پیش کی گئی جبکہ میں نماز پڑھ رہا تھا"

بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّلٰوةِ فِى الْمَقَابِرِ

۴۲۴ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا فِیْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا

۴۲۳ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سورج کو گرہن لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر فرمایا مجھے آگ دکھائی گئی میں نے آج کی طرح گھبراہٹ میں ڈالنے والا منظر کبھی نہیں دیکھا۔

۴۲۳ — شرح : اس عنوان سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ نمازی کے سامنے تنور یا کوئی ایسی شئے ہو جس کی عبادت کی گئی ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ اگرچہ بظاہر اس میں اجمال ہے اور بخاری نے کراہت اور عدم کراہت کا فیصلہ نہیں کیا مگر مذکور حدیث عدم کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ ابن تین نے کہا اس حدیث کی عنوان پر دلالت نہیں، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگ کا دکھائی دینا آپ کے اختیار سے نہ تھا وہ تو کسی حکمت کی بناء پر آپ کو پیش کی گئی تھی اور نماز مکروہ اس وقت ہوتی ہے جبکہ اپنے اختیار سے سامنے آگ رکھی ہو اگر اختیار کے بغیر ہو تو نماز مکروہ نہیں، کیونکہ اس وقت کراہت کی علت موجبہ نہیں پائی جاتی ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہر شئی کی طرف متوجہ ہو کر نماز جائز ہے جبکہ اس کی طرف نماز کا قصد نہ کیا جائے اور جب قصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہو اور معبودات وغیرہ سے کوئی شئی سامنے آجائے تو مضر نہیں جیسے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے دوزخ کی آگ نے ضرر نہ دی تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ کسوف مستحب ہے اور جنت و دوزخ مخلوق ہیں اب موجود ہیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی دور سے دوزخ کو دیکھنا کمالِ نبوی ہے اور جب نمازی کے سامنے آگ ہو اور اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو تو نماز مکروہ نہیں یہی دراصل بخاری کا مقصد ہے۔

باب — قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت

۴۲۴ — ترجمہ : ...

بَابُ الصَّلٰوةِ فِیْ مَوَاضِعِ الْخَسْفِ وَالْعَذَابِ

وَيُذْكَرُ اَنَّ عَلِيًّا رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ كَرِهَ الصَّلٰوةَ بِخَسْفِ بَابِلَ

۴۲۵ ـــ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ الْمُعَذَّبِيْنَ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ لَا يُصِيْبُكُمْ مَا اَصَابَهُمْ

۴۲۴ ـــ روایت کی آپ نے فرمایا اپنے گھروں میں کچھ نماز پڑھا کرو اور ان کو قبریں نہ بناؤ

شرح : یعنی گھروں کو نماز اور تلاوتِ قرآن سے قبروں کی طرح خالی نہ رکھو جبکہ ان میں نہ نماز پڑھی جاتی ہے اور نہ ہی قرآن پڑھا جاتا ہے طبرانی میں مرفوع روایت ہے کہ حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منور کرو ان میں تلاوت قرآن بکثرت کرو اور ان کو قبریں نہ بنالو جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا تھا کیونکہ جس گھر میں قرآن پڑھا جائے۔ اس گھر والوں کا رزق کشادہ اور خیر زیادہ ہوتی ہے۔ اس گھر میں فرشتے حاضر ہوتے اور شیطان وہاں سے بھاگتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت قرآن کریم نہ ہو اس گھر والوں کا رزق تنگ اور خیر کم ہو جاتی ہے۔ فرشتے وہاں سے بھاگتے ہیں اور شیطان آجاتے ہیں۔ نیز حدیث کا معنی تشبیہ بلیغ پر مبنی ہے۔ جبکہ حرف تشبیہ محذوف ہے تو حدیث کا معنی یہ ہوگا تم اپنے گھروں کو قبروں کی مثل نہ بناؤ۔ جبکہ ان میں نماز نہیں پڑھی جاتی اور گھروں میں نماز سے مراد نوافل ہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ حدیث میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ اپنے گھروں کو نیند خانہ نہ بناؤ کہ ان میں نماز نہ پڑھو، کیونکہ نیند موت کا ساتھی ہے۔ اس حدیث کے مقصد میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث نوافل کی نماز میں وارد ہے۔ کیونکہ فرض نماز جماعت کے ساتھ واجب ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ فرض نماز میں وارد ہے۔ تاکہ جو شخص مسجد میں نماز ادا کرنے سے قاصر ہو وہ گھر میں فرض نماز باجماعت پڑھ لے، کیونکہ وہ جماعت کا ثواب پالیتا ہے۔

باب ـــ عذاب اور زمین میں دھنس جانے کے مقامات میں نماز پڑھنا،،

ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بابل کے مقام میں نماز پڑھنا مکروہ جانا۔ جہاں لوگوں کو زمین میں دھنسایا گیا تھا ،،

۴۲۵ — ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان عذاب کردہ لوگوں کے مقامات پر نہ جاؤ مگر روتے ہوئے گزرو، اگر تم روتے ہوئے نہ گزرو کہیں تم کو وہ عذاب نہ پہنچے جو ان کو پہنچا۔

۴۲۵ — شرح : اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جن مقامات پر عذاب نازل ہوا یا ان لوگوں کو زمین میں دھنسایا گیا۔ وہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اثر مذکور اس پر دلالت کرتا ہے اگرچہ عنوان میں امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ تحقیق یہ ہے کہ جو شخص بابل یا اس جیسے مقامات میں اقامت کرے اور اسے وطن بنا لے اس کے لئے وہاں نماز مکروہ نہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے لئے ساری زمین مسجد اور طاہر کر دی گئی ہے" اور جو حدیث سنن ابی داؤد میں ہے کہ "حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روکا اور بابل کی زمین میں بھی نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ زمین ملعون ہے"۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ نے کہا اس زمین میں نماز سے نہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے اس لئے انہوں نے کہا مجھے منع فرمایا۔ شاید یہ اسی وجہ سے ہوگا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں مصائب برداشت کرنے پڑے ، کیونکہ یہ بابل کی زمین میں واقع ہے ۔ ابو عبید بکری نے کہا بابل عراق میں جادو کا شہر مشہور ہے۔ اس حدیث میں سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی طرف اشارہ ہے جو اصحاب حجر ہیں۔ حجر شام اور حجاز کے درمیان شہر ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں داخل ہونے سے منع فرمایا تھا جبکہ وہ آپ کے ساتھ تبوک کو جاتے ہوئے وہاں سے گزرے تھے۔ پھر اس سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ان مقامات میں داخل ہو تو غمناک روتے ہوئے داخل ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو وہاں نماز پڑھ لے فاسد نہ ہوگی۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر یہ کہا جائے کہ ایک ظالم قوم کا عذاب دوسری قوم کو کیسے پہنچے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کوئی کسی کا بوجھ نہ اُٹھائے گا"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیر ظالم کو عذاب پہنچنے کو ہم تسلیم نہیں کرتے مگر جو شخص روتا ہوا یا غمناک نہ گزرے یا اس جگہ داخل ہو اور گریہ زاری نہ کرے وہ ظالم ہے ، کیونکہ گریہ زاری کے مقام میں جہاں وہ واجب ہو۔ اس کا ترک ظلم ہے اور مذکورہ آیت کریمہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قیامت کے دن کے عذاب پر محمول ہے " اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات میں سکونت منع ہے ، کیونکہ اتنا عرصہ غمناک اور روتے رہنا ممکن نہیں اور ان مقامات سے جلدی گزر جائے جیسے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

بَابُ الصَّلٰوةِ فِي الْبِيعَةِ

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ كَنَائِسَكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّمَاثِيلِ الَّتِي فِيهَا الصُّوَرُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلِّي فِي الْبِيعَةِ إِلَّا بِيعَةً فِيهَا تَمَاثِيلُ ۴۲۶ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ فَذَكَرَتْ لَهُ مَا رَأَتْ فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولٰئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ

باب — گرجے میں نماز پڑھنا

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تمہارے گرجوں میں اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ ان میں تصاویر ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما گرجے میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ مگر اس گرجے میں نہ پڑھتے تھے جس میں تصاویر ہوتی تھیں۔

۴۲۶ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس گرجے کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ کی زمین میں دیکھا تھا۔ اسے ماریہ کہا جاتا ہے اور اس میں تصاویر کا آپ سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ جب ان میں سے کوئی نیک بندہ مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے اور یہ تصاویر اس میں رکھتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شریر مخلوق ہے۔

۴۲۶ — شرح : باب کے عنوان میں "بیعہ" ہے اور حدیث میں کنیسہ مذکور ہے اور وہ یہودیوں کی عبادت گاہ ہے مگر یہ فرق مشہور ہے

بَابٌ ــ ۴۲۷ ا حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا

۴۲۷ ب حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ

لغت میں نصاریٰ کی عبادت گاہ کو کنیسہ بھی کہا جاتا ہے۔ جوہری نے کہا "اَلْکَنِیْسَۃُ وَالْبِیْعَۃُ لِلنَّصَارٰی" اس باب میں گرجے میں نماز مکروہ یا حرام کہا حدیث ۴۲۳ میں جائز کہا ہے۔ مگر یہ تعارض نہیں، کیونکہ اس باب میں آگ کا سامنے آجانا غیر اختیاری ہے اور اس باب میں جیسا کہ عمر فاروق نے کہا کہ تمہارے گرجوں میں اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ ان میں تصاویر ہیں اختیار پر مبنی ہے اس لئے نماز مکروہ ہے۔

۴۲۷ ــ ا ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرمانے لگے تو اپنے چہرۂ انور پر کمبل ڈالا۔ جب اس سے گرمی محسوس ہوئی تو اُسے چہرۂ انور سے ہٹا دیا اور فرمایا جبکہ اسی حال میں تھے۔ اللہ تعالیٰ یہود و النصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا آپ ان کو اس فعل سے ڈراتے تھے۔"

۴۲۷ ــ ب ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے اُنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

۴۲۷ ــ ا ــ ب ــ شرح : اس حدیث میں مخصوص یہودیوں کا ذکر کیا اور اوپر والی

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طَهُوْرًا ؛

۴۲۸ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ هُوَ اَبُو الْحَكَمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَقِيْرُ قَالَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَّجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَّاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَآئِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ كَآفَّةً وَّاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ

حدیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر ہے، کیونکہ قبروں پہ مساجد کے بانی یہی لوگ تھے۔ انھوں نے اس قبیح فعل کی ابتداء کی تھی۔ اس لئے یہ نصاریٰ سے زیادہ ظالم ہیں یا اس لئے کہ یہودیوں نے اپنے دین میں بہت غلو کیا تھا۔ مگر سوال یہ ہوتا ہے کہ پہلی حدیث میں نصاریٰ کا ذکر غیر مفہوم ہے کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کے سوا عیسائیوں کا نبی ہی نہیں اور وہ بھی آسمانوں پہ زندہ تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی قبر ہی نہیں۔ وہ اس لعنت کے مستحق کیوں ہیں؟ اس کا بعض نے جواب یہ دیا کہ ان میں بھی نبی تھے، لیکن وہ رسول نہ تھے۔ جیسے حواری اور مریم علیہا السلام مگر یہ جواب اچھا نہیں، کیونکہ حواری سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رسول اور قاصد تھے۔ وہ نبی نہ تھے اور جمہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک نبوت صرف مردوں سے مختص ہے کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔

باب — نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد میرے لئے زمین مسجد اور طاہر بنا دی گئی ہے"

بَابُ نَوْمِ الْمَرْأَةِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۲۹ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ وَلِيْدَةً كَانَتْ سَوْدَاءَ لِحَيٍّ مِّنَ الْعَرَبِ فَأَعْتَقُوْهَا فَكَانَتْ مَعَهُمْ قَالَتْ فَخَرَجَتْ صَبِيَّةٌ لَّهُمْ عَلَيْهَا وُشَاحٌ أَحْمَرُ مِنْ سُيُوْرٍ قَالَتْ فَوَضَعَتْهُ أَوْ وَقَعَ مِنْهَا فَمَرَّتْ بِهٖ حُدَيَّاةٌ وَّهُوَ مُلْقًى فَحَسِبَتْهُ لَحْمًا فَخَطِفَتْهُ قَالَتْ فَالْتَمَسُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ قَالَتْ فَاتَّهَمُوْنِيْ

۴۲۸ — ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ اشیاء عطا کی گئی ہیں مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہ ہوئیں ایک مہینہ کی مسافت سے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ۔ ہر نبی اپنی مخصوص قوم کے لئے مبعوث ہوتا تھا اور میں سارے لوگوں کے لئے مبعوث ہوں ۔ مجھے شفاعت عظمیٰ دی گئی ہے ۔

۴۲۸ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ابواب کے بعد یہ باب ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ ان مقامات میں نماز حرام نہیں ، کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عام ارشاد "جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا" کا مدلول یہ ہے کہ زمین کے ہر حصہ میں نماز جائز ہے ۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس عموم میں مقابر ، مرابض اور کنائس وغیرہ سب داخل ہیں ۔ اس حدیث شریف کی باقی تقریر حدیث ع ۳۳۰ کے تحت گزر چکی ہے ۔

باب — عورت کا مسجد میں سونا

۴۲۹ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عرب کے قبیلہ کی سیاہ فام لونڈی تھی ۔ جسے انھوں نے آزاد کر دیا تھا اور ان کے پاس ہی رہا کرتی تھی ۔ اس قبیلہ کی ایک نوجوان لڑکی باہر نکلی اس کا سرخ چمڑے کا ہار تھا ۔ جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اس لڑکی نے اسے اتار کر رکھا یا وہ اس سے گر گیا (یہ راوی کو شک ہے) اس ہار سے کوئی چیل گزری جبکہ ہار گرا پڑا تھا ۔ اس کو چیل نے گوشت گمان کیا اور جھپٹ کر اسے لے گئی ۔ انہوں نے کہا ۔ لوگوں نے ہار تلاش

بِهٖ قَالَتْ فَطَفِقُوْا يُفَتِّشُوْنِيْ حَتّٰى فَتَّشُوْا قُبُلَهَا قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَقَائِمَةٌ مَعَهُمْ اِذْ مَرَّتِ الْحُدَيَّاةُ فَأَلْقَتْهُ قَالَتْ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ قَالَتْ فَقُلْتُ هٰذَا الَّذِيْ اتَّهَمْتُمُوْنِيْ بِهٖ زَعَمْتُمْ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْئَةٌ وَهُوَ ذَا هُوَ قَالَتْ فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ لَهَا خِبَاءٌ فِي الْمَسْجِدِ اَوْ حِفْشٌ قَالَتْ فَكَانَتْ تَأْتِيْنِيْ فَتَحَدَّثُ عِنْدِيْ قَالَتْ فَلَا تَجْلِسُ عِنْدِيْ مَجْلِسًا اِلَّا قَالَتْ وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيْبِ رَبِّنَا اَلَا اِنَّهٗ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا مَا شَانُكِ لَا تَقْعُدِيْنَ مَعِيَ مَقْعَدًا اِلَّا قُلْتِ هٰذَا قَالَتْ فَحَدَّثَتْنِيْ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

کیا مگر اسے نہ پایا۔ اس لونڈی نے کہا۔ انھوں نے ہار سے مجھے متہم کیا اور میری تلاشی شروع کر دی حتیٰ کہ اس کی شرمگاہ کی بھی تلاشی لی گئی۔ لونڈی نے کہا خدا کی قسم! میں ان کے پاس کھڑی تھی۔ اچانک وہی چیل گذری اور اُس نے ہار پھینک دیا جب وہ اِن پر گرا تو میں نے کہا یہ ہے وہ ہار جس سے تم نے مجھے متہم کیا ہے تم نے گمان کیا ہے کہ میں نے اسے پکڑا ہے۔ حالانکہ میں اس سے بری ہوں۔ وہ ہار یہی تو ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا پھر وہ لونڈی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مسلمان ہوگئی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا اس لونڈی کا مسجد کے قریب خیمہ یا جھونپڑی تھی (راوی کو شک ہے) ام المؤمنین نے کہا وہ لونڈی میرے پاس آیا جایا کرتی اور میرے ساتھ باتیں کیا کرتی تھی۔ مگر جب بھی وہ میرے پاس بیٹھتی تو یہ کہا کرتی تھی کہ ہار کا دن ہمارے رب کے عجائبات سے ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کفرستان سے نجات دی۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے اسے کہا تیرا کیا حال ہے تو میرے پاس نہیں بیٹھتی مگر یہ شعر کہتی ہو تو اُس نے اس واقعہ کی مجھے خبر دی۔

۴۲۹ — شرح: اس قبیلہ کی ایک نوجوان لڑکی نئی نئی دُلہن تھی وہ غسلخانہ میں داخل ہوئی تو اس نے اپنا ہار جس میں موتی اور جواہر جڑے ہوئے تھے اتار کر رکھا تو چیل گوشت سمجھ کر جھپٹ کر لے گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جب کسی کا گھر بار نہ ہو تو اس کے لئے مسجد کے فضا میں سونا جائز ہے۔ مرد اور عورت کے لئے حکم یکساں ہے جبکہ عورت کو فتنہ کا خطرہ نہ ہو اور جب کسی جگہ فتنہ ہو وہاں سے نقل مکانی جائز ہے کبھی یہ بے بہا خیرات کا موجب ہوتا ہے جیسے اس سیاہ فام

بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ

وَقَالَ أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عُكْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوا فِي الصُّفَّةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ كَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءَ

۴۳۰ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَنَامُ وَهُوَ شَابٌّ أَعْزَبُ لَا أَهْلَ لَهُ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عورت کو ہار کے فتنہ نے بلا دِ اسلام کی طرف نکالا اور اس کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

باب — مردوں کا مسجد میں سونا

ابوقلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت کہ قبیلہ عُکل سے چند لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ صفہ میں رہنے لگے عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہما) نے کہا اصحابِ صفہ فقراء تھے۔

۴۳۰ — ترجمہ : نافع رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نے خبر دی کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علی صاحبہ وسلم میں سویا کرتے تھے جبکہ وہ نوجوان غیر شادی شدہ تھے۔ ان کی بیوی بچے نہ تھے۔

۴۳۰ — شرح : عُکل عرب میں ایک قبیلہ ہے ان کو اصحابِ صفہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسجد کے دروازے پر پڑے رہتے تھے، کیونکہ غریب تھے ان کا کوئی گھر وغیرہ نہ تھا۔ حدیث شریف میں اَعْزَبُ کے بعد لَا اَهْلَ لَهٗ کا ذکر تعمیم بعد التخصیص ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسافر بھی مسجد میں [illegible] مسکن وغیرہ نہ ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

۴۳۱ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْ اَيْنَ هُوَ فَجَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَآءَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَآؤُهٗ عَنْ شِقِّهٖ وَاَصَابَهٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهٗ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ اَبَا تُرَابٍ قُمْ اَبَا تُرَابٍ

رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں مشرکوں کے ساتھ تھے۔ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے یہ قریش میں بہت بہادر اور زبردست تیر انداز تھے۔ بخاری شریف میں ان کی صرف تین احادیث ہیں ان کی کل احادیث آٹھ ہیں۔ مکہ مکرمہ کے قریب ۵۲-ہجری میں فوت ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۴۳۱ — ترجمہ : سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور گھر میں علی (رضی اللہ عنہ) کو نہ پایا تو فرمایا (اے سیدہ) تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ سیدہ نے کہا میرے اور ان کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی ہے۔ وہ ناراض ہو کر باہر چلے گئے ہیں اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ شخص آیا اور کہا یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سو رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ اور ایک طرف سے ان کی چادر گری ہوئی تھی اور ان کو مٹی لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مٹی صاف کرنے لگے۔ جبکہ آپ یہ فرما رہے تھے اٹھو اے ابا تراب اٹھو اے ابا تراب۔

۴۳۱ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے یہ نہ فرمایا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے یا علی کہاں ہے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان میں تکرار ہو چکی ہے اس لئے آپ نے قرابت قریبہ کا ذکر کر کے سیدہ کو حضرت علی پر مہربان کرنا چاہا تھا (کرائی) معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت گھر تشریف لانے کا مقصد ہی یہ تھا جس پر آپ نورِ نبوت سے مطلع تھے۔ ابن بطال نے کہا معلوم ہوا کہ غیر فقیر بھی مسجد میں سو سکتا ہے اور اس میں کھانا وغیرہ بھی کھا سکتا ہے۔ مودّت و موانست کے لئے

۴۳۲ ـــ حَدَّثَنَا یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ

ناراض ہونے والے کی کوئی مناسب کنیت ذکر کر کے اس کو خوش کرنا اور مزاح کرنا جائز ہے۔ اولاد کے نام کے بغیر بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے سسر داماد سے محبت آمیز گفتگو کرسکتا ہے۔

حضرت علی اور فاطمہ کی یہ ناراضگی ایذا کے لئے نہ تھی۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ نہ کہا جائے گا کہ انھوں نے سیّدہ کو ایذا دی۔ جیسے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے مابین کسی وقت ناراضگی ایذا کے لئے نہ تھی۔ لہٰذا ابوبکر صدیق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما اس حدیث کے مصداق نہیں ہوتے ہیں کہ جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذاء دی فافہم"۔

اسماء رجال

: ع۱ عبدالعزیز بن ابی حازم مدنی ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں ان سے بڑا فقیہہ کوئی نہ تھا۔ ۱۸۴۔ ہجری میں فوت ہوئے ان کے والد ابو حازم ہیں۔ ان کا نام سلمہ بن دینار اعرج ہے۔ ع۲ سہل بن سعد حدیث ۲۴۲ کے اسناد میں دیکھیں۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی ہیں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کردیا۔ اس وقت سیّدہ کی عمر شریف پندرہ برس پانچ ماہ تھی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ علیہ وسلم سے اٹھارہ احادیث روایت فرمائی ہیں۔ بخاری مسلم میں ان کی صرف ایک حدیث مذکور ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ سے روایت کی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد دارِ فنا سے عالم بقا کو تشریف لے گئیں آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اور امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات ہی دفن کردیا۔

۴۳۲ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ستر اصحاب صفہ دیکھے ان میں سے بعض وہ تھے جن پر صرف ایک ہی چادر ہوتی تھی یا تہبند ہوتا یا کمبل ہوتا جبکہ

بَابُ الصَّلٰوةِ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ

وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ

۴۳۳ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ مِسْعَرٌ اُرَاهُ قَالَ ضُحًى فَقَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لِيْ عَلَيْهِ

اُنھوں نے وہ اپنی گردنوں سے باندھا ہوتا تھا۔ اس سے بعض آدھی پنڈلی تک پہنچتی اور بعض کے ٹخنوں تک وہ اُسے اپنے ہاتھ سے اکٹھی کر کے رکھتا تاکہ شرمگاہ برہنہ نہ ہو جائے۔

۴۳۲ — شرح : جن اصحاب صفہ کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا۔ یہ ان ستر اصحاب صفہ کے علاوہ ہیں جن کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بئر معونہ کی جنگ میں بھیجا تھا وہ بھی اصحاب صفہ تھے مگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے وہ شہید ہو گئے تھے یہ حضرات مسجد میں رہا کرتے تھے۔

اسماء رجال : ع۱ یوسف بن عیسیٰ مروزی ہیں حدیث ع۲۷۲ کے اسماء میں دیکھیں۔
ع۲ ابن فضیل کا نام محمد اور کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے۔ وہ کوفی ہیں۔ ۱۹۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ فضیل ابن غزوان ہیں ع۴ ابو حازم سلیمان اشجعی کوفی ہیں حدیث ع— میں گزرے ہیں۔ یہ اور ابو حازم جن کا ابھی اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ دونوں تابعی ہیں صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان میں امتیاز کرنا بہت ضروری ہے۔

باب — جب سفر سے آئے تو نماز پڑھنا

کعب بن مالک نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور اس میں نماز پڑھتے ''

۴۳۳ — ترجمہ : جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

دَیْنٌ فَقَضَانِیْ وَزَادَنِیْ

بَابُ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ

۴۳۴ ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ عَامِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَیْمٍ الزُّرَقِیِّ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ السَّلَمِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ ـــ

توآپ نے فرمایا : دو رکعتیں پڑھو ۔ آپ پر میرا قرض تھا ۔ وہ آپ نے ادا کیا اور زیادہ دیا ۔

۴۳۳ ـــ شرح : امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تعلیق کو غزوۂ تبوک میں مسند ذکر کیا ۔ یہ لمبی حدیث ہے ۔ انشاء اللہ اپنے محل میں تفصیلاً اس کا ذکر ہوگا ۔ اس کی باب سے مناسبت ظاہر ہے ۔ سفر سے واپس آکر نماز کی مشروعیت عام ہے کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ہو یا آپ کے قول سے ہو پہلے کو معلق حدیث میں اور دوسرے کو حضرت جابر کی حدیث میں ذکر کیا ۔ امام نووی نے کہا یہ نماز سفر سے واپسی پر مقصود (بند) ہے تحیۃ المسجد نہیں ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض زیادہ ادا کرنا مستحب ہے ۔ اس حدیث کی تفصیل اپنے مقام میں مذکور ہوگی ! انشاء اللہ تعالیٰ !

اسماء رجال : ع۱ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ انصاری شاعر ہیں ۔ جنگ تبوک میں شامل نہ ہونے والے تین صحابہ کرام میں سے ہیں جن کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ،، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی احادیث روایت کی ہیں ۔ جن میں سے امام بخاری نے چار ذکر کی ہیں وہ ستر انصار کے ساتھ عقبہ کی بیعت میں موجود تھے پچاس ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوگئے ع۲ خلاد بن یحییٰ بن صفوان کوفی ہیں ان کی کنیت ابو محمد وہ سلمی ہیں ۔ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے ۲۱۷ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ ابو سلمہ ہلالی عالی کوفی ہیں نعیم نے کہا مسعر حدیث میں بہت شک کرتے تھے ۔ اعمش نے کہا مسعر

باب ـــ جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں نفل پڑھے ،،

۴۳۴ ـــ ترجمہ

بَابُ الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُصَلِّي عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ مَا لَمْ يُحْدِثْ تَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ

نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے!

۴۳۴۔ شرح: یہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نماز مستحب ہے، کیونکہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں داخل ہوتے اور یہ نماز پڑھے بغیر باہر تشریف لے جاتے تھے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جو شخص مکروہ اوقات میں داخل ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امر میں داخل نہیں، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا جس کو لوگوں کی گردنیں روندتا ہوا دیکھا کہ بیٹھ جاؤ تم نے تکلیف دی ہے اور اس کو نماز کا حکم نہ فرمایا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ نماز بالاتفاق سنت ہے۔ اگر کوئی شخص مکروہ وقت میں داخل ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں یہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی روایت ہے مگر ان کا صحیح مذہب یہ ہے کہ مکروہ اوقات میں تحیۃ المسجد کی نماز مکروہ نہیں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا امام مالک رضی اللہ عنہ کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں نفل ہیں بعض سنت کہتے ہیں۔

محب طبری نے کہا قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا وقت بیٹھنے سے پہلے وقت فضیلت ہے اور اس کے بعد وقتِ جواز ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ قبل جلوس وقت ادا اور اس کے بعد وقت قضاء ہو۔ واللہ اعلم!

باب ۔ مسجد میں بے وضوء ہو جانا

۴۳۵۔ ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تم میں سے ہر کسی کے لئے دُعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلی پر بیٹھا رہے جہاں اُس نے نماز پڑھی ہو جب تک وہ بے وضو نہ ہو فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! اسے بخش! اے اللہ، اسے بخش!!

بَابُ بُنْیَانُ الْمَسْجِدِ

وَقَالَ ابو سَعِیْدٍ کَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ مِنْ جَرِیْدِ النَّخْلِ وَاَمَرَ عُمَرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اُکِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَاِیَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ اَوْ تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ قَالَ اَنَسٌ یَتَبَاهُوْنَ بِهَا ثُمَّ لَا یَعْمُرُوْنَهَا اِلَّا قَلِیْلًا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَتُزَخْرِفُنَّهَا کَمَا زَخْرَفَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی

۴۳۵ — ترجمہ : سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد : تقول الخ " تصلّی کی تفسیر ہے۔ مغفرت میں سترِ عیوب اور رحمت میں احسان کا فیضان ہوتا ہے۔

ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا مسجد میں بے وضو رہنا گناہ ہے۔ اس سے مُحدِث (بے وضو) فرشتوں کی استغفار اور ان کی دعاء سے محروم ہو جاتا ہے جس کی برکت متوقع تھی چونکہ حدث (بے وضو ہونے) کا کفارہ نہیں ہے جو اس کی اذی کو اُٹھائے جیسے مسجد میں کھنکار کا کفارہ اس کا دفن کر دینا ہے۔ اس لئے مُحدِث کو استغفارِ ملائکہ سے محروم کیا گیا ہے۔ کیونکہ بدبودار ہوا سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ استغفار چھوڑ دیتے ہیں جو شخص چاہے کہ کسی محنت کے بغیر اس کے گناہ معاف ہوتے رہیں تو وہ نماز کے بعد مصلّیٰ پر بیٹھا رہے تاکہ فرشتوں کی دُعاء اور استغفار سے مستفید ہوتا رہے جس کی قبولیت کی بہت امید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتے اسی کے لئے دُعاء کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو۔ اس حدیث سے نماز کے انتظار کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اسی جگہ انتظار کرے جہاں نماز پڑھی ہو یا دوسری جگہ منتقل ہو جائے۔ مسجد میں بے وضو ہونا اس میں تھوکنے سے بُرا ہے۔ مُحدِث یعنی بے وضو شخص کے مسجد میں داخل ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابو درداء مسجد سے باہر آتے اور وضوء کئے بغیر مسجد میں چلے جاتے اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ مسجد میں قصداً بے وضوء بیٹھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ واللہ اعلم!

باب — مسجد بنانا

۴۳۶ — ترجمہ : ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور کہا لوگوں کو بارش سے بچاؤ اور سُرخ اور زرد رنگ کرنے سے بچو، ورنہ لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دوگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

۴۳۷ـــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ ثَنَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعَمَدُهٗ خَشَبُ النَّخْلِ فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ شَيْئًا وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهٖ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ وَاَعَادَ عَمَدَهٗ خَشَبًا ثُمَّ غَيَّرَهٗ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنٰى جِدَارَهٗ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ وَجَعَلَ عَمَدَهٗ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ وَسَقَفَهٗ بِالسَّاجِ

کہا لوگ مسجدیں بنا کر فخر کیا کریں گے اور ان کو آباد کم کریں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تم مساجد کو ایسے مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے عبادت خانے مزین کئے۔

۴۳۶ـــ شرح : شرح السنۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ہوگا کہ میری اُمت کے لوگ مسجد بنانے میں فخر و مباہات کریں گے اور ان کو آباد کم کریں گے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہیں اس وقت آراستہ کیں جب کہ اُنھوں نے کتب الٰہیہ کی تحریف و تغییر کی اور اپنے اصلی دین کو ضائع کیا۔ محی السنۃ رحمہ اللہ نے کہا تم بھی ان کی عادات ایسی اختیار کر رہے ہو تمہاری انتہا بھی مساجد میں مباہات تک ہو کر رہ جائے گی۔

اس سے احناف نے استدلال کیا کہ مسجد کو منقش و مزین کرنا جائز ہے مگر نہ کرنا بہتر ہے اور یہ وقف کے مال سے قطعًا جائز نہیں اگر کسی نے تزیین وغیرہ کرنی ہو تو اپنے ذاتی مال سے کر سکتا ہے مگر نمازیوں کو بیل و بوٹوں میں مشغول ہونے سے بچانے کے لئے قبلہ کی سمت سے احتراز کرے۔

۴۳۷ـــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی" رضی اللہ عنہم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد شریف کچّی اینٹوں سے بنائی گئی تھی اس کی چھت کھجور کی شاخوں اور ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی شئی زیادہ نہ کی اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد والی بنیادوں پر کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنایا اور اس کے ستون لکڑی کے قائم کئے پھر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس میں تبدیلی کی اور اس میں بہت

بَابُ التَّعَاوُنِ فِی بِنَاءِ الْمَسْجِدِ

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللهِ الٰى الاٰيَة

۴۳۸ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنِ مُخْتَارٍ

کچھ کیا اُنھوں نے اس کی دیواریں منقش پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون منقوش پتھروں سے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے تیار کی:

۴۳۷ — شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس باب میں ذکر کیا ہے اس کا مدلول یہ ہے کہ مساجد کی تعمیر میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے اور ان کی تزیین وغیرہ میں غلو اور مبالغہ نہ کیا جائے تاکہ مباہات اور فتنہ کا سدباب ہو۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کثیر فتوحات حاصل ہوئیں اور وہ کثیر اموال خرچ کرنے کی طاقت بھی رکھتے تھے مگر اس کے باوجود اُنھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ نبوت میں مسجد شریف کی کیفیت کو تبدیل نہ کیا پھر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت آیا۔ اس وقت مال بھی وافر تھا مگر انہوں نے صرف اتنا کیا کہ کچی اینٹوں کی جگہ پتھر اور چونہ کر دیا اور کھجور کی شاخوں کی جگہ چھت میں ساگوان کی لکڑی کر دی۔ ان دونوں خلفاء نے مسجد شریف کو زیادہ خوبصورت اور مزیّن اس لئے نہ کیا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم اسے مکروہ جانتے تھے۔ اور اس لئے کہ دُنیاوی امور میں اقتصاد اور میانہ روی میں ان کی اقتداء کی جائے اور اعلیٰ امور میں زہد و تقویٰ اختیار کیا جائے سب سے پہلے ولید بن عبدالملک بن مروان نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے اواخر میں مساجد کو مزیّن کیا اور فتنہ کے خوف سے اہلِ علم اس کو روک نہ سکے ابن منیر نے کہا جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوبصورت بنانا شروع کر دیا تو لوگوں کو مساجد کی تزیین پر آمادہ کیا تاکہ خوبصورت مکانوں کے پاس مساجد کی اہانت نہ ہو۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب مساجد کی تعظیم کے لئے ان کو مزیّن کیا جائے اور اس پر مال بیت المال سے خرچ نہ کیا جائے تو جائز ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ مزیّن نہ کرنا بہتر ہے۔ چنانچہ حدیث ۴۳۶ میں یہ گزرا ہے۔

باب ۷ — مسجد بنانے میں تعاون کرنا

ترجمہ : مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر ان کا

قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى عَلَى ذِكْرِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ وَيَقُولُ وَيْحَ عَمَّارٍ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ يَدْعُوهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ قَالَ يَقُولُ عَمَّارٌ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ

اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں

شرح : اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب بدر میں حضرت عباس قیدی ہو کر آئے تو ان کے پاس مسلمان آئے اور ان کو کفر پہ ندامت دلائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت سخت کلام کیا اس پہ عباس نے کہا تم ہمارے گناہ کا ذکر کرتے ہو ہماری خوبیوں کو نہیں دیکھتے۔ حضرت علی نے کہا کیا تمہاری بھی خوبیاں ہیں؟ عباس نے کہا ہاں! ہم مسجدِ حرام آباد کرتے ہیں۔ کعبہ کو لباس پہناتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں اس وقت مذکورہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس باب میں مذکور حدیث کی مناسبت یہی ہوسکتی ہے کہ مسجد کی تعمیر میں ثواب ہی معتبر ہوتا ہے اور اس کے صرف مومن ہی مستحق ہوتے ہیں۔ اس میں کفار کا کوئی حصہ نہیں اگرچہ وہ مساجد بنا کر ان میں بیکار عبادت کریں۔ اسی لئے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بدر کے روز قید ہو کر آئے اور اُن کو کفر پہ ندامت دلائی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے سخت کلام کیا تو انھوں نے کہا وہ مسجد حرام کی تعمیر کرتے تھے۔ اس پہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے کفر کے باعث ان کا یہ عمل قبول نہیں اور مذکورہ آیت " مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ الآیۃ نازل ہوئی اور بعد میں مسلمانوں کے بارے میں جو تعمیرِ مسجد میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ یعنی معتبر عمارت وہی ہے جو مسلمان کریں اور کافروں کی عمارت لاشئ محض ہے اسی لئے کلمہ حصر ذکر فرمایا۔

بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ عُمَّارَ الْمَسَاجِدِ هُمْ أَهْلُ اللّٰهِ یعنی مسجد کو اللہ والے لوگ ہی آباد کرتے ہیں اور وہ مومن ہی ہیں (حافظ ابوبکر بزاز)

۴۳۸ — شرح : باغی فرقہ وہ ہے جو باطل تاویل سے امام کی مخالفت کرے اور اس کی اطاعت سے خارج ہو جائے جنّت اور دوزخ سے مراد ان کے اسباب ہیں اور وہ طاعت اور معصیّت ہے ۔ بعض نے کہا کہ حضرت عمار کو قتل کرنے والے خارجی تھے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ خوارج کی ابتداء حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان حَکَم مقرر کرنے کے بعد ہُوئی تھی ،، اور یہ تحکیم صفین کی جنگ ختم ہونے کے بعد تھی اور جنگِ صفین میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے اس کے بعد خارجی ظاہر ہُوئے تھے صحیح یہ ہے کہ حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صفین کی جنگ اجتہادی جنگ تھی ۔ وہ سب مجتہد تھے ہر ایک اپنے کو حق پر جانتا تھا ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اور لشکر یہ گمان کرتے تھے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ اپنے مخالفین کو جنت یعنی طاعت کی طرف بُلا رہے ہیں ۔ اگرچہ نفس الامر میں واقعہ برعکس تھا انہی کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہُوئے مگر ان کو ملامت نہیں کی جا سکتی ، کیونکہ وُہ اپنے ظنون کی اتباع جس کو وہ صحیح سمجھ رہے تھے ،، میں برسرِ پیکار تھے چونکہ نفس الامر میں حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اس لئے ان کے مخالفین کو فئۃ باغیہ سے پکارا گیا ہے ۔ مگر ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار ہو جائیں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کے مقدس خطاب سے یاد فرمایا ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے ۔ خود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دُعا فرمائی کہ "اے اللہ معاویہ کو ہدایت دے اور اس کے باعث لوگوں کو ہدایت دے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقیہہ کہا (ترمذی)

اس حدیث شریف میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی ایک جھلک ملتی ہے کہ آپ نے مستقبل میں ہونے والی جنگ کے شرکاء کی خبر دی اور ایسا ہی ہُوا ۔ نیز حضرت علی اور عمار رضی اللہ عنہما کی فضیلت واضح ہوتی ہے کہ وہ مُصیب تھے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جو یہ وہم کرتے ہیں کہ حضرت حق پر نہ تھے ۔ نیز فتنوں سے پناہ مانگنا جائز ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ فتنوں سے پناہ نہ مانگو ان میں منافقین کا قلع قمع ہے ۔ روایت میں ہے کہ "فتنوں کو مکروہ نہ جانو ،، صحیح نہیں ۔ کیونکہ عبد اللہ بن وہب نے اُسے باطل کہا ہے ۔

مذکور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی تعمیر کرنا افضل عمل ہے اور اس میں تعاون بہترین نیکی ہے جو ہمیشہ باقی رہتی ہے اور انسان کی موت کے بعد بھی اس کا ثواب اس کے لئے جاری رہتا ہے ۔ نیز یہ بھی معلوم ہُوا ہے کہ علم ہر ایک سے حاصل کر سکتے ہیں ۔ اگرچہ متعلم سکھانے والے سے افضل ہو کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حبرُ الاُمّت اور رئیسُ المُفَسِّرِین ہیں اس کے باوجود وہ اپنے بیٹے کو حضرت ابوسعید کے پاس بھیجتے ہیں ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم !

اسماء رجال : ع۱ عبد العزیز بن مختار دباغ بصری انصاری ہیں ان کی کنیت ابو اسحاق ہے ۔

ع۲ خالد الحذاء [illegible] کے اسماء میں ہو چکا ہے

بَابُ الْاِسْتِعَانَةِ بِالنَّجَّارِ وَالصُّنَّاعِ فِی اَعْوَادِ الْمِنْبَرِ وَالْمَسْجِدِ

۴۳۹ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى امْرَأَةٍ مُرِیْ غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِیْ اَعْوَادًا اَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ

۴۴۰ — حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰی قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ فَاِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ فَعَمِلَتِ الْمِنْبَرَ

باب — ترکھان اور کاریگر سے منبر اور مسجد بنانے میں مدد لینا ،،

۴۳۹ — ترجمہ : سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو پیغام بھیجا کہ اپنے ترکھان غلام سے کہو کہ میرے لئے منبر تیار کرے میں اس پر (خطاب کے وقت) بیٹھا کروں ۔

۴۳۹ — شرح : حدیث ۳۷۲ کے بیان میں اس عورت اور غلام کا نام گزر چکا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے کہا کہ وہ اپنے غلام کو منبر بنانے کا حکم دے اور حدیث ۴۴۰ میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا اس عورت نے کہا : یا رسول اللہ ! میں آپ کے لئے منبر تیار کروں ؟ مگر ان میں تعارض نہیں ؛ کیونکہ اس عورت نے ہی پہلے منبر بنانے کی پیش کش کی تھی ۔ پھر جب اس کے غلام نے منبر تیار کرنے میں کچھ تاخیر کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تکمیل کے لئے فرمایا کہ وہ کئے ہوئے وعدہ کو پورا کرے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشہ ور لوگوں سے استعانت جائز ہے ۔ جس میں مسلمانوں کو فائدہ ہو اور نیک عمل سے اہل فضل کو خوش

بَابُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا

۴۴۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٰنَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَيْدَ اللّٰهِ الْخَوْلَانِيَّ اَنَّهٗ سَمِعَ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمْ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ

کرنا چاہیے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۴۴۰ — ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا : یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لئے منبر تیار کردوں جس پر (خطابت کے وقت) آپ بیٹھا کریں کیونکہ میرا غلام ترکھان ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہتی ہو تو تیار کردو! پھر اس عورت نے منبر تیار کیا۔

۴۴۰ — شرح : حدیث نمبر ۴۳۹ میں ذکر ہوچکا ہے کہ یہ حدیث سہل کی حدیث کے مخالف نہیں۔ اس حدیث سے اگرچہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت نے اپنی طرف سے یہ کہا تھا لہٰذا اس کی استعانت پر دلالت نہیں مگر اس نے منبر بنانے میں غلام سے استعانت کی تھی۔ لہٰذا یہ باب کے مناسب ہے۔ اس عورت کا نام عائشہ اور غلام کا نام میمون تھا۔ صحیح یہی ہے۔ واللہ اعلم!

باب — جس نے مسجد بنائی

۴۴۱ — ترجمہ : عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انھوں نے عبید اللہ خولانی سے سنا کہ انھوں نے "سیدنا" عثمان بن عفان "رضی اللہ عنہ" سے سنا وہ کہہ رہے تھے حالانکہ لوگوں نے ان کے بارے میں کہا تھا جبکہ انھوں نے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علی صاحبہ" بنائی اے لوگو! تم نے بہت باتیں کی ہیں اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسجد بنائے بکیر نے کہا مجھے گمان ہے کہ

بَابُ يَاخُذُ بِنُصُوْلِ النَّبْلِ اِذَا مَرَّ فِى الْمَسْجِدِ

۴۴۲ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرٍو اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِى الْمَسْجِدِ وَمَعَهٗ سِهَامٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا

عاصم بن عمر بن قتادہ نے کہا اس حال میں کہ اللہ کی رضا اس میں طلب کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس جیسا مکان جنت میں بناتا ہے۔

۴۴۱ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسجد نبوی کچی اینٹوں سے تعمیر کی اس کی چھت کھجور کی شاخوں اور کھجور کی لکڑیوں کی تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پتھروں سے بنایا۔ اس کے ستون پتھروں سے بنائے اور چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی اور مسجد کو خوبصورت بنایا جبکہ طول و عرض میں بھی اسے بڑھا دیا تو بعض لوگوں نے اُسے اچھا نہ جانا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ باتیں کہیں تو یہ فرمایا جو کہ حدیث میں مذکور ہے کہ میں نے مسجد کو مزیّن صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس نیّت سے مسجد آراستہ کرنا جائز ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ!

اسماء رجال : ۱۔ یحییٰ بن سلیمان جعفی حدیث ۱۱۴ ابن وہب حدیث اور عمرو بن حارث حدیث ۷۹ کے اسماء میں گزرے ہیں

باب — جب مسجد سے گزرے تو تیروں کے پھل ہاتھوں سے پکڑ رکھے

۴۴۲ — ترجمہ : جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص مسجد شریف میں گزرا جبکہ اس کے پاس تیر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ان تیروں کے پھل روک کر رکھو!

باب — مسجد میں گزرنا

۴۴۳ — ترجمہ : ابوبردہ نے اپنے باپ ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْمُرُوْرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۴۳ ۔ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ فِيْ شَيْءٍ مِنْ مَسَاجِدِنَا اَوْ اَسْوَاقِنَا بِنَبْلٍ فَلْيَاْخُذْ عَلٰى نِصَالِهَا لَا يَعْقِرْ بِكَفِّهٖ مُسْلِمًا

بَابُ الشِّعْرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۴۴ ۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ

نے فرمایا جو شخص ہماری مساجد یا ہمارے بازاروں میں تیر لے کر گزرے تو ان کے پھالے ہاتھ میں روک رکھے کسی مسلمان کو زخمی نہ کرے۔

۴۴۲ — ۴۴۳ ترجمہ : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "تاریخ اوسط" میں ذکر کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مساجد، بچوں، پاگلوں بیع وشراء، خصومات، شور وغوغا، اقامتِ حدود اور تلواریں لے کر چلنے سے محفوظ رکھو۔ ان کو خوشبودار کرو۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کا احترام بہت ہے کیونکہ مساجد میں خصوصاً اوقات صلوٰۃ میں بہت لوگ ہوتے ہیں۔ اگر تیر ہاتھوں میں تھامے بغیر چلے تو مسلمان کو زخم آنے کا خوف ہے۔ خیال کریں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر رحیم ہیں کہ کسی کے ہاتھوں مسلمان کو اذیت نہ پہنچے معلوم ہوا کہ مسجد میں ہتھیار لے کر داخل ہونا جائز ہے۔

اسماء رجال : موسیٰ تبوذکی حدیث ۴ ۔ عبدالواحد بن زیاد حدیث ۳۵ ابو بردہ حدیث ۱۰ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب — مسجد میں شعر پڑھنا

۴۴۴ — ترجمہ : ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حسان بن ثابت انصاری سے سُنا کہ وہ

ابنَ ثابتِ الْاَنصاریّ یَستَشہِدُ اَبا ھُرَیرَۃَ اَنشُدُکَ اللہَ ھَل سَمِعتَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ یا حَسّانُ اَجِب عَن رَسُولِ اللہِ اَللّٰھُمَّ اَیِّدہُ بِرُوحِ القُدُسِ قَالَ اَبُوھُرَیرَۃَ نَعَم

بَابُ اَصحَابِ الحِرَابِ فِی المَسجِدِ

۴۴۵۔ حَدَّثَنَا عَبدُ العَزِیزِ بنُ عَبدِاللہِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبرَاھِیمُ بنُ سَعدٍ عَن صَالِحِ بنِ کَیسَانَ عَنِ ابنِ شِہَابٍ قَالَ اَخبَرَنِی عُروَۃُ بنُ الزُّبَیرِ اَنَّ عَائِشَۃَ قَالَت لَقَد رَاَیتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَومًا عَلٰی بَابِ حُجرَتِی وَالحَبَشَۃُ یَلعَبُونَ فِی المَسجِدِ وَرَسُولُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَستُرُنِی بِرِدَائِہٖ اَنظُرُ اِلٰی لَعِبِھِم زَادَ اِبرَاھِیمُ بنُ المُنذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا ابنُ وَھبٍ قَالَ اَخبَرَنِی یُونُسُ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قسم لیتے تھے کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کیا تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اے حسان تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دے۔ اے اللہ حسان کی جبرائیل کے ساتھ مدد فرما! ابوہریرہ نے کہا جی ہاں! میں نے سُنا ہے۔

۴۴۴ شرح: اس حدیث شریف میں اگرچہ مسجد کا ذکر نہیں مگر امام بخاری نے یہ حدیث کتاب بدء الخلق میں ذکر کی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں گزرے جبکہ حسان بن ثابت وہاں شعر پڑھ رہے تھے تو اُنھوں نے روکا تب حسان نے کہا میں اس مسجد میں شعر پڑھتا تھا۔ حالانکہ یہاں تم سے بہتر ذات موجود ہوتی تھی۔ پھر حسان ابوہریرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ میری طرف سے مشرکوں کو جواب دو! اے اللہ اس کی روح قدس (جبرائیل) کے ساتھ مدد فرما! ابوہریرہ نے کہا جی ہاں! میں نے سُنا ہے۔ اس سے عنوان کے ساتھ مناسبت واضح ہوگئی! کیونکہ یہ ایک ہی حدیث ہے۔ اگرچہ ابوہریرہ تنہا کی گواہی سے کوئی شئی ثابت نہیں ہوسکتی مگر یہ شرعی حکم کی روایت ہے اس میں ایک عادل کی گواہی کافی ہے۔ جیسے ابوموسیٰ اشعری کے لئے ابوسعید خدری نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس "اَلْاِسْتِیْذَانُ ثَلٰثَۃٌ" کی شہادت دی تھی جسے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول

عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ بِحِرَابِهِمْ

کرلیا تھا۔ اس پر شہادت کا اطلاق مجازی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ حمد و ثنا اور منقبت وغیرہ پر مشتمل اشعار مسجد میں پڑھنا جائز ہیں اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں مشرکوں اور بے دینوں کی ہجو مسجد میں جائز ہے اور جن اشعار کا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے وہ بیہودہ اشعار ہیں۔ مسجد میں نعتیہ اشعار پڑھنے جائز ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اہلِ اسلام کی مدح اور کفار کی ہجو کے لئے مسجد میں اشعار پڑھنے جائز ہیں اسی طرح مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ جنگ پر اُبھارنے اور ان کی تحقیر و تذلیل کے لئے مسجد میں اشعار پڑھنے جائز ہیں۔ لیکن مشرکوں کو سب و شتم میں ابتداء نہیں کرنی چاہیئے اس طرح وہ اسلام کو سب و شتم کریں گے البتہ مجبوری امر کے وقت جائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم!

اسماء رجال

: ۱ ابوالیمان ۲ حکم ۳ ابوسلمہ حدیث ۶ کے اسماء میں دیکھیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

آپ انصاری مدنی ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مدّاح اور ثنا خواں ہیں۔ ممتاز شاعرِ اسلام ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی شاعریت میں مشہور تھے وہ اور ان کے والد ثابت دادے منذر پردادے حرام میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ ابونعیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ایک صُلب سے چار نسلوں کا اس قدر عمر میں اتفاق ان کے سوا نہیں دیکھا گیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ساٹھ سال جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں بسر کئے اور پچاس ہجری کو مدینہ منورہ میں وفات پاگئے۔

باب ـــ مسجد میں جنگی مشق کرنے والے

۴۴۵ ـــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا جبکہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی اوپر والی چادر سے پردہ میں کئے ہوئے تھے اور میں ان کی کھیل دیکھ رہی تھی ابراہیم بن منذر نے اس پر زیادہ ذکر کیا وہ کہتے ہیں ہمیں ابن وہب نے خبر دی انھوں نے کہا مجھے یونس نے ابنِ شہاب سے انھوں نے عروہ ... (رضی اللہ عنہ) ... صاحبہ نے کہا

بَابُ ذِكْرِ الْبَيْعِ وَالشِّرَآءِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۴۶ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَتَتْهَا بَرِيْرَةُ تَسْأَلُهَا فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتُ اَهْلَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَآءُ لِي وَقَالَ اَهْلُهَا اِنْ شِئْتِ اَعْطَيْتِهَا مَا بَقِيَ وَقَالَ سُفْيٰنُ مَرَّةً اِنْ شِئْتِ اَعْتَقْتِهَا وَيَكُوْنُ الْوَلَآءُ لَنَا فَلَمَّا جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَّرَتْهُ ذٰلِكَ فَقَالَ ابْتَاعِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ سُفْيٰنُ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حبشی اپنے حراب کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

۴۴۵ — شرح : یعنی ابراہیم بن منذر کی روائت میں "بحرابہم" زائد مذکور ہے جو عبد العزیز کی روائت میں نہیں ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مسجد مسلمانوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے تو جن اعمال میں دینی منفعت ہو وہ مسجد میں جائز ہیں۔ اور حراب کے ساتھ زور آزمائی اور جنگی مشق ہے یہ مسجد میں جائز ہے، کیونکہ درحقیقت یہ طاعت ہے جس سے جہاد میں فائدہ ہوتا ہے اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مباح لہو دیکھنا جائز ہے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین کو لعب اس لئے دیکھنے دیا تاکہ وہ اس میں سنت طریقہ ضبط کرسکیں اور لوگوں کو یہ حرکاتِ محکمہ بتاسکیں۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ خلق کریم اور گھر والوں سے اچھی معاشرت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے اور یہ کہ عورتوں کا پردہ میں رہ کر مردوں کی طرف نظر کرنا جائز ہے (کرمانی) اقول۔ یہ استدلال صحیح نہیں، کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امہات المومنین سے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو جبکہ انھوں نے ایک نابینا کو دیکھا تھا (ترمذی) اور مذکورہ حدیث ابتداء اسلام پر محمول ہے۔

باب — مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کا ذکر

۴۴۶ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان کے پاس بریرہ آئی وہ اپنی

وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ اَنَّ بَرِيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ قَالَ عَلِيٌّ قَالَ يَحْيٰى وَعَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ يَحْيٰى سَمِعْتُ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَرَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ اَنَّ بَرِيْرَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ صَعِدَ الْمِنْبَرَ

کتابت میں مدد طلب کر رہی تھی ۔ ام المؤمنین نے کہا اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے مالکوں کو تیری پوری قیمت دے دیتی ہوں اور ولاء میرے لئے رہے ۔ بریرۃ لونڈی کے مالکوں نے کہا اگر آپ کی مرضی ہو تو بقایا ثمن دے دیں ۔ سفیان نے ایک بار کہا اگر مرضی ہو تو اسے آزاد کر دیں اور ولاء ہماری رہے ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ام المؤمنین نے اس کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اُسے خرید کر آزاد کر دو !

ولاء اسی کی ہوتی ہے جو لونڈی کو آزاد کرتا ہے ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے ۔ سفیان نے ایک مرتبہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے ۔ وہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں جس نے کوئی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہ ہو وہ کوئی شئی نہیں اگرچہ سو شرطیں لگائے ۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یحییٰ اور عبدالوہاب نے یحییٰ سے اُنھوں نے عمرہ سے روایت کی کہ جعفر بن عون نے کہا کہ یحییٰ نے کہا کہ میں نے عمرہ سے سُنا اُس نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُنا اس کی مالک نے یحییٰ سے اُنھوں نے عمرہ سے روایت کی بریرۃ الخ اور صَعِدَ الْمِنْبَرَ کو ذکر نہ کیا ۔

۴۴۶ — **شرح** : کتابت یہ ہے کہ عبد اپنے شخص کی دین مؤجل کے ساتھ بیع کرے جس کو وہ اقساط میں ادا کرے گا ۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ کتابت جائز ہے جب کوئی شخص اپنے غلام یا لونڈی سے کہہ دے کہ اتنی رقم ادا کر تو آزاد ہے اور غلام اسے قبول کر لے تو وہ مکاتب ہو جائے گا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اگر غلاموں میں بہتری جانو تو ان کو مکاتب بناؤ !

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا مکاتب کی بیع جائز نہیں اور بریرہ رضی اللہ عنہا جب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس کتابت میں استعانت کے لئے آئی تھیں ۔ وہ مال کتابت ادا کرنے سے عاجز آچکی تھی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اَلْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ كِتَابَتِهٖ دِرْهَمٌ ،، ابوداؤد ،، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے روایت کی : هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ دِرْهَمٌ ،، یعنی مکاتب پر جب تک ایک درہم باقی ہو وہ عبد ہے لہٰذا بریرہ مال کتابت ادا کرنے میں عاجز ہو جانے کے باعث لونڈی ہو گئی تھیں ۔ اس لئے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا اس کو خریدنا جائز تھا ۔ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سے فرمایا کہ اسے خرید لو اور آزاد کر دو اور ولاء اسی کے لئے ہوتی ہے جو غلام کو آزاد کرے ۔ فروخت کرنے والے کے لئے ولاء کا کوئی حق نہیں

بَابُ التَّقَاضِیْ وَالْمُلَازَمَۃِ فِی الْمَسْجِدِ

۴۴۷ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ کَعْبٍ اَنَّہٗ تَقَاضٰی ابْنَ اَبِیْ حَدْرَدٍ دَیْنًا کَانَ لَہٗ عَلَیْہِ فِی الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُھُمَا حَتّٰی سَمِعَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ بَیْتِہٖ فَخَرَجَ اِلَیْھِمَا حَتّٰی کَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِہٖ فَنَادٰی یَا کَعْبُ قَالَ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَیْنِكَ ھٰذَا وَاَوْمَاَ اِلَیْہِ اَیِ الشَّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ قُمْ فَاقْضِہٖ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں منبر پر خرید و فروخت کے مسائل بیان کرنا جائز ہیں۔

ـــــــ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم! ـــــــ

باب ــ مسجد میں مقروض سے قرض طلب کرنا اور اسے گرفتار کرنا

۴۴۷ــ ترجمہ: عبیداللہ نے اپنے باپ کعب سے روایت کی کہ انھوں نے ابی حدرد سے قرضہ مسجد میں طلب کیا جو اس پر تھا۔ مسجد میں ان کی آوازیں بلند ہوگئیں حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا جب کہ آپ گھر تشریف فرما تھے۔ آپ ان کی طرف باہر نکلے حتیٰ کہ حجرہ شریف کا پردہ اٹھایا اور آواز دی اے کعب اس نے کہا لبیک، یا رسول اللہ! فرمایا اپنے قرضہ سے اتنا چھوڑ دو اور اس کی طرف اشارہ فرمایا یعنی نصف۔ کعب نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے نصف قرضہ چھوڑ دیا۔ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن حدرد سے، اٹھو اور باقی نصف ادا کرو!

۴۴۴ــ شرح: ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ مسجد میں حقوق اور قرض کا مطالبہ اور ان میں مخاصمت جائز ہے۔ غریب شخص سے

بَابُ كَنْسِ الْمَسْجِدِ وَالْتِقَاطِ الْخِرَقِ وَالْقَذَى وَالْعِيْدَانِ

۴۴۸ ـــ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَسْوَدَ اَوِامْرَاَةً سَوْدَاءَ كَانَ يَقُمُّ الْمَسْجِدَ فَمَاتَ فَسَاَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ فَقَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ بِهٖ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ اَوْقَالَ قَبْرِهَا فَاَتٰى قَبْرَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ـــ

نرمی کرنا اور کچھ قرض معاف بھی کر دینا چاہیئے۔ ہاتھ سے اشارہ کلام جیسا ہوتا ہے۔ مخاصمین میں مصالحت کرا دینی چاہیئے اور دروازہ پر پردہ لٹکانا چاہیئے۔ اچھے کاموں میں سفارش کرنا جائز ہے۔ مسجد میں متوسط آواز بلند کر سکتے ہیں۔ جن احادیث میں مسجد میں بلند آوازوں سے ممانعت آئی ہے وہ شور و غوغا پر محمول ہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال ۴۴۶: علی بن عبداللہ مدینی امام بخاری کے اسناد ہیں ع۲ سفیان بن عیینہ ع۳ یحییٰ بن سعید انصاری ع۴ عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ مدنیہ ہیں۔ ابن مدینی ان کی بہت عظمت بیان کرتے تھے۔ انھوں نے کہا وہ ثقات علماء میں سے ہیں۔ صحیح روایت کے مطابق ۱۰۸ ہجری میں فوت ہوئیں ع۵ بریرہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ ہیں اس سے پہلے وہ عتبہ بن ابولہب کی مملوکہ تھیں۔

اسماء رجال ۴۴۷: عبداللہ بن محمد، عثمان بن عمر، یونس اور زہری حدیث ع۲۷۳ کے اسناد میں دیکھیں، کعب بن مالک انصاری ہیں۔ پچاس ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ جب نابینا ہو گئے تو ان کے بیٹے عبداللہ ان کے قائد تھے۔ ابن ابی حدرد ان کا نام عبداللہ بن ابی سلامہ ہے۔ صحیح روایت کے مطابق وہ صحابی ہیں۔ حدیبیہ اور اس کے بعد دیگر غزوات میں جاتے رہے۔ اکہتر یا بہتر ہجری کو ۸۱ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ جوہری نے کہا ایک شخص کا نام ہے اس کے سوا کوئی اسم فعلع بتکرار العین کے وزن پر نہیں آیا۔

باب ـــ مسجد کی صفائی کرنا اور کپڑوں کے ٹکڑے

بَابُ تَحْرِيْمِ تِجَارَةِ الْخَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۴۹ ـ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ مِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبٰوا اَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَقَرَاَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَرَّمَ تِجَارَةَ الْخَمْرِ

۴۴۸ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک سیاہ فام مرد یا سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی ۔ اس کا انتقال ہو گیا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا اس کا انتقال ہو گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے اس کے انتقال کی خبر کیوں نہ دی ؟ مجھے اس کی قبر بتاؤ ۔ آپ اس کی قبر پر تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی ۔

۴۴۸ ـ شرح : اس حدیث کی دلالت التقاط پر نہیں مگر کنس سے التقاط سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس سے مراد مسجد کی صفائی ہے ۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دفن کے بعد اس کی نمازِ جنازہ خصوصیت سے پڑھی کیونکہ وہ مسجد کا خادم یا خادمہ تھی ۔ معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی کرنے کی بہت فضیلت ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی خدمت کرنا مستحسن ہے خادم یا دوست غائب ہو تو اس کا حال دریافت کرنا مستحب ہے جو شخص مسلمانوں کے منافع اور مصالح میں اپنے کو وقف کر دے اس کی مکافات سے دُعاء کرنی چاہیئے ۔ اس حدیث سے اصحابِ شافعی نے استدلال کیا کہ مدفون میّت کی نمازِ جنازہ اس کی قبر پہ جائز ہے ۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے ۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مؤقف ہے ۔ بعض علماء کہتے ہیں اگر ولی نے نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو قبر پہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لے ۔ اس کی مدت میں اختلاف ہے ۔ کتاب الجنائز میں انشاء اللہ تفصیلاً ذکر ہو گا ۔ واللہ اعلم !

سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شئی کو بھول جانا اس کی طرف التفات نہ کرنا عدمِ علم کی دلیل نہیں اور صحابہ کرام کو یہ فرمانا کہ مجھے اس کی قبر بتاؤ اس امر پر تنبیہہ ہے کہ آپ کے زمانہ شریف میں آپ کے نمازِ جنازہ پڑھنے کے بغیر قبور روشن اور منوّر نہیں ہوتی تھیں جبکہ وہ ظلمت اور اندھیرے سے بھری ہوتی ہیں ۔

باب ـ مسجد میں شراب کی تجارت کی تحریم

۴۴۹ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب سُود کے بارے میں سورہ بقرہ

بَابُ الْخَدَمِ لِلْمَسْجِدِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا لِلْمَسْجِدِ یَخْدِمُہٗ

۴۵۰ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ امْرَاَۃً اَوْ رَجُلًا کَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ وَلَا اُرَاہُ اِلَّا امْرَاَۃً فَذَکَرَ حَدِیْثَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ صَلّٰی عَلٰی قَبْرِھَا

کی آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں پر یہ آیات پڑھیں۔ پھر شراب کی تجارت حرام فرمادی۔

۴۴۹ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ مسجد نماز اور اللہ کے ذکر کے لئے ہوتی ہے۔ اس میں فواحش کا تذکرہ نہیں ہونا چاہیئے اور شراب بہت بڑا فحش ہے۔ اس کے باوجود سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مسجد میں ذکر کیا۔ معلوم ہُوا کہ مسجد میں محرمات کا ذکر ممنوع نہیں۔ علامہ عینی نے کہا ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ شراب کی تحریم مسجد میں ہوئی ہے اور حدیث شریف میں اس کی واضح تصریح ہے۔

(ابو حمزہ محمد بن میمون سکری ہیں۔ حدیث ۲۷۴ کے اسماء میں مذکور ہیں)

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا شراب کی تحریم سورۂ مائدہ میں مذکور ہے اور سورہ مائدہ آیت ربا سے بہت مدت پہلے نازل ہوئی تھی اور اس حدیث میں تحریم خمر تحریم ربا کے بعد ذکر کرنے کا فائدہ۔ تو بظاہر کوئی نہیں مگر احتمال ہے کہ اس کی تجارت اس کی تحریم کے بعد ہُوا یا تاکید کے لئے اسے مؤخر ذکر کیا ہے تاکہ اس کی مزید اشاعت ہوجائے یا اس مجلس شریف میں ایسے لوگ حاضر ہوئے ہوں گے کہ اس سے پہلے ان کو شراب میں تجارت کی تحریم کا علم نہیں ہوا ان کو خبردار کرنے کے لئے آپ نے اس کا اعادہ فرمایا ہو۔ واللہ اعلم!

باب — مسجد کے لیے خادم مقرّر کرنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ (نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا) مساجد کے لئے ہے کہ ان کی خدمت کرے۔

۴۵۰ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک

بَابُ الْاَسِيْرِ اَوِالْغَرِيْمِ يُرْبَطُ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۱ـــ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ اَوْكَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ فَاَمْكَنَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ وَاَرَدْتُ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِيْ الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا وَتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمٰنَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهٗ خَاسِئًا

عورت یا مرد (راوی کو شک ہے) مسجد کی خدمت کرتا تھا۔ ابوہریرہ نے کہا یا ابورافع نے کہا میرا گمان تھا کہ وہ عورت تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی کہ آپ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی!

۴۵۰ـــ شرح : حضرت عمران کی بیوی حنّہ نے نذر مانی جبکہ وہ حاملہ ہوئیں کہ ان کے پیٹ میں جو بھی ہوا سے مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے آزاد کر دیں گی۔ اگر مسجد کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کی قربت کا سبب نہ ہوتا تو وہ کبھی یہ نذر نہ مانتیں۔ معلوم ہُوا کہ مسجد کی خدمت کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ حدیث ۴۴۸ میں اس سے متعلق کچھ ذکر ہو چکا ہے

اسماءِ رجال : احمد بن واقد" وہ احمد بن عبدالملک بن واقد حرانی ہیں۔ ان کی کنیت ابویحیٰی ہے۔ وہ دادا کی طرف منسوب ہیں۔ ۲۲۱ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے ع۲ حماد بن زید ع۳۰ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب ـــ قیدی یا مقروض کو مسجد میں باندھنا

۴۵۱ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اَسْلَمَ وَرَبْطِ الْاَسِيْرِ اَيْضًا فِی الْمَسْجِدِ

وَكَانَ شُرَيْحٌ يَأْمُرُ الْغَرِيْمَ اَنْ يُحْبَسَ اِلٰی سَارِيَةِ الْمَسْجِدِ

۴۵۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَآءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِیْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ

آپ نے فرمایا ایک خبیث سرکش جن گذشتہ رات اچانک میرے سامنے آگیا یا اس قسم کا کوئی کلمہ فرمایا تاکہ وہ میری نماز قطع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قادر کیا اور میرا ارادہ ہوا کہ اُسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں حتیٰ کہ صبح کو تم سب اسے دیکھ لو پھر میں نے اپنے بھائی سلیمان کا قول اے میرے رب مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے مناسب نہ ہو یاد کیا۔ رَوح نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ذلیل کرکے چھوڑ دیا۔

۴۵۱ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدی کو مسجد کے ستون سے باندھنا جائز ہے۔ قاضی شریح مقروض کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا حکم کرتے تھے کیونکہ مقروض بھی قیدی کی طرح ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بشر کا جنات کو دیکھنا محال نہیں کیونکہ جنّ اجسامِ لطیفہ ہیں اور جسم اگرچہ کتنا ہی لطیف ہو اس کا ادراک ممتنع نہیں ہے۔ ہاں عام انسان ان کو نہیں دیکھ سکتے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تم کو دیکھتا ہے۔ اس کا قبیلہ تم کو دیکھتا ہے تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنوں کو دیکھنا ایسا ہے جیسے آپ فرشتوں کو دیکھا کرتے تھے، چنانچہ فرمایا میں نے جبرائیل کو دیکھا اس کے چھ سو پر تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ معمولی عمل سے سرکش خبیث جن کو ستون سے باندھ سکتے تھے۔ کیونکہ عمل کثیر سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور دونوں ہاتھوں سے عمل کرنا عمل کثیر ہے۔

اسماءِ رجال: ع۱ اسحاق بن راہویہ کتاب العلم میں ان کا ذکر ہوچکا ہے ع۲ رَوح بن عبادہ حدیث ع۴۵ کے اسماء میں۔ محمد بن جعفر غندر مشہور ہیں وہ حدیث ع۳۱ کے اسماء میں اور محمد بن زیادہ حدیث ع۱۶۴ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب — اسلام لانے کے وقت غسل کرنا اور قیدی کو مسجد میں باندھنا

ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ

قاضی شریح مقروض کو مسجد کے ستون کے ساتھ روکنے کا حکم کرتے تھے

۴۵۲ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف چھوٹا سا لشکر بھیجا وہ بنی حنیفہ سے ایک شخص جسے ثمامہ بن اُثال کہا جاتا تھا پکڑ کر لے آئے اور اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو وہ مسجد سے قریب کھجوروں کی طرف گیا اور غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوا اور کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ۔

۴۵۲ شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ثمامہ دل سے ایمان لا چکا ہے وہ عنقریب کلمۂ شہادت پڑھ کر ایمان ظاہر کر دے گا۔ حدیث شریف میں اس کو غسل کرنے کا حکم مذکور نہیں اسی لئے امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں ایسی کوئی حدیث نہیں ملی جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اسلام لاتے وقت غسل کرنے کا حکم فرمایا ہو لیکن ابن خزیمہ ابن حبان اور بزار نے ابوہریرہ سے روایت کی جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غسل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جن سواروں نے ثمامہ کو گرفتار کیا تھا وہ تیس مجاہد تھے جن کے امیر محمد بن مسلمہ تھے ان کو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم ۶ ہجری میں بنی ابی بکر بن کلاب کے علاقہ میں قرطاء کی طرف بھیجا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر مسجد میں داخل ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کتابی کے سوا دوسرا کوئی کافر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔

مسند امام احمد میں جید سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد اہل عہد اور ان کے خادموں کے سوا کوئی مشرک ہماری مسجد میں داخل نہ ہو۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مشرک نجس ہیں وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مساجد میں بول و براز اور دیگر کوئی نجس شئے لے جانا صحیح نہیں اور کافر ان نجاسات سے خالی نہیں ہوتے۔ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " میں حائض اور نفاس والی عورت کے لئے مسجد میں جانا حلال نہیں جانتا ہوں اور کافر جنبی ہوتا ہے۔

بَابُ الْخَيْمَةِ فِى الْمَسْجِدِ لِلْمَرْضٰى وَغَيْرِهِمْ

۴۵۳ — حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِى الْاَكْحَلِ فَضَرَبَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِى الْمَسْجِدِ لِيَعُوْدَهٗ مِنْ قَرِيْبٍ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِى الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِىْ غِفَارٍ اِلَّا الدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِىْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ يَغْذُوْ جُرْحُهٗ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا

قرطبی نے کہا یہ کہنا ممکن ہے کہ ثمامہ کو مسجد شریف میں باندھنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے حسن صلوٰۃ پر نظر کرے اور اس پر مسلمانوں کا ہجوم اور اجتماع دیکھے اور اس سے مانوس ہو جائے۔ چنانچہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عثمان بن ابو العاص سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے وفد کو مسجد میں بٹھایا تاکہ ان کے دل نرم ہوں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص ایمان لائے اس پر غسل واجب ہے۔ امام شافعی نے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ غسل کرے اور اگر وہ جنبی نہ ہو تو وضو ہی کافی ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نصرانی جب مسلمان ہوں تو ان پر غسل واجب ہے کیونکہ ان کے جسم نجاست سے خالی نہیں ہوتے کیونکہ وہ لوگ جنابت سے پاک نہیں ہو سکتے اگرچہ وہ اس کی نیت بھی کریں حدیث شریف میں ہے کہ کافر کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

باب — مسجد میں مریض وغیرہ کے لئے خیمہ نصب کرنا ،،

۴۵۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا خندق کے روز سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ،، کو بازو کی رگ میں تیر لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں (ان کے لئے) خیمہ لگایا تاکہ قریب سے ان کی عیادت فرما لیا کریں مسجد میں بنی غفار کا خیمہ تھا۔ ان کو

بَابُ اِدْخَالِ الْبَعِيْرِ فِي الْمَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ

۴۵۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ شَكَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَشْتَكِيْ قَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَآءِ النَّاسِ وَاَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ يَقْرَاُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ

گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر خون نے جبکہ وہ ان کی طرف بہہ رہا تھا۔ اُنھوں نے کہا اے خیمہ والو یہ کیا ہے جو تمہاری طرف سے ہماری طرف بہہ رہا ہے۔ اچانک دیکھا تو سعد تھے جن کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اسی حالت میں فوت ہوگئے۔

۴۵۳ — شرح : وَفِي الْمَسْجِدِ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِيْ غِفَارٍ ،، جملہ معترضہ ہے۔ عبارت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ایک وقت طمانیت اور سکون میں تھے۔ حتیٰ کہ ان کو خون دیکھنے سے گھبراہٹ ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں سکونت جائز ہے اور بادشاہ یا عالم کو کسی بیمار پرسی کے لئے اس کے گھر جانے میں مشقت ہو تو وہ اُسے ایسی جگہ منتقل کرے جہاں آسانی سے عیادت کر سکے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مسجد میں سکونت زخم مندمل ہو جانے کے بعد تھی اور زخم جب مندمل ہو جائے تو اس کی نجاست کا خطرہ ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حدیث سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ نجاست کا ازالہ فرض نہیں، ورنہ زخمی کو مسجد میں سکونت کی اجازت نہ دیتے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ قبیلہ اَوس کے سردار تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد بن معاذ کی موت سے عرشِ رحمٰن حرکت میں آگیا۔ عطاء نے کہا عرش کا حرکت میں آنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری سے فرشتوں کی خوشی کی وجہ سے تھا، کیونکہ انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ کا عظیم مرتبہ دیکھا ہُوا تھا۔ ان کی کنیت ابوعمرو ہے۔

بَابٌ ـ ۴۵۵ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّ رَجُلَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدُھُمَا عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ وَ اَحْسِبُ الثَّانِیْ اُسَیْدَ بْنَ حُضَیْرٍ فِیْ لَیْلَةٍ مُظْلِمَةٍ وَمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ یُضِیْئَانِ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ

باب عذر کی وجہ سے اُونٹ کو مسجد میں داخل کرنا ‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ پر طواف فرمایا

۴۵۴ ـ ترجمہ : ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے پیچھے سوار ہو کر طواف کر لو۔ میں نے طواف کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی ایک طرف سورہ طور کی تلاوت فرما رہے تھے

۴۵۴ ـ شرح : ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے سواری پر طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔ اس میں ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت واضح ہے کیونکہ بیت اللہ مسجد حرام میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے لئے سواری پر طواف بلاکراہت جائز ہے اور اگر معذور نہیں تو طواف مکروہ ہے۔ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس کا اعادہ کرے۔

باب

۴۵۵ ـ ترجمہ : انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں سے اندھیری رات میں اپنے گھروں کو نکلے تو ان کے ساتھ دو شمعیں روشن ہو گئیں جو ان کے آگے آگے روشنی کر رہی تھیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے جُدا ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کے

بَابُ الْخَوْخَةِ وَالْمَمَرِّ فِي الْمَسْجِدِ

۴۵۶ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ نَا فُلَيْحٌ قَالَ نَا اَبُو النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ مَا يُبْكِيْ هٰذَا الشَّيْخَ اِنْ يَكُنِ اللّٰهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

ساتھ ایک شمع روشن ہوگئی حتی کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

۴۵۵ـ شرح: یہ دونوں صحابی عبادہ بن بشر اور اُسید بن حُضیر انصاری ہیں۔ یہ وہی دونوں صحابی ہیں جن سے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "علٰی رِسْلِکُمَا" اپنے حال پر گزرتے جاؤ یہ صفیہ ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازہ پر ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے تھے۔ اس حدیث کا باب ترجمہ سے خالی ہے۔ بخاری کی عادت ہے کہ ایسی حدیثوں کی مناسبت پہلے باب کے ترجمہ کے مطابق کرتے ہیں اس حدیث کی مناسبت ترجمہ سے یوں ہے کہ وہ دونوں شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد شریف میں نمازِ عشاء کے انتظار میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ عظمت عطاء کی جو حدیث شریف میں مذکور ہے۔ یہ حدیث اولیاء کی کرامت پر دلالت کرتی ہے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس شریف سے باہر آئے تو ان کی چھڑی روشن ہوگئی (ابن عساکر) ابو عبس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر وہ بنی حارث کی طرف لوٹ جاتے۔ ایک روز وہ اندھیری رات میں نکلے جبکہ بارش ہو رہی تھی تو ان کی چھڑی روشن ہوگئی حتیٰ کہ دار بنی حارث میں داخل ہوگئے (دلائل نبوت بیہقی) حمزہ بن عمرو اسلمی نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم اندھیری رات میں باہر نکلے تو میری ساری انگلیاں روشن ہوگئیں۔ حتی کہ لوگوں کے جانور ان کے پاس جمع ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ عنصری جسم اور نور وضیاء دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح بشر اور نور بھی جمع ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام مریم کے سامنے بشری صورت میں ظاہر ہوئے حالانکہ وہ فرشتہ بھی تھے اور ملائکہ سب نور ہیں لہٰذا یہ واضح ہوگیا کہ بشر نورانی ہو سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

عَزَّوَجَلَّ فَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَّلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا يُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِيْ بَكْرٍ

باب — مسجد میں گزرنا اور اس کی طرف کھڑکی بنانا

۴۵۶ — **ترجمہ :** ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دُنیا اور جو اللہ کے پاس ہے میں اختیار دیا تو اس نے اختیار کیا اس کو جو اللہ کے پاس ہے (اس پر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ میں نے اپنے دل میں کہا اس شیخ کو کس نے رُلایا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دُنیا اور جو اللہ کے پاس ہے، میں اختیار دیا ہے اور اس نے وہ اختیار کر لیا ہے جو اللہ کے پاس ہے (تو یہ رونے کا کیا مقام ہے) دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ عبد تھے اور ابوبکر ہم سب سے زیادہ حقیقت کو جاننے والے تھے۔ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابا بکر نہ رو۔ کسی کی صحبت اور مال میں سب لوگوں سے زیادہ احسان مجھ پر ابوبکر کا ہے۔ اگر میں اپنی امت سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن ان سے اسلامی اخوت اور مودّت ہے مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ رہے مگر ابوبکر کا دروازہ ایسی کو بند نہ کیا جائے۔

۴۵۶ — شرح : سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عالی خطاب سے سمجھ لیا کہ مخیّر عبد" سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے راوی نے کہا وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا کہ ابوبکر ہم سب سے زیادہ حقیقت کو سمجھنے والے تھے۔ رونے سے ان کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا چھوڑ جائیں گے اور وہ آپ کے فراق میں پریشان اور غمناک تھے۔ خُلّتٌ"، کا معنی انقطاع ہے۔ خلیل اللہ کا معنی اللہ کی طرف منقطع ہونے والا۔ حدیث کا معنی یہ ہوا کہ اگر میں کسی کی طرف منقطع ہوتا تو ابوبکر کی طرف منقطع ہوتا چونکہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف منقطع نہیں ہوں۔ اس لئے ان کی طرف منقطع نہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا کہنا "سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" صحیح ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انقطاع

دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف انقطاع ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث شریف میں سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلت کی اللہ کے غیر سے نفی کی ہے اور مودت کو ثابت کیا ہے ان دونوں میں فرق کیا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں کا معنی واحد ہے مگر ہر ایک کا متعلق مختلف ہے۔ مودت کا اثبات اسلام کے اعتبار سے ہے اور جس کی نفی کی گئی ہے وہ اور اعتبار سے ہے اسی لئے ابن عباس کی حدیث ع۴۵۷ میں مودت کے لفظ کی جگہ لفظ خلت ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا خلت الاسلام جوہری نے کہا صدیق اور ودود کو خلیل کہا جاتا ہے یا یوں کہا جائے کہ خلت مودت سے خاص ہے اور مرتبہ میں اس سے اعلیٰ ہے۔ حدیث شریف میں خاص کی نفی کی اور عام کو ثابت کیا ہے۔ اگرچہ اخوتِ اسلام میں تمام صحابہ داخل ہیں۔ اس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت نہیں مگر ان کی فضیلت سیاق وسباق سے واضح ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ دیگر صحابہ سے ممتاز ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد کی طرف تمام دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس میں ان کی بہت بڑی فضیلت ہے جبکہ اس فضیلت میں انہی کو مخصوص فرمایا اور اس میں کسی کو شریک نہ کیا اس کی بہترین تاویل خلافت ہی ہو سکتی ہے۔ پھر اس کی تاکید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ جس کے لئے آپ نے مسجد بنائی وہ نماز بھی اس میں صحابہ کی امامت کے لئے ان کو حکم فرمایا اسی لئے ان کا دروازہ بند نہ کیا کہ اس سے وہ امامت کے لئے مسجد میں داخل ہوں۔ دین اسلام میں تمام امور سے اہم نماز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا حتیٰ کہ ان ایام میں اور کسی صحابی کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دی اور سیدنا عمر فاروق جیسے محدَّث کو بھی نماز پڑھانے سے روک دیا۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالوصل پر اتفاق کیا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر اپنی جان و مال خرچ کرنے میں میرے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ میرا دل اللہ کی محبت سے معمور اور بھرا ہوا ہے اور کسی کی محبت کی گنجائش نہیں ورنہ ابوبکر کی محبت کو دل میں جگہ دیتا۔ اس کلام میں اور ان کے دروازہ کے سوا مسجد کی طرف کھلے ہوئے تمام دروازے بند کر دینے میں ان کی خلافت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ خیال کریں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کا کیا پیارا انداز ہے کہ ابوبکر اس لائق ہیں کہ ان کو خلیل بنایا جاتا اگر مانع نہ ہوتا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت سے میرا دل بھرا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مساجد کو راستہ نہ بنایا جائے صرف اہم امر کے لئے مسجد کی طرف کھڑکی بنائی جاسکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کے سوا تمام دروازے بند کر دو۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ حاکم نے کہا اس حدیث میں مسکین بن بکیر منفرد ہے۔ ابن عساکر نے اسے موہوم کہا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا الا باب ابی بکر کی حدیث صحیح تر ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ محمد بن سنان اور فلیح[۲] حدیث ع۵۶ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۳ ابوالنضر حدیث ع۷۷ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۴ عُبَید بن حنین مدنی ہیں۔ ان کی

۴۵۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ قَالَ نَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ يَعْلَى بْنَ حَكِيْمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ عَاصِبًا رَأْسَهُ بِخِرْقَةٍ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّهُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ فِیْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ خُلَّةُ الْاِسْلَامِ اَفْضَلُ سُدُّوْا عَنِّیْ كُلَّ خَوْخَةٍ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِیْ بَكْرٍ

کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ایک سو پانچ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ۔ ۵ بسر بن سعید تابعی ہیں ان کی کنیت ابوسعید ہے وہ بہت بڑے زاہد تھے۔ ایک سو ہجری میں فوت ہوئے۔

۴۵۷ ـ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس مرض میں جس میں انتقال فرمایا باہر تشریف لائے جبکہ کپڑے سے آپ نے سر مبارک باندھا ہوا تھا۔ آپ منبر شریف پر بیٹھ گئے اور اللہ کی حمد وثناء فرمائی پھر فرمایا لوگوں میں کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ پر زیادہ احسان ہو سوا ابابکر بن ابی قحافہ کے اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اسلامی خلت اور محبت افضل ہے۔ اس مسجد میں ابوبکر کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کر دو۔

۴۵۷ ـ شرح : ابوقحافہ والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عثمان بن عامر تیمی فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور ۹۷ برس کی عمر میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے عہد میں فوت ہوئے ان کے سوا کوئی صحابی نہیں جس کی نسل میں صحابہ کی تین نسلیں ہوں وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔

پہلی حدیث اور اس حدیث کی عبارت میں فرق یہ ہے کہ اس حدیث میں احتمال یہ ہے کہ احسان میں کوئی اور بھی صدیق کے مساوی ہو، کیونکہ اس میں افضلیت کی نفی کی گئی ہے مساوات کی نفی نہیں جبکہ فرمایا: لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ اَمَنَّ عَلَیَّ اور پہلی حدیث میں فرمایا اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ۔ اسی لئے پہلی حدیث کی عبارت زیادہ بلیغ ہے۔

اس حدیث کی دلالت اس بات پر ہے کہ بیٹھ کر خطبہ جائز ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کی تصریح کی ہے۔ مگر یہ خطبہ وعظ تھا واجب خطبہ نہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ الْاَبْوَابِ وَالْغَلَقِ لِلْكَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ

قَالَ اَبُوْعَبْدِاللهِ وَقَالَ لِیْ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ یَا عَبْدَالْمَلِكِ لَوْرَاَیْتَ مَسَاجِدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبْوَابَهَا ـــ ۴۵۸ ـــ حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَکَّۃَ فَدَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَفَتَحَ الْبَابَ فَدَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَاُسَامَةُ بْنُ زَیْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ ثُمَّ اُغْلِقَ الْبَابُ فَلَبِثَ فِیْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَجُوْا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَبَدَرْتُ فَسَاَلْتُ بِلَالًا فَقَالَ صَلّٰی فِیْهِ فَقُلْتُ فِیْ اَیٍّ فَقَالَ بَیْنَ الْاُسْطُوَانَتَیْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَذَهَبَ عَلَیَّ اَنْ اَسْاَلَهٗ کَمْ صَلّٰی

باب ـ کعبہ اور مساجد کے دروازے اور ان کو بند کرنا

ابن جُریج سے روائت ہے اُنھوں نے کہا مجھے ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اے عبدالملک (ابن جُریج کا نام ہے) کاش کہ تو ابن عباس کی مساجد اور اُنکے دروازے دیکھ لیتا

۴۵۸ ـــ ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائے تو عثمان بن ابی طلحہ کو بُلایا اُنھوں نے دروازہ کھولا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، بلال، اُسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کعبہ میں داخل ہوئے پھر دروازہ بند کر لیا اور تھوڑا سا ٹھہرے پھر باہر تشریف لے آئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں جلدی سے آگے بڑھا اور بلال سے پوچھا تو اُس نے کہا آپ نے کعبہ میں نماز پڑھی۔

بَابُ دُخُولِ الْمُشْرِكِ فِى الْمَسْجِدِ

۴۵۹ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِى سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَآءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِىْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِى الْمَسْجِدِ

میں نے کہا کس طرف؟ بلال نے کہا دونوں ستونوں کے درمیان پڑھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میرے ذہن سے یہ نکل گیا کہ پوچھوں کتنی رکعتیں پڑھیں۔

۴۵۸ — شرح: یعنی مساجد کے دروازے بنانا ضروری ہے اسی لئے ابن ابی ملیکہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن جریج سے کہا کہ کاش تم بنو عباس کی مساجد کے دروازے دیکھتے کہ وہ کس قدر اچھے اور مضبوط ہیں مگر جس وقت یہ بات ہوئی اس وقت پہلی حالت باقی نہ رہی تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے دروازہ بند کر لیا تھا کہ لوگ داخل نہ ہوں، کیونکہ وہ بھی کعبہ کے اندر نماز پڑھیں گے اور وہ اسے حج میں ضروری سمجھنے لگیں گے یا اس لئے کہ تنہائی میں سکون زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کے لئے دروازے ضروری ہیں۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: ع۱ عبداللہ بن محمد جعفی ہیں ع۲ سفیان بن عیینہ ہیں ع۳ ابن جُریج کا نام عبدالملک ہے حدیث ۲۹۴ کے اسماء میں مذکور ہے ع۴ ابن ابی مُلَیکہ کا نام عبداللہ ہے۔ خَوْفُ الْمُؤْمِنِ اَنْ يَّحْبَطَ عَمَلُهٗ " کے باب میں مذکور ہے۔

باب — مشرکوں کا مسجد میں داخل ہونا

۴۵۹ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے وہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ لائے جسے ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا۔ اُنھوں نے اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔

۴۵۹ — شرح [illegible] کہ مشرک مسجد میں ہرگز داخل نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۶۰ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيحٍ الْمَدِينِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ نَا الْجُعَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِي رَجُلٌ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِي بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتُمَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَنْتُمَا قَالَا مِنْ أَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ اور منجملہ مسجد کی تعظیم یہ ہے کہ اس میں مشرک کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں مشرک داخل ہو سکتا ہے۔ امام شافعی نے کہا وہ مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتا اور دیگر مساجد میں مشرک داخل ہو سکتا ہے۔

حدیث ع۴۵۲ میں اس حدیث سے متعلق گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ حدیث احناف کے مسلک کی مؤید (عذاب کا وعدہ) ہے اور فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کے بعد آزادانہ طور پر مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال : سائب بن یزید حدیث ع۱۸۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ وہاں جُعَید نے بغیر واسطہ سائب سے روایت کی ہے اور یہاں یزید بن خصیفہ کے واسطہ سے روایت کی ہے۔ وہ کوفی مدنی سائب مذکور کے بھتیجہ ہیں اور دادا کی طرف منسوب ہیں۔

باب ـ مساجد میں آواز بلند کرنا

۴۶۰ ـ ترجمہ : سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے کہا میں مسجد شریف میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری اچانک میں نے دیکھا تو وہ عمر فاروق تھے (رضی اللہ عنہ) انہوں نے

۴۶۱ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَقَاضٰی ابْنَ اَبِیْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰی سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ بَيْتِهٖ فَخَرَجَ اِلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهٖ وَنَادٰی كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ اَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهٖ —

مجھے کہا جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں اُن کو آپ کے پاس لے آیا۔ کہا تم کون ہو (یا یہ کہا) تم کہاں سے آئے ہو۔ اُنھوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ تم رسُول اللہ کی مسجد شریف میں آوازیں بلند کرتے ہو۔

۴۶۰ — شرح : یعنی اُنھوں نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہم کو کیوں سزا دیتے تو آپ نے کہا : اس لئے کہ تم رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں آوازیں بُلند کر رہے تھے۔ کیونکہ ان کی آوازیں بلا وجہ بُلند ہو رہی تھیں جو مسجد میں جائز نہیں۔ پہلے آپ نے ان کو زجر و تشدید کی پھر جب اُنھوں نے کہا کہ وہ طائف کے رہنے والے ہیں تو ان کی جہالت کی وجہ سے ان کو معذور سمجھ کر سزا نہ دی مگر حضرت کعب بن مالک اور ابنِ حدرد رضی اللہ عنہما کی آوازوں کا مسجد میں بُلند ہونا طلب حق میں تھا جو واجب الاداء تھا۔ اس لئے سیّد عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو کچھ نہ فرمایا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا مسجد میں کسی قسم کی آواز بلند کرنا جائز نہیں اگرچہ علم میں بھی کیوں نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اسے جائز کہا ہے۔
حدیث ۴۴۷ میں بھی کچھ ذکر کیا گیا ہے۔

۴۶۱ — ترجمہ : عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ کعب نے جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابن ابی حدرد سے قرض طلب کیا جو ان پر تھا تو مسجد میں دونوں

بَابُ الْحَلَقِ وَالْجُلُوْسِ فِي الْمَسْجِدِ

۴۶۲ــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ مَا تَرَى فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى وَاحِدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلّٰى وَأَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِهٖ

کی آوازیں بلند ہوئیں جنہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سُنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف باہر نکلے حتیٰ کہ حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھایا اور آواز دی اے کعب بن مالک اُس نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا اپنے قرضہ سے آدھا چھوڑ دو! کعب نے کہا میں نے چھوڑ دیا یارسول اللہ! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی حدرد سے فرمایا اٹھو اور باقی نصف ادا کرو!

باب ــ مسجد میں بیٹھنا اور حلقہ باندھ کر بیٹھنا

۴۶۲ ــ ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ رات کی نماز سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہیں۔ جب صبح کی نماز کا وقت قریب ہو جائے تو ایک رکعت پڑھے وہ رات میں پڑھی ہوئی ساری نماز کو وتر کر دے گی۔ عبد اللہ بن عمر نے کہا تم اپنی آخری نماز وتر بناؤ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہے۔

۴۶۲ ــ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف فرما تھے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور سائل بھی ان میں موجود تھا۔ جس نے رات کی نماز سے متعلق دریافت کیا تھا۔ لہٰذا حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہے اور مسجد میں تعلیم و تعلم، ذکر و فکر اور قرأتِ قرآن کے لئے حلقہ باندھ کر بیٹھنا جائز ہے۔ نوافل کی نماز میں علماء میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور احمد رضی اللہ عنہما نے کہا سنت یہ ہے کہ رات اور دن میں نوافل دو دو رکعت پڑھیں۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا رات اور دن میں چار چار رکعتیں پڑھنی افضل ہیں۔

ابو داؤد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی جبکہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدھی رات میں نماز سے متعلق پوچھا تو کہا آپ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتے پھر گھر تشریف لاتے اور چار رکعت پڑھ کر بستر پر تشریف فرما ہوتے۔ اس حدیث کے آخر میں کہا حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما گئے۔ مسلم شریف میں معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کتنی رکعتیں پڑھتے تھے تو انھوں نے کہا چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور زیادہ بھی کر لیتے تھے۔ ابو یعلی نے اپنی مسند میں کہا درمیان میں سلام نہ پھیرتے تھے۔ اگرچہ بعض احادیث میں دو دو رکعتوں کا ذکر بھی ہے مگر جو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے وہ ان سے اقویٰ اور اصح ہے۔ نیز ان روایات میں محدثین نے کلام کیا ہے اور اگر ان کو تسلیم بھی کر لیں تو ان کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ نے شفع پڑھے۔

اس حدیث سے امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے استدلال کیا کہ وتر ایک رکعت ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ابو یوسف، محمد، عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہم نے کہا وتر تین رکعت ہیں جیسے مغرب کی نماز ہے۔ آخر میں سلام پھیرا جائے عمر فاروق، علی المرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، ابن کعب، زید بن ثابت، انس بن مالک، ابو امامہ، حذیفہ اور فقہاء سبعہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے اور مذکور حدیث کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ صرف ایک رکعت پڑھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے شفع سے ملا کر اسے وتر کر دے اور مذکور حدیث میں اس کی صراحت بھی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاَوْتَرَتْ لَہٗ مَا صَلّٰی اسی طرح حدیث ۴۶۳ میں ہے فَاِذَا خَشِیْتَ الصُّبْحَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَۃٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّیْتَ۔ ترمذی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ حاکم نے مستدرک میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا یَقْعُدُ اِلَّا فِیْ آخِرِہٖ نسائی اور بیہقی میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُسَلِّمُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ، حاکم نے کہا وتر کی پہلی دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرتے تھے۔ حاکم نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر انھوں نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ مسلم اور ابو داؤد نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے اور حدیث ذکر کی آخر میں کہا کہ آپ نے تین رکعتوں سے نماز کو وتر بنایا۔ نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَمَانَ رَکَعَاتٍ وَّیُوْتِرُ بِثَلَاثٍ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آٹھ رکعتیں نفل پڑھتے۔ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ابی بن کعب سے روایت ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔ ابن ماجہ نے شعبی سے روایت کی کہ عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا آپ تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں آٹھ نوافل تین وتر اور طلوع فجر کے بعد دو سنتیں شامل ہیں۔

٤٦٣ — حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ تُوْتِرُ لَكَ مَا قَدْ صَلَّيْتَ وَقَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ —

دارقطنی نے اپنی سنن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی اُنھوں نے کہا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وِتْرُ اللَّیْلِ ثَلَاثٌ کَوِتْرِ النَّہَارِ صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ "یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر تین رکعتیں ہیں جیسے دن کے وتر یعنی جیسے نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ تمام مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں۔ تیسری رکعت کے بعد سلام پھیرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین رکعتوں سے وتر نہ بناؤ پانچ یا سات سے وتر بناؤ اور مغرب کی نماز سے مشابہت نہ کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تین وتر اس طرح نہ پڑھو کہ ان سے پہلے سنن یا نوافل نہ ہوں۔ جیسے مغرب کی نماز سے پہلے نوافل نہیں۔ اسی لئے فرمایا اَوْتِرُوْا بِخَمْسٍ کہ پہلے دو سنتوں سمیت پانچ رکعات سے وتر بناؤ یا اگر پہلے چار نفل پڑھے تو سات سے وتر بنائیے۔

الحاصل وتر تین رکعتیں ہیں اور درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے جیسا کہ مستدرک میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ نسائی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" دوسری رکعت میں قُلْ یٰاَیُّہَا الْکٰفِرُوْنَ اور تیسری رکعت میں قُلْ ہُوَ اللّٰہُ پڑھا کرتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تیسری رکعت سے پہلے سلام نہیں ورنہ اسے تیسری کہنا بیکار ہوگا یہی مسلک حضرت عمر فاروق، علی المرتضیٰ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ حدیث ۹۳۴ کی شرح میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

٤٦٣ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور کہا رات کی نماز کیسی ہے۔
آپ نے فرمایا دو دو رکعت اور جب صبح کے طلوع کا خوف ہو تو ایک رکعت سے وتر بناؤ۔ وہ تمہاری نماز کو وتر کر دے گی جو پڑھ چکے ہو۔ ولید بن کثیر نے اپنے اسناد سے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ

۴۶۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰی عَقِيْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّيْثِیِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلٰثَةٌ فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰی اِلَی اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰی فَاسْتَحْيَی اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ

بَابُ الْاِسْتِلْقَاءِ فِی الْمَسْجِدِ

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء دی جبکہ آپ مسجد شریف میں تشریف فرما تھے۔

۴۶۴ — شرح : ابو واقد لیثی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں تشریف فرما تھے کہ تین شخص آئے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آگئے اور ایک چلا گیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کچھ جگہ خالی دیکھی وہ ان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا میں تم کو تین شخصوں کی خبر نہ دوں؟ ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے پناہ دی اور دوسرے نے حیا کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے حیا کیا تیسرے نے اعراض کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض کیا۔

۴۶۳ — ۴۶۴ — شرح : ان دونوں حدیثوں میں حلقہ اور جلوس پر دلالت واضح ہے جبکہ صحابہ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حدیث ۴۶۴ سے متعلق کتاب العلم میں حدیث ۶۵ میں تفصیل گزر چکی ہے۔

باب مسجد میں چت لیٹنا اور

۴۶۵ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ ابْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ كَانَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُوْنُ فِي الطَّرِيْقِ مِنْ غَيْرِ ضَرَرٍ بِالنَّاسِ

فِيْهِ وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ وَاَيُّوْبُ وَمَالِكٌ

۴۶۶ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

---

۴۶۵ — **ترجمہ** : عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی کہ اُنھوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہُوئے دیکھا جبکہ آپ ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہُوئے تھے
ابن شہاب نے سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ عمر فاروق اور عثمان غنی ایسا کرتے تھے۔

۴۶۵ — **شرح** : علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس حدیث میں اس فعل کا جواز ثابت ہوتا ہے اور جس حدیث میں اس کی ممانعت مذکور ہے وہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ جب چت لیٹے اور اس کی شرمگاہ برہنہ ہوتی ہو تو ایسا لیٹنا ممنوع ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں چت لیٹنا جائز ہے مگر اوندھے منہ لیٹنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا ہے
ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت پر لیٹ کر ایک قدم کو دوسرے قدم پر رکھنے سے منع فرمایا
امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ مذکور حدیث سے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دونوں خلیفوں نے اس پر عمل کیا؛ کیونکہ ان پر ناسخ و منسوخ مخفی نہیں تھا۔

باب — لوگوں کو ضرر پہنچائے بغیر راستہ میں مسجد بنانا

حسن بصری، ایوب اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہی کہا ہے "

قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ اَعْقِلْ اَبَوَیَّ اِلَّا وَھُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاْتِیْنَا فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَفَیِ النَّھَارِ بُکْرَۃً وَّعَشِیَّۃً ثُمَّ بَدَا لِاَبِیْ بَکْرٍ فَابْتَنٰی مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِہٖ فَکَانَ یُصَلِّیْ فِیْہِ وَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَیَقِفُ عَلَیْہِ نِسَاءُ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَبْنَاؤُھُمْ یَعْجَبُوْنَ مِنْہُ وَیَنْظُرُوْنَ اِلَیْہِ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ رَجُلًا بَکَّاءً وَلَا یَمْلِکُ عَیْنَیْہِ اِذَا قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاَفْزَعَ ذٰلِکَ اَشْرَافَ قُرَیْشٍ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِیْ مَسْجِدِ السُّوْقِ

وَصَلَّی ابْنُ عَوْنٍ فِیْ مَسْجِدٍ فِیْ دَارٍ یُغْلَقُ عَلَیْھِمُ الْبَابُ

۴۶۶ — **ترجمہ** : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں نے کہا میں نے اپنے ماں باپ کو نہ پہچانا مگر وہ دین اسلام کے تابع تھے۔ کوئی دن نہ گزرتا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کی دونوں طرف صبح وشام ہمارے گھر تشریف لاتے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ظاہر ہوئی تو اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھنے لگے وہ قرآن پڑھتے تو مشرکوں کی عورتیں اور بچے وہاں جمع ہو جاتے اور ان سے تعجب کرتے اور ان کو دیکھا کرتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رونے والے مرد تھے وہ جب قرآن پڑھتے تو آنکھوں کو رونے سے روک نہ سکتے تھے اس حال نے مشرکین قریش کو گھبراہٹ میں ڈال دیا۔

۴۶۶ — **شرح** : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ فضیلت ظاہر ہوتی ہے جس میں ان کے ساتھ کوئی شریک نہیں، کیونکہ انہوں نے کتاب کی تبلیغ کا اس حال میں قصد کیا جبکہ ان کو جان کا شدید خطرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص ایسے مقام کو نہیں پہنچا اس کے علاوہ وہ قدیم الاسلام اور رقیق القلب بھی تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس میں بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح شام ان کے گھر جایا کرتے تھے۔

باب — بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا

ابن عون نے گھر کی مسجد میں نماز پڑھی جس کے دروازے لوگوں کیلئے بند کیے گئے تھے

۴۶۷ـــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمِیْعِ تَزِیْدُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِیْ بَیْتِہٖ وَصَلٰوۃٍ فِیْ سُوْقِہٖ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً فَاِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَاَتَی الْمَسْجِدَ لَایُرِیْدُ اِلَّا الصَّلٰوۃَ لَمْ یَخْطُ خُطْوَۃً اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ بِھَا دَرَجَۃً اَوْحَطَّ عَنْہُ بِھَا خَطِیْئَۃً حَتّٰی یَدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ کَانَ فِیْ صَلٰوۃٍ مَّا کَانَتْ تَحْبِسُہٗ وَتُصَلِّی الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْہِ مَادَامَ فِیْ مَجْلِسِہِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ مَالَمْ یُؤْذِ یُحْدِثْ فِیْہِ

۴۶۷ـــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جماعت میں نماز پڑھنا، اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے ۲۵ درجے زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ تم میں سے جب کوئی اچھا وضو کرے پھر مسجد میں آئے نماز کے سوا اور کوئی ارادہ نہ کرے تو وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کے سبب اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے اور اس کے گناہ معاف کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائے اور جب مسجد میں داخل ہو جائے تو جب تک اسے نماز روکے رکھے وہ نماز ہی میں رہتا ہے اور فرشتے اس کے لئے دُعاء کرتے رہتے ہیں۔ جب تک وہ اسی جگہ رہے جہاں اُس نے نماز پڑھی تھی۔ (وہ کہتے ہیں) اے اللہ! اسے بخش دے اے اللہ اس پر رحم کر جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔

۴۶۷ـــ شرح: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکور حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ نمازی کی نماز صرف مسجد میں ہوگی یا اپنے گھر میں یا بازار میں ہوگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اس کی وضاحت کریں کہ تینوں مقامات میں نماز جائز ہے اور بازار کو خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کہ اس میں لوگ خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں پھر اس میں شور و غوغا اور لغو اور بیہودہ باتیں بھی بہت ہوتی ہیں۔ بایں ہمہ گمان ہو سکتا ہے کہ ان کی وجہ سے بازار میں نماز جائز نہ ہو اس لئے امام نے تصریح کر دی کہ ان وجوہات کے ہوتے ہوئے بازار میں ناجائز ہے۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی اپنے گھر میں مسجد بنا کر اس کا راستہ علیحدہ کر دے تو یہ جائز ہے اور وہ مسجد قرار پائے گی اور جب وہ دروازہ بند کر لے اور اس میں نماز پڑھ لے تو جائز ہے مگر مکروہ ہے تمام مساجد کا حکم بھی یہی ہے۔ جب بازار میں اکیلے نماز پڑھنا جائز ہے تو وہاں مسجد بنانا جائز ہے تو وہاں مسجد بنانا بھی جائز ہے۔ گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے کی نسبت مسجد میں باجماعت

بَابُ تَشْبِيكِ الْاَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهٖ

۴۶۸ — حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرٍ نَا عَاصِمٌ نَا وَاقِدٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَوِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ شَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ وَقَالَ عَاصِمُ ابْنُ عَلِيٍّ نَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ فَقَوَّمَهٗ لِيْ وَاقِدٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ وَهُوَ يَقُوْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو كَيْفَ بِكَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ حُثَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ بِهٰذَا

نماز پڑھنے میں پچیس یا ستائیس درجے ثواب زیادہ روایت کیا گیا ہے مگر ان میں اختلاف نہیں ؛ کیونکہ ۲۵ درجے ۲۷ درجات میں داخل ہیں۔ ایک عدد دوسرے کی نفی نہیں کرتا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس درجوں کی خبر دی پھر ستائیس درجوں کی خبر دی یہ تضاد نہیں۔ یا اس طرح کہیں کہ نماز میں استغراق تام ہو تو ثواب زیادہ ہوگا ورنہ کم ہوگا باقی رہی ۲۵ یا ۲۷ کے عدد کی تخصیص کیوں ہے ؟ اس کو خدا ہی جانے۔

حدیث شریف میں مسجد سے مراد نماز ادا کرنے کے مواضع ہیں۔ یہ عرفی مساجد مراد نہیں گویا کہ باب کا عنوان یوں ہے۔ باب الصلوٰۃ فی مواضع الاسواق" لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ حدیث ظاہر ترجمہ کے مناسب نہیں۔

باب — مسجد میں تشبیک کرنا "

(انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا)

۴۶۸ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی انگلیوں میں تشبیک کی۔ عاصم بن علی نے کہا ہم کو عاصم بن محمد نے خبر دی کہ میں نے یہ حدیث اپنے باپ سے سنی اور میں اسے محفوظ نہ کرسکا تو واقد نے اپنے باپ سے اس کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو تم

۴۶۹ — حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ اَصَابِعَهٗ

۴۷۰ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ نَا ابْنُ شُمَيْلٍ قَالَ اَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى صَلٰوتَيِ الْعَشِیِّ قَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ قَدْ سَمَّاهَا اَبُوْهُرَيْرَةَ وَلٰكِنْ نَسِيْتُ اَنَا قَالَ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ اِلٰى خَشَبَةٍ مَعْرُوْضَةٍ فِی الْمَسْجِدِ فَاتَّكَاَ عَلَيْهَا كَاَنَّهٗ غَضْبَانُ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وَوَضَعَ خَدَّهُ الْاَيْمَنَ عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَخَرَجَتِ السَّرَعَانُ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالُوْا

کیسے ہو گے جبکہ تم ردّی لوگوں میں باقی رہ جاؤ گے۔

۴۶۸ — **شرح** : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبیک جائز ہے جبکہ صحیح غرض کے لئے کی جائے اور وہ یہ کہ انگلیوں کو آرام پہنچانا مقصود ہو اگر عبث مطلب ہو تو تشبیک جائز نہیں اور جن روایات میں تشبیک سے نہی وارد ہے جیسے فرمایا اَلتَّشْبِيْكُ مِنَ الشَّيْطَانِ ان کا محمل یہی ہے کہ جب بطور عبث اور بیہودگی کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۴۶۹ — **ترجمہ** : ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ مومن مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جو ایک دوسری کو مضبوط رکھتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر اس کی تمثیل بیان فرمائی۔

۴۶۹ — **شرح** : یعنی مومن ایک دوسرے کے لئے دیوار کی مانند ہیں جس کی اینٹیں ایک دوسرے کو تمام کر مضبوطی ظاہر کرتی ہیں اس طرح مومن کو ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد پیدا کر کے اس کے لئے قوت بننا چاہیے اور وہ اپنی صفوں میں اتحاد کے ساتھ دشمنانِ دین کے مقابلے میں مضبوط چٹان بن کر رہیں۔

۴۷۰ — **ترجمہ** : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شام کی دو

قَصُرَتِ الصَّلٰوۃُ وَفِی الْقَوْمِ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ فَهَابَاهُ اَنْ یُّکَلِّمَاهُ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ فِیْ یَدَیْهِ طُوْلٌ یُقَالُ لَهٗ ذُوالْیَدَیْنِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَسِیْتَ اَمْ قَصُرَتِ الصَّلٰوۃُ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تُقْصَرْ فَقَالَ اَکَمَا یَقُوْلُ ذُوالْیَدَیْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰی مَا تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْاَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَکَبَّرَ ثُمَّ کَبَّرَ وَسَجَدَ مِثْلَ سُجُوْدِهٖ اَوْاَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ وَکَبَّرَ فَرُبَّمَا سَاَلُوْهُ ثُمَّ سَلَّمَ فَیَقُوْلُ نُبِّئْتُ اَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَیْنٍ قَالَ ثُمَّ سَلَّمَ

نمازوں (ظہر یا عصر) میں سے ایک نماز پڑھائی ابن سیرین نے کہا ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے اس کو ذکر کیا اور میں بھول گیا انہوں نے کہا آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا پھر مسجد کے کونہ میں پڑی ہوئی لکڑی کے پاس کھڑے ہوئے اور اس سے تکیہ لگایا گویا کہ آپ بہت غصہ میں ہیں اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیں اور دایاں رخسارۂ انور بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں سے باہر نکل گئے اور کہنے لگے نماز چھوٹی ہوگئی۔ لوگوں میں ابوبکر اور عمر فاروق (رضی اللہ عنہم) بھی تھے انہوں نے آپ سے کلام کرنے میں ہیبت محسوس کی لوگوں میں ایک مرد تھا جس کے دونوں ہاتھ لمبے لمبے تھے اس کو ذوالیدین کہا جاتا تھا اُس نے کہا یارسول اللہ! کیا آپ بھول گئے یا نماز کم ہوگئی؟ آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے اور فرمایا کیا ایسا ہی ہے جو ذوالیدین کہتا ہے۔ لوگوں نے کہا جی ہاں؟ پھر آپ آئے اور جتنی نماز چھوڑ دی تھی وہ پڑھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہی پھر سجدہ کیا جیسا یا اس سے لمبا سجدہ کیا پھر سر مبارک اُٹھایا اور تکبیر کہی لبا اوقات لوگوں نے ابن سیرین سے پوچھا پھر سلام پھیرا۔ وہ کہتے مجھے خبر ملی ہے کہ عمران بن حصین نے کہا پھر سلام پھیرا۔

۴۷۰ — **شرح** : شام کی دو نمازیں ظہر یا عصر کی نمازیں تھیں کیونکہ بخاری کی دوسری روائت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ مسلم کی روائت میں عصر کی نماز میں دو رکعتوں میں سلام پھیرا اور ایک روائت میں ظہر کی نماز میں سلام پھیرا۔ اسی طرح ابوداؤد کی روائت میں ظہر یا عصر کی نمازوں کا ذکر ہے۔ امام طحاوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ ابن سیرین نے کہا ...

بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِیْ عَلٰی طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِیْ صَلّٰی فِیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بھی ذکر کیا ہے۔ ذوالیدین کے کلام سے شوافع نے استدلال کیا کہ بھول کر نماز میں کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور احناف کے نزدیک نماز میں بھول کر کلام کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے کیونکہ نماز حالتِ مذکرہ ہے بخلاف روزے کے وہ حالت مذکرہ نہیں لہٰذا بھول کر کھانے یا پینے یا جماع کرنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور ذوالیدین کی حدیث منسوخ ہے۔ کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ذوالیدین ہی ذوالشمالین ہے اور یہ دونوں خرباق بن سارِیہ کے لقب ہیں اور وہ غزوہ بدر میں شہید ہوگئے تھے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اگرچہ خیبر کے سال مسلمان ہُوئے تھے۔ جو بدر سے بہت دیر بعد لڑا گیا تھا اور ابوہریرہ کی روایت میں ذوالیدین کا ذکر ہے مگر اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حدیث شریف "صَلّٰی بِنَا" کا معنی صَلّٰی بِالْمُسْلِمِیْنَ ہے اور لغت میں یہ جائز ہے جیسا کہ نزال بن سبرۃ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاِیَّاکُمْ کُنَّا نُدْعٰی بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ"، حالانکہ نزال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اس سے نزال کی مراد یہ ہے کہ قَالَ لِقَوْمِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسی طرح طاؤس نے کہا قَدِمَ عَلَیْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ"، حالانکہ حضرت معاذ بن جبل یمن میں سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آئے تھے اور اس وقت طاؤس پیدا بھی نہیں ہُوئے تھے۔ معلوم ہُوا کہ طاؤس کی مراد یہ تھی کہ معاذ ہمارے شہر میں آئے تھے کذا حققہ الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، لہٰذا علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ذوالیدین کی حدیث کو منسوخ کہنا غلط ہے کیونکہ ہجرت کے تھوڑی دیر بعد نسخ واقع ہُوا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں مسلمان ہُوئے تھے خلافِ تحقیق ہے؛ کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اگرچہ متاخر اسلام ہیں مگر ان کی روایت بحیثیت مسلمان کو نماز پڑھانے سے ہے نہ کہ وہ خود اس نماز میں شریک تھے جیسے بیہقی نے مجاہد سے روایت کی کہ ہمارے پاس ابوذر رضی اللہ عنہ آئے حالانکہ بیہقی نے خود کہا ہے کہ مجاہد کا ابوذر سے سماع ثابت نہیں تو حدیث کا معنیٰ یہ ہُوا کہ ابوذر ہمارے شہر میں آئے اور مجاہد سے یہ ہی بعض مکان مخصوص ہے۔ اسی طرح ابوہریرہ کی حدیث اپنی نماز پڑھنے سے نہیں بلکہ قوم کو نماز پڑھانے کے اعتبار سے ہے فافہم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھولنا تشریع احکام کے لئے تھا جو حکم مشروع ہونے کے بعد فوراً زائل ہوجاتا تھا۔ اس لئے ارشاد فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ الْحَدِیْثَ، حدیث شریف کے احکام اور ابحاث حدیث ۳۹۴ کے تحت مذکور ہیں۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ قَالَ ثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمٰنَ قَالَ نَا مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ قَالَ رَاَیْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَتَحَرّٰی اَمَاکِنَ مِنَ الطَّرِیْقِ فَیُصَلِّیْ فِیْھَا وَیُحَدِّثُ اَنَّ اَبَاهُ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْھَا وَاَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ تِلْکَ الْاَمْکِنَةِ قَالَ وَحَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ تِلْکَ الْاَمْکِنَةِ وَسَاَلْتُ سَالِمًا فَلَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا وَافَقَ نَافِعًا فِی الْاَمْکِنَةِ کُلِّھَا اِلَّا اَنَّھُمَا اخْتَلَفَا فِیْ مَسْجِدٍ بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ

باب — مساجد جو مدینہ منورہ کے راستوں پر واقع ہیں اور جن مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

۴۷۱ — ترجمہ : موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ ان جگہوں کو تلاش کرتے تھے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی راہ میں واقع ہیں اور وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے والد ماجد عبد اللہ بن عمر ان جگہوں میں نماز پڑھا کرتے تھے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات پر نماز پڑھتے دیکھا (عقبہ نے کہا) میں نے سالم "رضی اللہ عنہ" سے ان مقامات کے متعلق پوچھا تو انھوں نے ان سب مقامات میں نافع کی موافقت کی مگر ان دونوں نے شرفِ روحاء میں واقع مسجد میں اختلاف کیا۔

۴۷۱ — شرح : صحیح مسلم کے باب الاذان میں ہے کہ روحاء مدینہ منورہ شرفہا اللہ تعالیٰ سے ۳۶ میل دور ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ جنت کی وادی ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ستر نبیوں نے نماز پڑھی۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حج یا عمرہ کرنے گئے تو ستر ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ وہاں سے گزرے تھے۔ اس جگہ لوگ تبرک حاصل کرنے اور نماز پڑھا کرتے تھے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز پڑھنے کے التزام سے منع اس لئے فرمایا تھا کہ زمانہ گزرنے پر لوگ یہاں نماز پڑھنا واجب نہ سمجھیں جو ان کے لئے تکلیف دہ ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس احتمال سے محفوظ تھے۔

٤٧٢ـــ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ حِينَ يَعْتَمِرُ وَفِي حَجَّتِهِ حِينَ حَجَّ تَحْتَ سَمُرَةٍ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ وَكَانَ إِذَا رَجَعَ مِنْ غَزْوَةٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ هَبَطَ بَطْنَ وَادٍ فَإِذَا ظَهَرَ مِنْ بَطْنِ وَادٍ أَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَفِيرِ الْوَادِي الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَّسَ ثَمَّ حَتَّى يُصْبِحَ لَيْسَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَلَا عَلَى الْأَكَمَةِ الَّتِي عَلَيْهَا الْمَسْجِدُ كَانَ ثَمَّ خَلِيجٌ يُصَلِّي عَبْدُ اللّٰهِ عِنْدَهُ فِي بَطْنِهِ كُثُبٌ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَّ يُصَلِّي فَدَحَا فِيهِ السَّيْلُ بِالْبَطْحَاءِ حَتَّى دَفَنَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُصَلِّي فِيهِ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَيْثُ الْمَسْجِدُ الصَّغِيرُ الَّذِي دُونَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِشَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَقَدْ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْلَمُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ صَلَّى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٤٧٢ ـــ ترجمہ : نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ اور حج کرنے تشریف لے جاتے تو ذوالحلیفہ میں کیکر کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے جہاں مسجد ذوالحلیفہ ہے اور جب غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس آتے اور اس راستہ میں ہوتے تو وادی کے نشیب میں اترتے ۔ جب نشیبِ وادی سے اوپر چڑھتے تو اونٹنی بطحار میں بٹھاتے جو وادی کے کنارے مشرق کی جانب ہے اور وہاں پچھلی رات آرام فرماتے حتی کہ صبح ہوجاتی ۔ یہ مقام اس مسجد کے پاس نہیں جو پتھر کی بنی ہوئی ہے اور نہ ہی اس ٹیلے پر جس پر مسجد ہے ۔ وہاں ایک خلیج (چھوٹی سی نہر) ہے ۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے ۔ اس کے نشیب میں ریت کے ٹیلے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے ۔ نافع نے کہا اس میں سیلاب نے کنکریاں بچھا دیں حتی کہ وہ جگہ

يَقُوْلُ ثُمَّ عَنْ يَمِيْنِكَ حِيْنَ تَقُوْمُ فِي الْمَسْجِدِ تُصَلِّيْ وَذٰلِكَ الْمَسْجِدُ عَلٰى حَافَةِ الطَّرِيْقِ الْيُمْنٰى وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمَسْجِدِ الْاَكْبَرِ رَمْيَةٌ بِحَجَرٍ اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُصَلِّيْ اِلَى الْعِرْقِ الَّذِيْ عِنْدَ مُنْصَرَفِ الرَّوْحَاءِ وَذٰلِكَ الْعِرْقُ انْتَهٰى طَرَفُهٗ عَلٰى حَافَةِ الطَّرِيْقِ دُوْنَ الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْمُنْصَرَفِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ وَقَدِ ابْتُنِيَ ثَمَّ مَسْجِدٌ فَلَمْ يَكُنْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِيْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ كَانَ يَتْرُكُهٗ عَنْ يَسَارِهٖ وَوَرَاءَهٗ وَيُصَلِّيْ اَمَامَهٗ اِلَى الْعِرْقِ نَفْسِهٖ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَرُوْحُ مِنَ الرَّوْحَاءِ فَلَا يُصَلِّي الظُّهْرَ حَتّٰى يَاْتِيَ ذٰلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ الظُّهْرَ وَاِذَا اَقْبَلَ مِنْ مَكَّةَ فَاِنْ مَرَّ بِهٖ قَبْلَ الصُّبْحِ بِسَاعَةٍ اَوْ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ عَرَّسَ حَتّٰى يُصَلِّيَ بِهَا الصُّبْحَ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ تَحْتَ سَرْحَةٍ ضَخْمَةٍ دُوْنَ الرُّوَيْثَةِ عَنْ يَمِيْنِ الطَّرِيْقِ وَوِجَاهَ الطَّرِيْقِ فِيْ مَكَانٍ بَطْحٍ سَهْلٍ حَتّٰى يُفْضِيَ مِنْ اَكَمَةٍ دُوَيْنَ بَرِيْدِ الرُّوَيْثَةِ بِمِيْلَيْنِ وَقَدِ انْكَسَرَ اَعْلَاهَا

جہاں عبداللہ نماز پڑھا کرتے تھے اسے دفن کر دیا ۔ عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جہاں چھوٹی سی مسجد ہے ۔ جو شرفِ روحاء میں مسجد کے قریب ہے ۔ عبداللہ بن عمر اس مقام کو جانتے ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی ۔ وہ کہتے تھے جب تو مسجد میں نماز پڑھے وہ جگہ تیرے دائیں ہاتھ میں ہے ۔ وہ مسجد دائیں طرف راستہ کے کنارے پر واقع ہے جبکہ تو مکہ کو جائے اس چھوٹی اور بڑی مسجد کے درمیان صرف پتھر کی مار کا فاصلہ ہے یا اس جیسا ۔ عبداللہ بن عمر چھوٹی پہاڑی کے کنارے پر نماز پڑھتے تھے جو روحاء کے اختتام پر ہے اور یہ پہاڑی اس کے کنارے کی انتہاء ہے ۔ راستہ کے کنارے پر اس مسجد کے قریب ہے جو اس کے اور روحاء کے آخری حصہ کے درمیان ہے جبکہ تو مکہ کو جائے وہاں مسجد بنائی گئی ہے ۔ اس مسجد میں عبداللہ نماز نہ پڑھتے تھے اسے بائیں ہاتھ اور پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آگے پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے تھے ۔ عبداللہ بن عمر شام کو روحاء

فَانْثَنٰى فِیْ جَوْفِهَا وَهِیَ قَائِمَةٌ عَلٰى سَاقٍ وَفِیْ سَاقِهَا كُثُبٌ كَثِیْرَةٌ وَاَنَّ عَبْدَاللّٰهِ
اَبْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِیْ طَرَفِ تَلْعَةٍ مِّنْ وَّرَاءِ الْعَرْجِ
وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى هَضْبَةٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ قَبْرَانِ اَوْ ثَلٰثَةٌ عَلَى الْقُبُوْرِ رَضْمٌ
مِّنْ حِجَارَةٍ عَنْ یَمِیْنِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ سَلَمَاتِ الطَّرِیْقِ بَیْنَ اُولٰٓئِكَ السَّلَمَاتِ كَانَ
عَبْدُ اللّٰهِ یَرُوْحُ مِنَ الْعَرْجِ بَعْدَ اَنْ تَمِیْلَ الشَّمْسُ بِالْهَاجِرَةِ فَیُصَلِّی الظُّهْرَ
فِیْ ذٰلِكَ الْمَسْجِدِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
نَزَلَ عِنْدَ سَرَحَاتٍ عَنْ یَسَارِ الطَّرِیْقِ فِیْ مَسِیْلٍ دُوْنَ هَرْشٰى ذٰلِكَ الْمَسِیْلُ
لَاصِقٌ بِكُرَاعِ هَرْشٰى بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الطَّرِیْقِ قَرِیْبٌ مِّنْ غَلْوَةٍ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ
اَبْنُ عُمَرَ یُصَلِّیْ اِلٰى سَرْحَةٍ هِیَ اَقْرَبُ السَّرَحَاتِ اِلَى الطَّرِیْقِ وَهِیَ اَطْوَلُهُنَّ
وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَنْزِلُ فِی
الْمَسِیْلِ الَّذِیْ فِیْ اَدْنٰى مَرِّ الظَّهْرَانِ قِبَلَ الْمَدِیْنَةِ حِیْنَ تَهْبِطُ مِنَ الصَّفْرَاوَاتِ
یَنْزِلُ فِیْ بَطْنِ ذٰلِكَ الْمَسِیْلِ عَنْ یَسَارِ الطَّرِیْقِ وَاَنْتَ ذَاهِبٌ اِلٰى مَكَّةَ لَیْسَ

سے چلتے اور ظہر کی نماز نہ پڑھتے حتیٰ کہ اس مقام پر تشریف لاتے اور وہاں ظہر کی نماز پڑھتے اور جب مکہ مکرمہ آتے تو اگر صبح سے کچھ گھڑی پہلے یا سحری کے آخر میں وہاں سے گزرتے تو آخر رات کو وہاں آرام کرتے حتیٰ کہ صبح کی نماز وہاں پڑھتے عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے درخت کے نیچے اُترتے جو رویثہ کے قریب راستہ کے دائیں طرف اور راستہ کے سامنے فراخ وسیع نرم مقام میں ہے حتیٰ کہ اس ٹیلے سے گزر جاتے جو رویثہ کے راستہ سے تقریباً دو میل دُور ہے۔ اس درخت کا اُوپر والا حصہ ٹوٹ گیا ہے اور وہ اپنے جوف پر مائل ہے جبکہ وہ ساق پر قائم ہے۔ اس ساق میں ریت کے کثیر ٹیلے ہیں۔ عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیلہ کے کنارے پر نماز پڑھی جو عرج کے پیچھے ہے جبکہ تو ہضبہ کی طرف جائے اس مسجد کے پاس دو یا تین قبریں ہیں ان قبروں پر اُوپر نیچے سفید پتھر ہیں راستہ کی دائیں طرف درختوں

بَيْنَ مَنْزِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الطَّرِيْقِ بِحَرِّوَّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ بِذِيْ طُوًى وَيَبِيْتُ حَتّٰى يُصْبِحَ يُصَلِّيْ الصُّبْحَ حِيْنَ يَقْدَمُ مَكَّةَ وَمُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ لَيْسَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّهٗ وَلٰكِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ عَلٰى اَكَمَةٍ غَلِيْظَةٍ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَيِ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَهٗ الْجَبَلَ الطَّوِيْلَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ فَجَعَلَ الْمَسْجِدَ الَّذِيْ بُنِيَ ثَمَّ يَسَارَ الْمَسْجِدِ بِطَرَفِ الْاَكَمَةِ وَمُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْاَكَمَةِ السَّوْدَآءِ تَدَعُ مِنَ الْاَكَمَةِ عَشَرَةَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ تُصَلِّيْ مُسْتَقْبِلَ الْفُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ۔

کے پاس جو راستہ میں ہیں ان درختوں کے درمیان عبداللہ بن عمر دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد عرج سے چلتے اور اس مسجد میں ظہر کی نماز پڑھتے۔

عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بڑے بڑے درختوں کے پاس اُترتے جو راستہ سے بائیں طرف ہرشٰی کے قریب گھاٹی میں ہیں ہرشا کے کنارے سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے راستہ کے درمیان تیر کی مار کے قریب فاصلہ ہے عبداللہ بن عمر اس بڑے درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے جو تمام درختوں سے راستہ کی طرف زیادہ قریب اور یہ سب درختوں سے اونچا ہے۔ عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی میں اترا کرتے تھے جو مر ظہران کے قریب مدینہ منورہ کی طرف ہے۔ جب صفراوات سے اُترتے تو اس گھاٹی کے نشیب میں راستہ سے بائیں طرف اترتے جبکہ تو مکہ مکرمہ کو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُترنے کی جگہ اور راستہ کے درمیان صرف پتھر کی مار کا فاصلہ ہے۔ عبداللہ بن عمر نے نافع کو خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی میں اترا کرتے تھے اور صبح تک وہیں رہتے اور وہاں ہی صبح کی نماز پڑھتے جبکہ مکہ مکرمہ آتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مصلی سخت ٹیلے پر تھا اس مسجد میں نہ تھا جو وہاں بنائی گئی ہے لیکن اس سے نیچے سخت ٹیلہ پر تھا عبداللہ بن عمر

نے نافع کو خبر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ کے دونوں کناروں کی طرف متوجہ ہوتے جو کعبہ کی طرف اس کے اور اونچے پہاڑ کے درمیان ہے۔ عبد اللہ بن عمر نے اس مسجد کو جو وہاں بنائی گئی ہے۔ مسجد کے بائیں طرف کیا جو ٹیلے کے کنارے پر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ اس سے نیچے کالے ٹیلے پر ہے۔ تو ٹیلے سے دس گز یا اس قدر چھوڑ دے۔ پھر اس پہاڑ کے دونوں کناروں کے سامنے نماز پڑھے جو تیرے اور کعبہ کے درمیان ہے

۴۷۲ — شرح : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان مقامات پر تبرکاً نماز پڑھا کرتے تھے جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ علامہ کرمانی نے کہا اسی لئے لوگ صالحین کے مقامات سے تبرکات حاصل کرتے ہیں اور جو سیدنا عمر فاروق سے مروی ہے کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے وہ اس لئے کہ ان کو یہ ڈر تھا کہ لوگ ان مواضع میں نماز کا التزام کرلیں گے تو بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے اس میں اشکال پیدا ہو جائے گا اور وہ واجب سمجھنے لگیں گے۔ اسی لئے عالم دین جب دیکھے کہ لوگ نوافل کا سخت التزام کرنے لگے ہیں تو وہ بعض اوقات ان کو چھوڑ دے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ واجب نہیں ہیں

لغات

شرف ،، اونچی جگہ ۔ روحاء ،، مدینہ منورہ سے ۳۶ میل دور مقام ہے ۔۔ ذوالحلیفہ ،، مدینہ منورہ والوں کا میقات ہے ۔ سمرۃ ،، کیکر کا درخت ۔ بطحاء ،، وسیع نالی یا گھاٹی جس میں باریک باریک کنکریاں ہوں ۔ البطح ،، بھی اسی کو کہتے ہیں۔ شفیر ،، کنارہ ۔ العرق ،، چھوٹا پہاڑ ۔ تعریس ،، آخر رات آرام کے لئے اترنا ۔ اکمہ ،، ٹیلہ ، خلیج ،، نہر ۔ کُثُبٌ ،، ریت کے ٹیلے ۔ دحا ،، بچھایا ۔ حافد ،، کنارہ ۔ سرحہ ،، اونچا پہاڑ ۔ الرویثہ ،، جگہ کا نام ہے ۔ دوین ،، بہت قریب ۔ تلعۃ ،، اونچی نیچی جگہ یعنی ٹیلا ۔ العرج ،، مکہ کے راستہ میں جگہ ہے ۔ الھضبہ ،، زمین پر پھیلا ہوا پہاڑ ۔ الرضم ،، ایک دوسرے پر پڑے ہوئے پتھر ۔ السلمات ،، درخت جس کے پتوں سے دباغت کی جاتی ہے ۔ اگر لام پر کسرہ ہو تو اس کا معنیٰ پتھر ہے ۔ ھرشیٰ ،، مکہ مکرمہ کے راستہ میں مشہور گھاٹی ہے جو جحفہ کے قریب ہے وہاں سے سمندر نظر آتا ہے ۔ الغلوۃ ،، تیر کی مار ۔ مَرّظھران ،، وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف چند میل دور ہے ۔ قِبَل ،، سامنے کی طرف ۔ الفعرافات ،، وادیاں یا پہاڑ ۔ ذی طوی ،، مکہ مکرمہ میں ایک جگہ ہے ۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ۔ ھضبہ ،، ریت کے ٹیلے سے بڑا اور پہاڑ سے چھوٹا ۔ فرضۃ الجبل ،، پہاڑ کا راستہ ۔

اسماء رجال

: ۱ ابراہیم بن منذر حزامی ہیں اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے ۔ ابراہیم بن منذر بن عبد اللہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن خالد بن حزام ابن خویلد بن اسد بن الصمد بن قصی مدنی ،، آپ ۲۳۶ ہجری میں فوت ہوئے ۲ انس بن عیاض مدنی ہیں ۔ ۱۸۰ ہجری* میں فوت ہوئے ۔ باقی راویوں کا ذکر گزر چکا ہے ۔

بَابُ سُتْرَةُ الْاِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ

۴۷۳ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ اَتَانٍ وَّاَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى اِلٰى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ

۴۷۴ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ اِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَآءَهٗ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَآءُ

باب — امام کا سترہ ان کا بھی سترہ ہے جو اس کے مقتدی ہیں

۴۷۳ — ترجمہ : عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں گدھی پر سوار آیا جبکہ میں اس وقت قریب البلوغ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں کسی دیوار کے بغیر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں بعض صف کے آگے سے گزر گیا اور اُتر کر گدھی چھوڑ دی وہ چرنے لگی اور میں صف میں کھڑا ہو گیا۔ میرے فعل پر کسی نے انکار نہ کیا

۴۷۳ — شرح : پہلے باب مساجد کے احکام میں تھے اور یہ باب غیر صلوٰۃ میں نمازیوں کے احکام میں ہے۔ یہ کل پانچ باب ہیں جو ایک دوسرے کے مناسب ہیں۔ غیر جدار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی سترہ تھا، کیونکہ لفظ غیر ہمیشہ صفت میں واقع ہوتا ہے۔ دراصل حدیث کے لفظ یہ ہیں: اِلٰی شَیْءٍ غَیْرِ جِدَارٍ یعنی کسی شئ کی طرف متوجہ نماز پڑھی جو دیوار کے علاوہ تھی وہ عصا تھا یا برچھا

۴۷۵ — حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ

وغیرہ تھا اسی لئے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔ (حدیث ع۱۲۲ کی شرح دیکھیں)

۴۷۴ — ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز باہر تشریف لے جاتے تو برچھا لے جانے کا حکم فرماتے وہ آپ کے سامنے گاڑا جاتا آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے سفر میں بھی ایسا ہی کرتے تھے اسی لئے امراء نے اسے اپنایا ہے۔

۴۷۴ — شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو خادم کو برچھا لے کر چلنے کا حکم فرماتے اور اسے نماز میں آگے گاڑا جاتا یہ عید کے دن خاص نہیں چونکہ نمازیوں کے آگے سترہ کا ذکر نہیں معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سترہ ہی ان کے لئے کافی تھا۔ اور وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ کی اس پر واضح دلالت ہے کیونکہ وہ تمام افعال میں امام کے تابع ہوتے ہیں۔ نیز لفظ وراءہ کا مدلول یہ ہے کہ لوگ بھی سترہ کے وراء تھے کیونکہ ان کے لئے اگر علیحدہ سترہ ہوتا تو وہ اُس کے وراء ہوتے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا یہ متفق علیہ بات ہے کہ مقتدی امام کے سترہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُتْرَةُ الْاِمَامِ سُتْرَةٌ لِمَنْ خَلْفَهٗ۔ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے اور جب امام کا سترہ ہو تو آگے سے گزرنے والا امام اور مقتدیوں کی نماز میں کسی طرح بھی خلل انداز نہیں ہوتا ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَاءُ، یہ نافع کا کلام ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احتیاط بہت ضروری امر ہے۔ امام کا سترہ مقتدیوں کا سُتْرَہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا جو شخص صحرا میں نماز پڑھے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ اپنے آگے برچھا وغیرہ کھڑا کر لے ورنہ درخت وغیرہ کے پیچھے نماز پڑھ لے۔ احناف نے کہا سترہ کی مقدار کم از کم ایک ہاتھ ہونا ضروری ہے اور موٹائی میں انگل کے برابر موٹا ہو۔ جب سترہ ایک ہاتھ سے کم اونچا ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اگر ترکش وغیرہ آگے رکھ دیا جو ایک ہاتھ کی مقدار بلند ہو تو وہ بالاتفاق سترہ ہے۔ اس کے کم مقدار میں اختلاف ہے۔ ہر شئ جو ایک ہاتھ کی مقدار اُونچی ہو اور وہ نمازی کے آگے آڑ بن سکے وہ سترہ ہے مگر دائیں یا بائیں آبرو کے سامنے ہونا چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۴۷۵ — ترجمہ: عون بن ابی جحیفہ نے روایت کی کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بطحاء مکہ میں جبکہ آپ کے آگے برچھا تھا

ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں پڑھائیں۔ حالانکہ آپ کے سامنے سے عورتیں اور گدھے گزر رہے تھے۔

۴۷۵ — شرح : یہ حدیث ان لوگوں پر واضح حجت ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے عورت گدھا اور کتا گزر جائے تو نماز قطع ہو جاتی ہے۔ سنن ابی داؤد میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَقْطَعُ الصَّلٰوۃَ شَیْءٌ وَادْرَءُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطَانٌ نماز کو کوئی شیطان قطع نہیں کرتی اور جس قدر طاقت ہو (گزرنے والے کو) دفع کرو وہ شیطان ہے۔ بخاری اور مسلم میں ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ کے آگے جنازہ کی طرح پڑی رہتی تھی۔ معلوم ہوا جب حائض عورت قبلہ اور نمازی کے درمیان ہو تو نماز قطع نہیں ہوتی تو نمازی کے آگے سے گزرنے والے سے بطریق اولیٰ قطع نہ ہوگی۔ ابوداؤد نے اپنے سنن میں فضل ابن عباس سے ذکر کیا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم ایک گاؤں میں تھے آپ کے ساتھ عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے صحرا میں نماز پڑھی اور آپ کے آگے سترہ نہ تھا۔ ہماری کتیا اور گدھی آپ کے آگے اچھل رہی تھیں آپ نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔ یہ روایت نسائی میں بھی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جن احادیث میں یہ ہے کہ مذکور اشیاء نماز قطع کر دیتی ہیں اس قطع سے مراد یہ ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کو قطع کر دیتی ہیں۔ اصل نماز قطع نہیں ہوتی۔ اس طرح دونوں طرح کی روایت میں اتفاق ہوگا اور یہ اچھا طریقہ ہے مگر یہ اس تقدیر پر ہے جبکہ دونوں طرف کی روایات قوت میں مساوی ہوں، اور جب یہ دیکھا جائے کہ جمہور کی احادیث ان کے مخالفین کی احادیث سے اقویٰ اور صحیح تر ہیں تو اقویٰ اور اصح ہی کو لینا اولیٰ ہے۔

ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ سنن ابی داؤد میں سعید بن عزوان سے روایت ہے کہ ان کے والد حج کو جا رہے تھے۔ راستہ میں تبوک میں ٹھہرے وہاں ایک شخص تھا جس کے دونوں پاؤں اس کی پشت سے جمے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا میں یہ واقعہ تم سے بیان کرتا ہوں۔ مگر جب تک میں زندہ ہوں تم نے کسی سے بیان نہ کرنا پھر اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں ایک کھجور کے پاس ٹھہرے اور فرمایا ہمارا قبلہ ادھر ہے پھر کھجور کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے لگے میں اور ایک اور لڑکا دوڑتے ہوئے آئے حتیٰ کہ آپ کے آگے سے گزر گئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے ہماری نماز قطع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا چلنا قطع کر دے۔ اس وقت سے آج تک میں پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکا۔ مگر اس حدیث پر اگرچہ ابوداؤد نے سکوت کیا ہے لیکن دوسرے محدثین نے اسے کمزور قرار دیا ہے اور اگر اسے صحیح تسلیم بھی کر لیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یہ منسوخ ہے؛ کیونکہ یہ واقعہ تبوک میں ہوا ہے اور عبداللہ بن عباس کی حدیث حجۃ الوداع کا واقعہ ہے جو یقیناً تبوک کے واقعہ کے بعد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں رباعی نماز کو قصر کرکے پڑھا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ قَدْرِكَمْ يَنْبَغِي اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَ الْمُصَلّٰى وَالسُّتْرَةِ

۴۷۶ ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ

۴۷۷ ـ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوْزُهَا

عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم۔ آپ قرشی عدوی مدنی ہیں۔ ۱۴۹ھ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب ـ نمازی اور سترہ کے مابین کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے"

۴۷۶ ـ ترجمہ : سہل بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ اور قبلہ کی طرف " دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی مقدار فاصلہ تھا۔

۴۷۷ ـ ترجمہ : سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا منبر کے قریب سے مسجد نبوی کی دیوار تک اتنی مسافت تھی کہ اس سے بکری مشکل سے گزر سکتی تھی۔

۴۷۶ ـ ۴۷۷ ـ شرح : امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نمازی اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کعبہ میں نماز پڑھی تو اپنے اور کعبہ کے درمیان تقریباً تین ہاتھ کا فاصلہ رکھا جو رکوع و سجود کے علاوہ تھا۔ بڑی نہر، راستہ، حوض سترہ نہیں بن سکتے۔ یہ حدیث بخاری کی دوسری ثلاثی حدیث ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ اِلَی الْحَرْبَۃِ

۴۷۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُرْکَزُ لَہُ الْحَرْبَۃُ اِلَیْہَا

اسماء رجال : ۱ عمرو بن زرارہ نیشاپوری ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے ۲۳۸ ہجری میں فوت ہوئے ۲ ابو حازم کا نام سلمہ بن دینار ہے ۳ سہل بن سعد ساعدی موزن حدیث ۲۴۲ کے اسماء میں گزرے ہیں۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

اکوع کا نام سنان بن عبداللہ وہ اسلمی مدنی ہیں۔ سلمہ کی کنیت ابو مسلم یا ابو ایاس یا ابو عامر ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ ابن عمرو بن اکوع ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں حاضر ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بار بیعت کی۔ ایک بار سب لوگوں سے پہلے دوسری بار ان کے درمیان میں اور تیسری اُن کے آخر میں بیعت کی اُنھوں نے ۷۷ احادیث رواےت کی ہیں۔ بخاری نے ان میں سے اکیس ذکر کی ہیں ذی وجاہت، بہادر، تیرانداز مخلص سخی اور گھوڑوں سے تیز دوڑتے تھے۔ بہت نیک اور فاضل تھے۔ ربذہ میں سکونت پذیر تھے۔ اُن سے بھیڑیے نے کلام کیا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ سلمہ بن اکوع نے کہا میں نے بھیڑیے کو دیکھا کہ اس نے ہرنی پکڑی ہوئی ہے میں اس کے پیچھے بھاگا اور اس سے وہ چھین لی بھیڑیے نے کہا تیری ہلاکت ہو تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے رزق دیا اور تم نے وہ مجھ سے چھین لیا حالانکہ وہ تیرا مال نہ تھا۔ سلمہ نے کہا میں نے خیال کیا اے لوگو! یہ عجیب بات ہے کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ بھیڑیے نے جواب دیا۔ یہ کچھ عجیب نہیں۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کھجوروں میں تمہیں اللہ کی عبادت کے لئے پکارتے ہیں اور تم انکار کرتے ہو اور بتوں کے پجاری بنے ہوئے ہو۔ سلمہ بن اکوع نے کہا میں یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ وہ اسی (۸۰) برس کی عمر میں ۷۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

باب — برچھے کی طرف نماز پڑھنا

بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْعَنَزَةِ

٤٧٩ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَوْنُ بْنُ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَ خَرَجَ اِلَيْنَا النَّبِيُّ بِالْهَاجِرَةِ فَاُتِيَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ فَصَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَالْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ يَمُرُّوْنَ مِنْ وَّرَآئِهَا

٤٨٠ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ نَا شَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ تَبِعْتُهٗ اَنَا وَغُلَامٌ وَمَعَنَا عُكَّازَةٌ اَوْ عَصًا اَوْ عَنَزَةٌ وَمَعَنَا اِدَاوَةٌ فَاِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ نَاوَلْنَاهُ الْاِدَاوَةَ

برچھا گاڑا جاتا تھا اور آپ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔

٤٧٩ — باب — نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

ترجمہ: عون بن ابی جحیفہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ کے پاس پانی لایا گیا تو آپ نے وضو کر کے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی جبکہ آپ کے آگے نیزہ تھا۔ اور عورتیں اور گدھے نیزے (سترہ) کے پرے سے گزر رہے تھے۔

٤٧٨ — ٤٧٩ — تشریح: یَمُرُّوْنَ کا فاعل ضمیر ہے اور اسم جمع کا اطلاق تثنیہ پر جائز ہے۔ اس حدیث کی تفصیل حدیث ١٥٢ء باب حمل العنزۃ فی الاستنجاء میں گزر چکی ہے۔

٤٨٠ — ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے جاتے تو میں اور ایک لڑکا آپ کے پیچھے جاتے جبکہ ہمارے ساتھ عُکازہ یا عصا یا نیزہ ہوتا اور ہمارے ساتھ پانی کا مشکیزہ ہوتا جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تو ہم آپ کو پانی کا مشکیزہ دیتے۔

بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا

۴۸۱ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى بِالْبَطْحَاءِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَنُصِبَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ وَتَوَضَّأَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوْءِهٖ

اسماء رجال ۴۷۸ - ۴۸۰: ابن بزیع کی کنیت ابوسعید ہے۔ ۲۴۹ ہجری کو بغداد میں وفات پائی۔ ع۲ شاذان ،، اسود بن عامر کا لقب ہے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے وہ شامی ہیں بغداد میں سکونت پذیر تھے۔ ۲۰۸ ہجری میں فوت ہوئے ع۳ حکم بن عتیبہ حدیث ع۱۱۷ کے اسماء میں گزرا ہے۔

باب ـ مکہ اور غیر مکہ میں سترہ کرنا

۴۸۱ ـ ترجمہ : ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت باہر تشریف لائے اور بطحاء میں ظہر اور عصر کی نماز پڑھی جبکہ آپ کے آگے نیزہ گڑھا ہوا تھا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا تو لوگ آپ کے وضوء کا پانی اپنے بدنوں پر لگاتے تھے۔

۴۸۰ ـ **۴۸۱** ـ شرح : عکازہ وہ لاٹھی ہے جس کے نیچے لوہے کی سوئی لگی ہوتی ہے۔ عنزہ لاٹھی سے لمبا اور نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کی خدمت اور علماء کا احترام کرنا چاہیئے اور پانی سے استنجاء کرنا مستحب ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا سترہ نیزہ کے برابر موٹا ہونا چاہیئے اور ایک ہاتھ اونچا ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سترہ کم از کم کجاوے کی لکڑی کے برابر ہونا چاہیئے اور اس کی اونچائی کم از کم ایک ہاتھ ہو۔ زمین پر خط کھینچنا بے سُود ہے۔ امام شافعی اسے جائز کہتے ہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نمازی کے لئے سترہ رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ آگے سے کوئی نہ گزرے جو شخص وسیع میدان میں نماز پڑھے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ سترہ آگے گاڑھے [illegible]

بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى الْاُسْطُوَانَةِ

وَقَالَ عُمَرُ الْمُصَلُّوْنَ اَحَقُّ بِالسَّوَارِيْ مِنَ الْمُتَحَدِّثِيْنَ اِلَيْهَا وَرَأَى ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بَيْنَ اُسْطُوَانَتَيْنِ فَاَدْنَاهُ اِلٰى سَارِيَةٍ فَقَالَ صَلِّ اِلَيْهَا

۴۸۲ — حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ كُنْتُ اٰتِيْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِيْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ يَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ قَالَ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا

باب — ستون کو آڑ بنا کر نماز پڑھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا باتیں کرنے والوں کی نسبت نمازی ستونوں کے زیادہ لائق ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ایک ستون کے قریب کر دیا اور کہا یہاں نماز پڑھو!"

۴۸۲ — ترجمہ: یزید بن ابی عبید نے کہا میں سلمہ بن اکوع کے ساتھ آتا تھا وہ مصحف کے پاس ستون کے قریب نماز پڑھتے میں نے کہا اے ابا مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ قصد کرتے ہوئے اس ستون کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اس کے پاس قصدًا نماز پڑھا کرتے تھے۔

۴۸۲ — شرح: نمازی اور باتیں کرنے والے دونوں ستونوں کی طرف محتاج ہیں نمازی ان کو سترہ بنانے کے لئے اور باتیں کرنے والے تکیہ لگانے کے لئے چونکہ نمازی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ستونوں کے زیادہ حقدار ہیں سیدنا عمر فاروق نے اس شخص کو ستون کے قریب اس لئے کیا کہ اس کی نماز سترہ کی طرف ہو۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں ایک خاص جگہ مصحف کے لئے تھی۔

۴۸۳ — حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ لَقَدْ اَدْرَكْتُ كِبَارَ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ عِنْدَ الْمَغْرِبِ وَزَادَ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَنَسٍ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ الصَّلٰوةِ بَيْنَ السَّوَارِيْ فِيْ غَيْرِ جَمَاعَةٍ

۴۸۴ — حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَاُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ وَبِلَالٌ فَاَطَالَ ثُمَّ خَرَجَ وَكُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ دَخَلَ عَلٰى اِثْرِهٖ فَسَاَلْتُ بِلَالًا اَيْنَ صَلّٰى فَقَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ

۴۸۳ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے بڑے بڑے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ مغرب کی اذان کے وقت ستونوں کی طرف عجلت سے جاتے شعبہ نے عمرو سے انھوں نے حضرت انس سے اور زیادہ روایت کی حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لاتے

۴۸۳ — شرح : یعنی مغرب کی اذان کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ستونوں کو سترہ بنا کر مغرب کی نماز سے پہلے دو نفل پڑھتے شروع اسلام میں مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں مشروع تھیں پھر ان سے منع کر دیا گیا۔ ابوبکر بن عربی نے کہا اس نماز میں اصحابہ میں اختلاف رہا۔ بعض صحابہ کرام پڑھتے بعض نہ پڑھتے۔ مگر ان کے بعد کسی نے یہ نماز نہیں پڑھی۔ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا یہ نماز بدعت ہے چاروں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی جماعت یہ نفل نہ پڑھتے تھے۔

باب — جماعت کے سوا ستونوں کے درمیان نماز پڑھنا

۴۸۴ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما [illegible]

۴۸۵ _ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ فَأَغْلَقَهَا عَلَيْهِ وَمَكَثَ فِيهَا فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِينَ خَرَجَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُودًا عَنْ يَسَارِهِ وَعَمُودًا عَنْ يَمِينِهِ وَثَلٰثَةَ أَعْمِدَةٍ وَرَآءَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ أَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَقَالَ لَنَا إِسْمٰعِيلُ حَدَّثَنِي مَالِكٌ فَقَالَ عَمُودَيْنِ عَنْ يَمِينِهِ

حجبی اور بلال رضی اللہ عنہم بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دیر تک کعبہ میں رہے پھر باہر تشریف لائے سب لوگوں سے پہلے میں آپ کے پیچھے آیا اور بلال سے پوچھا کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی۔ اُس نے کہا اگلے دونوں ستونوں کے درمیان

۴۸۵ _ ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ حجبی کعبہ میں داخل ہوئے۔ عثمان نے کعبہ کا دروازہ بند کرلیا۔ آپ اس میں بہت دیر ٹھہرے میں نے بلال سے پوچھا جبکہ وہ باہر آئے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "اندر"، کیا کیا اس نے کہا آپ نے ایک ستون اپنی بائیں طرف ایک دائیں طرف اور تین اپنے پیچھے کئے۔ اس وقت بیت اللہ کے چھ ستون تھے۔ پھر نماز پڑھی۔ اسمٰعیل نے کہا مجھے مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور کہا دائیں طرف ۲ دو ستون کئے۔

۴۸۴ _ ۴۸۵ _ شرح : ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے اور جماعت کے بغیر نماز یعنی اکیلا شخص ۲ دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھ سکتا ہے۔ مکروہ نہیں۔ جس حدیث میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمایا وہ جماعت کی صورت میں ہے تاکہ صفوں میں انقطاع نہ ہو اور صف بندی میں خلل نہ ہو جس وقت سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی۔ اس وقت کعبہ کے چھ ستون تھے۔ اس کے بعد فتنۂ ابن زبیر میں تغیر واقع ہوا۔ عمود جنس ہے ایک اور دو کا محتمل ہے۔ یہ حدیث مجمل ہے اور مالک کی روائت اس کا بیان ہے۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ حدیث میں پانچ ستون مذکور ہیں۔ عینی میں ہے کہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے میں سلف کا اختلاف ہے۔ انس بن مالک اسے مکروہ کہتے ہیں۔ کیونکہ حاکم کی صحیح روائت میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

بَابٌ ۔ ۴۸۶ ۔ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ نَا اَبُوْ ضَمْرَةَ قَالَ نَا مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِيْنَ يَدْخُلُ وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِّنْ ثَلٰثَةِ اَذْرُعٍ صَلّٰى يَتَوَخَّى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْهِ قَالَ وَلَيْسَ عَلٰى اَحَدِنَا بَاْسٌ اِنْ صَلّٰى فِيْ اَيِّ نَوَاحِي الْبَيْتِ شَاءَ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ستونوں کے درمیان صف بناؤ اور صفوف کو مکمل کرو۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر مسجد تنگ ہو تو حرج نہیں۔ حضرت حسن بصری، ابن سیرین نے کہا جائز ہے۔ سعید بن جبیر، ابراہیم تیمی اور سوید بن غفلہ ستونوں کے درمیان جماعت کراتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(حدیث ۲۸۷ کا بعینہ یہی اسناد ہے)

باب

۴۸۶ ترجمہ: عبداللہ بن عمر جب کعبہ میں داخل ہوتے تو داخل ہوتے وقت سیدھے منہ کی طرف چلے جاتے اور دروازہ اپنی پیٹھ کے پیچھے کی طرف کرتے حتیٰ کہ ان کے اور ان کے منہ کی طرف والی دیوار کے درمیان صرف تین ہاتھ کے قریب فاصلہ رہ جاتا تو وہاں نماز پڑھتے جبکہ وہ اس جگہ کا قصد کرتے جس کی ان کو حضرت بلال نے خبر دی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نماز پڑھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کسی پہ کوئی حرج نہیں کہ وہ بیت اللہ کے جس کونہ میں چاہے نماز پڑھے۔

۴۸۶ شرح: اس حدیث کو پہلی حدیث سے باب کے لفظ سے اس لئے علیحدہ ذکر کیا ہے کہ یہ ستونوں کے درمیان نماز پہ صراحتہً دلالت نہیں کرتی لیکن اس سے مراد یہی ہے کیونکہ مذکور جگہ کا دروازہ کے سامنے اور دیوار کے قریب ہونا ہی اس پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہوتا تھا اور کبھی بکری کے گذر جانے کا فاصلہ ہوتا تھا۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ اِلَی الرَّاحِلَۃِ وَالْبَعِیْرِ وَالشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

۴۸۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ الْمُقَدَّمِیُّ الْبَصْرِیُّ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمٰنَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یُعَرِّضُ رَاحِلَتَہٗ فَیُصَلِّیْ اِلَیْھَا قُلْتُ اَفَرَاَیْتَ اِذَا ھَبَّتِ الرِّکَابُ قَالَ کَانَ یَاْخُذُ الرَّحْلَ فَیُعَدِّلُہٗ فَیُصَلِّیْ اِلٰی اٰخِرَتِہٖ اَوْ قَالَ مُؤَخِّرِہٖ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُہٗ

بَابُ الصَّلٰوۃِ اِلَی السَّرِیْرِ

۴۸۸ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاہِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْکَلْبِ وَالْحِمَارِ

باب ۔ سواری اونٹ، درخت اور پالان کی طرف نماز پڑھنا

۴۸۷ ۔ ترجمہ : نافع نے ابن عمر سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی کو عرض میں بٹھا کر اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا (عبیداللہ نے) مجھے خبر دو جب اونٹ چل پڑے تو کیا کرتے ؟ نافع نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پالان کو آگے برابر کر لیتے اور اس کی لکڑی کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھتے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔

۴۸۷ ۔ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے اونٹنی اور پلان کو سترہ بنایا مگر اس میں درخت کا ذکر نہیں ۔ درخت وغیرہ کو اس پر قیاس کیا ہے۔ نسائی کی روایت میں درخت کو سترہ بنانا صراحۃً مذکور ہے۔

لَقَدْ رَأَيْتُنِي مُضْطَجِعَةً عَلَى السَّرِيرِ فَيَجِيءُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّي فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْنَحَهُ فَاَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيرِ حَتّٰى اَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِي

بَابُ لِيَرُدَّ الْمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَرَدَّ

ابْنُ عُمَرَ فِي التَّشَهُّدِ وَفِي الْكَعْبَةِ وَقَالَ اِنْ اَبٰى اِلَّا اَنْ يُقَاتِلَهُ فَاتِلْهُ

۴٨٩ ــ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا يُوْنُسُ عَنْ

باب ــ چار پائی کی طرف نماز پڑھنا

۴٨٨ ــ ترجمہ: اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں چارپائی پر لیٹی ہوتی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور چارپائی کے وسط کے محاذی ہو کر نماز پڑھتے میں اسے مکروہ جانتی کہ آپ کے سامنے لیٹی رہوں تو چارپائی کی پائنتی کی طرف سے آہستہ سے نکلتی حتّٰی کہ اپنے لحاف سے باہر نکل جاتی۔

۴٨٨ ــ شرح: ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے یہ اس وقت کہا جبکہ لوگوں نے کہا کہ کتا گدھا اور عورت نماز قطع کر دیتے ہیں۔ لفظ "رَأَيْتُنِي" میں فاعل اور مفعول یہ ایک ہی شے ہے اور یہ افعال قلوب میں جائز ہے اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ عورت نماز قطع نہیں کرتی! کیونکہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا اپنے لحاف سے باہر نکل جانا ایسا ہے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے گذر گئیں۔ ام المؤمنین اس لئے لحاف سے باہر نہ نکلی تھیں کہ کہیں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خشوع و خضوع میں فرق نہ آئے بلکہ انھوں نے اپنی طبع کے اعتبار سے آپ کے آگے لیٹے رہنا مناسب نہ سمجھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا رات کی نماز میں جب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو میرے پاؤں کو حرکت دیتے میں پاؤں اکٹھے کر لیتی تھی جب آپ سجدہ کر لیتے تو میں پاؤں سیدھے کر لیتی تھی۔ اس وقت گھروں میں چراغ نہ چلائے جاتے تھے۔ معلوم ہُوا کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضوع میں بہرحال فرق نہیں آتا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ عورت یا مرد نمازی کے آگے ہوں تو نماز میں خلل نہیں آتا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ح وَحَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِيْ اِيَاسٍ نَا سُلَيْمٰنُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ
الْعَدَوِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ صَالِحِ السَّمَّانُ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فِيْ يَوْمِ
جُمُعَةٍ يُصَلِّيْ اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ شَابٌّ مِنْ بَنِيْ اَبِيْ مُعَيْطٍ
اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فِيْ صَدْرِهٖ فَنَظَرَ الشَّابُّ فَلَمْ يَجِدْ
مَسَاغًا اِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَعَادَ لِيَجْتَازَ فَدَفَعَهٗ اَبُوْ سَعِيْدٍ اَشَدَّ مِنَ الْاُوْلٰى
فَنَالَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى مَرْوَانَ فَشَكَا اِلَيْهِ مَا لَقِيَ مِنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ
وَدَخَلَ اَبُوْ سَعِيْدٍ خَلْفَهٗ عَلٰى مَرْوَانَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلِابْنِ اَخِيْكَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْءٍ
يَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ فَاِنْ اَبٰى
فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ

باب — نمازی اس شخص کو دفع کرے جو اس کے آگے سے گزرنا چاہے

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تشہد میں (گزرنے والے کو) دفع کیا اور اسی طرح کعبہ میں کرے اور کہا اگر وہ انکار کرے مگر اس کا کہ تو اس سے لڑے تو اس سے جھگڑا کر

۴۸۹ — ترجمہ: ابو صالح سمان نے کہا میں نے ابو سعید خدری کو جمعہ کے روز کسی شئ کی طرف متوجہ نماز پڑھتے دیکھا جو اس کو لوگوں سے آڑ کئے ہوئے تھی ابو معیط کے بیٹوں میں سے ایک جوان نے ان کے آگے سے گزرنا چاہا تو ابو سعید نے اس کے سینہ پر تھپڑ مارا

نوجوان نے نظر کی اور ان کے آگے سے گزرنے کے سوا کوئی راہ نہ پائی تو وہ
وہ گزرنے کے لئے لوٹا۔ ابوسعید نے پہلے سے سخت اس کو تھپڑ مارا۔ وہ ابوسعید سے ناراض ہو کر مروان کے
پاس گیا اور اس سے واقعہ کی شکایت کی۔ ابوسعید بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس چلے گئے۔ مروان نے
کہا اے ابوسعید تمہارے اور تمہارے بھتیجے کے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ ابوسعید نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی کسی شئی کی طرف نماز پڑھے جو اس کو لوگوں سے آڑ کرے اور کوئی
شخص اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو وہ اس کو روکے اگر وہ رکنے سے انکار کرے تو اس سے جھگڑا
کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۴۸۹ — شرح: یعنی کعبہ یا غیر کعبہ میں نماز پڑھے اور کوئی شخص آگے سے گزرنا چاہے
تو اس کو کرنے ورنہ اس سے لڑے اس حدیث کے دو اسناد ہیں
دوسرے اسناد میں ابوصالح کہتے ہیں۔ میں نے ابوسعید کو دیکھا اور یہ پہلے اسناد سے اقویٰ ہے۔ کیونکہ اس
میں ابوصالح سے روایت ہے کہ ابوسعید نے کہا الخ رؤیت کا ذکر نہیں۔ پہلی میں رؤیت کا ذکر ہے۔
نوجوان پر بھتیجے کا اطلاق اخوت اسلامیہ کی بنا پر ہے اور وہ چھوٹا بھی تھا اسی لئے بھائی نہیں کہا
قتال سے مراد جھگڑا ہے قتل نہیں۔ اگر وہ بالفرض جھگڑے میں مر جائے تو قاضی عیاض نے کہا بالاتفاق
اس کا قصاص نہیں اور دیت میں اختلاف ہے۔ گزرنے والے کو روکنا مستحب ہے واجب نہیں اور اسے شیطان
اس لئے کہا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے پر اس کو شیطان ابھارتا ہے یا وہ انسانی شیطان ہے اور سرکش
انسان پر شیطان کا اطلاق جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شَیَاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ،، اس حدیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کو اپنے آگے سترہ کرنا چاہیئے اور یہ امام ابوحنیفہ، مالک اور شافعی رضی اللہ عنہم
کے نزدیک مستحب ہے جبکہ امام احمد رضی اللہ عنہ اسے واجب کہتے ہیں اور اسے ایسی جگہ گاڑھے جہاں
سے گزرنا مکروہ ہے یا وہ مقام سجود ہے۔ امام شافعی تین ہاتھ کی مقدار کہتے ہیں۔ جبکہ امام مالک
رضی اللہ عنہ کوئی حد مقرر نہیں کرتے ہاں وہ اتنا ضرور کہتے ہیں کہ سترہ اتنا دور ہو کہ نمازی اسے ہاتھ سے
روک سکے۔ ابوداؤد کی جس روایت میں ہے کہ اگر سترہ نہ ملے تو آگے خط کھینچ لے۔ امام نووی اور قاضی
عیاض نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام شافعی نے بھی اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ سترہ اس
قدر ہونا چاہیئے جو دور سے ظاہر ہو اور انگلی کے برابر موٹا اور کم از کم ایک ہاتھ لمبا ہو اور اسے دائیں ابرو کے
سامنے کرے بالکل ناک کے مقابلہ نہ کرے، کیونکہ یہ صمود ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

اسماء رجال: ع۱ ابومعمر اور ع۲ عبدالوارث تنوری حدیث ع۴۲ کے اسماء میں گزرے ہیں ع۳
یونس بن عبید بصری ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ۱۳۹ ہجری میں وفات پائی۔
ع۴ حُمَید بن ہلال عدوی [illegible] رہتے تھے ع۵ ابوصالح ،، کا نام؛

بَابُ اِثْمِ الْمَآرِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ

۴۹۰ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ اَرْسَلَهٗ اِلٰى اَبِيْ جُهَيْمٍ يَسْاَلُهٗ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَآرِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ فَقَالَ اَبُوْ جُهَيْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَآرُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ اَبُو النَّضْرِ لَا اَدْرِيْ قَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ سَنَةً ـ

باب ـ نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو گناہ

۴۹۰ ـ ترجمہ : بسر بن سعید نے روایت کی کہ زید بن خالد نے اس کو ابو جُہیم کے پاس بھیجا کہ اُسے پُوچھے کہ اُنھوں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے متعلق کیا سُنا ہے؟ ابو جہیم نے کہا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا یہ معلوم کرلے کہ اسے کتنا گناہ ہے تو اس کا چالیس برس کھڑے رہنا اس کے آگے گزرنے سے بہتر ہوگا۔ ابوالنضر نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ بسر بن سعید نے چالیس دن کہے یا چالیس ماہ یا چالیس سال کہے۔

۴۹۰ ـ شرح : یعنی نمازی کے آگے گزرنے والے کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اسے کتنا گناہ ہے تو اس کا چالیس برس کھڑا رہنا اس کے گزرنے سے بہتر ہوتا بخاری نے صرف چالیس کہا ہے اور ابوالنضر کی روایت میں بھی چالیس کا تعین نہیں کیا کہ وہ سال ہیں یا مہینے یا ایام ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں سو سال اور بزار کی روایت میں چالیس سال مذکور ہیں۔ بہرحال نمازی کے آگے سے گزرنے پر سخت وعید منقول ہے۔

طبرانی میں عبداللہ بن عمرو سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص قصدًا نمازی کے آگے سے گزرے وہ قیامت کے روز خواہش کرے گا کہ وہ خشک درخت ہوتا۔ ابن بطال نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو نمازی کے آگے سے گزرے وہ قیامت کے روز خواہش کرے گا کہ وہ خشک درخت ہوتا۔ ابن بطال نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نمازی کے آگے سے گزرنے سے ایک سال کھڑے رہنا بہتر ہے۔ کعب الاحبار نے کہا کہ زمین میں دھنسایا جانا نمازی کے آگے گزرنے سے بہتر ہے۔ چالیس سال کے عدد کی تخصیص کی حکمت خدا ہی جانتا ہے ہوسکتا ہے کہ اطوارِ انسان کے اعتبار سے چالیس فرمایا ہو کیونکہ غالبًا انسان کے اطوار میں سے ہر طور کا کمال چالیس تک کے عدد میں ہے۔ چنانچہ نطفہ کا ہر طور چالیس دن میں بدلتا ہے اور انسان کی عقل کا چالیس سال میں ہوتا (کرمانی) اسی لئے عمومًا نبوت و ولایت چالیس سال کے بعد رونما ہوتی ہے۔

امام طحاوی نے کہا چالیس کے بعد سو سال کا ذکر کرنا نمازی کے آگے سے گزرنے والے پر اس کی عظمت بیان کرنا ہے، کیونکہ یہ مقام زجر و تشدید ہے اور سَو کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہ عدد عشرات اور الوف کے درمیان ہے۔ بہتر کام درمیانہ ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی کی تقریر سے اگر میت کے چالیسویں پر استدلال کر لیا جائے تو بعید نہ ہوگا۔ کیونکہ انسان کے فوت ہونے کے چالیس روز بعد اس کا طور بدلتا ہے اور ایصال ثواب میں ممانعت نہیں جبکہ تاریخ کے تعین پر شرعًا کوئی منع وارد نہیں۔ بخاری میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وعظ کے لئے دن مقرر فرمایا تھا۔

علامہ عینی نے کہا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا کبیرہ گناہ ہے۔ نمازی کے آگے کی جگہ جہاں سے گزرنا ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ جب حالت قیام میں سجدہ گاہ پر نظر کرے تو جہاں تک اس کی نگاہ پھیلے وہ سجدہ گاہ ہے وہاں سے گزرنا منع ہے۔ ابن بطال نے کہا، "لَوْ يَعْلَمُ" سے یہ مفہوم ہے کہ گناہ اسی کو ہوگا جو نہی کو جانتے ہوئے اس کا مرتکب ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نائب بنانا اور خبر واحد قبول کرنا جائز ہے اور علماء کو ایک دوسرے سے علم حاصل کر لینا چاہیئے۔ • اللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال

: ع۱ ابوالنضر کا نام سالم ہے۔ ان کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ع۲ بسر حضرمی مدنی زاہد ہیں۔ ایک سو ہجری میں فوت ہوئے۔ انھوں نے کفن بھی باقی نہ چھوڑا تھا ع۳ زید بن خالد بن یزید بن لیث جہنی ہیں ان کی کنیت، مقام اور سنِ وفات میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کی کنیت ابوطلحہ یا ابو عبدالرحمٰن یا ابوزرعہ ہے۔ فتح مکہ میں جہینہ قبیلہ کا جھنڈا اُن کے ہاتھ میں تھا۔ انھوں نے ۸۱۔ احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے پانچ ذکر کی ہیں۔ کوفہ میں آئے اور وہیں اُن کا انتقال ہوا۔ کہا گیا ہے کہ وہ مصر یا مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ ان کا

بَابُ اسْتِقْبَالِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ وَهُوَ يُصَلِّي

وَكَرِهَ عُثْمَانُ أَنْ يُسْتَقْبَلَ الرَّجُلُ وَهُوَ يُصَلِّي وَهٰذَا إِذَا اشْتَغَلَ بِهٖ فَأَمَّا إِذَا لَمْ يَشْتَغِلْ بِهٖ فَقَدْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَالَيْتُ إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَقْطَعُ صَلٰوةَ الرَّجُلِ

۴۹۱ — حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالُوا يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي لَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ فَتَكُوْنُ لِيَ الْحَاجَةُ وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْتَقْبِلَهٗ فَأَنْسَلُّ انْسِلَالًا وَعَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهٗ

سن وفات ۵۷ یا ۸۷ یا بہتر ہجری ہے ع۲ ابوجہیم کا نام عبداللہ ہے۔ انہیں اَبُوجُہَیم بن حارث بھی کہا جاتا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث المرور اور حدیث التیمم کا راوی اَبُوجُہَیْم مصغر ہے اور خمیصہ اور انبجانیہ کی حدیث کا راوی ابوجہم مکبّر ہے۔ اِس کا نام عبداللہ ہے وہ انصاری ہے اور اس کا نام عامر ہے وہ عدوی ہے۔

باب کسی شخص کا اپنے ساتھی یا اس کے غیر کی طرف منہ کرنا جبکہ وہ نماز پڑھ رہا ہو

امیرالمومنین عثمان رضی اللہ عنہ مکروہ جانتے تھے کہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کی طرف منہ کیا جائے اور یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ اس سے نمازی مشغول ہوتا ہو جب مشغول نہ ہو تو زید بن ثابت نے کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں کیونکہ مرد کی نماز مرد قطع نہیں کرتا۔

بَابُ الصَّلٰوةِ خَلْفَ النَّائِمِ

۴۹۲ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَاَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یُّوْتِرَ اَیْقَظَنِیْ فَاَوْتَرْتُ

۴۹۱ ـ ترجمہ : اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کے پاس تذکرہ ہُوا کہ کونسی شی نماز کو قطع کرتی ہے لوگوں نے کہا کہ کتا گدھا اور عورت نماز قطع کر دیتے ہیں۔ ام المؤمنین نے کہا کیا تم نے ہم کو کتوں جیسا بنا دیا ہے میں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان ہوتی تھی جبکہ میں چارپائی پر لیٹی ہوتی تھی۔ مجھے کوئی حاجت ہوتی اور آپ کے سامنے ہونا مکروہ جانتی تو میں پائنتی کی طرف سے سرک جاتی۔ ابن مسہر نے اعمش سے اُنہوں نے ابراہیم سے اُنھوں نے اسود سے انہوں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس قسم کی روایت کی۔

۴۹۱ ـ شرح : نحوہ اصل مقصودی معنی میں مشارکت کو چاہتا ہے : مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہ، مشارکت کو نہیں چاہتا۔ ابو بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مرد نمازی کا سترہ بن سکتا ہے مگر اس کی طرف منہ نہ کرے۔ نافع نے کہا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کوئی ستون وغیرہ نہ پاتے تو مجھے آگے کھڑا کر لیتے اور کہتے منہ قبلہ کی طرف کر لو۔ احناف کہتے ہیں کہ نمازی کے آگے اس کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ امام بخاری نے کہا یہ اس وقت ہے جبکہ اس سے نمازی کا دل مشغول ہوتا ہو، ورنہ مکروہ نہیں۔

اسماء رجال

:۱ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ہیں۔

۲ زید بن ثابت انصاری بخاری فرضی ہیں۔ وہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کاتب اور علم میراث میں بہت ماہر تھے۔ انہوں نے ۹۲۔ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے امام بخاری نے نو ذکر کی ہیں جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کی عمر گیارہ برس تھی۔ ۵۴ ہجری میں وفات پائی۔

باب ـ سونے والے کے پیچھے نماز پڑھنا

۴۹۲ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھتے اور

بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ

۴۹۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِيْ قِبْلَتِهٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِيْ فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ فَاِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ

بَابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْءٌ

۴۹۴ ـ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ ثَنَا اَبِيْ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ ح قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِيْ مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ فَقَالَتْ

باب عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا

۴۹۳ ـ ترجمہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی رہتی تھی۔ جبکہ میرے دونوں پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے جب آپ سجدہ فرماتے تو مجھے ہاتھ سے چھو دیتے میں اپنے پاؤں اکٹھے کر لیتی جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پاؤں پھیلا لیتی۔ ام المؤمنین نے کہا اس وقت گھروں میں چراغ نہ ہوتے تھے۔

۴۹۲ ـ ۴۹۳ ـ شرح : بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نُهِيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اِلَى النَّائِمِ وَالْمُتَحَدِّثِ "یعنی مجھے نائم اور باتیں کرنے والے کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُصَلُّوْا خَلْفَ النَّائِمِ وَالْمُتَحَدِّثِ کہ نائم اور باتیں

شَبَّهْتُمُونَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَاِنِّي عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ فَتَبْدُوْلِي الْحَاجَةُ فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ فَاُوْذِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ

اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس طرح طبرانی نے بھی اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مگر ابو داؤد نے کہا ابن عباس کی حدیث کے تمام طرق کمزور ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں ضعف ہے نیز ابو داؤد کی سند میں عبداللہ بن یعقوب ہے اس نے اپنے شیخ کو ذکر نہیں کیا اور اس میں رجل مجہول ہے۔

ابن ماجہ کی سند میں ابوالمقدام ہشام بن نیاد بصری ہے۔ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی کمزور ہے۔ ابن عمر نے ابن عدی سے جو حدیث ذکر کی وہ بھی کمزور ہے۔ بزار کی حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ ابو داؤد نے کہا ابن عباس کے تمام طرق کمزور ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نائم کو نماز کے لئے بیدار کرنا مستحب ہے اور وتر نیند کے بعد ہونے چاہئیں۔ باب میں مذکور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی شرح حدیث ۴۸۸ کے تحت دیکھیں۔

باب کے الفاظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عورت کی پشت نمازی کی طرف ہو مگر حدیث کا مدلول یہ نہیں ہے چونکہ سونے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو اور غالب یہی ہے کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اس حال کو ترک نہ کرتی تھیں۔ لہٰذا حدیث کا مدلول اور باب کا مقتضیٰ واحد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جس نے کہا نماز کو کوئی شئ قطع نہیں کرتی ''

۴۹۴ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ تذکرہ ہوا کہ جو شئ نماز کو فاسد کرتی ہے۔ وہ کتا، گدھا اور عورت ہے۔ ام المؤمنین نے کہا تم نے ہم کو گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز پڑھتے اور میں چارپائی پر آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی۔ پھر مجھے کوئی کام ہوتا اور میں اس چیز کو اچھا نہ جانتی

٤٩٥ — حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ نَا ابْنُ اَخِیْ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ سَاَلَ عَمَّهٗ عَنِ الصَّلٰوةِ یَقْطَعُهَا شَیْءٌ قَالَ لَا یَقْطَعُهَا شَیْءٌ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ فَیُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ وَاِنِّیْ لَمُعْتَرِضَةٌ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰی فِرَاشِ اَهْلِهٖ

کہ میں آپ کے سامنے بیٹھوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دوں تو میں پائنتی کی طرف سرک کر نکل جاتی۔

٤٩٤ — شرح: حدیث ۴۸۸ میں فَاَكْرَهُ اَنْ اُسَنِّحَهٗ ہے حدیث ۴۹۱ میں فَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهٗ ہے اور اس حدیث میں فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ ہے اور سب کا مقصود واحد ہے۔ مگر مقامات کے اختلاف سے عبارات مختلف ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے انسان گزر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ امام طحاوی نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میرا بستر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کے سامنے ہوتا تھا۔ آپ نماز پڑھتے اور میں آپ کے سامنے ہوتی تھی۔ اسی طرح ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور ابوسعید رضی اللہ عنہم کی حدیث میں نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو شیطان کہا ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہا نے کہا کالا کتا اس لئے نماز قطع کرتا ہے کہ وہ شیطان ہے معلوم ہوا کہ نماز کے قطع ہونے کے لئے جو علت ہے وہ بنو آدم میں بھی پائی جاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ بنو آدم نمازی کی نماز کو قطع نہیں کرتے لہٰذا ان کے سوا کتے گدھے وغیرہ بھی نماز قطع نہیں کرتے، کیونکہ علت عدم قطع سب میں پائی جاتی ہے

٤٩٥ — ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن سلام جو زہری کے بھتیجے ہیں نے خبر دی کہ انہوں نے اپنے چچا (زہری) سے نماز کے متعلق پوچھا کہ اسے کون سی شئے فاسد کرتی ہے۔ زہری نے کہا نماز کو کوئی شئے فاسد نہیں کرتی۔ مجھے عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات اٹھ کر نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی۔

٤٩٥ — شرح: نماز کو کثیر اشیاء فاسد کر دیتی ہیں جیسے حالت نماز میں کلام کرنا، کھانا پینا اور عمل کثیر کرنا وغیرہ اور مذکور حدیث کہ نماز کو کوئی چیز قطع نہیں کرتی سے مراد وہ تین امور ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں۔ یعنی عورت، گدھا اور کتا۔ یعنی ان تینوں امور میں سے کوئی شئے نماز کو فاسد

بَابٌ اِذَا حَمَلَ جَارِيَةً صَغِيْرَةً عَلٰى عُنُقِهٖ فِى الصَّلٰوةِ

۴۹۶ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِاَبِى الْعَاصِ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا

نہیں کرتی اور "وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ" کے سوا ہر عام میں تخصیص کر سکتے ہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ نماز کو کوئی شئی قطع نہیں کرتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کی نماز مستحب ہے۔

قولہٗ "عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهٖ" لِيَقُوْمُ سے متعلق ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ يُصَلِّىْ سے متعلق ہو"، معلوم ہوا کہ بچھونے پر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ وہ پاک وصاف ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب — جب نماز میں چھوٹی سی بچّی کو اپنی گردن پر اُٹھایا

۴۹۶ — ترجمہ: ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے جبکہ آپ امامہ بنتِ زینب بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کی نواسی) اور آپ کے داماد ابو العاص بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی کو کندھوں پر اُٹھاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اسے زمین پر رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اُٹھا لیتے

۴۹۶ — شرح: دراصل عبارت اُمَامَةَ بِنْتًا لِزَيْنَبَ ہے۔ اسی لئے "وَلِاَبِى الْعَاصِ" میں لام کو ظاہر کر دیا ہے۔ جو معطوف علیہ میں مقدر تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو یہاں اس لئے ذکر کیا کہ جب بچّی کو اٹھانا نماز میں مضر نہیں

تو اس کا آگے سے گزر جانا بطریق اولیٰ مُضر نہ ہوگا۔ کیونکہ اُٹھانا آگے سے گزر جانے سے زیادہ سخت ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عملِ خفیف نماز میں مُضر نہیں علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے۔

ہاں نماز میں عمل کثیر مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عملِ کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھ استعمال نہ کرے۔ اگر کسی شخص نے حالت نماز میں کمان پکڑ کر تیراندازی کی یا عورت نے بچے کو اُٹھا کر دودھ پلایا تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ اور اگر صرف بچے کو اُٹھایا اور دودھ نہ پلایا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ عملِ قلیل ہے اور اس کی دلیل مذکورہ حدیث ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لئے اس طرح کیا تھا۔ یہ آپ کے لئے مکروہ نہ تھا " اس زمانہ میں بھی اگر کوئی ایسا کرے تو مکروہ نہ ہوگا اور یہ مسلمانوں کے لئے قیامت تک مستمر رہے گا "۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ امامہ رضی اللہ عنہا خود سید عالم سے چمٹ جاتی اور آپ کی گردن شریف پر بیٹھ جاتی تھی۔ آپ شفقت و الفت کی وجہ سے اسے کندھے پر رہنے دیتے اور جب رکوع و سجود کو جاتے تو اُتار دیتے تھے۔ یہ اس لئے صحیح نہیں کہ اُٹھانا اور زمین پر رکھنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے امامہ کا نہیں۔ بعض مالکی کہتے ہیں اگر آپ اسے نہ اُٹھاتے تو وہ روتی اور آپ کا نماز میں شغف تام نہ رہتا اور اس کا اُٹھانا اس سے آسان تھا۔ الحاصل اُٹھانا اور رکھنا آپ کا فعل ہے امامہ کا نہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صاحبزادیوں سے بڑی تھیں جبکہ سیدہ فاطمہ " رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی اور آپ کو پیاری تھیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ شریف سے تھی۔ صرف ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن شریف سے تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجۃ الکبریٰ سے اس سال نکاح کیا جس سال کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ آپ کی عمر شریف اس وقت صرف پچیس برس تھی جبکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف اس وقت چالیس برس تھی ان سے قاسم، طاہر، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا متولد ہوئے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے ابوالعاص یاسر بن ربیع بن عبدشمس نے نکاح کیا اور ان سے علی اور امامہ پیدا ہوئے۔ امامہ سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا جبکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا انتقال فرما گئیں اور ان سے محمد پیدا ہوئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری میں انتقال کر گئیں۔ ابوالعاص فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور ہجرت کی۔ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ ان کی والدہ ہند بنت خویلد ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیں۔ چونکہ آپ ان کا کلام کبھی مسترد نہ فرماتے تھے اس لئے ان کی خواہش پر آپ نے زینب کا نکاح ابوالعاص سے کر دیا۔ جبکہ وہ کافر تھے۔ اس وقت قرآن کریم نازل ہونا شروع نہ ہوا تھا پھر اسلام نے

بَابُ اِذَا صَلّٰى اِلٰى فِرَاشٍ فِيْهِ حَآئِضٌ

۴۹۷ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ فِرَاشِيْ حِيَالَ مُصَلَّى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُبَّمَا وَقَعَ ثَوْبُهٗ عَلَيَّ وَاَنَا عَلٰى فِرَاشِيْ

نے ان کے درمیان تفریق کردی جبکہ وہ بدر کے قیدیوں میں اسیر ہوکر آئے اور فدیہ دے کر رہائی پائی اور سیدہ زینب کو مدینہ منورہ میں رضی اللہ تعالیٰ آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے بھیج دیا تھا۔ اس کے سات برس بعد وہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوگئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح سے سیدہ زینب کو ان کے پاس واپس کردیا اور نکاح جدید نہ کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے پیار اور شفقت خوب فرماتے تھے۔ اس میں ان کا اکرام اور ان کے والدین کی دل جوئی بھی ہے نیز جو شخص عمل قلیل سے گود میں بچہ اٹھالے تو نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اسی طرح دیگر طاہر حیوان نماز میں اٹھانا جائز ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چھوٹے بچے مسجد میں لانا جائز ہیں۔ جبکہ مسجد کی تلویث کا خطرہ نہ ہو جس حدیث میں بچوں کو مسجد سے علیحدہ رکھنے کا حکم ہے وہ تلویث مسجد اور شور وغوغا پر محمول ہے۔ واللہ اعلم!

باب ـ جب بچھونے کے سامنے نماز پڑھے جس میں حائض ہو

۴۹۷ ـ ترجمہ: ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے کہا میرا بچھونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی کے سامنے ہوتا تھا بسا اوقات آپ کا کپڑا میرے اوپر آجاتا۔ جبکہ میں اپنے بچھونے میں ہوتی تھی۔

۴۹۸ — حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ قَالَ نَا عَبْدُالْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا الشَّيْبَانِيُّ سُلَيْمٰنُ قَالَ نَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُوْنَةَ تَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا عَلٰى جَنْبِهٖ نَائِمَةٌ فَاِذَا سَجَدَ اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ وَاَنَا حَائِضٌ

بَابُ هَلْ يَغْمِزُ الرَّجُلُ امْرَأَتَهٗ عِنْدَ السُّجُوْدِ لِكَيْ يَسْجُدَ "

ترجمہ ۴۹۸ — : عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور میں آپ کے ایک طرف سو رہی ہوتی تھی جب آپ سجدہ کرتے آپ کا کپڑا مجھے لگ جاتا جبکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ مسدد نے خالد سے زیادہ یہ کہا ہے کہ ہمیں سلیمان شیبانی نے خبر دی (کہ میمونہ نے کہا) اور میں حائضہ ہوتی تھی۔

شرح ۴۹۷ — ۴۹۸ — : جب عورت کی حالت حیض والی ہو تو اسے حائضہ کہتے ہیں اور حائض عام ہے۔ حیض کی حالت ہو یا نہ مگر لغت میں ان میں کوئی فرق نہیں اور حیض میں عورتوں کی خصوصیت ہے اور التباس کا وہم نہیں اس لئے حائض بدون تاءِ التانیث کہہ دیتے ہیں اسی طرح حامل اور حاملہ ہے۔
امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ حائضہ اگرچہ نمازی کے ایک طرف ہو اور اس کا کپڑا نمازی کو مس کرے اس کی نماز صحیح ہے۔ بخاری کا یہ مقصد نہیں کہ حائض نمازی اور قبلہ کے درمیان ہو۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ عمرو بن زرارہ حدیث ع۴۷۶ کے اسماء میں ع۲ ہشیم حدیث ع۳۳۰ کے اسماء میں دیکھیں ع۳ خالد طحان ہیں حدیث ع۱۸۹ کے اسماء میں گزرے ہیں ع۴ ابوالنعمان حدیث ع۲۹۹ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — جب کوئی شخص سجدہ کے وقت اپنی بیوی کو دبا دے تاکہ سجدہ کر سکے

٤٩٩ـــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَّسْجُدَ غَمَزَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا

بَابُ الْمَرْأَةُ تَطْرَحُ عَنِ الْمُصَلِّيْ شَيْئًا مِّنَ الْاَذٰى

٥٠٠ـــ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ السَّرْمَارِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى هٰذَا الْمُرَائِيْ

---

٤٩٩ ـــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یہ بُری بات ہے کہ تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو دیکھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی رہتی تھی۔ جب آپ سجدہ کا ارادہ فرماتے تو مجھے دبا دیتے میں ان کو سکیڑ لیتی

٤٩٩ ـــ شرح : اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کا بدن عورت سے لگ جائے تو نماز میں خلل نہیں آتا جبکہ پہلی حدیث ع٤٩٨ میں ہے کہ اگر نمازی کا کپڑا عورت سے چھو جائے تو حرج نہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو ہاتھ سے مس کرے تو وضوء باقی رہتا ہے۔ حدیث ع٤٩٣ "بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْءَةِ" میں بھی یہ مذکور ہے۔

باب عورت نمازی سے غلاظت وغیرہ اٹھا کر پھینکے

أَيُّكُمْ يَقُومُ إِلَى جَزُورِ آلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ إِلَى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا فَيَجِيءُ بِهِ ثُمَّ يُمْهِلُهُ حَتَّى إِذَا سَجَدَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ أَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوا حَتَّى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ إِلَى فَاطِمَةَ وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ فَأَقْبَلَتْ تَسْعَى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتَّى أَلْقَتْهُ عَنْهُ وَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثُمَّ سَمّٰى اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوا إِلَى الْقَلِيبِ قَلِيبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُتْبِعَ أَصْحَابُ الْقَلِيبِ لَعْنَةً

۵۰۰ — **ترجمہ:** عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ایک دفعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور قریش اپنی مجالس میں جمع تھے۔ اچانک ان میں سے کسی نے کہا کیا تم اس مُرائی (ریاکار) کو دیکھتے نہیں ہو۔ تم میں سے کون ہے جو فلاں شخص کی اونٹنی کے پاس جائے اور اس کی غلاظتِ خون اور سرمایہ لے کر آئے پھر آپ کو مہلت دے حتیٰ کہ جب سجدہ کریں تو اس کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ ان سے بدبخت (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو اس کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں ثابت رہے وہ ہنسنے لگے حتیٰ کہ زیادہ ہنسی سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ کوئی شخص سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا وہ اس وقت کمسن تھیں وہ دوڑتی ہوئی آئیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سجدہ میں تھے حتیٰ کہ آپ سے غلاظت ہٹائی اور ان کی طرف متوجہ ہوکر ان کو سب وشتم کرنے لگیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمالی تو فرمایا: اے اللہ قریش کو ہلاک کر۔ اے اللہ قریش کو ہلاک کر۔ اے اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجُزْءُ الثَّالِثُ

كِتَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ

بَابُ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ وَفَضْلِهَا

وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا مُوَقَّتًا وَقَّتَهٗ عَلَيْهِمْ ۔ ۵۰۱ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ قَرَأْتُ

قریش کو ہلاک کر پھر ان کے نام لے کر فرمایا اے اللہ! عمرو بن ہشام (ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ) عتبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی مُعَیط اور عمارہ بن ولید کو ہلاک کر (لعنۃ اللہ علیہم) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا! میں نے ان کو بدر کے دن مرے گرے ہوئے دیکھا۔ پھر ان کو گھسیٹ کر بدر کے پرانے کنوئیں میں ڈالا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابِ قلیب کے پیچھے لعنت کی گئی ہے۔

۵۰۰ ـ شرح : ظاہر ہے کہ جب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غلاظت ہٹائی تھی تو آپ سے ان کے ہاتھ نے مس کیا ہوگا اور اس صورت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بدستور نماز میں رہے۔ معلوم ہُوا عورت نمازی کے بدن سے چھوئے یا اس کے آگے سے گزر جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس حدیث شریف سے متعلق حدیث ۲۲۹ دیکھیں۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تیسرا پارہ

علی مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُوْ مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتَ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ إِعْلَمْ مَا تُحَدِّثُ بِهِ أَوَ إِنَّ جِبْرَئِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ قَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ

نماز کے اوقات

باب ۔ نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا فرمان یقیناً نماز مومنوں پر فرض مُوَقَّت ہے (وقت مقررہ کیا ہُوا) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر اس کو وقت مقرر میں فرض کیا ہے "

۵۰۱ — ترجمہ : ابن شہاب زہری نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک روز نماز میں تاخیر کی تو عروہ بن زبیران کے پاس آئے اور خبر دی کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ نے جبکہ وہ عراق میں حاکم تھے۔ نماز میں دیر کر دی تو ان کے پاس ابومسعود انصاری آئے اور کہا

اے مغیرہ یہ تاخیر کیسی ہے کیا جانتے نہیں ہو کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوئے اور نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر نماز پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ پھر کہا کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا۔ خیال کرو کیا کہتے ہو کیا جبرائیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا وقت مقرر کیا؟ عروہ بن زبیر نے کہا اسی طرح بشیر بن ابی مسعود اپنے باپ سے بیان کرتے تھے۔ عروہ نے کہا مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ دھوپ ان کے حجرہ میں ہوتی تھی۔ پہلے اس کے کہ وہ (دیواروں پر) بلند ہو۔

۵۰۱ — **شرح** : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اس لئے حدیث میں "فَصَلّٰی" فاء کے ساتھ ذکر کیا جو تعقیب بلا مہلت کو چاہتی ہے اور حضرت جبرائیل کی دونوں نمازوں کے درمیان کچھ زمانہ ہوتا تھا جبکہ اُنھوں نے پانچ اوقات متعینہ میں نمازیں پڑھیں۔ اس لئے "ثم صلی" ثم کے ساتھ ذکر کیا جو تراخی کو چاہتا ہے ابو مسعود نے یہ نہ کہا کہ میں نے یہ نمازیں پڑھتے دیکھا یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل نازل ہوئے۔ اس لئے یہ حدیث اس طریق کے ساتھ متصل الاسناد نہیں۔

قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ کا معنی یہ ہے کہ دھوپ دیواروں کے اوپر نہ چڑھی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہ نمازِ عصر مستحب وقت سے مؤخر کی تھی یہ نہیں کہ نماز کا وقت نکل چکا ہوگا، کیونکہ یہ ان سے ناممکن تھا اور عروہ نے اس لئے اعتراض کیا کہ اُنھوں نے مستحب وقت چھوڑ دیا تھا جس میں جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی مگر یہ نادر واقعہ ہوا تھا جو لفظ یومًا کا مدلول ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز مستحب وقت میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئیے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث مسند حجت ہوتی ہے۔ منقطع حدیث حجت نہیں ہوتی۔ اسی لئے عمر بن عبدالعزیز نے حدیث پر قناعت نہ کی اور جب اسے بشیر کی طرف مسند کیا تو خاموش ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب کو پانچ اوقات میں نماز پڑھاؤ تو جبرائیل علیہ السلام پر بھی اس وقت نماز فرض ہو گئی تھی لہٰذا ان دو دنوں میں جبرائیل علیہ السلام مفترض تھے جبکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مفترض تھے لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ جبرائیل علیہ السلام مکلف نہ تھے۔ وہ اس نماز میں متنفل تھے۔ اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی لہٰذا مفترض متنفل کی اقتدا کر سکتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نماز کی تبلیغ سے مکلف تھے۔ لہٰذا وہ متنفل نہ رہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاصی بن امیہ بن عبد الشمس اموی تابعی ہیں۔ آپ راشد خلیفہ ہیں ان کی جلالت، فضیلت، وفورِ علم، زہد و تقویٰ، عدل و انصاف اور مسلمانوں پر شفقت و مہربانی پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ ان کے خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی اور کہا میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس نوجوان کی طرح نماز پڑھتا ہو وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بہت مشابہ نماز پڑھتے تھے۔ ننانوے (۹۹) ہجری میں مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے مطابق دو سال پانچ ماہ خلافت پر فائز رہے اور اس قلیل مدت میں ساری دُنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا خلفاءِ راشدین ابوبکر صدیق، عمر فاروق، ذوالنورین، عثمان غنی، علی المرتضیٰ اور عمر بن عبد العزیز پانچ خلفاء ہیں۔ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو پہاڑوں میں بکریوں کے چرواہوں نے کہا یہ نیک خلیفہ کون ہے جو لوگوں پر مقرر ہوا ہے۔ اُن سے پوچھا گیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ صالح ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ جب نیک خلیفہ ہو تو بھیڑیے بکریوں کو کچھ نہیں کہتے اور نہ ہی بکریاں اُن سے خائف ہوتی ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حدیث میں مروی کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال پر کوئی ایسا شخص پیدا کرتا ہے جو اس امت کے دین کی اصلاح کرتا ہے۔ ہم نے پہلے سو سال میں بغور دیکھا ہے کہ وہ عمر بن عبد العزیز ہی ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تہذیب الاسماء میں ذکر کیا کہ علمائے کرام نے پہلی صدی میں عمر بن عبد العزیز، دوسری میں امام شافعی، تیسری میں ابن شریح پر اتفاق کیا ہے کہ اُنھوں نے دین کے امور کی اصلاح کی ہے۔ مگر یہ ظنی بات ہے، کیونکہ ہر مذہب والوں نے اپنے خیال کے مطابق مصلح کا انتخاب کیا ہے۔ چنانچہ احناف نے دوسری صدی کے لئے حسن بن زیاد تیسری کے لئے امام طحاوی مصلح منتخب کئے ہیں اسی طرح مالکیہ اور حنابلہ نے اپنے خیالات کے مطابق انتخاب کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے مصلح ہونے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ انہیں اَشَجّ کہا جاتا تھا، کیونکہ کسی جانور نے ان کے چہرے پر لات مار کر اسے زخمی کر دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا اس کے چہرے پر زخم ہوگا وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ چونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی والدہ ماجدہ اُمِ عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب ہے اس لئے آپ فاروق اعظم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ مصر میں پیدا ہوئے اور حمص کے ایک گاؤں دیر سمعان میں ایک سو ایک ہجری ۲۵۔ رجب المرجب میں جمعہ کے روز فوت ہوئے۔ ان کے پاس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال شریف اور ناخن مبارک تھے اس لئے اُنھوں نے وصیت کی تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بال اور ناخن شریف ان کے ساتھ قبر میں رکھے جائیں، چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ یوسف بن ماھک نے کہا

ہم عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی قبر شریف پر مٹی ڈال رہے تھے کہ ہم پر آسمان سے کاغذ کا ٹکڑا گرا جس پر یہ الفاظ کندہ تھے:"
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَمَانٌ مِّنَ اللّٰهِ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ مِنَ النَّارِ" یعنی عمر بن عبدالعزیز کو اللہ کی طرف سے دوزخ سے امان مل گیا ہے" رضی اللہ تعالیٰ عنہ"، ابو داؤد شریف میں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بنو امیہ کے تمام تجاوزات واپس کر دیئے تھے اور فدک وغیرہ جو مروان کی اولاد نے اپنی ملک میں کر لئے تھے انہیں واپس کر دیا اور فرمایا جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہزادی سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو فدک دینے سے انکار کر دیا تھا تو اس میں اور کسی کا حق کیسے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مغیرہ بن شعبہ کا تذکرہ حدیث ۵۵ کے اسماء میں ہو چکا ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم!

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

مغیرہ بن شعبہ ثقفی کوفی ہیں۔ غزوہ خندق کے سال اسلام قبول کیا انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو چھتیس حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے صرف دس احادیث ذکر کی ہیں۔ پچاس ہجری کو کوفہ میں طاعون کے مرض سے وفات پائی جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مدت تک انہیں بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ انھوں نے سب سے پہلے بصرہ میں عدالت کی اساس رکھی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو مسعود رضی اللہ عنہ

ان کا نام عقبہ بن عمرو ثعلبہ انصاری ہے وہ قبیلہ خزرج سے متعلق ہیں اور اصحاب بدر سے ہیں۔ ستر نقباء میں آپ بھی بیعت عقبہ میں موجود تھے۔ اس وقت یہ سب سے کمسن تھے۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ ان کی بدر میں سکونت تھی۔ غزوۂ بدر میں شامل نہ تھے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں اصحاب بدر میں شمار کیا ہے۔ آپ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دو احادیث روایت کی ہیں۔ بخاری نے ان میں سے دس ذکر کی ہیں۔ کوفہ میں سکونت پذیر رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب جنگِ صفین میں گئے تو انہیں کوفہ کا حاکم مقرر کر گئے تھے۔ کوفہ میں ہی آپ کی وفات ہوئی کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں ۳۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض روایات میں ۴۱ ہجری مذکور ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مُنِيبِينَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

۵۰۲ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبَّادٌ وَّهُوَ ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ اَبِیْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ وَلَسْنَا نَصِلُ اِلَيْكَ اِلَّا فِی الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِشَیْءٍ نَاْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوْا اِلَيْهِ مَنْ وَّرَآءَنَا فَقَالَ اٰمُرُكُمْ بِاَرْبَعٍ وَّاَنْهَاكُمْ عَنْ اَرْبَعٍ اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ وَاَنْ تُؤَدُّوْا اِلَیَّ خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُقَيَّرِ وَالنَّقِيْرِ

باب اس کی طرف رجوع کرنے والے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ

۵۰۲ ـ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت ہے کہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا ہم ربیعہ کے اس قبیلہ سے ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں ماہِ حرام میں ہی پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں ایسی شئی کا حکم فرمادیں کہ اس کو ہم مضبوطی سے پکڑ لیں اور اپنے پچھلوں کو اس کی دعوت دیں۔ سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار امور کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ پھر اس کی تفسیر یہ کی، گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور جو غنیمت حاصل کرو اس کا مجھے پانچواں حصہ ادا کرو۔ میں تم کو کدو، سبز گھڑا تارکول کے برتن اور درخت کے تنے کو کرید کر بنائے ہوئے برتن سے منع کرتا ہوں (ان میں نبیذ نہ بناؤ)

۵۰۲ ـ شرح : یہ وفد فتح مکہ کے وقت آیا تھا اس وقت روزہ فرض ہو چکا تھا، کیونکہ اس کی

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ

۵۰۳ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

فرضیت ہجرت کے دُوسرے سال ہُوئی تھی۔ اس حدیث میں راوی کی غفلت سے "صِيَامِ رَمَضَانَ" کا ذکر ترک ہوگیا ہے۔ یہ راویوں کے ضبط وحفظ میں اختلاف کے باعث ہے۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بیان میں اختلاف نہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا شرک باللہ کا ذکر نماز کے ساتھ اس لئے نہ کیا کہ توحید کے بعد نماز اسلام کا بہت بڑا ستون ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کا اقرب وسیلہ ہے اور آپ کا ان امور کا حکم فرمانا اور ظروف و اشربہ سے منع فرمانا اس لئے تھا کہ آپ ہر قوم کی حاجت اور ان پر جس چیز کا خوف تھا اسے خوب جانتے تھے اس وفد سے آپ کو نئی میں غلول کے خوف کا علم تھا اور وہ لوگ مذکور برتنوں میں نبیذ بکثرت بنایا کرتے تھے۔ اس لئے ان امور کا حکم فرمایا اور مذکور برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔ حدیث ۵۰ میں اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

۵۰۲ — اسماء رجال

عباد بن عباد مہلّبی عتکی بصری ہیں۔ ۱۸۰ ہجری میں فوت ہوئے ابوجمرہ حدیث ۵۰ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ اس حدیث میں اس حدیث کی پوری ابحاث سوالات وجوابات بھی مذکور ہیں۔

باب — نماز کی اقامت پر بیعت کرنا

۵۰۳ — ترجمہ : جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیعت نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لئے اخلاص پر کی۔

۵۰۳ — شرح : اللہ تعالیٰ کی توحید اور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کے اقرار کے بعد مقدم اور اہم فرائض اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ ہیں۔ ان دونوں کے بعد نُصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ کو اس لئے ذکر کیا کہ حضرت جریر کی قوم عہد شکن تھی اس لئے ان کو اہم امر کا حکم فرمایا جیسے وفد عبدالقیس کو مذکور ظروف میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ ان برتنوں میں نبیذ بکثرت بنایا کرتے تھے۔ اور ان کے لئے "نصح" کو ذکر نہ کیا، کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم جانتے تھے کہ ان کے لئے ترک نصح سے

بَابُ اَلصَّلٰوۃُ کَفَّارَۃٌ

۵۰۴ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِیْ شَقِیْقٌ قَالَ سَمِعْتُ حُذَیْفَۃَ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ اَیُّکُمْ یَحْفَظُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتْنَۃِ قُلْتُ اَنَا کَمَا قَالَہٗ قَالَ اِنَّکَ عَلَیْہِ اَوْ عَلَیْھَا لَجَرِیٌٔ قُلْتُ فِتْنَۃُ الرَّجُلِ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ وَجَارِہٖ تُکَفِّرُھَا الصَّلٰوۃُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَۃُ وَالْاَمْرُ وَالنَّھْیُ قَالَ لَیْسَ ھٰذَا اُرِیْدُ وَلٰکِنِ الْفِتْنَۃَ الَّتِیْ تَمُوْجُ کَمَا یَمُوْجُ الْبَحْرُ قَالَ لَیْسَ عَلَیْکَ مِنْھَا بَأْسٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنَّ بَیْنَکَ وَبَیْنَھَا لَبَابًا مُغْلَقًا قَالَ اَیُکْسَرُ اَمْ یُفْتَحُ قَالَ یُکْسَرُ قَالَ اِذًا لَّا یُغْلَقُ اَبَدًا قُلْنَا اَکَانَ عُمَرُ یَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ کَمَا اَنَّ دُوْنَ الْغَدِ اللَّیْلَۃَ اِنِّیْ حَدَّثْتُہٗ بِحَدِیْثٍ لَیْسَ بِالْاَغَالِیْطِ فَھِبْنَا اَنْ نَسْأَلَ حُذَیْفَۃَ فَاَمَرْنَا مَسْرُوْقًا فَسَاَلَہٗ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ

وہ خطرہ نہیں جو جریر کی قوم سے خوف تھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ یمن سے اپنی قوم کا وفد بن کر آئے تھے اور ان شرائط پر آپ کی بیعت کی اور اپنی قوم کو خبر دینے کے لئے واپس لوٹ گئے وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ کی تقریر حدیث ۵۴ میں گزری ہے۔

محمد بن مثنیٰ حدیث ۱۵ کے اسماء میں مذکور ہے۔

باب ـ نماز گناہوں کا کفارہ ہے

۵۰۴ ـ ترجمہ: شفیق نے کہا میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے کہا ہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک انھوں نے کہا تم میں سے کون ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فتنہ سے متعلق یاد رکھا ہو میں نے کہا میں نے یاد رکھا ہے جو آپ نے

فرمایا ہے ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا مقالہ پہ دلیر ہو۔ میں نے کہا آدمی اپنے گھر، مال، اولاد اور ہمسایوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کو نماز، روزہ ، صدقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مٹا دیتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میری یہ مراد نہیں لیکن وہ فتنہ بتاؤ جو سمندر کے موج مارنے کی طرح موجزن ہو (میری مراد وہ فتنہ ہے) حذیفہ نے کہا یا امیر المؤمنین اس فتنہ سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں بے شک آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان دروازہ بند ہے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا کیا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا اسے کھولا جائے گا ؟ حذیفہ نے کہا وہ دروازہ توڑا جائے گا - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر اس وقت وہ ہمیشہ کے لئے بند نہ ہوگا۔ ہم نے (حذیفہ سے) کہا کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دروازہ کو جانتے تھے - حذیفہ نے کہا ہاں ایسا جانتے تھے جیسے کل سے پہلے آج کی رات کو جانتے تھے ۔

میں نے ان کو ایسی حدیث کی خبر دی ہے جو غلط نہیں ۔ (شفیق نے کہا) ہم ڈرے کہ حذیفہ سے پوچھیں (کہ وہ دروازہ کون ہے) ہم نے مسروق سے کہا تو اُنھوں نے حذیفہ سے پُوچھا - حذیفہ نے فوراً کہا کہ وہ دروازہ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) ہیں ۔

۵۰۴ — شرح : اہل کا فتنہ یہ ہے کہ آدمی ان کے باعث وہ کلام یا عمل کرے جو اس کے لئے کرنے جائز نہیں۔ جب تک وہ کبیرہ گناہ تک نہ پہنچے ، مال کا فتنہ یہ ہے کہ اس کی تحصیل کے لئے غلط طریقہ اختیار کرے اور غیر مصرف میں اسے خرچ کر دے یا مال کے حقوق جو اس پہ لازم ہیں میں کمی کرے جن سے اس پہ محاسبہ زیادہ ہو جائے اولاد کا فتنہ یہ ہے کہ ان کی فرطِ محبت میں مشغول ہونے کے باعث خیر کثیر کے حصول میں تقصیر کرے یا ان کے کھانے پینے کی چیزیں حاصل کرنے میں حرام وحلال میں امتیاز نہ کرے ۔ ہمسایہ کا فتنہ یہ ہے کہ اس کے حال جیسا اپنا حال کرنے کی خواہش کرے جبکہ وہ مالدار ہو۔ یعنی جب تک وہ کبائر سے بچا رہے تو پانچوں نمازیں ، روزے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ،، مگر کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہ ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ،یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ،، اگر نمازوں سے گناہوں (کبائر) کا کفارہ ہو جاتے تو پھر توبہ کی ضرورت نہیں رہتی ۔ یعنی جب تک کبائر سے بچتا رہے تو مذکور امور سے تمام صغائر کا کفارہ ہو جاتا ہے اور صنابحی کی حدیث کہ جب وضو کرے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ صغائر پہ محمول ہے ۔ حذیفہ نے کہا میں نے ان کو ایسی حدیث کی خبر دی جو حق ہے اور اجتہاد اور فکر کا نتیجہ نہیں ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی غرض یہ تھی کہ دروازہ مرد ہے جو قتل ہوگا یا مر جائے گا تو فتنوں کا آغاز ہوگا۔ حذیفہ جانتے تھے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قتل کی صراحتہً خبر بھی نہ دیں ۔

الحاصل ! فتنہ اور اسلام کے درمیان سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حائل تھے اور وہی یہ دروازہ تھے۔ جب تک وہ بقید حیات رہے اسلام میں کسی فتنہ کو راہ نہ ملی جب وہ فوت ہوگئے تو فتنوں کی بھرمار شروع ہوگئی جو

۵۰۵ ـــ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلِيْ هٰذَا قَالَ لِجَمِيْعِ أُمَّتِيْ كُلِّهِمْ

مخفی نہیں۔ اور بَیْنَكَ وَبَیْنَهَا کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کے زمانہ اور فتنوں کے زمانہ کے درمیان بند دروازہ ہے اور وہ عمر فاروق ہیں۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ ان الفاظ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دروازہ عمر فاروق اور فتنہ کے درمیان ہے اور حدیث کے آخر میں یہ کہا کہ دروازہ عمر فاروق ہیں۔

لہٰذا دونوں کلاموں میں مغایرت ہے۔ عدمِ مغایرت کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی بَیْنَ زَمَانِكَ وَزَمَانِ الْفِتْنَةِ وَجُوْدُ حَیَاتِكَ یا یہ مراد ہے کہ بَیْنَ الْإِسْلَامِ وَالْفِتْنَةِ بَابٌ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم! حدیث میں مذکور سوال وجواب اور اِنِّیْ حَدَّثْتُهٗ بِحَدِیْثٍ لَیْسَ بِالْأَغَالِیْطِ سے واضح ہوجاتا ہے کہ حذیفہ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں امورِ مقدرہ جانتے تھے اور ان میں سے کچھ خاص خاص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بتلا دیتے تھے اسی لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صاحب السر کہا جاتا تھا۔ اس حدیث سے "یَعْلَمُ مَا فِی الْغَدِ" کا مفہوم بھی واضح ہوجاتا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے جبکہ اُنہوں نے کہا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی باتیں جانتے ہیں اُس نے بہت بڑا بہتان باندھا۔ کیونکہ قرآن میں اس طرح کی آیات اور اس طرح کی احادیث تمام ذاتی علمِ غیب پر محمول ہیں کیونکہ ذاتی علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اسی لئے فرمایا: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ إِلَّا اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ کے خبردار کرنے سے انبیاء کرام علیہم السلام غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَاءُ

۵۰۵ ـــ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ واقعہ ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی۔ نماز قائم کریں صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ میں یقیناً نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ میرے ہی لئے خاص ہے؟ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امّت کے لئے یہی حکم ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا

۵۰۶ ـ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ الْوَلِيْدُ بْنُ الْعَيْزَارِ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَاَشَارَ اِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ اَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِيْ

۵۰۵ ـ شرح : بوسہ لینے والا شخص ابوالیسر انصاری تھا جو کھجوریں بیچا کرتا تھا کوئی عورت اس کے پاس کھجوریں لینے آئی وہ اسے خوبصورت معلوم ہوئی تو اُس نے کہا اندر اس سے اچھی کھجوریں ہیں وہ اسے اندر کھجوریں دکھانے لے گیا تو اس کو آغوش میں لے لیا اور بوسہ لے لیا۔ اس عورت نے کہا اللہ سے ڈرو۔ اُس نے فوراً اس کو چھوڑ دیا اور نادم ہوکر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور آپ سے سارا واقعہ کہہ سُنایا آپ نے فرمایا میرے رب کے حکم کا انتظار کرو جب عصر کی نماز پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اسے فرمایا جاؤ یہ نماز تمہارے اِس گناہ کا کفارہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا یا رسُول اللہ! یہ حکم اسی شخص کے لئے خاص ہے یا سب لوگوں کے لئے ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ حکم سب لوگوں کے لئے ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اجنبیہ کا بوسہ لینا اور اسے مس کرنا صغیرہ گناہ ہے۔ اس میں حد نہیں البتہ تعزیر ہے۔ صغائر کے ارتکاب میں پانچ نمازیں توبہ کے قائم مقام ہیں کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کی دونوں طرفوں میں اقامت صلوٰۃ واجب ہے اور وہ طلوعِ شمس کی ابتداء اور اُس کے غروب کا پہلا وقت ہے۔ معلوم ہُوا کہ فجر کی نماز روشنی میں عصر کی نماز تاخیر سے مکروہ وقت سے پہلے مستحب ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

اسماءِ رجال

: ترجمہ : یزید بن زُریع حدیث ۲۸۲، سلیمان بن طرخان حدیث ۱۲۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ ۳ ابوعثمان عبدالرحمٰن بن مل نہدی جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے اور ملاقات نہ کر سکے لیکن آپ کو صدقات بھیجتے رہے۔ تیس برس کی عمر میں ۹۵ ہجری کو فوت ہو گئے وہ نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ ان پر غشی آجاتی تھی۔

بَابُ الصَّلَوٰاتُ الْخَمْسُ كَفَّارَةٌ لِّلْخَطَايَا إِذَا صَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا

۵۰۷ — حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

باب نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کی فضیلت

۵۰۶ — ترجمہ : ولید بن عیزار نے کہا میں نے ابو عمر شیبانی کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہمیں اس گھر کے مالک نے خبر دی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا نماز کا اپنے وقت میں پڑھنا۔ کہا پھر کونسا فرمایا پھر ماں باپ سے نیکی کرنا۔ کہا پھر کونسا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا مجھے ان امور کی خبر دی اگر میں آپ سے اور زیادہ طلب کرتا تو آپ اور زیادہ کرتے۔

۵۰۶ — شرح : حدیث شریف میں لفظ ثُمَّ زمانہ کی تراخی کے لئے تراخیٔ مرتبہ کے لئے ہے پہلے گزر چکا ہے کہ کھانا کھلانا بہترین عمل ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ افضل عمل یہ ہے کہ مسلمان کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم رہیں اور اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب عمل وہ ہے جس پر دوام اور ہمیشگی کی جائے۔ ایک حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ہر واقف و ناواقف سے سلام کہنا اچھا عمل ہے مگر ان احادیث میں تعارض نہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو اس کی عرض کے مطابق جواب دیا جو اس کے لائق اور مناسب تھا وہ بیان فرمایا یا مختلف اوقات میں فرمایا۔ اثناء تحریر میں میرے ذہن میں یہ جواب ظاہر ہوا کہ حدیث میں مذکور تمام امور افضل ہیں اور ہر ایک کی افضلیت دوسرے امور کے اعتبار سے نہیں لیکن اپنے حال کے لحاظ سے ہے جیسے علم بلاغت تمام علوم سے اَجَل اور اَدَق ہے اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ علوم شرعیہ سے بھی یہ علم افضل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین سے نیکی کرنا افضل عمل ہے۔

اسماء رجال : ۱ ولید بن عیزار بن حریث کوفی ہیں ۲ ابو عمرو شیبانی کا نام سعد بن ایاس بکری ہیں اُنھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے ہیں۔ ایک سو بیس برس

ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَأَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُوْلُ ذٰلِكَ یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ قَالُوْا لَا یُبْقِیْ مِنْ دَرَنِهٖ شَیْئًا قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰهُ بِهَا الْخَطَایَا

کی عمر میں فوت ہوئے عبداللہ بن مسعود کے شاگرد ہیں۔

باب ۔ پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ ان کو اپنے اوقات میں باجماعت یا بغیر جماعت پڑھے،،

۵۰۷ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تم خبر دو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جس سے وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے یہ غسل اس سے میل باقی رہنے دے گا ؟ لوگوں نے کہا یہ تو اس کی میل سے کوئی شئے باقی نہ چھوڑے گا۔ آپ نے فرمایا یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سب گناہ مٹا دیتا ہے۔

۵۰۷ ـــ شرح : ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا مذکور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں سے مراد صغائر گناہ ہیں کیونکہ ان کو میل سے تشبیہہ دی گئی ہے اور میل زخموں وغیرہ کے لحاظ سے اصغر ہے۔ نماز سے صغائر گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ کبائر سے اجتناب کرنے سے صغائر گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ پانچ نمازیں کس کا کفارہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے مگر کبائر سے اجتناب پانچ نمازیں پڑھنے سے ہوتا جب کوئی یہ نمازیں نہ پڑھے وہ کبائر سے مجتنب نہ ہوگا کیونکہ ترک صلوٰۃ کبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا صغائر کی تکفیر اور انمحاء نمازیں پڑھنے پر موقوف ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماء رجال : ۱ ابراہیم بن حمزہ حدیث ۴۸ کے اسماء میں دیکھیں ۲ ابن ابی حازم کا نام

بَابٌ فِیْ تَضْیِیْعِ الصَّلٰوۃِ عَنْ وَقْتِہَا

۵۰۸ — حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مَھْدِیُّ عَنْ غَیْلَانَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَعْرِفُ شَیْئًا مِمَّا کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِیْلَ الصَّلٰوۃُ قَالَ اَلَیْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِیْہَا

عبدالعزیز ہے۔ جمعہ کے روز سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں اچانک سجدہ کی حالت میں فوت ہوئے۔
ع۳ دراوردی ان کا نام عبدالعزیز بن محمد ہے۔ ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابن قتیبہ نے کہا وہ دراورد کی طرف منسوب ہیں دراورد خراسان میں ایک گاؤں ہے ع۴ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہاد لیثی اعرج ہیں ۱۳۹ ہجری
ع۴ محمد بن ابراہیم تیمی ایک سو بیس ہجری میں فوت ہوئے۔ اس حدیث کے تمام راوی مدنی ہیں۔

باب نماز کو اپنے وقت سے ضائع کر دینا

۵۰۸ — ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد کی کوئی شئی نہیں پہچانتا ہوں۔ کہا گیا نماز تو ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا نماز کو تم نے ضائع نہیں کیا جو کچھ اس میں ضائع کیا ہے؟

۵۰۸ — شرح: ایک روایت میں ہے اَوَلَمْ تَصْنَعُوْا فِی الصَّلٰوۃِ مَاقَدْ عَلِمْتُمْ یعنی کیا نماز میں تم نے وہ نہیں کیا جس کو تم جانتے ہو، نماز کی تضییع سے مراد یہ ہے کہ اس کو مختار اور مستحب وقت سے مؤخر کیا جائے۔ یہ مراد نہیں کہ اسے اپنے وقت سے نکال دیا جائے۔ قرآن کریم میں ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ ،، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں ذکر کیا کہ انھوں نے نمازوں کو اپنے اوقاتِ مستحبہ سے مؤخر کر کے غیر مختار وقت میں پڑھا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی تضییع کا معنی اس کو مختار اور مستحب وقت سے مؤخر کرنا ہے۔ ولید بن عبدالملک بن مروان کے عہدِ حکومت میں حجاج عراق کا وزیر تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب دمشق میں آئے اور حجاج کو مکروہ وقت میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو روتے ہوئے ولید بن عبدالملک کے پاس حجاج کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی صرف نماز ہی باقی رہ گئی تھی۔ اسے بھی ضائع کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ حجاج مستحب وقت سے تاخیر کر کے نماز پڑھا کرتا تھا۔

٥٠٩ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ وَاصِلٍ اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ اَخِيْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ دَخَلْتُ عَلٰى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقَ وَهُوَ يَبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكَ فَقَالَ لَا اَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا اَدْرَكْتُ اِلَّا هٰذِهِ الصَّلٰوةَ وَهٰذِهِ الصَّلٰوةُ قَدْ ضُيِّعَتْ وَقَالَ بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ رَوَّادٍ نَحْوَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بصرہ سے مدینہ منورہ گئے تو لوگوں سے کہا میں تم سے خلاف سنت نبوی یہ دیکھتا ہوں کہ تم صفیں سیدھی نہیں رکھتے ہو اس کی تفصیل حدیث نمبر ۶۹۳ میں مذکور ہے۔

اسماء رجال : ع۱ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی حدیث ع۴ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۲ مہدی بن میمون ان کی کنیت ابویحیٰی ہے۔ ۱۷۲ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔
ع۵ غیلان کا حدیث ع۲۴۳ کے اسماء میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں

---

٥٠٩ — ترجمہ : زُہری نے کہا میں انس بن مالک کے پاس گیا جبکہ وہ دمشق میں تھے اور وہ رو رہے تھے۔ میں نے کہا کونسی چیز آپ کو رُلا رہی ہے۔ اُنھوں نے کہا میں کوئی شئی جو زمانۂ نبوی میں پاتا تھا اب دیکھ نہیں رہا ہوں مگر یہ نماز اور حال یہ ہے کہ اس کو بھی ضائع کیا جا رہا ہے۔ بکر نے کہا ہمیں محمد بن بکر برسانی نے خبر دی۔ اُنھوں نے کہا ہم کو عثمان بن ابی رواد نے اس طرح خبر دی۔

٥٠٩ — شرح : حدیث ع۵۰۸ کے ترجمہ میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ رونا ولید بن عبدالملک کے پاس حجاج کی شکایت کے وقت تھا جبکہ وہ نمازیں مستحب اوقات سے مؤخر کر کے پڑھا کرتا تھا اور دنیاوی امور میں مصروف رہتا تھا۔ شیخ عبدالرزاق نے اپنے اسناد سے عطاء سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا ولید نے جمعہ کی نماز میں بہت تاخیر کی حتیٰ کہ شام ہونے کو ہوئی میں مسجد میں آیا اور بیٹھنے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر بیٹھے۔ بیٹھے عصر کی نماز اشارہ سے پڑھی اور حجاج خطبہ دے رہا تھا۔ عطاء رضی اللہ عنہ نے حجاج کے خوف سے اشارہ سے نماز پڑھی تھی۔

اسماء رجال : ع۱ عمرو بن زُرارہ حدیث ع۴۷۵ کے اسماء میں مذکور ہے ع۲ عبدالواحد ابن واصل ابوعُبیدہ الحدّاد سدوسی بصری ہیں۔ ۱۰۹ ہجری میں فوت ہوئے
ع۳ عثمان بن ابی رواد خراسانی ہیں ان کا نام میمون ہے۔ بصرہ میں سکونت پذیر تھے۔

بَابُ الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ

۵۱۰ — حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَتْفُلَنَّ عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى

۵۱۱ — حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّهُ يُنَاجِي رَبَّهُ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتْفُلُ قُدَّامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ

باب۔ نمازی اپنے ربّ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے

۵۱۰ — ترجمہ : انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم سے کوئی نماز پڑھے تو وہ اپنے ربّ سے سرگوشی کرتا ہے۔ وہ دائیں طرف نہ تھوکے لیکن بائیں قدم کے نیچے تھوکے سعید نے قتادہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا نمازی اپنے آگے یا سامنے نہ تھوکے لیکن بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوکے۔ حمید نے انس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی کہ قبلہ کی طرف

بَابُ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِيْ شِدَّةِ الْحَرِّ

۵۱۲ ۔ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُلَيْمٰنَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ عَنْ سُلَيْمٰنَ قَالَ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا الْاَعْرَجُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَغَيْرُهٗ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

نہ تھوکے اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے لیکن بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکے۔

۵۱۰ ۔ شرح : بَاب حَكِّ الْبُزَاقِ بِالْيَدِ مِنَ الْمَسْجِدِ میں حدیث ۳۹۹ میں بھی گزرا ہے اور حدیث ۴۰۹ میں اس کی مزید وضاحت مذکور ہے۔

نماز کے اوقات اللہ تعالیٰ سے مناجات کے اوقات ہیں اور انسان کو انہی اوقات میں اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کا موقع ملتا ہے۔ پہلی احادیث وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور مدح اور ان کو وقتِ مختار سے تاخیر کرنے والے کی مذمت پر دلالت کرتی تھیں۔ اس لئے امام بخاری نے اس باب کی احادیث ذکر کیں تاکہ نمازی کو یہ فضیلت حاصل کرنے کی ترغیب دلائیں تاکہ اِس رفیع مرتبہ سے محروم نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم!

۵۱۱ ۔ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ سجدہ میں اعتدال کرو اور تم سے کوئی اپنے بازو کتے کی طرح نہ بچھائے اور جب تھوکے تو اپنے سامنے اور نہ ہی دائیں طرف تھوکے، کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

۵۱۱ ۔ شرح : اعتدال سے مقصود یہ ہے کہ اپنی ہتھیلی زمین پر رکھے اور کہنیاں زمین سے اُٹھائے رکھے اسی طرح دونوں پہلوؤں سے کہنیوں کو دُور رکھے اور پیٹ رانوں سے اُٹھائے رکھے۔ اس میں ایک تو تواضع و انکساری ہے اور دُوسرا یہ کہ اس طرح زمین پر پیشانی اچھی ٹھہرتی ہے اور سست لوگوں کی سی حالت سے بُعد ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین پر کہنیاں بچھانے والا کتے کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا حال نماز میں تہاون اور کاہلی پر دلالت کرتا ہے اور نماز کی عظمت اور اس کی توجہ تام نہیں ہوتی۔

اسماء الرجال : (حدیث ۵۱۰ اور حدیث ۴۲ کا اسناد بعینہ ایک ہے)

اسماء رجال ۵۱۱ : ۱ حفص بن عمر حدیث ۱۶۷ کے اسماء میں ۲ یزید بن ابراہیم تستری حدیث ۳۴۵ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب ۔ سخت گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھنا

وَنَافِعٌ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

۵۱۳ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ أَبِي الْحَسَنِ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ فَقَالَ أَبْرِدْ أَبْرِدْ أَوْ قَالَ انْتَظِرِ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو (ظہر) کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش و خروش سے ہے۔

۵۱۲ ـ شرح : حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز ٹھنڈک میں داخل کرو۔ اس وقت دوپہر کی شدت جاتی رہتی ہے۔ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم اگرچہ بظاہر وجوب کے لئے ہے مگر اجماع اس کے عدم وجوب پر قائم ہے یعنی ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض فقہا اس کے خلاف ہیں وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس نماز کو ٹھنڈک کے وقت میں پڑھے اور وہ اول وقت ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھنا مستحب ہے اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ نیز حدیث ۵۱۳ میں اس کی تفصیل دیکھیں۔

۵۱۳ ترجمہ : ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھنڈا کر ٹھنڈا یا فرمایا انتظار کر انتظار کر اور فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے جب گرمی سخت ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھو! حتی کہ ٹیلوں کے سائے ہم نے دیکھ لئے۔ **۵۱۳ ـ شرح** : مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے سخت گرمی میں ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ حدیث کا جملہ ہیں۔

فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث سیدنا جبرائیل علیہ الصلوٰۃ کی حدیث کے معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو پہلے دن اس وقت عصر کی نماز پڑھائی جبکہ ہر شئی کا سایہ اس کی مثل ہو چکا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور مذکور حدیث کا مدلول یہ ہے کہ ایک

۵۱۴ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَدِيْنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِي الصَّيْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ ـــ

مثل کے بعد تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ کیونکہ حجاز مقدس میں گرمی کی شدت اس وقت رہتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آثار جب متعارض ہوں تو وقت جو یقین سے ثابت ہو وہ شک سے زائل نہیں ہوتا اور عصر کا وقت جو یقین سے ثابت نہیں شک سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے وقت کی تحدید (حدبندی) گرمیوں میں تین سے پانچ قدموں تک اور سردیوں میں پانچ سے چھ قدموں تک فرمائی ہے اور یہ تحدید یقینی ہے لہٰذا اس وقت میں عصر کا وقت ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ اس میں شک سے ثابت ہے۔ یاد رہے کہ یہ تحدید تمام ملکوں اور شہروں میں نہیں کیونکہ آسمان میں سورج اونچا نیچا ہونے سے سایہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ حدیث نمبر ۵۱۶ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

۵۱۴ ـــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈی کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش کے سبب ہوتی ہے۔ دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ میرے بعض اجزاء بعض کو کھا گئے تو اللہ تعالیٰ نے دو سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک سانس سردیوں میں ایک سانس گرمیوں میں اور وہ وہی ہیں جو تم سخت گرمی اور سخت سردی محسوس کرتے ہو۔

۵۱۴ ـــ شرح: قاضی عیاض نے کہا دوزخ کا شکوہ حقیقی طور پر تھا کیونکہ لفظ کو حقیقی معنی پر محمول کرنے میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ یہ مخبر صادق کی خبر ہے اور قدرت اس میں کلام کی صلاحیت پیدا کر سکتی ہے جیسے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ہدہد کو علم و ادراک نصیب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دوزخ کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ،، لہٰذا شکوہ کو حقیقی معنی پر محمول کرنا ہی صواب ہے۔ اس میں کئی آثار وارد ہیں [illegible]

۵۱۵ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابَعَهُ سُفْيَانُ وَيَحْيَى وَأَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ — بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ

حدیث شریف میں ہے کہ دوزخ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن سے خطاب کرے گی،، "اے مومن جلدی سے گزر جا تیرے نور نے میری گرمی ٹھنڈی کر دی ہے۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مجاز پر محمول کیا ہے۔ گرمی اور سردی دونوں دوزخ میں جمع ہو سکتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے اور دوزخ اب موجود ہے اور جمادات اور حیوانات سے شکوہ متصور ہو سکتا ہے۔ جیسے ستون حنانہ اور اونٹ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا تھا۔

۵۱۵ — ترجمہ : ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ سخت گرمی دوزخ کے جوش سے ہوتی ہے۔ سفیان، یحییٰ، اور ابو عوانہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اعمش سے اس کی مطابعت کی۔

۵۱۵ — شرح : مسلم شریف میں ہے کہ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت گرمی کی شکائت کی تو آپ نے ہماری شکائت کا ازالہ نہ فرمایا۔ اس لئے بعض علماء نے کہا کہ ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ مگر بعض علماء نے کہا کہ بخاری کی ان احادیث سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی حدیث منسوخ ہے۔

خلال نے اپنی علل میں امام احمد رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حکم یہ تھا کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز ابراد سے زیادہ مؤخر کرنے کی گزارش کی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہ دی ہو۔ واللہ اعلم!

باب — سفر میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھنا،،

۵۱۶ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا مُهَاجِرٌ اَبُو الْحَسَنِ مَوْلًى لِبَنِي تَيْمِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ اَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَفَيَّؤُا يَتَمَيَّلُ

۵۱۶ ـ ترجمہ : بنی تیم اللہ کے مولی ابوالحسن مہاجر نے کہا میں نے زید بن وہب سے سُنا۔ اُنھوں نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہا ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ مؤذن نے ظہر کی نماز کی اذان کہنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھنڈا کرو۔ مؤذن نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا کرو حتی کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کے جوش سے ہے جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو! ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تَتَفَيَّأُ مائل ہوتا ہے۔

۵۱۶ ـ شرح : بَابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِيْنَ ،، میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسلم بن ابراہیم سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار مؤذن سے فرمایا کہ ٹھنڈا کرو حتیٰ کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہو گیا۔ لوگ اذان سنتے ہی نماز کے لئے حاضر ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا ٹھنڈا کر کے اذان کہو اور اذان کے لئے ابراد نماز کے لئے ابراد ہے۔ اذان سے مراد اقامت ہے لہٰذا یہ سوال نہ ہوگا کہ ابراد کا حکم صرف نماز کے لئے ہے اذان کے لئے نہیں۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھنڈا کرو حتی کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا پھر اُس نے اقامت کہی اور نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔ نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو! ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے ترمذی کی اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کے بعد جلدی اقامت کہنے کا ارادہ کیا تھا اس لئے جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ بلال نے ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا تھا۔ ترمذی کی روایت کے مخالف نہیں اور ترمذی نے کہا علماء کی ایک جماعت نے یہ اختیار کیا ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھی جائے۔

بَابُ وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالْهَاجِرَةِ

۸۹۱ — حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا

امام شافعی رضی اللہ عنہ اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھنا افضل کہتے ہیں اور نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم ان لوگوں کے لئے گمان کرتے ہیں جو دور سے نماز پڑھنے کے لئے آئیں۔ اگر نمازی تنہا ہو یا نمازی مسجد میں موجود ہوں یا قریب سے آئیں ان کے لئے ابراد کا حکم نہیں وہ سخت گرمی میں نماز مؤخر نہ کریں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث امام شافعی کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ بلال نے ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بلال ٹھنڈا کرو اگر حال وہی ہوتا جو امام شافعی کہتے ہیں تو اس وقت میں ٹھنڈا کر کے نماز پڑھنا بے معنی ہوتا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سفر میں موجود تھے کوئی بھی دور سے آنے والا نہ تھا۔ پھر ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا کیا معنیٰ ؟ مسافر غالباً مجتمع ہوتے ہیں متفرق نہیں ہوتے کیونکہ سفر میں خطرات بہت ہوتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ قافلہ مجتمع نہیں ہوتا۔ خصوصاً لشکر ہر احتراماً سلطان سے دور رہوتا ہے۔ امام ترمذی کے تعاقب کا جواب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حدیث شریف کا مدلول یہی ہے کہ سخت گرمی میں ٹھنڈا کر کے ظہر کی نماز پڑھنا افضل اور مستحب ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے کہا یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ظہر کا وقت ہے۔ کیونکہ ایک مثل کے دیر بعد ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دو مثل تک ظہر کا وقت ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ واللہ اعلم!

باب ظہر کا وقت زوال کے بعد ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر دوپہر میں پڑھتے تھے"

۵۱۷ — ترجمہ : زہری نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أُمُورًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَا تَسْأَلُونِي
عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ
وَأَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي
قَالَ أَبُوكَ حُذَافَةُ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلٰى
رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ
قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِي عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ
وَالشَّرِّ

سورج ڈھلے باہر تشریف لائے نماز پڑھی اور منبر پر تشریف لائے قیامت کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں بڑے بڑے امور ہیں پھر فرمایا جو شخص کسی شئی سے متعلق پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے تم مجھ سے کوئی شئی نہ پوچھو گے مگر اس سے خبردار کروں گا جب تک میں اس مقام میں کھڑا ہوں۔ یہ سن کر لوگ بہت رونے لگے اور آپ اکثر یہ فرماتے رہے پوچھو پوچھو عبداللہ بن حذافہ سہمی اٹھے اور کہا میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر اکثر یہ فرماتے رہے پوچھو، پوچھو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہوئے تب آپ خاموش ہوئے پھر فرمایا ابھی ابھی میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ پیش کی گئی ... میں نے خیر (جنت) اور شر جیسی کوئی شئی نہیں دیکھی۔

۵۱۷ — **شرح** : یہ حدیث ابراد کی حدیث کے معارض نہیں۔ کیونکہ یہ فعل سے ثابت ہے اور ابراد کی حدیث قول سے ثابت ہے۔ قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے۔ بعض علماء نے کہا ابراد کی حدیث سے یہ حدیث منسوخ ہے۔ مہلب نے کہا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ منافق آپ سے اس لئے سوال کرتے ہیں کہ آپ کو عاجز کریں اس لئے آپ نے غصہ میں آکر فرمایا تم جو بھی مجھ سے پوچھو گے میں تم کو اس کا جواب دوں گا! اگر بالفرض اس وقت کوئی شخص آپ سے علوم خمسہ جو سورہ لقمان میں مذکور ہیں سے پوچھ لیتا تو ان کو یقیناً سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے بعد آجائے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے اور فَلَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ " میں یہی صورت ہے اور اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ میں اس عموم کے اخبار پر دلالت ہے۔ معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شئی کا تفصیلاً علم حاصل ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

۵۱۸ — حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَأَحَدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَأَحَدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُهُ مَرَّةً فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ -

ہوگیا تھا اور مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هٰذَا اس مکاشفہ پر قرینہ ہے مگر ان کی یہ تاویل بے سود ہے کیونکہ جب ہر شئ کا علم کسی کے لئے ماننا شرک ہے اور حال یہ ہے کہ شرک ایک لمحہ کے لئے بھی حرام ہے تو مکاشفہ کے وقت ہر شئ کا علم ماننے میں شرک نہ ہوگا تو ایمان کا کونسا حصہ ہوگا! اور یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی شئ ایک وقت میں شرک ہو اور دوسرے وقت میں شرک نہ ہو۔ شرک بہرحال شرک ہی ہے اگرچہ ایک لمحہ ہی کے لئے ہو۔

پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر شئ پر مطلع ہونا کیسے شرک ہوگا جبکہ خداوندِ قدوس جَلَّ وعلیٰ کے ذاتی علم جیسا یہ علم نہیں اور نہ ہی نبی کا علم ان کے علم کے مماثل۔ باقی تقریر حدیث ۹۱ کے تحت مذکور ہے۔

۵۱۸ — ترجمہ: ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ ہم سے کوئی اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا اس میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے اور ظہر کی نماز پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز پڑھتے جبکہ ہم سے کوئی عصر کی نماز پڑھ کر مدینہ منورہ کے دوسری طرف جاتا تو سورج ابھی روشن ہوتا۔ ابو المنہال نے کہا میں بھول گیا کہ ابو برزہ نے مغرب میں کیا کہا اور عشاء کی نماز رات کے تیسرے حصہ تک دیر کرنے میں پرواہ نہ کرتے۔ پھر ابو المنہال نے کہا آدھی رات تک اور معاذ نے کہا شعبہ نے کہا پھر میں نے ایک مرتبہ ابو المنہال سے ملاقات کی تو انہوں نے کہا یا تہائی رات تک۔

۵۱۸ — شرح: يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ میں ترجمہ سے مطابقت ہے حیاتِ شمس سے مراد یہ ہے کہ اس کی گرمی باقی رہتی اور اس کا رنگ نہ بدلتا جو غروب کے وقت ہوتا ہے۔ اس حدیث میں احناف کے دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اسفار میں پڑھتے تھے کیونکہ اسفار میں

۵۱۹ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ غَالِبُ الْقَطَّانُ عَنْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ کُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظَّهَائِرِ سَجَدْنَا عَلٰی ثِيَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ

ہی پاس بیٹھا ہُوا شخص پہچانا جاتا ہے، لیکن ساٹھ سے سو تک آیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غلس میں شروع کر کے اسفار میں ختم کرتے تھے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا اوّل وقت زوال شمس سے شروع ہوتا ہے اور عصر کا مستحب وقت یہ ہے کہ جب تک سُورج کا رنگ نہ بدلے اور اس کی گرمی باقی رہے۔ اس وقت میں عصر کی نماز پڑھے اس میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے کہ عصر کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے اور جب سایہ ایک مثل ہو جائے تو عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں کہ ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی دلیل ہے۔ کیونکہ حجاز مقدس میں ایک مثل سایہ تک گرمی سخت ہوتی ہے اور دو مثلوں کے بعد ہی گرمی کی شدت کم ہوتی ہے لہٰذا اِن دونوں آثار میں تعارض باقی رہا۔ چونکہ عصر کے اوّل وقت میں شک واقع ہوا ہے۔ اور مثلین تک ظہر کا وقت یقینی ہے لہٰذا شک سے وہ زائل نہ ہوگا۔ اور عصر کا اوّل وقت تو یقین سے ثابت نہیں لہٰذا وہ شک سے ثابت نہ ہوگا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ٹیلوں کے سائے ان کے برابر ہو گئے۔ ظہر کے دو مثل تک وقت رہنے کی حتمی دلیل ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کا مستحب وقت تہائی یا نصف رات تک ہے۔ امام طحاوی، مالک اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا تہائی رات تک عشاء کا مستحب وقت ہے اور نصف رات تک مباح وقت ہے۔

اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ عشاء سے پہلے نیند مکروہ ہے۔ کیونکہ نیند میں استغراق سے مستحب وقت کے نکل جانے کا احتمال ہے اور عشاء کے بعد فضول باتیں بھی مکروہ ہیں کیونکہ ان میں بیداری سے نیند میں خلل آنے سے کئی مصالح فوت ہو جاتے ہیں۔ مگر دینی کتب کا مطالعہ، مواعظ، مہمان سے گفتگو، بیوی سے موانست، اولاد سے ملاطفت اور مسافر کے سامان کی حفاظت وغیرہ سے متعلق باتیں مکروہ نہیں۔ اسی طرح لوگوں میں اصلاح کرنے الا امن کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے میں کراہت نہیں۔ واللہ اعلم!

۵۱۹ ـ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تو گرمی سے بچنے کے لئے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

۵۱۹ ـ شرح: ظہائر سے مراد ظہر کی نماز ہے یعنی گرمی سے بچنے کے لئے ہم کپڑے بچھا دیتے اور

بَابُ تَاخِيرِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ

۵۲۰ _ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَّثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ اَيُّوْبُ لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ قَالَ عَسٰى

ان پر سجدہ کرتے تھے۔ بظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کی نماز اوّل وقت میں پڑھنا مستحب ہے مگر یہ حدیث ابراد کی حدیث کے معارض نہیں، کیونکہ یہ بیان جواز کے لئے ہے اور امر بالابراد کی حدیث بیان افضلیت کے لئے ہے۔ سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھو اور امر کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے پھر حتمی طور پر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ زمین گرم ہونا صرف اوّل وقت میں ہے بلکہ دو مثل سے قبل بھی حجاز کی زمین خوب گرم رہتی ہے لہٰذا ظہر کی نماز کو اگر تاخیر سے پڑھا جائے تب بھی زمین گرم ہوتی ہے اور اس سے بچنے کے لئے کپڑا بچھانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ معلوم ہُوا کہ یہ حدیث تاخیر ظہر کی حدیث کے معارض نہیں۔ واللہ اعلم!

اسماءِ رجال : ع۱ محمد بن مقاتل۔ ع۲ عبداللہ بن مبارک۔ ع۳ خالد بن عبدالرحمٰن کا ذکر ہو چکا ہے۔ ع۴ غالب وہ ابن خطاب ہیں ابن ابی غیلان مشہور ہیں۔ حدیث ۲۸۰ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۵ بکر بن عبداللہ مزنی حدیث ۲۸۱ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب _ ظہر کی نماز عصر تک مؤخر کرنا

۵۲۰ _ **ترجمہ** : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ منورہ میں سات اور آٹھ رکعتیں ظہر، عصر اور مغرب و عشاء پڑھیں۔ ایوب نے کہا شائد یہ بارش کی رات میں ہوگا۔ جابر نے کہا شاید یہ بارش کی رات میں تھا۔

۵۲۰ _ **شرح** : سبعًا سے مراد مغرب اور عشاء کی نماز ہے اور ثمانیا سے مراد ظہر اور عصر کی نماز ہے۔ حدیث شریف میں لف ونشر غیر مرتب ہے۔ ظہر و عصر اور اسی طرح مغرب و عشاء اس لئے منصوب ہیں کہ یہ سبعًا اور ثمانیا سے بدل یا عطف بیان ہیں یا اختصاص کے

بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ

۵۲۱ ـ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ ثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا

طور پر منصوب ہیں یا ان سے پہلے حرف جار محذوف ہے یعنی لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اسی طرح لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ میں ہے۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کو آخر تک مؤخر کیا اور اسے اپنے وقت میں پڑھا جب اس سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز کا وقت داخل ہوگیا تو اسے اپنے وقت میں پڑھا۔ اس معنی کی تائید بخاری، مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حضر یا سفر وغیرہ میں غیر وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اور عرفہ میں ظہر اور عصر کو آپ نے جمع کیا (یعنی عرفہ میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا) اور اگلے روز صبح طلوع ہونے کے بعد غلس (اندھیرے) میں فجر کی نماز پڑھی"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور حدیث کی یہ تاویل کرنا کہ بارش یا دوسرے عذر کی وجہ سے ان نمازوں کو جمع کیا باطل ہے اور جن احادیث میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنے کا ذکر ہے وہ جمع صوری پر محمول ہیں جیسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شفق احمر غائب ہونے کے بعد شفق ابیض میں مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر عشاء اپنے وقت میں پڑھی۔ معلوم ہوا کہ احناف کا جمع بین الصلوٰتین کو جمع صوری پر محمول کرنا صحیح ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب زوال شمس سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کو عصر تک مؤخر فرماتے پھر دونوں کو جمع کرتے۔ اسی طرح دوسری روایت میں ہے کہ جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ عصر کا وقت داخل ہوجاتا۔ پھر دونوں کو جمع کرتے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کو جمع کرتے جبکہ شفق غائب ہوجاتی۔ ان روایات میں ظہر کی نماز ایسے وقت تک مؤخر کرکے پڑھتے کہ اس کے متصل عصر کا وقت ہوتا تو پھر عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھتے اس پر جمع بین الصلوٰتین کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حالانکہ ہر ایک نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر و عصر کی نماز اور اسی طرح مغرب و عشاء کی نماز کو جمع کیا اور جب آپ سے یہ دریافت کیا گیا تو فرمایا یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ میری امت کو مشقت نہ ہو۔ اکثر فقہا اس روایت کے خلاف ہیں۔ امام ترمذی نے کہا کہ ابن عباس کی حدیث کے سوا میری کتاب میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس پر عمل کے ترک پر علماء نے

۵۲۲ـ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِیْ حُجْرَتِهَا لَمْ یَظْهَرِ الْفَیْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا

اتفاق کیا ہو۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں کسی خوف اور بارش کے بغیر دو نمازوں کو جمع کیا۔ اور دوسری یہ کہ شرابی جب چوتھی مرتبہ شراب پیتا پکڑا جائے تو اسے قتل کر دو۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان دونوں احادیث پر عمل علماء نے ترک کیا ہے۔ احناف کے مذہب پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز غیر وقت میں پڑھتے نہیں دیکھا جیسا کہ بخاری اور مسلم میں مذکور ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ـ عصر کا وقت

۵۲۱ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے حالانکہ سورج ان کے حجرہ سے باہر نہ نکلتا۔

۵۲۲ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے حالانکہ سورج ان کے حجرہ میں ہی ہوتا اور ان کے حجرہ سے سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

۵۲۱ــ ۵۲۲ــ شرح : یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ سورج ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہی ہوتا تھا اور دھوپ دیواروں پر نہ چڑھی ہوتی تھی۔ اس کی پوری تفسیر حدیث ۵۰۱ میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں مجاز ہے۔ کیونکہ سورج سے مراد اس کی روشنی ہے۔ کیونکہ عین شمس حجرہ میں داخل ہی نہیں تو نکلے کیسے! اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز اول وقت میں پڑھنے پر استدلال کیا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں عصر کی نماز کی تعجیل پر دلالت نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے حجرہ کی دیواریں چھوٹی ہوں اور غروب کے قریب ہی سایہ دیواروں پر چڑھتا ہو لہٰذا حدیث کی دلالت تاخیر عصر پر ہے۔ تعجیل پر نہیں۔ ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل نے مجھے عصر کی نماز دوسرے روز پڑھائی جبکہ ہر شے کا سایہ دو مثل ہو چکا تھا۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حاکم نے مستدرک میں اسے ذکر کیا اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور بخاری و مسلم نے اسے ذکر نہیں کیا۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن عبدالبر نے تمہید

۵۲۳ — حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ

۵۲۴ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيْرَ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْاُوْلٰى حِيْنَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ اَحَدُنَا اِلٰى رَحْلِهٖ فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ اَنْ يُّؤَخِّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِيْ تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ حِيْنَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهٗ وَيَقْرَاُ بِالسِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ

۵۲۳ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے جبکہ سورج میرے حجرے سے نکلنے سے پہلے ابھی اس میں روشن ہوتا اور ابھی تک سایہ بلند نہ ہوتا۔ امام بخاری نے کہا مالک یحییٰ بن سعید شعیب اور ابن ابی حفصہ نے یہ لفظ کہے والشمس الخ

۵۲۴ — ترجمہ : سیار بن سلامہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اور میرا باپ ابو برزہ اسلمی کے پاس گئے تو اُن سے میرے باپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازیں کیسے پڑھا کرتے تھے؟ ابو برزہ نے کہا دوپہر کی نماز جسے تم پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز پڑھتے جبکہ اس کے بعد ہم سے کوئی شخص مدینہ منورہ کے دوسرے کنارے میں اپنے گھر جاتا حالانکہ سورج زندہ ہوتا (روشن چمکدار ہوتا) میں بھول گیا کہ انھوں نے مغرب میں کیا کہا۔ آپ عشاء کی نماز جسے تم عتمہ کہتے ہو تاخیر سے پڑھنا پسند کرتے تھے۔ اس سے پہلے

۵۲۵ ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِيْ طَلْحَۃَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ

۵۲۶ ـــ حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُوْبَكْرِ ابْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَۃَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ ابْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوۃُ الَّتِيْ صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلٰوۃُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَہٗ

سونے اور اس کے بعد باتوں کو مکروہ جانتے تھے۔ اور صبح کی نماز اس وقت پڑھ کر فارغ ہوتے جبکہ مرد اپنے ساتھی کو پہچان لیتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھا کرتے تھے۔

۵۲۳ ـــ ۵۲۴ ـــ شرح : ان نمازوں میں وتر ذکر نہیں کئے کیونکہ وہ واجب ہیں پانچ نمازوں جیسے فرض نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز جلدی پڑھا کرتے تھے اور ابراد کی حدیث کے یہ معارض ہے اور وہ قولی حدیث ہے۔ جبکہ یہ حدیث فعلی ہے اور قولی حدیث کو فعلی پر ترجیح ہے۔ حدیث ۵۱۸ میں اس کی تفصیل گزری ہے"۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۵۲۵ ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم سے کوئی انسان بنی عمرو بن عوف کی طرف جاتا اور ان کو عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پاتا۔

۵۲۶ ـــ ترجمہ : ابوبکر بن عثمان نے کہا میں نے ابوامامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر ہم باہر نکلے اور انس بن مالک کے پاس گئے تو ان کو عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے کہا اے چچا! جو نماز آپ نے پڑھی ہے یہ کونسی نماز ہے انس نے کہا یہ عصر کی نماز ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے جسے ہم آپ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

۵۲۵ ـــ ۵۲۶ ـــ شرح : بنو عوف مدینہ منورہ سے دو میل دُور قباء میں رہتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنو عمرو عصر کی نماز تاخیر ـــ

۵۲۷ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ مِنَّا إِلَى قُبَاءَ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

۵۲۸ـــ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ

سے پڑھا کرتے تھے۔ بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اوّل وقت میں تعجیل سے پڑھتے تھے۔ مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ مذکور حدیث قطعی طور پر مرفوع نہیں۔ یہ موقوف ہے یا مرفوع کے حکم میں ہے۔ امام نووی نے کہا کہ حدیث ع ۵۲۶ کا مدلول یہ ہے کہ عصر کی نماز اوّل وقت میں تعجیل سے پڑھتے تھے۔ کیونکہ ایک مثل پر اس کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے دُوسرے لوگ اس وقت تک ظہر مؤخّر کرتے ہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حسبِ عادتِ امراء نماز متوخر پڑھی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا اس حدیث میں عصر کی نماز کی تعجیل کی کوئی تصریح نہیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ناممکن ہے کہ سنّت چھوڑ کر امراء کی اتباع کریں۔ واللہ اعلم!

۵۲۷ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم عصر کی نماز پڑھتے حالانکہ سُورج اُونچا چمکتا ہوتا تھا۔ کوئی جانے والا عوالی جاتا اور وہ اہلِ عوالی کے پاس آجاتا حالانکہ سُورج بلند ہوتا تھا جبکہ بعض عوالی مدینہ منورہ سے چار میل یا اس کی مثل ہیں۔

۵۲۸ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم سے کوئی جانے والا قباء کی طرف جاتا اور وہ اہلِ قباء کے پاس آتا حالانکہ سُورج بلند ہوتا تھا۔

۵۲۷ـــ۵۲۸ـــ شرح : مدینہ منوّرہ سے نجد کی طرف واقع دیہات کو عوالی اور تہامہ کی طرف جانے والے دیہات کو سافلہ کہتے ہیں۔ "بعض العوالی" زہری کا کلام ہے۔ مدینہ منوّرہ سے بعض عوالی جو زیادہ قریب ہیں وہ دو میل ہیں اور جو دُور ہیں وہ آٹھ میل ہیں اور مدینہ منورہ سے قرب و بُعد کے باعث بعض [illegible]

بَابُ اِثْمِ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

۵۲۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِیْ تَفُوْتُهُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ يَتِرَكُمْ وَتَرْتُ الرَّجُلَ اِذَا قَتَلْتَ لَهٗ قَتِيْلًا اَوْ اَخَذْتَ مَالَهٗ

میلوں کے تفاوت میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر کوئی شخص سفر کرے تو سورج کے بلند ہوتے ہوئے وہ تین چار میل سفر کر سکتا ہے، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے علی بن شیبان سے روایت کہ ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ عصر کی نماز اس وقت تک پڑھتے جب تک سورج چمکتا ہوتا ابن ابی شیبہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر شئی کا سایہ دو مثل ہوچکا تھا۔ امام محمد نے امام مالک سے روایت کی کہ ابن رافع نے ابوہریرہ سے نماز کا وقت پوچھا تو ابوہریرہ نے کہا ایک مثل ہو تو ظہر پڑھو اور دو مثل ہو جائے تو عصر پڑھو ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عصر کی نماز کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے واللہ ورسولہ اعلم!

ابوبکر بن سہل رضی اللہ عنہ

ابوبکر بن عثمان بن سہل بن حنیف انصاری اوسی ہیں۔ انھوں نے اپنے چچا ابوامامہ اسعد بن سہل سے سماعت کی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیدا ہوئے۔ ابوامامہ صحابی ہیں یہی صحیح تر ہے۔ سو ہجری میں فوت ہوئے۔

☆ قباء ،، مدینہ منورہ ” شرفہا اللہ تعالیٰ “ سے تین میل دور واقع ہے۔ ☆

باب — جس سے عصر کی نماز فوت ہوگئی اس کو گناہ

۵۲۹ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے عصر کی نماز فوت ہوجائے گویا کہ اس کا گھر بار اور مال لٹ گیا۔ ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا یترکم اعمالکم ،، اعمال میں تمہیں نقصان دے گا۔ وتر معنی قتل اور نقصان ہے (کہا جاتا ہے) وَتَرْتُ الرَّجُلَ ،، جب تو اس کا کوئی ساتھی قتل کردے یا اس کا

بَابُ إِثْمِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

۵۳۰ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ بَكِّرُوا بِصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ

مال و اسباب چھین لے

۵۲۹ـ شرح : یعنی جس شخص کی عصر کی نماز قضاء ہوگئی گویا اس کا اہل ومال مسلوب ہوگیا اور وہ اہل و مال کے بغیر دتر یعنی اکیلا رہ گیا۔ اس لئے اس نماز کے قضاء ہونے سے بچنا چاہئیے اگر اہل و مال کو منصوب پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ اس نے اپنا اہل و مال کا نقصان کیا اور تنہا رہ گیا۔ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے جو قصداً نماز ترک کرے اگر بھول سے نماز رہ جائے تو وہ اس کا مصداق نہ ہوگا۔ اگرچہ دُوسری نمازوں کے فوت اور قضا کرنے کا بھی یہی حکم ہے مگر عصر کی نماز کو اس لئے خاص کیا گیا کہ اس وقت لوگ تجارت اور دیگر کاروبار میں بہت مشغول ہوتے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز کی محافظت کا خصوصاً حکم ہے

باب ـ جس نے عصر کی نماز ترک کردی اس کو گناہ "

۵۳۰ـ ترجمہ : ابوالملیح نے کہا ہم ایک غزوہ میں بادل کے روز بریدہ اسلمی کے ساتھ تھے انہوں نے کہا عصر کی نماز جلدی پڑھو، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے عصر کی نماز ترک کردی اس کا عمل ضائع ہوگیا۔

۵۳۰ـ شرح : معصیت سے اعمال کا بطلان اہل سنت کا مذہب نہیں اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز کے ترک کو معمول جانا اور ترک صلوٰۃ کو جائز سمجھا اس کے سارے اعمال باطل ہوگئے یا یہ حدیث تغلیظ و تہدید پر محمول ہے یا اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کے اعمال میں نقصان واقع ہوا، کیونکہ حبوط کا معنیٰ نقصان بھی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بادل کے روز

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

۵۳۱ — حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ قَیْسٍ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃً فَقَالَ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَأَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ قَالَ اِسْمٰعِیْلُ افْعَلُوْا لَا تَفُوْتَنَّکُمْ

عصر کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ بعض حنابلہ نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث تغلیظ و تہدید پر محمول ہے اور اس کا ظاہر معنی متروک ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تارک صلوٰۃ سے ایمان کی نفی نہیں کی جا سکتی۔ جس حدیث شریف میں یہ ہے کہ جس نے قصدًا نماز ترک کی اُس نے کفر کیا یا ایمان و کفر کے درمیان فارق نماز ہے۔ وہ انکار تصدیق پر محمول ہیں۔ یعنی جس نے نماز کی تصدیق کا انکار کیا اُس نے کفر کیا ایسے ہی ایمان و کفر کے درمیان فارق تصدیق صلوٰۃ ہے یا یہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مقدس میں معمول بہ تھیں کیونکہ ہر صحابی نمازی تھا اور منافق سستی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ، یعنی اعمال کو صرف شرک ہی باطل کرتا ہے۔ اگر نماز کے ترک سے عمل باطل ہو جائیں تو یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ بے مقصد رہ جائے گا جو محال ہے۔

اسماءِ رجال

: ع۱ ہشام دستوائی ہے۔ یحییٰ بن ع۲ ابی کثیر کا کتاب العلم میں ذکر ہو چکا ہے ع۳ ابو قلابہ حدیث ع۱۵ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۴ ابو الملیح کا نام عامر بن اسامہ ہے۔ وہ ہذلی ہیں ۹۸ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۵ بریدہ اسلمی کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ اُنھوں نے ۱۶۴ حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے صرف تین ذکر کی ہیں۔ خراسان میں رہنے والے صحابہ کرام میں سے سب سے آخر فوت ہوئے آپ کی وفات ۶۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ اس حدیث کے سارے راوی بصری ہیں۔

باب — عصر کی نماز کی فضیلت

۵۳۱ — ترجمہ : حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپ نے

ایک رات چاند کی طرف نظر کی یعنی بدر کی طرف دیکھا اور فرمایا عنقریب تم اپنے رب کو ایسا دیکھو گے جیسے اس قمر کو دیکھتے ہو۔ اس کو دیکھنے میں تم کو زحمت نہ ہوگی۔ اگر طاقت رکھتے ہو کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے کی نماز اور اس کے غروب ہونے کے بعد کی نماز پڑھنے میں تم مغلوب نہ ہو تو یہ نمازیں پڑھو۔ پھر جریر نے تلاوت کی طلوع شمس سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو۔ اسماعیل نے کہا اِفْعَلُوْا یعنی تم سے یہ نماز فوت نہ ہو جائے

۵۳۱

شرح : اس حدیث کی عبارت سے ظاہر ہے کہ فجر اور عصر کی نماز کی بڑی اہمیت ہے ان کے پڑھنے کی تاکید اس لئے فرمائی کہ صبح کی نماز کا وقت لذیذ نیند کا وقت ہے۔ اس میں اُٹھنا نفس پر بہت شاق گزرتا ہے اور عصر کی نماز کا وقت مصروفیت کا وقت ہے۔ مسلمان جب ان اوقات میں تشاغل وتثاقل کے باوجود ان نمازوں کی حفاظت کرے گا۔ تو دوسری نمازوں کی محافظت بطریق اولیٰ کر سکے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ممکن ہے۔ اور آخرت میں مومن عیاناً اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ معتزلہ خوارج اور بعض مرجئہ بصرہ سے رؤیت اللہ کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ بصر سے ادراک کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی رؤیت کی نفی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَرَانِيْ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے تو دوسرے لوگ کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ اس آیت کا مدلول یہ ہے جو بھی اللہ تعالیٰ سے کلام کرے گا وہ اسے نہ دیکھے گا۔ جب کلام کے وقت نہیں دیکھ سکتا تو دوسرے وقت میں کیسے دیکھے گا۔ ان کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ جس نے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہا قرآن نے اس کی مذمت کی۔ یہودیوں نے دیکھنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ، پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا درست ہو تو ہم اب بھی دیکھیں حالانکہ ایسا نہیں۔

اہلسنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت سے مومن محجوب نہ ہوں گے۔ قرآن کریم میں ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ، كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ یعنی قیامت کے دن چہرے بارونق ہوں گے۔ اور اپنے رب کو دیکھیں گے اور دوسری آیت میں ہے خبردار کافر لوگ قیامت کے روز اپنے رب سے محجوب ہوں گے۔ خوارج کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ادراک سے مراد احاطہ ہے ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ ابصار اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں مگر اس سے رؤیت کی نفی نہیں ہوتی۔ دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ لَنْ تَرَانِيْ میں لفظ لَنْ تابید کے لئے نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ موت کی کبھی خواہش نہیں کریں گے۔ حالانکہ آخرت میں وہ موت کی خواہش کریں گے۔ ان کی تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ وحی اللہ کا کلام ہے جو تیزی سے سُنا جائے۔ مگر اس کا مدلول یہ نہیں کہ متکلم یا سامع کی نظر سے محجوب ہو یا اس کی نظر سے محجوب نہ ہو۔

۵۳۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ

چوتھی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی مذمت اس لئے کی تھی کہ وہ عناد اور تعنّت کی وجہ سے اللہ کی روئیت کا سوال کرتے تھے جیسے انھوں نے کہا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰئِكَةُ اس میں کوئی جھگڑا ہی نہیں۔ پانچویں دلیل کا جواب یہ ہے کہ عدم وقوع عدم جواز کا مقتضی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دیکھنا ناممکن ہوتا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام رَبِّ أَرِنِي کہہ کر اللہ تعالیٰ کی روئیت کا سوال نہ کرتے کیونکہ محال کی طلب بھی محال ہے

اسماءِ رجال

: مروان بن معاویہ بن حارث فزاری ہیں ۔ ۱۹۳ ہجری کو دمشق میں یوم ترویحہ سے ایک دن پہلے اچانک فوت ہوگئے تھے!

۵۳۲ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات اور دن کے فرشتے تم میں باری باری آتے جاتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز کے وقت میں وہ جمع ہوتے ہیں پھر جو فرشتے تم میں رات گزارتے ہیں وہ آسمانوں پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کو زیادہ جانتا ہے۔ فرشتو! تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا۔ وہ کہتے ہیں ہم نے ان کو چھوڑا جبکہ وہ نماز پڑھتے تھے اور ان کے پاس گئے جبکہ وہ نماز پڑھتے تھے۔

۵۳۲ — شرح : يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ " وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا کے قبیلہ سے ہے اور يَتَعَاقَبُونَ کا فاعل هُمْ ضمیر اور ملائکہ ضمیر فاعل سے بدل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اپنے بندوں کا حال پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہے تاکہ فرشتے ان کی عبادت کا اعتراف کریں جبکہ انھوں نے تخلیق آدم کے وقت کہا تھا انسان فساد کریں گے، بداعمالیاں کریں گے۔ اور انی اعلم مالا تعلمون میں یہ راز بھی مخفی تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے فرشتے لوگوں کی دن رات حفاظت کرتے ہیں۔ حدیث میں رات کے فرشتوں کو ذکر کیا اور دن کے فرشتوں کو چھوڑ دیا کیونکہ دونوں کا

بَابُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ

۵۲۳ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدْرَكَ اَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهٗ وَاِذَا اَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهٗ

کا حکم واحد ہے۔ نیز بات کے فرشتوں کے ذکر کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ رات کا وقت معصیت اور استراحت کا وقت ہے جب ایسے وقت میں اللہ کی اطاعت میں مشغول ہیں تو دن کو بطریق اولیٰ عبادت میں مصروف ہوں گے حدیث شریف میں ان دونوں وقتوں کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رزق صبح کی نماز کے بعد تقسیم ہوتا ہے۔ اور اعمال آخر دن میں آسمانوں میں اٹھائے جاتے ہیں جو شخص ان دونوں اوقات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مصروف ہوگا اس کے رزق اور عمل میں برکت ہوگی۔

باب۔ جس نے غروب شمس سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت پائی

۵۲۳ ــــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالے وہ عصر کی نماز کو پورا کرے اور جب سورج کے طلوع ہونے سے پہلے صبح کی نماز کی ایک رکعت پالے وہ صبح کی نماز پوری کرے۔

۵۲۳ ــــ شرح : علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا سجدہ سے مراد پوری رکعت قیام رکوع اور سجود سمیت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس نے غروب شمس سے پہلے ایک رکعت پائی پھر سلام سے پہلے عصر کا وقت نکل گیا وہ عصر کی نماز پوری کرے اس میں سب کا اتفاق ہے۔ صبح کی

۵۳۴ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاؤُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى غُرُوبِ الشَّمْسِ أُوتِيَ أَهْلُ التَّوْرٰىةِ التَّوْرٰىةَ فَعَمِلُوا حَتّٰى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوتِيَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ الْإِنْجِيلَ فَعَمِلُوا إِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَأُعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوتِينَا

نماز میں بھی امام مالک شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا طلوعِ شمس سے فجر کی نماز باطل ہو جاتی ہے جبکہ اثنائے نماز میں سُورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز ادا ہو جاتی ہے جبکہ اثناء نماز میں غروب ہو جائے کیونکہ عصر کی نماز کے وقت کا آخری جز ناقص ہے تو اس وقت میں نماز ناقص واجب ہوتی ہے اور ناقص ہی ادا ہوتی ہے لہٰذا جب اثناءِ نماز میں سورج غروب ہو گیا نماز باطل نہ ہوگی، کیونکہ یہ ناقص وقت میں واجب ہوئی اور ناقص ہی ادا ہوئی بخلاف فجر کی نماز کے کیونکہ اس کا سارا وقت کامل ہے تو آخری جز نماز کا سبب ہوگا جو کامل ہے لہٰذا نماز فجر کامل واجب ہوگی اور طلوعِ شمس سے وقت ناقص داخل ہونے سے ناقص وقت میں ادا ہوگی لہٰذا باطل ہوگی یہ تعلیل معرضِ نص میں نہیں کیونکہ دُوسری حدیث اس کے معارض وارد ہوئی ہے کہ طلوعِ شمس، استواءِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز نہ پڑھو اور جب ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح ممکن نہ ہوئی تو قیاس کی طرف رجوع کیا جیساکہ متعارض احادیث کے جمع کا طریقہ ہے۔

۵۳۴ — ترجمہ : سالم بن عبداللہ نے اپنے والد عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ تمہاری بقا تم سے پہلی امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے عصر کی نماز کے وقت سے سُورج کے غروب ہونے تک درمیانی وقت ہے اہلِ تورات کو تورات دی گئی تو اُنھوں نے عمل کیا حتیٰ کہ جب آدھا دن ہُوا تو وہ عمل سے عاجز ہو گئے اور ان کو ایک ایک قیراط اُجرت دی گئی۔ پھر اہلِ انجیل کو لایا گیا تو اُنھوں نے عصر کی نماز تک عمل کیا پھر عاجز ہو گئے اور ان کو ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہم کو قرآن مجید دیا گیا تو ہم نے سُورج غروب ہونے تک عمل کیا اور ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے تورات و انجیل والوں نے کہا۔ اے رب ہمارے! تُو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا، حالانکہ ہم نے عمل زیادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری اُجرت سے کچھ کم کیا ہے اُنھوں نے کہا نہیں فرمایا یہ میرا

الْقُرْاٰنَ فَعَمِلْنَا اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَاُعْطِیْنَا قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ فَقَالَ اَھْلُ الْکِتَابَیْنِ اَیْ رَبَّنَا اَعْطَیْتَ ھٰٓؤُلَآءِ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ وَاَعْطَیْتَنَا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا وَنَحْنُ کُنَّا اَکْثَرَ عَمَلًا قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ھَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِّنْ اَجْرِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ قَالُوْا لَا قَالَ وَھُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْہِ مَنْ اَشَآءُ

فضل ہے جسے چاہوں عنایت کروں۔

۵۳۴ — شرح: اِنَّمَا بَقَاءُ کُمْ فِیْمَا سَلَفَ ،، کا ظاہری معنی مراد نہیں کیونکہ اس کا ظاہری معنیٰ یہ ہے کہ اس امّت کی بقاء پہلی اُمتوں کے زمانہ میں واقع ہوئی ہے ؛ حالانکہ ایسا نہیں لہذا ان الفاظ کا معنیٰ یہ ہے کہ پہلی امتوں کی طرف تمہاری نسبت عصر کے وقت سے سُورج کے غروب ہونے تک کی نسبت جیسی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ارشاد نصاریٰ کے لئے ہے اور یہ ارشاد اگر ان لوگوں کے لئے ہے جو ان میں سے مسلمان ہو کر فوت ہوگئے تو ان کو یہ نہ کہا جائے گا کہ وہ مامور بہ سے عاجز ہوگئے اور اگر ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لا کر کافر ہوگئے تو وہ ایک قیراط کے بھی مستحق نہ رہے۔ ان کو کیسے ایک ایک قیراط دیا جائے گا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ نصاریٰ میں سے جو لوگ تغیر و تبدل سے پہلے ایمان لائے اور سارا دن عمل کرتے رہے اگرچہ اُنھوں نے مقدور پُورا کر لیا مگر وہ دُوسرے ثواب کو حاصل نہ کر سکے البتہ ان سے جو لوگ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کو دو دفعہ ثواب ملے گا۔
اس حدیث شریف میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی دلیل ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے ؛ کیونکہ اگر ایک مثل سے شروع ہو تو ظہر کے وقت سے عصر تک زمانہ عصر سے مغرب کے وقت تک کے زمانہ سے کم رہ جاتا ہے اور اگر دو مثل سے عصر کا وقت شروع ہو تو عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم رہتا ہے اسی لئے یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک طائفہ نے کہا ہم نے کام زیادہ کیا اور ثواب ہمیں کم ملا۔ معلوم ہُوا کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے۔ یہی مسلک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

اسماءِ رجال : ع۱ عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی حدیث ۹۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ دوسرے راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

۵۳۵ — حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ فَقَالَ أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ

۵۳۵ — ترجمہ : ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک قوم کو کرایہ پر لیا کہ رات تک اس کا کام کریں تو اُنھوں نے دوپہر تک کام کیا اور کہا ہمیں تیری اُجرت کی ضرورت نہیں وہ اور لوگ مزدوری کے لئے لایا اور ان سے کہا تم باقی دن پورا کرو اور تم کو وہی اُجرت ملے گی جو میں نے شرط کی ہے اُنھوں نے کام کیا حتیٰ کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو اُنھوں نے کہا جو کام ہم نے کر دیا ہے وہ تیرے لئے مفت ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو اُجرت پر لایا جنھوں نے باقی دن پورا کیا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا اور وہ دونوں فریقوں کی اُجرت پوری لے گئے۔

۵۳۵ — شرح : یعنی دونوں فریق اُجرت چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اُجرت نہیں لی اور پہلی حدیث میں گزرا ہے کہ ان میں سے ہر ایک فریق نے ایک ایک قیراط لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مزدور وہ لوگ ہیں جو تورات و انجیل کے منسوخ ہونے سے پہلے فوت ہوگئے اور اس حدیث میں مزدور وہ لوگ ہیں جنھوں نے تحریف و تبدیل کی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ یہودیوں کے دن بھر میں عمل کی اجرت دو قیراط ہے اور انصاری کے باقی نصف دن کی اُجرت دو قیراط ہے۔ اگر وہ پورا دن عمل کرتے تو پوری اُجرت کے مستحق ہوتے اور دو قیراط حاصل کر لیتے مگر وہ کمزور ہوگئے اور پورا کام نہ کر سکے جو ان کے ذمہ تھا اس لئے وہ اپنے کام کے مطابق ایک ایک قیراط مزدوری کے مستحق ہوئے۔ اور مسلمانوں نے دونوں فریقوں کی اُجرت حاصل کی تو اُنھوں نے حسد کیا اور کہا

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ،

۵۳۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو النَّجَاشِيِّ اسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّى الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ

کہ ہم نے کام زیادہ عرصہ کیا اور ہمیں اُجرت تھوڑی دی گئی ۔ یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ ہمیں اُجرت تھوڑی دی گئی اگر تعبیر کی یہ صورت اختیار نہ کی جائے تو یہ کلام درست نہ ہوگا ۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے طریق میں اس کا زیادہ بیان ہے ۔ یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ ہمیں اُجرت کی ضرورت نہیں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کتب الٰہیہ کی تعریف اور شرائع و احکام کی تبدیل و تغیر کے باعث پوری اُجرت سے محروم ہوگئے تھے ۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے ورنہ نصاریٰ کے عمل کا وقت مسلمانوں کے عمل کے وقت سے کم رہ جاتا نصاریٰ کے عمل کا زمانہ جبھی زیادہ ہوتا ہے کہ وہ دو مثل تک کام کریں ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

اسماءِ رجال : ۱ ابو کریب کا نام محمد بن علاء ہے ۲ ابو اُسامہ کا نام حماد بن اُسامہ ہے ۔ اس حدیث کے تمام راوی حدیث ۲۷ کے اسماء میں مذکور ہیں ۔

باب ـ مغرب کی نماز کا وقت

عطاء نے کہا بیمار شخص مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھ لے

۵۳۶ ـ ترجمہ : ابو نجاشی مولیٰ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رافع کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم سے کوئی شخص نماز پڑھ کر جاتا اور اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا

٥٢٥ ـــ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرَ آخَرِينَ فَقَالَ أَكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمُ الَّذِي شَرَطْتُ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينُ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا لَكَ مَا عَمِلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ

٥٢٥ ـــ ترجمہ: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا مسلمانوں، یہودیوں اور نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک قوم کو کرایہ پر لیا کہ رات تک اس کا کام کریں تو اُنھوں نے دوپہر تک کام کیا اور کہا ہمیں تیری اُجرت کی ضرورت نہیں وہ اور لوگ مزدوری کے لئے لایا اور ان سے کہا تم باقی دن پُورا کرو اور تم کو وُہی اُجرت ملے گی جو میں نے شرط کی ہے اُنھوں نے کام کیا حتیٰ کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہُوا تو اُنھوں نے کہا جو کام ہم نے کر دیا ہے وہ تیرے لئے مفت ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو اُجرت پر لایا جنھوں نے باقی دن پُورا کیا حتیٰ کہ سُورج غروب ہوگیا اور وہ دونوں فریقوں کی اُجرت پُوری لے گئے۔

٥٢٥ ـــ شرح: یعنی دونوں فریق اُجرت چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اگر یہ سوال پُوچھا جائے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اُجرت نہیں لی اور پہلی حدیث میں گزرا ہے کہ ان میں سے ہر ایک فریق نے ایک ایک قیراط لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث میں مزدور وہ لوگ ہیں جو تورات و انجیل کے منسوخ ہونے سے پہلے فوت ہوگئے اور اس حدیث میں مزدور وہ لوگ ہیں جنھوں نے تحریف و تبدیل کی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ یہودیوں کے دن بھر میں عمل کی اجرت دو قیراط ہے اور النصاریٰ کے باقی نصف دن کی اُجرت دو قیراط ہے۔ اگر وہ پُورا دن عمل کرتے تو پُوری اُجرت کے مستحق ہوتے اور دو قیراط حاصل کر لیتے مگر وہ کمزور ہوگئے اور پُورا کام نہ کر سکے جو ان کے ذمّہ تھا اس لئے وہ اپنے کام کے مطابق ایک ایک قیراط مزدوری کے مستحق ہُوئے۔ اور مسلمانوں نے دونوں فریقوں کی اُجرت حاصل کی تو اُنھوں نے حسد کیا اور کہا

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ"

۵۳۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَاشِيِّ اسْمُهُ عَطَاءُ بْنُ صُهَيْبٍ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ

کہ ہم نے کام زیادہ عرصہ کیا اور ہمیں اُجرت تھوڑی دی گئی ۔ یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ ہمیں اُجرت تھوڑی دی گئی اگر تقریر کی یہ صورت اختیار نہ کی جائے تو یہ کلام درست نہ ہوگا ۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے طریق میں اس کا زیادہ بیان ہے ۔ یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ ہمیں اُجرت کی ضرورت نہیں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کتب الٰہیہ کی تعریف اور شرائع و احکام کی تبدیل و تغیر کے باعث پوری اُجرت سے محروم ہو گئے تھے ۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے ورنہ نصاریٰ کے عمل کا وقت مسلمانوں کے عمل کے وقت سے کم رہ جاتا نصاریٰ کے عمل کا زمانہ جبھی زیادہ ہوتا ہے کہ وہ دو مثل تک کام کریں ۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم !

اسماء رجال : ع۱ ابو کریب کا نام محمد بن علاء ہے ع۲ ابو اُسامہ کا نام حماد بن اُسامہ ہے ۔ اس حدیث کے تمام راوی حدیث ع۲۷ کے اسماء میں مذکور ہیں ۔

باب ـ مغرب کی نماز کا وقت

عطاء نے کہا بیمار شخص مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھ لے

۵۳۶ ـ ترجمہ : ابو نجاشی مولیٰ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رافع کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے تھے پھر ہم سے کوئی شخص نماز پڑھ کر جاتا اور اپنے تیر کے گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا

٥٣٧ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٥٣٦ ـ شرح : عطاء کے اثر کی مطابقت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہے کہ مغرب کا وقت عشاء تک ممتد ہے اور حدیث کی مطابقت یوں ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مغرب کی نماز جلدی پڑھتے تھے تاکہ اشتباک نجوم تک تاخیر نہ ہو جائے کیونکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمّت فطرت پر ہمیشہ قائم رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز ستاروں کی روشنی تک مؤخر نہ کریں گے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کا وقت ہو جاتے ہی وہ مغرب کی نماز پڑھ لیتے تھے۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے مگر بادل کے روز مغرب کی نماز میں تاخیر اچھی ہے اور جن احادیث میں غروبِ شفق تک مغرب کا وقت کا ذکر ہے۔ وہ بیانِ جواز پر محمول ہیں ۔ مغرب کے آخری وقت میں علماء کا اختلاف ہے ۔ امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا کہ شفقِ احمر کے غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے ۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا شفق ابیض کے غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے ۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے مگر احناف کا فتویٰ غروبِ شفق احمر پر ہے ۔ امام ابویوسف اور محمد رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

اسماءِ رجال

: عـ۱ محمد بن مہران حافظ رازی ہیں ان کی کنیت ابوجعفر ہے ۔ ٢٣٨ ہجری میں فوت ہوئے ۔ عـ۲ ولید بن مسلم کی کنیت ابوالعباس وہ اموی ہیں ۔ اہلِ شام کے بہت بڑے عالم ہیں ۔ ١٩٥ ہجری میں فوت ہوئے عـ۳ اوزاعی کا نام عبدالرحمٰن ہے ۔ حدیث ع۷۶ کے اسماء میں مذکور ہے عـ۴ ابوالنجاشی عطاء بن صُہیب ہیں ۔ رافع بن خدیج کے آزاد کردہ ہیں اُنہوں نے اپنے مولیٰ رافع سے سماعت کی ہے عـ۵ رافع بن خدیج انصاری اوسی مدنی ہیں ۔ غزوہ خندق میں انہیں تیر لگا جب اسے کھینچا گیا تو اس کا پھل ان کے جسم میں رہ گیا اسی سے ان کی موت واقع ہوئی ۔ ٧٤ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ۔ اُنھوں نے ٧٨ احادیث روایت کی ہیں ۔ ان میں سے بخاری نے صرف پانچ ذکر کی ہیں ۔

---

٥٣٧ ـ ترجمہ : محمد بن عمرو بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم نے کہا کہ حجاج بن یوسف ثقفی مدینہ منورہ میں آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا (نمازوں کے اوقات) تو اُنھوں نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کو پڑھتے ۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ سورج صاف چمکدار ہوتا ۔ مغرب کی نماز جب سورج غروب ہو جاتا ۔ عشاء کی نماز

يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا إِذَا رَاٰهُمُ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَإِذَا رَاٰهُمُ اَبْطَأُوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا اَوْكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ

٥٣٨ — حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ اِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ

٥٣٩ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعًا جَمِيْعًا وَّثَمَانِيًا جَمِيْعًا

کبھی کبھی (کبھی جلدی کبھی دیر سے) جب صحابہ کرام کو دیکھتے کہ وہ جمع ہوگئے ہیں تو جلدی پڑھتے اور جب دیکھتے کہ آہستہ آہستہ آرہے ہیں تو تاخیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز صحابہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلس میں پڑھتے تھے۔

٥٣٧ — شرح : حجاج بن یوسف ٧٤ ہجری میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم بن کر آیا۔ عبدالملک نے اُسے حرمین پر مقرر کیا تھا۔ حضرت جابر سے نماز کے وقت اس لئے پوچھنے گئے تھے کہ وہ نمازوں میں تاخیر کیا کرتا تھا۔ ہاجرہ سے سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت مراد ہے اور یہ حدیث ابراد کی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ ابراد سخت گرمی کے ساتھ مقید ہے اور اس حدیث میں ہاجرہ کا اطلاق زوالِ شمس کے بعد والے وقت پر کیا ہے۔ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کانوا یا کانَ میں راوی نے شک کیا ہے۔ اس کا معنیٰ واحد ہے کیونکہ اگر صحابہ کرام مراد ہوں تو آپ ان کی امامت فرماتے تھے۔

اس حدیث شریف میں پانچوں نمازوں کے اوقات بیان فرمائے ہیں اور یہ کہ نماز اوّل وقت میں جلدی پڑھنی چاہیئے مگر جہاں تاخیر کا حکم ہے جیسے ظہر کی نماز ٹھنڈا کرکے اور صبح کی نماز اسفار میں پڑھنا مستحب اور مختار ہے۔ حدیث ٥١٤ اور ٥١٦ میں ظہر کا وقت اور حدیث ٣٦٧ میں فجر کے وقت کی تشریح ہوچکی ہے۔

[illegible]

بَابُ مَنْ كَرِهَ اَنْ يُّقَالَ لِلْمَغْرِبِ الْعِشَآءِ

۵۴۰ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللهِ الْمُزَنِيُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اِسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ وَيَقُوْلُ الْاَعْرَابُ هِيَ الْعِشَآءُ

۵۳۸ ـ ترجمہ : سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے جبکہ سورج چھپ جاتا۔

۵۳۹ ـ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سات رکعتیں اکٹھی اور آٹھ رکعتیں اکٹھی پڑھیں۔

۵۳۸ ـ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کا اوّل وقت سورج غروب ہونے سے شروع ہوتا ہے اور آخر وقت کے خروج میں اختلاف ہے۔

حدیث ۵۳۶ میں دیکھیں۔

۵۳۹ ـ شرح : یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم مغرب وعشاء اور ظہر وعصر کو اکٹھا کر کے پڑھتے تھے۔ حدیث ۵۲۰ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

اسماء رجال : ۱ عمرو بن دینار حدیث ۱۱۳ کے اسماء میں گزرے ۲ جابر بن زید حدیث ۲۵۲ کے اسماء میں مذکور ہے۔

باب ـ جس نے مغرب کو عشاء کہنا مکروہ جانا

۵۴۰ ـ ترجمہ : عبداللہ مزنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تمہاری مغرب کی نماز کے نام پر دیہاتی لوگ غلبہ نہ کر جائیں۔ عبداللہ بن مغفل مزنی نے کہا اعراب کہتے ہیں یہ عشاء ہے۔

۵۴۰ ـ شرح : حدیث کی مطابقت ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے

بَابُ ذِكْرِ الْعِشَآءِ وَالْعَتَمَةِ وَمَنْ رَاٰهُ وَاسِعًا

وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ الْعِشَآءُ وَالْفَجْرُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِى الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ وَالْاِخْتِيَارُ اَنْ يَقُوْلَ الْعِشَآءُ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا نَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ فَاَعْتَمَ بِهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَآءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ اَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَمَةِ وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الْعِشَآءَ وَقَالَ اَبُوْبَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَآءَ وَقَالَ اَنَسٌ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ

صحابہ کو مغرب کا نام عشاء رکھنے سے منع فرمایا۔ اعراب وہ لوگ ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں وہ لوگ عشاء ذکر کرکے مغرب مراد لیتے تھے اور یہ نام مسلمانوں پر آخری عشاء کے ساتھ مشتبہ تھا۔ اس لئے التباس دفع کرنے کے لئے مغرب پر عشاء کا اطلاق منع کر دیا بظاہر تو نہی اعراب کے لئے ہے اور درحقیقت صحابہ کو بھی منع کیا گیا ہے۔ حدیث شریف کا معنیٰ یہ ہے کہ اعراب کا یہ نام رکھنا تم کو دھوکا میں نہ ڈالے اور تم نماز کو مؤخر کرنے لگو لیکن جب اس کا وقت ہو تو اس کو ادا کرو۔ عشاء رات کا پہلا اندھیرا ہے جبکہ شفق غائب ہو جائے اگر مغرب کو عشاء کہا جائے تو آخری عشاء کے ساتھ التباس آئے گا اور لوگ مغرب کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد سمجھنے لگیں گے۔

اسماء رجال

ابو معمر، عبدالوارث تنوری اور حسین معلّم تینوں کا ذکر حدیث ع۱۲ میں گزرا ہے ع۴ عبداللہ بن بُریدہ مَرْو کے قاضی تھے۔ ۱۱۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ عبداللہ بن مغفل مُزنی اصحابِ شجرہ میں سے ہیں انھوں نے کہا میں بیعت کے وقت سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کی شاخیں اٹھائے ہوئے تھا۔ انھوں نے ۴۳ احادیث روایت کی ہیں جن میں سے بخاری نے صرف پانچ احادیث ذکر کی ہیں۔ قلعہ تُستر کو فتح کرتے وقت سب سے پہلے وہ قلعہ میں داخل ہوئے تھے۔ ساٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں۔

الْاٰخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَبُوْاَیُّوْبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ

باب عشاء اور عتمہ کا ذکر اور جس نے اسے جائز کہا

۵۴۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ منافقوں پر ثقیل تر نماز عشاء اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا اگر وہ عتمہ اور فجر کی فضیلت جانتے (تو گھٹنوں کے بل دوڑتے آتے) ابوعبداللہ بخاری نے کہا بہتر یہ ہے کہ عشاء کو عشاء ہی کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اور عشاء کی نماز کے بعد،، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ ہم باری باری عشاء کی نماز کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ نے اس کو تاخیر سے پڑھا۔ ابن عباس اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھی۔ بعض صحابہ نے ام المؤمنین سے نقل کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتمہ (عشاء) کو مؤخر کیا۔ حضرت انس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عشاء کو تاخیر سے پڑھا۔ ابن عمر ایوب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

۵۴۱ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ آپ نے مغرب پر عشاء کا اطلاق فرمایا ہو۔ عشاء پر عتمہ کا اطلاق آپ سے ثابت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں مذکور تمام احادیث جن کی اسانید محذوف ہیں سے ثابت کیا ہے کہ عشاء کا نام عتمہ رکھنا جائز ہے۔ ابوموسیٰ کے اثر میں "یذکر"، تمریض کا صیغہ ذکر کیا۔ حالانکہ یہ بخاری کے نزدیک صحیح ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ عشاء کی نماز پر عشاء اور عتمہ دونوں کا اطلاق صحیح ہے۔ اسے تمریض کے صیغہ سے ذکر کیا جائے یا تصحیح کے صیغہ سے ذکر کیا جائے۔

ان احادیث میں اگرچہ عشاء پر عتمہ کا اطلاق کیا گیا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ عشاء کو عشاء ہی کہا جائے کیونکہ قرآن کریم میں اس کو عشاء ہی کہا گیا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۵۴۲ — حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللهِ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَآءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ

۵۴۲ — ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات ہم کو عشاء کی نماز پڑھائی اور یہ وہ نماز ہے، جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں۔ پھر آپ نماز سے پھرے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم مجھے اس رات کی خبر دو۔ اس رات سے لے کر سو برس کے سرے تک کوئی شخص باقی نہ رہے گا جو آج زمین کی پشت پر موجود ہے۔

۵۴۲ — شرح: اس حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ عشاء پر عتمہ کا اطلاق جائز ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جو کوئی اس رات میں زمین پر زندہ موجود ہے۔ وہ اس کے بعد ایک سو سال سے زیادہ زندہ نہ رہے گا۔ اس کے بعد اس کی عمر کم ہو یا زیادہ ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سو سال تک سب مر جائیں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ قرن ختم ہو جائے گا اس حدیث سے امام بخاری اور ان کے ہم خیال حضرات نے استدلال کیا کہ سیدنا خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں مگر جمہور محدثین اس کے خلاف ہیں۔ تواتر سے ثابت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجتمع ہوتے تھے۔ صحیح یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ نبی و رسول تھے۔ اس حدیث سے نہ صرف حضرت خضر علیہ السلام کی موت ثابت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات معلوم ہوتی ہے کیونکہ خضر علیہ السلام سمندر میں رہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر ہیں اور نہ ہی ہاروت و ماروت اور ابلیس لعین کے متعلق سوال ہو گا، کیونکہ وہ بشر نہیں اس کے علاوہ ابلیس ہوا پر رہتا ہے۔ اور حدیث شریف میں زمین کی پشت پر رہنے والے کی موت کی خبر دی ہے اور اگر آپ کی امت سے مقید کیا جائے تو سرے سے سوال ہی اٹھ جاتا ہے۔ حدیث ۱۱۵ میں یہ گزرا ہے!

بَابُ وَقْتِ الْعِشَآءِ اِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ اَوْتَاَخَّرُوْا

۵۴۳ — حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ سَاَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ اِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَآءَ اِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ وَاِذَا قَلُّوْا اَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ

بَابُ فَضْلِ الْعِشَآءِ

۵۴۴ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَآءِ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَّفْشُوَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتّٰى قَالَ عُمَرُ

باب۔ عشاء کا وقت جب لوگ جلدی آئیں یا بدیر آئیں

۵۴۳ — ترجمہ: حضرت محمد بن عمر حضرت حسن بن علی کے صاحبزادے ہیں" رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا آپ ظہر کی نماز دوپہر کو اور عصر کی نماز جبکہ سورج زندہ ہوتا، مغرب کی نماز جب سورج غروب ہوجاتا اور عشاء کی نماز جب لوگ زیادہ ہوجاتے تو جلدی پڑھتے اور جب کم ہوتے تو تاخیر کرتے اور صبح کی نماز غلس میں پڑھتے تھے۔

نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ

٥٤٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ

٥٤٣ ـ شرح : یعنی عشاء کی نماز کا وقت جب لوگ جلدی آجائیں تو اول وقت ہے اور جب بدیر آئیں تو تاخیر سے پڑھنا ہے۔ حضرت عمرو بن عاص کی حدیث میں اس کی تاخیر نصف شب تک اور بریدہ کی روایت میں تہائی رات گزرنے تک ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں گرمی کی راتوں کے سوا تاخیر افضل ہے اور نصف شب تک تاخیر مباح ہے۔ حدیث ۵۳۷، ۵۱۴ اور ۳۶۷ میں اوقات کی تفصیل گزر چکی ہے۔

باب ـ عشاء کی فضیلت

٥٤٤ ـ ترجمہ : عروہ سے روایت ہے کہ ان کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی یہ اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف نہ لائے حتی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا عورتیں اور بچے سو گئے۔ آپ باہر تشریف لائے اور مسجد میں موجود لوگوں سے فرمایا زمین پر رہنے والوں میں سے تمہارے سوا کوئی بھی اس نماز کا منتظر نہیں۔

٥٤٤ ـ شرح : یعنی اس وقت اس نماز کا تمہارے سوا کوئی منتظر نہیں کیونکہ اس وقت صرف مدینہ منورہ میں نماز پڑھی جاتی تھی یا اس لئے کہ دوسرے ادیان میں اس وقت کوئی نماز نہ تھی پہلی صورت کا معنی یہ ہے کہ اس وقت اسلام مدینہ منورہ میں تھا۔ مدینہ منورہ سے باہر اسلام کا افشار فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ اَعْتَمَ کا معنی یہ ہے کہ عتمہ کی نماز کو تاخیر سے پڑھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غالب احوال میں عشاء کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور عشاء سے پہلے نیند کرنا جائز ہے مگر یہ اس وقت ہے جبکہ نیند کا غلبہ ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام جب گھر میں ہو تو اُسے نماز کے لئے خبردار کرنا کہ باہر آکر نماز پڑھائے جائز ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر بہت شفقت ہے اس لئے سیدنا عمر فاروق کے نداء کرنے پر اُنہیں کچھ نہ کہا۔

٥٤٥ ـ ترجمہ : ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اور میرے ساتھی جو میرے ساتھ کشتی میں آئے

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِي فِي السَّفِينَةِ نُزُولًا فِي بَقِيعِ بُطْحَانَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِنْهُمْ فَوَافَقْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَصْحَابِي وَلَهُ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ فَأَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ عَلَى رِسْلِكُمْ أَبْشِرُوا إِنَّ مِنْ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكُمْ أَنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هٰذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ أَوْ قَالَ مَا صَلَّى هٰذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا يَدْرِي أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى فَرَجَعْنَا فَرِحًا بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بقیع بطحان میں اُترے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تھے ان میں سے چند لوگ ہر رات عشاء کی نماز کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری حاضر ہوتے۔ میں اور میرے ساتھیوں نے نبی کریم کو ایسے وقت میں پایا جبکہ آپ کسی کام میں مشغول تھے اور نماز میں تاخیر فرما دی حتیٰ کہ آدھی رات گذر گئی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی جب نماز ادا فرما لی تو حاضرین سے فرمایا اپنی اپنی جگہ رہو تمہیں خوشخبری ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت ہے کہ اس وقت کوئی شخص تمہارے سوا نماز نہیں پڑھ رہا ہے یا فرمایا تمہارے سوا کسی نے اس وقت نماز نہیں پڑھی۔ نامعلوم کہ دونوں سے کونسا کلمہ فرمایا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم واپس لوٹے اور جو کچھ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس سے بہت خوش ہوئے۔

۵۴۵ — شرح : بقیع وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں درخت وغیرہ ہوں۔ بُطحان کی باء مضموم ہے۔ وہ مدینہ منورہ کے قریب ایک وادی ہے۔ نفر تین سے دس تک اشخاص پر نفر کا اطلاق ہوتا ہے۔ بعض شغل کی تفسیر میں معجم طبرانی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کی تیاری میں مصروف تھے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ

٥۴٦ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَآءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے خوش ہونے کی وجہ یہ تھی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کی تجہیز میں مصروف ہونے کے باوجود ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان کو نماز پڑھائی یہ ان کے لئے خوشی کا مقام تھا۔ چنانچہ اس عظیم نعمت سے ان کی خوشی کی حد نہ رہی۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد اچھی باتیں کرنا جائز ہے اور یہ معلوم ہوا کہ لوگ عشاء کی نماز میں تاخیر برداشت کر سکیں تو اس کی تاخیر مباح ہے تاکہ مزید انتظار سے ان کو مزید ثواب حاصل ہو کیونکہ نماز کا منتظر نماز میں شمار ہوتا ہے مگر آج کل ایسا کرنا نامناسب ہے، کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ سے فرمایا کہ نماز میں تخفیف کریں کیونکہ ان میں کمزور، بیمار، مسافر اور صاحبِ حاجت بھی ہوتے ہیں اور لوگوں کو انتظار کی تطویل کی تکلیف نہ دینا بھی تخفیف ہے۔

اسی لئے امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا تخفیف کی وجہ سے عشاء کی نماز میں عجلت افضل ہے۔ اس دور میں جبکہ لوگ دینی امور میں سست ہو چکے ہیں عشاء کی نماز میں عجلت افضل ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: محمد بن علاء کی کنیت ابوکریب ہے۔ ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

باب ـ عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے

٥۴٦ ـ ترجمہ: ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتوں کو مکروہ جانتے تھے۔

٥۴٦ ـ شرح: عشاء کی نماز کے بعد وہ باتیں مکروہ ہیں جن میں کوئی مصلحت نہ ہو اور جن امور میں مصلحت ہو ان میں کراہت نہیں جیسے درس و تدریس تعلیم و تعلم، حکایات الصالحین، مہمان سے باتیں، بیوی سے الفت و محبت آمیز گفتگو، مواعظ اور امر بالمعروف وغیرہ سب جائز ہیں۔ کیونکہ یہ فضول باتیں نہیں۔ نمازِ عشاء سے پہلے سونا اس لئے مکروہ ہے کہ اگر نیند میں استغراق ہو جائے

بَابُ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَآءِ لِمَنْ غُلِبَ

۵۴۷ ـ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمٰنَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ عَنْ سُلَیْمٰنَ قَالَ صَالِحُ بْنُ کَیْسَانَ اَخْبَرَنِی ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْعِشَآءِ حَتّٰی نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلٰوةَ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْیَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا یَنْتَظِرُهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَحَدٌ غَیْرُکُمْ قَالَ وَلَا یُصَلّٰی یَوْمَئِذٍ اِلَّا بِالْمَدِیْنَةِ قَالَ وَکَانُوْا یُصَلُّوْنَ فِیْمَا بَیْنَ اَنْ یَغِیْبَ الشَّفَقُ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ الْاَوَّلِ

تو وقت نکل جانے سے نماز کے فوت ہونے کا احتمال ہے۔ نیز اس طرح جماعت میں قلت ہو جاتی ہے۔ جبکہ ہر ایک یہی گمان کرنے لگے کہ سو کر نماز پڑھ لیں گے لہٰذا اس حدیث کے یہ حدیث متعارض نہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رات گزرے تک محادثہ فرماتے تھے۔ امام طحاوی رضی اللہ عنہ نے کہا عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے سونا جائز ہے۔ اور داخل ہونے کے بعد سونا مکروہ ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

ابونصر نے کہا امام بخاری اس جامع میں محمد بن غلام سے روایت کرتے ہیں۔ محمد بن بشار اور محمد بن مثنیٰ عبدالوہاب ثقفی سے روایت کرتے ہیں۔

باب ـ عشاء کی نماز سے پہلے اس شخص کا سونا جو نیند سے مغلوب ہو جائے

۵۴۷ ـ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی حتیٰ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو نماز کے لئے آواز دی کہ عورتیں اور بچے سو گئے آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا زمین پہ موجود کوئی شخص تمہارے

۵۴۸ ـــ حَدَّثَنَا مَحْمُودٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي أَقَدَّمَهَا أَمْ أَخَّرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَخْشَى أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَقْتِهَا وَقَدْ كَانَ يَرْقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَعْتَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا وَرَقَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلٰوةَ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ

سوا اس نماز کا منتظر نہیں۔ اس وقت صرف مدینہ منورہ میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ اور لوگ شفق کے غائب ہونے سے تہائی رات گزرنے تک نماز پڑھا کرتے تھے۔

۵۴۷ ـــ شرح منتظر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے سو گئے جبکہ ان پر نیند غالب آگئی اور آپ نے ان کو کچھ نہ کہا۔ معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز سے قبل جس پر نیند کا غلبہ ہو جائے اس کے لئے سو جانا مباح ہے۔ لَا یُصَلّٰی کا معنی یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ مخصوص حالت میں اس وقت نماز نہ پڑھی جاتی تھی، مکہ میں کمزور لوگ چھپ کر نماز پڑھتے تھے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے باہر دیگر علاقوں میں ابھی اسلام پھیلا نہ تھا کیونکہ اسلام کا افشاء فتح مکہ کے بعد ہوا۔ حدیث ۵۴۲ میں اس کا بیان گزرا ہے۔

اسماء رجال : ابو بکر عبد الحمید، سلیمان بن بلال اور ایوب تمام حدیث ۵۱۱ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

۵۴۸ ـــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مشغول ہونے کے باعث نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں

عَلٰى رَأْسِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُصَلُّوْهَا هٰكَذَا فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَأْسِهٖ يَدَهٗ كَمَا اَنْبَاَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ فَبَدَّدَ لِىْ عَطَاءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ شَيْئًا مِنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهٖ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ ثُمَّ ضَمَّهَا يُمِرُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّاْسِ حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهٗ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّا يَلِى الْوَجْهَ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ اِلَّا كَذٰلِكَ وَقَالَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُصَلُّوْا هٰكَذَا

سو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اہلِ ارض سے کوئی بھی تمہارے سوا نماز کا منتظر نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے کہ نماز عشاء کو جلدی پڑھیں یا بدیر پڑھیں جبکہ ان کو یہ ڈر نہ ہوتا کہ نیند ان پر غلبہ کرے گی اور وقت نکل جائے گا اور اس سے پہلے سو جاتے تھے۔ ابن جریج نے کہا میں نے عطاء سے کہا اُنھوں نے کہا میں نے ابن عباس سے سنا وہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز میں تاخیر کر دی حتیٰ کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُٹھے اور کہا "نماز" عطاء نے کہا ابن عباس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے گویا کہ میں اب آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ کے سرِ مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں جبکہ اپنا دستِ اقدس سرِ مبارک پر رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں اپنی اُمت پر مشکل نہ جانتا تو ان کو حکم دیتا کہ اس وقت نماز پڑھا کریں۔ میں نے عطاء سے اس کا ثبوت چاہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پہ دستِ اقدس کیسے رکھا تھا۔ جیسا کہ ان کو ابن عباس نے خبر دی ہے عطاء نے اپنی انگلیوں کو کچھ پھیلایا پھر ان کے کنارے سر مبارک کے ایک طرف رکھے پھر ان کو ملایا جبکہ سر مبارک پہ ان کو گزار رہے تھے حتیٰ کہ آپ کے انگوٹھے نے کان شریف کے کنارے کو جو صدغ اور داڑھی شریف کے کنارے سے ملتا ہے مَس کیا آپ اسی طرح نچوڑا اور پھیلا کرتے تھے اور فرمایا اگر میں اپنی اُمت پہ مشکل نہ جانوں تو ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دوں

۵۴۸ — شرح : یعنی اس وقت غسل کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دوں۔ علماء نے کہا حدیث شریف میں مذکور نیند وہ نیند ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے بیٹھے سو جاتے تھے اور ان کے سر نیند کے غلبہ کے باعث حرکت کیا کرتے تھے۔ یہ مراد نہیں کہ وہ لیٹ کر سو جاتے تھے کیونکہ کسی راوی نے ذکر نہیں کیا کہ اُنھوں نے اس نیند کے بعد وضوء کیا ہو اور نہ ہی ثُمَّ اسْتَيْقَظُوْا کا لفظ مستغرق نیند پر دلالت

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ

وَقَالَ اَبُوْ بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ تَاخِيْرَهَا

۵۴۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ الْمُحَارِبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلّٰى ثُمَّ قَالَ قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوْا اَمَا اِنَّكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوْهَا وَزَادَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ سَمِعَ اَنَسًا كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ لَيْلَتَئِذٍ

کرتا ہے جو عقل کو زائل کردے، کیونکہ عربوں میں رواج ہے کہ جب کوئی کام میں ہوشیار ہو تو اسے کہتے ہیں اُسْتَيْقَظَ مِنْ سِنَتِهٖ وَغَفْلَتِهٖ۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ قلیل نیند سے وضوء نہیں جاتا جبکہ اس میں بعض استمساک باقی ہو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ صحابہ کو یہ علم ہونے کے باوجود کہ نیند حدث ہے اس سے وضوء جاتا رہتا ہے پھر وہ وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لیں۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اگر نماز کی حالت میں سوجائے تو وضوء نہیں جاتا۔ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

باب ـ عشاء کا وقت نصف رات تک

ابو برزہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی تاخیر کو پسند فرماتے تھے

۵۴۹ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کی پھر نماز پڑھ کر فرمایا لوگوں نے نماز پڑھی اور سوگئے خبردار تم جب تک نماز کے انتظار میں رہے نماز ہی میں رہے ابن ابی مریم نے یہ زیادہ ذکر کیا کہ ہم کو یحییٰ بن ایوب نے خبر دی کہا مجھے حمید نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سُنا۔ اُنھوں نے کہا گویا میں اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کی سپیدی اب دیکھ رہا ہوں۔

۵۴۹ — شرح: یعنی عشاء کا مختار وقت نصف رات ہے: اس کے بعد بھی فجر تک عشاء کا وقت ہے کیونکہ صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

۵۵۰ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ قَالَ لِيْ جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تُضَامُّوْنَ أَوْ لَا تُضَاهُوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ زَادَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں تفریط نہیں تفریط تو اس میں ہے کہ بیدار رہتے ہوئے نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے معلوم ہُوا کہ فجر کا وقت داخل ہونے سے عشاء کا وقت ختم ہوتا ہے اگر یہ سوال ہو کہ حدیث ۵۴۷ میں مذکور ہے کہ لوگ شفق کے غائب ہونے سے تہائی رات گذرنے تک عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کا مختار وقت تہائی رات تک ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں منافات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تہائی رات نصف رات میں داخل ہے لہٰذا منافات نہ رہی اگر یہ کہا جائے کہ صبح کی نماز کا وقت طلوعِ شمس سے ختم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ظہر کی نماز کا وقت داخل نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں طلوعِ شمس تک فجر کا وقت متعین ہے۔

اسماءِ رجال : ۱؎ ابو برزہ صحابی ہیں ۲؎ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن محاربی کوفی ہیں۔ ۲۱۱ ہجری میں فوت ہُوئے ۳؎ زائدہ بن قدامہ حدیث ۲۶۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ حُمَیْد نماز کی حالت میں وفات پائی تھی۔

باب نمازِ فجر کی فضیلت

۵۵۰ — ترجمہ : حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۵۵۱ ۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَقَالَ ابْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَهُ بِهٰذَا ۔

۵۵۲ ۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ حَدَّثَنَا حَبَّانُ قَالَ ثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ جَمْرَةَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ ۔

کے حضور موجود تھے اچانک آپ نے بدر کی رات میں چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا خبردار! تم عنقریب اپنے رب کو ایسے ہی دیکھو گے جیسے اس کو دیکھتے ہو اس کے دیکھنے میں تم کو زحمت نہیں ہوتی اگر طاقت رکھتے ہو کہ سورج کے طلوع سے پہلے کی نماز اور اس کے غروب ہونے کے بعد کی نماز پڑھنے میں تم مغلوب نہ ہو تو یہ نمازیں پڑھو پھر فرمایا طلوعِ شمس سے پہلے کی نماز اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو۔

۵۵۰ ۔ شرح : باب فضل صلوٰۃ العصر حدیث ۵۳۷ میں اس حدیث کی تفصیل گزر چکی ہے۔ لَا تُضَاهُوْنَ کا معنی مشابہت ہے اور لَا تُضَامُّوْنَ ،، ضیم سے ہے اس کا معنی تعب و مشقت ہے حدیث کے الفاظ کا معنی یہ ہے کہ تم پر مشتبہ نہ رہے اور تم کو اس میں شک نہ ہو جس کے باعث تم اس کی رویت میں ایک دوسرے سے معارضہ کرو اور زحمت و مشقت میں مبتلا ہو جاؤ۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت علیٰ صلوٰۃ قبل طلوع الشمس کے جملہ میں ہے۔

۵۵۱ ۔ ترجمہ : ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی صبح اور عصر کی نماز پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۵۵۲ ۔ ترجمہ : ابوبکر بن عبد اللہ نے اپنے باپ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جیسی روایت کی۔

۵۵۱ ۔ ۵۵۲ ۔ شرح : ہر ایک نماز کا یہی حکم ہے۔ ان نمازوں کی تخصیص میں ان کی فضیلت و شرافت کا اظہار اور ان کی محافظت کی ترغیب دلانا ہے اور تحقق و قوع کے لئے ماضی کا صیغہ ذکر فرمایا ہے۔ یہ دونوں نمازیں دن کے دونوں کناروں میں پڑھی جاتی ہیں جبکہ خنکی ہوتی ہے اور گرمی ک [illegible]

بَابُ وَقْتِ الْفَجْرِ

۵۵۳ـ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ يَعْنِي آيَةً

۵۵۴ـ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ سَمِعَ رَوْحَ بْنَ عُبَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلَّى قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلٰوةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً

باب فجر کا وقت

۵۵۳ــ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زید بن ثابت نے ان کو خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا سحری اور نماز کے درمیان کتنا فاصلہ تھا زید بن ثابت نے کہا ان کے درمیان پچاس یا ساٹھ آیات کی تلاوت کی مقدار وقت ہوتا تھا۔

۵۵۴ــ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کا کھانا کھایا جب اس سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی ہم نے انس سے کہا سحری کھانے سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا اندازہ اس کا کہ مرد پچاس آیات پڑھ لے۔

۵۵۳ــ۵۵۴ــ شرح : ان دونوں حدیثوں کے ترجمہ سے مطابقت اس اعتبار سے ہے کہ وہ سحری کھانے کے بعد پچاس آیات کی تلاوت کی مقدار کے بعد نماز پڑھتے

٥٥٥ ـ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ عَنْ سُلَيْمٰنَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ تَكُونُ سُرْعَةٌ بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٥٥٦ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلٰوةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ

کھڑے ہوئے یہ طلوعِ فجر کی ابتداء اور صبح کا اوّل وقت ہے۔ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ صبح کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوعِ فجر کے قریب تک سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے

٥٥٥ — ترجمہ : سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر سحری کھاتا پھر مجھے یہ جلدی ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پاؤں۔

٥٥٦ — ترجمہ : عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو خبر دی کہ مومن عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز میں حاضر ہوتیں جبکہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں پھر وہ جس وقت نماز ادا کرکے اپنے گھروں کو لوٹتیں تو غلس کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہ سکتا تھا۔

٥٥٥ — ٥٥٦ — شرح : چاہیے تو یہ تھا کہ کَانَتْ نِسَاءُ فرماتے مگر یہ اَسَرُّوا النَّجْوَی الَّذِيْنَ کی طرح ہے كُنَّ کا فاعل ضمیر ہے اور نساء ضمیر فاعل سے بدل واقع ہوتا ہے۔ جیسے الذین ھم ضمیر فاعل سے بدل ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نِسَاءُ کی اضافت مومنات کی طرف اپنے نفس کی طرف اضافت ہے مگر دراصل نساء کی اضافت انفس کی طرف ہے جو مومنات کا موصوف محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں ہے نِسَاءُ الْاَنْفُسِ الْمُؤْمِنَاتِ لہٰذا شئی کی اضافت اپنے نفس کی طرف نہ ہوئی۔ پہلے حدیث میں گزرا ہے لوگ صبح کی نماز سے اس وقت پھرتے جبکہ ہم اپنے قریب والے ساتھی [illegible]

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

۵۵۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَنِ الْأَعْرَجِ يُحَدِّثُونَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ

یہ دور سے عورتوں کی روئیت کی خبر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں مخالفت نہیں صبح کے وقت کی تفصیل حدیث ع۳۶۷ میں دیکھیں

اسماء رجال : ع۱ عمرو بن عاصم حافظ بصری ہیں۔ ۲۲۳ ۔ہجری میں فوت ہوئے ع۲ ہمام کے والد یحییٰ ہیں۔ ع۳ حسن بن صباح بزار حدیث ع۴۳ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۴ روح بن عبادہ حدیث ع۴۵ کے اسماء میں ہیں ع۵ سعید بن ابی عروبہ حدیث ع۲۸۲ کے اسماء میں ہیں۔

باب ـ جس نے فجر کی نماز کی ایک رکعت پالی "

۵۵۷ ـ **ترجمہ** : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح کی نماز کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پالی اس نے صبح کی نماز پالی اور جس نے عصر کی ایک رکعت غروب شمس سے پہلے پالی اس نے عصر کی نماز پالی۔

۵۵۷ ـ **شرح** : حدیث ع۵۵۳ میں اس حدیث کی تفصیل گزری ہے۔ اس حدیث کا ایک محمل یہ بھی ہے کہ طلوع شمس یا غروب شمس سے پہلے اتنا وقت تھا کہ اس میں بچہ بالغ ہوگیا یا حائض عورت طاہر ہوگئی یا کافر مسلمان ہوگیا اور وہ ایک رکعت نماز پڑھ سکتے ہیں تو ان پر صبح اور عصر کی نماز واجب ہوگئی اور اگر صرف تکبیر تحریمہ پائی اور سورج طلوع یا غروب ہوگیا جب بھی ان پر یہ نمازیں واجب ہوگئیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی اصح قول یہی ہے۔ اس حدیث میں ایک رکعت کا ذکر

بَابُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الصَّلٰوةِ رَكْعَةً

۵۵۸ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ

غالب احوال کے اعتبار سے کیا ہے۔ کیونکہ ساری نماز پالینا تو بالاتفاق ضروری نہیں تو لا محالہ ایک رکعت اور تکبیر تحریمہ میں فرق نہ کیا جائے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث میں یہ صراحت ملتی ہے کہ جس نے صبح کی یا عصر کی ایک رکعت پڑھی پھر سلام سے پہلے وقت نکل گیا تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی وہ نماز پوری کرے۔ عصر کی نماز میں تو سب کا اتفاق ہے، البتہ فجر کی نماز میں امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ اثنائے نماز میں سورج طلوع ہونے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نماز سے نہی کا وقت داخل ہو گیا ہے اور یہ حدیث ان پر حجت ہے مگر احناف کہتے ہیں یہ حدیث امام اعظم پر حجت نہیں۔

اسماء رجال : زید بن اسلم اور عطاء بن یسار دونوں حدیث ۲۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ بُسر بن سعید تابعی ہیں ان کی کنیت ابوسعید ہے۔ مدینہ منورہ کے باشندے تھے۔ نہایت ہی زاہد اور متقی تھے۔ دنیا سے بالکل منقطع تھے۔ سو ہجری میں فوت ہوئے۔

باب۔ جس نے نماز کی ایک رکعت پائی

۵۵۸ — ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔

۵۵۸ — شرح : پہلے اور اس باب میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں اس شخص کا ذکر ہے جو وقت میں ایک رکعت پالے اور اس باب میں اس شخص کا ذکر ہے جو نفس صلوٰۃ سے رکعت پالے۔ علامہ عینی نے کہا کہ پہلا باب خاص ہے اور یہ باب عام ہے۔ تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر نہیں اور جو شخص ایک رکعت پالے وہ ساری نماز نہیں پا سکتا کہ ایک رکعت پانے کے باعث پوری نماز سے فارغ ہو جائے بلکہ مضاف محذوف ہے یعنی اَدْرَكَ حُكْمَ الصَّلٰوةِ، بعض علماء کہتے ہیں حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی اس نے نماز کی فضیلت پالی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب

بَابُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

۵۵۹ — حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِی رِجَالٌ مَرْضِيُّوْنَ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِی عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ

جمعہ میں امام کے سلام سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی وہ جمعہ کی دو رکعتیں پڑھے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نماز امام کے ساتھ پاؤ وہ پڑھ لو اور جو نماز امام کے ساتھ رہ جائے اسے قضاء کرلو، جمعہ کی نماز امام کے ساتھ دو رکعتیں فوت ہوئی ہیں اس لئے دو رکعت ہی پوری کرے۔

باب — فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک نماز پڑھنا

۵۵۹ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے پاس معتبر لوگوں نے بیان کیا اور میرے نزدیک ان سب سے زیادہ معتبر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔

۵۵۹ — شرح : باب کے عنوان میں صرف فجر مذکور ہے اور حدیث میں فجر اور عصر دونوں کا ذکر کیا اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ باب میں مذکور تمام احادیث میں فجر ہی کا پہلے ذکر ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فجر کے بعد سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز نفل نہیں پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد جو آپ ہی کے ساتھ مختص تھی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی)

اس حدیث سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ فجر کی نماز کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد غروبِ شمس سے پہلے نفل پڑھنے مکروہ ہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا اس میں بے شمار احادیث وارد ہیں کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور جو بخاری اور مسلم

۵۶۰ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي نَاسٌ بِهٰذَا

۵۶۱ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيبَ تَابَعَهُ عَبْدَةُ

نے اسود کے واسطہ سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں کبھی ترک نہ کیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے والے کو مارتے تھے اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ان دو رکعتوں میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس خصوصیت کی واضح دلیل ہے۔ اس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

اسماء رجال : ع۱ حفص بن عمر حوضی ہیں حدیث ع۱۶۷ کے اسماء میں ع۲ ہشام دستوائی حدیث ع۴۲ کے اسماء میں ع۳ ابو العالیہ بن مہران ریاحی ہیں انہیں قبیلہ بنی ریاح کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ انہوں نے کفر کا زمانہ پایا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دو سال بعد اسلام قبول کیا۔ اور نوّے ہجری میں فوت ہو گئے۔

۵۶۰ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مجھے چند لوگوں نے اس طرح بیان کیا۔

۵۶۱ — ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت کسی نماز کا قصد نہ کرو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو سورج بلند ہونے تک نماز سے رک جاؤ اور تاخیر کرو اور جب سورج کا کنارہ غروب ہو جائے تو نماز میں تاخیر کرو حتّٰی کہ سورج غائب ہو جائے عَبْدَۃ نے اس کی متابعت کی ہے۔

۵۶۱ — شرح : مشرک سورج کے طلوع اور غروب کے وقت اس کی عبادت کرتے ہیں اس لئے ان کے

۵۶۲ — حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لُبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهٖ اِلَى السَّمَاءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ۔

ساتھ مشابہت ہونے سے منع فرمایا۔ لفظ لَا تَحَرَّوْا نہی کا صیغہ ہے یعنی ان دونوں وقتوں سورج کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنی مکروہ ہے اور کثیر احادیث میں اس پر منع وارد ہے۔ عَبْدَۃ" بن سلیمان کلابی کوفی ہیں ان کی کنیت ابو محمد ہے کہا گیا ہے کہ ان کا نام عبدالرحمٰن ہے اور عَبْدَہ لقب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: عبدہ ثقہ ہے ثقہ ہے۔ اس پر مزید یہ کہ صالح تھے اور شدید الفقر تھے۔ ۱۸۸ ہجری کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ عَبْدَہ بن سلیمان نے یحییٰ بن سعید قطان کی ہشام سے روایت میں متابعت کی ہے۔

۵۶۲ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خرید و فروخت، دو لباس اور دو نمازوں سے منع فرمایا، نماز فجر کے بعد نماز پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج نکل آئے۔ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے سے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔ اشتمال صماء ایک کپڑے میں گھٹ مارنے سے جبکہ اس کی شرمگاہ برہنہ ہوتی ہو اور بیع منابذہ اور ملامسہ سے منع فرمایا۔

۵۶۲ — شرح: ان دونوں وقتوں میں نوافل مطلقاً ممنوع ہیں مگر غروب سے قبل سورج کی دھوپ زرد ہونے سے پہلے عصر کی نماز کے بعد نماز کی قضاء پڑھنا جائز ہے اور نفل مطلقاً ناجائز ہیں۔ اگرچہ تحیۃ المسجد کے نفل ہی کیوں نہ ہوں۔ اور دھوپ زرد ہو جانے کے بعد قضاء نماز بھی جائز نہیں۔ ملامسہ، منابذہ جاہلیت کی بیوع ہیں۔ اسی طرح جاہلیت میں القاء حجر سے بیع کرتے تھے اور وہ یہ کہ دو شخص اس طرح بیع کرتے کہ ایک شخص بیع کی صورت میں دوسرے شخص کی طرف کپڑا وغیرہ پھینکتا جبکہ وہ اُسے اُلٹ پلٹ کر بھی نہ دیکھتا تو بیع ہو جاتی یہ بیع منابذہ کہلاتی ہے۔ بیع ملامسہ یہ ہے کہ کوئی شخص بیع کی صورت میں دیکھے بغیر کپڑے کو مس کرتا تو بیع ہو جاتی۔ اسی طرح اگر بیع کی صورت میں کپڑے پر کنکری ڈالتا تو بیع ہو جاتی یہ بیوع دھوکا اور عدم رضا سے خالی نہیں اس لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب سے منع فرما دیا۔ حدیث ۳۶۲ باب مَا يَسْتُرُ مِنَ الْعَوْرَةِ میں اس حدیث کی وضاحت ہو چکی ہے۔

بَابُ لَا يَتَحَرَّى الصَّلٰوةُ قَبْلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

۵۶۳ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرّٰى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا

۵۶۴ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ الْجُنْدَعِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ

اسماء رجال : ۱؎ عُبَید بن اسماعیل ان کی کنیت ابو محمد ہباری ہے کہا گیا ہے کہ ان کا نام عُبَیدُ اللہ ہے اور عُبَید مشہور ہے۔ آپ کوفی ہیں اور ۲۵۰ ہجری میں فوت ہوئے ۲؎ عُبَیدُ اللہ آپ عمر بن حفص کے بیٹے ہیں اپنے ماموں ابوالحارث خُبیب انصاری خزرجی سے روایت کرتے تھے۔ ۱۸۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ فضیلت اور عبادت میں اہلِ مدینہ کے سردار تھے۔ ۳؎ حفص بن عاصم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہم کا ذکر ہو چکا ہے۔

باب ـ سُورج کے غروب سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے "

۵۶۳ ـ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم سے کوئی شخص نماز کا قصد نہ کرے یں طلوع شمس کے وقت اور نہ ہی اس کے غروب کے وقت نماز پڑھے۔

۵۶۵ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ اَبَانٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّكُمْ لَتُصَلُّوْنَ صَلٰوةً لَقَدْ صَحِبْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَاَيْنَاهُ يُصَلِّيْهِمَا وَلَقَدْ نَهٰى عَنْهُمَا يَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ

۵۶۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ خُبَيْبٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ

۵۶۴ ـ ترجمہ: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور نہ ہی عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے

۵۶۳ ـ ۵۶۴ ـ شرح: قبل الغروب اور عند الغروب سے مراد واحد ہے لہٰذا حدیث ترجمہ کے مطابق ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ ترجمہ میں قبل الغروب اور حدیث میں عند الغروب ہے حدیث ۵۶۱ میں اس کی تقریر گزری ہے۔ لَاصَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ میں "لَا" جنس کی نفی کے لئے ہے یعنی صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نفی نہی کے معنی میں ہو یعنی "لَا تُصَلُّوْا"، اصح یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہہ کے لئے ہے احناف کہتے ہیں ان دونوں وقتوں میں فوت شُدہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ سجدہ تلاوت بھی کر سکتے ہیں اور نمازِ جنازہ بھی جائز ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نماز پڑھتا ہوں جیسے اپنے ساتھیوں کو میں نے نماز پڑھتے دیکھا میں کسی کو رات یا دن میں جو بھی وہ چاہے نماز پڑھنے سے منع نہیں کرتا ہوں سوا اس کے طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کا قصد نہ کرو۔

عطاء بن یزید جندعی کا حدیث ۱۴۴ میں ذکر ہو چکا ہے۔

۵۶۵ ـ ترجمہ: حمران بن ابان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ تم ایک نماز پڑھتے ہو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہم نے آپ کو کبھی یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں سے منع فرمایا۔

۵۶۶ — **ترجمہ :** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں سے منع فرمایا فجر کی نماز کے بعد حتی کہ سورج نکل آئے اور عصر کی نماز کے بعد حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔

۵۶۵ — ۵۶۶ — **شرح :** جواز صلوٰۃ کے لئے صرف طلوعِ شمس کافی نہیں بلکہ ارتفاعِ شمس ضروری ہے۔ دوسری احادیث کا مدلول بھی یہی ہے
بعض علماء نے کہا کہ جن روایات میں ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا وہ اس نماز پر محمول میں جس کا کوئی سبب ہو اور جو نمازیں سبب پر مبنی ہیں جیسے تحیۃ المسجد سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر وغیرہ وہ اس ممانعت میں داخل نہیں مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جو احادیث ان وقتوں میں نماز پڑھنے کی نفی پہ دلالت کرتی ہیں وہ عام ہیں لہٰذا اُن کے عموم پر عمل ترک نہ کیا جائے گا اور ان وقتوں میں مطلقاً نفل مکروہ ہیں ان کا سبب ہو یا نہ ہو۔

اسماء رجال : محمد بن ابان بلخی ان کی کنیت ابو بکر مستملی ہے۔ آپ حمدویہ مشہور ہیں۔ ۲۴۴۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ بعض انہیں محمد بن ابان واسطی کہتے ہیں ع۲۔ ابوالتیاح یزید بن حمید ضبعی بصری ہیں ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے اس حدیث کے راوی بصری ہیں۔ ع۳۔ حمران بن ابان بن خالد بن عبد عمرو عین تمر کے قیدی تھے خالد بن ولید نے انہیں قید کیا تھا۔ جب خالد بن ولید نے انہیں ذہین ذکی غلام پایا تو انہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اُنھوں نے آزاد کر کے اپنا کاتب اور حاجب مقرر کیا وہ صحیح الحدیث ہیں۔
یہ تینوں حضرات تابعی ہیں۔

ع۴ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی ہیں۔ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن آپ کے والد ابو سفیان بھی فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اُنھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۶۳ حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے امام بخاری نے صرف آٹھ احادیث ذکر کی ہیں۔ ساٹھ ہجری کو دمشق میں فوت ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں شام کے حاکم مقرر کیے گئے اور فوت ہونے تک شام کے حاکم رہے۔ تقریباً چالیس برس آپ حاکم رہے۔
آخر عمر میں آپ کو لقوہ ہو گیا آپ یہ کہا کرتے تھے۔ کاش میں ذی طوی میں ایک عام قریشی ہوتا اور حکومت کے دھندے میں نہ پڑتا آپ کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک، قمیص کچھ بال شریف اور ناخن تھے انہوں نے وصیت کی تھی کہ انہیں قمیص بطور کفن پہنا دی جائے اور چادر میں انہیں لپیٹ دیا جائے۔ اور آپ کا ازار انہیں پہنایا جائے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں اور صدغین اور مواضع سجود پر آپ کے بال شریف اور ناخن رکھ دیئے جائیں اور پھر ارحم الراحمین کے حوالہ کر دیا جائے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَكْرَهِ الصَّلٰوةَ اِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

رَوَاهُ عُمَرُ وَابْنُ عُمَرَ وَ اَبُوْسَعِيْدٍ وَ اَبُوْهُرَيْرَةَ

۵۶۷ ـ حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُصَلِّيْ كَمَا رَاَيْتُ اَصْحَابِيْ يُصَلُّوْنَ لَا اَنْهٰى اَحَدًا يُصَلِّيْ بِلَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ مَا شَاءَ غَيْرَ اَنْ لَّا تَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا

باب جس نے نماز کو مکروہ نہ جانا مگر عصر اور فجر کی نمازوں کے بعد

حضرت عمر فاروق، عبداللہ بن عمر، ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے اسے روایت کیا

۵۶۷ ـ ترجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں ایسے نماز پڑھتا ہوں جیسے میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں کسی کو منع نہیں کرتا۔ وہ رات اور دن میں جو نماز چاہے پڑھے مگر طلوعِ شمس اور غروبِ شمس کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

۵۶۷ ـ شرح : اس باب میں بخاری کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو نصف نہار میں نماز سے منع کرتے ہیں چنانچہ لَا اَمْنَعُ اَحَدًا يُصَلِّيْ بِلَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اس پر واضح دلالت کرتا ہے۔ دراصل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ساری رات اور دن بھر میں نماز سے منع نہ کرنا عام ہے۔ البتہ انھوں نے ان دو وقتوں میں نماز کا قصد کرنے سے منع کیا۔ اور جس حدیث میں یہ ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن کے سوا نصف نہار میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا وہ حدیث غریب ہے۔ احناف کے نزدیک سورج کے طلوع و غروب ہونے اور استواء کے وقت کوئی نماز فرض ہو یا نفل نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہی سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں۔ البتہ ان اوقات میں اگر جنازہ حاضر ہو جائے تو وہ بلا کراہت جائز ہے اگر جنازہ پہلے رکھا ہوا ہو اور نمازِ جنازہ نہ پڑھی حتیٰ کہ ممنوع وقت ہو گیا تو اس وقت نمازِ جنازہ پڑھنی بھی مکروہ ہے۔

کُریب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے کہا حضرات عبداللہ بن عباس مسور اور عبدالرحمٰن بن ازہر نے اس کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا حال

بَابُ مَا يُصَلَّى بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ

۵۶۸ ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَالَّذِي ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكَهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ وَمَا لَقِيَ اللّٰهَ حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيرًا مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثَقِّلَ عَلَى أُمَّتِهِ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ

۵۶۹ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ابْنَ أُخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

در یافت کیا ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک جاریہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ سے یہ دریافت کر کے آئے (یہ طویل حدیث ہے) سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو امیہ کی بیٹی تو نے عصر کے بعد دو رکعتوں کے متعلق پوچھا ہے۔ میرے پاس قبیلہ عبد القیس کا وفد آیا میں ان سے گفتگو میں مصروف رہا جبکہ انھوں نے آپ سے بعض احکام دریافت کیے تھے اور ظہر کے فرضوں کے بعد والی دو رکعتیں رہ گئیں حتی کہ عصر کا وقت داخل ہو گیا اور وہ عصر کی نماز کے بعد پڑھیں۔ یہ وہ دو رکعتیں ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل فرماتے اس پر مداومت فرماتے ہیں اس لئے وہ دو رکعتیں عصر کے بعد آپ پڑھا کرتے تھے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ لہٰذا اس پر قیاس کر کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس نماز کا کوئی سبب ہو وہ ممنوع وقت میں بلا کراہت جائز ہے

ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ہیں ان کا نام ہند بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ہے یہ قرشیہ مخزومیہ ہیں۔ ۵۹ ہجری کے شوال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمارت کے اواخر ایام میں فوت ہوئیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی

السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ

۵۷۰ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَعُهُمَا سِرًّا وَّلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ

باب ـ عصر کی نماز کے بعد جو بھی قضا یا اس جیسی نماز پڑھے ''

کریبؓ نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل سے منع فرمایا اور فرمایا قبیلہ عبدالقیس کے لوگوں نے مجھے ظہر کے بعد دو رکعتوں سے مشغول کر دیا (اس لئے آپ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے)

۵۶۸ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس ذات کی قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لے گئی آپ نے عصر کے بعد دو رکعتیں ترک نہ کیں حتی کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے حتی کہ نماز سے بوجھل ہو گئے اور اکثر نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے یعنی عصر کے بعد والی دو رکعتیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ دو رکعتیں پڑھتے اور مسجد میں نہ پڑھتے یہ خوف کرتے ہوئے کہ آپ کی امت پر بوجھ ہوگا۔ جبکہ آپ کو ان کی تخفیف پسند تھی۔

۵۶۹ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے میرے بھانجے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد دو رکعتیں کبھی ترک نہ کیں۔

۵۷۰ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازیں نہ چھوڑتے تھے نہ خفیہ نہ علانیہ دو رکعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور دو عصر کی نماز کے بعد

۵۶۸ـ۵۶۹ـ۵۷۰ ـ شرح : ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی حدیث میں رکعتان سے مراد صلاتان ہے۔ کیونکہ

۵۷۱ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلٰى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ

بَابُ التَّبْكِيرِ بِالصَّلٰوةِ فِي يَوْمِ غَيْمٍ

۵۷۲ ـ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى هُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ أَبَا الْمَلِيحِ حَدَّثَهُ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي

اس کی تفسیر چار رکعتوں سے کی ہے یعنی جزء کا کُل پر اطلاق فرمایا ہے

ان احادیث میں عصر کے بعد دو رکعتیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد نے ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد نماز پڑھتے اور لوگوں کو منع فرماتے اور روزوں میں وصل کرتے اور لوگوں کو منع فرماتے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ع۱ عبدالواحد بن ایمن حدیث ع۴۴۰ کے اسماء میں ع۲ عبدالواحد ابن زیاد حدیث ع۳۵ کے اسماء میں ع۳ شیبانی ابواسحاق اور عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید نخعی حدیث ع۲۹۸ کے اسماء میں دیکھیں۔

---

۵۷۱ ـــ ترجمہ : ابواسحاق نے کہا میں نے اسود اور مسروق کو دیکھا وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے ام المؤمنین نے کہا کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی روز عصر کے بعد میرے پاس تشریف نہ لاتے مگر دو رکعتیں ضرور پڑھتے

۵۷۱ ـــ شرح : کئی بار گزرا ہے کہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور یہ آپ ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ تحری کا بھی یہی معنی ہے۔

اسماء رجال : محمد بن عرعرہ حدیث ع۴۶ کے اسماء میں گزرا ہے۔ ابواسحاق سُبَیعی ہمدانی حدیث ع۳۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ مسروق حدیث ع۳۳ کے اسماء میں مذکور

غَنْمِ فَقَالَ بَكِّرُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهٗ

بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ ذِهَابِ الْوَقْتِ

۵۷۳ — حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سِرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَّسْتَ بِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ بِلَالٌ اَنَا اُوْقِظُكُمْ فَاضْطَجَعُوْا وَ اَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهٗ اِلٰى رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب — بادل کے روز نماز جلدی پڑھنا

۵۷۲ — ترجمہ: ابوالملیح رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ہم ایک دفعہ بادل کے دن بریدہ کے ساتھ تھے انھوں نے کہا نماز جلدی پڑھ لو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کے عمل ضائع ہوگئے۔

۵۷۲ — شرح: جس نماز کو جلدی پڑھنے کے لئے کہا وہ عصر کی نماز تھی تاکہ تاخیر کرنے سے عصر کا وقت نکل نہ جائے۔ عصر کی نماز کے ترک پر وعید میں یہ اشارہ ہے کہ باقی نمازیں بھی اسی طرح ضروری ہیں کیونکہ فرضیت میں وہ سب برابر ہیں۔ اس تقریر سے ترجمہ اور حدیث میں مطابقت واضح ہوگئی اور یہ نہ کہا جائے کہ ترجمہ میں بادل کے روز نماز جلدی پڑھنے کا حکم ہے اور اس میں کسی نماز کی خصوصیت نہیں اور حدیث میں عصر کی نماز کی خصوصیت ہے اور عصر کی نماز کو اسی لئے خصوصیت سے ذکر کیا کہ یہ وقت مصروفیت کا ہے۔ بعض روایات میں فجر کی نماز کا ذکر بھی ہے کیونکہ وہ آرام اور غفلت کا وقت ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال: معاذ بن فضالہ حدیث ع۳۱۹ کے اسماء میں دیکھیں۔ باقی راوی اور حدیث کے متعلق مباحث حدیث ع۵۳۹ میں دیکھیں۔

وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ اَيْنَ مَا قُلْتَ قَالَ مَا اُلْقِيَتْ عَلَيَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَآءَ يَا بِلَالُ قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ فَتَوَضَّأَ فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلّٰی

باب۔ وقت گزر جانے کے بعد اذان کہنا

۵۷۳۔ ترجمہ : ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا۔ بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ آرام فرما لیتے تو ہمارے لئے آسانی ہو جاتی۔ فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تم نماز پڑھنے سے رہ جاؤ گے اور سوئے رہو گے۔ بلال نے کہا میں سب کو بیدار کر دوں گا۔ چنانچہ سب سو گئے اور بلال نے اونٹنی سے اپنی پشت لگالی تو ان پر ان کی آنکھوں نے غلبہ کر لیا اور وہ سو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے جبکہ سورج کا کنارہ نکل چکا تھا۔ فرمایا : اے بلال تمہارا کہنا کہاں ہے۔ بلال نے کہا حضور! ایسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی۔ فرمایا : اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کر لیں اور جب چاہا ان کو واپس کر دیا اے بلال! اٹھو نماز کے لئے اذان کہو بلال نے وضو کیا اور جب چاہا ان کو واپس کر دیا اے بلال! اٹھو نماز کے لئے اذان کہو۔ بلال نے وضو کیا اور جب سورج سفید اور بلند ہو گیا تو آپ اٹھے اور صبح کی نماز قضا فرمائی!

۵۷۳۔ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو قبض کر لیا جیسے قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفس فوت کر دیتا ہے اور جو اپنی نیند میں نہ مرے، انقباض روح سے موت واقع نہیں ہوتی، کیونکہ نیند کی صورت میں روح کا صرف ظاہر بدن سے تعلق منقطع ہوتا ہے اور موت کی صورت میں ظاہر اور باطن دونوں میں روح کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے اسی لئے نیند کو اخو الموت کہا جاتا ہے۔ روح لطیف جوہر نورانی ہے مذکر و مؤنث ہوتی ہے۔ ردی اشیاء اور غذاء اسے مکدر کر دیتی ہیں وہ بدن میں تصرف کرتی ہے۔ غذاء کھانے سے بری ہے گھٹنے بڑھنے سے منزہ ہے۔ کلیات و جزیات کی مدرکہ ہے۔ یہ بدن کے بعد باقی رہتی ہے فنا نہیں ہوتی اور بدن کی محتاج نہیں ایسی شئے عالم عنصر سے نہیں ہوتی بلکہ عالمِ ملکوت سے ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ میت کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو روح کہتی ہے "یَا اَهْلِيْ یَا وَلَدِيْ" اے میرے گھر والو اے میری اولاد اس حدیث شریف سے علماء احناف نے استدلال کیا کہ فوت شدہ نماز کو قضا کرتے وقت اذان و اقامت کہی جائے۔ اور اگر کئی نمازیں فوت ہو جائیں تو پہلی نماز کے لئے اذان و اقامت کہہ لی جائے

اور باقی نمازوں میں اختیار ہے اگر چاہے ہر نماز کے لئے اذان واقامت کہہ لے اگر چاہے تو صرف اقامت پر اکتفا کرے کیونکہ ایک روایت میں یہ ہے کہ اذان واقامت سے نمازیں قضا کرے اور دُوسری روایت میں ہے کہ پہلی نماز کے لئے اذان واقامت کہہ لے اور باقی میں ہر ایک کے لئے اقامت کہہ لے احناف نے روایات کے اس اختلاف کے باعث یہ اختیار کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ عذر کے باعث فوائت نمازوں کی قضاء میں جلدی ضروری نہیں لیکن علی الفور قضا مستحب ہے۔

اس حدیث سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ جب صبح کی نماز قضاء ہوجائے تو دو سنتیں قضا نہ کرے دیگر آئمہ کرام کہتے ہیں صبح کی نماز سے پہلے والی سنتیں قضاء کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جب صبح کی دو سنتیں رہ جائیں تو زوال سے پہلے سُورج بلند ہونے کے بعد ان کو پڑھ لے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما نے کہا اگر سنتیں تنہا قضا ہوجائیں تو ان کو قضا نہ کرے اور جب فرضوں سمیت قضا ہوجائیں تو بالاتفاق قضاء کرے۔ یہ حدیث شریف احناف کے نزدیک قوی تر دلیل ہے کہ طلوعِ شمس کے وقت کوئی نماز جائز نہیں۔ کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سُورج بُلند ہونے اور سفید ہونے سے پہلے نماز نہیں پڑھی۔ اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ لیلۃ التعریس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رہ گئی تھی جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں دل بیدار رہتا تھا۔ یہی حال ہر پیغمبر کا تھا تو صبح کی نماز کیسے فوت ہوگئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بیداری کی حالت میں بعض افعال سے نسیان ہوجاتا تھا۔ تاکہ مشروع ہوجائے اسی طرح نیند کی حالت میں بھی آپ کو حکمتِ تشریع احکام کے لئے نسیان ہوجاتا تھا۔ لیلۃ العریس میں آپ کے قلب شریف کی التفات اللہ تعالیٰ نے مبذول کردی جس سے نسیان طاری ہُوا اور صبح کی نماز کی قضاء کا حکم مشروع ہُوا اسی طرح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب ایک سفر میں ہار گم ہُوا لوگ اس کی تلاش میں مصروف رہے جبکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر اقدس رکھ کر سو رہے تھے حتیٰ کہ صبح ہوگئی اور تیمم کی آیت نازل ہوئی اور جب اُونٹ کو اٹھایا تو نیچے سے ہار مل گیا یہ ناممکن ہے کہ قریب ہار پڑا ہے اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ ہو جبکہ آپ سے مستفیض ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہوجائے جس کے ساتھ میں اس کا گھٹنا باندھتا ہوں تو اُسے قرآن کریم میں تلاش کرلیتا ہوں کہ وہ کہاں پڑی ہے (تفسیر اتقان جلد ۲ صـ۱۲۶)

معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان طاری کردیا تھا تاکہ تیمم کا حکم مشروع ہوجائے۔ لیلۃ التعریس میں سونے سے پہلے ہی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فوت ہوجانے سے ان کو آگاہ فرمادیا تھا۔ کیونکہ کبھی کا کسی شئے سے متعلق ڈر کا اظہار کرنا اس شئی کے وقوع پر دلالت کرتا ہے ایسے سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا: أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ ،، اسی طرح سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلٰوةِ حطلانے سے

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذِهَابِ الْوَقْتِ

۵۷۴ ــ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ

کی کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس وادی سے نکل جانے کا حکم دیا کیونکہ وہاں نماز کا فوت ہوجانا اس مقام کی نحوست کی وجہ سے تھا تو جن لوگوں کی نمازیں اپنے گھروں میں ہر روز فوت ہوتی ہیں ان کو کن الفاظ سے سمجھایا جائے؟

اسماء رجال : عمران بن میسرہ حدیث ۷۸ محمد بن فضیل حدیث ۳۷ کے اسماء میں دیکھیں۔ حُصین بن عبدالرحمٰن سلمی کوفی ہیں۔ ۱۳۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ عبداللہ بن ابی قتادہ حدیث ۱۵۳ کے اسماء میں دیکھیں۔

باب ــ جس نے وقت گزر جانے کے بعد لوگوں کو باجماعت نماز پڑھائی

۵۷۴ ــ ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، خندق کے روز غروب شمس کے بعد آئے اور کفارِ قریش کو سب وشتم کرنے لگے کہا یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہ پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے بھی نہیں پڑھی۔ ہم بطحان کی طرف چلے گئے اور آپ نے نماز کے لئے وضوء کیا اور ہم نے بھی وضوء کیا آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب

بَابٌ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيْدُ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً وَاحِدَةً عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُعِدْ اِلَّا تِلْكَ الصَّلٰوةَ الْوَاحِدَةَ

۵۷۴ — شرح : مشرکین کے کئی لشکروں نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خندق کھودنے کا حکم دیا۔ اسے غزوہ احزاب کہتے ہیں جو ہجرت سے چوتھے سال واقع ہوا۔ مشرکین کے حملہ کے باعث خندق کھودی گئی جو نماز کے فوت ہونے کا سبب ہوئی اس لئے سیدنا عمر فاروق نے کفار کو سب وشتم کی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مَا كِدْتُ اَنْ اُصَلِّيَ الْعَصْرَ اس سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مغرب سے پہلے نماز پڑھ لی تھی مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کیدوت غروب شمس کی کیدوت کے وقت تھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وقوعِ صلوٰۃ اس میں تھی بلکہ یہ لازم آتا ہے کہ نماز اس میں واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے نماز نہ پڑھی حتی کہ غروب ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مغرب کی نماز باجماعت پڑھی تھی؛ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ کریمہ تھی کہ آپ نماز باجماعت ادا فرماتے تھے اس لئے یہ نہ کہا جائے گا کہ نماز باجماعت پر حدیث کی دلالت نہیں۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہابِ وقت تک نماز کو مؤخر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ خندق کھودنے میں مشغول تھے اور صلوٰۃ خوف ابھی مشروع نہ ہوئی تھی۔ آجکل یہ جائز نہیں کہ دشمن کے خوف سے نماز میں تاخیر کی جائے بلکہ صلوٰۃِ خوف پڑھی جائے گی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نماز عصر فوت ہونے کا ذکر ہے اور مؤطا میں ظہر یا عصر کا ذکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو سب وشتم کرنا جائز ہے اور بدون استحلاف قسم کھانا جائز ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تسلی کے لئے قسم کھائی تھی؛ کیونکہ تاخیر صلوٰۃ ان پر گراں گذری تھی۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ فرض نماز فوت ہو جائے تو اسے باجماعت قضاء کرنا جائز ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں صاحبِ ترتیب کے لئے وقتی نماز پر قضاء نماز کی تقدیم واجب ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں مستحب ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز بھول جائے اور امام کے ساتھ نماز پڑھتے وقت یاد آئے تو امام کے ساتھ نماز پوری کرے اور جب فارغ ہو تو بھولی ہوئی قضاء نماز پڑھے پھر امام کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرے۔ دارقطنی نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر کا قول ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا اس حدیث کو ابوحفص بن شاہین

۵۷۵ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ وَمُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِكَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ قَالَ مُوْسٰى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ بَعْدُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ وَقَالَ حَبَّانُ ثَنَا هَمَّامٌ ثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ

مرفوع ذکر کیا ہے۔ نمازوں میں ترتیب کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا صَلٰوةَ لِمَنْ عَلَيْهِ صَلٰوةٌ ،، واللہ اعلم!

باب ـ جو نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد کرے اس وقت پڑھ لے اور صرف وہی نماز پڑھے

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا جس نے ایک نماز بیس برس تک ترک کی وہ وہی ایک نماز پڑھے

۵۷۵ ـ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے وہ جب یاد کرے تو اسے پڑھے اس کا کفارہ صرف یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے ذکر کے وقت نماز قائم کر!

۵۷۵ ـ شرح : تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ بھول کر نماز ترک کرنے یا سوئے سوئے نماز ترک ہو جانے سے صرف قضا واجب ہے اور گناہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”میری امت سے خطا اور نسیان اٹھا لیا گیا ہے۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ کسی کی طرف سے نماز ادا کرنا جائز نہیں ہاں جس شخص کی کئی نمازیں فوت ہو گئی ہوں اور مرتے وقت ان سے فدیہ کی وصیت کر جائے تو نمازوں کا فدیہ دینا جائز ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو امید ہے کہ وہ قبول کرلے گا۔

”وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ،، یہ قتادہ کا قول نہیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف ہے، کیونکہ مسلم نے مثنیٰ کے طریق سے قتادہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی سو جائے اور سوئے سوئے اس کی نماز رہ جائے [illegible]

بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْاُوْلٰى فَالْاُوْلٰى

۵۷۶ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى هُوَ ابْنُ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ فَقَالَ مَا كِدْتُ اُصَلِّى الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ فَنَزَلْنَا بُطْحَانَ فَصَلّٰى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ السَّامِرُ

مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمِيْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هٰهُنَا فِىْ مَوْضِعِ الْجَمِيْعِ

۵۷۷ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمِنْهَالِ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ اَبِىْ اِلٰى اَبِىْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِىِّ فَقَالَ لَهٗ اَبِىْ حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الْمَكْتُوْبَةَ قَالَ

باب فوت شدہ نمازیں ترتیب سے قضاء کرنا

۵۷۶ ـ ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے روز عمر فاروق نے کفار قریش کو سب وشتم کرنا شروع کی۔ کہا سورج غروب ہونے کے قریب تک میں نماز نہ پڑھ سکا کہا ہم بطحان وادی میں اترے اور سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر مغرب کی نماز پڑھی۔

۵۷۶ ـ شرح: اس حدیث کا صریح مدلول یہ ہے کہ ان کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تھی: "کُفَّارَهُمْ" میں ضمیر کا مرجع قریش ہیں۔ کیونکہ کفار یقیناً قریش تھے جو نماز ادا کرنے سے مانع واقع ہوئے تھے۔ حدیث ۵۴۲ میں اس حدیث کی تفصیل گزری ہے۔

قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخِّرَ الْعِشَاءَ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ

باب ـ عشاء کی نماز کے بعد فضول باتیں مکروہ ہیں

۵۷۷ ـ ترجمہ: ابوالمنہال نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا میرے باپ نے اس سے کہا یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کیسے پڑھا کرتے تھے انہوں نے کہا دوپہر کی نماز جسے تم پہلی نماز کہتے ہیں اس وقت پڑھتے جس وقت سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز پڑھتے پھر ہم سے کوئی شخص مدینہ منورہ کی دوسری طرف اپنے گھر جاتا اور سورج زندہ ہوتا۔ میں بھول گیا کہ مغرب میں کیا کہا آپ کو یہ پسند تھا کہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھیں کہا عشاء کی نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد فضول باتیں کرنا اچھا نہ جانتے تھے اور صبح کی نماز سے اس وقت پھرتے جبکہ ہم سے کوئی اپنے ساتھی کو پہچان لیتا اس میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھا کرتے تھے۔

۵۷۷ ـ شرح: حدیث ۵۱۸ میں اس کی تفصیل گزری ہے۔ مکروہ باتوں سے مراد وہ ہیں جن کا فقہ اور نیک کلام سے تعلق نہ ہو فضول باتیں عشاء کے بعد اس لئے مکروہ ہیں کہ ان کے طول پکڑنے سے رات کا کافی حصّہ بیکار گزر جاتا ہے اور نیند میں خلل آتا ہے جس کی وجہ سے صبح کی نماز باجماعت فوت ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عشاء کے بعد فضول باتوں پر زجر کیا کرتے تھے۔

بَابُ السَّمَرِ فِي الْفِقْهِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

٥٧٨ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ انْتَظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَاثَ عَلَيْنَا حَتَّى قَرُبْنَا مِنْ وَقْتِ قِيَامِهِ فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هَؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَظَرْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ أَلَا إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا ثُمَّ رَقَدُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلٰوةَ قَالَ الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُونَ فِي خَيْرٍ مَا انْتَظَرُوا الْخَيْرَ قَالَ قُرَّةُ هُوَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ـ عشاء کی نماز کے بعد فقہ اور اچھی باتیں کرنا

٥٧٨ ـ ترجمہ: قرہ بن خالد نے کہا ہم نے حسن بصری کا انتظار کیا جبکہ انھوں نے آنے میں دیر کی حتیٰ کہ ان کے قیام کا وقت قریب آگیا وہ آئے اور کہا ہمارے ان ہمسایہ لوگوں نے ہمیں بلایا تھا۔ پھر حسن بصری نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا حتیٰ کہ آدھی رات ہوگئی اور تشریف لائے اور نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا خبردار! لوگوں نے نماز پڑھی پھر سوگئے اور تم جب تک نماز کے انتظار میں رہے ہمیشہ نماز ہی میں رہے۔ حسن بصری نے کہا لوگ جب تک نیک کام کے انتظار میں رہتے ہیں وہ نیک کام میں ہی ہوتے ہیں۔ قُرّہ نے کہا یہ انس کی حدیث ہے جو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

٥٧٨ ـ شرح: یعنی فقہ میں بحث و مباحثہ عشاء کی نماز کے بعد مکروہ نہیں فقہ میں بحث اگرچہ خیر میں داخل ہے مگر اس کی عظمتِ شان اور رفعت مقام کی وجہ سے اسے علیحدہ ذکر کیا ہے ترمذی میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رات گزرے تک امور المسلمین میں گفتگو

۵۷۹ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلوٰةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَهَلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنَّهَا تَخْرِمُ ذٰلِكَ الْقَرْنَ

فرمایا کرتے تھے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذکور قول اِنَّ الْقَوْمَ الخ انس کا کلام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں۔ حدیث ۵۲۵ اس سے متعلق گزرا ہے۔

اسماء رجال : عبداللہ بن صباح ۲۵۰ ہجری میں فوت ہوئے ۲ ابو علی عُبید اللہ بن عبدالمجید حنفی ۲۰۹ ہجری میں فوت ہوئے ۳ قرہ بن خالد سدوسی ۱۵۴ ہجری میں فوت ہوئے ۴ حسن بصری مشہور امام تابعی ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں

---

۵۷۹ ـ ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری زندگی میں عشاء کی نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا تم اس رات کی خبر دو (اس کی تاریخ یاد کرلو) جو کوئی زمین کی سطح پر اب ہے وہ سو سال کے آخر تک باقی نہ رہے گا۔ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقالہ میں غلط بیانی کرتے ہوئے اس طرف گئے جو سو سال سے متعلق باتیں کیا کرتے تھے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آج کے روز زمین کی پشت پر ہے وہ باقی نہ رہے گا۔ (آج سے سو سال بعد) اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ قرن (صدی) ختم ہو جائے گا۔

۵۷۹ ـ شرح : اس بارے میں لوگوں کی تاویلات مشہور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقالہ کی مراد کو نہیں سمجھا اور اس مقالہ کو ایسے محامل پر محمول کیا جو محض اوہام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلیتہً دنیا ختم ہو جانا مراد نہیں لیا تھا۔ بلکہ

بَابُ السَّمَرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ

٥٨٠ ـ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ثَنَا اَبِي قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا اُنَاسًا فُقَرَآءَ وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَاِنْ اَرْبَعٌ فَخَامِسٌ اَوْسَادِسٌ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ جَآءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَةٍ قَالَ فَهُوَ اَنَا وَاَبِي وَاُمِّي وَلَا اَدْرِي هَلْ قَالَ وَامْرَأَتِي وَخَادِمٌ بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْتِ اَبِي بَكْرٍ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صُلِّيَتِ الْعِشَآءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَآءَ اللّٰهُ قَالَتْ

آپ کی مراد یہ تھی کہ وہ جس قرن میں اب موجود ہیں یہ قرن سو سال تک ختم ہو جائے گا نہ کہ بالکل دُنیا ختم ہو جائیگی اَرَئَیْتَکُمْ کا معنی اَخْبِرُوْنِی ہے ۔ یعنی مجھے خبر دو ۔ کاف خطاب کے لئے ہے اور میم جماعت پر دلالت کرتی ہے ۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس امت کی عمریں بہت چھوٹی ہیں وہ عمل میں کوشش زیادہ کریں تاکہ تھوڑے وقت میں ثواب زیادہ حاصل کرلیں ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد علمی گفتگو اور اچھی باتیں کرنی جائز ہیں اور فضول باتیں مکروہ ہیں ۔ ابلیس ملعون ، حضرت خضر اور عیسیٰ علیہم السلام زمین کی پشت پر موجود نہیں ہیں اس لئے وہ اس حدیث کے مصداق میں داخل نہیں ہیں ۔

باب ـ مہمان اور بیوی کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا ۔

٥٨٠ ـ ترجمہ : عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اصحابِ صفہ غریب لوگ تھے

لَهُ امْرَأَتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ أَوَمَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عُرِضُوْا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَا هَنِيْئًا لَكُمْ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ شَبِعُوْا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُوْبَكْرٍ فَإِذَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلٰثِ مِرَارٍ فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ يَمِيْنَهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوْا مِنْهَا أَجْمَعُوْنَ أَوْ كَمَا قَالَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ اصحاب صفہ سے تیسرا آدمی ساتھ لے جائے اگر چار کا کھانا اس کے پاس ہے تو پانچواں ساتھ لے جائے اگر پانچ کا ہے تو چھٹا اپنے ساتھ لے جائے۔ ابوبکر صدیق تین مہمان ساتھ لے آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس لے گئے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ وہ اور میں اور میرے ماں باپ تھے۔ ابوعثمان نے کہا نامعلوم کہ عبدالرحمٰن نے کہا کہ میری بیوی اور خادم تھا جو ہمارے اور ابوبکر کے گھر کا خادم تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کا کھانا کھایا پھر اپنے گھر اتنا ٹھہرے کہ عشاء کی نماز پڑھی گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ گئے اور آپ کے پاس ٹھہرے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا کھانا کھا لیا۔ پھر جو اللہ نے چاہا رات گزرنے کے بعد گھر آئے۔ ان کی بیوی (ام رومان) نے کہا آپ کو مہمانوں سے کس نے روکا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ان کو رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ (آپ کی بیوی) نے کہا انھوں نے کھانے سے انکار کیا۔ حتیٰ کہ آپ تشریف لائیں۔ ان کو کھانا پیش کیا گیا۔ انھوں نے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا میں ڈر کر چھپ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ارے جاہل اور برا بھلا کہا اور اپنے اہل و عیال سے کہا کھاؤ تمہیں خوشگوار نہ ہو اور

اور کہا اللہ کی قسم میں یہ کھانا ہرگز نہ کھاؤں گا۔ اللہ کی قسم ہم کوئی لقمہ نہ اُٹھاتے مگر اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ آتا حتیٰ کہ سارے سیر ہوگئے اور حال یہ تھا کہ کھانا پہلے سے زیادہ ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسے دیکھا کہ کھانا جوں کا توں یا اس سے زیادہ ہے تو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا اے بنی فراس کی بہن یہ کیا بات ہے اُس نے کہا اللہ کی قسم اے میری آنکھ کی ٹھنڈک اب یہ تو اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہوگیا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا اور کہا ان کی قسم شیطان کے سبب تھی۔ پھر اس سے ایک آدھ لقمہ اُٹھایا۔ اس کے بعد اُسے اُٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ وہ صبح تک آپ کے پاس رہا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ہمارے درمیان اور قوم کے درمیان عہد تھا اس کی مدت گزر گئی تو ان میں سے بارہ آدمی علیحدہ ہوگئے اور ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے یہ اللہ ہی جانتا ہے سب نے اس سے کھایا یا جو بھی عبدالرحمٰن نے کہا۔

۵۸۰ — **شرح** : اس حدیث شریف سے معلوم ہُوا کہ گھروالوں اور مہمانوں کے ساتھ عشاء کے بعد باتیں کرنا جائز ہیں۔ ترجمہ سے مراد بھی یہی ہے تاکہ مواقیت کی بحث کے مناسب ہو۔

قولہ قالت لا و قرۃ عینی الخ کلمہ لا زائدہ ہے، ہوسکتا ہے کہ نفی کے لئے ہو اور اس کا اسم محذوف ہو یعنی جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں اور وہ میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ قُرّہ کی تعبیر خوشی سے کی جاتی ہے کہا گیا ہے کہ یہ اس لئے کہا گیا کہ ان کی خواہش کے پورا ہونے سے ان کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے۔ داؤدی نے کہا کہ ام رومان نے قرۃ عینہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے اور آپ کی قسم کھائی لیکن یہ سیاق سے بعید ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہا کرتے تھے ان کی تعداد ستر تھی کبھی اس سے زیادہ اور کم تعداد بھی ہوجایا کرتی تھی۔ کیونکہ ان میں سے کوئی فوت ہوجاتا یا سفر میں چلا جاتا یا شادی کرلیتا اس لئے ان کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی ــــ ان کا کھانے سے انکار اس وجہ سے تھا کہ شائد کھانا نہ ہو اس لئے وہ رُکے رہے تاکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اس لئے زجر کی کہ ان کو گمان ہُوا تھا کہ اُس نے مہمانوں کے حق میں تقصیر کی ہے اور جب اس کی وضاحت ہوگئی کہ سب کچھ مہمانوں کی طرف سے ہُوا ہے تو ان کو تادیب کی اور کہا کُلُوْا لَا هَنِيْئًا اور قسم کھائی کہ وہ کھانا نہ کھائیں گے۔ مگر یہ ان پر بددُعا نہ تھی یہ صرف خبر تھی کہ اُنھوں نے کھانا اپنے وقت میں خوش ہوکر نہ کھایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو یا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ" اس لئے کہا کہ وہ بنی فراس سے تھیں ان کا نام زینب بنت دہمان تھا ان کی کنیت ام رومان تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جب گھر میں مہمان کی خدمت داری اور خدمت کرنے والے ہوں تو صاحب خانہ باہر کسی اہم کام کے لئے چلا جائے تو حرج نہیں اور گھر والوں کے لئے مہمان کی خدمت ایسے ہی ضروری ہے جیسے صاحبِ خانہ کے لئے ضروری ہے مہمانوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ صاحبِ خانہ کا انتظار کریں۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اظہار بعض صحابہ کرام کے ہاتھوں ہوتا تھا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غایت درجہ کی تھی کہ دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ عذر کے ساتھ نماز باجماعت ترک کرنا جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاذان

باب بدء الاذان وقوله تعالیٰ

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ وقوله تعالیٰ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ

عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ صحابی بن صحابی ہیں۔ جب آپ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے ایک لاکھ درہم بھیجے تاکہ آپ بیعت کرنے پر آمادہ ہو جائیں، لیکن آپ نے وہ مسترد کر دیئے اور فرمایا میں دُنیا کے عوض دین فروخت نہیں کروں گا۔ جنگِ بدر میں مشرکوں کی طرف سے آئے پھر اس کے بعد مسلمان ہو گئے اور فتح مکہ سے پہلے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ قریش میں بہادری میں ممتاز اور سخت تیر انداز تھے آپ نے سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں جس میں سے بخاری نے تین ذکر کی ہیں۔ آپ کی وفات مکہ کے قریب واقع ہوئی اور لوگ انہیں کندھوں پر اٹھا کر لائے آپ ترپن ہجری میں فوت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاذان

باب ــ اذان کی ابتدا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد

۵۸۱ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذَکَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَکَرُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی فَاُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ

جب ان کو نماز کے لئے بلاتے ہو تو وہ اسے مذاق اور کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: جب جمعہ کے روز نماز کے لئے ندا کی جائے

لغت میں اذان کا معنی اعلام یعنی خبردار کرنا ہے اور شریعت مطہرہ کی اصطلاح میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معین کردہ الفاظ سے نماز کے وقت سے خبردار کرنا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ ،، یعنی نماز کے لئے اذان دی جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکور دونوں آیات تبرکاً ذکر کی ہیں یا ،، بَدْءُ الْاَذَانِ ،، کی مناسبت کا ارادہ کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں آیات مدنیہ ہیں جبکہ اذان کی ابتداء بھی مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نماز کے ساتھ اذان نازل ہوئی۔ قرآن کریم میں ہے "اے مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے نداء دی جائے"

پہلی آئت کریمہ سورۂ مائدہ میں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے یہاں اس لئے ذکر کیا ہے کہ اذان کی ابتداء مذکورہ آئت کریمہ سے ہوئی ہے۔ اسی لئے علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اذان کا ثبوت نصِ قطعی سے ہے صرف خواب سے نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ الآیۃ جب تم نماز کے لئے بلاؤ تو وہ اسے مذاق کرتے ہیں الخ۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کی طرف اذان کی نسبت کی ہے کیونکہ مؤذن نماز کے لئے انہیں ہی بلاتا ہے۔ آئت کریمہ کا معنیٰ یہ ہے کہ کافر جب اذان سنتے ہیں تو مسلمانوں کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور ان کے رکوع و سجود کرنے پر ہنسی مذاق کرتے ہیں اُن کا اس طرح کرنا اس لئے ہے کہ وہ بیوقوف ہیں اور انہیں ثواب کا علم نہیں۔ اسباط نے سدی سے روائت کی اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی اسے ذکر کیا ہے کہ

ایک گستاخ یہودی کا واقعہ

مدینہ منورہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ جب مؤذن کہتا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ ،، تو وہ کہتا جھوٹا جل جائے ،، اتفاق یوں ہوا کہ ایک رات اس کی خادمہ آگ لیکر آئی جبکہ یہودی اور اس کے اہل خانہ سو رہے تھے۔ آگ سے ایک چنگارہ گرا اور یہودی کے گھر کو آگ لگ گئی۔ اس میں وہ اور اس کے اہل خانہ سب جل کر راکھ ہو گئے۔

دوسری آئت کریمہ سورۂ جمعہ میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ ،، یعنی جب نماز کے لئے

اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف آؤ،، اس نداء سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پہ خطبہ کے لئے بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے۔ امام نسفی نے اپنی تفسیر میں اس طرح ذکر کیا ہے۔ اذان کے مسئلہ کے متعلق علماء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے بعض علماء نے کہا کہ اذان کا اجراء بذریعہ وحی ہُوا خواب سے نہیں ہُوا۔ بعض نے کہا سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حج کے لئے نداء سے اس کو اخذ کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: لوگوں میں حج کا اعلان کر دیں وہ ہر سواری پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئیں گے۔ اس قائل نے کہا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اذان دی بعض علماء نے کہا حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس اذان کے کلمات لے کر آئے، لیکن اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان سُنی اور جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور بیان کی اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا کہ انہیں کہو کہ ان کلمات سے لوگوں کو نماز کے لئے جمع کریں کیونکہ ان کی آواز بُلند ہے۔ (عینی قسطلانی)

علامہ کرمانی نے کہا اذان میں حکمت یہ ہے کہ اس سے شعارِ اسلام اور کلمۂ توحید کا اظہار اور نماز کے وقت کے داخل ہونے سے خبردار کرنا ہے اور لوگوں کو ایک ساتھ نماز پڑھنے کے لئے جمع کرنا ہے۔ پھر قول کو اختیار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ قول کیفیت ہے جو نفس کو عارض ہوتی ہے اس کے ساتھ اِعلام آسان ہے۔ اس میں کسی آلہ وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ ہر شخص غنی، فقیر کے لئے ہر زمانے اور مکان میں آسان ہے اگرچہ وہ صاف میدان میں ہو یا پہاڑوں اور سمندروں میں ہو۔ بخلاف دیگر آلات کے اُن میں اس قدر تیسیر نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر آسانی کرتا ہے تنگی نہیں کرتا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اذان عقیدۂ ایمان کے لئے جامع کلمہ ہے۔ اور ایمان کے دونوں انواع عقلیات اور نقلیات پر مشتمل ہے اس میں ذات اور اس کے کمال یعنی صفات وجودیہ اور تنزیہہ یعنی صفات عدمیہ کا اثبات ہے۔ چنانچہ لفظ "اللہ اکبر" مختصر ہونے کے علاوہ مذکور امور پہ دلالت کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ذکر اور شرکت کی نفی کی جو عمدۂ ایمان ہے اور دینی وظائف پر مقدم ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ ایمان صحیح ہے اور نہ کوئی دینی وظیفہ مستقیم ہے۔ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہ"، میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی تصریح ہے جو تمام عبادات کی اساس ہے۔ اس کا مقام توحید کے بعد ہے۔ پھر اثباتِ نبوّت کے بعد لوگوں کو نماز کے لئے بلایا ہے کیونکہ نماز کے وجوب کی معرفت بذریعہ نبوّت ہے عقل کو اس میں دخل نہیں۔ پھر فلاح کے لئے بلانے میں اداءِ نماز کا نتیجہ ہے جو کامیابی اور نعمتوں کی بقاء ہے۔ اس میں امورِ آخرت بعثت، جزاء سے خبردار کرنا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک میں اذان واقامت کے تمام کلمات دو۔ دو بار کہے جاتے ہیں باقی ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں اقامت میں "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ"، کے سوا باقی کلمات ایک ایک بار کہے جائیں۔ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ انشاء اللہ

---

۵۸۱ — **ترجمہ** : انس رضی اللہ عنہ نے کہا لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا اور یہود و نصاریٰ کا ذکر کیا کہ وہ عبادت کے وقت ٹل اور قرن بجاتے ہیں اور پھر بلال کو حکم ہُوا کہ وہ اذان میں شفع اور اقامت میں [illegible]

۵۸۲ — حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَقُوْلُ کَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِیْنَ قَدِمُوا الْمَدِیْنَۃَ یَجْتَمِعُوْنَ فَیَتَحَیَّنُوْنَ الصَّلٰوۃَ لَیْسَ یُنَادِیْ لَہَا فَتَکَلَّمُوْا یَوْمًا فِیْ ذٰلِکَ فَقَالَ بَعْضُہُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰی وَقَالَ بَعْضُہُمْ بَلْ بُوْقًا مِثْلَ قَرْنِ الْیَہُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا یُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوۃِ

---

۵۸۱ — شرح : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آیتوں کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ اذان کی ابتداء منصوص ہے اور یہ نص قرآن سے ثابت ہے صرف خواب سے ثابت نہیں یہ حدیث طویل ہے ۔ عبدالوارث نے اس کو مختصر ذکر کیا ہے ۔ عمدۃ القاری میں رَوح بن عطاء سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا اگر ناقوس بجائیں تو لوگ نماز کے لئے جمع ہو جایا کریں اس پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نصاریٰ کا فعل ہے لوگوں نے کہا بگل بجا لیا کریں تو آپ نے فرمایا یہ یہودیوں کی علامت ہے لوگوں نے کہا پھر آگ روشن کر لیا کریں فرمایا یہ مجوسیوں کا شعار ہے ہم ان کا فروں سے مشابہت نہیں کرتے اس روایت کے مطابق عبدالوارث کی حدیث میں لف نشر غیر مرتب ہے کیونکہ ناقوس نصاریٰ کے لئے ہے بگل یہودیوں کے لئے اور آگ مجوسیوں کے لئے اور عبدالوارث کی روایت میں آگ کو پہلے ذکر کیا ہے ۔ اقامت کے الفاظ ایک ایک بار کہنا بیان جواز کے لئے ہے ۔ اس کی تفصیل آئندہ احادیث میں ہے ۔

۵۸۲ — ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ منورہ آئے تو وہ سب جمع ہو جاتے اور نماز کا وقت مقرر کر لیتے ۔ نماز کے لئے اذان نہ کہی جاتی تھی لوگوں نے ایک روز اس میں گفتگو کی بعض نے کہا نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ناقوس بنا لو اور بعض نے کہا بلکہ قرنِ یہود کی طرح بگل مقرر کر لیا جائے ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کیا کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کر لیتے جو نماز کے لئے لوگوں کو بلا لایا کرے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے بلال اٹھو اور نماز کے لئے ندا کرو

۵۸۲ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام کرنا چاہا تو بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ جب نماز کا وقت آئے تو جھنڈا کھڑا کر دیا جائے ۔ اس کو دیکھ کر لوگ نماز کے لئے جمع ہو جایا کریں مگر یہ آپ نے پسند نہ کیا ۔ بعض نے بگل بجانے کا مشورہ

آپ نے اُسے بھی پسند نہ کیا اور فرمایا یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ پھر نصاریٰ کے ناقوس کا ذکر کیا گیا کہ نماز کے وقت ٹل بجایا جائے آپ نے فرمایا یہ نصاریٰ کا شعار ہے اور اسے مسترد کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمام کا گہرا خیال تھا وہ بیمار تھے اُنھوں نے خواب میں اذان کا طریقہ دیکھا اور صبح دربارِ رسالت میں ذکر کیا اور کہا یا رسول اللہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا اور اُس نے مجھے اذان بتائی۔ سیّدنا عمر فاروق اس سے پہلے خواب میں اذان دیکھ چکے تھے مگر اس کا ذکر نہ کیا تھا۔ عبداللہ بن زید کے بعد جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا پہلے کیوں خاموش رہے۔ عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ عبداللہ بن زید مجھ پر سبقت لے گئے۔ میں تو حیا ہی میں رہا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال اُٹھو جو کچھ عبداللہ بن زید تمہیں کہتے ہیں وہ کرتے جاؤ تب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زید کے بیان کے وقت حضرت عمر موجود تھے۔

ابوداؤد نے اس حدیث کو "بدءالاذان" کے باب میں ذکر کیا ہے اگرچہ غیر نبی کے خواب پر شرعی حکم مرتب نہیں ہوسکتا مگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے پر اذان کی بنیاد صرف خواب نہ رہی بلکہ اس کے ساتھ وحی کی مقارنت سے اذان مشروع ہوئی اور عبداللہ بن زید کی زبان پر اذان کے اظہار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

اس حدیث میں اذان سے مراد محض اعلان ہے شرعی اذان مراد نہیں کیونکہ شرعی اذان عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خواب کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مشروع ہوئی تھی۔ "اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ" میں ہمزہ استفہام انکار کے لئے ہے واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے "اَتَقُوْلُوْنَ بِمُوَافَقَةِ الْیَهُوْدِ وَ النَّصَارٰی وَلَا تَبْعَثُوْنَ" اور ہمزہ پہلے جملہ کا انکار اور دُوسرے کی تقریر و تثبیت کرتا ہے۔ اصل عبارت کا معنیٰ یہ ہے کہ کیا تم یہود و نصاریٰ کی موافقت میں ایسی باتیں کرتے ہو اور کسی شخص کو نماز کے اعلان کے لئے بھیجتے نہیں ہو؟ کسی کے دل میں یہ خطرہ نہ گزرے کہ عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تفصیل کا علم نہ تھا۔ کیونکہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے کہ سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت ذکر کی کہ شبِ اسراء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں سے اُوپر اذان دکھائی گئی تھی۔ اسی لئے آپ نے حضرت عبداللہ بن زید رحمہ اللہ تعالیٰ کے خواب کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: "اِنَّهَا لَرُؤْیَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ" لہٰذا واضح ہوگیا کہ نزولِ اذان سے پہلے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماءِ رجال: عمران بن میسرہ اور عبدالوارث حدیث ۷۳ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ اسی طرح خالد الحذّاء حدیث ۷۳ اور ابو قلابہ حدیث ۵ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ اس حدیث کے تمام راوی بصری ہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى

۵۸۳ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ يَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ يُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ اِلَّا الْاِقَامَةَ

باب ـ اذان کے کلمات (دو دو بار) کہنا

۵۸۳ ـــ ترجمہ : انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت قد قامتِ الصّلوٰۃ کے سوا ایک ایک بار کہے۔

۵۸۳ ـــ شرح : اس حدیث سے بعض آئمہ کرام نے استدلال کیا کہ اقامت ایک ایک بار کہی جائے اور قد قامت الصلوٰۃ کو دو دو بار کہا جائے مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اذان اور اقامت دو دو بار کہا کرتے تھے اور ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو اقامت دو دو بار کہنے کی تعلیم دی۔ علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سنن کبیر میں ابن مبارک سے انہوں نے یونس سے اُنھوں نے زُہری سے اُنھوں نے سعید سے اُنھوں نے عبد اللہ ابن زید بن عبد ربہ سے روایت کی اور ابو عوانہ نے صحیح میں شعبی کی روایت ذکر کی کہ فرشتہ نے اذان دو دو بار اور اقامت دو دو بار کہی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو محذورہ کی حدیث کو صحیح کہا اس میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اذان اور اقامت دو دو بار کہنے کی تعلیم دی۔ حضرت ابو جحیفہ کی روایت میں ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دو دو بار کہا کرتے تھے۔ ایسے ہی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دو دو بار کہا کرتے تھے ترمذی نے عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اذان و اقامت دو دو بار تھی۔ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اذان و اقامت دو دو بار کہنے کی تعلیم فرمائی۔ نیز مروی ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان و اقامت دو دو بار کہا کرتے تھے ان احادیث اور آثار سے معلوم ہُوا کہ آذان و اقامت دو دو بار ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیثِ ایتار ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ابو محذورہ کی حدیث کو حضرت بلال کی حدیث نے منسوخ کر دیا ہے صحیح نہیں کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مدلول یہ ہے کہ حضرت بلال کی حدیث اذان کے مشروع ہونے کے

٥٨٤ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوا أَنْ يُعْلِمُوا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ فَذَكَرُوا أَنْ يُّوْرُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ

وقت کی ہے۔ اور ابومحذورہ کی حدیث غزوۂ حنین کے سال کی ہے ان دونوں اوقات میں لمبی مدت ہے تو مقدم مؤخر کو کیسے منسوخ کرسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے اُس نے اقامت ایک ایک بار کہی تو اُنھوں نے کہا تیری ماں نہ رہے۔ دو دو بار کہو۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اقامت دو دو بار کہی جاتی تھی (عینی، طحاوی)

امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا اذان میں ترجیع ہے اور وہ یہ ہے کہ شہادت کو ایک ایک بار آہستہ کہنے کے بعد لوٹے اور ان کو دوبارہ بلند آواز سے کہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ترجیع کہنے اور نہ کہنے میں حرج نہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دلیل ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اذان میں ترجیع نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجیع نہیں اور فرشتہ کی اذان کے کلمات میں ترجیع نہ تھی۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجیع کا جواب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم کے لئے بار بار کہنے کے لئے فرمایا تھا تاکہ انہیں اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے اور ابومحذورہ نے اسے ترجیع سمجھ لیا اور اسے اصل اذان کا جزو سمجھ لیا۔ طبرانی نے معجم اوسط میں ابومحذورہ کی حدیث ذکر کی اور اس میں ترجیع کا کوئی ذکر نہیں۔ سارے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن رہے۔ پھر آپ کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک اُن کے مؤذن رہے مگر ان کی اذان میں ترجیع نہ تھی اور نہ ہی عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان میں ترجیع تھی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ اعلیٰ اعلم!

اسماء رجال : ۱ سلیمان بن حرب ۲ حماد بن زید دونوں حدیث ۲۰-۳۰ کے اسناد میں مذکور ہیں ۳ سماک بن عطیہ اور ایوب سختیانی کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

٥٨٤ — ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب لوگ زیادہ ہو گئے

بَابُ الْاِقَامَةِ وَاحِدَةٌ اِلَّا قَوْلَهُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

۵۸۵ — حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَاَنْ یُّوْتِرَ الْاِقَامَةَ قَالَ اِسْمٰعِیْلُ فَذَكَرْتُهُ لِاَیُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ

کیا اور یہ ذکر کیا کہ وہ آگ روشن کر دیا کریں یا بگل بجا دیا کریں۔ پس بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان دو دو بار اور اقامت ایک ایک بار کہے۔

۵۸۴ — شرح: یعنی لوگوں کو نماز کے وقت سے خبردار کرنے کے لئے کوئی شئی مقرر کر لیں جو وقت پہچاننے کی علامت ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ابو محذورہ کی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ ابو محذورہ کی حدیث غزوہ حنین کے سال کی ہے اور حضرت انس کی حدیث اذان کے مشروع ہونے کے وقت کی ہے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے مؤخر میں اقامت دو دو بار مذکور ہے۔ نیز آسمان سے نازل فرشتہ کی اذان و اقامت دو دو بار تھی اور اقامت کو بعض ظالم امراء نے اپنی ذاتی اغراض کی وجہ سے خفیف کرتے ہوئے ایک ایک بار کہنا جاری کیا ورنہ مجاہد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں اقامت دو دو بار کہی جاتی تھی۔ اس کی تفصیل حدیث نمبر ۵۸۳ میں گزری ہے۔

اسماء رجال: ۱ محمد بن سلام ۲ عبدالوہاب کتاب الایمان کی حدیث ۱۵ اور حدیث ۱۹ میں مذکور ہیں۔

باب — قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کے سوا اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہے

۵۸۵ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان دو دو بار کہیں اور اقامت ایک ایک بار کہیں اسماعیل نے کہا میں نے ایوب سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا مگر قد قامت الصلوٰۃ، اسے دو دو بار کہا جائے۔

۵۸۵ — شرح: ایک ایک بار اقامت شروع میں تھی پھر منسوخ ہو گئی اس کی ناسخ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ

بَابُ فَضْلِ التَّاذِيْنِ

۵۸۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّاذِيْنَ فَاِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطِرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ يَقُوْلُ اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُهٗ حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى

کی حدیث ہے اس میں اقامت دو دو بار ہے۔ ترمذی نے ابو محذورہ کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور اصحاب سُنن نے اس کی روایت کی ہے ان سب میں اقامت مثنیٰ مثنیٰ ہے اور وہ حضرت انس کی حدیث سے متاخر ہے۔ ہیں ترمذی نے عبداللہ بن زید سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت شفع شفع تھی۔ اسی طرح ابن خزیمہ اور ابن حبان کی صحیح روایات کے یہ الفاظ ہیں کہ اسے اذان و اقامت دو دو بار کہنے کی تعلیم دی لہٰذا حضرت انس کی حدیث منسوخ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترجیع بھی ہے حالانکہ حنفی ترجیع کے قائل نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذان میں ترجیع ابو محذورہ کا مظنون ہے کہ یہ اصلِ اذان کا جُزو ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ اذان میں احناف کے مذہب کی دلیل آسمان سے نازل فرشتہ کی اذان ہے۔ اس میں نہ تو ترجیع تھی اور نہ ہی افرادِ اقامت مذکور تھا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم!

(اس حدیث کے تمام راویوں کا تذکرہ ہو چکا ہے)

باب ـ اذان دینے کی فضیلت

۵۸۶ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان دی جائے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے حالانکہ اس کی دُبر سے آواز نکلتی ہے تاکہ اذان نہ سُنے۔ جب مؤذن اذان کہہ کر فارغ ہو جائے تو آجاتا ہے حتیٰ کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے حتیٰ کہ جب تکبیر سے فارغ ہو جائے پھر آجاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے جبکہ کہتا ہے فلاں شئی یاد کر فلاں شئی یاد کر جو کہ نمازی کو یاد نہ تھی حتیٰ کہ آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَآءِ

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَذِّنْ اَذَانًا سَمْحًا وَاِلَّا فَاعْتَزِلْنَا

۵۸۷ ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

۵۸۶ ـــ شرح : اذان کہنے کی فضیلت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے اگر اذان کی اس قدر فضیلت نہ ہوتی کہ شیطان کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ اذان سے کبھی نہ بھاگتا اس سے مؤذن کی فضیلت بھی حاصل ہوتی ہے کیونکہ اذان مؤذن کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ شیطان سے مراد ابلیس لعین ہے اور "ولہ ضُرَاطٌ" جملہ اسمیہ حالیہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حدیث ظاہر پر محمول ہے۔ کیونکہ شیطان جسم منفذ ہے اس سے زوردار ہوا کا نکلنا صحیح ہے۔ علامہ عینی کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اذان سے شیطان خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلتا ہے اور شدّتِ خوف سے اس کا حال اس شخص جیسا ہو جاتا ہے جس کے اعضاء سخت خوف سے ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور خودبخود اس کا پیشاب پاخانہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہی حال شیطان کا جب اذان ہو تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے جس سے وہ بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سنے اور ادّعاءً اس کے لئے ضراط ثابت کیا ہے جو سخت خوف سے حاصل ہوتا ہے دراصل ضراط حقیقی نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ ایسی ہوا ہو جس کی کیفیت غیر معروف ہے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور وہ اذان سے افضل ہے۔ اس سے شیطان کیوں نہیں بھاگتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز جائے وہاں تک ہر سننے والی شئ قیامت میں اس کی گواہ بن جاتی ہے۔ شیطان اذان کے وقت زوردار ہوا نکالتا ہوا اس لئے بھاگتا ہے کہ نہ وہ اذان سنے اور نہ گواہ بنے "لعنۃ اللہ علیہ"، یا وہ اس لئے بھاگتا ہے کہ توحید کے اعلان کے وقت وہ وسوسہ سے ناامید ہوتا ہے اور نماز میں اس کے لئے بابِ وسوسہ مفتوح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اس حدیث میں تثویب سے مراد اقامت ہے کیونکہ تثویب کا معنیٰ لوٹنا ہے۔ اقامت اذان کے مشابہ ہے اس لئے اس میں اذان کی طرف عود پایا جاتا ہے۔ اقامت میں ضراط کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اذان سے اقامت میں بھی شیطان کا حال سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اذان میں اس کے ذکر پر اکتفا کی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان سے شیطان کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور اس کے تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ میّت کو قبر میں داخل کرنے کے بعد اذان کہنا مباح اور مستحسن ہے تاکہ میّت برزخ کے عالم میں جاتے ہی توحید و رسالت کی گواہ بن جائے جبکہ سب کا اتفاق ہے کہ اس وقت میّت کلام سنتی ہے حتیٰ کہ واپس جانے والے کے پاؤں کی آواز بھی سنتی ہے۔ اس وقت جب اذان دی جائے وہ یقیناً اسے سنے گی اور قیامت میں گواہ بنے گی نیز اس اذان پر حدیث شریف میں ممانعت بھی نہیں ہے اور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدمِ فعل عدمِ جواز پر دلالت بھی نہیں کرتا جبکہ

ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ صَعْصَعَةَ الْاَنْصَارِیِّ ثُمَّ الْمَازِنِیِّ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا سَعِیْدٍ الْخُدْرِیَّ قَالَ لَهٗ اِنِّیْ اَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِیَةَ فَاِذَا كُنْتَ فِیْ غَنَمِكَ اَوْ بَادِیَتِكَ فَاَذَّنْتَ لِلصَّلٰوةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَآءِ فَاِنَّهٗ لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ اِلَّا شَهِدَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مَعْفُوٌّ"، عدمِ جواز اور تحریم کے لئے صریح نص کی ضرورت ہے جبکہ اباحت افعال میں اصل ہے دلیل کی محتاج نہیں جب قبر پہ اذان کہنا مباح ہُوا اور اذان پر کئی شرعی امور مرتب ہوتے ہیں جیسے سُننے والا توحید و رسالت کا گواہ ہوتا ہے۔ شیطان بھاگتا ہے اور جہاں تک آذان کی آواز پہنچے ہر رطب و یابس حتیٰ کہ پتھر اور درخت بھی مؤذن کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے اذان کہنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم!

(اس حدیث کا اسناد بعینہٖ کئی بار گزرا ہے)

باب۔ اذان میں آواز بُلند کرنا

عمر بن عبدالعزیز نے کہا آرام سے اذان کہہ ورنہ ہم سے علیحدہ ہوجا"

۵۸۷ — ترجمہ: عبدالرحمٰن نے اپنے باپ عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم بکریوں اور جنگل میں رہنے کو پسند کرتے ہو جب بکریوں یا جنگل میں ہو اور نماز کے لئے اذان کہو تو بلند آواز سے اذان کہو کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہاء تک کُسے کوئی جن انسان اور کوئی دُوسری شئے نہیں سُنتی مگر وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہ ہوگی۔ ابوسعید نے کہا میں نے یہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔

۵۸۷ — شرح: قاضی بیضاوی نے کہا آواز کی غایت اور انتہا نہایت ہی ہلکی اور اَخفیٰ ہوتی ہے تو جس شئ کو مؤذن کی ہلکی سی آواز پہنچے جب وہ اس کے لئے گواہی دے گی تو بُلند آواز سُننے والی اشیاء بطریق اولیٰ گواہی دیں گی۔ شئ کے عموم میں تمام حیوانات، جمادات، جن و انس اور [illegible]

بَابُ مَا يُحْقَنُ بِالْاَذَانِ مِنَ الدِّمَآءِ

۵۸۸ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ ثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ يُغِيْرُ بِنَا حَتّٰى يُصْبِحَ وَيَنْظُرَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا كَفَّ عَنْهُمْ وَاِنْ لَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰى خَيْبَرَ فَانْتَهَيْنَا اِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ اَذَانًا رَكِبَ وَرَكِبْتُ خَلْفَ اَبِيْ طَلْحَةَ وَاِنَّ قَدَمِيْ لَتَمَسُّ قَدَمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوْا اِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيْهِمْ فَلَمَّا رَاَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيْسُ قَالَ فَلَمَّا رَاٰهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ

ان میں ادراک اور عقل پیدا کر دینا ممتنع نہیں۔ ان کی شہادت کا مقصد یہ ہے کہ محشر میں سب کے سامنے مؤذن کی فضیلت کا اشتہار عام ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بلند آواز سے اذان کہنا سنت ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سب مکانوں سے اونچے مکان پر اذان دیا کرتے تھے تاکہ آواز دور جائے۔ عوام سے علیحدہ رہنا اور بکریاں رکھنا مستحب ہے اور جن وغیرہ انسانوں کی آوازیں سنتے ہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

(اس حدیث کے راوی حدیث ۱۸ میں مذکور ہیں)

باب۔ اذان کی وجہ سے جو خون ممنوع ہیں

۵۸۸ ـــ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ کسی قوم سے جہاد کرتے تو اس قوم پر حملہ نہ کرتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی پھر آپ انتظار فرماتے اگر اذان سنتے تو ان سے رک جاتے اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔ انس نے کہا ہم خیبر کی طرف نکلے اور وہاں رات کو پہنچے جب صبح ہوئی اور اذان نہ سنی تو سوار ہوئے اور میں ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہو گیا اور میرا قدم نبی کریم صلی اللہ علیہ

بَابُ مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِیَ

۵۸۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَآءَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ —

کے قدم سے مس کر رہا تھا۔ انس نے کہا وہ لوگ اپنی ٹوکریوں اور کدالوں سمیت ہماری طرف باہر نکلے۔ جب انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو کہنے لگے اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور لشکر آ گیا انس نے کہا جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر برباد ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے گئے لوگوں (کافروں) کی صبح بری ہوتی ہے

۵۸۸ — شرح : اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرمائی تو آپ نے فرمایا خیبر تباہ و برباد ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی فتح کا علم ہوتا تھا۔ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کی بستیوں کی یہی علامت تھی کہ وہاں سے آذان کی آواز آتی تھی اس لئے آپ صبح تک انتظار فرماتے تھے اور حملہ کرنے کا معیار اذان قرار دیا تھا کیونکہ اذان کی آواز توحید و رسالت کا اقرار تھا اور یہ مسلمانوں کی علامت ہے۔ اس لئے ان پر حملہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا مگر آج جبکہ اسلام معروف ہو چکا ہے دُنیا کے کونہ کونہ میں اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے۔ اب حملہ کرنے کا معیار اذان کی آواز کی سماعت نہیں بلکہ جب بھی فرصت ہو جہاد کریں اور اسلام کی دعوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا اذان دینِ اسلام کا شعار ہے اور یہ واجب امر ہے جس کا ترک جائز نہیں۔ اگر کسی شہر والوں نے ترک اذان پر اتفاق کر لیا تو بادشاہ پر واجب ہے کہ ان سے قتال کرے۔ اذان سے دماء اس لئے محفوظ ہو جاتے ہیں کہ اس میں توحید و رسالت کا اقرار ہے اور یہ اسلام کا بنیادی رُکن ہے اور مسلمانوں کا خون خرابہ جائز نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن سے لڑائی کے وقت اللہ اکبر کے نعرے مستحب ہیں۔ دشمن پر صبح کے وقت حملہ کرنا مستحب ہے ؛ کیونکہ یہ ان کی غفلت کا وقت ہوتا ہے اور توحید و رسالت کا اقرار اسلام ہے۔ حق امور میں قرآن مجید سے استشہاد مستحب ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں ان کا نام زید بن سہل ہے وہ انس کی والدہ ام سلیم کے شوہر ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لشکر میں ابوطلحہ کی آواز سو مردوں سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم!

(یہ اسناد بعینہٖ حدیث ۴۶ کا اسناد ہے)

۵۹۰ — حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَىٰ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ عِيْسَى بْنُ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ بِمِثْلِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

باب — جب مؤذّن کی اذان سُنے تو کیا کہے؟

۵۸۹ — ترجمہ : ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان سُنو تو جو مؤذّن کہے تم بھی اسی طرح کہو۔

۵۹۰ — ترجمہ : عیسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک دن سُنا۔ اُنھوں نے مؤذن کی طرح اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک کہا۔

۵۸۹ — شرح : پہلی حدیث کی ترجمہ سے مناسبت حدیث کے آخری جملہ میں ہے۔ اس میں مَا يَقُوْلُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ "کی وضاحت ہے۔ اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ سامع پر مؤذّن کی اجابت فرض ہے۔ کیونکہ مطلق امر جو قرائن سے خالی ہو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مصنف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سخت قلبی یہ ہے کہ تو اذان سُنے اور مؤذّن کی طرح نہ کہے اور سخت قلبی ترک واجب سے ہی ہوتی ہے۔ مستحب کا ترک جفاء (سخت قلبی) نہیں ہے۔ اور جس حدیث میں یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی علاقہ پر حملہ کرتے تو طلوعِ فجر کے بعد حملہ کرتے اور اگر اذان سُنتے تو رُک جاتے ورنہ دھاوا بول دیتے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سُنا کہ اُس نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو فطرت یعنی اسلام پر ہے جب اُس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ"، تو فرمایا تو دوزخ سے نکل گیا۔ ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اذان کہنے والا ایک چرواہا تھا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مؤذّن کی طرح کلمات کہنا واجب نہیں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ فرماتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد اذان کی اجابت کا حکم ہوا تھا۔ لہٰذا بخاری کی حدیث کے یہ واقعہ متعارض نہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤذّن کی اجابت مستحب ہے۔ یہی امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا مختار ہے۔ جب بیت الخلاء یا بیوی سے جماع میں مصروف ہو تو اجابت واجب نہیں اگر نماز پڑھ رہا ہو تو نماز سے فارغ ہو کر اجابت کرے۔ اگر نماز میں اجابت کر دی تو نماز باطل نہ ہوگی مگر جب نماز میں حی علی الصلوٰۃ اور

۵۹۰ - ا حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى نَحْوَهُ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِىْ بَعْضُ اِخْوَانِنَا اَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَىَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ،، کہے گا تو نماز باطل ہو جائے گی جبکہ اسے تحریم کا علم ہو کیونکہ یہ آدمی کا کلام ہے جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہے اور جب حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ کہے ۔ جب اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے تو صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے ۔ اذان و قامت کے وقت کلام نہ کرے نہ قرآن پڑھے نہ سلام کہے اور نہ ہی سلام کا جواب دے ۔ الحاصل اجابت کے سوا اور کسی عمل میں مشغول نہ ہو ۔ اگر قرآن پڑھ رہا ہو تو خاموش ہو جائے اور اذان سنے اگر دوسری مسجد میں اذان ہو رہی ہو اور وہ اپنے محلہ کی مسجد یا اپنے گھر قرآن پڑھ رہا ہو تو پڑھتا رہے ۔ اگر زبان سے اجابت کرے اور مسجد کی طرف نہ جائے تو یہ اجابت نہیں ۔ اگر مسجد میں ہو اور اجابت نہ کرے تو گنہگار نہ ہوگا ۔ جس پہ نماز فرض نہیں اس پہ اجابت واجب نہیں کئی مؤذن اذان دے رہے ہوں تو ہر اذان کی اجابت واجب نہیں اپنی مسجد کے مؤذن کی اجابت کرے اجابت کا معنیٰ یہ ہے کہ مؤذن کی طرح کلمات اذان کہے جیسے اوپر بیان کیا ہے ۔

۵۹۰ — شرح : امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سامع مؤذن کی طرح اذان کے کلمات کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں یہ کلمات نہ کہے بلکہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے ۔ امام بخاری نے حدیث مختصر ذکر کی ہے ۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردّ محتار (جلد ا صفحہ ۲۷۰) میں ذکر کیا کہ مستحب یہ ہے کہ جب اشھد ان محمدا رسول اللہ سنے تو کہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور دوسری بار جب یہ سنے تو کہے قُرَّتْ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پھر کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ جبکہ دونوں انگوٹھے دونوں آنکھوں پہ رکھے ۔ ایسا کرنے والے مسلمان کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں لے جائیں گے ۔ اس طرح کنز العباد میں ہے ۔ فتاوی صوفیہ میں بھی اسی طرح ہے ۔ علامہ شامی نے کہا ”کتاب الفردوس ،، میں ہے جس شخص نے اذان میں پہلی شہادت سنتے وقت اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا ۔ قہستانی نے کہا یہ صرف اذان میں ہے اقامت میں نہیں ۔ واللہ اعلم !

۵۹۰ ا — انہوں نے کہا جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور کہا اس طرح ہم نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ۔

بَابُ الدُّعَآءِ عِنْدَ النِّدَآءِ

۵۹۱ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَآءَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

باب — اذان کے بعد دُعاء

۵۹۱ — ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان سُنتے وقت یہ دُعاء پڑھی اے اللہ اس تام دُعا اور نمازِ قائم کے مالک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطاء فرما اور آپ کو مقامِ محمود میں اُٹھا جس کا تُو نے آپ سے وعدہ کیا ہے تو اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہوگی (وہ میری شفاعت کا مستحق ہوگا)!

۵۹۱ — شرح : علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ دُعاء اذان سے فارغ ہونے کے بعد مسنون ہے تو چاہیئے تھا کہ سَمِعَ " ماضی کا صیغہ ہوتا پھر اس کا جواب یہ دیا کہ یَسْمَعُ " کا معنی یہ ہے کہ سامعِ اذان سے فارغ ہوجائے۔ یا نداء سے مراد اتمامِ نداء ہے کیونکہ مطلق اطلاق کے وقت کامل فرد پر محمول ہوتا ہے اور یَسْمَعُ " استقبال نہیں بلکہ حال ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلم شریف میں ہے قُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ ثُمَّ سَلُوْا لِيَ الْوَسِيْلَةَ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ لغت میں وسیلہ کا معنیٰ یہ ہے کہ جس کے سبب غیر کی طرف پہنچے اور بادشاہ کے پاس منزلت کا نام وسیلہ ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت میں منزل و مقام ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہہ رہا ہے پھر مجھ پہ درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پہ دس رحمتیں کرتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کی دُعاء کرو کیونکہ وہ جنت میں منزل (مقام) ہے وہ صرف اللہ کے بندے کو حاصل ہے مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں جس نے میرے لئے وسیلہ کی دُعاء کی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے وہ اس آیت میں ہے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا بیہقی کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ

بَابُ الِاسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ

وَيُذْكَرُ أَنَّ قَوْمًا اخْتَلَفُوا فِي الْأَذَانِ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ

۵۹۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ

ہیں۔ اَلَّذِیْ وَعَدْتَہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ علامہ کرمانی اور عینی نے کہا اس حدیث شریف میں اُمت کے لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ثابت ہوتی ہے اگرچہ امت کے افراد نیک ہوں یا بد ہوں نیکوں کے درجات بلند کرنے کی اور گنہگار کے عذاب معاف کرنے کی شفاعت فرمائیں گے کیونکہ لفظ "من" عام ہے اور ہر نیک و بد کو شامل ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ آپ صرف نیکوں کے درجات بلند کرنے کی سفارش فرمائیں گے مگر یہ حدیث معتزلہ پر حجت اور ضرب کاری ہے۔ اسی طرح یہ حدیث ان لوگوں پر بھی حجت ہے جو مطلقاً شفاعت سے محرومیت کا قول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شفاعت نفع نہ دے گی۔ حالانکہ قرآن کریم میں کافروں کے لئے شفاعت کی نفی ہے۔ جب سب گنہگار شفاعت کی وجہ سے جہنم سے باہر آجائیں گے تو کافر ہی کہیں گے ہمارے لئے کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ اذان کے بعد دُعاء سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکوں کی دُعاء سے حاجات میں استعانت جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حبیب سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقامِ محمود کا وعدہ کیا ہے اور وہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا تو اس دُعاء کا مقصد یہ ہی ہو سکتا ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماءِ رجال ۵۹۰ : معاذ بن فضالہ ع۲ ہشام دستوائی ع۳ یحییٰ بن ابی کثیر حدیث ع۱۵۲ کے اسناد میں ع۴ محمد بن ابراہیم بن حارث حدیث ع۵۰۶ کے اسناد میں اور ع۵ عیسیٰ بن طلحہ حدیث ع۸۱ کے اسناد میں مذکور ہیں۔

باب ـ اذان میں قرعہ اندازی کرنا

ذکر کیا جاتا ہے کہ لوگوں نے اذان کہنے کے منصب میں اختلاف کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان میں قرعہ اندازی کی

۵۹۲ ـــ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ إِلَّا أَنْ يَسْتَهِمُوا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَاسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ فِي أَذَانِهِ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يُقِيمُ ۵۹۳ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَعَبْدِ الْحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

کہ اگر لوگ اذان اور پہلی صف کی فضیلت جانتے پھر اس پر قرعہ اندازی کے بغیر کوئی راہ نہ پاتے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کرتے اور اگر وہ ظہر کی نماز میں عجلت کا سبب جانتے تو اس کی طرف دوڑ کر آتے اور اگر عشاء اور صبح کی فضیلت جانتے تو ان کے لئے گھسٹتے ہوئے آتے۔

۵۹۲ ـ شرح: یعنی لوگ اگر اذان اور پہلی صف کی فضیلت کو جانتے پھر قرعہ اندازی کے سوا اس کو حاصل کرنے کا طریقہ نہ پاتے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے ضرور قرعہ اندازی کرتے "علیہ" میں ضمیر کا مرجع بتاویل کل واحد نداء اور صف اول ہے۔ تہجیر کا معنیٰ ظہر کی نماز کے لئے جلدی کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی تیاری میں جلدی کریں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز اول وقت میں قائم کریں جبکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ٹھنڈا کرکے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ "عتمہ" سے مراد عشاء کی نماز ہے یعنی لوگ اگر عشاء اور صبح کی نمازیں ادا کرنے کا ثواب جانتے تو بچوں کی طرح سرینوں پر گھسٹتے ہوئے آتے اس سے معلوم ہوا کہ اذان، پہلی صف اور فجر و عشاء کی نمازوں کی بہت فضیلت ہے۔ حدیث میں ہے کہ مردوں کے لئے پہلی صف سب سے بہتر ہے اور عورتوں کے لئے آخری صف بہتر ہے کیونکہ ان دونوں صفوں میں مردوں اور عورتوں میں بُعد زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عشاء کو عتمہ کہنا جائز ہے اور جس حدیث میں اس کی نہی آئی ہے وہ تنزیہہ کے لئے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرعہ اندازی جائز ہے۔

اسماء رجال: ع۱ علی بن عیاش الہانی حمصی ہیں۔ ۲۱۹ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ شعیب بن ابی حمزہ حدیث ع۷ میں گزرے ہیں ع۲ محمد بن منکدر حدیث ع۱۹۳ کے اسناد میں دیکھیں

ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزْغٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُّنَادِيَ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَ هٰذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ

باب ___ اثنائے اذان میں کلام کرنا

سُلیمان بن صُرد نے اذان دیتے ہوئے کلام کیا۔ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا اذان دینے والا یا اقامت کہنے والا ہنس پڑے تو اس میں حرج نہیں۔

۵۹۴ ___ ترجمہ : عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ کے روز ہمیں خُطبہ دیا جب مؤذن حی علی الصّلوٰۃ پر پہنچا تو اُسے حکم دیا کہ یہ نداء کرے " اَلصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ " یعنی نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھو۔ لوگوں نے ایک دُوسرے کو دیکھنا شروع کیا (تعجب کے باعث) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس طرح اس ذات ستودہ صفات نے کیا جو ابن عباس سے بہتر ہے اور یہ واجب ہے۔

۵۹۴ ___ شرح : ان دونوں اثروں سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا کہ اثنائے اذان میں کلام کرلینا جائز ہے۔ حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعہ کا خطبہ دیا جب مؤذن نے حی علی الصّلوٰۃ کہنے کا ارادہ کیا تو اس سے کہا الصّلوٰۃ فی الرّحال " کہو یعنی نماز اپنی اپنی جگہ پڑھ لو۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے صاحبین رضی اللہ عنہم نے کہا اذان دیتے ہوئے کلام کرنا خلاف اولیٰ ہے اچھا نہیں۔ امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما کے کلام کا مدلول بھی یہی ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش آندھی وغیرہ میں نماز باجماعت ساقط ہوجاتی ہے اور جب کوئی عذر نہ ہو تو نماز باجماعت واجب ہے۔

استہام کا معنی قرعہ اندازی ہے۔ اذان میں قرعہ اندازی کا معنی یہ ہے کہ کون شخص اذان کے منصب پر فائز ہو مؤرخین نے ذکر کیا کہ شروع دن میں قادسیہ فتح ہوا اور لوگ دشمن کے تعاقب سے واپس آئے۔ جبکہ نمازِ ظہر کا وقت قریب آگیا اور مؤذن کو اذان کے لئے کہا گیا تو لوگوں میں سے ہر ایک نے اذان کہنے کی خواہش کی حتیٰ کہ آپس میں لڑنے لگے اور قریب تھا کہ وہ تلواریں نکال لیتے لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان میں قرعہ اندازی کی تو جس کا نام قرعہ میں آیا اُس نے اذان کہی۔

سُمّی ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کا آزاد کردہ ہے وہ بہت خوبصورت تھے۔ ایک سو تیس ہجری میں خارجیوں نے قدید میں انہیں قتل کردیا تھا۔

بَابُ اَذَانِ الْاَعْمٰی اِذَا کَانَ لَہٗ مَنْ یُّخْبِرُہٗ

۵۹۵ ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَکَانَ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَہٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ

اسماء رجال

ع ا سُلیمان بن صُرد خُزاعی صحابی ہیں۔ اُنھوں نے پندرہ احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے ان میں سے صرف دو ذکر کی ہیں جب لوگ کوفہ میں رہائش پذیر ہوئے تو آپ سب سے پہلے وہاں سکونت پذیر ہوئے آپ بہت نیک، فاضل اور عابد تھے۔ اپنی قوم میں عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لئے چار ہزار اشخاص نکلے آپ اُن کے امیر تھے۔ عبیداللہ بن زیاد کے لشکر نے جزیرہ میں انہیں ۶۵ ہجری میں قتل کر دیا۔ ایوب سختیانی ہیں اور عبدالحمید بن دینار زیادی کے شاگرد ہیں۔ عاصم بن سلیمان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ وہ مدائن میں قاضی تھے۔ ۱۴۱ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب ــ نابینا کا اذان کہنا جبکہ اسے کوئی خبر دینے والا ہو

۵۹۵ ــ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو اذان کہتے ہیں لہذا تم (سحری) کھاتے پیتے رہو۔ حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان کہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا ابن ام مکتوم نابینا مرد تھے وہ اذان نہ کہتے حتیٰ کہ اُن سے کہا جاتا کہ تم صبح کے قریب ہو گئے ہو۔

۵۹۵ ــ شرح : یعنی نابینا کی اذان جائز ہے جبکہ اسے کوئی وقت بتانے والا موجود ہو۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ نابینا کا اذان کہنا مکروہ ہے مگر وہ اس پر محمول ہے۔ جبکہ اسے وقت بتلانے والا کوئی نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت کرنا کہ ان کے نزدیک نابینا

بَابُ الْاَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

۵۹۶ ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ

اذان صحیح نہیں غلط ہے۔ "اَصْبَحْتَ" کا معنی یہ ہے کہ تو صبح کے قریب ہوگیا ہے۔ شئی کے قریب کی تعبیر شئی سے کی جاتی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے۔ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ یعنی عورتیں اپنی عدت کے قریب ہوجائیں کیونکہ جب عدت پوری ہوجائے تو رجوع ممنوع ہے اس سے یہ اشکال جاتا رہا ہے کہ عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان کھانے پینے کی غایت بتائی گئی ہے۔ اگر دخول صبح کے وقت اذان دے تو لازم آئے گا کہ طلوعِ فجر کے بعد کھانا پینا جائز ہے حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ مگر اشکال یہ ہے کہ بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں وَلَمْ يَكُنْ يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَقُوْلَ النَّاسُ حِيْنَ يَنْظُرُوْنَ اِلٰى بُزُوْغِ الْفَجْرِ اَذِّنْ" بخاری کی کتاب الصیام میں یہ روایت ہے۔ "حَتّٰى يُؤَذِّنَ ابْنُ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ لَا يُؤَذِّنُ حَتّٰى يَطْلُعَ" اس کا جواب یہ ہے کہ بزوغِ فجر سے مراد طلوعِ فجر کی ابتداء ہے لہٰذا ابن ام مکتوم کی اذان کھانے پینے کی تحریم کی علامت تھی۔ اور "اَصْبَحْتَ" یعنی تم صبح کے قریب ہوگئے ہو، سے یہ لازم نہیں کہ اس کی اذان فجر سے پہلے تھی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کا یہ کہنا رات کے آخری جزء میں ہو اور ابن اُم مکتوم کی اذان طلوعِ فجر کے پہلے جزء میں ہو۔"

حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ ہے۔ اکثر کے نزدیک ان کا نام عمرو بن ام مکتوم ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام حصین تھا۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ بن قیس رکھا اور ام مکتوم کا نام عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکشہ بن عامر بن مخزوم ہے وہ ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ماموں کے بیٹے ہیں۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابن ام مکتوم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیرہ مرتبہ "مدینہ منورہ" پر اپنا نائب مقرر کیا۔ فتح قادسیہ میں وہ حاضر ہوئے اور وہاں شہید ہوگئے۔ اس دن جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا بعض کے نزدیک وہ مدینہ منورہ کی طرف لوٹے اور وہاں ان کا انتقال ہوگیا یہ وہی نابینا ہیں جن کا ذکر سورۃ "عَبَسَ وَتَوَلّٰى" میں ہے۔

باب فجر طلوع ہونے کے بعد اذان کہنا

۵۹۷ــ حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

۵۹۸ــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ بِلَالًا يُنَادِىْ بِلَيْلٍ فَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يُنَادِىَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ

اذان دے کر ٹھہر جاتا اور صبح ظاہر ہوجاتی تو نماز کی اقامت سے پہلے ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے۔

۵۹۶ــ شرح : مسلم نے اس حدیث کی اس طرح روایت کی ہے کان اِذا سکتَ المُؤذِّنُ مِنَ الاَذَانِ لِصَلٰوۃِ الصُّبحِ ،، علامہ کرمانی نے کہا اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ مؤذن طلوعِ صبح کے انتظار میں بیٹھ جاتا تاکہ اذان دے۔ بعض نے کہا اذان دینے کے لئے طلوع فجر کا انتظار کرنا تاکہ طلوع ہوتے ہی وہ اذان کہہ دے اور اِذا سکتَ کی روایت کا مدلول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اذان سے متصل ہوتی تھی اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ صبح کی سنتیں دو رکعتیں ہیں اور وہ ہلکی سی ہیں اور فجر کی نماز کا وقت طلوعِ فجر کے بعد ہے اور طلوعِ فجر سے پہلے فرض پڑھنے جائز نہیں۔

۵۹۷ــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان ہلکی سی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

۵۹۷ــ شرح : سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتیں اذان اور اقامت کے درمیان پڑھتے تھے یعنی طلوعِ فجر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے لہٰذا اذان بھی طلوعِ فجر کے بعد ہُوتی تھی۔ ـــــ اس حدیث کا اسناد بعینہٖ حدیث ۱۱۸ کا اسناد ہے۔ اسماءِ رجال کا وہاں ذکر ہوچکا ہے۔

۵۹۸ــ ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات میں اذان کہتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو حتی کہ ابن مکتوم آذان دے

۵۹۸ــ شرح : حَتّٰى يُنَادِىَ ابْنُ مَكْتُوْمٍ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان کی اذان طلوعِ فجر کے بعد ہوتی تھی ورنہ ان کی اذان اور بلال کی اذان میں کوئی فرق نہ رہے گا۔ جبکہ بلال

بَابُ الْاَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

۵۹۹ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ اَحَدَكُمْ اَوْ اَحَدًا مِّنْكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِّنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ يُؤَذِّنُ اَوْ يُنَادِيْ بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَآئِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَآئِمَكُمْ وَلَيْسَ اَنْ يَقُوْلَ الْفَجْرُ اَوِ الصُّبْحُ وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ وَرَفَعَهَا اِلٰى فَوْقُ وَطَأْطَأَ اِلٰى اَسْفَلَ حَتّٰى يَقُوْلَ هٰكَذَا وَقَالَ زُهَيْرٌ بِسَبَّابَتَيْهِ اِحْدٰهُمَا فَوْقَ الْاُخْرٰى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ

اشارہ کردہ ۲

کی اذان رات میں ہوتی تھی تو لازماً ابن ام مکتوم کی اذان رات کے بعد طلوع فجر کے بعد ہوگی! واللہ اعلم!

باب — فجر طلوع ہونے سے پہلے اذان

۵۹۹ـ ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی کو بلال کی اذان سحری کھانے سے منع نہ کرے؛ کیونکہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں تاکہ تہجد پڑھنے والا گھر لوٹ آئے اور سونے والوں کو بیدار کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر یا صبح اس طرح نہیں ہوتی اور اپنی انگلیوں مقدسہ سے اشارہ فرماتے ہوئے ان کو اوپر اٹھایا اور نیچے جھکایا حتی کہ اس طرح واضح ہو۔ زہیر نے اپنی دونوں شہادت کی انگلیوں کو ایک کو دوسری کے اوپر رکھا پھر اسے دائیں بائیں پھیلا دیا۔

۵۹۹ـ شرح: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے علماء کا عمل یہ تھا کہ عیدین کی نماز اور کسی نفل کے لئے اذان نہیں تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نداء نماز کے لئے نہ تھی بلکہ سونے والے کو بیدار کرنے اور تہجد پڑھنے والے کو گھر واپس لوٹانے کے لئے تھی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان کہہ دی تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوبارہ نداء کرے اور کہے کہ عبد سو گیا تھا

۶۰۰ — حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ حَدَّثَنَا عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ یُوْسُفُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُؤَذِّنَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ

سے روایت کی کہ " بلال رات کو نداء کرتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن مکتوم اذان دے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نداء طلوعِ فجر سے پہلے نماز کے لئے نہ تھی۔ مذکور باب کی حدیث سے یہی مستفاد ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان متہجد کو گھر واپس لانے اور سونے والے کو بیدار کرنے کے لئے تھی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ اذان کا لفظ اس کے لغوی اور شرعی معنی کو شامل ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس کی دلیل ہے کہ بلال کی اذان سے شرعی معنی مراد نہیں جو ابن ام مکتوم کی اذان ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو دو اذانوں میں فرق نہ رہے گا حالانکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں اذانوں میں فرق کیا اور فرمایا بلال کی اذان نائم کو بیدار کرنے اور متہجد کو واپس لانے کے لئے ہے تاکہ وہ کچھ آرام کر کے صبح کی نماز کے لئے تیار ہو جائے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم کو بلال کی اذان دھوکہ میں نہ ڈالے معلوم ہُوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کی اذان کو اصل قرار دیا تھا۔ اس حدیث میں فجر کاذب اور صادق کو بیان کیا ہے۔ حدیث شریف کے ظاہر الفاظ کا مدلول یہ ہرگز ہرگز نہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تہجد کے لئے تھی لہٰذا موجودہ زمانہ میں بعض لوگوں کا تہجد کے لئے اذان دینا ظاہر حدیث کے خلاف ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ صبح صادق سے پہلے اگر اذان دی جائے تو صبح کی نماز کے لئے کافی ہے یا نہیں احناف کا مختار یہ ہے کہ اگر صبح صادق سے پہلے اذان دی جائے تو صبح صادق ہونے پر اس کا اعادہ ضروری ہے اور حدیث کی ظاہر عبارت اس پر واضح دلالت کرتی ہے۔

اسماءِ رجال : ۱۔ احمد بن یونس حدیث ۲۵ کے اسناد میں دیکھیں ۲۔ زہیر حدیث ۱۵۶ ۳۔ سلیمان التیمی ۴۔ ابو عثمان نہدی ۵۔ عبد اللہ بن مسعود اول کتاب الایمان کے اسماء میں دیکھیں

۶۰۰ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دے۔

۶۰۰ — شرح : امام طحاوی نے کہا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی یہ اذان نائم کو بیدار کرنے اور متہجد کو

بَابٌ كَمْ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

٦٠١ ـ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلِ الْمُزَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثَلٰثًا لِمَنْ شَآءَ

اسماء رجال ٦٠٠ : غسانی نے کہا کتاب التقیید میں ہے کہ جب امام بخاری کہیں "حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ" تو اس سے مراد اسحاق بن ابراہیم حنظلی ہوتے ہیں یا اسحاق بن نصر سعدی یا اسحاق بن نصر سعدی یا اسحاق بن منصور کوسج مراد ہوتے ہیں ان تینوں میں سے کوئی ایک ضرور ہوگا۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس قدر التباس اور ابہام سے اسناد میں قدح نہیں آتی کیونکہ یہ تینوں اسحاق امام بخاری کی شرط کے مطابق ہیں اور عادل ضابط ہیں۔"

ع٢ ابو اُسامہ حماد بن اسامہ ہیں حدیث ع٧٧ میں گزرے ہیں ع٣ عُبیداللہ عمری حدیث ع٢٢٢ کے اسماء میں دیکھیں ع٤ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق حدیث ع٢٥٧ کے اسماء میں مذکور ہیں ع٥ یوسف بن عیسیٰ ع٦ فضل بن موسیٰ دونوں کا ذکر حدیث ع٢٧٢ میں ہو چکا ہے۔

یُونُس اور یُوسُف : یہ دونوں اَعلام پانچ وجوہ سے پڑھے جاتے ہیں۔ واو اور ہمزہ اور نون اور سین مفتوح مکسور اور مضموم پڑھے جاتے ہیں۔

باب ـ اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقت ہے اور کون اقامت کا انتظار کرے

٦٠١ ـ ترجمہ : حضرت عبداللہ بن مُغفّل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں اذانوں (اذان و اقامت) کے درمیان نماز ہے۔ یہ تین بار فرمایا جو چاہے پڑھے۔

٦٠١ ـ شرح : بین الاذنین" باب تغلیب سے ہے۔ جیسے پانی اور کھجور کو اسودان کہا جاتا ہے حالانکہ اسود صرف ایک ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان و اقامت سے ہر ایک کا نام اذان ہو کیونکہ لغت میں اذان اعلام ہے فرق صرف یہ ہے کہ اذان میں حضور وقت کا اعلام ہے اور اقامت میں

۶۰۲ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْتَدِرُوْنَ السَّوَارِيَ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذٰلِكَ يُصَلُّوْنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُوْ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيْلٌ

فعل صلوٰۃ کا اعلام ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اذان و اقامت کے درمیان نفل نماز کی ترغیب دلائی ہے۔ کیونکہ اس وقت کی شرافت کے باعث ان دونوں کے درمیان دُعا مسترد نہیں ہوتی جب یہ وقت اشرف ہے تو اس میں عبادت کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ اور اذان و اقامت کے درمیان وقفہ نہ کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اذان کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو نماز کی تیاری کے لئے خبردار کیا جائے تاکہ وہ استنجا اور وضو کر کے نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوں اور وقفہ نہ کرنے سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اس وقفہ کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔ احسن یہ ہے کہ قضاء حاجت وغیرہ سے فارغ ہو کر وضو کر کے چار رکعت پڑھ سکیں۔ مغرب کی نماز میں یہ وقفہ نہیں کیونکہ دارقطنی اور بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت بریدہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کے سوا دونوں اذانوں کے درمیان دو رکعتیں ہیں۔ اس حدیث کو بزاز نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث بریدہ سے صرف حبان بن عبداللہ نے روایت کی ہے۔ اور وہ اہل بصرہ میں مشہور ہیں ان میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں۔ لہٰذا ابن جوزی کا اس روایت کو موضوعات میں ذکر کرنا مضر نہیں۔

۶۰۲ — ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا جب مؤذن اذان دیتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ ستونوں کی طرف جلدی سے جاتے تھے حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور وہ اسی حال میں مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے اور اذان و اقامت کے درمیان وقت نہ ہوتا۔ عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد نے شعبہ سے ذکر کیا کہ دونوں کے درمیان تھوڑا سا وقفہ ہوتا تھا۔

۶۰۲ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اذان کے بعد ستونوں کو سترہ بنا کر نماز میں شروع ہو جاتے تھے۔ اس طرح وہ مغرب سے پہلے اکیلے اکیلے دو دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اس حالت میں وہ سرورِ کائنات کی مسجد میں تشریف آوری کا استقبال کرتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ

بَابُ مَنۡ اِنۡتَظَرَ الۡاِقَامَةَ

۶۰۳ ـــــ حَدَّثَنَا اَبُو الۡيَمَانِ قَالَ اَخۡبَرَنَا شُعَيۡبٌ عَنِ الزُّهۡرِيِّ قَالَ اَخۡبَرَنِيۡ عُرۡوَةُ بۡنُ الزُّبَيۡرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهَا قَالَتۡ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَكَتَ الۡمُؤَذِّنُ بِالۡاُوۡلٰى مِنۡ صَلٰوةِ الۡفَجۡرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكۡعَتَيۡنِ خَفِيۡفَتَيۡنِ قَبۡلَ الۡفَجۡرِ بَعۡدَ اَنۡ يَسۡتَبِيۡنَ الۡفَجۡرُ ثُمَّ اضۡطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الۡاَيۡمَنِ حَتّٰى يَاۡتِيَهُ الۡمُؤَذِّنُ لِلۡاِقَامَةِ

نے کہا اذان اور اقامت کے درمیان تھوڑا سا وقفہ ہوتا تھا اگر کہا جائے کہ یہ اثر نافی ہے اور اس سے پہلے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور مثبت ہے ان دونوں کو کیسے جمع کیا جائے؟ اس کے جواب میں علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے کہا یہ اثر مغرب کی اذان سے خاص ہے اور مذکور حدیث عام ہے اور خاص جب عام کے معارض ہو تو اس کی تخصیص کی جاتی ہے اور بَيۡنَ كُلِّ اَذَانَيۡنِ،، سے مراد مغرب کی اذان کے ماسوا دونوں کے درمیان نماز ہے اور عثمان بن جبلہ اور ابوداؤد طیالسی کی شعبہ سے روایت وَلَمۡ يَكُنۡ بَيۡنَهُمَا اِلَّا قَلِيۡلٌ اس پر واضح دلالت کرتی ہے

اس حدیث سے بعض لوگ استدلال کرتے ہیں کہ نماز مغرب کی اذان کے بعد دو رکعتیں پڑھنی مستحب ہیں مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں یہ نفل پڑھے گئے پھر منسوخ ہوگئے۔ ابوداؤد نے طاؤس سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز کیسی ہے؟ تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں کسی کو میں نے پڑھتے نہیں دیکھا۔ ابوبکر بن عربی نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد یہ نفل کسی نے نہیں پڑھے

امام نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ نفل بدعت ہیں خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کی بہت بڑی جماعت نہیں پڑھتے تھے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ نے کہا مغرب سے پہلے نفل نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما یہ نہ پڑھتے تھے اور بعض صحابہ جو پڑھتے تھے وہ منسوخ ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اُن کی رؤیت سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی تھی وہ منسوخ ہے۔

اسماءِ رجال ۶۰۲: عثمان بن جبلہ بن ابی رواد بصری ہیں اور ابوداؤد سلیمان طیالسی فارسی پھر بصری ہیں۔ آپ حافظ حدیث ہیں۔ ۲۰۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ یہ حدیث امام بخاری کی تعلیق ہے کیونکہ ان کی وفات کے وقت امام بخاری کی عمر دس برس تھی۔

بَابٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ لِّمَنْ شَاءَ

۶۰۴ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ

۶۰۳ ـ ترجمہ : ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن فجر کی نماز کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو اُٹھتے اور فجر کی نماز سے پہلے فجر روشن ہو جانے کے بعد ہلکی سی دو رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتیٰ کہ مؤذن اقامت کے لئے آپ کے پاس آتا۔

۶۰۳ ـ شرح : اُولیٰ سے مراد اذان ہے کیونکہ اذان اقامت کی نسبت اولیٰ ہے،، اور جو اذان طلوعِ فجر سے پہلے تھی اس کے اعتبار سے ثانی ہے۔ اولیٰ کو مؤنث اس لئے ذکر کیا کہ اس کا موصوف مؤنث ہے یعنی بالمرّۃ الاولیٰ،، دائیں کروٹ پر لیٹنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ تیامُن کو پسند کرتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ فجر کی سنتوں میں تخفیف مستحب ہے صحیح حدیث میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھتے تھے۔ بعض روایات میں دیگر سورتیں پڑھنا بھی مذکور ہیں۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ رات کی نماز پڑھتے اور وتروں سے فارغ ہوکر میرے ساتھ گفتگو فرماتے جبکہ میں بیدار ہوتی ورنہ لیٹ جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لیٹنا سنت نہیں کبھی آپ فجر کی سنتوں سے پہلے لیٹتے کبھی سنتوں کے بعد لیٹتے اور کبھی لیٹتے ہی نہ تھے۔ مسلم شریف کی روایت میں حفصہ رضی اللہ عنہا سے مذکور ہے کہ جب فجر طلوع ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف خفیف سی دو رکعتیں پڑھتے۔ اسی لئے علماء کی ایک جماعت نے کہا فجر کی اذان کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا نفل پڑھنے مکروہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب ـ جو کوئی چاہے دونوں اذانوں کے درمیان نماز پڑھے،،

۶۰۴ ـ ترجمہ : عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں اذانوں

بَابٌ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

۶۰۵ـــ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهْلِينَا قَالَ ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَصَلُّوا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ

کے درمیان نماز ہے۔ دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے پھر تیسری بار فرمایا جو چاہے۔

۶۰۴ شرح : اَذَانَانِ سے مراد اذان واقامت ہے۔ تغلیباً اذانان فرمایا ہے جیسے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو عمرین کہا جاتا ہے اسی طرح شمس وقمر کو قمرین کہا جاتا ہے۔ حدیث ع۶۰۰ میں بھی یہ مفہوم گزرا ہے مگر یہ تکرار نہیں، کیونکہ دونوں حدیثوں کے راویوں اور متن میں اختلاف ہے۔ یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

اسماء رجال ۶۰۴ : ع۱ عبداللہ بن یزید مُقری ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آل کے آزاد کردہ ہیں۔ مکہ میں سکونت پذیر رہے۔ ۲۱۳ہجری میں فوت ہوئے۔ ع۲ کہمس نمری قیسی ہیں۔ ۱۴۹ہجری میں فوت ہوئے۔

باب جس نے کہا سفر میں ایک مؤذّن اذان دے "

۶۰۵ ترجمہ : مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ہم آپ کے پاس بیس روز ٹھہرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم وشفیق تھے۔ آپ نے اپنے گھروں کی طرف ہمارا شوق دیکھا تو فرمایا تم واپس چلے جاؤ اور لوگوں میں رہو۔ ان کو دین سکھاتے رہو اور نماز پڑھتے رہو۔ جب نماز کا وقت آجائے تو تم سے ایک شخص اذان کہے اور تم سے

بَابُ الْاَذَانِ لِلْمُسَافِرِ اِذَا كَانُوْا جَمَاعَةً وَّالْاِقَامَةِ وَكَذٰلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَّقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلٰوةُ فِى الرِّحَالِ فِى اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ اَوِالْمَطِيْرَةِ

۶۰۶ — حَدَّثَنَا مُسْلِمُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ اَبِى الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سَفَرٍ فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

بڑا تمہاری امامت کرے۔

۶۰۵ — شرح : ترجمۃ الباب میں اس طرف اشارہ ہے کہ متعدد مسافروں میں سے صرف ایک شخص اذان کہہ دے تو سب کے لئے کافی ہے اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ مسافر کا سفر کی حالت میں اذان کہنا مستحب ہے اور جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اذان واقامت کہے تاکہ اس کی نماز جماعت کی شکل جیسی ہو۔ اسی لئے اس کے حق میں نماز میں جہر کرنا افضل ہے حدیث میں مذکورہ اشخاص سب بیک وقت مسلمان ہوئے اور انھوں نے اکٹھے ہجرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس روز صحبت اختیار کی آپ سے مسائل حل کرنے میں وہ سب برابر تھے۔ اس لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے بڑی عمر والا تمہاری امامت کرے ورنہ سب سے بڑا عالم امامت کا مستحق ہے جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امامت اذان سے افضل ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا ،، آپ نے امامت کو اکبر کے ساتھ مختصر فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

اسماء رجال : ع۱ مُعَلّٰی بن اسد حدیث ع۳۲۵ کے اسماء میں ع۲ وُھیب حدیث ع۸۲ کے اسماء میں ع۳-۴ - ایوب سختیانی اور ابو قلابہ حدیث ع۱۵ کے اسماء میں اور مالک ابن حویرث حدیث ۸۶ کے باب کے اسماء میں دیکھیں۔

باب — مسافر کا اذان واقامت کہنا جبکہ وہ جماعت ہوں اسی طرح عرفہ اور مزدلفہ میں

اور سردی اور بارش میں مؤذّن کا کہنا "اَلصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ" یعنی نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھو"

۶۰۶ — ترجمہ : ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مؤذّن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ٹھنڈا کرو پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ٹھنڈا کرو اُس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھنڈا کرو حتیٰ کہ سائے ٹیلوں کے برابر ہوگئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے۔

۶۰۶ — شرح : احناف کے نزدیک گرمیوں میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کرکے اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ایک مثل کے بعد پڑھی کیونکہ حجاز مقدس میں اس وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور ٹیلوں کے سائے بڑی دیر سے نکلتے ہیں۔ حالانکہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی امامت کی حدیث میں پہلے روز عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ ہر شئے کا سایہ ایک مثل ہو چکا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب آثار متعارض ہوں تو جو وقت یقیناً ثابت ہو وہ شک سے ختم نہیں ہوتا اور جو وقت یقین سے ثابت ہو۔ وہ شک سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ ایک مثل کے بعد عصر کا وقت یقین سے ثابت نہیں وہ شک سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک مثل پر عصر کا وقت اس لئے مشکوک ہے کہ اس وقت میں دوسرے روز ظہر کی نماز پڑھی تھی۔ اب اس میں شک رہا کہ ایک مثل پر ظہر کا وقت ہے یا عصر کا وقت ہے لہٰذا شک سے عصر کا وقت ثابت نہ ہوگا حدیث نمبر ۵۱۶ میں اس کی تفصیل گزری ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر میں تھے جبکہ آپ نے حضرت بلال کو ظہر کی اذان ٹھنڈا کرکے کہنے کا حکم دیا اور بالاتفاق یہ امر استحباب کے لئے ہے معلوم ہُوا کہ سفر میں اذان ترک نہیں کرنی چاہیئے جب اذان سفر میں ترک نہیں کی جاتی حالانکہ مقام کا مقتضیٰ تخفیف ہے تو اقامت جو اذان سے اخف ہے اسے بھی سفر میں ترک نہ کیا جائے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر سے جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ذوالحجہ کی نانویں تاریخ کو عرفہ کہا جاتا ہے اور یہاں اس سے مراد مشہور مکان ہے کیونکہ حاجی عرفہ کے روز یہاں ٹھہرتے ہیں جمع سے مراد مزدلفہ ہے۔ اسے جمع اس لئے کہا جاتا ہے کہ عید کی رات کو لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔

۱۔ مسلم بن ابراہیم حدیث ۴۲ کے اسماء میں ۲۔ مہاجر کوفی ہیں ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بنی تیم اللہ کے مولیٰ ہیں۔ ۳۔ زید بن وہب ہمدانی جہنی ہیں ان کی کنیت ابو سلیمان ہے۔ [illegible] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

۶۰۷ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَتٰى رَجُلَانِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَاَذِّنَا ثُمَّ اَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا

۶۰۸ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ اَخْبَرَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُوْنَ فَاَقَمْنَا عِنْدَهٗ عِشْرِيْنَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيْمًا رَفِيْقًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدِ اشْتَهَيْنَا اَهْلَنَا اَوْ قَدِ اشْتَقْنَا

۶۰۷ — ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے کہا دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ وہ سفر کا ارادہ کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سفر کو نکلو تو (بحالت سفر نماز کے وقت) اذان کہو پھر اقامت کہو پھر تم سے بڑا نماز میں امامت کرے۔

۶۰۷ — شرح: تثنیہ کے لئے جمع کا حکم ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث ترجمہ کے موافق ہے کہ ایک شخص کو بھی تثنیہ کے صیغہ سے کبھی خطاب کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث پہلی حدیث نمبر ۶۰۴ کے مخالف نہیں جبکہ اس میں خطاب ایک شخص کے لئے ہے۔ طبرانی نے خالد الحذاء سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے ساتھی کے ساتھ سفر میں ہو تو اذان و اقامت کہہ لو اور تم سے بڑا امامت کرے اس حدیث کا مدلول مذکور حدیث کی تائید کرتا ہے۔ یہ دونوں حضرات علم و فضل میں برابر ہوں گے اس لئے فرمایا کہ تم سے جو بڑی عمر کا ہو وہ امامت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۶۰۸ — ترجمہ: مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہم سب نوجوان ہم عمر تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس روز ٹھہرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحیم مشفق تھے جب آپ نے جانا کہ ہم کو اپنے گھروں کو جانے کی خواہش یا شوق پیدا ہوا ہے تو ہم سے پوچھا کہ اپنے پیچھے کن کو چھوڑ کر آئے ہو ہم نے آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، ان لوگوں میں رہو، انھیں

سَأَلْنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظُهَا أَوْ لَا أَحْفَظُهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ

۶۰۹ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ قَالَ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضَجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى إِثْرِهِ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوِ الْمَطِيرَةِ فِي السَّفَرِ

۶۱۰ — حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْأَبْطَحِ

دین سکھاؤ اور ان کو حکم دو۔ مالک رضی اللہ عنہ نے چند اشیاء ذکر کیں۔ ابو قلابہ نے کہا مجھے وہ اشیاء یاد ہیں یا یہ کہا کہ یاد نہیں اور فرمایا، نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے تم نے دیکھا ہے جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم سے ایک شخص اذان دے اور تم سے بڑا امامت کرے۔ (اس حدیث کی تفصیل حدیث ۶۰۴ میں دیکھیں)

۶۰۹ — ترجمہ: نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سردی کی رات میں ضجنان میں اذان دی پھر کہا اپنے اپنے رہائشی مقامات میں نماز پڑھ لو اور ہمیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو حکم فرماتے کہ وہ اذان دے پھر اس کے بعد کہے کہ اپنے اپنے مقامات میں نماز پڑھ لو، آپ سردی کی رات یا سفر میں بارش کی رات یہ حکم فرماتے۔

۶۰۹ — شرح: ضجنان مکہ مکرمہ سے ۲۵ میل دور پہاڑ ہے یہ فعلان کے وزن پر غیر منصرف ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ حدیث ۵۹۲ سے معلوم ہوتا ہے "اَلصَّلٰوةُ فِی الرِّحَالِ"، اذان میں "حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ" کے بعد کہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان ختم کر کے یہ کہے کیونکہ "ثم یقول" سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں طرح جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اذان کے بعد کہا جائے۔

فَجَآءَهُ بِلَالٌ فَاٰذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعَنَزَةِ حَتّٰى رَكَزَهَا بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْاَبْطَحِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ

بَابٌ هَلْ يَتَتَبَّعُ الْمُؤَذِّنُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ

فِى الْاَذَانِ وَيُذْكَرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهُ جَعَلَ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَأْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى غَيْرِ وُضُوْءٍ وَقَالَ عَطَآءٌ اَلْوُضُوْءُ حَقٌّ وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهِ

۶۱۱ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِىْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ رَاٰى بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا بِالْاَذَانِ

۶۱۰ — ترجمہ : ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابطح وادی میں دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی پھر بلال برچھی لے کر باہر نکلے حتی کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ابطح وادی میں نصب کر دیا۔ اور نماز کے لئے اقامت کہی۔

(اس حدیث کی تفصیل حدیث ۴۷۴ کی شرح میں ہے) ابطح مکہ مکرمہ سے باہر مشہور وادی ہے۔

اسماء رجال : اسحاق غسانی نے کہا بخاری نے باب الاذان میں ذکر کیا ، حدثنا اسحاق حدثنا جعفر ابن عونٍ ، انھوں نے کہا وہ اسحاق بن راہویہ ہیں یا اسحاق بن منصور ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ وہ اسحاق بن منصور ہیں مسلم نے بھی یہ حدیث ابن منصور کے ذریعہ جعفر بن عون سے روایت کی ہے ۲ ابن عون ۳ ابوالعمیس دونوں حدیث ۴۳ کے اسماء میں مذکور ہیں ۴ عون بن ابی جحیفہ حدیث ۳۷۱ کے اسماء میں دیکھیں

باب — کیا مؤذن اذان میں اپنا منہ اِدھر اُدھر کرے اور کب اذان میں کسی طرف التفات کرے

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ

وَكَرِهَ ابْنُ سِيرِيْنَ اَنْ يَقُوْلَ فَاتَتْنَا الصَّلٰوةُ وَلْيَقُلْ لَمْ نُدْرِكْ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَحُّ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ انھوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں کیں اور عبداللہ بن عمر اپنی انگلیاں کانوں میں نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے کہا وضوء کے بغیر اذان دینے میں حرج نہیں۔ عطاء نے کہا وضوء کر لینا حق اور سنّت ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے "

۶۱۱۔ ترجمہ : ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا اور ان کا چہرہ اذان میں اِدھر اُدھر ہوتے دیکھا

۶۱۱۔ شرح : هٰهُنَا وَ هٰهُنَا سے مراد دائیں بائیں ہے "فِي الْاَذَانِ" سے مراد حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ " اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ " ہے۔ هَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْاَذَانِ" ماقبل کی تفسیر ہے "اِصْبَعَيْنِ سے مراد انگلیوں کے پورے ہیں" ابوداؤد میں ہے کہ وہ جب حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ " حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ " تک پہنچے تو اپنی گردن دائیں بائیں پھیرے " کانوں میں انگلیاں کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے آواز بلند ہوتی ہے چونکہ اذان میں آواز بلند کرنا مطلوب ہوتا ہے اس لئے اقامت میں انگلیاں کانوں میں نہ کرے " ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ بے وضوء اذان کہنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ صاحب ہدایہ نے کہا : اذان واقامت با وضوء کہے کیونکہ یہ ذکرِ شریف ہے اس لئے ان میں طہارت مستحب ہے۔ اگر وضوء کے بغیر اذان دی تو جائز ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بھی یہی کہتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک طہارت اقامت میں شرط ہے۔ اذان میں نہیں " احناف کے نزدیک اقامت طہارت کے بغیر مکروہ ہے " عطاء بن ابی رباح نے کہا وضوء کے بغیر اذان مکروہ ہے " ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روائت ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اذان کو نماز کے ساتھ لاحق کرنا صحیح نہیں، کیونکہ بعض نے اذان میں طہارت کو شرط قرار نہیں دیا اور کہا کہ اس کا حکم نماز کے حکم سے مختلف ہے چونکہ اذان منجملہ ذکر ہے اس لئے دوسرے اذکار کی طرح اس میں بھی طہارت شرط نہیں اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا

۶۱۲ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰی عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعَ جَلَبَۃَ رِجَالٍ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ مَاشَاْنُکُمْ قَالُوْا اِسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ فَلَاتَفْعَلُوْا اِذَا اَتَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَۃُ فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا

کا یہ کہنا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ یہ حدیث (بغیر وضوء) کو بھی شامل ہے۔
لہٰذا بے وضوء ذکر اور اذان جائز ہیں۔
اور جن علماء نے وضوء کے بغیر اذان کو مکروہ کہا ہے وہ کراہت تنزیہیہ پر محمول ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

باب — کسی شخص کا کہنا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی

ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہنا مکروہ جانا کہ ہم سے نماز فوت ہوگئی لیکن یہ کہے ہم نماز نہ پاسکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد زیادہ صحیح ہے"

۶۱۲ — ترجمہ : ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک وقت ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ نے لوگوں کے قدموں کی آواز سُنی جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا ہم نماز کے لئے جلدی جلدی آرہے تھے۔ فرمایا ایسا مت کرو جب نماز کے لئے آؤ تو اطمینان وسکون کو لازم پکڑو جو پاؤ پڑھا اور جو تم سے فوت ہو جائے اسے پوری کر لو۔

۶۱۲ — شرح : اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد ابن سیرین کی اس مسئلہ میں تردید کرنا ہے کہ فَاتَتْنَا الصَّلٰوۃُ" کہنا مکروہ ہے۔ تردید کی تحریر یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا" یعنی جو تم سے نماز فوت ہو جائے اسے پوری کر لو۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پر فوت کا لفظ کہنا جائز فرمایا ہے اور آپ کا کلام ابن سیرین کے کلام سے زیادہ صحیح ہے اور ابن سیرین کا اس اطلاق کو مکروہ کہنا غیر صحیح ہے۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز با جماعت میں شامل ہوتے وقت آرام سے مسجد میں چلنا چاہیے جس میں

بَابُ مَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا

قَالَهٗ اَبُوْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۶۱۳ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَةَ فَامْشُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ وَلَا تُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا

اطمینان وسکون ہو۔ اس میں تمام نمازیں برابر ہیں۔ تکبیر تحریمہ کے فوت ہونے کا خطرہ ہو یا نہ ہو، مسجد میں پرسکون ماحول اختیار کرنا چاہیئے اور یہ کہنا کہ ہماری نماز فوت ہوگئی جائز ہے۔ جمہور آئمہ کا یہی مسلک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال : ۱ شیبان نحوی اور یحییٰ بن ابی کثیر دونوں حدیث ۱۱۲ میں مذکور ہیں۔
۳ ابو قتادہ کا ذکر حدیث ۱۵۳ کے اسماء میں ہے۔

باب — نماز کے لئے نہ دوڑے

اور سکون و وقار سے نماز میں شامل ہو اور فرمایا جو نماز پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے اسے پورا کر لو یہ ابو قتادہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

۶۱۳ — **ترجمہ** : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جب اقامت سنو تو نماز پڑھنے اس حال میں چلو کہ تم پر سکون و وقار ہو اور دوڑو نہیں جو نماز سے پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے فوت ہو جائے اسے پورا کر لو!"

۶۱۳ — **شرح** : جب انسان نماز کے لئے چلتا ہے تو وہ رب العزت جل وعلیٰ کے حضور حاضری دینے جاتا ہے اسے حاضری کے تمام آداب ملحوظ خاطر رکھنے چاہئیں چلنے میں اطمینان ہو، عبث اشیاء سے اجتناب ہو، نظر نیچی ہو، آواز بلند نہ کرے، راہ پر متوجہ ہو، بہ وقار

بَابُ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ اِذَا رَاَوُا الْاِمَامَ عِنْدَ الْاِقَامَةِ

۶۱۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ

ہے۔ نیز دوڑنا وقار کے خلاف ہے اور قرآن کریم میں جو فرمایا : فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ " تو اس سعی سے مُراد مطلقاً اللہ کے ذکر کے لئے آنے کا حکم ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ تھوڑا سا حصّہ نماز کا پالینے سے جماعت کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے" اور رکوع قیام میں داخل ہے اس لئے جس نے رکوع پالیا اُس نے پہلی نماز ہی پالی۔ اس پر فوت کا اطلاق نہ کیا جائے گا۔ ابو داؤد میں امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے رکوع وسجود نہ کرو جب میں تم سے رکوع یا سجود پہلے کر لوں گا تو تم وہ قدر پالوگے جبکہ میں اپنا سر مبارک اُٹھاؤں گا ، کیونکہ میں بھاری ہو گیا ہوں۔

اس حدیث سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ جب مقتدی امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور جب تک امام سر نہ اُٹھائے مقتدی اس کے ساتھ شریک ہو جائے تو اسے وہ رکعت مل گئی اور اگر مقتدی کے شروع ہوتے ہی امام نے سر اُٹھا لیا تو وہ رکعت اس سے فوت ہو گئی۔ اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کر لیا اور اس کے سر اُٹھانے سے پہلے امام بھی رکوع میں چلا گیا تو بھی اسے وہ رکعت امام کے ساتھ مل گئی۔ واللہ اعلم!

(ابن ابی ذئب محمد بن عبد الرحمٰن ہیں حدیث ۱۳۴ کے اسماء میں مذکور ہیں)

باب — جب لوگ امام کو اقامت کے وقت دیکھیں تو کب کھڑے ہوں ؟"

ترجمہ

۶۱۴ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر ہو تو مت کھڑے ہو حتیٰ کہ مجھے دیکھ لو ! "

۶۱۴ — شرح : امام ابو حنیفہ اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مقتدی صف میں اس وقت کھڑے

بَابٌ لَا يَقُوْمُ اِلَى الصَّلٰوةِ مُسْتَعْجِلًا وَّلْيَقُمْ اِلَيْهَا بِالسَّكِيْنَةِ وَالْوَقَارِ،

٦١٥ — حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ وَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ تَابَعَهٗ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ

ہوں جب مؤذن حیی علی الصّلوٰۃ کہے اور جب قد قامت الصّلوٰۃ ،، کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے" امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن حیی علی الصّلوٰۃ ،، سے فارغ نہ ہو جائے کوئی شخص صف میں کھڑا نہ ہو ،، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا جب مؤذن قد قامت الصّلوٰۃ کہے تو کھڑے ہوں" حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی وقت کھڑا ہُوا کرتے تھے ،، امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اقامت کے بعد نماز میں شروع ہونا مسنون ہے۔ امام زفر نے کہا جب مؤذن پہلی دفعہ " قد قامت الصلوٰۃ ،، کہے تو کھڑے ہو جائیں جب دُوسری بار کہے تو نماز میں شروع ہو جائیں اور جب امام مسجد میں موجود نہ ہو تو جمہور کا یہ مذہب ہے کہ وہ مت کھڑے ہوں حتّٰی کہ امام کو دیکھیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ مسلم شریف میں ہے کہ جب نماز کے لئے اقامت ہوتی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے سے پہلے ہم کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کرتے ،، ایک روائت میں ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے سے پہلے ہم کھڑے ہو کر صفیں سیدھی کرتے ،، ایک روایت میں ہے کہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے سے پہلے لوگ صفوں میں کھڑے ہو جاتے تو پھر اقامت ہونے لگتی ،، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جب سُورج ڈھلنے لگتا تو بلال اذان کہتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے تک تکبیر نہ کہتے اور جب امام باہر آتے تو ان کو دیکھ کر اقامت کہتے ،،

ان تمام روایات میں معارضہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا انتظار ایسی جگہ کرتے جہاں آپ کو اور کوئی نہ دیکھتا یا تھوڑے لوگ دیکھتے ہوتے ،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے کی ابتداء میں بلال اقامت شروع کر دیتے اور لوگ آپ کو دیکھ کر صف میں کھڑے ہو جاتے پھر مصلّی پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں سیدھی کرتے (عینی) اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ صف میں اقامت ہونے سے پہلے کھڑے ہونا خلافِ سُنّت ہے۔

بابٌ ـ نماز کے لئے جلدی نہ دوڑے

بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ

۶۱۶ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَقَدْ اُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ وَعُدِّلَتِ الصُّفُوفُ حَتّٰى اِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ انْتَظَرْنَا اَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَمَكَثْنَا عَلٰى هَيْئَتِنَا حَتّٰى خَرَجَ اِلَيْنَا يَنْطِفُ رَاْسُهٗ مَاءً وَقَدِ اغْتَسَلَ

باب۔ کیا کسی ضرورت کے سبب مسجد سے باہر جا سکتا ہے؟

۶۱۶ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے جبکہ اقامت ہو چکی تھی اور صفیں سیدھی کی گئیں حتیٰ کہ جب مصلّی پر کھڑے ہوئے ہم آپ کی تکبیر کے منتظر ہی تھے کہ آپ واپس تشریف لے گئے اور فرمایا اپنی اپنی جگہ رہو، ہم اسی طرح کھڑے رہے حتّٰی کہ آپ گھر سے تشریف لائے جبکہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے بہہ رہے تھے۔ اس حال میں کہ آپ نے غسل فرمایا تھا۔

۶۱۶ — شرح : احکامِ شرع کی تشریع کے لئے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان جائز تھا جو حکم کے اجراء کے فوراً بعد زائل ہو جاتا تھا، چنانچہ عصام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپ کو نماز کی قضاء کی تشریع کے لئے لیلۃ التعریس کو نیند میں نسیان ہوا اور تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي اس کے مخالف نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احتلام محال تھا۔ خداوند قدوس نے آپ کی التفات ادھر سے مبذول کر دی تاکہ یہ حکم شروع ہو کہ بھول کر مصلّی پر کھڑا ہو جائے تو یاد آنے پر فوراً غسل کر لے اور لوگوں سے عار نہ کرے ،، اس حدیث کے تحت عینی میں ہے "يُسْتَفَادُ مِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ جَوَازُ النِّسْيَانِ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْ اَمْرِ الْعِبَادَةِ لِلتَّشْرِيعِ" یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام پر تشریعِ احکام کے لئے عبادت میں نسیان جائز ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے نماز اور اقامت کے درمیان فاصلہ جائز ہے اور اس فاصلہ میں کلام جائز ہے اور حدث کے وقت سے غسل میں تاخیر ا

بَابٌ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتّٰى يَرْجِعَ اِنْتَظَرُوْهُ

۶۱۷۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ ثُمَّ قَالَ عَلٰى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَاْسُهٗ يَقْطُرُ مَآءً فَصَلّٰى بِهِمْ

باب ـ جب امام کہے اپنی جگہ ٹھہرو حتّٰی کہ وہ واپس آئے تو وہ امام کے واپس آنے کا انتظار کریں!

۶۱۷۔ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور لوگوں نے صفیں برابر کرلیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے اور پھر مصلی پر آگے تشریف لے گئے جبکہ آپ جنابت کی حالت میں تھے۔ پھر فرمایا اپنی اپنی جگہ رہو آپ واپس تشریف لے گئے پھر غسل کرکے واپس تشریف لائے جبکہ آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے بہہ رہے تھے پھر آپ نے ان کو نماز پڑھائی!

۶۱۷۔ شرح: اس حدیث شریف سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صحابہ کو اقامت کے اعادہ کا حکم نہ فرمایا تھا، آج بھی اگر ایسا واقعہ درپیش ہو تو امام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرح کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" جیسے دوسرے امور میں آپ کی اقتداء کی جاتی ہے،، اگر تکبیر سے پہلے یہ واقعہ درپیش ہو تو مقتدی بیٹھ جائیں اگر تکبیر کے بعد ہو تو کھڑے کھڑے انتظار کریں۔

بَابُ وُجُوْبِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ مَنَعَتْهُ اُمُّهٗ عَنِ الْعِشَآءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةً لَمْ يُطِعْهَا

٦٢١ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ

باب جب اقامت کہی جائے تو کلام کرنا

٦٢٠ـ **ترجمہ** : حمید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ثابت بنانی سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو نماز کی اقامت کے بعد کلام کرے تو انھوں نے مجھے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ انہوں نے کہا نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور نماز کی اقامت کے بعد آپ کے ساتھ ہم کلام ہو کر آپ کو نماز سے روک رکھا۔

٦٢٠ـ **شرح** : اس حدیث شریف میں اس شخص کی تردید ہے جس نے کہا جب مؤذن: قد قامت الصلوٰۃ" کہے تو امام پر تکبیر تحریمہ واجب ہو جاتی ہے۔ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اقامت کے بعد متصل نماز میں شروع ہونا سنت مؤکدہ نہیں یہ صرف مستحب ہے

اسماء رجال : عیاش بن ولید رقام بصری ہیں آپ عبدالاعلیٰ بن حماد کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ٢٢٦ ہجری میں فوت ہوئے ٢ عبدالاعلیٰ سامی بن ولید سامہ بن لوئی قرشی بصری کی طرف منسوب ہیں۔ ١٨٩ ہجری میں فوت ہوئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے معلق روایت ذکر کی ہے۔ کیونکہ وہ بخاری کی ولادت سے پانچ برس قبل فوت ہو گئے تھے۔ جیسے ابو معاویہ سے بھی وہ معلق حدیث ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ بخاری نے ابو معاویہ کو نہیں پایا؛ کیونکہ بخاری ١٩٤ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ جبکہ ابو معاویہ نے اس سال یا اس سے ایک سال قبل وفات پائی۔ اسی لئے امام بخاری نے دونوں میں حدثنا یا اخبرنا نہیں کہا بلکہ قال کہا ہے۔ یہ جائز بھی ہے کیونکہ وہ اسے استشہاد یا متابعت کے طور پر ذکر کرتے ہیں اس تعلیق سے وہ مستقل استدلال نہیں کرتے ہیں۔ نیز اس میں عجیب دقیقہ ہے وہ یہ کہ بخاری نے ابو معاویہ کے طریق میں سمعت عبد اللہ ذکر کیا ہے اور عبدالاعلیٰ کے طریق میں عن عبد اللہ ذکر کیا۔ اس میں بخاری کا مقصد دونوں میں فرق ظاہر کرنا ہے ٣ حمید بن تیر کہا گیا ہے۔ ابن تیرویہ حمید خزاعی بصری ہیں طلحہ کے مولیٰ ہیں۔ انہیں حمید طویل کہا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ میت کے پاس کھڑے ہو کر ایک ہاتھ اس کے سر پہ اور دوسرا ہاتھ پاؤں تک پہنچا دیتے

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنُ لَھَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَیَؤُمَّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفُ اِلٰی رِجَالٍ فَاُحَرِّقَ عَلَیْھِمْ بُیُوْتَھُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ یَعْلَمُ اَحَدُھُمْ اَنَّہٗ یَجِدُ عَرْقًا سَمِیْنًا اَوْ مِرْمَاتَیْنِ حَسَنَتَیْنِ لَشَھِدَ الْعِشَآءَ

تھے۔ اصمعی نے کہا میں نے حُمَید کو دیکھا ہے وہ اتنے طویل نہ تھے۔ البتہ ان کا ایک ہمسایہ تھا جسے حُمَید قصیر کہا جاتا تھا۔ ان دونوں میں امتیاز کے لئے اسے حُمَید طویل کہا جاتا تھا۔ ۱۴۳ ہجری میں فوت ہوئے۔ ثابت البُنانی باب القراء والعرض علی المحدث کے باب میں مذکور ہیں۔ اکثر حمید انس سے بلا واسطہ روایت کرتے ہیں اور یہاں ثابت بنانی کے واسطہ سے روایت کی ہے۔

باب — جماعت کے ساتھ نماز کا وجوب

حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کسی شخص کو اس کی والدہ شفقت کے لئے عشاء کی نماز باجماعت سے منع کرے تو اس کی اطاعت نہ کرے "

۶۲۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور وہ جمع کی جائیں پھر نماز قائم کرنے کا حکم دوں اور اس کے لئے اذان دی جائے پھر کسی شخص کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں لوگوں کی طرف جاؤں اور ان کے گھروں کو جلا دوں اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے ان سے اگر کوئی جان لے کہ وہ گوشت والی موٹی ہڈی یا بکری کی اچھی کھری (مسجد میں) حاصل کرے گا تو وہ عشاء کی نماز میں ضرور شامل ہوگا!

۶۲۱ — شرح : یعنی جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور نمازِ عشاء باجماعت نہیں پڑھتے تو میں لکڑیاں جمع کرنے اور نماز قائم کرنے کا حکم دے کر ان لوگوں کے گھروں میں جاؤں اور ان کو جلا دوں! ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر وہ مسجد میں عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کی صورت میں گوشت والی موٹی ہڈی یا بکری کے خوبصورت کھرے پانے کی امید کریں تو دوڑ کر مسجد میں آئیں۔

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ

وَكَانَ الْاَسْوَدُ اِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ اِلٰى مَسْجِدٍ اٰخَرَ وَجَآءَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اِلٰى مَسْجِدٍ قَدْ صُلِّيَ فِيْهِ فَاَذَّنَ وَاَقَامَ وَصَلّٰى جَمَاعَةً

۶۲۲ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

ظاہر ہے کہ یہ زجر و توبیخ منافقوں کے لئے بھی کیونکہ یہی لوگ عشاء کی نماز سے سستی کرتے تھے جیسے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر اور عشاء منافقوں پر بہت گراں ہے" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى" جب منافق نماز کے لئے اُٹھتے ہیں تو تھکے ماندے کھڑے ہوتے ہیں! یہی لوگ تھے جو عظیم سمین کو حضورِ جماعت پر ترجیح دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کے ستارے فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کی اقتداء کو اہتداء کا سبب فرمایا اور یہ فرمایا کہ میرے صحابہ پر سب وشتم نہ کرو اگر بعد میں آنے والے لوگ پہاڑوں سونا خرچ کر دیں تو ان کے ثواب کے عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتے تو ان سے ایسی کمینی حرکت کیسے متصور ہو سکتی تھی" اس تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث سے نماز باجماعت کی فرضیت پر استدلال درست نہیں ہے" حنفی مشائخ نے کہا کہ نماز باجماعت واجب ہے اور اس کو سنتِ مؤکدہ کہنا اس لئے ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے" اور عذر کے ساتھ جماعت ساقط ہو جاتی ہے۔ لہٰذا بیمار، نابینا وغیرہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب نہیں جبکہ ان کو کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہ ہو ورنہ ان پر بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک واجب ہے" اگر مسجد میں جماعت نہ پا سکے تو گھر میں اپنے افرادِ خانہ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھ لے یہ ایسی ہی ہے جیسی مسجد میں نماز باجماعت پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل کے ہوتے مفضول امامت کر سکتا ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو اور یہ کہنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امامت نہیں کر سکتا صحیح نہیں اور وہ اس سے ناواقف ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پانچ روز ایامِ مرض میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے رہے تھے اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں فجر کی نماز پڑھی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

٦٢٢ـــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

٦٢٣ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا

باب۔ نماز باجماعت کی فضیلت

جب اسود رضی اللہ عنہ سے نماز فوت ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد میں چلے جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے جبکہ نماز ادا ہو چکی تھی تو اذان و اقامت کہی اور نماز باجماعت پڑھ لی۔"

٦٢٢ـــ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز باجماعت تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

٦٢٣ـــ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا باجماعت نماز پڑھنا اپنے گھر اور بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ وہ کوئی قدم نہیں اُٹھاتا مگر اس کے ساتھ اس کا درجہ بڑھتا ہے اور گناہ گرتا ہے پھر جب نماز پڑھے تو جب تک اپنے مصلّٰی پر رہے فرشتے اس کے لئے دُعاء کرتے رہتے ہیں (وہ کہتے ہیں) یا اللہ اس پر رحمت نازل کر، یا اللہ اس پر رحمت نازل کر، یا اللہ اس پر رحم کر! تم سے جو کوئی نماز کے انتظار میں رہے وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔

٦٢٢ـــ٦٢٣ـــ شرح: امام طحاوی نے کہا اگر چاہے تو اس مسجد میں تنہا نماز پڑھ لے اگر چاہے تو جماعت کے لئے دوسری مسجد تلاش کرے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جب نماز باجماعت نہ پڑھ سکے تو اور مسجد تلاش نہ کرے کیونکہ ان دونوں مسجدوں میں تنہا نماز پڑھنا دوسری مساجد میں باجماعت پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے،، اگر مسجد میں نماز باجماعت پڑھی جائے تو اس میں دوسری بار نماز باجماعت میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ اور اسود کے ساتھ نماز باجماعت مسجد میں پڑھی جبکہ ایک بار اس میں نماز باجماعت پڑھی گئی تھی۔ بعض ائمہ کرام کہتے ہیں کہ دوسری بار جماعت قائم نہ کریں کیونکہ اس طرح بعض لوگ جماعت کی مخالفت کا ارادہ اختیار کرلیں گے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک

۶۲۳ـــ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَفِيْ سُوْقِهٖ خَمْسَةً وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ

اور امام شافعی رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے ،، جو مسجد راستہ پر واقع ہو اور اس کا امام مقرر نہ ہو وہاں دوبارہ جماعت قائم کرنا صحیح ہے ،،

نماز باجماعت پڑھنے میں تنہا نماز پڑھنے سے پچیس (۲۵) یا ستائیس (۲۷) درجے ثواب زیادہ ہونے کی تفصیل حدیث ۴۶۷ کے تحت گزری ہے "۔ ہے

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر یا بازار میں نماز تنہا پڑھے یا باجماعت پڑھے مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب اس سے زیادہ ہے مگر جو گھر میں نماز باجماعت پڑھے اسے تنہا نماز پڑھنے سے ثواب زیادہ حاصل ہوتا ہے "۔ نیز دوسرے اعمال سے نماز افضل ہے کیونکہ نمازی کے لئے فرشتے رحمت اور مغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور نیک لوگ فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ وہ تحصیل درجات کے لئے نماز میں مشغول رہتے ہیں اور فرشتے ان کے لئے دعاء میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خواص بشر اور وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ خواص فرشتوں سے افضل ہیں اور وہ جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور عوام بشر اور وہ اولیاء کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ عوام فرشتوں سے افضل ہیں اور خواص فرشتے عوام بشر سے افضل ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے، جماعت نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں۔

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِيْ جَمَاعَةٍ

۶۲۴ حَدَّثَنَا اَبُوْالْيَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْسَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ صَلٰوةَ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءً وَتَجْتَمِعُ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

باب ـ فجر کی نماز باجماعت کی فضیلت

۶۲۴ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی کی نماز باجماعت تنہا کی نماز پر پچیس درجے فضیلت رکھتی ہے رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابوہریرہ نے کہا اگر چاہتے ہو تو یہ پڑھو " بے شک فجر کے قرآن کو فرشتے حاضر ہوتے ہیں ،، شعیب نے کہا مجھے نافع نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے خبر دی کہ انھوں نے کہا ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

۶۲۴ ـ شرح : فجر کی نماز میں فرشتے اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ اس وقت وہ رات کے عمل آسمانوں میں لے جاتے ہیں اور اسی وقت میں دن کے عملوں کو محفوظ کرنے کے لئے دوسرے فرشتے آتے ہیں۔ قرآنِ فجر سے مراد فجر کی نماز ہے کیونکہ یہ قرآن کو مستلزم ہے" فرشتوں کا اس وقت میں اجتماع اس کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح عصر کی نماز کی فضیلت پر دلالت ہے کیونکہ اس وقت میں بھی فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان دونوں نمازوں کی محافظت کی تاکید فرمائی ہے تاکہ جو شخص ان وقتوں میں حاضر ہو فرشتے اس کا عمل لے کر آسمانوں میں جائیں اور اس کی شفاعت کریں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

۶۲۵ــــ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغْضَبٌ فَقُلْتُ مَا أَغْضَبَكَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ جَمِيْعًا

۶۲۶ــــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ

---

۶۲۵ ترجمہ: سالم نے کہا: میں نے اُم درداء سے سُنا اُس نے کہا میرے پاس ابودرداء آئے جبکہ وہ سخت غضبناک تھے میں نے کہا کس نے تجھے غصہ دلایا اُس نے کہا اللہ کی قسم! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے کچھ نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ اکٹھے نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔

۶۲۶ ترجمہ: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے میں سب سے زیادہ ثواب حاصل کرنے والا وہ شخص ہے جو بہت دُور سے چل کر آتا ہے اور جو شخص نماز کا انتظار کرتا ہے حتیٰ کہ اسے امام کے ساتھ پڑھتا ہے اس کو اس شخص سے زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو نماز پڑھ کر سوئے رہتا ہے۔

۶۲۵ شرح: جس نماز میں دُور سے آنے کے اعتبار سے مشقت زیادہ ہو اس کا ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے اور جس نماز میں اس طرح کی مشقت نہ ہو اس سے وہ نماز افضل ہوتی ہے۔ فجر کی نماز میں دُور سے آنے کے ساتھ اندھیرے میں چلنا، نیند کو ترک کرنا ہے، جس میں بدن کی راحت ہے اس لئے اس میں ثواب زیادہ ہے اور یہ دوسری نمازوں سے افضل ہے۔ عشاء کی نماز میں بھی اگرچہ اندھیرے میں چلنا ہوتا ہے مگر اور کوئی زیادہ بات اس میں نہیں پائی جاتی۔ اجرِ عظیم حاصل کرنے کے سبب کا انتظار اور اسے باجماعت پڑھنا ہے اگر ان دونوں سے ایک نہ پایا گیا تو یہ ثواب حاصل نہ ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ مسجد میں دُور سے چل کر آنے میں ثواب زیادہ ہے کیونکہ قدموں کے آثار کی کثرت میں زیادہ ثواب لکھا جاتا ہے۔

بَابُ فَضْلِ التَّهْجِيْرِ اِلَى الظُّهْرِ

۶۲۷ — حَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِيْقُ وَصَاحِبُ الْهَدَمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا عَلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا —

قولہ "مُمشیٰ"، اسم مکان بمعنی مسافت ہے۔ اور "فَاَبْعَدُہٗ"، میں فاء استمرار کے لئے ہے جیسے اَمْثَل فَالْاَمْثَل میں فاء استمرار کے لئے ہے۔ یعنی جو نمازی دُور سے مسافت طے کر کے مسجد میں آتے ہیں الخ

اسماء رجال: سالم وہ ابن ابی الجعد کوفی ہیں ۱۰۰ ہجری میں فوت ہوئے ہیں ع۲ ام الدرداء ان کا نام خیرہ ہے وہ اسلمیہ فاضلات صحابیات میں سے ہیں۔ نیز آپ ان صحابیات عابدات میں سے ہیں جو غافلات ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شام میں فوت ہوئیں۔ ع۳ ابو درداء کا نام عُوَیمر بن زید بن قیس ہے انہیں عُوَیمر بن مالک بن عبداللہ بن قیس انصاری بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۷۹ حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے اُن میں سے صرف پانچ ذکر کی ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جلالت و بزرگی کے باعث انہیں بدریوں سے لاحق کیا اور ان کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں دمشق کے قاضی تھے۔ ۳۱ یا ۳۲ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی قبر شریف دمشق کے باب صغیر میں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب — ظہر کی نماز کے لئے

۶۲۷ — **ترجمہ:** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دفعہ کوئی شخص راہ چل رہا تھا۔ اس نے راستہ میں کانٹے دار شاخ دیکھی اور اسے راہ سے دور پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا پھر فرمایا۔ شہید پانچ ہیں۔ طاعون میں مرجائے، پیٹ کے عارضہ سے مرجائے، پانی میں ڈوب جائے دیوار کے نیچے دب جائے اور اللہ کی راہ میں قتل ہوجائے اور فرمایا: اگر لوگ اذان دینے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کی فضیلت معلوم کرلیں پھر اسے قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ کرسکیں تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں اگر وہ ظہر کی نماز میں جلدی جانے کی فضیلت معلوم کرلیتے تو اس کی طرف دوڑتے اور اگر عشاء اور فجر کی نماز کی فضیلت معلوم کرلیتے تو گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے آتے۔

۶۲۷ — اس حدیث کا متن پانچ احادیث پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ کسی شخص کا شاخ کو راہ سے ہٹا دینا۔ دوسری یہ کہ شہداء پانچ ہیں تیسری یہ کہ قرعہ اندازی کرنا۔ چوتھی حدیث نماز کے لئے جلدی جانا۔ پانچویں حدیث گھسٹ کر چلنا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ امام بخاری اپنی عادت کے مطابق پانچ ابواب میں یہ احادیث ذکر کرتے مگر اس میں انھوں نے اپنے شیخ قتیبہ کی اتباع کی ہے کیونکہ انھوں نے مالک سے ایسا ہی مجموعہ روایت کیا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ شئے ہٹانا بہتر عمل ہے اور یہ ایمان کا ادنیٰ حصہ ہے جب اللہ تعالیٰ ادنیٰ عمل پسند کرکے اس پر اس قدر عظیم ثواب عطاء فرماتا ہے تو بڑے عمل پر ثواب کا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،، نیز حدیث میں کثیر شہداء کا بیان ہے مگر حقیقی شہید وہ ہے جسے مشرک قتل کردیں یا وہ معرکہ میں قتیل پایا جائے یا اسے مسلمان قتل کردیں اور اس قتل میں دیت (خون بہا) لازم نہ آئے،، دنیاوی احکام میں پانچوں شہداء کا حکم ایک نہیں شہید کا حکم یہ ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے گا اور نہ ہی اسے نیا کفن دیا جائے گا بلکہ جن کپڑوں میں وہ شہید ہوا انہی کپڑوں میں اسے دفن کیا جائے گا اور زائد کپڑے اتار لئے جائیں گے اس میں سب کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت اس طرح ہے۔ ثوری، اوزاعی، حسن بصری، ابن عباس، ابن زبیر بھی یہی کہتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، امام مالک اور امام شافعی نے کہا: شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اہل مدینہ منورہ کا یہی مسلک ہے۔ باقی چار شہداء کو غسل دیا جائے، کفن دیا جائے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ یہ چار مجازاً شہید ہیں اور فی سبیل اللہ شہید حقیقی شہید ہے۔ تمام پر شہید کا اطلاق عموم مجاز کے طور پر ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ ظہر کی نماز جلدی پڑھنے میں بہت ثواب ہے مگر یہ ابراد کی حدیث کے منافی نہیں کیونکہ یہ موسم سرما پر محمول ہے اور ابراد کی حدیث سخت گرمی پر محمول ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر اور عشاء کی نماز کی فضیلت بہت ہے کیونکہ یہ دونوں نمازیں منافقوں پر گراں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ احْتِسَابِ الْاٰثَارِ

۶۲۸ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ حَوْشَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ وَزَادَ ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ بَنِيْ سَلِمَةَ اَرَادُوْا اَنْ يَّتَحَوَّلُوْا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوْا قَرِيْبًا مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْرُوا الْمَدِيْنَةَ فَقَالَ اَلَا تَحْتَسِبُوْنَ اٰثَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خُطَاهُمْ اٰثَارُ الْمَشْيِ فِي الْاَرْضِ بِاَرْجُلِهِمْ

باب — قدموں کے آثار کا ثواب

۶۲۸ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے بنی سلمہ کیا تم اپنے قدموں کے آثار کا ثواب نہیں چاہتے ہو؟

ابن ابی مریم نے اپنے اسناد سے حضرت انس سے روایت کی کہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے گھروں سے پھر جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آجائیں۔ حضرت انس نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اچھا نہ جانا کہ وہ اپنے گھر خالی کریں اس لئے فرمایا : کیا تم اپنے قدموں کے آثار کا ثواب نہیں چاہتے ہو۔ مجاہد نے کہا ان کے آثار ان کے اقدام ہیں اور وہ یہ کہ زمین پر اپنے قدموں سے چلیں۔

۶۲۸ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ مسجد نبوی کے ارد گرد جگہ خالی ہوگئی ہے اور بنو سلمہ اپنے مکان چھوڑ کر مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو انھوں نے کہا، جی ہاں یا رسول اللہ ہمارا یہی ارادہ ہے۔ فرمایا : اے بنی سلمہ "دِیَارَکُمْ تُکْتَبْ اٰثَارُکُمْ"، تین بار یہ فرمایا یعنی اپنے گھروں میں ہی رہو تمہارے قدموں کا ثواب [illegible]

بَابُ فَضْلِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

۶۲۹ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْصَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ صَلٰوةٌ اَثْقَلَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ یَعْلَمُوْنَ مَا فِیْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَیُقِیْمَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا یَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اٰخُذَ شُعَلًا مِنْ نَارٍ فَاُحَرِّقَ عَلٰی مَنْ لَا یَخْرُجُ اِلَی الصَّلٰوةِ بَعْدُ

کہ دُور سے چل کر مسجد میں آکر نماز پڑھنے میں ہر قدم پہ ثواب ملتا ہے اور یہ کہ مسجد کے قریب مکان بنانا اچھا ہے کیونکہ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنوسلمہ کو منع نہیں فرمایا تھا صرف زیادہ ثواب کی ترغیب دلائی تھی اور یہ پسند نہ فرمایا کہ مدینہ منورہ کا ایک حصّہ خالی ہو جائے ۔

اسماء رجال : ع۱ محمد بن عبداللہ بن حوشب طائفی ہیں ع۲ عبدالوہاب ثقفی ہیں حدیث ع۱۵ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۳ ابن ابی مریم سعید ۔ ع۴ ابن ابی مریم کا نام سعید بن محمد بن حکم بن ابی مریم ۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے وہ بصری ہیں ۔ حدیث ع۱۰۳ کے اسماء میں دیکھیں :۔

باب — باجماعت نمازِ عشاء کی فضیلت

۶۲۹ — **ترجمہ** : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا منافقوں پر فجر اور عشاء کی نمازوں سے زیادہ گراں کوئی نماز نہیں وہ اگر ان دونوں نمازوں کی فضیلت معلوم کر لیتے تو ان کی طرف گھسٹتے ہوئے آتے ۔ میں نے قصد کیا کہ مؤذّن کو حکم دوں، وہ نماز کے لئے اقامت کہے پھر کسی شخص کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ۔ پھر میں آگ کے انگارے لے کر ان لوگوں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہ نکلے ہوں ۔

۶۲۹ — **شرح** : فجر اور عشاء کی دونوں نمازیں نیند اور استراحت کے وقت میں ہیں اس لئے یہ منافقوں پر زیادہ گراں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : "لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی" ، علامہ کرمانی نے کہا حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ منافق اگر فجر اور عشاء کی نمازوں کی فضیلت اور ثواب معلوم کر لیتے پھر گھٹنوں کے بل گھسٹنے کے سوا کوئی اور ذریعہ نہ پاتے تو وہ گھسٹتے آتے اور جماعت میں شامل

ع۵ : [illegible] ۷۸۵، ۱۴۷ [illegible] :۔

بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

۶۳۰ــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ اِبْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاَذِّنَا وَاَقِيْمَا ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا اَكْبَرُكُمَا

ہوتے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان کسی شرعی عذر کے بغیر اپنے گھر میں نماز پڑھ لے اور جماعت میں شامل نہ ہو اور بھی کوئی ایسا عذر نہ ہو جو نماز با جماعت پڑھنے سے مانع ہو تو ایسے شخص پر منافق کا اطلاق بطور تہدید جائز ہے۔ حدیث ۶۲۰ کے تحت اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

باب ــ دو اور اس سے زیادہ جماعت ہے

۶۳۰ــ ترجمہ: مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہو اور اقامت کہو پھر تم سے بڑا تمہاری امامت کرے۔

۶۳۰ــ شرح: جو علم میں اکبر ہو اور عمر میں سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے یہ اس وقت ہے جبکہ وہ باقی فضائل میں مساوی ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور ایک مقتدی کے ساتھ جماعت صحیح ہے اور مستحب وقت کے اوّل میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ حدیث ۶۰۶ کے ترجمہ میں اس کی وضاحت گزری ہے۔

اسماء رجال: ۱ یزید بن زریع حدیث ۲۸۲ کے اسماء میں۔ ۲ مالک بن حُوَیرث بن حشیش لیثی ہیں۔ ان کی کنیت ابو عثمان ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس چند روز اقامت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ انھوں نے پندرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے امام نے صرف تین ذکر کی ہیں۔ وہ ۹۴ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے۔

بَابُ مَنْ جَلَسَ فِى الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

۶۳۱ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّىْ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَادَامَ فِىْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْهُ لَا يَزَالُ اَحَدُكُمْ فِىْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَا يَمْنَعُهٗ اَنْ يَنْقَلِبَ اِلٰى اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ

باب — جو شخص مسجد میں بیٹھا، اس حال میں کہ وہ نماز با جماعت کا منتظر ہے" اور مساجد کی فضیلت"

۶۳۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : نماز کے انتظار میں تم سے جب کوئی اپنے مصلیٰ پر بیٹھا رہے تو جب تک وہ بے وضو نہ ہو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم کر تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہی رہتا ہے جب تک نماز اسے روک رکھے اور اپنے گھر جانے سے اس کو صرف نماز ہی روکتی ہو"

۶۳۱ — شرح : یعنی جب تک وہ نماز کے انتظار میں اپنے مصلیٰ پر بیٹھا رہے اسے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ نماز کے باقی احکام میں وہ نماز میں شمار نہیں ہوتا اس لئے وہ کلام وغیرہ کر سکتا ہے جو نماز میں ممنوع ہیں۔ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کی نیت کسی اور طرف پھر جائے تو نماز کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب انتظار کی حیثیت میں کوئی دوسرا

٦٣٢ ـــ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ ابْنِ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَشَآبٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَآبَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَّ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَآءً حَتّٰى لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ

٦٣٢ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا : سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جس روز اس کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل نوجوان جو اللہ کی عبادت میں بڑھا پھولا ہو وہ شخص جس کا دل مساجد سے معلّق ہو، دو شخص جو آپس میں صرف اللہ کے لئے محبّت کرتے ہیں اور اسی پر جُدا ہوتے ہیں، وہ شخص جسے خوبصورت عورت زنا کی طرف بُلائے تو وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو تنہائی میں صدقہ کرتے وقت چھپائے حتّٰی کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسو بہائیں۔

٦٣٢ ـــ شرح : یہ حدیث ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ اگر مساجد کی فضیلت نہ ہو تو جس کا دل ان سے معلّق ہے۔ اس کی اتنی بڑی فضیلت کیسے ہو سکتی ہے ؟ تمام مکلفین کا یہی حکم ہے، مرد ہوں یا عورتیں ہوں،، اس میں سات کی خصوصیت نہیں کیونکہ ایک عدد کا ذکر دُوسرے کی نفی نہیں کرتا۔ مذکور حکم اس شخص کے لئے بھی ثابت ہے جو غریب مقروض کو مہلت دے یا اس سے قرضہ معاف کر دے حالانکہ ان سات میں ان کا ذکر نہیں ہے،، اور ظِلّہٖ میں اضافت تشریف کے لئے ہے تاکہ دیگر سے ممتاز ہو جیسے کہا جاتا ہے کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے حالانکہ تمام مساجد اللہ کا گھر ہیں،، اللہ تعالیٰ حقیقی اظلال سے پاک ہے کیونکہ حقیقی ظِلّ اجسام کے خواص سے ہے یا اللہ کے عرش کا سایہ مراد ہے وہ اس کا ستر اور رحمت ہے۔ اس حدیث شریف میں عادل حاکم کی فضیلت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عادل حاکم رحمٰن کی حفاظت

۶۳۳ — حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ هَلِ اتَّخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ نَعَمْ اَخَّرَ لَيْلَةً صَلٰوةَ الْعِشَآءِ اِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوْا وَلَمْ تَزَالُوْا فِيْ صَلٰوةٍ مُنْذُ انْتَظَرْتُمُوْهَا قَالَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ

مراد ہے جب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے اور سورج کے قریب تر ہونے کے باعث سخت گرمی ہوگی۔ لوگ پسینہ میں ڈوب رہے ہوں گے اس روز صرف اللہ کے عرش کا سایہ ہوگا یا ظل سے مراد اس کی حفاظت ہے۔ نوجوانی میں جبکہ زنا کے دواعی کثیر اور شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور خواہشات کی مطابعت کے بواعث بھی قوی ہوتے ہیں۔ اس لئے شباب میں عبادت بہت سخت اور مشکل ہوتی ہے، مساجد کے ساتھ انسان کا دل معلق ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ان سے محبت کرے اور نماز باجماعت کی پابندی کرے۔ محبت فی اللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی دنیاوی غرض کے لئے محبت نہ کرے یعنی ان کے اجتماع کا سبب اللہ کی محبت ہو اور وہ اس پر مستمر رہیں حتیٰ کہ اس مجلس سے اسی حال پر متفرق ہوں۔ ذات منصب سے مراد شریف حسب ونسب والی عورت ہے، کیونکہ اس میں رغبت زیادہ ہوتی ہے اور اس کا حصول مشکل ہوتا ہے اور جب ایسی عورت خود زنا کی طرف بلائے تو اللہ کے خوف سے اس سے رک جانا اور صبر کرنا بہت بڑا مرتبہ اور عظیم فرماں برداری ہے۔

دائیں ہاتھ کے انفاق کا بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوگا اس میں صدقہ کے اخفاء اور اسرار میں مبالغہ مطلوب ہے یعنی اگر بائیں ہاتھ کو ہوشیار مرد فرض کر لیا جائے تو وہ بھی دائیں ہاتھ کے صدقہ کو معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ حال نفلی صدقہ کا ہے۔ فرضی صدقہ جیسے زکوٰۃ وغیرہ وہ علانیہ دینا افضل ہے۔ جب انسان تنہا ہوں اور ریاکاری کا احتمال تک نہ ہو تو اس وقت اس کی عبادت خالص اللہ کے لئے ہوگی اور محض اللہ کے خوف سے وہ آنسو بہائے گا یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال: ع۱ محمد بشار حدیث ع۶۷ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۲ یحییٰ بن سعید قطان ع۳ عبید اللہ عمری ع۴ خبیب اور حفص کا ذکر ہو چکا ہے۔

۶۳۳ — ترجمہ: حمید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انس سے پوچھا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پہنی ہے؟ انھوں نے کہا جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر کی پھر آپ تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے بعد ہماری طرف متوجہ

باب فَضْلِ مَنْ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

۶۳۴ — حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْرَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْرَاحَ

بَابٌ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ

۶۳۵ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ

متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تم جب سے نماز کے انتظار میں رہے۔ نماز ہی میں رہے انس نے کہا گویا کہ میں انگوٹھی کی سپیدی کو دیکھ رہا ہوں

۶۳۳ شرح : شطر سے مراد آدھی رات ہے اور "وبیص" انگوٹھی کی برق اور لمعان ہے۔ حدیث ۵۴۹ کے ترجمہ میں باقی مباحث بیان ہو چکی ہیں۔

باب — جو شخص مسجد میں صبح اور شام گیا اس کی فضیلت

۶۳۴ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جو شخص صبح و شام مسجد میں جائے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی تیار کرتا ہے جب بھی وہ صبح و شام کو جائے،،

صلى الله عليه وسلم برجل ح قال وحدثني عبد الرحمن قال حدثنا بهز بن أسد قال حدثنا شعبة قال أخبرني سعد بن إبراهيم قال سمعت حفص بن عاصم قال سمعت رجلا من الأزد يقال له مالك بن بحينة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلا وقد أقيمت الصلوة يصلي ركعتين فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم لاث به الناس فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم آلصبح أربعا آلصبح أربعا ع تابعه غندر ومعاذ عن شعبة في مالك وقال ابن إسحق عن سعد عن حفص عن عبد الله بن بحينة وقال حماد أخبرنا سعد عن حفص عن مالك

اسماء رجال ۶۳۴ : ع۱ یزید بن ہارون حدیث ۱۷ کے اسماء میں گزرا ہے محمد بن مطرّف ابو غسان لیثی مدنی ہیں۔ زید بن اسلم اور عطاء بن یسار کا تذکرہ حدیث ع۲۸ کے اسماء میں گزرا ہے۔

باب — جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہ پڑھے!

۶۳۵ — ترجمہ : عبد اللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جب کہ نماز کی اقامت ہو چکی تھی کہ وہ دو رکعتیں پڑھ رہا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اس کو گھیر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ بہز کی غندر اور معاذ نے شعبہ سے مالک بن بحینہ کی روایت میں متابعت کی۔ ابو بکر محمد بن اسحاق صاحب المغازی نے سعد سے انھوں نے حفص سے انھوں نے عبد اللہ بن بحینہ سے روایت کی اور حماد نے کہا ہمیں سعد نے حفص سے انھوں نے مالک سے خبر دی۔

۶۳۵ — شرح : حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اَلصُّبْحَ اَرْبَعًا میں ہے۔ کیونکہ جب اقامت

کے بعد دو رکعتیں پڑھے پھر امام کے ساتھ صبح کی دو رکعتیں پڑھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے صبح کی چار رکعتیں پڑھیں۔ معلوم ہُوا کہ اقامت کے بعد کوئی نماز نہیں۔ صرف وہی نماز پڑھے جس کے لئے اقامت کہی گئی ہو یہ ہر نماز کا حکم ہے اگرچہ حدیث میں صبح کی نماز مذکور ہے "کوئی شخص صبح کی نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہُوا جبکہ نماز کے لئے اقامت ہوچکی ہو تو جب اسے یقین ہو کہ وہ امام کے ساتھ آخری رکعت پالے گا تو وہ مسجد سے باہر جاکر صبح کی سنتیں پڑھ لے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحابِ تلامذہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ امام اوزاعی بھی یہی کہتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ مسجد میں ہی دو رکعتیں پڑھ لے"، صاحبِ ہدایہ نے کہا ایسا شخص مسجد کے دروازہ پر دو رکعتیں سنتِ فجر پڑھ کر مسجد میں داخل ہوتا کہ وہ سُنّت کی فضیلت اور جماعت کی فضیلت دونوں کو پالے کیونکہ مسجد میں جب جماعت کھڑی ہو تو سنتیں پڑھنا مکروہ ہے۔ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اِذا اُقِیمَتِ الصَّلوٰۃُ فلاصَلوٰۃَ اِلاَّ المَکتُوبَۃَ"، مگر اس عموم سے فجر کی سنتیں مخصوص ہیں۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم صبح کی سنتیں ترک نہ کرو اگرچہ تم کو گھوڑے پاؤں تلے روند ڈالیں"، اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو صفوں سے دُور مسجد کے ستون کے پیچھے دو رکعتیں پڑھ لے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے جبکہ صبح کی نماز کی اقامت ہوچکی تھی تو اُنھوں نے فجر کی سنتیں ستون کے پیچھے پڑھیں اس وقت حذیفہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما موجود تھے"، ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت عمر فاروق ابودرداء اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ قولہ قال حماد الخ"، ان دونوں طریقوں سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ وہ عبداللہ اور ان کی والدہ سے روائت کرنے میں بھی مختلف ہیں۔

درحقیقت صبح کی نماز کی اقامت کے بعد وہاں سنتیں اس لئے مکروہ ہیں کہ ایک مکان میں فرض اور نفل میں وصل لازم آتا ہے لہٰذا مسجد سے باہر یا مسجد کے کسی کونہ میں سنتیں پڑھ لے تو مکروہ نہیں یہ مسلم الثبوت ہے کہ فجر کی سنتوں کی محافظت کی بہت تاکید منصوص ہے"، تو جب کسی کو فجر کی نماز باجماعت کا پالینا ممکن ہو تو وہ یہ سنتیں ضرور پڑھے۔ بخاری، مسلم اور ابوداؤد میں ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صبح کی نماز سے پہلے دو سنتوں کی بڑی حفاظت فرمایا کرتے تھے"، ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "صبح سے پہلے دو رکعتیں مت ترک کرو اگرچہ تم کو گھوڑے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اسی لئے احناف کہتے ہیں کہ صبح کی نماز سے پہلے فجر کی سنتیں ضرور پڑھ لے تاکہ اسے دونوں فضیلتیں حاصل ہوجائیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

اسماءِ رجال

: عبداللہ بن مالک بن ابنِ بُحَینہ۔ بُحَینہ عبداللہ کی والدہ ہے۔ وہ والدین کی طرف منسوب ہیں۔ وہ قدیم الاسلام ہیں۔ اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی ہیں۔ وہ بہت بڑے فاضل اور عابد تھے ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فوت ہُوئے۔

عبداللہ بن ابن بُحَینہ کا اعراب

مالک عبداللہ کے والد اور بُحَینہ ان کی والدہ ہیں کما مر۔ اس لئے مالک ہر تنوین پڑھنا صواب ہے اور ابن کو اَلِف سے لکھا جاتا ہے

بَابُ حَدِّ الْمَرِيْضِ اَنْ يَّشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

٦٣٦ — حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ الْاَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلٰوةِ وَالتَّعْظِيْمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِیْ مَاتَ فِيْهِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَاُذِّنَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ وَاَعَادَ فَاَعَادُوْا لَهٗ فَاَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ يُّصَلِّیْ فَوَجَدَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَّفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰى رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ الْاَرْضَ مِنَ الْوَجَعِ فَاَرَادَ اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّتَاَخَّرَ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ مَّكَانَكَ ثُمَّ اُتِیَ بِهٖ جَلَسَ اِلٰى جَنْبِهٖ فَقِيْلَ لِلْاَعْمَشِ فَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیونکہ ابن بحینہ مالک مالک کی صفت نہیں بلکہ عبد اللہ کی صفت ہے۔ کیونکہ عبد اللہ کے والد کا نام مالک اور بحینہ مالک کی بیوی ہے۔ اور عبد اللہ کی ماں ہے لہٰذا لفظ ابن دو متناسل اعلام کے درمیان واقع نہیں۔ ابن کا الف اس وقت حذف ہوتا ہے جب وہ متناسل اعلام کے درمیان واقع ہو۔ یہی ترکیب عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی ہے۔ جبکہ ابی عبد اللہ کا باپ اور سلول ماں ہے۔ معاذ وہ ابن معاذ اور مثنیٰ بصری کے والد ہیں بصرہ کے قاضی رہے ہیں ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابن اسحاق ابوبکر بن محمد بن اسحاق مدنی تابعی ہیں وہ علوم شرعیہ اور مغازی کے علم میں بہت ماہر تھے۔

باب نماز باجماعت میں حاضر ہونے کے لئے مریض کی حد"

يُصَلِّيْ وَاَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلَاتِهٖ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهٖ نَعَمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بَعْضَهٗ وَزَادَ اَبُوْمُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا

۶۳۶ — ترجمہ : اسود رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے ہم نے نماز میں ہمیشگی اور اس کی حفاظت کا ذکر کیا تو ام المؤمنین نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے جس بیماری میں آپ نے وفات فرمائی اور نماز کا وقت ہُوا اور اس کے لئے اذان دی گئی تو آپ نے فرمایا ابوبکر کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابوبکر نرم دل شخص ہیں جب وہ آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو نماز پڑھانے پر قادر نہ ہوں گے۔ آپ نے اس کلام کا اعادہ فرمایا تو حاضرین مجلس نے بھی پہلے جواب کا اعادہ کیا۔ آپ نے دوسری بار ابوبکر کی امامت کا اعادہ کیا تو حاضرین نے بھی پہلے کلام کا اعادہ کیا۔ آپ نے تیسری بار اعادہ کیا اور فرمایا تم یوسف علیہ السلام کی صواحب ہو (زنان مصر کی طرح) ابوبکر کو حکم دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف اور نماز پڑھانا شروع کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے سکون پایا اور مسجد میں تشریف لے گئے جبکہ دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چل رہے تھے گویا کہ میں آپ کے پاؤں کو دیکھ رہی ہوں جو مرض کے باعث زمین پر خط بناتے جا رہے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ کو آگے کیا گیا حتیٰ کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اعمش رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی نماز میں اقتداء کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کر رہے تھے تو اُنھوں نے سر سے اشارہ کرتے ہوئے کہا جی ہاں! ابوداؤد طیالسی نے اس کو شعبہ سے اُنھوں نے اعمش سے اس کا کچھ حصہ روایت کیا اور ابومعاویہ نے زیادہ روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے اور ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

۶۳۶ — شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جماعت میں تشریف لے جانے کے لئے دو شخصوں پر اعتماد کر کے چل رہے تھے جبکہ آپ کے دونوں قدم شریف زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ مریض کے لئے جماعت میں حاضر ہونے کے لئے یہی مقدار ہے اگر مرض زیادہ ہو جائے اور کوئی شخص مسجد میں لے جانے والا نہ ہو تو مسجد میں حاضر ہونا مستحب نہیں اس سے نماز کی عظمت بھی ظاہر ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر مشقت سے نماز پڑھنے تشریف لے گئے اور اس میں امت کو اس کی ترغیب بھی دلائی کہ وہ جماعت میں حاضر ہونے سے قاصر نہ ہوں اس میں اجر عظیم ہے،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض کے ایام میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے اور آپ کی گود میں آپ نے وصال فرمایا اور ان ایام میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کی امامت کرتے رہے

اس میں سب کا اتفاق ہے کسی فردِ بشر کو اس میں اختلاف نہیں ؛؛

سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ ابوبکر کو میرا حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ایک روائت میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لا لا " ، نہ نہ ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں "

ایک روائت میں ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ ہم عمر فاروق کو کہہ دیتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائیں ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ابوبکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں "

ان روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کسی اور کی امامت سے راضی نہ تھے " اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اپنے باپ اور اپنے بھائی کو بلاؤ میں ان کے لئے لکھ دوں اور پھر ایک عورت سے فرمایا اگر تو آئندہ سال آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس چلی جانا ۔ ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی ۔ اسی لئے دوسری ازواج سے آپ نے رخصت لی کہ آپ ام المؤمنین کے گھر رہیں جس پر سب بیویاں راضی ہوگئیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں اور آپ کے بعد خلافت بالوصل کے مستحق ہیں " امام بخاری اور مسلم نے تصریح کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے جبکہ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ کے بائیں طرف بیٹھ گئے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور ابوبکر صدیق کھڑے آپ کی اقتداء کر رہے تھے " اور آپ کی آواز شریف لوگوں تک پہنچا رہے تھے ، معلوم ہوا کہ اس نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام نہ تھے ، کیونکہ ایک جماعت میں دو امام نہیں ہو سکتے ہیں " ہاں جس نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امام تھے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی تھے ۔ وہ پیر کے روز صبح کی نماز تھی اور یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی اس کے بعد آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے وہ ہفتہ یا اتوار کے روز ظہر کی نماز تھی " اس طرح تمام روایات میں اتفاق ہو جاتا ہے جبکہ بعض روایات میں آپ کا امام ہونا اور بعض میں ابوبکر کا امام ہونا روائت کیا گیا ہے ۔ ضیاء مقدسی اور ابن ناصر نے کہا صحیح روایات سے ثابت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مرض میں وصال فرمایا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تین بار اقتداء کی اس کا انکار روایات سے جاہل ہی کر سکتا ہے " یہ کیا خوب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آخری نماز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی ، یہ ابوبکر کی خلافت کی بین دلیل ہے " رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ جس نے یہ کہا تھا کہ ابوبکر نرم دل ہیں وہ آپ کے مصلیٰ پر کھڑے نہ ہو سکیں گے ، وہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں ۔ حدیث ۶۴۸ میں اس کی صراحت ہے ۔ اس کلام کا سبب یہ تھا کہ لوگ ان کے والد ماجد کی طرف کوئی غیر موزوں امر کی نسبت نہ کریں ظاہر ہے کہ یہ گفتگو گھر میں تھی اور خطاب ازواج کو تھا اسی لئے فرمایا " اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ " ، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی بیمار ہو سکتے ہیں اس میں

٦٣٧ — حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ —

حکمت یہ ہے کہ ان کو اجر زیادہ ملے، اور اس میں لوگوں کو تسلی دینا بھی مطلوب ہے کہ بیماری سے گھبرائیں نہیں اور اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ نبی خدا نہیں جو بیمار نہیں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

٦٣٧ — ترجمہ: عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے ازواج مطہرات سے اجازت چاہی کہ بیماری کے ایام آپ میرے گھر رہیں سب ازواج نے آپ کو اس کی اجازت دے دی۔ آپ دو شخصوں کے درمیان باہر آئے حالانکہ آپ کے دونوں قدم زمین پر کھنچ رہے تھے جبکہ آپ عباس اور ایک دوسرے آدمی پر اعتماد کئے ہوئے تھے۔ عبید اللہ نے کہا اس نے اس کا ابن عباس سے ذکر کیا جو کہ ام المؤمنین نے کہا تھا تو انھوں نے مجھے کہا کیا جانتے ہو وہ آدمی جس کا ام المؤمنین نے ذکر نہیں کیا وہ کون تھا؟ میں نے کہا نہیں۔ ابن عباس نے کہا "وہ علی بن ابی طالب تھے۔ رضی اللہ عنہ"۔

٦٣٧ — شرح: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت ہے کہ تمام ازواجِ مطہرات کی موجودگی میں آپ نے ام المؤمنین کے گھر رہنا پسند فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیویوں میں تقسیم واجب تھی مگر تحقیق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دل جوئی کے لئے تقسیم فرماتے تھے آپ پر یہ ضروری نہ تھی۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام اس لئے ذکر نہ کیا کہ ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ متعین نہ تھے، کبھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے دست اقدس کو پکڑتے اور کبھی حضرت فضل بن عباس تھام لیتے تھے جیسا کہ صراحۃً روایات میں مذکور ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام نہ لینا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تحقیر اور عداوت کی وجہ

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ

۶۳۸ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ ثُمَّ قَالَ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَّمَطَرٍ يَقُولُ أَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ

۶۳۹ــــ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ وَهُوَ أَعْمٰى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ

باب ــــ بارش یا کسی علّت کی وجہ سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت

۶۳۸ــــ ترجمہ : نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ٹھنڈی اور ہوا والی رات میں نماز کے لئے اذان دی پھر کہا خبردار گھروں میں نماز پڑھ لو اس کے بعد کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ حکم فرماتے جبکہ ٹھنڈی اور بارش والی رات ہوتی کہ خبردار گھروں میں نماز پڑھ لو۔

۶۳۸ــــ شرح : ابن عوانہ کی صحیح میں ہے کہ یہ رات ٹھنڈی، بارش اور ہوا والی تھی۔ اس کا مدلول یہ ہے کہ نماز باجماعت کے ترک میں یہ تینوں امور عذر ہیں بظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تینوں اشیاء رات میں ترکِ جماعت کے لئے عذر ہیں مگر سنن میں ابن اسحاق کے طریق سے نافع سے روایت ہے کہ بارش کی رات اور شدت کی سردی میں ترکِ جماعت جائز ہے تفصیل کیلئے ؎

؎ حدیث ۶۱۷ کا مطالعہ کریں۔

وَاَنَا رَجُلٌ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُوْلَ اللهِ فِيْ بَيْتِيْ مَكَانًا اَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى فَجَآءَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ فَاَشَارَ اِلٰى مَكَانٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابٌ هَلْ يُصَلِّي الْاِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

٦٤٠ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ رَدْغٍ فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ

---

٦٣٩ — ترجمہ : محمود بن ربیع انصاری نے کہا کہ عتبان بن مالک اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔ اُنھوں نے رسُول اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ میرے گھر ایک جگہ نماز پڑھیں میں اس جگہ کو جائے نماز بنالوں گا۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا میرا نماز پڑھنا کہاں پسند کرتے ہو اس نے گھر میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا وہاں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز پڑھی!

٦٣٩ — شرح : حدیث ٤١٧ کی طویل حدیث کے ترجمہ میں اس کی تفصیلی گزری ہے،، اگر یہ کہا جائے کہ صرف ظلمت اور اندھیرے کو رُخصت میں دخل ہے یا سیلاب تنہا کافی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ظلمت کو رخصت میں دخل نہیں اسی طرح ضرورتِ بصر کو بھی رخصت میں دخل نہیں یعنی ایک دُوسرے کے ساتھ مل کر یہ عذر نہیں بلکہ تینوں میں سے ہر ایک ترکِ جماعت کے لئے عذر کافی ہے لیکن عتبان نے اپنے عذر متعدد بیان کرنے کے لئے تینوں کو جمع کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ نماز باجماعت کے پابند ہیں۔ موانع کی کثرت کے باعث ہی اسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ترکِ جماعت کے لئے عذرِ مشقت ہے اور وہ ہر ایک میں موجود ہے معلوم ہُوا کہ عذر کے ساتھ نماز باجماعت واجب نہیں رہتی۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ چھوٹے لوگوں کو چاہیئے کہ بندگانِ دین کو اپنے گھروں میں بلائیں تاکہ گھروں میں برکت ہو اور گھر میں نماز کے لئے جگہ معین کرنا جائز ہے

قَالَ قُلِ الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هٰذَا إِنَّ هٰذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا عَزْمَةٌ وَإِنِّيْ كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُؤَثِّمَكُمْ فَتَجِيْئُوْنَ تَدُوْسُوْنَ الطِّيْنَ إِلٰى رُكَبِكُمْ

اسماء رجال ٦٣٩ : محمود بن ربیع اور عتبان کا تذکرہ حدیث ۴۱۷ کے اسماء میں ہوچکا ہے۔

باب۔ کیا جو لوگ حاضر ہو جائیں امام انہیں نماز پڑھائے؟ اور کیا جمعہ کے روز بارش میں امام خطبہ دے؟

٦٤٠ — ترجمہ : عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کیچڑ کے روز ابن عباس نے ہمیں خطبہ دیا اور مؤذن کو حکم دیا کہ جب وہ حی علی الصلوٰۃ کو پہنچے تو یہ کہے "الصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ" یعنی نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لو، صحابہ کرام نے ایک دوسرے کو دیکھا گویا کہ انھوں نے اس کا انکار کیا۔ ابن عباس نے کہا گویا کہ تم نے اس کا انکار کیا ہے۔ یہ اس ذات ستودہ صفات نے کیا جو مجھ سے بہتر ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا۔ یہ ضروری امر ہے میں تم کو حرج میں ڈالنا پسند نہیں کرتا اور حماد سے روایت ہے انھوں نے عاصم سے انھوں نے عبداللہ بن حارث سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جیسی روایت کی مگر انھوں نے کہا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم کو مشقت میں مبتلا کروں اور تم آؤ جبکہ گھٹنوں تک کیچڑ میں لتھڑے ہوئے ہو!

٦٤٠ — شرح : یعنی جن لوگوں کے لئے رخصت کی علت موجود ہو وہ اگر نماز باجماعت پڑھنے آجائیں تو امام ان کو نماز پڑھائے اور یہ مکروہ نہیں اور "اَلصَّلٰوةُ فِي الرِّحَالِ" کا فائدہ یہ ہے کہ تمہارے لئے گھروں میں نماز پڑھ لینا مباح ہے۔ مسجد میں آنا ضروری نہیں اور جو لوگ جمعہ کے روز

٦٤١ — حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِى سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتّٰى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِى الْمَاءِ وَالطِّيْنِ حَتّٰى رَأَيْتُ اَثَرَ الطِّيْنِ فِى جَبْهَتِهٖ

٦٤٢ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِنِّىْ لَا اَسْتَطِيْعُ الصَّلٰوةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَدَعَاهُ اِلٰى مَنْزِلِهٖ فَبَسَطَ لَهٗ حَصِيْرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيْرِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ اٰلِ الْجَارُوْدِ لِاَنَسٍ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّى الضُّحٰى قَالَ مَا رَأَيْتُهٗ صَلَّاهَا اِلَّا يَوْمَئِذٍ

بارش میں مسجد میں آجائیں امام ان کو نمازِ جمعہ پڑھائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ اذان سے فارغ ہونے کے بعد " الصّلوٰۃ فی الرّحال " کہا ، مگر وہ اس حدیث کے منافی نہیں ، کیونکہ دونوں امر جائز ہیں اور ہر ایک حدیث کا محل مختلف ہے "

٦٤١ — ترجمہ : ابو سلمہ نے کہا میں نے ابو سعید خدری سے پوچھا تو انہوں نے کہا بادل آیا اور برسا حتیٰ کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی جبکہ وہ کھجور کی چھڑیوں کی بنی ہوئی تھی اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پانی اور مٹی (کیچڑ) میں سجدہ کرتے تھے حتیٰ کہ میں نے مٹی کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی میں دیکھا "

٦٤١ — شرح : یہ حدیث اعتکاف کے باب میں مذکور ہے کہ ابو سلمہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق کچھ سنا ہے ابو سعید نے کہا جی ہاں اور حدیث ذکر کی لہٰذا اس روایت میں اگرچہ مسئول عنہ کا ذکر نہیں ۔ مگر یہی حدیث اعتکاف میں مذکور ہے وہاں مسئول عنہ مذکور ہے " بارش کے روز عادۃً بعض لوگ جماعت سے رہ جاتے ہیں تو یہ ضروری بات ہے کہ اس وقت امام انہیں کو نماز پڑھائے گا جو مسجد میں حاضر ہوں گے لہٰذا یہ حدیث باب کے ترجمہ کی پہلے :

۶۴۲ ترجمہ : ابن سیرین نے کہا میں نے انس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک انصاری نے کہا میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جبکہ وہ انصاری بہت موٹا شخص تھا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طعام تیار کیا اور آپ کو اپنے گھر تشریف لانے کی دعوت دی اور آپ کے لئے چٹائی بچھا دی اور اس کا کنارا دھویا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دو رکعتیں پڑھیں۔ آلِ جارود سے ایک آدمی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ انس نے کہا اس دن کے سوا میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

۶۴۲ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس موٹے آدمی کے سوا حاضرین کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے لہٰذا یہ حدیث باب کے پہلے جزء کے مناسب ہے اور اس حدیث میں اگرچہ خطبہ کا ذکر نہیں جو ترجمہ کا دوسرا حصہ ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ باب کی ہر حدیث پورے ترجمہ پر دلالت [کرے، بلکہ بعض احادیث بعض ترجمہ پر دلالت] کریں تو یہی کافی ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا یہ انصاری عتبان بن مالک تھے۔ جس حدیث میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ وہ ضعیف حدیث ہے۔ صحیح روایات اس کو مسترد کرتی ہیں، ،، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز بعض اوقات پڑھا کرتے تھے کیونکہ اس کی فضیلت بہت ہے اور بعض اوقات نہ پڑھتے تھے تاکہ یہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ جن روایات میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت کبھی کبھار ام المؤمنین کے پاس ہوتے تھے۔ چاشت کے وقت کبھی آپ سفر میں ہوتے کبھی مقیم ہوتے مگر مسجد میں ہوتے یا کسی اور جگہ تشریف فرما ہوتے۔ ازواج کے پاس تو ان کی نوبت میں ہوتے تھے لہٰذا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ میں نے آپ کو چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا صحیح ہے کیونکہ ان کی عدم رؤیت سے عدم فعل لازم نہیں آتا یا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے آپ کو ہمیشہ چاشت کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو مداومت کی نفی سے اصل نماز کی نفی نہیں ہوتی اگر یہ کہا جائے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چاشت کی نماز بدعت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض لوگوں کی طرح علانیہ مساجد میں یہ نماز پڑھنا بدعت ہے اس کو یہ لازم نہیں کہ گھروں میں بھی اس کا پڑھنا مذموم ہے ،، یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشت کی نماز پڑھنے کا علم نہ ہو ،، بہرکیف جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ چاشت کی نماز مسلّمہ ہے ،، شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ چاشت کی پہلی رکعت میں سورہ والشمس ، دوسری میں واللیل ، تیسری میں والضحیٰ اور چوتھی میں الم نشرح پڑھے'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ موٹاپے سے جماعت کے ساتھ نماز ساقط ہو جاتی ہے ، ابن حبان نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ تتبع سے معلوم ہوا ہے کہ نماز باجماعت ساقط ہونے کے دس عذر ہیں ،، ۱ بیماری جس کی وجہ سے مسجد میں نہ جا سکے۔ ۲ مغرب کی نماز کے وقت طعام حاضر ہو ، ۳ نسیان طاری ہو جائے اور جماعت کا وقت بھول جائے'' ۴ زیادہ موٹاپا ، ۵ بروقت قضاء حاجت درپیش آ جائے ،، ۶ جماعت میں حاضر ہونے کی صورت میں راستہ

بَابٌ اِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعَشَآءِ وَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فِقْهِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهٗ عَلٰى حَاجَتِهٖ حَتّٰى يُقْبِلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ وَقَلْبُهٗ فَارِغٌ"

۶۴۳ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُضِعَ الْعَشَآءُ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ

میں جان و مال کا خطرہ ہو، سردی سخت ہو، نقصان[۸] دہ بارش اور سخت اندھیرا ہو جس میں چلنا دشوار ہو، حقوقہ، پیاز یا گندنا وغیرہ کھایا ہو جس کی وجہ سے منہ سے بُو آتی ہے۔

باب — جب کھانا حاضر ہو اور نماز کے لئے اقامت ہو جائے،،

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے کھانا کھا لیتے تھے۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا آدمی کی فقاہت یہ ہے کہ پہلے اپنی حاجت پُوری کرے حتّٰی کہ نماز میں شروع ہو تو اس کا دل فارغ ہو"

۶۴۳ — ترجمہ : اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی آپ نے فرمایا جب کھانا رکھا جائے اور نماز کے لئے اقامت ہو جائے تو پہلے کھانا کھائے"

۶۴۳ — شرح : یعنی اگر نماز کے لئے اقامت ہو جائے اور سخت بھوک لگی ہو تو پہلے کھانا کھا لے پھر نماز پڑھے شرح السنہ میں ہے یہ اس وقت ہے جبکہ بھوک کا غلبہ ہو اور نفس کھانے کی طرف زیادہ مائل ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو کہ کھانا کھا کر وقت میں نماز پڑھی جا سکتی ہو، ورنہ پہلے نماز پڑھے پھر کھانا کھائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکری کا شانہ کاٹ رہے تھے کہ نماز کے لئے اقامت ہو گئی تو آپ نے

۶۴۴ ــ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُدِّمَ الْعَشَاءُ فَابْدَؤُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عَشَائِكُمْ

۶۴۵ ــ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَؤُوا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهْبُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِنْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ وَهْبِ بْنِ عُثْمَانَ وَوَهْبٌ مَدَنِيٌّ

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ صحیح نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طعام وغیرہ کے لئے نماز کو موخر نہ کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے صحیح حدیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہے جب وقت ختم ہونے والا ہو تو مؤخر نہ کیا جائے اور اگر وقت باقی ہو تو پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے اس طرح دونوں حدیث متفق ہو جاتی ہیں۔

۶۴۴ ــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شام کا کھانا آگے رکھا جائے تو مغرب کی نماز سے پہلے اسے کھالو اور کھانے سے پہلے نماز میں جلدی نہ کرو۔

۶۴۵ ــ شرجمہ : ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے آگے شام کا کھانا رکھا جائے اور جماعت کھڑی ہو تو وہ پہلے شام کا

بَابُ اِذَا دُعِیَ الْاِمَامُ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَبِیَدِهٖ مَا یَأْكُلُ

۶۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ اَنَّ اَبَاہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْكُلُ ذِرَاعًا یَحْتَزُّ مِنْھَا فَدُعِیَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّیْنَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ۔

کھانا کھالے اور نماز کے لئے جلدی نہ کرے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جائے،، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آگے کھانا رکھا جاتا تھا جبکہ جماعت کھڑی ہو جاتی تو وہ نماز کے لئے نہ آتے حتیٰ کہ کھانے سے فارغ ہو جاتے حالانکہ وہ امام کی قرأت سُنا کرتے تھے ،، زہیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عُقبہ سے اُنھوں نے ابن عمر سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانے پر ہو تو اس سے جلدی نہ کرے حتیٰ کہ اس سے اپنی حاجت پوری کرے اگرچہ نماز کے لئے اقامت کہی جائے۔ ابراہیم بن منذر نے وہب بن عثمان سے اس کو روایت کیا اور وہب مُدَنی ہے۔

۶۴۴ — ۶۴۵ شرح : یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کے رہنے والے ہیں“ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ان احادیث میں کھانے کی موجودگی میں جس کا کھانے کا ارادہ ہو اس کے لئے نماز پڑھنا مکروہ ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو اگر کھانا کھاتے کھاتے وقت نکل جائے تو نماز میں تاخیر جائز نہیں۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امر استحباب کے لئے ہے۔

باب — جب امام کو نماز کے لئے بلایا جائے حالانکہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی شئے ہو“

۶۴۶ — ترجمہ : جعفر بن عمرو بن اُمیّہ نے خبر دی کہ ان کے باپ نے کہا میں نے رسول اللہ

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ فَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَخَرَجَ

۶۴۷۔ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مِهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ

کے لئے بُلایا گیا آپ اُٹھے اور چھری پھینک دی اور نماز پڑھی اور وضوء نہ کیا۔

۶۴۶ — شرح: اس باب کو پہلے ابواب کے بعد اس لئے ذکر کیا کہ ان ابواب میں امر وجوب کے لئے نہیں ہے کیونکہ اگر کھانا کھانا نماز سے پہلے واجب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوتے اور چھری ہاتھ سے نہ پھینکتے اور نماز کے لئے تشریف نہ لے جاتے اگر یہ سوال ہو کر کھانے کی نماز پر تقدیم کی علت یہ ہے کہ دل شواغل سے خالی ہو جائے اور سب سے بڑا شاغل تو یہ ہے کہ نفس موجود کھانے کی طرف مائل ہو اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم قوتِ شہوت کی مدافعت پر قادر تھے۔ حدیث شریف میں ہے اَیُّکُمْ یَمْلِكُ اِرْبَهُ ،، اس لئے آپ نے نماز کو کھانے پر ترجیح دی اس کا جواب یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصًا اپنی ذاتِ شریف کے لئے عزیمت پر عمل کیا اور نماز کو کھانے پر مقدم کیا اور دوسروں کو رخصت پر عمل کا حکم فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں جاتا اور گوشت چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہے۔ واللہ اعلم!

باب — جو شخص اپنے گھر کے کام میں ہو اور نماز کیلئے اقامت ہو جائے تو نماز کے لئے جائے

۶۴۷ — ترجمہ: اسود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا

بَابُ مَنْ صَلّٰى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيْدُ اِلَّا اَنْ يُّعَلِّمَهُمْ صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ سُنَّتَهٗ

۶۴۸ــ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ جَآءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا فَقَالَ اِنِّيْ لَاُصَلِّيْ بِكُمْ وَمَا اُرِيْدُ الصَّلٰوةَ اُصَلِّيْ كَيْفَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کام میں مشغول ہوتے اور جب نماز کا وقت ہوجاتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

۶۴۷ــ شرح : یعنی گھر کے کاروبار میں مشغولیت ترک جماعت کے لئے عذر نہیں، جب نماز کا وقت ہوجائے تو گھر کے کاروبار چھوڑ دے مگر جب کھانا موجود ہو اور نفس اس کی طرف مائل ہو اور نماز کے لئے اقامت ہوجائے تو اگر نماز کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو کھانا کھا کر نماز پڑھے،

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں آدمی نماز کے لئے تیار رہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں حرج نہیں کہ گھر کے کاروبار میں مصروف ہونے کے باوجود اسی حالت میں نماز کے لئے چلا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ کرام اپنے کام خود کریں اور یہ صالحین کی عادت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب جس نے لوگوں کے سامنے نماز پڑھی حالانکہ اس کا ارادہ صرف یہ ہو کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اور اس کے طریقہ کی تعلیم دے

۶۴۸ ترجمہ : ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے کہا مالک بن حویرث ہماری اس مسجد میں آئے اور کہا میں تمہارے لئے نماز پڑھتا ہوں حالانکہ میرا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں میں اس طرح نماز پڑھتا ہوں جیسے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ایوب نے کہا میں نے ابو قلابہ سے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے پڑھتے تھے [illegible]

يُصَلِّي فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هٰذَا وَ كَانَ الشَّيْخُ يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى

بَابُ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

٦٤٩۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ ثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوسلمہ شیخ تھے۔ وہ کھڑا ہونے سے پہلے جب پہلی رکعت میں سجدہ سے سر اُٹھاتے تو بیٹھ جاتے تھے۔

٦٤٨۔ شرح : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے یعنی دوسرے سجدہ سے جب سر اُٹھائے تو خفیف سا بیٹھ جائے پھر ہاتھوں سے زمین پر اعتماد کر کے دُوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو،، اسی طرح تیسری رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرے،، نعمان بن ابی عیاش نے کہا میں نے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ جلسہ استراحت نہ کرتے تھے۔ امام ترمذی نے کہا علماء کا معمول بھی یہی ہے اور مالک بن حویرث کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خفیف سا بیٹھنا ضعف کے باعث تھا صاحب ہدایہ نے کہا مالک بن حویرث کی حدیث جس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑھاپے پر محمول ہے۔ امام ترمذی نے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدموں پر اعتماد کرتے ہُوئے سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اسی پر ترمذی نے اعتماد کیا اور کہا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے۔ ابوقلابہ کا مقصد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تعلیم دینا تھا۔ فرض نماز پڑھنا ان کا مقصد نہ تھا کیونکہ وہ وقت فرض پڑھنے کا وقت نہ تھا،، اگر یہ کہا جائے کہ اس نماز کا کیا حکم ہے جبکہ اس سے اللہ کی عبادت مقصود نہ تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس نماز سے مقصود شریعت کی تعلیم تھی اس اعتبار سے نماز عبادت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب۔ اہل علم وفضل امامت کے زیادہ حقدار ہیں

٦٤٩۔ ترجمہ : ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور آپ کی

فَاشْتَدَّ مَرَضُهٗ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّهٗ رَجُلٌ رَقِيْقٌ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَ مُرِيْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِيْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاَتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فِيْ حَيٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٦٥٠ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ مَرَضِهٖ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ

بیماری سخت ہوگئی تو فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابوبکر نرم دل شخص ہے وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔ ام المؤمنین نے پھر وہی اعادہ کیا تو فرمایا ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم تو یوسف کی صواحب ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد آیا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔

٦٤٩ — شرح: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کثرت حزن زیادہ رونے اور رقت قلب کے باعث سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ دراصل وہ اپنے والد سے لوگوں کی غیر موزوں باتیں دفع کرنا چاہتی تھیں حدیث ٦٣٥ میں اس کی تفصیل گزری ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت سے افضل ہیں۔ کرمانی نے کہا کہ بار بار گفتگو سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی غرض یہ تھی کہ اگر ان کے والد نماز پڑھائیں تو بعض لوگ باتیں کریں گے کہ جب سے یہ نماز پڑھا رہے ہیں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تک نہیں ہے اور یہ بات منحوس تھی اس لئے تکرار کلام سے ان کا مقصد یہ تھا کہ کوئی اور نماز پڑھائے اور وہ لوگوں کی متوقع باتیں اپنے والد سے دفع کرنا چاہتی تھیں"

اسماء رجال: ع١ اسحاق بن نصر حدیث ٤٧٠ کے اسماء میں مذکور ہے۔ ع٢ حسین بن علی جعفی کوفی ہیں۔ ٢٠٣ ہجری میں فوت ہوئے۔ ع٣ زائدہ حدیث ٢٦٣ کے اسماء میں ع٤ عبدالملک بن عمیر انہیں عبدالملک قبطی کہا جاتا ہے۔ وہ کوفہ کے قاضی تھے انھوں نے؛

قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَآءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَۃُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَہْ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَۃُ لِعَائِشَۃَ مَا کُنْتُ لِاُصِیْبَ مِنْكِ خَیْرًا

۶۵۰ — ترجمہ ۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے کہا (یا رسول اللہ) ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے وہ لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے آپ عمر سے فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے ۔ ام المؤمنین نے کہا میں نے حفصہ سے کہا کہ تم آپ سے عرض کرو کہ ابوبکر جب آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے آپ عمر سے فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حفصہ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو ! تم صاحب یوسف ہو ! ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حفصہ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو ! تم صواحب یوسف ہو ! ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ صدیقہ سے کہا مجھے تم سے کبھی اچھی بات نصیب نہ ہوئی ۔

۶۵۱ — شرح : اِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ ، اس لئے کہ ان عورتوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو نہایت پریشان کیا تھا ، اور ان کو ملامت میں واقع کرنے کی کوشش کی تھی ۔ جنس کے اعتبار سے ایک یا دو پر بھی جمع کا اطلاق جائز ہے ۔

کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو اور آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کی موجودگی میں فریضۂ صلوٰۃ ادا کرنے کے لئے امام مقرر کیا تو نماز کی تبعیت میں تمام امور بھی اُن کے اہتمام میں کر دیئے گئے لہٰذا آپ ساری اُمت سے افضل ہیں ۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا آپ سے بار بار کہنا کہ ابوبکر امامت نہیں کر سکیں گے ۔ اس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ کسی اور کو نماز میں خلافت پر مامور کریں ۔ کیونکہ انہیں یہ ڈر تھا کہ لوگ ابوبکر کی امامت میں بہتری خیال نہیں کریں گے اور کہیں گے جب سے ابوبکر امامت پر فائز ہیں ۔ ہم نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا ہے ۔ قولہ مَہْ ، یہ اسم فعل ہے اس کا معنی ہے رُک جاؤ ۔

۶۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَدَمَهُ وَصَحِبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلٰوةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا أَنْ نَفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

۶۵۱۔ ترجمہ: زہری نے کہا مجھے انس بن مالک انصاری نے خبر دی جبکہ اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی آپ کی خدمت کی اور آپ کی صحبت میں رہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض میں جس میں آپ وصال فرما گئے ہیں، لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے حتیٰ کہ جب پیر کا دن تھا حالانکہ صحابہ کرام نماز کے صفیں بنائے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ شریفہ کا پردہ اُٹھایا جبکہ آپ کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے گویا کہ آپ کا چہرۂ انور مصحف کا ورقہ تھا، پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے ہنسنے لگے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر خوشی سے فتنہ میں پڑنے کا قصد کیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے کی طرف لوٹے تاکہ صف میں پہنچ جائیں اور یہ گمان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ لٹکا دیا اور اسی روز وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۶۵۱۔ شرح: یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ عقائد، اقوال، افعال اور اخلاق میں آپ کے تابع تھے اُنھوں نے دس برس رات دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور آپ کی صحبت میں رہے جبکہ آپ کی صحبت مومن کے لئے اعلیٰ حال ہے اور آپ کی خدمت میں رہنا شرافت اور بزرگی کی دلیل ہے۔

ورقۃ مصحف،، سے حسن وجمال اور خوبصورتی میں تشبیہ دی ہے۔ آپ کا تبسم فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ آپ صحابہ کا جمع ہو کر نماز پڑھنے اور شریعت مطہرہ کی اقامت سے خوش ہوئے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم،، ::

۶۵۲ـ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَذَهَبَ اَبُوْبَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وَضَحَ لَنَا فَاَوْمَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَتَقَدَّمَ وَاَرْخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ

۶۵۲ــ ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین روز باہر تشریف نہ لائے پس نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (نماز پڑھانے کے لئے) آگے ہونے کا ارادہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ پکڑا اور اسے اُٹھایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کی روشنی ظاہر ہوئی تو اس وقت جو منظر ہم نے دیکھا اس سے اچھا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ وہ آگے ہوں (نماز پڑھائیں) اور پردہ لٹکا دیا پھر آپ چلنے پھرنے پر قادر نہ ہوئے حتّٰی کہ وصال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ط

۶۵۲ــ شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے تک نماز میں آپ کے نائب تھے، اور کبھی اس عظیم منصب سے معزول نہیں ہوئے اور اصحابِ تشیع کا یہ کہنا کہ وہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلّٰی پر تشریف لانے سے معزول ہو گئے تھے صحیح نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلّٰی کی طرف اشارہ کر کے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ نماز پڑھائیں اور اشارہ کر کے خود حجرہ میں تشریف فرما ہے اور اسی حال میں وفات فرمائی اور ایسے مقام میں دستِ اقدس سے اشارہ حکم کے مترادف ہوتا ہے لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور اسی پر دوام و استمرار رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۶۵۳ـــ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ قِيلَ لَهُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ مُرُوهُ فَلْيُصَلِّ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ تَابَعَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحٰقُ بْنُ يَحْيَى الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ مَنْ قَامَ إِلٰى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعِلَّةٍ

۶۵۴ـــ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ

۶۵۳ـــ ترجمہ : ابن شہاب زہری نے حمزہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ اُنھوں نے اپنے باپ سے خبر دی کہ اُنھوں نے کہا جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض سخت ہوگئی اور آپ سے نماز کے متعلق عرض کی گئی (کہ کون نماز پڑھائے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابوبکر نرم دل آدمی ہیں جب وہ (نماز میں) قرآن پڑھنے لگیں گے تو ان پر گریہ وزاری کا غلبہ ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے وہی اعادہ کیا۔ آپ نے فرمایا ان کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں تم تو یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ساتھی ہو،، یونس بن یزید کی محمد بن ولید حمصی اور محمد بن عبداللہ بن مسلم زہری کے بھتیجے اور اسحٰق بن یحییٰ کلبی نے زہری سے روایت میں متابعت کی ہے اور معمر نے زہری سے اُنھوں نے حمزہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

۶۵۳ـــ شرح : زبیدی محمد بن ولید حمصی ابوالہذیل ہے۔ اُنھوں نے کہا میں زہری کے ساتھ دس برس رصافہ میں رہا وہ ۱۴۸ ہجری کو شام میں فوت ہوئے،، زہری کا بھتیجا محمد بن عبداللہ ابن مسلم ہے ابوجعفر کی خلافت میں ان کے غلاموں نے ان کے لڑکے کے حکم سے ان کو قتل کر دیا تھا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ اِسْتَأْخَرَ فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَآءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهٖ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ

قَوْلُهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ ،، مذکور تینوں سے متعلق ہے ۔ علامہ کرمانی نے کہا دونوں متابعات میں فرق یہ ہے کہ دوسری متابعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع ہونے کے اعتبار سے کامل ہے اور پہلی زہری پر موقوف ہونے کی وجہ سے ناقص ہے ،،

باب — جو کسی علّت کے باعث امام کے پہلو میں کھڑا ہُوا

۶۵۴ — ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ آپ کی مرض میں لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں اس لئے وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے ،، عروہ نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود کچھ آسانی محسوس کی تو باہر تشریف لائے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر نے دیکھا تو پیچھے ہونا چاہا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ اپنے پہلے حال پر رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے پہلو کے برابر بیٹھ گئے ،، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھاتے تھے اور لوگ ابوبکر کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے تھے ۔

۶۵۴ — شرح : اصل تو یہ ہے کہ امام لوگوں کے آگے کھڑا ہو لیکن کسی عذر کے باعث مقتدی امام کے پہلو میں کھڑا ہو سکتا ہے اور اگر امام لوگوں کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہ ہو تو صف میں لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو جائے ،، سب ننگے ہوں تو امام درمیان میں کھڑا ہو جب مقتدی صرف ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو ،، مذکور حدیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلی صف میں جگہ نہ ملی تھی اس لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو گئے ،، اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ ضرورت کے

بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فَجَآءَ الْإِمَامُ الْأَوَّلُ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ اَوْلَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ صَلَاتُهُ

فِيْهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۶۵۵ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِيْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَجَآءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اَتُصَلِّيْ لِلنَّاسِ فَاُقِيْمَ قَالَ نَعَمْ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ فَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَخَلَّصَ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ اِلْتَفَتَ فَرَاٰى رَسُوْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وقت اشارہ مفہمہ جائزہ ہے اور ضرورت کے وقت مقتدی امام کے پہلو میں کھڑا ہو سکتا ہے دونوں صورتوں میں نماز جائز ہے۔ اس بارے میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی!

باب ـــ جو شخص داخل ہُوا تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر پہلا امام آگیا اور پہلا شخص پیچھے

ہُوا یا نہ ہُوا ، تو اس کی نماز جائز ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روائت کی ہے ۔ **۶۵۵** ـ ترجمہ : سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان میں صلح کرائیں

فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْبَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا اَمَرَهٗ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اسْتَوٰى فِى الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِىْ قُحَافَةَ اَنْ يُصَلِّىَ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِىْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ نَابَهٗ شَىْءٌ فِىْ صَلٰوتِهٖ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّهٗ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ

اور نماز کا وقت قریب ہوگیا تو مؤذن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے ؟ میں اقامت کہتا ہوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جبکہ لوگ نماز میں تھے،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفوں کو چیرتے ہوئے آئے حتی کہ پہلی صف میں ٹھہر گئے لوگوں نے تصفیق شروع کر دی،، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ نماز میں کسی طرف توجہ نہ کیا کرتے تھے جب لوگوں نے تصفیق زیادہ کی تو وہ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم فرمایا ہے،، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے حتیٰ کہ صف میں جا ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہوگئے اور نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے ابابکر تم کو اپنی جگہ رہنے پر کس نے روکا جبکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ابوقحافہ کے بیٹے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے نماز پڑھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میں نے تم کو دیکھا ہے کہ تم نے تصفیق زیادہ کی ہے جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو تو وہ تسبیح کہے کیونکہ کوئی تسبیح کہے تو امام اس طرف متوجہ ہوتا ہے تصفیق تو صرف عورتوں کیلئے ہے۔

۶۵۵ — ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کر دی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے آپ کے تشریف لانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ کر صف میں شامل ہوگئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے مصلی پر تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی،، ان جملوں میں حدیث کی ترجمہ سے مناسبت ہے،، یہ عصر کی نماز تھی اور مؤذن حضرت بلال تھے۔

بَابٌ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ

۶۵۶۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا فَقَالَ لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوهُمْ مُرُوهُمْ فَلْيُصَلُّوا صَلَاةَ كَذَا فِي

قولہ فَصَلّٰى اَبُوْبَكْرٍ،، کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اُنہوں نے نماز پڑھانا شروع کی " اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے ،، وَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَكَبَّرَ،، دُوسری حدیث میں ہے " فَاسْتَفْتَحَ اَبُوْبَكْرٍ الصَّلٰوةَ قولہ حَتّٰى وَقَفَ فِي الصَّفِّ ،، یعنی پہلی صف میں کھڑے ہو گئے ۔ اس کی دلیل مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں کھڑے ہو گئے ۔ تصفیق ،، ایک ہاتھ کو دُوسرے ہاتھ کی پُشت پر مارنے کو کہا جاتا ہے ،، بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ جب مقرر امام غائب ہو تو کوئی دوسرا شخص اس کی جگہ نماز پڑھائے پھر جب مقرر امام اثنائے نماز میں آجائے تو اسے اختیار ہے خلیفہ کی اقتداء میں نماز پڑھ لے یا خود امامت کرائے ، لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لا کر اثناء نماز میں امامت کرانا آپ کی خصوصیت ہے ۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ مقرر امام اثناءِ نماز میں امام نہیں بن سکتا ۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت تمام صحابہ پر ثابت ہے ،، اور ضرورت کے وقت التفات جائز ہے اور جس حدیث میں یہ ہے کہ ملتفت کی نماز نہیں ہوتی ۔ ابن قطان نے اسے ضعیف کہا ہے اور ضرورت کے لئے نماز میں خلیفہ بنانا جائز ہے اور مفضول فاضل کی امامت کر سکتا ہے ۔ نیز عملِ قلیل سے نماز فاسد نہیں ہوتی جیسے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مقام سے ہٹ کر پہلی صف میں تشریف لے گئے تھے اور نماز میں ہاتھ اُٹھانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ۔ امام کو متوجہ کرنے کے لئے مرد سُبْحَانَ اللّٰہِ ،، کہیں اور عورتیں تصفیق کریں ۔ ابوداؤد میں ہے " اِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي صَلٰوةٍ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْيُصَفِّقِ النِّسَاءُ" اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دینی وجاہت پر اللہ کا شکر کرنا مستحب ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم !

ابو قحافہ عثمان بن عامر قرشی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ہیں وہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت تک بقیدِ حیات رہے اور ۱۴ ہجری میں وفات پا گئے ۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا مَالِابْنِ اَبِي قُحَافَةَ ،، اور مَالِيْ یا مَالِاَبِيْ بَكْرٍ نہ کہا کیونکہ اُنہوں نے تواضع و انکساری کی تھی اور جناب رسول اللہ

حِيْنِ كَذَا وَصَلٰوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كَذَا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ

بَابٌ اِذَا زَارَ الْاِمَامُ قَوْمًا فَاَمَّهُمْ

٦٥٧ ۔ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ قَالَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهٗ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ اُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا

باب ۔ جب سب نمازی قرأت میں برابر ہوں تو ان میں سے عمر میں بڑا امامت کرے ''

٦٥٦ ۔ ترجمہ : مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جبکہ ہم سب جوان تھے اور آپ کے پاس بیس روز رہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے رحمدل تھے ۔ آپ نے فرمایا اگر تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور لوگوں کو دین کے مسائل سکھاؤ تو ان کو کہو کہ وہ فلاں نماز فلاں وقت میں اور فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھیں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان کہے اور عمر میں بڑا امامت کرائے ۔

٦٥٦ ۔ شرح : یہ لوگ مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے سب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت میں رہے اور بیس روز تک مسائل سیکھتے رہے اس لئے وہ علم میں سب برابر تھے اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے (عمر میں) بڑا نماز پڑھائے ورنہ جو زیادہ عالم ہو امامت کا مستحق وہ ہے ۔

اسماء رجال : زبیدی کا نام محمد بن ولید ہے ۔ ان کی کنیت ابوالہذیل ہے وہ حمصی ہیں انہوں نے کہا میں دس برس زہری کے ہمراہ رصافہ میں رہا ۔ وہ ١٤٨ ہجری کو شام میں فوت ہوئے ۔

بَابٌ - اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ

وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يَعُودُ فَيَمْكُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ ثُمَّ يَتْبَعُ الْإِمَامَ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكْعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ عَلَى السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ الْأُولَى بِسُجُودِهَا وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى قَامَ يَسْجُدُ

باب - جب امام کسی قوم کو ملنے گیا تو ان کی امامت کی

۶۵۷ - ترجمہ: عتبان بن مالک انصاری نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب فرمائی میں نے آپ کو اجازت دی تو آپ نے فرمایا اپنے گھر میں میرا نماز پڑھنا کہاں پسند کرتے ہو۔ میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں میں چاہتا تھا آپ کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی پھر آپ نے سلام پھیر دیا اور ہم نے بھی سلام پھیر دیا۔

۶۵۷ - شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے اجازت طلب کی کہ آپ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص کسی کے سلطان میں امامت نہ کرے اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر اس کی جگہ پر بیٹھے اور اجازت حاصل کرنے میں جانبین کی رعایت ہے۔ حدیث ۶۲۸ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

باب - امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے

۶۵۸ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ اَخْبَرَنَا زَائِدَةُ عَنْ مُوْسٰی ابْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ فَقُلْتُ اَلَا تُحَدِّثِیْنِیْ عَنْ مَرَضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلٰی ثَقُلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ضَعُوْا لِیْ مَاءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ فَذَهَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ عَلَیْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ

لوگوں کو نماز پڑھائی جبکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب امام سے پہلے مقتدی سر اُٹھالے تو واپس لوٹ جائے اور جس قدر سر اُٹھایا اس قدر رکوع یا سجدہ میں ٹھہرے پھر امام کی تابعداری کرے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں کہا جو امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور سجدہ کرنے پر قادر نہ ہوا ہو تو وہ آخیر رکعت کے لئے دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت سجدوں سمیت قضاء کرے اور جو شخص سجدہ کرنا بھول گیا حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا تو سجدہ میں چلا جائے۔

شرح: قولہ صلّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آہ" اگر سوال پوچھا جائے کہ اس عبارت کا ترجمہ میں کوئی دخل نہیں تو اس کو ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف نے اس سے یہ اشارہ کیا ہے کہ ترجمہ جو حدیث کا حصہ ہے عام ہے اس کا مقتضی مطلقاً امام کی متابعت کرنا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نے اس کو خاص کر دیا ہے کیونکہ جس مرض میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تھا۔ اس میں آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پیچھے لوگ کھڑے تھے آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہ دیا معلوم ہوا کہ "اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ" عام ہے اور دلیل خصوص سے یہ حکم اس سے مخصوص ہے"
قولہ فَیَمْکُثُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ" آہ جو شخص رکوع یا سجدہ میں امام سے پہلے سر اُٹھالے تو جتنی دیر اُس نے پہلے سر اُٹھالیا لوٹ کر اتنی دیر رکوع یا سجود میں ٹھہرے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے تھے۔
حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو جب لوگ نماز سے فارغ ہو جائیں وہ آخری رکعت کے دو سجدے کرے پھر کھڑا ہو کر پہلی رکعت سجدوں سمیت ادا کرے۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے یہاں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص شروع نماز سے سجدہ بھول گیا اور نماز کی آخری رکعت میں اسے

ضَعُوا لِی مَآءً فِی الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِیَنُوْءَ
فَاُغْمِیَ عَلَیْہِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا ھُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ
اللّٰہِ قَالَ ضَعُوا لِی مَآءً فِی الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَھَبَ لِیَنُوْءَ فَاُغْمِیَ
عَلَیْہِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّی النَّاسُ قُلْنَا لَا ھُمْ یَنْتَظِرُوْنَكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَالنَّاسُ
عُکُوْفٌ فِی الْمَسْجِدِ یَنْتَظِرُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃِ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَۃِ
فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ بِاَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ
فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُكَ اَنْ تُصَلِّیَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ
وَکَانَ رَجُلًا رَقِیْقًا یَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ فَصَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ
تِلْكَ الْاَیَّامَ ثُمَّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِہٖ خِفَّۃً فَخَرَجَ
بَیْنَ رَجُلَیْنِ اَحَدُھُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَاَبُوْبَکْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا

سجدہ یاد آیا وہ تین سجدے کرے اگر اسے سلام سے قبل یاد آیا تو ایک سجدہ کرلے اگر نماز ختم کرنے کے بعد یاد آیا تو نماز کا اعادہ کرے۔

احناف کے نزدیک جمعہ یا عید وغیرہ میں لوگوں کا ہجوم زیادہ ہوجائے تو ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس سجدہ کا اعادہ ضروری ہے۔

۶۵۸ — ترجمہ: عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض سے خبردار نہیں کرتیں؟ انھوں نے کہا ہاں ضرور بیان کرتی ہوں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار ہوئے تو فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں فرمایا میرے لئے برتن (لگن) میں پانی ڈال رکھیں۔ ام المؤمنین نے کہا ہم نے تعمیل ارشاد کی، آپ نے غسل فرمایا اور کھڑا ہونے کا ارادہ کیا تو آپ پر اغماء طاری ہوگیا پھر افاقہ ہوا تو فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں یارسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے برتن میں پانی ڈال رکھو۔ ام المؤمنین نے کہا آپ بیٹھے اور غسل فرمایا پھر اٹھنے

رَاٰہُ اَبُوْبَکْرٍ ذَھَبَ لِیَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰی اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَنْ لَّا یَتَاَخَّرَ فَقَالَ اَجْلِسَانِیْ اِلٰی جَنْبِہٖ فَاَجْلَسَاہُ اِلٰی جَنْبِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ فَجَعَلَ اَبُوْبَکْرٍ یُصَلِّیْ وَھُوَ یَاْتَمُّ بِصَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلٰوۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَہٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَیْكَ مَاحَدَّثَتْنِیْ عَائِشَۃُ عَنْ مَرَضِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَیْہِ حَدِیْثَھَا فَمَا اَنْکَرَ مِنْہُ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِیْ کَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ ھُوَ عَلِیٌّ

کا ارادہ کیا تو آپ پر اغماء طاری ہُوا پھر افاقہ ہُوا تو فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ؟ ہم نے کہا نہیں یارسُول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور لوگ مسجد میں ٹھہرے ہُوئے عشاء کی نماز کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس قاصد آیا اور کہا جناب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جبکہ وہ نہائت ہی نرم دل تھے۔

اے عُمر! آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس منصب کے زیادہ مستحق ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مرض کے ایام میں نماز پڑھاتے رہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تخفیف محسوس کی تو دو مردوں کے درمیان ظہر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے ان میں سے ایک حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ہماری طرف آنا شروع کیا تاکہ پیچھے ہٹ جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹیں، اور فرمایا مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔ انھوں نے آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔ عبید اللہ نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے اور لوگ ابوبکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہُوئے تھے۔ عبید اللہ نے کہا میں عبد اللہ بن عباس کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ان سے کہا کیا میں آپ سے وہ حدیث عرض نہ کروں جو مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض سے متعلق ذکر کی ہے ؟ انھوں نے کہا بیان کرو۔ میں نے ان سے ام المؤمنین کی حدیث ذکر کی تو انھوں نے اس سے

۶۵۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلّٰى جَالِسًا وَصَلّٰى وَرَآءَهٗ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا

ذرہ برابر کسی شئی کا انکار نہ کیا مگر یہ کہا کیا ام المؤمنین عائشہ" رضی اللہ عنہا" نے اس مرد کا ذکر کیا تھا جو حضرت عباس کے ساتھ تھا؟ میں نے کہا نہیں، حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا وہ حضرت علی تھے رضی اللہ عنہم!

۶۵۸ — شرح: اغماء ایک مرض ہے جس میں مریض بے ہوش ہوجاتا ہے اور اس کی عقل مغلوب ہوجاتی ہے۔ یہ نیند کے مشابہ ہے اور جنون وہ مرض ہے جس میں عقل مسلوب ہوجاتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اغماء جائز ہے کیونکہ یہ نقص نہیں اور جنون نقص ہے وہ انبیاء کرام علیہم پر جائز نہیں "قولہ اَلَا تُحَدِّثِيْنِيْ" میں ہمزہ استفہام کے لئے، لا نفی کے لئے ہے "اَلَا" حرف تنبیہ نہیں اور نہ ہی حرف تحضیض ہے بلکہ یہ عرض ہے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے کی امامت کر سکتا ہے اور جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بیٹھ کر کوئی شخص امامت نہ کرے" اس کو دارقطنی اور بیہقی نے جابر جعفی کے واسطہ سے شعبی سے روایت کیا ہے اور جابر جعفی متروک ہے۔

امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور شافعی رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ قائم کی نماز قاعد کے پیچھے جائز ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس کی دلیل ہے اور بخاری مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو" منسوخ ہے" کیونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز جس کے بعد آپ نے نماز نہیں پڑھائی"، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قاعد اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام بیٹھ نماز پڑھے تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو"، نفلی نماز تھی اور نفلی نماز میں وہ امر جائز ہو سکتا ہے جو فرض نماز میں جائز نہیں ہوتا"، اس حدیث شریف میں اس امر کی دلیل ہے کہ جب امام مستحب ومختار وقت سے متاخر ہوجائے اور اس کے جلدی آنے کی امید ہو تو اس کا انتظار کیا جائے کسی اور کو نماز پڑھانے کے لئے آگے نہ کیا جائے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اغماء کے بعد غسل مستحب ہے۔ اس حدیث سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی واضح ہے۔

حدیث ۶۳۵ کے ترجمہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۶۵۹ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ

٦٦٠ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلّٰى صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوٰتِ وَهُوَ قَاعِدٌ

گھر میں نماز پڑھی جبکہ آپ بیمار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے وہ جب رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تم بھی سر اٹھاؤ جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو!

٦٥٩ ـ شرح : سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے بالاخانہ میں ان کو نماز پڑھائی تھی فارکعوا اور فاسجدوا میں فا تعقیب کے لئے ہے اس کا مدلول یہ ہے کہ مقتدی رکوع اور سجود میں امام سے سبقت نہ کرے۔ حتیٰ کہ مقتدی جب ان میں امام سے سبقت کرے اور امام اس کو لاحق نہ ہوا ہو تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہ کلام شرط کا جواب واقع ہوا ہے۔ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال سے متاخر ہوں ربنا لك الحمد ،، ام المؤمنین عائشہ ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہم کی روایات میں واؤ ہے۔ اور لیث کی زہری سے روایت میں واؤ محذوف ہے واؤ کے اثبات کی تقدیر پر اس کا معطوف علیہ محذوف یعنی رَبَّنَا اسْتَجِبْ وَلَكَ الْحَمْدُ ،، یہ دعا اور ثناء دونوں پر مشتمل ہے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کسی ترجیح کے بغیر دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔ باقی تفصیل حدیث ٦٥٧ میں گزر چکی ہے۔

---

٦٦٠ ـ ترجمہ : حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ اس سے نیچے زمین پر آ گئے اور آپ کی دائیں کروٹ پر چوٹ آ گئی نمازوں میں سے کوئی ایک نماز آپ نے پڑھی جبکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی ،، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تم سر اٹھاؤ جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ،، کہے تم ،، ربنا ولك الحمد ،، کہو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تم کھڑے ہو کر نماز

فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهُ قُعُوْدًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ الْحُمَيْدِيُّ قَوْلُهٗ وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا هُوَ فِیْ مَرَضِهِ الْقَدِيْمِ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ قِيَامٌ لَمْ يَاْمُرْهُمْ بِالْقُعُوْدِ وَاِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْاٰخِرِ فَالْاٰخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پڑھو جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ حمیدی (بخاری کے استاذ) نے کہا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تم بیٹھ کر نماز پڑھو۔ یہ پہلی بیماری میں فرمایا تھا پھر اس کے بعد بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو ہی لیا جاتا ہے۔

۶۶۰— شرح : یہ فرض نماز تھی کیونکہ عادۃً لوگ فرض نماز کے لئے جمع ہُوا کرتے ہیں "یہ حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے مخالف ہے جبکہ ان کی حدیث میں یہ ارشاد منقول ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور آپ کے پیچھے لوگوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی" اس کا جواب یہ ہے کہ انس کی روایت میں اختصار ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کا آخری حال ذکر کیا ہے جو آپ نے آخر میں فرمایا تھا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ پہلے حال میں بعض بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی حضرت انس نے روایت کی اور بعض کھڑے تھے ان کی ام المومنین رضی اللہ عنہا نے حکایت کی "سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں آخری فعل یہ تھا کہ آپ نے نماز بیٹھ کر اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہ دیا جیسا کہ حمیدی نے کہا ہے اور یہ اصول موضوعہ سے ہے کہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل ہی معمول بہ ہوتا ہے اور وہ پہلے فعل کا ناسخ ہوتا ہے۔ یہی مذہب امام ابوحنیفہ، شافعی اور جمہور علماء کا ہے کہ قیام پر قدرت رکھنے والا بیٹھنے والے امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے" اسی پر عمل مستقر ہے"

"حمیدی" : امام بخاری رضی اللہ عنہ کے شیخ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں ان کا نام عبداللہ بن زبیر بن عیسیٰ بن عبیداللہ بن زبیر بن عبیداللہ بن حمید قرشی اسدی مکی ہے۔ ان کی کنیت ابوبکر ہے وہ ۲۱۹ھ میں فوت ہوئے۔

بَابٌ مَتٰى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ

قَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا

۶۶۱ــــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيٰنَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَآءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَقَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُوْدًا بَعْدَهٗ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ نَحْوَهٗ

باب ــــ امام کے پیچھے کب سجدہ کرے

حضرت انس نے کہا جب امام سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو!

۶۶۱ــــ ترجمہ : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ،، فرماتے تو ہم سے کوئی بھی اپنی پشت کو نہ جھکاتا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے جاتے پھر ہم آپ کے بعد سجدہ میں جاتے۔

۶۶۱ــــ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے افعال میں امام کی متابعت واجب یعنی رکن میں امام کے شروع ہونے کے بعد اور فارغ ہونے سے پہلے مقتدی شروع ہوتا کہ امام کی کیفیت پائی جائے۔ معلوم ہوا کہ ارکان میں انتقالات کے لئے امام کو دیکھنا جائز ہے۔ غیر کذوب ،، کا معنیٰ یہ ہے کہ براء سچے صحابی ہیں۔ شریعت مطہرہ میں نفس کذب کو مبالغہ کی حیثیت دی جاتی ہے۔ کیونکہ شریعت کے احکام کے آثار قیامت تک باقی ہیں۔ ان کی روایت میں جو شخص جھوٹ بولے وہ بہت بڑا کذاب شمار ہوتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ،، حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ذرہ بھر ظلم متصور نہیں ہو سکتا، لہٰذا کذوب کی نفی سے کذب کی نفی ہو جائے گی اور یہ نہ کہا جائے کہ مبالغہ کی نفی کرنے سے اصل فعل کی نفی نہیں ہوتی لہٰذا کذوب کی نفی سے نفس کذب کی نفی نہیں ہوتی۔ نیز غیر کذوب سے راوی پر تہمت نہیں بلکہ اس کلام سے صحابی کے صدق کی تاکید ہے۔ ابو نعیم نے سفیان سے انہوں نے ابو اسحاق سے ہمیں اسی جیسی خبر دی۔

● ابو اسحاق سُبیعی ہیں اور عبداللہ بن یزید کتاب الایمان کے آخر میں مذکور ہیں اور براء بن عازب دونوں کا ذکر

بَابُ اِثْمِ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ

٦٦٢_ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اَوْ اَلَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهٗ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ

بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلٰى

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِيْ لَمْ يَحْتَلِمْ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّهُمْ اَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَلَا يُمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ

باب۔ امام سے پہلے "رکوع و سجود" میں سر اُٹھایا اس کا گناہ

٦٦٢_ ترجمہ : محمد بن زیاد نے کہا میں نے ابو ہریرہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے سُنا کہ آپ نے فرمایا کیا تم سے کوئی شخص ڈرتا نہیں کہ جب وہ امام سے پہلے سر اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر جیسا کر دے یا اس کی صورت گدھے کی صورت جیسی کر دے۔

٦٦٢_ شرح : یہ اپنی حقیقت پر محمول نہیں بلکہ بلادت و غباوت سے مجاز ہے، کیونکہ اس امت میں مسخ اور خسف نہ ہوگا اور جن احادیث میں خسف و مسخ کا ذکر ہے وہ قربِ قیامت پر محمول ہے۔ عام حالات میں یہ امت شریفہ مسخ اور خسف سے محفوظ ہے،، دُوسرے حیوانوں سے گدھے کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ امام کی اقتداء کرنے کا معنی ہی یہ ہے کہ اس کی متابعت کرے اور تابع متبوع سے مقدم نہیں ہوتا،، اس میں سخت وعید ہے کیونکہ مسخ ایسا عذاب ہے جو دوسری عقوبات سے

سے مختلف ہے اس لئے یہ مثال بیان کی تاکہ مقتدی ایسا کرنے سے بچے ۔ اگر کسی نے امام سے پہلے سر اٹھا لیا تو اس کی نماز ہو جائے گی ، اس حدیث سے بعض نے استدلال کیا کہ تناسخ جائز ہے مگر یہ محض باطل ہے اس کی کوئی دلیل نہیں "

باب ۔ غلام اور آزاد شدہ غلام کی امامت

ترجمۃ الباب : اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ کو ان کا غلام ذکوان قرآن سے دیکھ کر نماز پڑھاتے تھے " فاحشہ کے لڑکے ، دیہاتی اور نابالغ بچے کی امامت کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی کتاب سب سے اچھا پڑھنے والا لوگوں کی امامت کرے " کسی علت کے بغیر غلام کو جماعت سے نہ روکا جائے ۔

شرح : مولیٰ کے معانی متعدد ہیں اور یہاں آزاد شدہ غلام مراد ہے " بظاہر حدیث کا مدلول ہے کہ نماز میں قرآن سے دیکھ کر قرأت کرنا جائز ہے ۔ ابن حزم نے کہا امام یا غیر امام کا قرآن سے دیکھ کر نماز میں قراءۃ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے " کیونکہ قرآن کو دیکھ کر نماز میں قرأت کرنا عمل کثیر ہے جو مفسد صلوٰۃ ہے " امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن میں نظر کرنا عبادت ہے مگر اس حالت میں یہ اہلِ کتاب سے مشابہت ہونے کے باعث مکروہ ہے " غلام کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت میں مشغول رہتا ہے "

ولد زناء کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے ۔ احناف کے نزدیک غلام اور ولدِ زنا کی امامت اگرچہ مکروہ ہے لیکن وہ نماز پڑھا دیں تو جائز ہے اور کراہت تنزیہی ہے " اعرابی کی امامت مکروہ ہے کیونکہ ان میں جہالت غالب ہوتی ہے اور وہ حدودِ صلوٰۃ سے غالباً جاہل ہوتے ہیں اگر وہ نماز پڑھا دیں تو جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور نابالغ کی امامت بہر حال جائز نہیں ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نابالغ کی امامت درست نہیں " سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لوگوں کی امامت کتاب اللہ کو سب سے زیادہ اچھا پڑھنے والا کرے ، مذکورہ امر کی دلیل ہے جبکہ وہ سب سے زیادہ کتاب کو جانتے ہوں اور غلام کو نماز با جماعت پڑھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا ان کے سادات کے حقوق پر مقدم ہے ۔

بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قرآن سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے ۔ ابن سیرین ، حکم اور عطاء کا یہی مذہب ہے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے اور ان کا غلام ان کے پیچھے قرآن پکڑ کر کھڑا ہوتا تھا جب کوئی آیت بھولتے تو وہ قرآن سے دیکھ کر انہیں بتا دیتا تھا ۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیامِ رمضان میں اسے جائز کہا ہے ابراہیم نخعی ، سعید بن مسیب اور شعبی نے مکروہ کہا ہے ۔ ابن حزم نے کہا قرآن سے دیکھ کر نماز میں قرأت جائز نہیں نہ امام

۶۶۳ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقُبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَكَانَ اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰنًا

کے لئے جائز ہے اور نہ مقتدی کے لئے جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا نماز میں قرآن سے قرأت مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد جائز کہتے ہیں کیونکہ قرآن کو دیکھنا عبادت ہے لیکن اس طرح کرنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اہل کتاب سے مشابہت ہے۔ امام شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے۔ احناف کے مذہب میں غلام کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں رہتا ہے، البتہ آزاد شخص کی امامت بہتر ہے کیونکہ یہ جلیل منصب آزاد کے لائق ہے اگر غلام فقیہ ہو اور مقتدی غیر فقیہ ہو تو صحیح تر یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں۔

ابوحذیفہ کے آزاد کردہ سالم رضی اللہ عنہ

سالم فارس نژاد فضلاءِ موالی میں سے ہیں وہ خیارِ صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور مہاجرین میں سے ہیں کیونکہ انھوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کا انصار میں بھی شمار ہوتا ہے کیونکہ ابوحذیفہ کی بیوی نے انہیں آزاد کیا تھا اور ابوحذیفہ نے انہیں اپنا متبنّیٰ بنایا تھا۔ وہ قاریوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار شخصوں سے قرآن سیکھو ان میں سالم کا نام لیا وہ بدر کی جنگ میں حاضر تھے۔ اور ابوحذیفہ کے ساتھ یمامہ کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ باقی راویوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

۶۶۳ — ترجمہ : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے جب مہاجرین اولین عُصْبَہ میں آئے جو قباء میں ایک مقام ہے تو ان کو ابوحذیفہ کا آزاد کردہ غلام سالم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہ ان سب سے زیادہ قرآن جانتے تھے۔

۶۶۳ — شرح : مہاجرین اوّلین وہ ہیں جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے۔ سالم ابوحذیفہ کی بیوی کے آزاد کردہ غلام تھے وہ آزاد ہو کر ابوحذیفہ کے ساتھ رہتے تھے۔ انھوں نے ان کو متبنّیٰ بنا لیا تھا جب لوگوں کو متبنّیٰ بنانے سے روکا گیا تو لوگ ان کو ابوحذیفہ کا مولیٰ کہنے لگے۔ سالم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت

٦٦٤ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ

بَابٌ إِذَا لَمْ يُتِمَّ الْإِمَامُ وَأَتَمَّ مَنْ خَلْفَهُ

٦٦٥ـ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى الْأَشْيَبُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ

میں یمامہ میں شہید ہو گئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سالم اور ابوحذیفہ دونوں شہید ہوئے تو سالم کا سر ابوحذیفہ کے پاؤں کے پاس پایا گیا اور ابوحذیفہ کا سر سالم کے پاؤں کے پاس پایا گیا،، ذہبی نے کہا سالم اصحاب بدر کے فضلاء میں سے تھے،، اصل میں وہ فارسی تھے۔ ابوحذیفہ کے متبنّی ہونے کی وجہ سے وہ قریش میں اور ہجرت کرنے کے باعث مہاجرین میں سے شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ ابوحذیفہ کی بیوی انصاریہ نے ان کو آزاد کیا تھا اس لئے وہ انصار میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ان کا شمار قراء میں بھی ہوتا ہے، کیونکہ وہ بہت بڑے قاری تھے اور ابوحذیفہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں۔ سالم آزاد ہونے سے پہلے لوگوں کی امامت کرتے تھے کیونکہ ان کو قرآن زیادہ یاد تھا انھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔

٦٦٤ـ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ امام کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اگرچہ حبشی تمہارا امام بنایا جائے گویا کہ اس کا سر خشک انگور کی طرح ہو!

٦٦٤ـ شرح: اس حدیث کی ترجمہ کی مناسبت اس طرح ہے کہ اس سے مراد حبشی عبد ہے جس کو امیر بنایا جائے اور مسنون یہ ہے کہ والی کو نماز امام بنایا جاتا ہے اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ جب اس کی اطاعت کا حکم کیا گیا تو اس کے پیچھے نماز بھی پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ ولایت کی شرط حریت ہے مگر جب اسے امام ولی بنا دے تو وہ حاکم ہو سکتا ہے یا وہ بزورِ طاقت ملک پر غلبہ کر کے امام بن جائے،، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبد کی امامت صحیح ہے، کیونکہ جب اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے تو اس کے پیچھے نماز بھی درست ہے۔ ابن جوزی نے کہا کہ حبشی غلام امیر اور حاکم ہو سکتا ہے مگر وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ خلافت قریش میں منحصر ہے۔ غیر قریش کو خلافت میں دخل نہیں۔ اگر حبشی غلام خلیفہ بن جائے تو وہ غلبہ سے ہی خلیفہ

عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّوْنَ لَكُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَكُمْ وَاِنْ اَخْطَأُوْا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ

ہوسکتا ہے وہ اس وقت خارجی ہوگا اور فقہاء نے اس کی اطاعت کا حکم دیا ہے جبکہ وہ جمعہ، عید اور نماز باجماعت پڑھاتا رہے اور کافروں سے جہاد کرتا رہے۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہُوا کہ عبد کی امامت صحیح ہے جب کہ وہ قرآن اچھا پڑھتا ہو، مذکور بالا تقریر سے واضح ہوگیا کہ عبد اور مولیٰ خلیفہ نہیں ہوسکتا مگر جب خلیفہ اسے کسی لشکر کا جرنیل یا امام بنادے تو جائز ہے اور اس کی اطاعت بھی درست ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب ۴ — جب امام نماز تام نہ کرے اور اس کے مقتدی نماز پوری کریں!

۶۶۵ — ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام تم کو نماز پڑھائیں گے اگر وہ مختار وقت میں نماز کے ارکان، شرائط اور سُنن اچھی طرح ادا کریں گے تو تم کو ثواب ہوگا اور اگر وہ ان میں خطا کریں گے تو تم کو ثواب ہوگا اور اس کا عذاب و عتاب ان کو ہوگا!

۶۶۵ — شرح : اس حدیث کی ترجمہ سے مطابقت یوں ہے کہ امام حاکم جب نماز پُوری نہ کرے اور مقتدی اسے پُورا کرے تو مقتدی پر کوئی وبال نہیں، اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ثواب مقتدی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اماموں کو ثواب حاصل ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں ثواب تو بہرکیف ہے اسے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ طاعت پر ثواب ہے۔ شرح السنۃ میں ذکر کیا اگر امام نے بغیر وضوء نماز پڑھادی۔ لوگوں کی نماز ہوجائے گی اور امام پر اعادہ واجب ہے۔ امام عالم ہو یا جاہل ہو یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ تیمی نے کہا اس حدیث اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جب امام نماز میں کوئی کمی کردے تو مقتدیوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ البتہ اگر نماز میں کسی فرض کی کمی کرے تو اس کی اتباع جائز نہیں (کرمانی)

اس حدیث میں بنو امیہ کے امراء کی طرف اشارہ ہے جو نمازوں کے اوقات میں سخت تاخیر کرتے تھے۔ ابوداؤد نے قبیصہ بن وقاص سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تمہارے امراء ہوں گے۔

بَابُ اِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ وَالْمُبْتَدِعِ

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلِّ وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ فَقَالَ اِنَّكَ اِمَامُ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرٰى وَيُصَلِّىْ لَنَا اِمَامُ فِتْنَةٍ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاءُوْا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَتَهُمْ وَقَالَ الزُّبَيْدِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَانَرٰى اَنْ يُّصَلِّےْ خَلْفَ الْمُخَنَّثِ اِلَّا مِنْ ضَرُوْرَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا

جو مختار اوقات سے مؤخر کر کے نمازیں پڑھیں گے ۔ یہ تمہارے لئے فائدہ ہی ہے نقصان ان کا ہوگا تم ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہو جب تک وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہیں ،، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ۔ جبکہ فاجر سے خوف ہو یعنی جب فاجر غلبہ کر کے امیر بن جائے اور اس کے پیچھے اگر نماز نہ پڑھیں تو اس کی اذیت کا خوف ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے ۔ حجاج بن یوسف نے جب عرفہ میں نماز میں بہت تاخیر کر دی اور حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ کر عرفہ میں وقوف کیا تو حجاج نے ان کو قید کر دیا ،، اس لئے لوگ مختار وقت میں نماز پڑھ کر حجاج کے ساتھ نماز میں شامل ہو جایا کرتے تھے ،، تاکہ اس کی اذیت سے محفوظ رہیں ۔ موجودہ زمانہ میں اگر امام فاسق و فاجر ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اگر پڑھ لی جائے تو اس کا اعادہ واجب ہے ۔

اسماء رجال

: فضل بن سہل اعرج بغدادی ہیں ۔ آپ ذکی اور حافظِ حدیث تھے ۔ ۲۵۵ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ حسن بن موسیٰ اشیب آپ خراسان نژاد ہیں بغداد میں رہتے تھے ۔ حمص ، موصل پھر طبرستان کا محکمہ قضاء آپ کو سپرد تھا ۔ امام فخر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے شہر ری میں وفات پائی آپ اسی کی طرف منسوب ہیں ۔ ۲۰۹ ہجری میں وفات پائی ع۳ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں ۔

باب مفتون اور بدعتی کی امامت

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا تم نماز پڑھ لو اور بدعت کا گناہ اس پر ہے

ترجمۃ الباب : عبید اللہ بن عدی بن خیار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جبکہ ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور کہا آپ عوام کے امام ہیں جو مصیبت آپ پر نازل ہے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ ہمیں فتنہ کا امام نماز پڑھاتا ہے ہم اس کی متابعت سے گنہگار ہوتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا لوگ جو عمل کرتے ہیں ان میں سے نماز اچھی ہے جب لوگ اچھا کام کریں تم بھی ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ بُرائی کریں تو تم ان کی بُرائی سے علیحدہ رہو۔ زبیدی نے کہا کہ زہری نے کہا ہم کسی سخت ضروری امر کے بغیر مخنث کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں کہتے ہیں۔

شرح : مفتون وہ شخص ہے جس کا مال اور عقل جاتی رہے اور فاتن وہ ہے جو فتنہ میں پڑ کر امام کے خلاف خروج کرے اسے باغی کہتے ہیں۔ باب کا عنوان یوں چاہیئے تھا: اِمَامَۃُ الْفَاتِنِ وَالْمُبْتَدِعِ " بدعت وہ ہے جس کا اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں نہ ہو۔ یہاں اس سے مراد بدعتِ ضالہ ہے۔ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں "۔ واجبہ[1]، مستحبہ[2]، محرمہ[3]، مکروہہ[4] اور مباحہ[5]۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا تمام محدثات اور بدعات کی دو قسمیں ہیں جو بدعت کتاب یا سنّت یا اثر یا اجماع کے خلاف ہو وہ بدعت ضالہ ہے اور جو ان کے خلاف نہ ہو وہ بدعتِ حسنہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کو مسلمان حسن جانیں اور وہ کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف نہ ہو، اسی لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی نماز باجماعت کو بدعتِ حسنہ کہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی پہلی اذان کا احداث کیا اور ساری امّت نے اسے قبول کیا حالانکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں یہ اذان عام نہ تھی ایسے ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں قرآن جمع کیا گیا جبکہ زمانۂ نبوت میں ایسا نہ تھا، ہر وہ بدعت جس کے رواج سے سنّت کا رفع ہو جائے وہ بدعت ضالہ ہے اور وہ بدعت جو کتاب وسنت اور آثار و اجماع کے خلاف نہ ہو وہ بدعت حسنہ مستحبہ ہے۔ مطلقاً بدعت کو ضلالت کہہ دینا بہت بڑی جرأت ہے! اگر ہر بدعت کو ضلالت کہا جائے اور یہ کلیہ مرتب کیا جائے کہ ہر ضلالت دوزخی ہے تو اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا؟ حدیث میں مذکور فتنہ کا امام عبد الرحمٰن بن عدیس بلوی تھا اُسی نے مصر والوں کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اُبھارا تھا [illegible]

٦٦٦ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدُرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي ذَرٍّ اِسْمَعْ وَاَطِعْ وَلَوْ لِحَبَشِيٍّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ

ایک روز نماز پڑھانے آئے تو بلوائیوں نے ان کو پتھر مارنے شروع کئے حتیٰ کہ آپ منبر پر گر پڑے اور اس روز نماز نہ پڑھا سکے اس روز ابوامامہ بن سہل بن حنیف نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ بلوائیوں نے ان کو بھی منع کیا اور دس روز عبدالرحمٰن بن عدیس اور رئیس الخوارج کنانہ بن بشر نماز پڑھاتے رہے۔ بلویٰ کے ایام میں ابوامامہ علی بن ابی طالب، سہل بن حنیف، ابوایوب انصاری اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اجازت سے نماز پڑھاتے رہے۔ کرمانی نے داؤدی سے ذکر کیا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر بلویٰ کرنے والا کوئی صحابی نہ تھا بلوائی صرف مصریوں اور کوفیوں کا ایک ٹولہ تھا اُنھوں نے آپ پر جو بھی الزام لگایا۔ آپ اس سے بریٔ الذمہ ثابت ہوئے۔ آخر اُنھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ بنو امیہ کے ہر حاکم کو معزول کر دیا جائے۔ اس حالت میں یہ ان کے بس کی بات نہ تھی،، احناف کے نزدیک اہل الھوا اور اہل بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی جہمی اور قدری کے پیچھے ہرگز نماز جائز نہیں،، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شئ کے حدوث و وجود کے پہلے اس کو نہیں جانتا یہ کفر ہے،، اسی طرح مشبہ اور خلقِ قرآن کے قائل کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ منع کرتے تھے،، ہیجڑے کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو پیدائشی ایسا ہو اس پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ہی اس کی مذمت کی جاتی ہے۔

دوسرا وہ جو تکلف سے ہیجڑہ بنے یہ مذموم ہے،، بعض کہتے ہیں ”مخنث،، وہ ہے جو اعضاء میں تکسّر اور تلیّن کر کے عورتوں کے مشابہ ہو اور مخنث وہ ہے جو غیر فطری کام کرائے،، ابوعبدالملک نے کہا زُہری کی مخنث سے مراد وہ ہے جو غیر فطری کام کرائے اور جو اعضاء میں تکسّر و تلیّن کر کے عورتوں کے مشابہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں،، داؤدی نے کہا یہاں دونوں ہی مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں بدعتی ہیں کیونکہ منصبِ امامت مقامِ کمال اور مختارِ اہلِ فضیلت ہے،، امامِ فتنہ اور مبتدع ہر ایک اس کے طریقہ میں مفتون ہے اور جب سب کو فتنہ کا معنیٰ شامل ہے تو ضرورت کے بغیر ان کی امامت صحیح نہیں اس لئے بخاری نے یہ مسئلہ یہاں بیان کیا کہ ”اگر مخنث بھی غلبہ سے حاکم بن جائے تو اس کے فتنہ سے بچنے کے لئے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے۔

٦٦٦ — ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: بات سنو! اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی حاکم ہو گویا اس کا سر سوکھے ہوئے انگور جیسا ہو۔

٦٦٦ — شرح : یعنی اگرچہ حبشی تمہارا حاکم ہو تم اس کی اطاعت کرو وہ حبشی مفتون ہو یا بدعتی ہو،، ترجمہ

بَابٌ يَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ الْاِمَامِ بِحِذَائِهٖ سَوَآءً اِذَا كَانَا اثْنَيْنِ

۶۶۷ — حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَآءَ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتّٰى سَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ اَوْ قَالَ خَطِيْطَهٗ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ

سے حدیث کی مناسبت اس طرح ہے کہ غالباً یہ صفات ان لوگوں میں ہی پائی جاتی ہیں جو انتہائی جاہل ہوں اور بذاتِ خود مفتون ہوں !

باب — جب نمازی دو ہوں تو مقتدی امام کے دائیں طرف برابر کھڑا ہو

۶۶۷ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے گھر رات رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر مسجد سے گھر تشریف لائے اور چار رکعتیں پڑھیں پھر سو گئے پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے میں آیا اور آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا اور پانچ رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں (فجر کی سنتیں) پڑھیں پھر سو گئے حتّٰی کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے پھر اُٹھ کر نماز کیلئے تشریف لے گئے

۶۶۷ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ نمازی جب دو ہوں تو مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ نابالغ بچّہ کے ساتھ جماعت قائم ہو سکتی ہے،، امام کے دائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اگر نمازی تین ہوں تو امام آگے کھڑا ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس مسئلہ میں متفرد ہیں جبکہ وہ کہتے ہیں کہ امام دونوں مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو،،

حدیث ۱۱۶ کے ترجمہ کی تفصیل

بَابٌ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْاِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ اِلٰى يَمِيْنِهٖ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُهُمَا

۶۶۸ — حَدَّثَنَا اَحْمَدُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمٰنَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيْ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهٖ فَاَخَذَنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ فَصَلّٰى ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ اَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهٖ بُكَيْرًا فَقَالَ حَدَّثَنِيْ كُرَيْبٌ بِذٰلِكَ

باب — جب کوئی شخص امام کی بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اسے پھیر کر دائیں طرف کر لے تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہو گی!

۶۶۸ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سویا اور اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے۔ آپ نے وضوء فرمایا پھر نماز پڑھنے کھڑے ہوئے میں بھی آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا اور تیرہ رکعتیں پڑھیں پھر سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے آپ کی عادت تھی کہ جب سوتے تے خراٹے لیتے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھی، وضوء نہ کیا۔ عمرو بن حارث نے کہا میں نے یہ حدیث بکیر سے ذکر کی تو اُس نے کہا مجھ سے کریب نے یہ اس طرح بیان کیا۔

۶۶۸ — شرح : حدیث کا مفہوم واضح ہے۔ سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تیرہ رکعتیں پڑھیں جن میں تین وتر تھے جیساکہ احادیث میں بیان کیا گیا ہے،، ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ ہر نبی کی آنکھیں سوتی ہیں۔ دل بیدار ہوتا ہے۔ اسی لئے نیند سے ان کا وضوء نہیں جاتا،، حدیث کی بابسے مناسبت "فجعلنی عن یمینہ" میں ہے اس حدیث کے متعلق حدیث ۱۱۶ کے ترجمہ میں گزرا ہے!

بَابٌ اِذَا لَمْ يَنْوِ الْاِمَامُ اَنْ يَّؤُمَّ ثُمَّ جَآءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ

٦٦٩ ــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ اُصَلِّيْ مَعَهٗ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِرَأْسِيْ وَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

باب ــ "جب امام نے کسی کی امامت کی نیّت نہ کی۔ پھر لوگ آئے اور ان کی امامت کی نیّت کی،،

٦٦٩ ــ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے اپنی خالہ اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُٹھے اور نماز پڑھنی شروع کی، میں بھی اُٹھا اور آپ کی بائیں طرف کھڑا ہوگیا۔ آپ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کرلیا۔

٦٦٩ ــ شرح: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام کے لئے امامت کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے اِذَا کا جواب ذکر نہیں کیا۔ مذکور حدیث کسی اثبات یا نفی سے خاموش ہے اور نہ ہی حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی ابتداء میں امامت کی نیت کی اور نہ یہ واضح ہے کہ ابن عباس کو کھڑا کرنے کے بعد نیّت کی۔ لیکن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن عباس کو مقتدی کی جگہ کھڑا کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے بعد میں نیت کرلی تھی، اس مسئلہ میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ امام کے لئے مردوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں البتہ عورتوں کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے کیونکہ اگر عورت امام کے برابر کھڑی ہوجائے تو امام کی نماز کے فساد کا احتمال ہے۔ امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما کے نزدیک عورتوں کی امامت کی نیت شرط نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیں سے دائیں کرنا عملِ قلیل ہے۔ اور یہ نماز کو باطل نہیں کرتا،،

احمد رضی اللہ عنہ

حاکم نے مدخل میں ذکر کیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الصلوۃ نے "احمد" کو تین جگہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے کہا: عَنْ اَحْمَدَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ [illegible]

بَابٌ اِذَا طَوَّلَ الْاِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلّٰى

٦٧٠ ـ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهٗ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَانَ مُعَاذٌ يَنَالُ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَتَّانٌ فَتَّانٌ فَتَّانٌ ثَلٰثَ مِرَارٍ اَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَاَمَرَهٗ بِسُوْرَتَيْنِ مِنْ اَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ قَالَ عَمْرٌو لَا اَحْفَظُهُمَا

اور طبرانی مشہور ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ احمد بن عیسٰی تستری ہیں۔ غسانی نے کہا وہ ان دونوں سے خالی نہیں ایک ضرور ہیں۔ ابن مندہ اصفہانی نے کہا جب امام بخاری جامع میں کہیں در حَدَّثَنَا اَحْمَدُ عن ابن وھب"، تو وہ احمد بن صالح مصری ہیں اور جب احمد بن عیسٰی سے بیان کریں تو ان کا نسب ذکر کرتے ہیں۔

ع۲ ابن وھب کا نام عبداللہ ہے حدیث ع۷۹ کے اسماء میں گزرے ہیں ع۳ عمرو بن حارث حدیث ع۲۰۱ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۴ عبدربہ یعنی عبدالملک مزنی ہیں۔ ۱۳۹ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ مخرمہ بن سلیمان حدیث ع۱۸۲ ع۶ کریب حدیث ع۱۳۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب ـ جب امام نے نماز لمبی کی اور کسی مرد کو کوئی حاجت تھی وہ نماز چھوڑ کر باہر نکلا اور علیحدہ نماز پڑھ لی"

٦٧٠ ــ ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے پھر اپنی مسجد میں واپس آتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے،،

٦٧٠ — **شرح** : اِس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ امام کی اقتداء چھوڑ کر علیحدہ نماز پڑھ لے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ یہ حدیث طویل حدیث کا حصّہ ہے۔ حدیث ع٦٧١ میں اس کی تفصیل آئے گی۔

٦٧١ — **ترجمہ** : عمرو بن دینار نے کہا میں نے جابر بن عبداللہ سے سُنا کہ معاذ بن جبل نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر لوٹ جاتے اور اپنی قوم کی امامت کرتے۔ (ایک دفعہ) اُنھوں نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کی تو ایک شخص (مقتدی) نماز سے پھر گیا، معاذ کو اس پر بہت غصّہ آیا۔ یہ واقعہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچا تو آپ نے معاذ سے فرمایا: تو بہت فتنہ انگیز ہے۔ تو بہت فتنہ انگیز ہے، تو بہت فتنہ انگیز ہے، تین بار فرمایا: تو فسادی ہے، تو فسادی ہے، تو فسادی ہے،، اور اسے اوسطِ مفصّل سے دو سورتیں پڑھنے کا حکم فرمایا۔ عمرو بن دینار نے کہا مجھے وہ دو سورتیں یاد نہیں رہیں"۔

٦٧١ — **شرح** : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے استدلال کیا کہ مفترض متنفل کی اقتداء کر سکتا ہے کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے فرض پڑھتے اور جب وہ اپنی قوم کی امامت کرتے تو وہ ان کے نفل ہوتے تھے۔ احناف اور امام مالک رضی اللہ عنہم کے نزدیک فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اگر یہ اقتداء جائز ہوتی تو صلوٰۃِ خوف شروع نہ ہوتی کیونکہ صلوٰۃِ خوف میں وہ افعال کئے جاتے ہیں جو خوف کے بغیر نماز میں کئے جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے،، جبکہ یہ ممکن تھا کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتے اور دوسری بار آپ کی نماز نفلی ہوتی اور دوسرے طائفہ کی فرض نماز ادا ہو جاتی،، اور غیر خوف کی حالت میں نماز کے منافی اور مفسدات کا ارتکاب بھی نہ ہوتا،، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو قدیم الاسلام ہیں نے ہجرت کے کئی سال بعد متعدد مرتبہ صلوٰۃِ خوف پڑھی اور اس حالت میں احرامِ صلوٰۃ کے خلاف دیکھتے رہے۔ اگر مفترض کی اقتداء متنفّل کے ساتھ جائز ہوتی تو یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ممکن ہے کہ اس وقت فریضہ دو دفعہ پڑھنا جائز ہو اسی لئے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "لَا تُصَلُّوا الصَّلوٰةَ فِي الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ" کہ ایک دن میں ایک نماز کو دوبارہ نہ پڑھو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے۔ مرسل حدیث میں ہے کہ عوالی مدینہ میں رہنے والے لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھتے پھر سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھتے جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کو منع کر دیا لہٰذا اس روائت سے حضرت معاذ بن جبل کی حدیث منسوخ ہے۔

اس کے علاوہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث حجت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے اس طرح نہ کرتے تھے اور نہ ہی آپ نے اس طرح امامت کی توثیق فرمائی تھی اور جن کو وہ نماز پڑھاتے تھے وہ بھی صحابہ کرام تھے اور اعتراض کرنے سے اس لئے خاموش رہے کہ ان کو گمان تھا کہ معاذ اس طرح سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے

بَابُ تَخْفِيْفِ الْاِمَامِ فِى الْقِيَامِ وَاِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

۶۷۲ ـ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ ثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا قَالَ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْمَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِّمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ مَوْعِظَةٍ اَشَدَّ غَضَبًا مِّنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْكُمْ مُّنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالْكَبِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ

کے فعل کی صحت کی دلیل نہیں۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نیّتوں کے اختلاف سے عظیم تر کوئی اختلاف نہیں ممکن ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نفل نماز پڑھتے ہوں اور قوم کے ساتھ فرض نماز پڑھتے ہوں یہ تو قطعًا ثابت نہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی نیّت کی تصریح کی ہو" اور ابن جریج کی حدیث میں مذکور ہے کہ ھِیَ لَهٗ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ فَرِيْضَةٌ "، کہ لوگوں کی امامت کے وقت حضرت معاذ کی نماز نفل اور لوگوں کی فرض ہوئی تھی۔ اس زیادتی کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ضعیف کہا ہے" ابن جوزی نے کہا یہ زیادتی صحیح نہیں یہ اس روائت کے راوی کا ظن ہے"، امام احمد بن حنبل سے ایک روائت ہے کہ وہ متنفل کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز سمجھتے ہیں۔ ابو الحارث نے ان سے روائت کی کہ متنفل کی اقتداء میں فرض نہ پڑھے جائیں، ابن قدامہ نے کہا کہ اس روائت کو ہمارے اکثر علماء نے اختیار کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ مقتدیوں کے حال کے اعتبار سے نماز میں تخفیف مستحب ہے۔ بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، "جب تم سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس میں تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں جب تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے نماز لمبی کرے" ایک روائت میں ہے کہ ان میں صاحبِ حاجت بھی ہوتے ہیں لہٰذا دنیاوی امور کی حاجت بھی تخفیف صلوٰۃ میں عذر ہے۔ اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھے تو کچھ نماز پڑھنے کے بعد وہ امام کی اقتداء چھوڑ کر تنہا نماز پڑھ سکتا ہے۔ عذر ہو یا نہ ہو بعض کے نزدیک یہ قطعًا جائز نہیں۔ بعض کے نزدیک عذر سے جائز ہے ورنہ نہیں۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ تطویلِ صلوٰۃ عذر ہے۔ علماءِ احناف کے نزدیک قطعًا جائز نہیں کہ امام کی اقتداء ترک کرے اور تنہا، نماز پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابطالِ عمل سے منع فرمایا۔ قرآن کریم میں ہے: لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ "، یہی مذہب امام مالک ہے رضی اللہ عنہ"

بَابٌ اِذَا صَلّٰی لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ

٦٧٣ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ وَالسَّقِيْمَ وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَآءَ

باب — امام کا قیام میں تخفیف کرنا اور رکوع و سجود پورا کرنا "

٦٧٢ — ترجمہ : ابومسعود رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! خُدا کی قسم فلاں شخص کے نماز لمبا کرنے کے باعث میں صبح کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ غصہ میں کبھی نہ دیکھا پھر فرمایا تم سے بعض لوگ نفرت دلاتے ہیں۔ تم سے جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے، کیونکہ ان میں ضعیف، بوڑھے اور صاحبِ حاجت بھی ہوتے ہیں

٦٧٢ — شرح : قولہ " مَا صَلّٰی " میں لفظ "مَا" زائدہ ہے، اِنْ شرط کے ساتھ تاکید اور تعمیم کے لئے اکثر مَا زائدہ آتا رہتا ہے" اس حدیث کی مناسبت ترجمہ کے ساتھ واضح ہے، کیونکہ وَاِتْمَام " میں واؤ مع کے معنیٰ میں ہے گویا کہ ترجمہ کی عبارت اس طرح ہے تَخْفِيْفُ الْاِمَامِ مَعَ اِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ " یعنی نماز میں تخفیف اس اعتبار سے ہو کہ کوئی واجب فوت نہ ہو جائے اور اتمام رکوع و سجود "، فَلْيَتَجَوَّزْ "، کی تفسیر ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تخفیف کا حکم نہیں فرمایا جس سے نماز فاسد ہو جائے لہٰذا حدیث ترجمہ کے دونوں جزؤں کے مناسب ہے" ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں تخفیف کا حکم فرمایا لہٰذا نماز میں تطویل کرنے والا عاصی ہوگا اور عاصی کی مخالفت جائز ہے کیونکہ اطاعت معروف میں جائز ہے لہٰذا آئمہ کو نماز میں تخفیف کرنا چاہیئے کیونکہ شدید غضب کے بعد بظاہر امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

اسماء رجال : ١ زہیر حدیث ٣٩ ٢ اسماعیل آپ میزان مشہور ہیں۔ ٣ قیس ٤ ابوالسعود حدیث ٨٨ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

بَابُ مَنْ شَكَا إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ

وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَا يَا بُنَيَّ

۶۷۴ — حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ ثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

باب — جب تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے نماز لمبی کرے "

۶۷۳ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ ان میں سے ضعیف، بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جب تم سے کوئی تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے "

۶۷۳ — شرح : اگر یہ کہا جائے کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے لوگوں کے لئے نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ "لوگوں کا امام ہو جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں وضاحت کی ہے، یہاں ضعیف سے مراد وہ ہے جس کی پیدائش نحیف ہو اور سقیم سے مراد بیمار ہے۔ طبرانی نے عثمان بن ابی العاص سے روایت کی کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں بھی اس میں شامل ہیں" حبتہ عدی ابن حاتم کی روایت میں مسافر کا ذکر کیا گیا ہے اور ابومسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابھی ۶۷۲ کے عنوان میں گزری ہے تمام مذکورہ اوصاف کو شامل ہے " حدیث کے آخر میں مذکور ہے کہ جب اکیلا نماز پڑھے تو تخفیف کرے یا تطویل کرے، اسے اختیار ہے " مگر تخفیف کی صورت میں رکوع و سجود کی تکمیل ضروری ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں تخفیف شدید کرنے والے سے فرمایا "پھر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی" اور فرمایا جو شخص رکوع و سجود میں اپنی پشت کو برابر نہ رکھے اس کی نماز درست نہیں "

باب — جس نے امام کی شکائت کی جبکہ اُس نے نماز لمبی کی

ابو اُسید نے کہا اے میرے پیارے بیٹے تو نے ہمارے ساتھ نماز کو لمبا کیا ہے۔

إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فُلَانٌ فِيهَا فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَمَنْ أَمَّ مِنْكُمُ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ

۶۷۴ — **ترجمہ** : ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرد نے کہا یا رسُول اللہ! میں فجر کی نماز میں فلاں شخص کے لمبا کرنے کی وجہ سے نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں ، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بہت غصّہ کا اظہار کیا ۔ میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ کسی مقام میں اس دن سے زیادہ غصّہ کا اظہار فرمایا ہو پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں جو شخص لوگوں کی امامت کرے وہ نماز میں تخفیف کرے کیونکہ اس کے پیچھے ضعیف ، بوڑھے اور صاحبِ حاجت ہوتے ہیں ۔

۶۷۴ — **شرح** : قولہ بُنَیَّ ،، مصغّر ہے ،، یہ تصغیر شفقت کے لئے ہے تحقیر کے لئے نہیں ،، اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بعض مقامات میں اس خطاب میں تعمیم فرمائی اور بخصوصہ حضرت معاذ کو خطاب نہ فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا : اِنَّ مِنْكُمْ اور اپنے بعض خطابات میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خصوصیّت سے خطاب فرمایا : چنانچہ ارشاد فرمایا " اَفَتَّانٌ اَنْتَ ،، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تفاوت مقامِ اطلاع کے اعتبار سے ہے جس مقام میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ خبر ملی کہ معاذ نے اس شخص پر غیض وغضب برسایا ہے تو آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا اَفَتَّانٌ اَنْتَ ،، اور جہاں اس طرح کی خبر نہ ملی تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تعمیم فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا : اِنَّ مِنْكُمْ ،،

اَبُو اُسَید رضی اللہ عنہ

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے ۔ ابو اُسَید مالک بن ربیعہ انصاری ساعدی مدنی ہیں ۔ تمام اسلامی جنگوں میں حاضر رہے ہے ۔ ان کی کنیت ہی مشہور رہے ۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ساٹھ ہجری میں فوت ہو گئے ۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگِ بدر میں حاضر ہوئے تھے ان میں سے سب کے آخر میں ان کی وفات ہوئی تھی ،

۶۷۵ — حَدَّثَنَا اٰدَمُ ابْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ ثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَیْنِ وَقَدْ جَنَحَ اللَّیْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا یُصَلِّیْ فَتَرَكَ نَاضِحَهُ وَاَقْبَلَ اِلٰی مُعَاذٍ فَقَرَاَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اَوِ النِّسَآءِ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهُ اَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَا اِلَیْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مُعَاذُ اَفَتَّانٌ اَنْتَ اَوْ قَالَ اَفَاتِنٌ اَنْتَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَوْلَا صَلَّیْتَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی فَاِنَّهُ یُصَلِّیْ وَرَآءَكَ الْكَبِیْرُ وَالضَّعِیْفُ وَذُو الْحَاجَةِ اَحْسِبُ هٰذَا فِی الْحَدِیْثِ وَتَابَعَهُ سَعِیْدُ ابْنُ مَسْرُوْقٍ وَمِسْعَرٌ وَالشَّیْبَانِیُّ وَقَالَ عَمْرٌو وَعُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَاَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَرَاَ مُعَاذٌ فِی الْعِشَآءِ بِالْبَقَرَةِ وَتَابَعَهُ الْاَعْمَشُ عَنْ مُحَارِبٍ

۶۷۵ — ترجمہ : حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے دو اونٹ لے کر آیا جب کہ رات اندھیری ہو چکی تھی اُس نے اتفاق سے حضرت معاذ کو نماز پڑھاتے پایا اُس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور معاذ کی طرف آیا۔ معاذ نے سورۂ بقرہ یا نساء پڑھنا شروع کی وہ شخص نماز چھوڑ کر چلا گیا اور اسے خبر ملی کہ معاذ اس پر ناراض ہوئے ہیں وہ شخص نبی کریم کے پاس آیا اور آپ سے معاذ کی شکائت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! فتنہ انگیزی کرتے ہو یا یہ فرمایا اے معاذ فساد کرتے ہو، تین بار فرمایا تم کیوں نہیں یہ سورتیں پڑھتے "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ"، "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی"، کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، ضعیف اور صاحبِ حاجت ہوتے ہیں۔ میں اس کو حدیث کا حصہ گمان کرتا ہوں۔ بخاری نے کہا سعید بن مسروق، مسعر اور شیبانی نے اس کی متابعت کی ہے عمرو، عبیداللہ بن مقسم اور ابو الزبیر نے جابر سے اس کو روائت کیا کہ معاذ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی۔ اس کی اعمش نے محارب سے روایت کی!

۶۷۵ — شرح : یعنی ان تینوں نے لفظِ عشاء کی تصریح کی ہے اور سورۂ بقرہ کو خاص کر ذکر کیا ہے

بَابُ الْاِيْجَازِ فِي الصَّلٰوةِ وَاِكْمَالِهَا

٦٧٦ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْجِزُ الصَّلٰوةَ وَيُكْمِلُهَا

بَابُ مَنْ اَخَفَّ الصَّلٰوةَ عِنْدَ بُكَآءِ الصَّبِيِّ

٦٧٧ ـ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ

اور سورۂ نساء کو ذکر نہ کیا،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا نماز میں تطویل کرنے والے امام کے پیچھے جائز نہیں کہ نماز چھوڑ کر تنہا نماز پڑھے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، اپنے اعمال ضائع نہ کرو ! دوسرا یہ کہ جس عبادت کو جماعت کے ساتھ اپنے اُوپر لازم کیا اس کا ترک لازم آتا ہے ۔

اسماء رجال : ع۱ محارب بن دثار حدیث ع ۴۳۳ کے اسماء میں مذکور ہیں ۔ سعید بن مسروق ثوری کوفی ہیں ۔ ایک سو بیس ہجری میں فوت ہوئے ع۳ مِسعَر حدیث ع۲۰۰ کے اسماء میں ع۴ شیبانی حدیث ع۹۴ کے اسماء ع۵ عمرو بن دینار ع۶ عُبیدُ اللہ بن مِقسم مدنی ع۷ ابوزبیر محمد بن مسلم مکی ہیں ۔ حکیم بن حزام کے آزاد کردہ ہیں ۔ ۱۲۸ ہجری میں فوت ہوئے ۔

باب ـ نماز میں اختصار کرنا اور اسے کامل پڑھنا

٦٧٦ ـ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مختصر اور مکمل پڑھتے تھے ،،

٦٧٦ ـ شرح : ایجاز اطناب کی ضد ہے یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز بہت لمبی نہ کرتے تھے اور اِکمال نقص کی ضد ہے یعنی سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز مکمل پڑھتے تھے اس میں سرِ مُو نقص نہ ہوتا تھا ،،

مسلم کی روائت میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز مختصر پڑھنے کے باوجود لوگوں سے مکمل نماز پڑھتے

أَبِيهِ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلٰوةِ أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ تَابَعَهُ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ وَبَقِيَّةُ وَابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ

تھے ! ابن ماجہ نے روائت کی کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز میں اختصار فرمانے کے باوجود اسے پُوری طرح مکمل پڑھتے تھے۔

باب — جس نے بچّہ کے رونے کے وقت نماز میں تخفیف کی

۶۷۷ — ترجمہ : ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم سے روائت کی کہ آپ نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں جبکہ میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے لمبا کروں گا اور بچے کے رونے کی آواز سُنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اسے بُرا جانتے ہُوئے کہ اس کی والدہ کو مشقت میں نہ ڈالوں (جو میرے پیچھے نماز پڑھ رہی ہو) بشر بن بکر، ابن مبارک اور بقیہ نے اوزاعی سے اس کی متابعت کی۔

۶۷۷ — شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں اور سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے صحابہ پر کمال شفقت تھی اور آپ چھوٹے بڑے کی پُوری رعائت فرماتے تھے۔ ذخیرہ میں احناف کی کُتب سے منقول ہے کہ امام نے رکوع کی حالت میں لوگوں کے آنے کی آواز سُنی۔ آیا وہ رکوع میں ان کے شامل ہونے کی انتظار کرے یا نہ؟ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اگر امام نے اس حال میں رکوع میں شامل ہونے والے کا انتظار کی تو مجھے اس پر عظیم امر کا ڈر ہے یعنی شرک کا ڈر ہے،، ابواللیث نے کہا اگر امام آنے والے کو جانتا ہو تو اس کا انتظار نہ کرے اگر نہ جانتا ہو تو انتظار کرے کیونکہ اس طرح اطاعت میں اعانت ہے،، بعض علماء نے کہا اگر آنے والا شریر ظالم ہے تو اس کی شر کو دفع کرنے کے لئے اس کا انتظار کرنا مکروہ نہیں ہے،، ولید بن مسلم کی بشر، ابن مبارک اور بقیہ تینوں نے متابعت کی ہے،،

۶۷۸ — ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی امام کے پیچھے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ خفیف اور کامل اکمل نماز نہیں پڑھی۔ شان یہ ہے کہ آپ بچے کے رونے کی آواز سُنتے تو یہ خوف کرتے ہُوئے نماز میں تخفیف کر دیتے کہ اس کی ماں فتنہ میں نہ پڑے،،

۶۷۸ — شرح : یعنی اگر نماز کو لمبا نہ کیا جائے تو بچے کے رونے کی آواز سُن کر اس کی ماں کہیں ادھر

۶۷۸ــــ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِيْكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ مَا صَلَّيْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلٰوةً وَّلَا اَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّهٗ

۶۷۹ــــ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَا اُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ فِيْ صَلَاتِيْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ

مشغول ہو کر نماز نہ ترک کر دے۔ اس حدیث میں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت پر کمالِ شفقت پر دلالت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم! (اس حدیث کے تمام راویوں کا ذکر ہو چکا ہے)

اسماءِ رجال ۶۷۷: ع۱ ابراہیم بن موسیٰ حدیث ع۲۹۴ کے اسماء میں ع۲ ولید بن مسلم حدیث ع۵۳۵ کے اسماء میں ع۳ اوزاعی حدیث ع۷۶ کے اسماء میں ع۴ یحییٰ حدیث ع۱۱۲ کے اسماء میں ع۵ عبداللہ بن ابی قتادہ حدیث ع۱۵۲ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

۶۷۹ ــــ ترجمہ: قتادہ نے کہا کہ انس بن مالک نے ان کو خبر دی کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نماز میں داخل ہوتا ہوں حالانکہ میرا ارادہ اس کو لمبا کرنے کا ہوتا ہے اور میں بچّے کی رونے کی آواز سُنتا ہوں تو اپنی نماز کو خفیف اس لئے کر دیتا ہوں کہ میں بچّے کے رونے کے سبب اس کی ماں کے سخت غم کو جانتا ہوں"

۶۷۹ ــــ شرح: اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ جس نے نماز میں کوئی شئی کرنے کا ارادہ کیا تو اس کو پُورا کرنا اس پر واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، البتہ نفلی نماز شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ اگر اسے فاسد کر دیا تو قضا واجب ہے۔

اسماءِ رجال شریک بن عبداللہ مدنی ہیں۔ ۱۴۰۔ ہجری میں فوت ہُوئے

۶۸۰ ـــ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَدْخُلُ فِي الصَّلٰوةِ فَاُرِيْدُ اِطَالَتَهَا فَاَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاَتَجَوَّزُ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ اُمِّهٖ مِنْ بُكَائِهٖ وَقَالَ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ نَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

بَابُ اِذَا صَلّٰى ثُمَّ اَمَّ قَوْمًا

۶۸۱ ـــ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُو النُّعْمَانِ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَاْتِيْ قَوْمَهٗ فَيُصَلِّيْ بِهِمْ

۶۸۰ ـــ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور اس کو لمبا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پھر بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو ہلکا کر دیتا ہوں کیونکہ اس کے رونے سے اس کی ماں کے غم کی شدت کو جانتا ہوں موسیٰ نے اپنے اسناد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی۔

۶۸۰ ـــ شرح: محمد بن بشار کا لقب بندار ہے" قولہ قال موسیٰ بن اسماعیل الخ اس تعلیق کا فائدہ یہ ہے کہ قتادہ کا سماع انس بن مالک سے ثابت ہے"، حمید اور علی بن یزید نے انس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی نماز میں تخفیف کی۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ نے نماز میں تخفیف کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے بچے کی آواز کو سنا اور یہ مکروہ جانا کہ اس کی ماں کو بچے سے مشغول کردوں"، معلوم ہوا کہ عذر سے نماز میں تخفیف جائز ہے۔ واللہ اعلم!

(یزید بن زریع اور سعید بن ابی عروبہ کا ذکر حدیث ۲۸۲ کے اسماء میں ہوچکا ہے)

باب ـــ جب نماز پڑھی پھر لوگوں کی امامت کی"

۶۸۱ ـــ ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بَابُ مَنْ اَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ

۶۸۲ــــ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دَاوٗدَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ اَتَاهُ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ قَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ اِنْ يَقُمْ مَقَامَكَ يَبْكِ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ اِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلّٰى وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نماز پڑھتے پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور ان کو نماز پڑھاتے "۔

۶۸۱ــــ شرح : اس حدیث سے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے متنفل کے ساتھ مفترض کی اقتداء پر استدلال کیا ہے"، امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ معاذ کا یہ عمل نہ تو سید رسل صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا اور نہ ہی آپ نے اس کی تقریر کی ہے "، نیز احتمال ہے کہ اس وقت دوبارہ فریضہ پڑھنا جائز تھا پھر منسوخ ہوگیا۔ اس کی دلیل سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ ایک دن میں دوبار فریضہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور ممانعت اباحت کے بعد ہی ہوتی ہے اس سے ابن دقیق العید کا اعتراض بھی مندفع ہوجاتا ہے کہ محض احتمال سے نسخ کا اثبات جائز نہیں"، اندفاع کی وجہ یہ ہے کہ محض احتمال ہی سے نسخ نہیں ہے بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس کی دلیل ہے۔ حدیث ع۶۷ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے "۔

اسماء رجال : ع۱ محمد بن بشار اور ابن ابی عدی حدیث ع۲۶۶ کے اسماء میں مذکور ہیں۔
ع۳ موسیٰ تبوذکی وابان حدیث ع۲۹۰ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب ـــ جس نے امام کی تکبیر لوگوں کو سنائی

۶۸۲ــــ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے جس میں آپ نے وصال فرمایا تو آپ کے پاس حضرت بلال آئے اور آپ کو نماز کی خبر دی

يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُوبَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ فَتَأَخَّرَ أَبُوبَكْرٍ وَقَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُوبَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ تَابَعَهُ مُحَاضِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ

وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِئْتَمُّوا بِي وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ

۶۸۳ـــ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم پہنچاؤ کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا ابوبکر نرم دل شخص ہیں اگر آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روئیں گے اور قرآن پڑھنے پر قادر نہ ہوں گے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر اسی طرح کہا۔ آپ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا تم یوسف (علیہ السلام) کی ساتھی ہو ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائے ابوبکر نے نماز پڑھنا شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے جبکہ دو شخصوں کے درمیان ان کے سہارے چل رہے تھے گویا کہ میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ دونوں پاؤں سے زمین پر خط بنا رہے ہیں جب آپ کو ابوبکر نے دیکھا تو پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ نماز پڑھو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو تکبیر سناتے رہے"، عبداللہ بن داؤد کی محاضر نے اعمش سے متابعت کی ہے۔

۶۸۲ـــ شرح : حدیث ۶۳۵ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ "سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو تکبیر سنا رہے تھے۔ اس جملہ میں حدیث کی مناسبت ہے"

عبداللہ بن داؤد

عبداللہ بن داؤد بن عامر خُرَیبی ہیں۔ خُریبہ بصرہ میں ایک محلہ ہے۔ ان کی کنیت ابو محمد یا ابو عبدالرحمٰن ہے۔ وہ دراصل ہمدانی کوفی ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ البتہ کمسنی میں ایک دفعہ میرے والد نے مجھے کہا کہ تم کاتب کے پاس گئے تھے؟ میں نے کہا جی ہاں! حالانکہ میں نہ گیا تھا۔ عبداللہ بن داؤد نے کہا بہت دفعہ میں اپنے اہلِ خانہ کے لئے خرید و فروخت کرنے میں خُریبہ سے بصرہ جاتا تو میں کسی کا تلبیہ سنتا تو میں اپنے کپڑے لے کر سید حا مکہ کو چل

جَآءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ وَاِنَّهٗ مَتٰى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُوْلِيْ لَهٗ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ اَسِيْفٌ وَاِنَّهٗ مَتٰى مَا يَقُوْمُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ اَمَرْتَ عُمَرَ فَقَالَ اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ حِسَّهٗ ذَهَبَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَاَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَآئِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ قَاعِدًا يَقْتَدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ

باب - کوئی شخص امام کی اقتداء کرے اور دُوسرے لوگ اس کی اقتداء کریں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا جاتا ہے کہ تم میری اقتداء کرو، تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتداء کریں گے!

٦٨٣ — ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سخت ہوگئی تو بلال آپ کے پاس حاضر ہوئے جو آپ کو نماز کے لئے کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز

بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ

٦٨٤ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي تَمِيمَةَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنِ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ

ہوں گے لوگوں کو سُنا نہیں سکیں گے۔ اگر آپ عمر کو حکم دیں تو اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے حفصہ سے کہا تم آپ سے عرض کرو کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو سُنا نہیں سکیں گے۔ اگر آپ عمر کو حکم دیں تو اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یوسف (علیہ السلام) کی ساتھی ہو۔ ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب ابوبکر صدیق نے نماز شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو اٹھے جبکہ دو مردوں کے درمیان چل رہے تھے اور آپ کے قدم زمین پر خط بنا رہے تھے حتیٰ کہ مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر نے آپ کے تشریف لانے کی ہلکی سی آواز سُنی تو انھوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھتے رہو اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حتیٰ کہ ابوبکر کے بائیں بیٹھ گئے تو ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے۔ اور لوگ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرتے تھے۔

(شرح حدیث ۶۳۵ اور ۶۸۲ کے تحت ملاحظہ کریں)

باب — جب امام (نماز میں) شک کرے تو کیا لوگوں کے کہنے پر عمل کرے؟

۶۸۴ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھ کر

۶۸۵ـ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ فَقِيْلَ قَدْ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ

بَابُ اِذَا بَكَى الْاِمَامُ فِي الصَّلٰوةِ

وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ نَشِيْجَ عُمَرَ وَاَنَا فِيْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ الْاٰيَةَ

۶۸۶ـ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ هِشَامٍ

سلام پھیر دیا تو آپ سے ذوالیدین نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ذوالیدین نے سچ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں اور پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کی پھر سجدہ کیا اور اپنے سجدہ کی طرح سجدہ کیا یا اس سے لمبا سجدہ کیا۔

۶۸۵ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں کہا گیا آپ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ پھر آپ نے اور دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر سلام پھیر کر دو سجدے کئے۔

۶۸۴ـ۶۸۵ـ شرح : امام بخاری کی عادت ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف ہو، باب میں اس کا حکم بیان نہیں کرتے، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ جب امام نماز میں شک کرے اور مقتدی اسے آگاہ کرے کہ اس نے ایک رکعت ترک کر دی ہے۔ کیا امام اس کا کہنا قبول کرے یا نہ؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے یقین پر عمل کرے۔ یہی امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں" قولہ مثل سجودہ بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سجدہ کرے لیکن لفظ سجود مصدر ہے وہ ایک اور دو سجدے کو شامل ہے اور بعد والی حدیث ۶۸۵ کی وضاحت کرتی ہے کہ دو سجدے مراد ہیں۔

باب ــــ جب امام نماز میں رو پڑے

ترجمۃ الباب : عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی حالانکہ میں آخری

ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا

صرف اللہ سے کرتا ہوں۔

شرح الباب : علماء نے نماز میں رونے کو جائز کہا ہے جبکہ وہ اللہ کے خوف سے ہو" انین اور تاوہ" میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب رونا بلند ہو جائے اگر وہ دوزخ و بہشت کے یاد آنے سے ہے تو نماز قطع نہ ہوگی اگر درد یا مصیبت کے باعث ہے تو یہ نماز کو قطع کر دیتا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر مفہوم کلام نہیں تو رونے میں حرج نہیں۔ شعبی اور نخعی کے نزدیک نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ اعلم!

---

۶۸۶ شرح : اس حدیث شریف کا ترجمہ ۶۵۰ کے تحت مذکور ہے"

اس حدیث میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر کھڑے ہوں گے وہ بہت روئیں گے۔ ان جملوں میں حدیث باب کے مناسب ہے۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اس سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں روتے دیکھا ہوا تھا۔ اس لئے انھوں نے اس پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ کے مصلی پر کھڑے ہوں گے تو اس مقام کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی دیکھ کر سخت روئیں گے کیونکہ ان کا دل نہایت ہی نرم ہے وہ بہت جلد رو پڑتے ہیں۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ حدیث میں کوئی لفظ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رونے پر دلالت نہیں کرتا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ ام المؤمنین تو مستقبل کی خبر دے رہی ہیں لہٰذا حدیث باب

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

۶۸۷ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْلَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ

کے مناسب نہیں۔ اس اعتراض کے اندفاع کی تقریر مذکور تحریر سے واضح ہے ۔ البتہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث کا کوئی لفظ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت نہیں کرتا چہ جائیکہ ان کا رونا امامت کی حالت میں ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے کہا یا رسول اللہ! ابوبکر نرم دل ہیں وہ جب قرآن کریم پڑھیں گے تو بے اختیار رو پڑیں گے" اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن پڑھتے تھے تو رو پڑتے تھے اور یہ امر مسلم ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے وہ امام تھے اور اس سے پہلے انھوں نے قرآن پڑھا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھنا چھوڑا تھا وہاں سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہو گئے تھے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے وقت رویا کرتے تھے" اور یہ ثابت ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ابوبکر امام تھے اور قرآن پڑھ رہے تھے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے مناسب ہے۔ اس حدیث میں باقی کلام حدیث ۶۳۵ کے تحت مذکور ہے۔

باب۔ اقامت کے وقت اور اس کے بعد صفیں سیدھی کرنا

۶۸۷ ـ ترجمہ : نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو یا اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بدل دے گا"

۶۸۷ ـ شرح ...

۶۸۸ـ حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ابْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِيْ

میں کھڑے ہوں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صف میں خالی جگہ نہ رہنے دی جائے،، حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ اگر تم صفوں کو سیدھا نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو بدل دے گا یا معنیٰ یہ ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض واقع کردے گا اور تمہارے دل مختلف ہوجائیں گے کیونکہ صفوں میں مخالفت ظاہری مخالفت ہے اور ظاہری مخالفت باطنی مخالفت کا سبب ہے۔ یہ ممکن ہے کہ حقیقی معنیٰ مراد ہو اور چہروں کو بدلا دے اور ان کو اُلٹا پشتوں کی طرف پھیر دے جیسے امام سے پہلے سر اُٹھانے والے کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر جیسا کردے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کی تاکید ہوتی ہے کہ تم صفوں کو سیدھا کرو یا تمہارے چہرے مسخ کردیئے جائیں گے۔ قرطبی نے کہا معنیٰ یہ ہے کہ تم متفرق ہوجاؤ گے اور ہر ایک شخص علیحدہ راستہ اختیار کرلے گا، کیونکہ ایک شخص کا دوسرے سے آگے ہونا تکبر کی علامت ہے جس میں عظیم فساد ہے،، یہ وعید زجر اور تغلیظ کے لئے ہے لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ صفوں کو سیدھا کرنا سنت ہے اور اس کے ترک پر اس قدر وعید وجوب پر دلالت کرتی ہے،، باب کا معنیٰ یہ ہے کہ نماز کے لئے اقامت کے وقت اور اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز میں شروع ہونے سے پہلے صفوں کو سیدھا کرنے کا حکم،،

۶۸۸ـ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو سیدھا رکھو! میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھ رہا ہوں!

۶۸۸ـ شرح: فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ،، میں فا سببیت کے لئے ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ،، کا سبب بیان فرمایا کہ تم صفیں سیدھی نہیں رکھتے ہو۔ ان کو سیدھا رکھو کیونکہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ تمہارا حال مجھ پر مخفی نہیں، جیسے میں آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی پیچھے دیکھتا ہوں،، یہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان دو آنکھیں تھیں، ان سے آپ دیکھتے تھے اور کپڑے اس سے مانع نہ ہوتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے تھے اور قرطبی نے کہا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور جمہور علماء کہتے ہیں کہ یہ رویت حقیقتاً عینی رویت تھی۔ عقل بھی اسے چاہتی ہے اور شریعت مطہرہ نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا رویت سے مراد علم لینا غیر مناسب تاویل ہے اس کو ظاہر پر محمول کرنا مناسب ہے،، شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نوٹ سے اس

بَابُ اِقْبَالِ الْاِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

۶۸۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِيْ رَجَاءٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ نَا حُمَيْدُنِ الطَّوِيْلُ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوْا فَاِنِّيْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِيْ

آپ جمیع جہات سے دیکھتے تھے مسلم کی روایت میں ہے، فواللہ انی لاراکم من بعدی،، یعنی من ورائی اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں،، بعض علماء نے اس کا معنیٰ یہ کیا ہے کہ میں تم کو وفات کے بعد بھی دیکھتا ہوں۔ قاضی نے کہا (گو یہ معنی صحیح ہے) مگر سیاقِ حدیث سے بعید ہے۔ علامہ عینی نے کہا: سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے مطابق صفوں کا سیدھا کرنا واجب ہے مگر یہ واجباتِ صلوٰۃ سے نہیں جس کے ترک سے نماز میں نقصان آتا ہے۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ صفیں سیدھی نہ کرنے میں گناہ ہوگا،، سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص مقرر کیا ہوا تھا جو صفیں سیدھی کیا کرتا تھا اور جب وہ کہتا کہ صفیں سیدھی ہیں تو پھر وہ تکبیر کہتے،، سیّدنا عثمان اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی صفوں کو سیدھا رکھنے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور یہ کہتے، اے فلاں آگے ہو، اے فلاں پیچھے ہو،،

اسماءِ رجال ۶۸۷

: ع۱ عمرو بن مُرّہ جُہنی مرادی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ نابینا اور علماء عاملین میں سے تھے۔ ۱۱۶ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ سالم بن ابی الجعد حدیث ع۱۴۱ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب۔ صفیں سیدھی کرتے وقت امام کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا

۶۸۹۔ ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز کے لئے اقامت کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور کو ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا صفوں کو سیدھا رکھو اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو، کیونکہ میں تم کو پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

بَابُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ

۶۹۰ــ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ الْغَرِقُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْمَطْعُوْنُ وَالْهَدِمُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَاسْتَهَمُوْا

۶۸۹ــ شرح : اس حدیث کا سیاق پہلی حدیث سے جُدا ہے جبکہ اس میں من وراء ظہری" اور پہلی حدیث میں خلف ظہری ہے" دونوں میں فرق یہ ہے کہ لفظ "مِن" کی صُورت میں رویت کا منشاء پشت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیچھے آنکھ پیدا فرمادی ہو جس سے آپ دیکھتے ہوں اور لفظ "مِن" کے نہ ہونے کی صُورت میں ہوسکتا ہے کہ رویت کا منشا آگے والی آنکھیں ہوں اور پیچھے بھی آنکھ ہو جس سے آپ دیکھتے ہوں اور رویت آگے والی آنکھوں سے ضروری نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہے جہاں بھی وہ رویت پیدا فرمادے"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان کلام کرنا جائز ہے"، نیز اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے کہ اشیاء کو دیکھنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انسانوں سے مختلف ہیں۔ آگے پیچھے سے دیکھنا اور روشنی و تاریکی میں دیکھنا آپ کی شانِ امتیازی ہے اس میں آپکی نظیر معدوم ہے۔

اسمائے رجال : ع۱ احمد بن ابی رجاء حدیث ع۳۲۱ کے اسماء میں مذکور ہے ع۲ معاویہ بن عمرو ازدی کوفی ہیں ۲۱۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ بہت بہادر تھے ان کے مقابلہ میں بیس مرد آجائیں تو ان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ع۳ زائدہ بن قدامہ حدیث ع۲۹۸ کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ع۴ حُمَید کا کئی بار ذکر ہوا ہے۔

باب پہلی صف

۶۹۰ــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانی میں ڈوب کر مرنے والا، طاعون کی بیماری سے مرنے والا، پیٹ کی بیماری سے مرنے والا اور دب کر مرنے والا۔ سب شہید ہیں"، اگر لوگ جلدی نماز کے لئے آنے کا ثواب جان لیں تو وہ دوڑ دوڑ کر آئیں اور اگر عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب معلوم کرلیں تو گھسٹتے ہوئے آئیں اور اگر پہلی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب جانیں تو

: قرعہ اندازی سے پہلی صف میں کھڑا

بَابُ اِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ

٦٩١ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَلَا تَخْتَلِفُوْا عَلَیْهِ فَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ وَاَقِیْمُوا الصَّفَّ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ

٦٩٠ — **شرح** : ہر پہلی صف پچھلی صف کی نسبت اوّل صف ہے چنانچہ دُوسری صف تیسری کے اعتبار سے اور تیسری چوتھی صف کے اعتبار سے اوّل ہے۔ اسی پر تمام صفیں قیاس کی جاتی ہیں۔ حدیث ۵۹۲ اور حدیث ۶۲۶ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اسماء رجال : ع۱ ابو عاصم نبیل وہ ضحاک بن مخلد شیبانی بصری نبیل مشہور ہیں۔ امام بخاری نے ان سے بلا واسطہ اور بالواسطہ روایات کی ہیں۔ امام بخاری نے کہا میں نے عاصم سے یہ سُنا کہ میں جب سے بالغ ہُوا اور جانا کہ چغلی حرام ہے تو میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ ۲۱۲ ہجری کو بصرہ میں فوت ہُوئے۔ انہیں نبیل اس لئے کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں ہاتھی آیا تو لوگ اسے دیکھنے گئے۔ ابن جریج نے انہیں کہا آپ ہاتھی دیکھنے کیوں نہیں گئے۔ ابو عاصم نے جواب دیا کہ میں اس کا بدل نہیں پاتا ہوں ابن جریج نے کہا آپ نبیل ہیں یا اس لئے ان کا لقب نبیل ہے کہ ان کی ناک بہت بڑی تھی یا اس لئے کہ وہ امام زفر کے پاس ہر وقت رہتے تھے۔ امام اچھا لباس پہنتے تھے ایک اور ابو عاصم تھے جو شکستہ حال تھے وہ بھی امام زفر کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک روز نبیل ان کے دروازہ پر گئے تو امام زفر کے خادم نے کہا ابو عاصم دروازہ پر کھڑے ہیں انہوں نے کہا کونسا ابو عاصم؟ کہا نبیل۔ کہا گیا ہے کہ ان کا لقب مہدی ہے۔ ع۲ ستمی حدیث ۵۹۲ کے تحت دیکھیں۔

باب — صف سیدھی کرنا نماز کو پورا کرنا ہے

٦٩١ — **ترجمہ** : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

۶۹۲ حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ

بَابُ اِثْمِ مَنْ لَّمْ يُتِمَّ الصُّفُوْفَ

۶۹۳ — حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ اَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا سَعِيْدُ ابْنُ عُبَيْدِ الطَّائِيُّ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقِيْلَ لَهٗ مَا اَنْكَرْتَ مِنَّا مُنْذُ يَوْمٍ عَهِدْتَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْكَرْتُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّكُمْ لَا تُقِيْمُوْنَ الصُّفُوْفَ وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ قَدِمَ عَلَيْنَا اَنَسٌ الْمَدِيْنَةَ بِهٰذَا

نہ کرو، وہ جب رکوع کرے تم رکوع کرو جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہو۔ جب سجدہ کرے تم سجدہ کرو جب بیٹھ کر نماز پڑھے تم بھی تمام بیٹھ کر نماز پڑھو نماز میں صفیں سیدھی کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کی خوبصورتی ہے۔

۶۹۲ — ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم اپنی صفیں سیدھی رکھو، کیونکہ صفوں کو سیدھا رکھنا نماز کو قائم کرنا ہے

۶۹۱—۶۹۲ — شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مرض میں وصال فرمایا تھا۔ اس میں آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی اور آپ کا آخری فعل معمول بہ ہوتا ہے لہٰذا یہ حدیث منسوخ ہے۔ صف کی اقامت یہ ہے کہ اسے برابر رکھا جائے۔ اقامت الصلوٰۃ یہ ہے کہ اس کے ارکان کو اچھی طرح ادا کیا جائے۔ اس کے واجبات و مستحبات کی حفاظت کی جائے ان میں کوئی نقص واقع نہ ہو۔

باب — جو صفوں کو پورا نہ کریں ان کو گناہ

۶۹۳ — ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ (شرفہا اللہ تعالیٰ) میں آئے تو ان سے

بَابُ اِلْزَاقِ الْمَنْكِبِ بِالْمَنْكِبِ وَالْقَدَمِ بِالْقَدَمِ

فِى الصَّفِّ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهٗ بِكَعْبِ صَاحِبِهٖ ۶۹۴ — حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِىْ وَكَانَ اَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهٗ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهٖ وَقَدَمَهٗ بِقَدَمِهٖ

کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف کی نسبت آپ ہم میں کسی شئ کا انکار کرتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا میں کسی شئ کا انکار نہیں کرتا مگر اس شئ کا کہ تم صفیں پوری نہیں کرتے ہو۔ عقبہ بن عُبید نے بُشیر بن یسار سے ذکر کیا کہ انس بن مالک ہمارے پاس مدینہ منورہ آئے اور یہ کہا "

۶۹۳ — شرح: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صفوں کو پورا نہ کرنے کو خلاف سُنت کہا اور یہ گناہ ہے۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوں کو سیدھا رکھنا واجب ہے جس کے ترک سے گناہ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ حدیث ترجمہ کے مناسب ہے۔ نیز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیں سیدھی رکھنے کا حکم فرمایا اور جب تک وجوب کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو امر وجوب کے لئے ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے سَوُّوْا صُفُوْفَکُمْ " اس کے علاوہ صفیں سیدھا نہ کرنے پر شدید وعید مذکور ہے اور وعید ترکِ واجب پر ہوتی ہے۔ غایت ما فی الباب یہ کہ اس کا ثبوت سُنت سے ہے۔ صفوں کو سیدھا رکھنا اگرچہ واجب ہے مگر اس کے ترک سے نماز میں نقصان نہیں آتا، کیونکہ یہ نماز کی حقیقت سے خارج ہے " اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صفیں سیدھی نہ کرنے پر جو انکار کیا وہ مدینہ منورہ میں ہُوا تھا اور حدیث نمبر ۵۰۸ میں مذکور ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے نماز کو ضائع کر دیا ہے۔ یہ اس وقت کہا جبکہ وہ بصرہ سے شام گئے اور کہا عہدِ نبوی میں نماز کی بڑی شان تھی اور وہ بھی ضائع کی جارہی ہے؛ کیونکہ بنو امیہ نماز مکروہ اوقات میں پڑھتے تھے " عقبہ بن عبید کی تعلیق سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ بشیر بن یسار کا انس سے سماع ثابت ہے کیونکہ اس میں بشیر نے اپنا مشاہدہ ذکر کیا ہے "

اسماء رجال ۶۹۲: ۱ عبداللہ المسندی کتاب الایمان کی ابتداء میں مذکور رہیں اور باقی تمام راوی حدیث ۲۰۰ کے اسماء میں مذکور رہیں۔

اسماء رجال ۶۹۳: ۱ معاذ حدیث ۔۔ کے اسماء میں ۲ الفضل حدیث ۲۰۲ کے اسماء میں ۳ سعید بن

بَابُ اِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْاِمَامِ وَحَوَّلَهُ الْاِمَامُ خَلْفَهٗ اِلٰى يَمِيْنِهٖ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ

۶۹۵ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ

باب صف میں کندھے کو کندھے اور قدم کو قدم سے ملانا

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا کہ ہم سے کوئی شخص اپنے ٹخنہ کو اپنے ساتھی کے ٹخنہ سے ملا کر صف میں کھڑا ہوتا تھا۔

۶۹۴ ـ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا تم اپنی صفوں کو سیدھا رکھو کیونکہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں" اور ہم سے ہر شخص اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور قدم اس کے قدم سے ملاتا تھا۔

۶۹۴ ـ شرح : اس باب کے ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا کیا جائے اور ان میں خالی جگہ نہ رہنے دی جائے "نعمان بن بشیر" نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ انصاری خزرجی ہیں اور سید عالم کے صحابی کے بیٹے صحابی ہیں۔ مدینہ منورہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد انصار میں سب سے پہلے وہ پیدا ہوئے "یحییٰ بن معین نے کہا اہل مدینہ منورہ کہتے ہیں کہ اُن کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ثابت نہیں جبکہ اہل عراق سماع ثابت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان کو حمص کا حاکم مقرر کیا تھا جب اہل حمص نے بغاوت کردی تو وہاں سے بھاگ گئے۔ خالد بن عدی نے ان کا تعاقب کر کے ان کو قتل کر دیا بعض کہتے ہیں۔ ۶۶ ہجری میں سلمیہ میں قتل ہوئے۔ یہ تعلیق اس حدیث کا حصہ ہے جو ابو داؤد نے ابو القاسم جدلی سے روایت کی ہے۔ اُنھوں نے کہا : میں نے نعمان بن بشیر کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ نماز میں صفیں سیدھی رکھو اللہ کی نماز میں تم صفیں سیدھی رکھو یا اللہ تعالیٰ تمہارے دل بدل دے گا۔ نعمان بن بشیر نے کہا : میں نے دیکھا کہ نمازی اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے گھٹنا اس کے گھٹنے سے اور ٹخنہ اس کے ٹخنہ سے ملاتا تھا۔

۶۹۴ اسماء رجال : نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا ذکر حدیث ۴۹ کے اسماء میں ہو چکا ہے ۲۔ عمرو بن خالد اور زہیر حدیث ۳۹ کے تحت دیکھیں۔

عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسِي مِنْ وَرَآئِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهٖ فَصَلّٰى وَرَقَدَ فَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ يُصَلِّي وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

بَابُ الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُوْنُ صَفًّا

۶۹۶ــــ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَيَتِيْمٌ فِيْ بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُمِّيْ خَلْفَنَا اُمُّ سُلَيْمٍ

باب ــ جب مرد امام کے بائیں کھڑا ہو اور امام اسے دائیں طرف سے اپنے پیچھے سے پھیر دے تو اس کی نماز تمام ہے

۶۹۵ــــ ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات نماز پڑھی اور میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے سے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی داہنی طرف کر دیا، آپ نے نماز پڑھی اور سو گئے پھر آپ کے پاس مؤذن آیا۔ آپ اُٹھے اور نمازِ فجر پڑھی اور وضوء نہ فرمایا۔

۶۹۵ــــ شرح : حدیث نمبر ۶۶۸ کے باب کا عنوان یہ ہے کہ جب کوئی شخص امام کی بائیں طرف کھڑا ہو اور امام اُسے پھیر کر دائیں طرف کرے تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہو گی" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تَمَّتْ صَلٰوتُہٗ "میں ضمیر کا مرجع امام اور مقتدی دونوں ہو سکتے ہیں۔ بہر حال امام کا مقتدی کو پیچھے سے دائیں طرف کرنا اور مقتدی کا اس طرف پھر جانا عمل قلیل ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی" داؤد بن عبد الرحمٰن کی کنیت ابو سلیمان ہے وہ مکی ہیں ان کا والد نصرانی عطار تھا وہ اپنے بیٹوں کو قرآنِ مجید اور علماء کے پاس بیٹھنے کی رغبت دلایا کرتا تھا" امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے داؤد سے بڑھ کر کوئی شخص پرہیزگار نہیں دیکھا" ۱۷۵ ہجری میں ان کی وفات ہوئی"

باب تنہا عورت صف ہو سکتی ہے

۶۹۶ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا میں اور یتیم نے اپنے گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے تھی!

۶۹۶ شرح : صف کا مفہوم تعدد کو چاہتا ہے اور ایک شخص صف نہیں ہو سکتا مگر باب کے عنوان سے مراد یہ ہے کہ عورت مردوں کی صف میں کھڑی نہ ہو بلکہ تنہا کھڑی ہو وہ صف کا حکم رکھتی ہے یا عورت سے مراد اس کی جنس ہے تو معنیٰ یہ ہوگا کہ عورتیں جو مردوں سے ملی جلی نہ ہوں وہ صف ہو سکتی ہے! حدیث شریف میں ام سلیم رضی اللہ عنہا انس اور یتیم کے پیچھے اکیلی کھڑی تھی اس لئے وہ صف کا حکم رکھتی تھی"، معلوم ہوا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں لیکن وہ آخری صفوں میں کھڑی ہوں"، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو مؤخر رکھو جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو مؤخر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم فرمایا کہ وہ عورتوں کو مؤخر کریں لہٰذا اگر کوئی عورت نماز میں مرد کے برابر کھڑی ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان کو مؤخر کرنے میں مرد مامور ہیں اور جب انھوں نے تاخیر کو ترک کیا جو ان پہ فرض ہے تو ان کی نماز فاسد ہوگی، عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ وہ فرض کی تارک نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مقتدی دو ہوں تو امام آگے کھڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا کہ امام درمیان میں کھڑا ہو، اسی کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو مقتدی امام کے پیچھے کھڑے ہوں جیسا کہ مذکور حدیث کا مدلول ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی حدیث کہ انہوں نے علقمہ اور اسود کو درمیان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی"، کا جواب یہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی یا جگہ تنگ تھی یا کوئی عذر تھا۔

ابن بطال مالکی نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونے والے کی نماز درست ہے کیونکہ جب عورت اکیلی صف کے پیچھے کھڑی ہو تو اس کی نماز صحیح ہے جیسا کہ حدیث کا مدلول ہے تو مرد کی نماز بطریق اولیٰ صحیح ہے، اور اوسط میں ابو ہریرہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلا کھڑا دیکھا تو اسے فرمایا نماز کا اعادہ کرو"، کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر استحبابی تھا وجوب کے لئے نہ تھا" امام ابو حنیفہ، مالک اور شافعی رضی اللہ عنہم کا یہی مختار ہے کہ نماز جائز ہے اور وابصہ بن معبد کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو امام کے پیچھے اکیلا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا نماز لوٹاؤ، تمہاری نماز نہیں ہوئی ثابت نہیں۔ ابو عمر نے کہا کہ اس میں اضطراب ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی سند میں اختلاف ہے اور علی بن شیبان کی حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دہراؤ"، کے راوی مشہور نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب"

بَابُ مَيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

۶۹۷۔ حَدَّثَنَا مُوسٰی قَالَ نَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ نَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أُصَلِّي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي أَوْ بِعَضُدِي حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَّرَائِي

باب مسجد اور امام کی داہنی جانب

۶۹۷ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں ایک رات اُٹھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف نماز پڑھنا شروع کی آپ نے میرا ہاتھ یا بازو (راوی کو شک ہے) پکڑا حتی کہ مجھے اپنی داہنی طرف کھڑا کر دیا یا ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ میرے پیچھے سے گھوم آؤ،،

۶۹۷ شرح: جب مقتدی امام کی داہنی طرف ہوگا تو یقیناً مسجد کی دائیں طرف ہوگا،، مذکور حدیث میں اگرچہ مسجد کی دائیں طرف کھڑا ہونے کی فضیلت اس وقت ہے جبکہ مقتدی ایک ہو، مقتدی زیادہ ہونے کی صورت میں یہ ظاہر نہیں،، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ الباب کی وضع حدیث کے مطابق رکھی ہے،، مقتدی زیادہ ہوں تو مسجد اور امام کی دائیں طرف کی فضیلت نسائی کی حدیث سے ظاہر ہے جو اُنھوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں محبوب تھا کہ آپ کی داہنی طرف کھڑے ہوں،، اور جو ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ مسجد کی بائیں جانب خالی رہتی ہے تو آپ نے فرمایا جس نے مسجد کی بائیں جانب کو آباد کیا اس کے لئے دوگنا ثواب لکھا جاتا ہے " اس کے اسناد میں کلام ہے اور صحیح ہونے کی صورت میں وہ حدیث براء کی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ وہ ایک عارضہ کے باعث ہے جو اس کے زائل ہونے کی صورت میں زائل ہو سکتا ہے " اگر یہ کہا جائے کہ پہلے گذرا ہے کہ ابن عباس نے کہا آپ نے میرا سر پکڑا جب کہ اس حدیث میں اس طرح ذکر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں وقت کا اختلاف ہے۔ واقعہ واحد ہونے کی صورت میں جواب یہ ہے کہ آپ نے پہلے ابن عباس کا سر پکڑا پھر ہاتھ یا بازو پکڑا۔ لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔

اسماء رجال ۶۹۶: اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ انصاری ہیں وہ اپنے چچا انس سے روایت کرتے ہیں حدیث ۶۵ کے اسماء میں ان کے حالات ضبط تحریر ہو چکے ہیں۔

بَابٌ اِذَا كَانَ بَيْنَ الْاِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ اَوْ سُتْرَةٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ اَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ نَهْرٌ وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ يَأْتَمُّ بِالْاِمَامِ وَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيْقٌ اَوْ جِدَارٌ اِذَا سَمِعَ تَكْبِيْرَ الْاِمَامِ

٦٩٨ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ عَبْدَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فِيْ حُجْرَتِهٖ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيْرٌ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ فَاَصْبَحُوْا فَتَحَدَّثُوْا بِذٰلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهٗ اُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ صَنَعُوْا ذٰلِكَ لَيْلَتَيْنِ اَوْ ثَلٰثًا حَتّٰى اِذَا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا اَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ النَّاسُ فَقَالَ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ

اسماء رجال ٦٩٧ : ثابت بن یزید بصری ہیں ١٦٩ ہجری میں فوت ہوئے عاصم حدیث ١٦٩ اور شعبی حدیث ٩ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب ـ جب امام اور لوگوں کے درمیان دیوار یا سترہ ہو"

حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا اس میں حرج نہیں کہ تو نماز پڑھے حالانکہ تیرے اور امام کے درمیان چھوٹی نہر ہو۔ ابو مجلز نے کہا امام کی اقتداء کرے اگرچہ دونوں کے درمیان راستہ یا دیوار ہو جبکہ امام کی تکبیر سنے"

٦٩٨ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے حجرہ شریف میں نماز پڑھتے، جبکہ حجرہ کی دیوار بہت چھوٹی تھی لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف دیکھا تو

بَابُ صَلوٰةِ اللَّيْلِ

٦٩٩ـــ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ نَا اِبْنُ اَبِیْ فُدَيْكٍ قَالَ نَا اِبْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهٗ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهٗ بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهٗ بِاللَّيْلِ فَثَابَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوْا وَرَآءَهٗ

وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا پھر آپ دوسری رات کھڑے ہوئے تو آپ کے ساتھ کچھ لوگ نماز پڑھنے لگے دو یا تین راتیں اُنھوں نے اس طرح کیا حتیٰ کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور باہر تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو فرمایا مجھے خوف ہوا کہ تم پر رات کی نماز فرض نہ ہو جائے۔

شرح ٦٩٨ـــ: یعنی جب امام اور لوگوں کے درمیان دیوار یا سترہ وغیرہ ہو تو جائز ہے۔ مالکیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان راستہ یا چھوٹی نہر ہو تو حرج نہیں اسی طرح قریب قریب کشتیاں رکھی ہوئی ہوں اور ایک امام ہو تو اقتداء صحیح ہے، علماء کی دوسری جماعت اس کے خلاف ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا جب امام اور لوگوں کے درمیان راستہ یا دیوار یا چھوٹی نہر ہو تو اقتداء درست نہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر راستہ میں صفیں ملی ہوئی ہوں تو اقتداء جائز ہے ورنہ نہیں، چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِذًا کا جواب ذکر نہیں کیا۔ امام حسن بصری نے کہا اگر درمیان میں چھوٹی نہر ہو تو اقتداء جائز ہے بڑی نہر اس سے مانع ہے اگر امام اور لوگوں کے درمیان چھوٹی دیوار ہو اور امام کی تکبیر سُنی جاتی ہے تو اقتداء جائز ہے احناف کے نزدیک امام اور لوگوں کے درمیان چھوٹی سی نہر ہو یا چھوٹی سی دیوار ہو جو امام کی آواز سُننے سے مانع نہ ہو یا چھوٹا سا راستہ ہو جس سے صرف لوگ ہی گزر سکتے ہوں تو اقتداء جائز ہے۔

اسماءِ رجال: ع۱ ابو مجلز بن حُمید سندوسی بصری مروزی ہیں۔ وہ تابعی ۱۰۶ ہجری میں فوت ہوئے ع۲ محمد سلام ع۳ عبدہ حدیث ۱۹ کے اسناد میں مذکور ہیں ع۴ عمرو حدیث ۳۲۲ کے اسناد میں مذکور ہیں

باب ـــ رات کی نماز

۷۰۰ — حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مُوْسٰى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّخَذَ حُجْرَةً قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ حَصِيْرٍ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى فِيْهَا لَيَالِيَ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَلَمَّا عَلِمَ بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِيْ رَاَيْتُ مِنْ صَنِيْعِكُمْ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلٰوةِ صَلٰوةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ وَقَالَ عَفَّانُ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرٍ عَنْ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی ایک چٹائی تھی جس کو دن میں بچھایا کرتے تھے اور رات کو اس سے پردہ بنالیتے تھے۔ چند لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور انھوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی!

۶۹۹ — شرح : یہ تمام ابواب صفوں کے بارہ میں ہیں اس میں مذکور عنوان کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں،، البتہ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی سے رات کو پردہ بنالیتے تھے تو جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اس کی صورت دیوار کے پیچھے نماز جیسی ہوتی تھی،، اور حدیث کی ترجمہ سے مناسبت "فَصَفُّوْا وَرَاءَهٗ" میں ہے کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لوگوں کا صف بنانا رات کی نماز میں تھا،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ح ۶۹۸ حدیث میں حجرہ سے مراد یہی چٹائی ہے جس سے رات کو حجرہ کی طرح بنالیتے تھے،، یہ حدیث اس کی تفسیر ہے" اور حدیث ۷۰۰ میں اِتَّخَذَ حُجْرَةً اسی چٹائی سے حجرہ بنایا تھا یہ بھی اس حدیث کی تفسیر ہے۔

(اس حدیث کے تمام راوی کتاب الایمان اور کتاب العلم میں مذکور ہیں)

۷۰۰ — ترجمہ : زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ بنایا بسر بن سعید نے کہا میرا گمان ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رمضان میں چٹائی سے حجرہ بنایا اور چند راتیں اس میں نماز پڑھیں اور آپ کے اصحاب سے چند لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ کو ان کا علم ہوا تو آپ بیٹھے رہے۔ پھر آپ ان کی طرف باھر

تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ میں نے تمہاری حرص کو دیکھا اسے جانتا ہے اے لوگو! تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو! کیونکہ فرض نماز کے سوا آدمی کی نماز اپنے گھر میں افضل ہے، عفان نے کہا ہمیں وُہیب نے خبر دی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمیں مُوسیٰ نے خبر دی کہ میں نے ابوالنضر کو بسر سے روایت کرتے ہوئے سُنا کہ اُنھوں نے زید سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی

۷۰۰

شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز کی وجہ سے نہ فرمایا کہ میں نے تراویح کی نماز ادا کرنے پر تمہاری حرص کو پہچانا ہے، بلکہ یہ اس لئے فرمایا کہ آپ کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے اُنھوں نے آوازیں بلند کیں اور اونچی اونچی تسبیح کہی بعض نے یہ گمان کرتے ہوئے کہ آپ سو رہے ہیں دروازہ کو ادب سے کھٹکھٹایا "

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ نفلی نماز مسجد کی نسبت گھر میں افضل ہے حتیٰ کہ تینوں مساجد بھی اس عموم میں داخل ہیں۔ ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ زید بن ثابت سے روایت کی کہ فرض نماز کے سوا آدمی کی نماز میری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے" لہٰذا مسجدِ نبوی میں اگر نفلی نماز پڑھیں تو ہزار نماز کا ثواب ہوتا ہے" تو عمومِ حدیث کے اعتبار سے جب اسے گھر میں پڑھے تو ایک ہزار نماز سے افضل ہوگی۔ یہی حکم مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ کا ہے" مگر عمومِ حدیث سے عیدین، استسقاء اور کسوف کی نمازیں مستثنیٰ ہیں جو باجماعت پڑھی جاتی ہیں وہ گھر سے باہر اکمل ہیں اور عورتوں کا گھر ہی میں پڑھنا افضل ہے" نوافل گھر میں پڑھنے حکمت یہ ہے کہ ریاکاری کا گمان نہیں ہوتا اور گھر میں برکت ہوتی ہے اس میں اللہ کریم کی رحمت نازل ہوتی ہے اور شیطان دُور ہوتا ہے۔

نماز تراویح بیس رکعات ہیں

نماز تراویح میں اصل سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک میں عشاء کے بعد گھر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعات پڑھائیں۔ دوسری رات لوگ جمع ہوئے تو آپ باہر تشریف لائے اور انہیں نماز پڑھائی جب تیسری رات ہُوئی تو بہت لوگ جمع ہو گئے اور آپ باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا میں نے تمہارا اجتماع دیکھا تھا، لیکن اس خوف کے پیشِ نظر کہ تم پر یہ نماز فرض ہو جائے گی باہر نہ آئے پھر لوگ علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر لوگوں نے کچھ سُستی کی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک امام اُبَیّ بن کعب کی اقتداء میں جمع کیا وہ انہیں پانچ ترویحات نماز پڑھاتے تھے۔ اور ہر دو ترویحوں کے درمیان کچھ بیٹھتے تھے۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے یہ مصدر ہے۔ ابوسعید نے کہا ترویحہ نام اس لئے ہے کہ لوگ ہر چار رکعتوں کے بعد آرام کرتے ہیں۔ یہاں ہر چار رکعات کو ترویحہ کہتے ہیں تو پانچ ترویحات بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ احناف اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ عمر فاروق اور علی المرتضیٰ کی اتباع کرتے ہوئے چھتیس رکعتیں پڑھتے تھے، لیکن ہر عمر مشہور

ہے اور احناف و شافعی کا مسلک صحابہ اور تابعین میں مشہور ہے۔ دراصل مدینہ منورہ والے ہر چار رکعات کے بعد علیحدہ علیحدہ چار نفل پڑھتے تھے جو پانچ ترویحات میں سولہ رکعتیں ہوتی ہیں۔ اس طرح چھتیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ مدینہ منورہ والوں میں یہ عمل معروف ہے جیسے اہلِ مکہ ہر چار رکعت کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں۔ ہر شہر میں لوگوں کا مختار معمول یہ ہوتا ہے بعض لوگ تسبیح پڑھتے ہیں بعض ذکر کرتے ہیں بعض خاموشی سے انتظار کرتے ہیں۔ یہ انتظار مستحب ہے کیونکہ ترویحہ راحت سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا آرام کے لئے ہر چار رکعات کے بعد انتظار مستحب ہے۔ شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مذکور تین راتوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعتیں پڑھی تھیں۔ اس کے بعد عمر فاروق کے زمانہ تک لوگ علیحدہ علیحدہ پڑھتے رہے۔ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک امام کی اقتداء میں جمع کیا اور وہ بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ امام ابن ہمام نے کہا ابن شیبہ، طبرانی اور بیہقی نے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ وہ ضعیف ہے، لیکن قابلِ غور تو یہ بات ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت مقرر کیں اور کسی صحابی نے ان کی تعیین پر اعتراض نہ کیا بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا پھر اب تک اسی پر عمل ہوتا آرہا ہے حالانکہ غیر نبی کو تعدادِ رکعات اور مقادیرِ زکوٰۃ کی تعیین کا قطعاً حق نہیں معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیس رکعات معین کرنے کا اصل ابن ابی شیبہ کی حدیث ہے۔ امام ابن ہمام کے نزدیک حدیث کے ضعیف ہونے کو یہ لازم نہیں کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ضعیف ہے۔ پھر تمام صحابہ کرام کا اس پر عمل اس کی تقویت کرتا ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ "یعنی تم میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو" اور خلفاء راشدین بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ اگر یہ سوال پوچھا جائے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً "یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے ان میں سے آٹھ نفل اور تین وتر تھے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آٹھ رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز تہجد کی نماز ہے جو آپ کی خصوصیت تھی۔ شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا۔ "صحیح آنست کہ آنچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بگزارد ہماں نماز تہجد وے بود کہ یازدہ رکعت باشد" یعنی صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز پڑھتے تھے وہ آپ کی تہجد تھی جو گیارہ رکعات تھیں۔ اگر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کو رمضان میں نمازِ تراویح پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نمازِ تراویح ہم پر فرض ہو کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس عمل پر دوام فرمائیں وہ امت پر فرض ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ تیسرے یا چوتھے روز نماز پڑھنے مسجد میں تشریف نہ لائے تھے۔ لہٰذا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مقتضٰی تہجد کی نماز ہے۔ علاوہ ازیں لفظِ تراویح کا مقتضٰی یہ ہے کہ کم از کم تین ترویحات ہوں جو جمع کا مدلول ہے۔ اس اعتبار سے بھی نماز تراویح آٹھ رکعات نہیں ہوتی" کتاب الصوم میں بھی اس کے متعلق کچھ بیان ہوگا٭

٭ انشاء اللہ تعالیٰ!

بَابُ اِيجَابِ التَّكْبِيْرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ

۷۰۱ — حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَجُحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ وَقَالَ اَنَسٌ فَصَلّٰى لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلٰوةً مِّنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ قُعُوْدًا ثُمَّ قَالَ لَمَّا سَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا صَلّٰى قَآئِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

باب نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کا وجوب

۷۰۱ — ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ کی دائیں کروٹ پر چوٹ آگئی۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا اس روز آپ نے ہمیں نمازوں میں سے ایک نماز پڑھائی جبکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم نے آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر فرمایا جبکہ سلام پھیرا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے ،، جب وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ رکوع سے اٹھے تم بھی اٹھو جب وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ،، کہے تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ،، کہو ،،

۷۰۱ — شرح: وافتتاح الصلوٰۃ ،، میں واو لام تعلیل کے معنی میں ہے یہ بھی احتمال ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو یا جارہ کے معنی میں ہو۔ ہر تقدیر پر معنیٰ واضح ہے اور مذکور استعمال شائع ہے ،، باب کے عنوان میں ”ایجاب“ وجوب کے معنیٰ میں ہے ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ شرط ہے اور امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک رکن ہے ،، بایں ہمہ جمہور ائمہ کرام اس کے وجوب کے قائل ہیں اور نماز میں باقی تکبیرات واجب نہیں ،، امام ابو حنیفہ اور محمد رضی اللہ عنہما نے کہا جس لفظ میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو اس کے ساتھ نماز شروع کرنا جائز ہے ،، کیونکہ تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے۔ قرآن کریم میں ہے: فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ ،، ای عظمنہ ،، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ،، ای عظم ،، لہٰذا جو لفظ تعظیم پر دلالت کرے اس کے ساتھ نماز میں شروع ہونا جائز ہے کیونکہ خطابات شرعیہ میں اصل یہ ہے کہ اس کے نصوص معلوم و معقول ہوں اور تقلید

۷۰۲ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا

خلافِ اصل ہے اس کی تفصیل اصُولِ فقہ میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى" اللہ کا نام ذکر کیا اور نماز شروع کی اور عمومِ ذکر اللہ اور رحمٰن اسماء کو شامل ہے۔ لہٰذا الرحمٰن اعظم "کہنا جائز ہے جیسا اللہ اکبر کہنا جائز ہے" جبکہ یہ دونوں ذکر میں برابر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارو "سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ہُوا ہے کہ کافروں سے جنگ کروں حتیّٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ" کہیں لہٰذا جس نے لا الٰہ الا الرحمٰن یا الا العزیز کہا وہ مسلمان ہے جب ایمان جو عقائد میں اصل ہے میں یہ جائز ہے تو فروع میں بطریق اولیٰ جائز ہے شعبی نے کہا اللہ تعالیٰ کے جس نام سے نماز شروع کریں جائز ہے۔ ابراہیم نخعی نے کہا تسبیح و تکبیر اور تہلیل سے نماز شروع کرنا جائز ہے۔ امام مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم نے کہا نماز شروع کرتے وقت صرف اللہ اکبر ہی جائز ہے۔ شافعی کے نزدیک اللہ الاکبر بھی جائز ہے" امام ابو یوسف نے کہا بایں ہمہ اللہ الکبیر بھی جائز ہے" حدیث کی باب سے مناسبت اس طرح ہے کہ حدیث ۷۰۲ میں ہے" واذا کبر فکبروا" یہ لفظ اس حدیث میں مقدر ہے کیونکہ واذا رکع فارکعوا" کا مقتضیٰ یہ ہے کہ پہلے ہو لہٰذا اس حدیث میں تکبیر مقدر ہے اور مقدر ملفوظ جیسا ہوتا ہے چونکہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دونوں حدیثیں تکبیر کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں جو باب کا پہلا جزء ہے اور نماز کی ابتداء میں تکبیر اسے شروع کرنے کے لئے ہوتی ہے لہٰذا باب کے دُوسرے جُزء پر بھی حدیث کی التزاماً دلالت ہے" اس طرح باب کے ہر دو عنوان پر حدیث کی دلالت ہے۔ یاد رہے کہ دراصل یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیثیں ایک ہی حدیث ہے اس کے علاوہ باقی تکبیرات اور تحمید بالاجماع واجب نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماءِ رجال

: عبد الاعلیٰ بن حماد حدیث ۲۸۲ ۲ وُہَیب حدیث ۸۲ ۳ ابو النضر حدیث ۲۰۱ ۴ بسر حدیث ۷۵۵ ۵ یزید انصاری خزرجی کاتبِ وحی تھے۔ حدیث ۳۱۶ کا باب کے اسماء میں ان کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

۷۰۳ ـــ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوالزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَاِذَا صَلّٰی جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا اَجْمَعُوْنَ ○

۷۰۲ ـــ ترجمہ : انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم گھوڑے سے گر پڑے اور چوٹ آگئی اور ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی ہم نے آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی پھر آپ نماز سے پھرے اور فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے ، جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب رکوع کرے تم رکوع کرو جب سر اٹھائے تم سر اٹھاؤ جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ، کہے تم " رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو جب وہ سجدہ کرے تم سجدہ کرو !

۷۰۲ ـــ شرح : اِس حدیث میں " رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " واؤ کے بغیر ہے پہلی حدیث عاۓ واؤ کے ساتھ ہے بعض علماء نے اس کو افضل کہا ہے کیونکہ یہ اصل میں " رَبَّنَا حَمِدْنَاكَ وَلَكَ الْحَمْدُ " تھا اس میں حمد کا تکرار ہے ، پھر لفظ " رَبَّنَا " کا پہلے کلام سے تعلق نہیں کیونکہ یہ کلام مقتدی کا ہے اور پہلا کلام امام کا ہے کیونکہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے : فَقُوْلُوْا " لہٰذا یہ ابتدائی کلام ہے " وَلَكَ الْحَمْدُ " اس سے حال واقع ہے تو معنی یہ ہوگا " اَدْعُوْكَ وَالْحَالُ اَنَّ الْحَمْدَ لَكَ وَلَا لِغَيْرِكَ یعنی میں تجھ سے دُعاء کرتا ہوں جبکہ حمد کا تو ہی مالک ہے اور کوئی نہیں " اور اس کا " اَدْعُوْكَ " پر عطف جائز نہیں کیونکہ یہ جملہ انشائیہ ہے اور وہ خبریہ ہے ، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام " سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے اور مقتدی " رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ " کہے گا " یہی تقسیم کا مقتضیٰ ہے جیسا کہ احناف کا مذہب ہے " نیز یہ بھی معلوم ہُوا کہ امام کی متابعت واجب ہے لہٰذا امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد مقتدی تکبیر کہے اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے مقتدی نے تکبیر کہہ دی تو نماز نہ ہوگی اسی طرح امام کا رکوع میں شروع ہونے کے بعد مقتدی رکوع کرے اگر امام سے پہلے رکوع کر دیا تو نماز باطل نہ ہوگی مگر اس میں اساءت ہے اگر امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو نماز باطل ہو جائے گی !

۷۰۳ ـــ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا امام اس لئے بنایا ... تم تکبیر کہو جب رکوع کرے

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَآءً

۷۰۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ

تم رکوع کرو جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہا کرو جب سجدہ کرے تم سجدہ کرو جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو!

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری نماز بیٹھ کر پڑھی تھی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے کھڑے تھے لہٰذا آپ کے آخری فعل سے یہ حدیث منسوخ ہے " مذکور احادیث میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے ۔

باب ـــ نماز شروع کرنے کے ساتھ پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھانا "

۷۰۴ ـــ ترجمہ : حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے جبکہ نماز شروع کرتے ، اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور فرماتے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے "

۷۰۴ ـــ شرح : ساری اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ میں دونوں ہاتھ اُٹھانا مستحب ہے ۔ ابن منذر وغیرہ نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے ۔ شرح ہدایہ میں ہے پہلے ہاتھ اُٹھائے پھر تکبیر کہے صاحب مبسوط نے کہا ہمارے اکثر مشائخ یہی کہتے ہیں " امام مالک ، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم نے کہا کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں " احناف کے نزدیک کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائیں حتیٰ کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے برابر ہوں " اور انگلیوں کے سرے کانوں کے فروع کے برابر ہوں "

صحیح مسلم میں مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ وہ کانوں کے برابر ہو جاتے، ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فروع کے ہاتھ برابر ہوتے،، اور طحاوی میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے قریب ہوتے،، یہ تینوں روایات یوں متفق ہوتی ہیں کہ انگوٹھوں کے سرے کانوں کی لو کے محاذی ہوں تو لازماً انگلیوں کے سرے کانوں کے فروع کے برابر اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں گی،، جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔

نماز میں رفع یدین،،

اس حدیث سے بعض علماء نے رکوع کو جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین پر استدلال کیا ہے اس کے علاوہ اور بھی احادیث سے اس مسئلہ پر وہ استدلال کرتے ہیں ہم ان کو اور ان کے جوابات تفصیلاً ذکر کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کرام رضی اللہ عنہم صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کے قائل ہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے جیسا کہ مشہور ہے اکثر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دس صحابہ کرام جن کے جنتی ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی وہ بھی صرف تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے،، حضرت عبداللہ بن مسعود، جابر بن سمرہ، براء بن عازب، عبداللہ بن عمر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے،، **ابوداؤد**،، ابوداؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر تحریمہ کہتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہوتے پھر رفع یدین نہ فرماتے،، اس حدیث کو طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے بھی ذکر کیا ہے۔ **جرح**،، ابوداؤد نے کہا اس حدیث کو ہشیم اور خالد ابن ادریس نے یزید بن ابی زیاد سے اُنھوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اُنھوں نے براء بن عازب سے روایت کیا اور ثُمَّ لَا یَعُوْدُ،، کا ذکر نہ کیا،، **خطابی**،، نے کہا شریک کے سوا کسی نے لا یعود،، کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ ابوعمر نے کہا اس حدیث میں یزید منفرد ہے۔ حفاظ نے ان سے اس حدیث کی روایت کی اور کسی نے لا یعود،، ذکر نہ کیا،، بزار،، نے کہا رفع یدین میں یزید کی حدیث صحیح نہیں اور عباس،، دوری نے یحییٰ بن معین سے ذکر کیا کہ اس حدیث کا اسناد صحیح نہیں،، **امام احمد بن حنبل** نے کہا یہ حدیث کمزور ہے اور خود یزید یہ حدیث روایت کرتے اور ثم لا یعود،، کو ذکر نہ کرتے پھر جب ان کو یاد کرایا جاتا تو لا یعود،، کو ذکر کرتے۔ علماء کی دوسری جماعت نے کہا کہ یزید آخر میں متغیر ہو گئے تھے اور یاد کرانے سے ذکر کرتے تھے،، اسی لئے ابوداؤد نے کہا کہ براء بن عازب کی حدیث صحیح نہیں،،

"جواب"،، ابن عدی نے کامل میں کہا کہ براء بن عازب کی حدیث کو ہشیم، شریک اور ان کے ساتھ علماء کی جماعت نے یزید سے اس کے اسناد کے ساتھ ذکر کیا،، اور اُنھوں نے لَا یَعُوْدُ کو ذکر کیا معلوم ہوا کہ یزید لا یعود"

کی زیادتی میں متفرد نہیں، لہٰذا خطابی [illegible]

عبدالرحمٰن نے بھی اس کی ابن ابی شیبہ سے روایت کی ہے۔ اسی طرح طحاوی نے بھی اسی کو ذکر کیا ہے لہٰذا یزید یہ روایت کرنے میں متفرد نہیں اس کی متابعت کی گئی ہے خود یزید بھی ثقہ ہے۔ علامہ عجلی نے اس کی حدیث کو جائز کہا ہے اور یعقوب بن سفیان نے کہا اگرچہ یزید کا حال متغیر ہونے کی وجہ سے اس میں کلام کیا گیا ہے مگر اس کا قول مقبول ہے جبکہ وہ عادل ثقہ ہے،، ابوداؤد نے کہا کسی نے یزید کی حدیث ترک نہیں کی اور اس کا غیر مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے (عینی) کتاب الثقات میں ابن شاہین نے کہا احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے،، جو کوئی اس میں کلام کرے وہ ہمیں پسند نہیں۔ ابن خزیمہ نے اس کی حدیث اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ ساجی نے اسے صدوق کہا ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے ذکر کیا،، بخاری نے اس کو بطور استشہاد ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید کبھی تو بعض حدیث ذکر کرتے تھے اور کبھی پوری حدیث کی روایت کرتے تھے،، یا کبھی بھول جاتے تھے پھر یاد کر لیتے تھے" پس ابوداؤد کا اس حدیث کو لیس بصحیح،، کہنا صحیح نہیں،، جن علماء نے رفع الیدین،، کی حدیث کی روایت کی ہے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہے پھر منسوخ ہو گئی،، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں رکوع کو جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتا تھا تو اس سے کہا سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پہلے رفع یدین کیا کرتے تھے پھر اسے ترک کر دیا،، طحاوی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرتے تھے۔ پھر انھوں نے کہا یہ عبداللہ بن عمر ہیں جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسے ترک کر دیا یہ اسی لئے تھا کہ ان کے نزدیک رفع یدین کا نسخ ثابت ہو چکا تھا۔ اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی مصنف میں ذکر کیا ہے،، کہ مجاہد نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا وہ نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے،، اور طاؤس نے جو روایت کی ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا وہ نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ مضر نہیں کیونکہ عبداللہ بن عمر کا یہ فعل اس وقت تھا جبکہ ان کو حدیث کا نسخ معلوم نہ تھا پھر جب ان کو نسخ کا یقین ہو گیا تو رفع یدین نماز میں ترک کر دیا۔

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ،، کی حدیث میں نماز میں رفع یدین کرنا ثابت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے یہ حدیث کئی طریقوں سے ذکر کی ہے۔ امام احمد بن حنبل کی روایت میں رکوع کو جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں،، اور جس طریق سے رفع یدین کا ذکر ہے اس میں عبدالحمید بن جعفر ہے اور وہ ضعیف ہے علماء نے اس میں طعن کی ہے لہٰذا اس کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی،، اور مسلم کے راویوں میں ان کا شمار ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ دوسروں کے نزدیک ضعیف نہ ہو،، اگر عدم ضعف تسلیم بھی کر لیں تو یہ حدیث دوسری جہت سے معلول ہے وہ یہ کہ محمد بن عمر اور ابن عطاء نے یہ حدیث ابوحمید ساعدی سے نہیں سنی اور نہ ہی ابوقتادہ وغیرہ سے سنی ہے؛ کیونکہ وہ ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں ۱۲۵ھ ہجری میں فوت ہو گئے

تھے اسی لئے ابن حزم نے کہا عبدالحمید بن جعفر نے محمد بن عمرو اور ابن عطاء سے روائت کرنے میں وہم کیا ہے،، اور بخاری کا اپنی تاریخ میں یہ کہنا کہ اُس نے ابو حمید ساعدی سے سُنا ہے جیسا کہ بیہقی نے معرفت میں ذکر کیا ہے مُضر نہیں کیونکہ شعبی نے کہا ہے کہ اس کا سماع ابو حمید سے ثابت نہیں اور وہ اس باب میں حجت ہے۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ،، سے ابن ماجہ میں مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ نماز شروع کرتے تو کندھوں کے برابر ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع و سجود کرتے تو رفع یدین کرتے،، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش کے طریق سے مروی ہے اس کی غیر شامیوں سے روائت مجوزین کے نزدیک بھی حجت نہیں۔ نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے جبکہ ابن حبان نے اس کو حدیث میں کثیر الخطاء کہا ہے ابن خزیمہ نے کہا اسماعیل کی حدیث حجت نہیں (عینی)

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ نماز میں رکوع کو جاتے اور اس اُٹھتے وقت کانوں کے برابر ہاتھ اُٹھاتے جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی نے ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مسعود سے روائت کی کہ اُنھوں نے تکبیرِ تحریمہ کے سوا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سیّد عالم کے افعال کو وائل سے زیادہ سمجھتے ہیں وہ مہاجر ہیں قدیم الاسلام ہیں ان کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کا شرف بہت زیادہ حاصل ہے۔ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ پسند تھا کہ آپ کے اقوال و افعال مہاجر محفوظ کریں وائل بن حجرہ ۹ ہجری کو مدینہ منورہ میں مسلمان ہُوئے ان دونوں کے اسلام میں ۲۲ سال کا وقفہ ہے اسی لئے ابراہیم نخعی نے مغیرہ سے کہا جبکہ مغیرہ نے کہا کہ وائل نے خبر دی ہے کہ اُنھوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو رکوع کو جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا،، کہ اگر وائل نے ایک بار دیکھا ہے تو عبداللہ بن مسعود نے پچاس بار دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم تکبیرِ تحریمہ کے سوا نماز میں رفع یدین نہ فرماتے تھے،، ابراہیم نخعی جب عبداللہ بن مسعود سے مرسل روایت کرتے ہیں تو جب تک ان کو عبداللہ بن مسعود سے کثیر روایات کے ساتھ یقین نہ ہو جائے وہ ان سے روایت ارسال نہیں کرتے یہ امر مسلّم الثبوت ہے کہ جماعت کی روائت خبرِ واحد سے اقویٰ ہوتی ہے لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ۳۲ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہُوئے جبکہ ابراہیم نخعی کی پیدائش پچاس ہجری میں ہُوئی لہٰذا ابراہیم کی روائت متصل نہیں۔ **حضرت علی** رضی اللہ عنہ،، سے روائت ہے کہ وہ رکوع کو جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے،، اس کا جواب یہ ہے کہ عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرتے تھے۔ طحاوی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اسے ذکر کیا ہے جبکہ حضرت علی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو رفع یدین کرتے دیکھا اور پھر آپ کے بعد رفع یدین ترک کر دیا تو اس سے ظاہر یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں رفع یدین کا نسخ حضرت علی کے نزدیک ثابت ہو چکا تھا جبھی تو اُنھوں نے اسے ترک کیا تھا،، اور عاصم بن کلیب کی حدیث کا اسناد صحیح ہے اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے (از عینی مختصر)

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

۷۰۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ

"رَفعِ یَدَیْن منسُوخ ہے"۔ نماز میں رکوع کو جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین کے منسوخ ہونے پر جابر ابن سمرہ کی حدیث ہے۔ امام مسلم نے "الامر بالسکون فی الصلوٰۃ" کے باب میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی انہوں نے کہا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "میرے لئے کیا ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں جیسے سرکش گھوڑے دُم ہلاتے ہیں: نماز میں سکون سے رھو"، اس پر بخاری نے اعتراض کیا کہ صحابہ سلام کے وقت ہاتھ اُٹھایا کرتے تھے اس سے آپ نے ان کو روکا تھا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں سلام کے وقت رفع یدین سے روکا تھا وہ بھی جابر بن سمرہ سے منقول ہے مگر اس میں "اسکنوفی الصّلوٰۃ" نہیں کیونکہ جب نمازی سلام پھیرے تو نماز سے باہر ہو جاتا ہے۔ اسکنوفی الصلوٰۃ" کے مفہوم کا مصداق نماز سے باہر نہیں ہو سکتا۔ نیز جابر بن سمرہ کی حدیث میں جہاں سلام سے منع کیا گیا وہاں یہ مذکور ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارے کرتے ہو جیسے سرکش گھوڑے دُم ہلاتے ہیں جب تم سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے ساتھی کی طرف منہ کرے اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نسائی اور ترمذی نے ذکر کیا ہے۔ ایک روائت میں جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ نماز میں ہم رفع یدین کر رہے تھے۔ فرمایا ان کا کیا حال ہے یہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں جیسے سرکش گھوڑے دُم ہلاتے ہیں "اسکنوا فی الصّلوٰۃ"، نماز میں سکون سے رہو"، اس سے واضح ہوتا ہے کہ دراصل جابر بن سمرہ سے دو روائتیں ہیں۔ جس روائت میں رفع یدین سے منع کیا اس میں "اسکنو فی الصلوٰۃ" ہے، جبکہ دوسری روائت میں جہاں وہ سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے صرف اسکنوا فرمایا لہٰذا دونوں حدیثوں کا محل مختلف ہے" اگر محدث اپنے خیال سے حدیث کو تشہد کے باب میں ذکر کر دے تو ان کا ایسا کرنا حجت نہیں ہو سکتا بلکہ حدیث کے الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے اور الفاظ کے لحاظ سے دونوں حدیثوں

کا مدلول جُداگانہ ہے۔ لہٰذا بخاری کا اعتراض مضمحل ہے اور اس پر انبساط کا اظہار بیکار ہے۔
امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن حدیث ذکر کی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ انھوں نے نماز پڑھی اور تکبیر تحریمہ کے سوا نماز میں ہاتھ نہ اٹھائے۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ رکوع کو جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین ایک وقت کیا جاتا تھا پھر منسوخ ہو گیا اور منسوخ پر عمل نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ صحیح ہو اور عبداللہ بن مبارک کا یہ کہنا کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرمایا ثابت نہیں مُضر نہیں ہے جبکہ دُوسری روایات اس کی تائید کرتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب دونوں ہاتھ اُٹھانا جبکہ تکبیر تحریمہ کہے جب رکوع کرے اور جب رکوع سے اُٹھے

۷۰۵ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتیٰ کہ وہ آپ کے دونوں کندھوں کے محاذی ہو جاتے یہ اس وقت بھی کرتے جبکہ رکوع جانے کے لئے تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے سرمبارک اُٹھاتے تو رفع یدین فرماتے اور فرماتے "سمع اللہ لمن حمدہ" سجدوں میں رفع یدین نہ فرماتے۔

۷۰۵ شرح: اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کو جاتے اور اس سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ مجاہد نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین ترک کر دینا اس کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ حدیث ۷۰۴ میں بسط کے ساتھ تفصیل گزری ہے۔ ابن ماجہ نے عمیر بن حبیب لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے مگر اس حدیث کا متن منکر ہے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع اور خفض میں کبھی رفع یدین نہیں کیا۔ مذکور حدیث ۷۰۵ سے ظاہر ہے! کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے تھے اور یہ ابن ماجہ کی حدیث کے متضاد ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا عمیر بن حبیب کی حدیث صحیح نہیں

٧٠٦ ـ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا

بَابُ إِلَى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ

٧٠٧ ـ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلٰوةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتَّى يَجْعَلَهُمَا

---

٧٠٦ ـ ترجمہ: ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے مالک بن حُویرث کو دیکھا کہ اُنھوں نے جب نماز شروع کی تو تکبیر تحریمہ کہی اور دونوں ہاتھ اُٹھائے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو دونوں ہاتھ اُٹھائے اور جب رکوع سے سر اُٹھایا تو رفع یدین کیا اور خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا ہے،،

٧٠٦ ـ شرح: قولہ واذا اراد،، یعنی جب رکوع کرنے کا ارادہ کیا تو رفع یدین،، یہ حدیث بھی ابتداءِ اسلام پر محمول ہے پھر منسوخ ہوگئی،، حدیث ٧٠٤ میں تفصیل گزری ہے۔

باب کہاں تک ہاتھ اُٹھائے

ابوحمید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھوں کے برابر ہاتھ اُٹھائے

٧٠٧ ـ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں تکبیر شروع کرتے تو تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھ اُٹھاتے حتی کہ ان کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے،، اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو اس طرح فرماتے اور جب سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو اس طرح کرتے اور فرماتے: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ،، جب سجدہ کو جاتے تو اس طرح نہ کرتے اور نہ ہی ٭

حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهٗ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَعَلَ مِثْلَهٗ وَقَالَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ وَلَا حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ

٧٠٨ـ حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ وَمُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا

٧٠٧ـ شرح : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس روایت کے خلاف ہے جیسا کہ حدیث ٧٠٤ میں گزرا ہے لہٰذا یہ حدیث بھی منسوخ ہے۔ اصول موضوعہ سے ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو وہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہوتی ہے۔ قولہ وَحَدَّثَ الخ جملہ حالیہ ہے اس کا "رَأَى" پر عطف نہیں کیونکہ محدث مالک بن حویرث ہیں اور رائی ابوقلابہ ہے۔ امام شافعی اور احمد نے کہا رکوع سے قبل اور بعد نماز میں رفع یدین مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تکبیر اولیٰ کے سوا مستحب نہیں امام مالک سے بھی مشہور روایت یہی ہے۔

باب جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہو تو رفع یدین کرنا

٧٠٨ـ ترجمہ : نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اُٹھاتے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو رفع یدین کرتے اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے عبداللہ بن عمر نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

بَابُ وَضْعِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ

۷۰۹ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ اَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِى الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا يَنْمِىْ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ يُنْمٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يَنْمِىْ

مرفوع کیا ہے۔ اس کی حماد بن سلمہ نے ایوب سے اُنھوں نے نافع سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اس کو ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر روایت کیا ہے۔

۷۰۸ — شرح : امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ مجاہد سے روایت کی۔ اُنھوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرتے تھے۔ یہ عبداللہ بن عمر ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا پھر آپ کے بعد اسے ترک کر دیا کیونکہ بعد میں ان کو اس کا منسوخ ہونا معلوم ہو گیا تھا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے پھر جب اس کے منسوخ ہونے کا علم ہوا تو نماز میں رفع یدین ترک کر دیا جیسا کہ امام طحاوی نے ذکر کیا ہے

اسماء رجال ۷۰۶ ع۱ اسحاق بن شاہین واسطی ع۲ خالد بن عبداللہ طحان ع۳ خالد الحذاء تینوں کا ذکر حدیث ع۳۰۵ کے اسماء میں ہو چکا ہے۔ ع۴ ابوقلابہ حدیث ع۱۵ کے اسماء میں ع۵ مالک بن حُویرث حدیث ع۸۶ سے قبل کے اسماء میں مذکور ہیں

اسماء رجال ۷۰۷ : ع۱ ابوحمید ساعدی کا نام عبدالرحمٰن بن ساعدی ہے۔ وہ انصاری مدنی ہیں کہا گیا ہے کہ اُن کا نام مُنذر ہے۔ ان کے نام پر کنیت غالب ہے۔

اسماء رجال ۷۰۸ : ع۱ عیاش بن ولید رقام بصری ہیں اور عبدالاعلیٰ بن حماد کے چچا کے بیٹے ہیں ۲۲۶۔ ہجری میں فوت ہوئے۔ حماد بن سلمہ بن دینار بہت بڑے عالم تھے۔ ۱۶۷ ہجری میں فوت ہوئے۔ ابن طہمان حدیث ع۲۱۳ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب — داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا

۷۰۹ — ترجمہ : سہل بن سعد نے کہا لوگوں کو حکم دیا گیا تھا کہ نمازی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں

بَابُ الْخُشُوْعِ فِي الصَّلٰوةِ

۷۱۰ ـ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَاكُمْ وَرَآءَ ظَهْرِيْ

۷۱۱ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَقِيْمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِيْ وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِيْ اِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ

ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔ ابوحازم نے کہا میں نہیں جانتا مگر یہ کہ وہ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے ہیں۔ اسماعیل نے کہا اس کو مرفوع کیا جاتا ہے اور یہ نہ کہا کہ وہ مرفوع کرتے ہیں۔

۷۰۹ ـ شرح : داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر اس طرح رکھے کہ چھنگلی اور انگوٹھے سے کلائی کے گٹے کا گھیرا کرے،، اکثر مشائخ حنفیہ نے اس کو مستحسن سمجھا ہے،، اور ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا یا ناف سے نیچے رکھنا دونوں طرح منقول ہے۔ ابن حزم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف سے نیچے رکھنا رسولوں کے اخلاق سے ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام،، قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر قیام جس میں ذکر مسنون ہو۔ اس میں ہاتھ باندھے ورنہ نہ باندھے لہٰذا نماز جنازہ اور دعاء قنوت میں ہاتھ باندھے اور رکوع سے اُٹھتے وقت اور عیدین میں زوائد تکبیرات کے دوران ہاتھ کھلے چھوڑ دے یہی صحیح ہے۔ پھر ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے میں زیادہ تعظیم ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے۔

باب نماز میں خشوع کرنا

۷۱۰ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرا قبلہ ادھر ہے اللہ کی قسم تمہارے رکوع اور خشوع مجھ پر

بَابُ مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

۷۱۲ــ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلٰوةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ــ

مخفی نہیں اور میں تم کو پس پشت دیکھتا ہوں۔

۷۱۱ــ ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا رکوع وسجود کو خوب درست کرو اللہ کی قسم! میں اپنے بعد دیکھتا ہوں بسا اوقات فرمایا پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں جبکہ تم رکوع وسجود کرتے ہو۔

۷۱۰ ــ ۷۱۱ ــ شرح: اس میں شک نہیں کہ نماز میں خشوع وخضوع کو ترک کرنا کمالِ صلوٰۃ کے منافی ہے۔ لہٰذا نماز میں خشوع مستحب ہے "واجب نہیں" قبلہ سے مراد مقابلہ اور مواجہہ ہے یعنی تم یہ گمان نہ کرو کہ میری مواجہت صرف آگے ہے میں تم کو پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں" اور یہ معنیٰ سیاقِ حدیث سے بعید ہے یعنی گو یہ معنیٰ صحیح ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد بھی دیکھتے ہیں مگر یہ معنیٰ حدیث کے سیاق سے بعید ہے (نووی)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع وسجود میں نقصان کرنا ممنوع ہے۔ حدیث ۶۸۸ میں اس کی تفصیل گزری ہے۔

باب تکبیر کے بعد کیا کہے؟

۷۱۲ــ ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رب العالمین" کے ساتھ نماز شروع کرتے تھے"

۷۱۲ــ شرح: یعنی قراءت "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" سے شروع کرتے تھے۔ حدیث میں نماز سے مراد قرأت ہے۔ ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم الحمد للہ رب العالمین" سے قرأت شروع کرتے تھے" اسی طرح نسائی میں ہے طحاوی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی انھوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے میں نے کسی کو نہ سنا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" بلند آواز سے

٧١٣ ـــ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ اِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْكُتُ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَآءَةِ اِسْكَاتَةً قَالَ اَحْسِبُهٗ قَالَ هُنَيَّةً فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْكَاتُكَ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَبَيْنَ الْقِرَآءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ

پڑھتے ہوں ،، ان روایات سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،، سورۃ فاتحہ کا جزو نہیں اور اسے آہستہ پڑھنا سنت ہے ،، اور جن روایات میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ،، بلند آواز سے پڑھنا منقول ہے۔ علامہ عینی نے سب کو ضعیف کہا ہے ،، اس کی تفصیل عینی میں بسط سے مذکور ہے ! ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی دونوں طرفوں کے درمیان جو قلم وحی سے مکتوب ہے وہ اللہ کا کلام ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس میں لکھی ہوئی ہے اس لئے یہ اللہ کا کلام ہے اور جب اسے بقصد قرأت نماز میں تلاوت کیا جائے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز ادا ہو جاتی ہے ،، کیونکہ یہ قرآن کی پوری آیت ہے اور جنبی اور حائض پر اس کی تلاوت حرام ہے ،، مگر یہ مستقل آیت ہونے کے باوجود کسی سورت کا جزء نہیں۔ اور سورتوں کے درمیان فصل کرنے کے لئے ہے ،، اسی لئے جب پہلی سورت اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ نازل ہوئی۔ تو بسم اللہ ،، نہ پڑھی بلکہ بسم اللہ سے پہلے آپ نے پڑھنا شروع کیا اگر اس کا جزء ہوتی تو پہلے یہ پڑھتے واللہ اعلم !

اسماء رجال : ع١ عبدالواحد بن زیاد حدیث ع٣٥ عمارہ بن قعقاع حدیث ع٣٥ ابوزرعہ حدیث ع٣٥ کے اسماء میں دیکھیں۔

٧١٣ ـــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان خاموش رہتے۔ ابوزرعہ نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ ابوہریرہ نے کہا تھوڑا سا خاموش رہتے) میں نے کہا میرا باپ اور میری ماں آپ پہ فدا ہوں یا رسول اللہ ! تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان آپ سکوت فرماتے ہیں (اس میں) کیا پڑھتے ہیں ، آپ نے فرمایا میں کہتا ہوں ! اے اللہ ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا بُعد کر دے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان بُعد کیا ہے اے اللہ ! مجھے خطاؤں سے پاک

بَابٌ — ۷۱۴ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْكُسُوْفِ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ قَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاَطَالَ الرُّكُوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَتْ مِنِّي الْجَنَّةُ

کردے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ! میری خطائیں پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال"۔

۷۱۳ — شرح : اگر یہ کہا جائے کہ سکوت قول کے منافی ہے پھر یہ کیسے صحیح ہے کہ آپ سکوت میں کیا پڑھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سکوت کی اس قسم سے مراد آہستہ پڑھنا ہے اور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں کی حرکت سے کلام کرنے پر استدلال کیا جیسے ظہر اور عصر کی نماز میں قرأتِ قرآن پر داڑھی شریف کی حرکت سے استدلال کیا یہ سکوت کلام کے منافی نہیں، اگر خطایا سے مراد مستقبل کے خطایا ہیں تو معنیٰ یہ ہے کہ اگر میرے مقدور میں خطایا ہیں تو ان کو مجھ سے دُور رکھ اور یہ مجاز ہے کیونکہ مباعدت درحقیقت زمان و مکان میں ہوتی ہے"، اور اگر خطایا سے مراد زمانہ ماضی کی خطایا ہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میری خطائیں معاف کردے"، یہ صرف امت کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ تحقیق یہ ہے کہ نبی نبوت سے پہلے اور بعد گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس میں صغائر اور کبائر سب شامل ہیں"، اور جہاں بھی نبیوں کی طرف ذنب کی نسبت ہے وہ حسنات الابرار سیّاٰت المقربین کے قبیلہ سے ہے اگر یہ کہا جائے کہ کامل غسل تو گرم پانی سے ہوتا ہے سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھنڈا پانی ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خطایا کو جہنم کی آگ کے قائم مقام کیا کیونکہ یہ اس کو واجب کرتی ہے قرآن کریم میں ہے "جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرارت بجھانے کی تعبیر غسل سے فرمائی"، اور اس میں مبالغہ کے لئے ٹھنڈی اشیاء کو ذکر کیا"، اور ان کو بھی برودت میں ترقی کے اعتبار سے ذکر کیا چنانچہ پہلے پانی کو ذکر کیا پھر اس سے زیادہ ٹھنڈی برف کو ذکر کیا پھر اس سے زیادہ ٹھنڈے اولوں کو ذکر فرمایا اور تین دعائیں تینوں زمانوں کے اعتبار سے ذکر فرمائیں چنانچہ مباعدت مستقبل کے لئے تنقیہ حال کے لئے اور غسل ماضی کے لحاظ سے ذکر فرمایا۔

حَتّٰی لَوِ اجْتَرَأْتُ عَلَیْھَا لَجِئْتُکُمْ بِقِطَافٍ مِّنْ قِطَافِھَا وَدَنَتْ مِنِّی النَّارُ حَتّٰی قُلْتُ اَیْ رَبِّ وَاَنَا مَعَھُمْ فَاِذَا امْرَأَۃٌ حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ تَخْدِشُھَا ھِرَّۃٌ قُلْتُ مَا شَاْنُ ھٰذِہٖ قَالُوْا حَبَسَتْھَا حَتّٰی مَاتَتْ جُوْعًا لَا اَطْعَمَتْھَا وَلَا اَرْسَلَتْھَا تَاْکُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ مِنْ خَشِیْشِ الْاَرْضِ اَوْ خَشَاشِ

باب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ سے نماز کو شروع کیا جائے

ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ، سے شروع کرتے۔ حاکم نے مستدرک میں ترمذی اور ابوداؤد نے اس حدیث کے اسناد کو صحیح کہا ہے مسلم نے صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کلمات سے جہر کیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو اس دعا کا علم ہو جائے، طبرانی اور دارقطنی نے بھی اس دعا کا ذکر کیا ہے۔ بخاری میں مذکور یہ دعا اور دیگر دعائیں جو مذکور ہیں وہ رات کی نماز پر محمول ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۷۱۴ — ترجمہ: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز پڑھی پس آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا پھر کھڑے ہوئے اور لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا پھر (سر مبارک) اُٹھایا پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا (سجدہ سے) اُٹھے پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا پھر (سجدہ سے) اُٹھے اور لمبا قیام کیا پھر رکوع کیا اور لمبا رکوع کیا پھر (رکوع سے) اُٹھے اور سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا پھر (سجدہ سے) اُٹھے پھر سجدہ کیا اور لمبا سجدہ کیا پھر سلام پھیرا، اور فرمایا جنت میرے قریب آئی۔ حتیٰ کہ اگر میں اس پر جرأت کرتا تو تمہارے پاس اس کے خوشوں سے خوشے لاتا اور دوزخ میرے قریب آئی حتیٰ کہ میں نے کہا اے میرے رب! میں لوگوں کے ساتھ ہوں اچانک ایک عورت دیکھتا ہوں نافع نے کہا میرا گمان ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ اسے بلی نوچ رہی ہے میں نے کہا اس عورت کا کیا جرم ہے؟ اُنھوں نے کہا اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا حتیٰ کہ وہ (اسی حال میں) بھوکی مرگئی نہ اسے کچھ کھانے کو دیا نہ اسے چھوڑا کہ وہ کچھ کھائے نافع نے کہا میرا گمان یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ زمین کے جانور کھائے،،

۷۱۴ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیوانات کو عذاب دینا جائز نہیں اور جو شخص دنیا

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى الْاِمَامِ فِى الصَّلٰوةِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ رَاَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِىْ تَاَخَّرْتُ

۷۱۵ ـ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ

اس حدیث کو نسائی اور ابن ماجہ نے کتاب الصّلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کسوف کی نماز سُنّت ہے واجب نہیں۔ زیادہ صحیح یہی ہے۔ بعض حنفی مشائخ نے اسے واجب کہا ہے کیونکہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کسوف کے وقت نماز کا حکم فرمایا ہے! امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا جب سُورج کے طلوع ہوتے ہی گرہن لگ جائے تو نماز نہ پڑھیں حتّٰی کہ جوازِ صلوٰۃ کا وقت داخل ہوجائے (مکروہ وقت نکل جائے) اور جن تین اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے ان میں صلوٰۃِ کسوف نہ پڑھی جائے،، اور سورج کے کھلنے تک ذکر و اذکار میں مشغول رہیں اور غروب کے وقت گرہن لگے تو بالاتفاق نہ پڑھیں،، کسوف کی نماز فجر اور جمعہ کی طرح پڑھی جائے اور ہر رکعت میں ایک رکوع کریں دوسرے نوافل کی طرح اس کے لئے اذان واقامت نہ کہی جائے،، کسوف کی نماز کی ہر رکعت میں ایک رکوع کی دلیل قبیصہ ہلالی کی حدیث ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے ذکر کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں کہا یہ صحیح حدیث ہے اور شیخین کی شرط کے مطابق ہے مگر اُنھوں نے اسے ذکر نہیں کیا وہ یہ کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ شریف میں سُورج کو گرہن لگا تو آپ چادر کھینچتے ہُوئے باہر تشریف لائے اور دو رکعتیں نماز پڑھائی اور ان میں لمبا قیام کیا حتّٰی کہ سُورج روشن ہوگیا پھر فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے جب یہ دیکھو تو نماز پڑھو جیسے تم نے ابھی ابھی فرض نماز پڑھی ہے بعض روایات میں دو دو، تین تین اور چار چار رکوع ایک رکعت میں ذکر کئے گئے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے احناف کے نزدیک سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول معمول بہ ہے جس میں ہر رکعت میں ایک رکوع مذکور ہے۔ امام ابوحنیفہ مالک، شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ کسوف کی نماز میں قرآءت آہستہ کی جائے۔ اسی طرح امام نووی نے مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے،، چاند کو گرہن لگے تو احناف کے نزدیک لوگ علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھیں۔ نماز باجماعت بھی جائز ہے۔ مگر مسنون نہیں کیونکہ رات کو لوگوں کا جمع ہونا مشکل ہوتا ہے،، امام مالک کے نزدیک خسوفِ قمر میں نماز نہیں جبکہ امام شافعی کے نزدیک صلوٰۃ خسوف بھی سورج کو گرہن کے وقت نماز کی طرح ہے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت اور دوزخ کو بعینہا دیکھا اور اس میں جنّت کے پھل اور دوزخ میں عذاب بھی دیکھا۔ اس مسئلہ کی تحقیق صلوٰۃ الکسوف جماعۃً کے باب میں حدیث ع۹۹۸ کے ترجمہ میں ذکر ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز

اسماء رجال: ع۱ ابن ابی مریم سعید ع۲ نافع بن عمر جمحی ع۳ ابن ابی ملیکہ تینوں کا٭

٭ ذکر حدیث ع۱۰۳ کے اسماء میں گیا ہے

عَنْ عَمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ

باب - نماز میں امام کی طرف نگاہ اٹھانا

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰہ کسوف میں فرمایا میں نے دوزخ کو دیکھا کہ بعض بعض کو توڑ رہا ہے جبکہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتا دیکھا تھا۔

۷۱۵ — ترجمہ: ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنھوں نے کہا ہم نے خباب سے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت کرتے تھے؟ خباب نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا یہ تم کیسے جانتے ہو؟ خباب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کی حرکت سے!

۷۱۵ — شرح: داڑھی شریف کی حرکت قرأت پر دلالت نہیں کرتی۔ یہ صرف خباب رضی اللہ عنہ کا گمان ہے ہوسکتا ہے کہ آپ تسبیح وغیرہ پڑھتے ہوں ہاں مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت اس پہ دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں تقریباً تیس آیات اور دوسری رکعت میں اندازاً پندرہ آیات پڑھتے تھے اور عصر کی نماز کی پہلی رکعت میں پندرہ رکعت اور دوسری میں ان سے آدھی آیات پڑھتے تھے،، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر کی نماز میں قراءت نہ کرتے تھے مرجوح ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ امر متحقق ہے کہ آپ ظہر و عصر میں قرأت فرماتے تھے۔ علامہ خطابی نے یہ جواب دیا کہ یہ ابن عباس کا موہوم ہے کیونکہ کثیر طرق سے ثابت ہے کہ آپ ان میں قراءت فرماتے تھے۔

اسماء رجال ۷۱۵: عبدالواحد بن زیاد کا حدیث ۱۵ کے اسماء میں ذکر ہے۔ عمارہ بن عمیر تیمی کوفی ہیں۔ ۳ ابو معمر عبداللہ بن سنجرہ ازدی ہیں ۴ خباب بن ارت تیمی ہیں ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ وہ جاہلیت میں قید ہوگئے تھے۔ ایک خزاعیہ عورت نے انہیں خرید کر آزاد کردیا۔ وہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو اسلام میں سابق ہیں اور ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہیں مسلمان ہونے کے باعث عذاب دیا گیا۔ کئی جنگوں میں حاضر ہوتے رہے۔ اُنھوں نے ۳۲ احادیث روایت کیں [illegible]

۷۱۶ـ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ أَنْبَأَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ يَزِيدَ يَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامُوا قِيَامًا حَتّٰى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ

علّامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا میرے نزدیک اس سے اچھا با ادب جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ظہر وعصر میں قراءت کرنے کی حدیث نہ پہنچی تھی مگر جب ان کو یہ حدیث پہنچی اور ان کو اس کا یقین ہوگیا تو اس قول سے رجوع کر لیا اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر وعصر کی نمازوں میں قراءت کرتے تھے"۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء"۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ نماز میں نمازی کی نگاہ کہاں ہو؟ احناف اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ سجدہ کی جگہ نظر رکھے مگر احناف کہتے ہیں کہ اگر کعبہ کو دیکھتا ہو تو اس کی طرف نگاہ کرے (توضیح) قاضی حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ نمازی جب کھڑا ہو تو اس کی نگاہ سجدہ گاہ پر ہو رکوع میں قدموں کی طرف، سجدہ میں ناک کی طرف اور تشہد میں اپنی گود میں رکھے کیونکہ امتدادِ نظر میں توجہ ادھر ادھر مبذول ہو جاتی ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا امام کی طرف نگاہ کرے اور یہ ضروری نہیں کہ سجدہ گاہ میں نظر رکھے جبکہ کھڑا ہو"، متن میں مذکور حدیث امام مالک کے مسلک کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر نہ کرتے تو جب آپ کے سامنے جہنم ہوئی اور آپ پیچھے ہٹ گئے تو وہ آپ کو نہ دیکھتے نہ آپ کی داڑھی شریف ہلتی دیکھتے اور اس سے آپ کی قراءت پر استدلال نہ کرتے اور نہ ہی خوشہ کو پکڑتے دیکھتے جبکہ جنت آپ کے قریب آئی"، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اقتداء رکوع وسجود میں حرکات کی رعایت کرنے سے ہی ہوتی ہے"(عینی)

اس حدیث شریف سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مقصد ہے، اسی لئے انھوں نے باب کا عنوان "رفع البصر الی الامام" قائم کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نمازی اگر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کا قصد کرے تو نماز کی قبولیت زیادہ ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا وہ نماز سے فارغ ہو کر حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ نے فرمایا جب تم کو بلایا تھا اس وقت کیوں نہیں آئے کیا تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایمان والو اللہ اور اللہ کا رسول بلائے تو ان کی اجابت کرو"۔ جب نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت ہے تو آپ کے حکم کی تعمیل بھی آپ کی اجابت ہے۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنا مفسد نہیں جیسے تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ہو مفسد نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۷۱۷ـ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِيْ مَقَامِكَ ثُمَّ رَاَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهُ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا

۷۱۶ـ ترجمہ: ابواسحاق نے کہا میں نے عبداللہ بن یزید سے سُنا جبکہ وہ خُطبہ دے رہے تھے کہ ہم کو براء نے خبر دی اور وہ جھُوٹے نہ تھے کہ لوگ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور آپ سر مبارک رکوع سے اُٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ آپ کو دیکھ لیتے کہ آپ سجدہ میں چلے گئے ہیں۔

۷۱۶ـ شرح: علامہ خطابی نے کہا اس لفظ میں راوی کی صداقت کا اظہار ہے، کیونکہ ان کی عادت ہے کہ جب راوی کے حال کا علم اور اس کی روایت پر عمل کی تاکید کا ارادہ کریں تو ایسے کلمات ذکر کر دیا کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ سمعت خلیلی الصّادق المَصْدُوْق ،، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا حَدَّثَنِیْ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْق ،، قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد صرف حدیث کی تقویت ہوتی ہے۔ امام نووی نے کہا معنیٰ یہ ہے کہ مجھے براء بن عازب نے خبر دی جبکہ وہ متہم بالکذب نہیں ہیں لہٰذا ان سے میرے خبر دینے کی تصدیق کرو ،، ظاہر ہے کہ یہ عبداللہ بن یزید کا کلام ہے گو حضرت عبداللہ بن یزید بھی صحابی ہیں مگر بعض ائمہ ان کی صحبت کا ثبوت مستحکم نہیں جانتے ہیں اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی صحبت و صحابیت میں کسی کو اختلاف نہیں اس لئے صحابیت کی وجہ سے کلمہ غیر کذوب انہی کے مناسب ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا کرتے تھے۔

۷۱۷ـ ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں سورج کو گرہن لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی لوگوں نے کہا یارسُول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ پر کچھ پکڑ رہے تھے۔ پھر آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے فرمایا مجھے جنت دکھائی گئی تو میں نے اس سے خوشہ پکڑنا چاہا اگر اسے پکڑ لیتا تو جب تک دُنیا باقی رہتی تم اسے کھاتے رہتے۔

۷۱۸ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْآنَ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ثَلٰثًا

۷۱۷ ـ شرح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سیدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھنا کہ آپ نماز میں پیچھے ہٹ گئے ہیں دلالت کرتا ہے کہ وہ آپ کو نماز میں بغور دیکھا کرتے تھے،، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسوف پر خسوف کا اطلاق جائز ہے۔

اگر یہ سوال ہو کہ "تناول،، کا معنیٰ پکڑنا ہے یعنی میں نے جنت کا خوشہ پکڑ لیا حالانکہ اس کے بعد فرمایا ہے اگر میں جنّت کا خوشہ پکڑ لیتا تو جب تک دُنیا باقی رہتی تم اسے کھاتے رہتے،، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پکڑا نہ تھا،، اس کا جواب یہ ہے کہ تناول باب تفاعل کی مصدر ہے اس کا خاصہ تکلّف ہے یعنی میں نے پکڑنے میں تکلّف کیا یا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے پکڑنے کا ارادہ کیا اور یہاں ارادہ مقدر ہے یا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے اپنے لئے خوشہ پکڑا اگر تمہارے لئے پکڑتا تو تم دُنیا بھر کھاتے رہتے! علاّمہ تیمی نے کہا سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جنّت کا خوشہ پکڑا نہ تھا کیونکہ وہ جنّت کا طعام تھا جو غیر فانی ہے اور دُنیا میں وہی شئ کھائی جاتی ہے جو فانی ہو کیونکہ دُنیا فنا کے لئے پیدا کی گئی ہے اور جو کچھ اس دُنیا میں ہے وہ بھی فنا ہونے والا ہے۔

۷۱۸ ـ ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر آپ منبر شریف پر تشریف لائے اور دستِ اقدس سے مسجد کے قبلہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے ابھی ابھی جبکہ تم کو نماز پڑھائی ہے اس دیوار کے قبلہ میں جنّت و دوزخ کو متمثل دیکھا خیر و شر میں آج جیسا دن میں نے نہیں دیکھا یہ کلمہ تین بار فرمایا۔

۷۱۸ ـ شرح: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبلہ کی طرف سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اشارہ کو دیکھنا دلالت کرتا ہے کہ وہ آپ کو نماز میں بغور دیکھا کرتے تھے،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ سیّدِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو نماز میں دیکھا ہے،، در اصل نگاہِ نبوت حقیقتاً جنت پر تھی جو آپ کی بصیرت کا مقتضیٰ تھا جس کا طریق اور راہ جلیدتین تھا چونکہ جلیدتین کے سامنے دیوار بھی جس سے بصیرت نفوذ کر کے جنت میں پہنچی تھی اس لئے فرمایا میں نے

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَآءِ فِى الصَّلٰوةِ

۷۱۹ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَرُوْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ يَّرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَآءِ فِىْ صَلٰوتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهٗ فِىْ ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ

جنت کو قبلہ کی دیوار میں مثل دیکھا اگر دیوار پر صرف جنت کی صورت ہوتی تو آگے بڑھ کر خوشہ پکڑنے کا ارادہ کرنا اور دوزخ کو دیکھ کر پیچھے ہو جانے کا کوئی معنی نہ ہوتا اگر دیوار پر گھوڑے کی تصویر ہو تو کوئی عقلمند اس پر سوار ہونے کا ارادہ نہیں کرتا اور جنت کو اس کے مقام میں دیکھنا نگاہ نبوت میں محال نہیں جیسے زمین پر ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا محال نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شئی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ میں نے اس مقام میں اسے دیکھا ہے۔ یہ مسلم الثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جنت میں دیکھنے کا مومنوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مقام میں آپ نے اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا تو جنت کا دیکھنا کیسے بعید ہو گا۔ جب کہ حقیقت ممکن ہو تو مجاز اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ اب مخلوق ہیں"

باب نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا

۷۱۹ — **ترجمہ**: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو، نماز میں آسمان کی طرف اپنی نظریں اٹھاتے ہیں اور اس میں سخت کلام فرمایا لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔

۷۱۹ — **شرح**: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ "لفظ" او" یہاں تہدید میں تخییر کے لئے ہے اور خبر کا صیغہ امر کے معنیٰ میں ہے معنیٰ یہ ہے کہ آسمان کی طرف نظر کرنے سے لوگ باز آجائیں یا ان کی بصارت اچک لی جائے گی۔ حاصل یہ ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک شئ ضرور ہے یا رک جائیں یا نابینا ہو جائیں گے"، یہ شدید وعید ہے جس کا مقتضیٰ تحریم ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جانی چاہیئے، لیکن اجماع اس پر منعقد ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور نماز میں نظر اٹھانا مکروہ ہے"، البتہ نماز سے باہر دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء اسے مکروہ کہتے ہیں اور اکثر جائز

بَابُ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوۃِ

۷۲۰ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ قَالَ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوۃِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَّخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلٰوۃِ الْعَبْدِ

۷۲۱ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَّهَا اَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَتْنِيْ اَعْلَامُ هٰذِهٖ اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰی اَبِیْ جَهْمٍ وَّاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ

کہتے ہیں کیونکہ آسمان دُعاء کا قبلہ ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اس حدیث سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر کرنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم!

باب ـ نماز میں التفات کرنا

۷۲۰ ـ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں التفات سے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ اچک لینا ہے شیطان عبد کی نماز میں سے اچک لے جاتا ہے۔

۷۲۱ ـ ترجمہ: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روائت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبل میں نماز پڑھی جس پر نقش ونگار بنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کے نقش ونگار نے مجھے مشغول کر دیا ہے اسے ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور سوتی چادر میرے پاس لاؤ"

۷۲۰ ـ ۷۲۱ ـ شرح: اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ نمازی جب دائیں بائیں ادھر ادھر دیکھے تو اس وقت شیطان اس پہ کامیاب ہوجاتا ہے اور اسے عبادت سے ادھر ادھر لگا دیتا ہے اور غیر مقصودی امر میں مشغول ہونے سے بسا اوقات بھول بھی جاتا ہے اور حضور قلب نہ ہونے کے باعث غلطی کر جاتا ہے۔ یہ فعل آپ کی نسبت اچھا نہیں اس لئے اس کو شیطان کی

بَابُ هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهٖ أَوْ يَرٰى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ وَقَالَ سَهْلٌ اِلْتَفَتَ اَبُوْبَكْرٍ فَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۷۲۲ ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ قَالَ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّيْ بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِيْنَ انْصَرَفَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ اَحَدٌ قِبَلَ وَجْهِهٖ فِي الصَّلٰوةِ رَوَاهُ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ وَابْنُ اَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ

طرف منسوب کیا۔ اسی لئے نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہونا مکروہ ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے کہا جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر دیکھے اس سے خشوع زائل ہو جاتا ہے۔ اس کی اختلاس شیطان سے تعبیر کی ہے یا یہ معنیٰ ہے کہ بندہ نماز میں اپنے رب سے مناجات میں مستغرق ہوتا ہے اور شیطان اس کی طاق میں رہتا ہے کہ اس کی یہ حالت نہ رہے جب وہ ادھر ادھر دیکھتا ہے تو شیطان اسے غنیمت سمجھ کر اس کی حالت کو اس سے چھین لیتا ہے۔"

تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں التفات مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے نماز قطع نہیں ہوتی" التفات تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک آنکھ کے کنارے سے دائیں بائیں دیکھے یہ مکروہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ گردن دائیں بائیں پھیرے اور منہ قبلہ سے پھر جائے یہ مکروہ ہے تیسرے یہ کہ دائیں بائیں متوجہ ہو اور اس کا سارا بدن قبلہ سے پھر جائے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کی ترجمہ سے مناسبت اس طرح ہے کہ نمازی جب کمبل کے نقش و نگار دیکھے گا جبکہ وہ اس کے کندھے پہ ہو تو کچھ نہ کچھ ادھر متوجہ ہوگا"

باب۔ کیا جب کوئی واقعہ پیش آئے یا کوئی شئے دیکھے یا قبلہ کی جانب تھوک دیکھے تو ادھر متوجہ ہو"

سہل ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکر صدیق نے التفات کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔

۷۲۲ ـ ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد

۷۲۳ ـ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ فِي صَلَوٰةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأْهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَّ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ وَهَمَّ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتُوُفِّيَ مِنْ آخِرِ ذَالِكَ الْيَوْمِ

کے قبلہ میں تھوک (کھنکار) دیکھا جبکہ آپ لوگوں کے آگے کھڑے نماز پڑھا رہے تھے،، آپ نے اسے چھیل دیا،، پھر فرمایا جب کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے جب کوئی شخص نماز میں ہو تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے ہے لہٰذا کوئی نماز میں اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے۔ اسے موسیٰ بن عقبہ اور ابن ابی رواد نے نافع سے ذکر کیا۔

۷۲۲ ـــ شرح : سینے سے جو نکلے اسے نخامہ کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کی تفہیم باب حک البزاق حک المخاط وغیرہ ابواب میں گزر چکی ہے۔ ابن رواد کا نام ”عبدالعزیز“ ہے۔ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تھوک چھیلنا اگر نماز میں عمل یسیر سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس سے نماز متاثر نہیں ہوتی۔

۷۲۳ ـــ ترجمہ : ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک وقت مسلمان فجر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اس حال میں کہ آپ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ کا پردہ اٹھا کر صحابہ کی طرف دیکھا جبکہ وہ صفیں باندھے کھڑے تھے آپ خوشی سے مسکرانے لگے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے قدم پیچھے ہٹانے لگے تاکہ صف میں مل جائیں اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصد کیا کہ وہ اپنی نمازیں فاسد کر دیں گے آپ نے انھیں اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال دیا اور اسی دن کے آخر میں وصال فرمایا:

”إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ“

بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَآءَةِ لِلْاِمَامِ وَالْمَأْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ

۷۲۴ ـ حَدَّثَنَا مُوْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْدًا اِلٰى عُمَرَ فَعَزَلَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّيْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ اِنَّ هٰؤُلَآءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ قَالَ اَمَّا اَنَا وَاللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ

۷۲۳ ـ شرح : اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی طرف متوجہ ہوگئے تھے کیونکہ اگر وہ آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ کیسے سمجھتے" اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کی حالت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی ہمت کو صرف کر دیا محفا اور غائت تعظیم کے مقتضیٰ کے مطابق یہ خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ اپنی نمازیں فاسد کردیں گے مگر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ سے سمجھایا کہ نماز پڑھتے رہیں معلوم ہوا کہ نماز میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور جائز ہے اور یہ کہنا کہ نماز میں آپ کے تصور میں ہمت صرف کر دینا گائے اور خر کے تصور سے بدتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کے مترادف ہے" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے طاعات میں مجتمع ہونے سے خوش ہوتے تھے اور آپ کی وفات دن کے آخر میں تھی صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین !

باب ـ امام اور مقتدی کے لئے تمام نمازوں میں سفر و حضر میں ان میں جہر ہو یا اخفاء ہو قرآن پڑھنے کا وجوب

۷۲۴ ـ ترجمہ : جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کوفہ والوں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس [illegible]

عَنْهَا أُصَلِّي صَلٰوةَ الْعِشَآءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَالَ
ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحٰقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ
عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيُثْنُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا
حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ
يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ
وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدٌ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ
بِثَلٰثٍ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَآءً وَّسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمُرَهُ وَ
أَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ
مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ
قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ
يَغْمِزُهُنَّ

کو معزول کر دیا اور ان پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کوفہ والوں نے حضرت سعد کی شکایات کیں حتیٰ کہ انھوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ سعد نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھا سکتے "، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد کو بلوایا اور کہا اے ابا اسحاق یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نماز اچھی طرح نہیں پڑھا سکتے۔ ابو اسحاق سعد رضی اللہ عنہ نے کہا بہر حال میں خدا کی قسم ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھاتا ہوں میں اس سے ذرہ بھر کمی نہیں کرتا میں ان کو عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں میں تخفیف کرتا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا اے ابا اسحاق یہی تیرے ساتھ گمان تھا حضرت عمر فاروق نے حضرت سعد کے ساتھ ایک یا کئی شخص کوفہ بھیجے اس نے تمام کوفہ والوں سے پوچھا اور کوئی مسجد نہ چھوڑی مگر اس میں لوگوں سے سعد سے متعلق دریافت کیا وہ ان کی تعریف کرتے تھے حتیٰ کہ بنو عبس کی مسجد میں داخل ہوئے تو ان میں سے ایک شخص جسے اسامہ بن قتادہ کہا جاتا تھا اس کی کنیت ابو سعدہ ہے اُٹھا اور کہنے لگا کہ جب آپ ہمیں قسم دیتے ہیں تو بے شک سعد کسی چھوٹے لشکر کے ساتھ نہیں جاتے نہ مساوی تقسیم کرتے ہیں اور نہ ہی مقدمات

میں انصاف کرتے ہیں حضرت سعد نے کہا خبردار اللہ کی قسم! میں بھی تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریاکاری اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اس کا فقر طویل کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا یہ بوڑھا مفتون ہو چکا ہے۔ مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی ہے۔ عبد الملک نے کہا اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ابرو اس کی آنکھوں پر گر چکے تھے اور وہ راستوں میں نوجوان لڑکیوں کو چھیڑتا اور ان کے چوکے بھرتا تھا،،

شرح : حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی مثل نماز پڑھاتا ہوں اور اس میں شک نہیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمیشہ قرأت کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرأت کرنا واجب ہے اور اس کی مطابقت ترجمہ کے پہلے جزء سے ہے کہ امام کے لئے قرأت واجب ہے اور مقتدی کی قرأت کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے کمی نہیں کرتا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہری نماز میں جہر اور سری میں اخفاء کرتے تھے۔ یہ ترجمہ کے پانچویں اور چھٹے جزء پر دلالت کرتی ہے ،،

۷۲۴

اس میں شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہر کے محل میں جہر اور اخفاء کے محل میں اخفاء فرمایا کرتے تھے اس میں ترجمہ کے تیسرے اور چوتھے جزء پر دلالت ہے کیونکہ اس کا مدلول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر کی حالت میں نماز میں قرأت ترک نہ کرتے تھے ،، ترجمہ کے دوسرے جزء کہ مقتدی کے لئے نماز میں قرأت واجب ہے پر حدیث کی دلالت نہیں ،،

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت سیدنا عمر فاروق کے پاس کوفہ کے بعض لوگوں نے کی تھی سب نے شکائت نہ کی تھی ،، اور خلیفۃ المسلمین نے حضرت سعد کو معزول کر کے عمار بن یاسر کو نماز پڑھانے کے لئے اور عبد اللہ بن مسعود کو بیت المال پر اور حضرت عثمان بن حنیف کو زمین کی پیمائش پر مقرر کیا تھا ،، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے کئی شکایات کیں حتیٰ کہ ان کی نماز کی بھی شکایت کی ،، عشاء کی نماز کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا شکوہ شام کی نمازوں میں تھا اس لئے شکائت میں عشاء کو ذکر کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں کی پہلی پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے اور آخری رکعتوں میں قرأت واجب نہیں اسی لئے صاحبِ ھدایہ نے کہا کہ پچھلی رکعتوں میں چاہے تو قرأت کرے چاہے تو تسبیح پڑھے یا خاموش رہے مگر افضل یہ ہے کہ قرأت کرے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام المسلمین کے پاس جب اس کے کسی نائب کی شکائت موصول ہو تو نیک لوگوں سے اس کی تصدیق کرائے کیونکہ سیدنا عمر فاروق نے مساجد میں نمازیوں سے سعد پر الزام کی تحقیق کرائی ،، اور جب کوئی الزام ثابت نہ ہو تو مصلحت کی وجہ سے اسے معزول کر سکتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ...

تاکہ فتنہ کا مادہ ختم ہو جائے ویسے بھی سیدنا عمر فاروق کسی نائب کو ایک جگہ چار سال سے زائد نہ رہنے دیتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم پہ بددعا کرنا جائز ہے تاکہ ظالم کو عبرت حاصل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے معترض کے لئے درازیٔ عمر کی دعا کی۔ یہ دعا اس کے فائدے میں جاتی ہے بددعا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طول عمر اس قدر ہو جائے کہ وہ رذیل عمر کو پہنچ جائے قویٰ جسمانیہ کمزور ہو جائیں اور لوگوں میں ذلیل و خوار ہو کہ ایام زندگی پورے کرے دعا نہیں بددعا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رذیل عمر سے پناہ مانگی ہے یا حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ اس کی عمر لمبی ہو ساتھ ساتھ اس کا فقر بھی زیادہ ہو جس سے اس کی رسوائی بھی ہوتی رہے جبکہ اس نے حضرت سعد پہ ناجائز الزام عائد کر کے ان کو رسوا کرنا چاہا تھا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے کہ فقر انسان کو کفر تک پہنچا دے، اگر یہ سوال ہو کہ یہ کیسے جائز ہے کہ اپنے مسلمان بھائی پر بددعا کی اگر جائز بھی ہو تو انھوں نے ایک دعا پہ اکتفاء کیوں نہ کی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعد پر افتراء و بہتان لگایا تھا وہ مظلوم تھے اور مظلوم بددعا کر سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ، پھر اس شخص نے حضرت سعد پر تین الزام عائد کئے تھے جن میں ان کے فضائل اور اصول کمالات کی نفی کی تھی چنانچہ اس نے کہا سعد جہاد کرنے لشکر کے ساتھ نہیں جاتے اس میں ان کی شجاعت کی نفی ہے جو کمالات قوت غضبیہ ہے۔ دوسرا اس نے یہ کہا کہ سعد صحیح تقسیم نہیں کرتے اس میں ان کی عفت اور پاک دامنی کی نفی ہے جو کمال قوت شہوانیہ ہے۔ تیسرا اس نے کہا کہ یہ مقدمات میں عدل و انصاف نہیں کرتے اس میں ان کی حکمت کی نفی ہے جو کمال قوت عقلیہ ہے اس لئے ان تینوں کے مقابلہ میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین بددعائیں کیں نیز حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا میں ایک دوسری شے کو پیش نظر رکھا وہ یہ کہ اس نے نفس، مال اور دین میں تقصیر کو حضرت سعد کی طرف منسوب کیا اس لئے حضرت سعد نے اس جیسی بددعا فرمائی اور وہ یہ کہ اس کی عمر لمبی ہو یہ نفس سے متعلق ہے اس کا فقر زیادہ ہو یہ مال سے متعلق ہے یہ فتنوں میں مبتلا ہو یہ دین کے متعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

اسماء رجال[۷۲۴]

ع۱ عبدالملک بن عمیر، وہ عبدالملک قبطی مشہور ہیں۔ کوفہ کے قاضی رہے ہیں۔ اُنھوں نے خراسان کی جنگ لڑی۔ سب سے پہلے اُنھوں نے ہی دریائے جیحون عبور کیا تھا۔ ۱۳۶ ہجری میں فوت ہوئے

ع۲ جابر بن سمرہ یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں۔ اُنھوں نے ایک سو چھیالیس احادیث کی روایت کی ہے۔ امام بخاری نے ان میں سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

۷۲۵ ـ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

۷۲۵ ـ ترجمہ : حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نمازی نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی"

۷۲۵ ـ شرح : مسلم و ترمذی اور ابوداؤد شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نماز میں ام القرآن (فاتحہ) نہ پڑھی جائے وہ ناتمام ہے ،، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بخاری کی روائت میں کامل نماز کی نفی ہے۔ اصل نماز کی نفی نہیں جبکہ ابوداؤد میں خداج کا معنیٰ ناقص بیان کیا ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نماز ناقص ادا ہوئی لہٰذا بخاری کی روایت کا معنیٰ یہ ہے کہ جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز کامل نہیں ۔۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں واجب ہے اگر یہ پڑھنا رہ جائے تو نماز ناقص واجب الاعادہ ہوتی ہے۔ اگر اسے نماز میں پڑھنا فرض کہا جائے تو نص پر زیادتی لازمی آئے گی جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ،، کیونکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جو بھی قرآن میں آسانی سے پڑھ سکو پڑھو اگر فاتحہ کا پڑھنا فرض کہا جائے تو خبرِ واحد سے نص پر زیادتی لازم آئے گی یہ جائز نہیں ،،

(۲) حدیث شریف میں ہے کہ سیدعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دی اور فرمایا جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن سے جو بھی پڑھ سکو پڑھو الخ اس حدیث میں سورۂ فاتحہ کا ذکر نہیں اگر نماز میں اس کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ ضرور ذکر فرماتے کیونکہ تعلیم کے مقام میں فرض کو نظر انداز نہیں کیا جاتا ،، اور فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ ،، کا مصداق سورۂ فاتحہ معین نہیں کر سکتے کیونکہ سورۂ اخلاص سورۂ فاتحہ سے کتنی زیادہ آسان ہے معلوم ہوا کہ قرآن میں سے جو بھی آسان تر ہو نماز میں وہ پڑھنا فرض ہے خصوصاً سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ،، ورنہ خبرِ واحد سے نص قطعی کا نسخ لازم آئے گا ،، اور یہ جائز نہیں۔

(۳) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں امام کی قید نہیں اس سے متبادر یہی ہے کہ تنہا نماز پڑھے اور سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز ناقص ہوگی احناف بھی یہی کہتے ہیں اگر اس حدیث کو عام کہا جائے اور وہ امام و مقتدی دونوں شامل ہوا ور معنی یہ بیان کریں کہ امام اور مقتدی دونوں پر سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض ہے تو یہ نص قطعی کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا یعنی جب

قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی سے سنو یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ سورۂ فاتحہ قرآن ہے ؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ،، اس میں واو عاطفہ تفسیر کے لئے ہے یعنی اے محبوب ہم نے تجھے سبع مثانی "سورۂ فاتحہ،، جو عظیم قرآن ہے دیا ہے۔ بخاری ص۶۶۹ میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسعید بن معلّٰی سے فرمایا میں قرآن کی عظیم سورت تجھے بتاؤں گا جب آپ نے باہر تشریف لے جانے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ کو وعدہ یاد دلایا تو آپ نے فرمایا وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سبع مثانی ہے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ قرآن ہے۔ لہٰذا جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو مقتدی پر اسے خاموشی سے سننا فرض ہے۔

(۴) مسلم میں تشہد فی الصلوٰۃ کے باب میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو صفیں سیدھی کرو اور تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ " کہے تم آمین کہو (الحدیث) اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جب امام سورہ فاتحہ پڑھے تو تم بھی سورہ فاتحہ پڑھو حالانکہ ایسا نہ فرمایا بلکہ آپ نے یہ فرمایا کہ جب امام فاتحہ پڑھ چکے تو تم آمین کہو،، اس کی تائید اس باب میں مسلم کی حدیث سے ملتی ہے جو انھوں نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو،، اور کہا اَنْصِتُوْا ،، کا اضافہ صحیح ہے جب مسلم سے پوچھا گیا کہ اگر یہ اضافہ صحیح ہے تو تم نے اسے مسلم میں ذکر کیوں نہیں کیا ؟ تو مسلم نے جواب دیا یہ ضروری نہیں کہ جو بھی میرے نزدیک صحیح ہو میں اسے اس کتاب میں ذکر کر دوں " میں نے اس کتاب میں وہ صحیح حدیثیں ذکر کی ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے،، جب امام مسلم نے " اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کی تصحیح کر دی تو ابوداؤد کا یہ کہنا کہ فَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا ،، محفوظ نہیں مضر نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس کا وہم ابوخالد نے کیا ہے تعجب ہے کہ ابوداؤد نے یہ کیسے کہہ دیا حالانکہ ابوخالد ثقہ راوی ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اس اضافہ کو ذکر کیا ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں نے ابوخالد سے روایت کی ہے۔ ابن خزیمہ نے اَنْصِتُوْا کی زیادتی سمیت اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنی فرض نہیں بلکہ اس پر خاموش رہنا فرض ہے،، نیز ابوداؤد میں " تَرْكُ الْقِرَاءَةِ فِی الصَّلٰوةِ ،، کے باب میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ سے فرمایا مدینہ منورہ میں اعلان کر دو کہ قرآن پڑھنے کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورۂ فاتحہ ہو یا اس سے زائد ہو،، اس حدیث سے دو امر ثابت ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ سورۂ فاتحہ قرآن ہے۔ دوسرا یہ کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے اگرچہ سورۂ فاتحہ یا اس سے زیادہ ہو ،، معلوم ہوا کہ تعیین کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا نماز میں پڑھنا فرض نہیں۔

(۵) مسلم نے سجود التلاوہ " کے باب میں زید بن ثابت سے ذکر کیا جبکہ ان سے امام کے پیچھے قرأت سے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا " لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ ،، یعنی امام کے ساتھ قرأت کرنی جائز نہیں۔ نسائی نے اس حدیث کو سجود التلاوت میں ذکر کیا۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے دو جواب ذکر کئے ہیں مگر وہ قانع اور شافی نہیں،، امام نووی نے کہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص

ام القرآن نہ پڑھے اس کی نماز جائز نہیں "، حالانکہ اس حدیث میں کمال کی نفی ہے جیسے اس حدیث لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ "، میں کمالِ صلوٰۃ کی نفی سے اصل نماز کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ وصف کے انتفاء سے ذات کا انتفاء نہیں ہوتا " امام نووی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میرے پیچھے نماز پڑھو تو ام القرآن کے سوا اور کچھ نہ پڑھو " جواب میں اس کی وضاحت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ مزید توضیح آجائے گی امام نووی نے جواب کی دوسری وجہ یہ ذکر کی کہ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد والی سورت نہ پڑھے مگر یہ محض تاویل ہے دوسری احادیث سے اس کی تردید ہوتی ہے!

(۶) ابن ماجہ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ "، یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت قرار پاتی ہے۔

(۷) دارقطنی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ "، کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قراءت قرار پاتی ہے "، اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں ابوسعید خدری سے اور دارقطنی نے سنن میں ابوہریرہ سے مرفوع روائت کیا ہے "، نیز دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَکْفِیْکَ قِرَاءَۃُ الْاِمَامِ خَافَتَ اَوْجَھَرَ "، یعنی امام بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ پڑھے تجھے اس کی قراءت کافی ہے "، ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ "، ان تمام احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقتدی پر قرأت واجب نہیں جبکہ امام کی قراءت مقتدی کی قراءت شمار ہوتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں اگرچہ جابر بن عبداللہ جعفی راوی ضعیف ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح طرق سے بھی مروی ہے جس سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے، چنانچہ موطا امام محمد میں عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کی قرأت ہوتی ہے اور یہ بات اصولِ موضوعہ سے ہے کہ جب کوئی حدیث ضعیف اسناد سے مروی ہو اور اس روایت کے بعض صحیح طرق بھی ہوں تو صحیح کے ساتھ ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے، کیونکہ بعض احادیث سے بعض کی تقویت ہوتی رہتی ہے۔

عبدالرزاق نے مصنف میں موسیٰ بن عقبہ سے روایت کی کہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا کرتے تھے۔

(۸) اگر سورۂ فاتحہ کا پڑھنا امام اور مقتدی پر فرض ہو تو فرض کے ترک سے نماز فاسد ہو جاتی ہے حالانکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

تھے جب آپ تشریف لائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے قرأت شروع کی جہاں سے ابوبکر صدیق نے چھوڑی تھی اور کہیں بھی یہ منقول نہیں کہ آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہو حالانکہ وہ نماز بلاکراہت کامل تھی۔ معلوم ہُوا کہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں،،

نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز خداج ہے ناقص ہے ابوالسائب نے کہا میں نے ابوہریرہ سے کہا میں کسی وقت امام کے پیچھے ہوتا ہوں تو ابوہریرہ نے میرے بازو کو چوکتے ہُوئے کہا" اے فارسی اپنے نفس میں پڑھ لیا کرو،، اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ورنہ خداج کہنا بے معنی ہوگا اور ابوہریرہ کے کلام "اِقْرَءْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ،، کا معنیٰ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کا دل میں احضار کرو کیونکہ نفس کا اطلاق دل پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے "تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ،، اے اللہ تو میرے دل کی باتیں جانتا ہے"

(۱۰) امام نسائی نے عبادہ بن صامت سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورۂ فاتحہ اور اس سے زائد نہ پڑھا اس کی نماز نہیں،، اگر مقتدی پر اس حدیث سے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض کہا جائے تو صرف سورۂ فاتحہ نہیں اس سے زائد اور آیات کا پڑھنا بھی فرض ہوگا معلوم ہُوا کہ حضرت عبادہ کی یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ احناف کا مذہب حضرت عبادہ کی حدیث کے عین مطابق ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو نماز ناقص ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے،، اور سجود التلاوت میں امام نسائی کی روایت "لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِيْ شَيْءٍ" میں اس کی واضح تائید ہے،، اسی طرح سجود التلاوت میں مسلم کی روایت "لا قرأة مَعَ الْإِمَامِ فی شیء،، اس پر واضح دلالت کرتی ہے،، ان دونوں روایات سے صاف ظاہر ہے کہ نماز جہری ہو یا سری مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے!

ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقُرْاٰنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ" سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز پر محمول ہیں اگر ان کو خلف الامام" پر محمول کیا جائے تو مقتدی پر قرآن پڑھنا بھی فرض ہوگا،،

(۱۱) ابوداؤد نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی "قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَءْ بِهَا،، اوّلاً تو اس حدیث کے اسناد میں محمد بن اسحاق ہے۔ محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے بعض اس کو شیعہ اور قدری کہتے ہیں۔ علامہ عینی نے کہا محمد بن اسحاق مدلس ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس کو کاذب کہا اور امام احمد نے ضعیف کہا ہے،، ابوداؤد کی روایت میں اگر یہ زیادتی " الا بفاتحۃ الکتاب صحیح ہوتی تو امام بخاری اسے ذکر کرتے جب کہ وہ فاتحہ خلف الامام پر شدت سے زور دیتے ہیں پھر ابوداؤد میں عبادہ بن صامت کی حدیث میں جعفر بن میمون ہے۔ نسائی نے تصریح کی ہے کہ جعفر بن میمون ثقہ نہیں"

(۱۲) ابوداؤد نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے عبادہ بن صامت سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَءْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا ،، سفیان بن عیینہ نے کہا جو شخص تنہا نماز پڑھے اس کی نماز فاتحۃ الکتاب اور زیادہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ ابوداؤد نے اس کی تصریح بھی کی ہے اگر اسے خلف الامام پر محمول کیا جائے تو فاتحہ کے ساتھ قرآن کا پڑھنا بھی مقتدی پر فرض ہوگا!

(۱۳) قسطلانی شارح بخاری نے کہا کہ اس حدیث «مَنْ صَلّٰى خَلْفَ إِمَامٍ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ» سے حنفیہ نے استدلال کیا کہ مقتدی، فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھے حالانکہ حفاظ کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت نے اس حدیث کی روایت کی ہے، مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی کہ مقتدی کسی نماز میں نہ پڑھے، نفی کے تحت نکرہ عموم کے لئے ہوتا ہے یعنی نماز میں جہری ہو یا سری امام کے پیچھے نہ پڑھے، یہ اس روایت کی صحت کا شاہد ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے روایت کی اخبرنا ابوحنیفۃ قَالَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ كَانَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ ،، اس کا اسناد صحیح ہے اور بخاری مسلم کی شرط کے مطابق ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ جابر کی روایت ضعیف نہیں جبکہ دوسرے طریق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت جابر کی اس حدیث کا محمل سورۂ فاتحہ کا ماسویٰ ہے یعنی سورۂ فاتحہ کے ماسوا میں امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام مالک نے مؤطا میں وہب بن کیسان سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَءْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ ،، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ امام بخاری اور مسلم کے استاد ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اس کی روایت کی ہے،، یعنی جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۂ فاتحہ) نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب وہ امام کے پیچھے ہو تو نماز صحیح ہے،، معلوم ہوا شارح قسطلانی کا مذکور حدیث کو ضعیف کہنا خلاف تحقیق اور خلاف واقعہ ہے،، امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کی کہ مجھے موسیٰ بن عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عمر فاروق اور عثمان خلف الامام قرأت سے منع کرتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسناد کے ساتھ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی «اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ» کہ جس نے امام کے پیچھے کچھ پڑھا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

اسماء رجال

محمود بن ربیع حدیث ۷۵ کے اسماء میں اور عبادہ بن صامت حدیث ۱۷ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

۷۲۶ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلّٰى كَمَا صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلٰثًا فَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَيْرَهٗ فَعَلِّمْنِيْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَاْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَافْعَلْ فِيْ صَلَاتِكَ كُلِّهَا

۷۲۶ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اُس نے نماز پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ شخص لوٹا اور نماز پڑھی جیسے پہلے نماز پڑھی تھی۔ پھر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کیا آپ نے فرمایا لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تین بار اس طرح ہُوا تو اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اس کے سوا میں نماز اچھی نہیں پڑھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تعلیم دیں۔ آپ نے فرمایا جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ پھر جو بھی قرآن آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو پھر رکوع کرو حتیٰ کہ رکوع اطمینان سے کرو، پھر سر اُٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے رہو پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ اطمینان سے سجدہ کرو پھر اُٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے جلسہ کرو ساری نماز اس طرح پڑھو"

۷۲۶ ـ شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: "نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی" یعنی تو نے کامل نہیں پڑھی کیونکہ ابوسعید مقبری نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب تو نے یہ کیا تو تیری نماز پوری ہوگی اور اگر اس سے کمی کی تو تیری نماز ناقص ہوگی"

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِی الظُّهْرِ

۷۲۷ حَدَّثَنَا اَبُوالنُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوعَوَانَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ ابْنِ عُمَیْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَعْدٌ کُنْتُ اُصَلِّیْ بِھِمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

آپ نے اعرابی کی نماز کو نماز فرمایا معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں کمال کی نفی ہے۔ جنسِ نماز کی نفی نہیں، بعض روایات میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آخری بار فرمایا کہ نماز کا اعادہ کرو! اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کیفیت کاملہ سے نماز کا اعادہ کرو اس سے یہ لازم نہیں کہ جنس نماز کی نفی ہوجاتی ہے۔ نفی صرف وصفِ صلوٰۃ کی ہے نماز کی ذات کی نفی نہیں اگر اس کی نماز فاسد ہوتی تو بار بار اس میں مشغول ہونا عبث ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے عبس میں مشغول ہونے کی تقریر ہرگز نہیں فرماتے،، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رکوع میں تعدیل و طمانیت فرض نہیں واجب ہے۔ مگر اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم نہیں۔

(۲) سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا "ثُمَّ اقْرَءْ مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ"، اس سے معلوم ہے کہ نماز میں مطلقاً قراءت فرض ہے۔ اس سے سورۂ فاتحہ کی فرضیت کی نفی ہوتی ہے ورنہ آپ اسے فاتحہ پڑھنے کا حکم فرماتے جبکہ یہ مقام تعلیم کا مقام تھا،،

"مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ"، مطلق ہے جو سورۂ فاتحہ اور غیر فاتحہ کو شامل ہے مجمل نہیں لہٰذا "لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" کے ساتھ اس کی تخصیص جائز نہیں" ورنہ تیسیر اور آسانی عسر و تنگی سے بدل جائے گی،، اور یہ باطل ہے پھر اس آیت کریمہ میں کسی قسم کا ابہام بھی نہیں جس کی تفسیر "لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب"، ہو سکے امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ حدیث "اقرء ماتیسر من القرآن"، سورۃ فاتحہ پر محمول ہے! کیونکہ یہ آسان ہے یا فاتحہ کے بعد "مازاد"، پر یا سورۂ فاتحہ پڑھنے سے عاجز پر محمول ہے۔ صرف سینہ زوری ہے اور حاکمانہ انداز میں اپنے مذہب کو ثابت کرنا ہے۔ ورنہ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد اور قرآن بھی آسان ہے جس کو عاجز پڑھے تو سورۃ فاتحہ "مَا تَیَسَّرَ"، کا مصداق کیسے ہوئی جبکہ اس سے آسان اور سورتیں بھی قرآن میں ہیں" چنانچہ سورۂ اخلاص سورۂ فاتحہ سے کہیں زیادہ آسان ہے"

اگر یہ سوال ہو کہ نماز میں اور بھی کئی واجبات ہیں جن کو ذکر نہیں فرمایا جیسے نماز کی نیت "، آخری قعدہ، ترتیبِ ارکان"، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف (بعض کے نزدیک) اور لفظِ سلام وغیرہ کیا وہ واجب نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمام امور اس کو معلوم تھے اسی لئے اس کو بیان نہیں فرمایا یا راوی نے روایت میں اختصار کیا ہے،، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعلیم میں نرمی کرنی چاہیے اور عالمِ دین کو سلام کہنا اور اس کی اطاعت کرنی چاہیے اور اپنی تقصیر کا اعتراف کر لینا چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَيِ الْعِشَاءِ لَا أَخْرِمُ عَنْهَا كُنْتُ أَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ

۷۲۸ ـ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولٰى وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولٰى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولٰى مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيُقَصِّرُ فِي الثَّانِيَةِ

اسماء رجال ۷۲۶: ۱ محمد بن بشار حدیث ۶۷ کے اسماء میں مذکور ہیں۔

۷۲۷ ـــ ترجمہ: جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص نے کہا میں لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھاتا تھا۔ اس میں کمی نہ کرتا تھا پہلی دو رکعتوں کو لمبا اور پچھلی دو رکعتوں کو خفیف کرتا تھا۔ عمر فاروق نے کہا تم سے یہی گمان تھا۔

۷۲۸ ـــ ترجمہ: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت کو لمبا اور دوسری رکعت کو مختصر فرماتے تھے اور کبھی کبھار کوئی آیت سنا دیتے تھے، عصر کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور صبح کی نماز کی پہلی رکعت کو لمبا اور دوسری کو مختصر کرتے تھے! حدیث ۷۲۴ کے ترجمہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تین یا چار رکعت والی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے،، اسی طرح اس کے ساتھ سورت ملانا بھی واجب ہے اور چھوٹی سورت پڑھنا مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ ابو یوسف اور شافعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک صبح کی پہلی رکعت کو لمبا اور دوسری کو مختصر کرے کیونکہ یہ غفلت اور نیند کا وقت ہے۔ اور ظہر و عصر میں دونوں رکعتیں مساوی ہیں۔ حدیث شریف میں مذکورہ پہلی رکعت لمبی اس لئے ہے کہ اس میں ثنا اور تعوذ و بسملہ بھی ہے۔ قرأت میں پہلی رکعت دوسری رکعت سے

۷۲۹ ۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَارَۃُ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَّابًا اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِاَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِہٖ

بَابُ الْقِرَاءَۃِ فِی الْعَصْرِ

۷۲۹ ۔ ا ۔ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قُلْتُ لِخَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ اَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ بِاَیِّ شَیْءٍ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قِرَاءَتَہٗ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْیَتِہٖ

لمبی نہ تھی اس حدیث سے احناف نے استدلال کیا کہ تین یا چار رکعت والی نمازوں کی پچھلی رکعتوں میں قرأت نہیں کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں قرأت ذکر نہیں فرمائی ۔ واللہ اعلم!

۷۲۹ ــــ ترجمہ : ابو معمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے خباب سے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت فرماتے تھے خباب نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا تم کس طرح یہ پہچانتے تھے کہا آپ کی داڑھی شریف کی حرکت سے ۔،،

۷۲۹ ــــ شرح : صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کی شرکت سے آپ کی قرأت پر استدلال کیا کیونکہ حالاتِ قیام میں ذکر اور دعا نہیں کی جاتی معلوم ہوا جب آپ کچھ پڑھتے تھے تو صرف قرآن ہی پڑھتے تھے ۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کبھی کبھی کوئی آیت ہمیں سنا دیتے تھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے داڑھی شریف کی حرکت قرأتِ قرآن پر استدلال کیا تھا ،،

حدیث ۷۱۵ کے ترجمہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے ،،

باب عصر کی نماز میں قرأت

۷۳۰ — حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ سُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

۷۳۱ — حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هٰذِهِ السُّورَةَ أَنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ

۷۲۹ — ترجمہ : ابومعمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے خباب بن ارت سے کہا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت فرماتے تھے؟ انھوں نے کہا جی ہاں میں نے کہا تم آپ کی قرآءت کیسے جانتے ہو کہا آپ کی داڑھی شریف کی حرکت سے معلوم کرتے تھے۔

(اس حدیث کی شرح ابھی ابھی گزری ہے)

۷۳۰ — ترجمہ : ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھتے اور کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیتے تھے۔ (مکی کا ذکر حدیث ۸۳ کے اسماء میں مذکور ہے۔ ہشام دستوائی ہیں)

باب — مغرب کی نماز میں قرأت

۷۳۱ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے ان کو مغرب کی نماز میں "سورۂ والمرسلات عرفا" پڑھتے سنا تو کہا اے میرے بیٹے اللہ کی قسم تو نے اس سورت کی قرأت سے مجھے یاد دلا دیا یہ آخری وہ سورت ہے جو میں

٧٣٢ ـ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطُولِ الطُّولَيَيْنِ ـ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوئے سُنا "

٧٣١ ـ شرح : اگر کہا جائے کہ حدیث ٦٥٧ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں مذکور ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آخری نماز ظہر کی پڑھائی تھی اور اس حدیث میں مغرب کی نماز کا ذکر ہے ::

اس کا جواب یہ ہے کہ جس نماز کو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے۔ وہ مسجد نبوی میں آپ نے صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی تھی اور جس نماز کو ام الفضل نے ذکر کیا ہے۔ وہ اپنے گھر آپ نے نماز پڑھی تھی۔

نسائی شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی اور اس میں سورت و المرسلات عرفا " پڑھی اس کے بعد آپ نے کوئی نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ وصال فرما گئے امام ترمذی نے ام فضل سے حسن صحیح حدیث ذکر کی کہ ام فضل نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اپنی بیماری میں تشریف لائے جبکہ آپ نے سر مبارک کپڑے سے باندھا ہُوا تھا اور ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی اس میں سورۂ مرسلات پڑھی اور نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ وصال فرما گئے " یہ نماز گھر میں پڑھی تھی اور اپنے بستر سے اُٹھ کر حاضرین کے پاس تشریف لائے تھے لہٰذا ان احادیث میں تعارض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

٧٣٢ ـ ترجمہ : مروان بن حکم نے کہا مجھے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ " نے کہا تجھے کیا ہُوا تو مغرب کی نماز میں چھوٹی سورتیں پڑھتا ہے۔ جبکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ لمبی سورتیں پڑھتے تھے "

٧٣٢ ـ شرح : حضرت زید بن ثابت کی یہ گفتگو مروان سے اس وقت ہُوئی جب وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔ قصار سے مراد قصار مفصل ہے اور وہ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا " سے لے کر آخر قرآن تک ہیں " اوساطِ مفصل " وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ " سے لے کر لَمْ يَكُنْ " تک ہیں اور طوالِ مفصل حجرات سے لے کر " وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ تک ہیں " طول الطولیین کا معنی دو لمبی سورتوں میں سے لمبی سورت ہے " علامہ کرمانی نے کہا اس سے بعض سورت مراد ہے "

امام طحاوی نے کہا یہ تاویل صحیح ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے پھر ہم سے کوئی شخص تیر پھینکتا تو وہ اس کے گرنے کی جگہ کو دیکھتا

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

۷۳۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ

بَابُ الْجَهْرِ فِي الْعِشَاءِ

۷۳۴ ـ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي

تھا اور یہ محال ہے کہ مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف پوری یا آدھی پڑھی جائے پھر نماز کے بعد اس طرح تیر گرتا دیکھا جائے۔ یہ درست ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام قلیل تر وقت میں ساری زبور شریف پڑھ لیتے تھے اور سیدنا علی المرتضیٰ قلیل ترین وقت میں سارا قرآن مجید پڑھ لیتے تھے تو سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قلیل تر وقت میں لمبی سورت پڑھیں اور نماز سے فارغ ہو کر کوئی شخص تیر پھینکے تو وہ اسے دیکھ سکے مگر یہ تو معجزات اور کرامتیں ہیں عام حالات میں یہ مقیس علیہ کیسے بن سکتے ہیں۔ ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں "قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھتے تھے۔ بیشتر احادیث میں چھوٹی چھوٹی سورتوں کا مغرب کی نماز میں پڑھنا ماثور ہے۔

اسماء رجال : ابو عاصم حدیث ۶۲ ابن جریج حدیث ۲۹۴ ابن ابی ملیکہ حدیث ۶۴ سے قبل مروان بن حکم حدیث ۲۴۰ سے قبل باب البزاق کے اسماء میں مذکور ہیں۔

باب ـ مغرب کی نماز میں جہر کرنا

۷۳۳ ـ ترجمہ : جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھی!

محمد بن جبیر بن مطعم کی کنیت ابو سعید ہے وہ عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ان کے والد کا ذکر حدیث ۲۵۳ کے اسماء میں گزرا ہے۔

رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَاَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهٗ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَآ اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ ۷۳۵ ـ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَرَاَ فِی الْعِشَآءِ فِیْ اِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

بَابُ الْقِرَآءَةِ فِی الْعِشَآءِ بِالسَّجْدَةِ

۷۳۶ ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثَنَا التَّيْمِیُّ عَنْ بَكْرٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَاَ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهٖ قَالَ سَجَدْتُ فِيْهَا خَلْفَ اَبِی الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَآ اَزَالُ اَسْجُدُ فِيْهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ

باب ـ عشاء کی نماز میں جہر کرنا

۷۳۴ ـ ترجمہ: ابورافع رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابوہریرہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اُنھوں نے نماز میں سورت "اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ" پڑھی اور سجدہ (تلاوت) کیا میں نے ان سے کہا یہ سجدہ کیسا ہے؟ کہا میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورت میں سجدہ کیا میں ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا۔ حتّٰی کہ آپ سے ملوں۔

۷۳۵ ـ ترجمہ: عدی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے براء بن عازب سے سُنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں سورۂ "والتین والزیتون" پڑھی!

۷۳۴ ـ ۷۳۵ ـ شرح: ان دونوں احادیث سے معلوم ہُوا کہ مغرب اور عشاء کی نماز [illegible] قراءت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔ آہستہ پڑھنا خلاف [illegible]

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِی الْعِشَآءِ

۷۳۷ـ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ یَحْیٰی ثَنَا مِسْعَرٌ ثَنِیْ عَدِیُّ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّہٗ سَمِعَ الْبَرَآءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَأُ فِی الْعِشَآءِ بِالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا مِّنْہُ اَوْ قِرَآءَۃً

ہے اگر بھول کر جہر نہ کیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔ اور سفر میں قرأت میں تخفیف کی جاتی ہے اور ظہر کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے سوا نہیں آیات پڑھنی چاہئیں،، عشاء کی نماز پر عتمہ کا اطلاق جائز ہے

باب ـ عشاء کی نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا

۷۳۶ ـ ترجمہ : ابورافع نے کہا میں نے ابوہریرہ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انھوں نے (نماز میں) اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور سجدہ کیا میں نے کہا یہ سجدہ کیسا ہے؟ اُنھوں نے کہا میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس سورت میں سجدہ کیا، میں تو اس میں ہمیشہ سجدہ کرتا رہوں گا حتّٰی کہ آپ سے ملوں گا۔

۷۳۶ ـ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ انشقاق میں سجدہ ہے۔ اس حدیث کو دوبارہ اس لئے ذکر کیا کہ نماز میں سجدہ والی سورت پڑھی جاتی ہے

باب ـ عشاء کی نماز میں قرأت

۷۳۷ ـ ترجمہ : براء بن عازب نے کہا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ عشاء کی نماز میں "والتین والزیتون" پڑھتے تھے۔ میں نے آپ کی آواز سے اچھی آواز یا قرأت کسی سے نہیں سُنی"

۷۳۷ ـ شرح : اس حدیث کو دوبارہ اس لئے ذکر کیا کہ اس کے راوی پہلی حدیث کے رُوَاۃ سے مختلف ہیں۔ نیز اس حدیث میں پہلی حدیث کی نسبت زیادہ الفاظ ہیں۔

بَابٌ يُطَوِّلُ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَيَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ

۷۳۸۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى الصَّلٰوةِ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِي الْاُوْلَيَيْنِ وَاَحْذِفُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ وَلَا اٰلُوْمَا اقْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَدَقْتَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْظَنِّيْ بِكَ

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّوْرِ

۷۳۹۔ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبِيْ عَلٰى اَبِيْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيِّ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ

باب پہلی دو رکعتوں کو لمبا اور پچھلی دو رکعتوں کو مختصر کرے

۷۳۸۔ ترجمہ : جابر بن سمرہ نے کہا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ لوگوں (اہل کوفہ) نے آپ کی ہر شئ میں حتیٰ کہ آپ کی نماز کی شکایت کی ہے۔ سعد نے کہا بہر حال میں تو نماز کی پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے میں تقصیر نہیں کی عمر فاروق نے کہا آپ سے یہی گمان ہے یا میرا آپ سے یہی گمان ہے۔

۷۳۸ شرح : حدیث ۷۲۴ کے ترجمہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ اس حدیث سے اس حدیث کے راوی مختلف ہیں۔ یہ تکرار کا سبب ہے۔

الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يُبَالِي بِتَأْخِيْرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ

۷۴۰ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفٰى عَنَّا أَخْفَيْنَا عَنْكُمْ وَإِنْ لَمْ تَزِدْ عَلٰى أُمِّ الْقُرْاٰنِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ

باب ـ صبح کی نماز میں قرأت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے (صبح کی نماز میں) سورۂ طور پڑھی "

۷۳۹ ـ ترجمہ : سیار بن سلام نے کہا میں اور میرا باپ ابو برزہ اسلمی کے پاس گئے ہم نے ان سے نمازوں کے وقت پوچھے ۔ ابو برزہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور عصر کی نماز پڑھتے جبکہ مرد (عصر پڑھ کر) مدینہ منورہ کی دوسری طرف چلا جاتا اور سورج ابھی سفید ہوتا، مغرب کی نماز میں جو فرمایا میں اسے بھول گیا ہوں، عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کرنے میں پرواہ نہ کرتے تھے اس سے پہلے نیند اور اس کے بعد فضول باتوں کو پسند نہ کرتے تھے اور صبح کی نماز پڑھتے سب نمازی شخص سلام پھیرتا تو اپنے ساتھی کو پہچان لیتا تھا صبح کی دونوں رکعتوں یا ایک رکعت میں ساٹھ

بَابُ الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَآءَ النَّاسِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ ۷۴۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ

سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

۷۳۹۔ شرح : ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے کلام میں یہ تصریح نہیں کہ یہ صبح کی نماز تھی، لیکن دُوسرے طریق سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نمازِ فجر کی اقامت کہی جائے تو تم نے طواف کر لینا ہوگا،، اس حدیث سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ فجر کی نماز میں قراءت ثابت ہے۔ اس حدیث کی تفصیل حدیث ۵۱۸ کے تحت گزری ہے (باب وقت الظہر)

۷۴۰۔ ترجمہ : عطاء نے خبر دی کہ اُنہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سُنا کہ ہر نماز میں قرأت ہے اور جس نماز میں ہمیں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنایا (اس میں) ہم نے تمہیں سُنایا ہے (نماز میں بلند آواز سے قراءت کی ہے) اور جس نماز میں آپ نے ہم سے اخفاء کیا ہم نے تم سے اخفاء کیا ہے (نماز میں آہستہ قرات کی ہے) اور اگر تو سورۂ فاتحہ پر زیادہ نہ پڑھے تو کافی ہے اور اگر زیادہ کرے تو اچھا ہے۔

۷۴۰۔ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام نمازوں میں قرارت ہے بعض میں جہری قرارت ہے جیسے مغرب، عشاء، صبح، جمعہ عیدین کی نمازوں میں اور بعض میں سِرّی قرارت ہے جیسے، ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دو رکعتیں خسوف وکسوف کی نمازوں میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جہر نہیں امام ابویوسف کے نزدیک دونوں میں جہر ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خسوف کی نماز میں جہر ہے کسوف کی نماز میں جہر نہیں،، دن کے نوافل میں جہر نہیں رات کے نوافل میں اختیار ہے۔ استسقاء کی نماز میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جہر نہیں امام ابویوسف، محمد، شافعی اور امام احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس میں جہر ہے۔ اس حدیث سے علماء شافعیہ نے استدلال کیا کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا مستحب ہے بظاہر حدیث اس کی تائید کرتی ہے حنفی علماء نے کہا سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت یا تین آیات ملانا واجب ہیں،، اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ الحمد سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت کے بغیر نماز نہیں ہوتی،، ابن ماجہ اور ترمذی نے ابوسعید سے روایت کی کہ جو شخص فرضوں یا نفلوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی،، واللہ اعلم

عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ طَآئِفَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَامِدِیْنَ اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَقَدْ حِیْلَ بَیْنَ الشَّیَاطِیْنِ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّیَاطِیْنُ اِلٰی قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَکُمْ قَالُوْا حِیْلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَیْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ اِلَّا شَیْءٌ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَانْصَرَفَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِنَخْلَةَ عَامِدِیْنَ اِلٰی سُوْقِ عُکَاظٍ وَهُوَ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ فَقَالُوْا هٰذَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ حَالَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَهُنَالِکَ حِیْنَ رَجَعُوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ وَقَالُوْا یَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَاِنَّمَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ قَوْلُ الْجِنِّ

باب فجر کی نماز میں بلند آواز سے قراءت کرنا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے لوگوں سے ہٹ کر طواف کیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور اس میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے"

۷۴۱ ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ایک جماعت میں عکاظ منڈی کا قصد کرتے ہوئے چلے جبکہ شیاطین اور آسمانی

خبروں کے درمیان حاجز اور مانع واقع ہو چکا تھا اور ان پر آگ کے شعلوں کی مار ہونے لگی تھی شیطان اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہنے لگے تمہیں کیا ہو گیا اُنھوں نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کوئی نئی شئے حائل ہوئی ہے۔ تم ساری زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں پھرو اور دیکھو کونسی شئے تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے،، اُن سے جو شیاطین تہامہ کی طرف گئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے جبکہ آپ نخلہ میں (صحابہ کے ہمراہ) عکاظ منڈی کا قصد کئے ہوئے اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب اُنھوں نے قرآن سُنا تو کان لگا کر سُنا اور کہا اللہ کی قسم! تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان جو حائل ہے وہ یہ ہے اسی وقت وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور کہا اے ہماری قوم! ہم نے عجیب قرآن سُنا ہے جو اچھی ہدایت دیتا ہے ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آئت کریمہ نازل فرمائی: قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ ،، اے حبیب فرماد یجئے مجھے وحی کی گئی ہے،، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کی باتوں کی وحی کی گئی تھی!

۱۴۱ ے

شرح: تہامہ شہر ہے وہاں سخت گرمی کے باعث اس کا یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ یہ "تہم" سے مشتق ہے اس کا معنی سخت گرمی ہے، نَخْلَة ،، غیر منصرف ہے مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مشہور مقام ہے،، استماع کا معنی کان لگا کر سُننا ہے اور سماع اِس سے عام ہے ظاہر حدیث سے یہی سمجھ آتی ہے کہ آسمان کی خبر اور جنوں کے درمیان حائل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد واقع ہُوا۔ اس سے پہلے نہ تھا اسی لئے شیطانوں نے اس کا انکار کیا اور اسے معلوم کرنے کے لئے مشرق و مغرب میں پھر گئے تا کہ اس کا حال معلوم کریں، اسی لئے عرب میں کہانت پھیلی ہوئی تھی جو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ختم ہو گئی جبکہ جنوں کا آسمان پر جانا روک دیا گیا اور جنوں کو آسمان سے شعلے پڑنے لگے۔ یہ بھی نبوت کی ایک دلیل ہے،، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا شروع دُنیا سے یہ شعلے جاری ہیں، چنانچہ مسلم شریف میں ہے شعلہ پڑا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تم جاہلیت کے زمانہ میں کیا کہا کرتے تھے۔ صحابہ نے کہا ہمارا عقیدہ تھا کہ کوئی عظیم شخص پیدا ہُوا یا مرا ہے،، بعض علماء نے کہا کہ نبوت سے قبل اِن شعلوں سے آسمان محفوظ تھے کسی عظیم حادثہ نزول عذاب یا رسُول کے آنے سے شعلے گرتے تھے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے نامعلوم زمین والوں پر کوئی عذاب نازل ہُوا ہے یا کوئی ہادی اللہ نے بھیجا ہے،، بعض علماء نے کہا یہ شعلے پہلے بھی دیکھے جاتے تھے لیکن ان سے جنوں کو مارا جانا سرورِ کائنات صلی اللہ کی رسالت و نبوت کے بعد ہُوا،، اگرچہ شیطانوں کو یہ معلوم تھا کہ وہ آسمانوں پر اللہ کے فیصلوں کی چوری کرنے جائیں گے تو ان کو شعلے مارے جائیں گے مگر ان کو یہ یقین نہ تھا کہ وہ ضرور مارے جائیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ بچ نکلیں جیسے چوروں کی عادت ہے،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا شیطان آسمانوں پر آیا جایا کرتے تھے۔ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد تین آسمانوں سے ان کو روک دیا گیا اور سرورِ کائنات

۷۴۲ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اُمِرَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ان کو بالکل روک دیا گیا،،

ابن اسحاق نے کہا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف سے ناامید ہو کر طائف سے مکہ مکرمہ کو جارہے تھے اور نخلہ کے مقام میں آدھی رات کو نماز پڑھ رہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا اور قرآن سُنا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ پر ایمان لائے اور اپنی قوم کے پاس جاکر ان کو ایمان کی دعوت دی یہ نصیبین کے جن تھے،، ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بیان فرمایا ،، قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ الاية ،، اس طرف امام بخاری نے اپنے اِس قول سے اشارہ کیا ہے ،، اِنَّمَا اُوْحِيَ اِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ اس سے معلوم ہوتا ہے شیاطین اور جنوں کا وجود ہے،، امام حسن بصری نے کہا کہ جن ابلیس لعین کی اولاد ہیں۔ ان میں سے بعض کافر ہیں ان کو شیطان کہا جاتا ہے اور بعض مومن ہیں ان کو جن کہا جاتا ہے،، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مومن جن صرف دوزخ سے نجات پائیں گے پھر دیگر بہائم کی طرح مٹی ہو جائیں گے۔ ایک روایت کے مطابق اُنھوں نے توقف کیا ہے۔ امام مالک، شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا جنوں کو بداعمالی پر سزا ملے گی اور اچھے اعمال کی وجہ سے ان کو اچھی جزا ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ،، اس کے بعد فرمایا: وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ،، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز میں قرأت بلند آواز سے فرمائی ،، اور سفر میں جماعت مشروع ہے ،، یہی امام بخاری کا مقصد ہے،،

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں دونوں کی طرف مبعوث ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں

۷۴۲ — ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں جہر کا حکم ہُوا وہاں آپ نے جہر فرمایا اور جہاں آپ کو اخفاء کا حکم ہُوا وہاں آپ نے اخفاء فرمایا: اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ،، تمہارے لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اچھی پیروی ہے،،

۷۴۲ — شرح : اللہ تعالیٰ نماز کے افعال بیان کرنا ترک نہیں کرتا ،، اللہ تعالیٰ پر نسیان محال ہے۔ یہاں نسیان کا مجازی معنی مراد ہے جو اس کو لازم ہے اور وہ ترک ہے کیونکہ نسیان کو ترک لازم ہے ،، باب کے عنوان سے اُمت کے لئے بلند آواز سے قرأت کا سبب بیان

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ وَّالْقِرَاءَةِ بِالْخَوَاتِيْمِ

وَبِسُوْرَةٍ قَبْلَ سُوْرَةٍ وَّبِأَوَّلِ سُوْرَةٍ وَّيُذْكَرُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الصُّبْحِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ أَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَقَرَأَ عُمَرُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِمِائَةٍ وَّعِشْرِيْنَ آيَةً مِّنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمَثَانِيْ وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُوْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوْسُفَ أَوْ يُوْنُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِأَرْبَعِيْنَ آيَةً مِّنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُوْرَةٍ مِّنَ الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيْمَنْ يَّقْرَأُ بِسُوْرَةٍ وَّاحِدَةٍ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدِّدُ سُوْرَةً وَّاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلٌّ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَّكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً يَّقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ مِمَّا يُقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ يَقْرَأُ

کرنا مقصود ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرتے تھے آپ جہر سے مامور تھے اور ہم آپ کی اچھی پیروی کرنے میں مامور ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے صبح کی نماز میں جہر کرنا سنت ہے۔ یہی امام بخاری کا مطلوب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب ایک رکعت میں دو سورتیں اکٹھی پڑھنا، سورت کی آخری آیات پڑھنا، سورت سے پہلی سورت (ترتیب کے خلاف) سورت کی پہلی آیات پڑھنا۔ "

بِسُوْرَةٍ أُخْرٰى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوْا إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأَ بِأُخْرٰى فَإِمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرٰى فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوْا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّيْ أُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ

صبح کی نماز میں "سورۂ مومنین" پڑھی حتّٰی کہ جب موسٰی اور ہارون علیہما السلام یا عیسٰی علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی آ گئی پھر آپ نے رکوع کر دیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں" اور دوسری رکعت میں مثانی کی ایک سورت پڑھی" احنف رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورۂ کہف اور دوسری رکعت میں سورۂ یوسف یا سورۂ یونس پڑھی اور ذکر کیا کہ انھوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ صبح کی نماز میں یہ دونوں سورتیں پڑھیں! عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (پہلی رکعت میں) سورۂ انفال کی چالیس آیات اور دوسری رکعت میں مفصّل کی ایک سورت پڑھی" قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص دو رکعتوں میں ایک سورت پڑھے یا ایک سورت کو بار بار دو رکعتوں میں پڑھے "سب اللہ کی کتاب میں (جائز ہے) عبید اللہ نے ثابت سے انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص انصاری مسجد قبا میں لوگوں کی امامت کرتا تھا۔ جب وہ ان سورتوں سے جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ کوئی سورت پڑھنی شروع کرتا تو پہلے قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھ لیتا حتّٰی کہ اس سے فارغ ہو کر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتا وہ ہر سورت میں اسی طرح کرتا اس کے ساتھیوں (انصار) نے اس سے کلام کیا اور کہا تم اس سورت (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) سے شروع کرتے ہو پھر تم نہیں دیکھتے کہ یہ سورت تمہیں کافی ہے حتّٰی کہ دوسری سورت (اس کے ساتھ کیا) پڑھتے ہو یا تو اس کو پڑھو یا اسے چھوڑ کر کوئی اور سورت پڑھا کرو" انصاری شخص نے کہا میں تو اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا اگر تمہیں پسند ہے تو میں تمہاری امامت کرتا ہوں اگر تمہیں پسند نہیں تو میں تمہاری امامت کرنا چھوڑ دیتا ہوں۔ مقتدی جانتے تھے کہ وہ ان سب سے افضل ہے وہ اس کے سوا کسی اور شخص کا ان کو نماز پڑھانا پسند نہ کرتے تھے۔

جب ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انھوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلانے! تمہارے ساتھی جو کہتے ہیں وہ کرنے سے تمہیں کونسی شئ منع کرتی ہے اور ہر رکعت میں اس سورت کے التزام پر تجھے کون سی شئ ابھارتی ہے اس شخص نے کہا میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اس سورت سے محبت کرنا تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

شرح الباب ؛ اس باب میں نماز کی ایک رکعت میں دو سورتیں اکٹھی پڑھنے کا بیان ہوگا اور یہ بیان ہوگا کہ نماز میں سورت کی آخری آیات پڑھنی جائز ہیں، باب کے عنوان میں چار امور ہیں ان میں تین امور تو حدیث مذکورہ کے مطابق ہیں مگر عنوان کا دوسرا جزء کہ نماز میں سورت کی آخری آیات پڑھنی جائز ہیں، صراحتاً مذکور نہیں ؛ البتہ اس کو چوتھے جزء پر قیاس کیا جاسکتا ہے یا یوں کہا جائے کہ قتادہ نے کہا "كُلٌّ كِتَابُ اللهِ" قرآن کی ساری آیات اللہ کی کتاب ہے ؛ لہٰذا نماز میں قرآن ہر طرح پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ قرآن ہے۔

عبد اللہ بن سائب " کی روایت کا مدلول یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سورۂ مؤمن ابتداء سے پڑھنا شروع کی جب " ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ "، تک پہنچے تو آپ کو کھانسی آگئی اور سورت کو مکمل کئے بغیر آپ نے رکوع کر دیا "معلوم ہوا کہ نماز میں بعض سورت پر اقتصار جائز ہے۔

اس تعلیق سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز میں لوگوں کے حال کے اعتبار سے قرأت لمبی کرنا مستحب ہے اور عذر یا عذر کے بغیر قراءت ترک کرکے رکوع کرلینا جائز ہے اور بعض سورت ایک رکعت میں اور اسی کا بعض دوسری رکعت میں پڑھنا جائز ہے۔ صحیح یہی ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں " قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا "، اور دوسری رکعت میں " اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ " پڑھتے تھے " (دونوں علیحدہ سورتوں میں ہیں) جیسا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔" طحاوی ج ۱ ص ۲۰۵

سَیِّدُنَا فَارُوْقِ اَعْظَم رضی اللہ عنہ کے اثر کا مدلول یہ ہے کہ دوسری رکعت میں قرأت لمبی ہے "کیونکہ وہ دوسری رکعت میں مثانی پڑھتے جس میں ایک سو سے کم آیات ہوتی ہیں جبکہ وہ پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھتے تھے "

احنف بن قیس "، رضی اللہ عنہ کا اثر عنوان کے تیسرے جزء سے مطابقت رکھتا ہے "، اور وہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورت پڑھے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلی سورت پڑھے چنانچہ احنف بن قیس نے پہلے جزء میں سورۂ کہف پڑھی اور دوسرے میں سورۂ یوسف "، احناف کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا پہلی رکعت میں سورۂ کہف اور دوسری میں یوسف یا سورۂ یونس پڑھنا سہو پر مبنی ہے۔ احناف کے نزدیک ترتیب عثمانی کی رعایت کرنا مستح

۷۴۳ ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ فِيْ رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَآئِرَ الَّتِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِيْنَ سُوْرَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ سُوْرَتَيْنِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ

اثر کی سعد بن منصور نے روایت کی اور کہا کہ عبد اللہ بن مسعود نے سورۂ انفال شروع کی اور افتتاح ابتداءً سے ہی ہوتا ہے۔"

قتادہ رضی اللہ عنہ کا اثر عنوان کے کسی جزء کے مطابق نہیں لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس حدیث میں مذکور "کُلَّ کِتَابُ اللّٰہِ" سے اس طرف اشارہ کیا کہ نماز میں جس طرح بھی قرآن پڑھا جائے جگہ ہے عبد اللہ بن ثابت کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول اثر میں باب کے عنوان کی پہلے جزء پر دلالت ہے" اور وہ یہ کہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا" اس انصاری شخص کا نام کلثوم بن ہدم ہے"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتیں پڑھنا جائز ہے امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کا مسلک بھی یہی ہے" نیز کسی سورت کی طرف میلانِ نفس کی وجہ سے اس کو خاص کر لینا جائز ہے اس میں دوسری سورتوں سے اعراض و ہجران نہیں ہے اور جس شخص کو قوم اچھا نہ جانے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اور سورۂ اخلاص مکی سورت ہے!

---

۷۴۳ ـ ترجمہ : عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ابو وائل کو یہ کہتے سنا کہ ایک شخص عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے آج کی رات میں مفصل کی تمام سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہیں۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا تم نے اشعار پڑھنے کی طرح جلدی کی ہوگی، میں وہ سورتیں جانتا ہوں جو چھوٹی بڑی ہونے میں ایک دوسری کے قریب ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہم ملا کر پڑھتے تھے اور مفصل کی بیس۲ سورتیں ذکر کیں ہر ایک رکعت میں دو دو سورتیں پڑھتے تھے۔

۷۴۳ ـ شرح : ابو داؤد شریف میں ان بیس سورتوں کا بیان مذکور ہے کہ سورۂ نجم اور رحمٰن ایک رکعت میں اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں طور اور ذاریات ایک رکعت میں واقعہ اور نون ایک رکعت میں سئل سائل اور نازعات ایک رکعت میں عم یتساءلون اور مرسلات ایک رکعت

بَابٌ يَقْرَأُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

۷۴۴ ـ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهٰكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهٰكَذَا فِي الصُّبْحِ

میں دخان اور تکویر ایک رکعت میں ویل المطففین اور عبس ایک رکعت میں مدثر، مزمل ایک رکعت میں اور جس روایت میں سورت بقرہ کا ذکر ہے۔ وہ کبھی کبھی پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تدبر، ترتیل اور تامل کی ترغیب دلائی ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ ایک رکعت میں مفصل پڑھنی جائز نہیں، علماء نے کہا قرآن کریم کی پہلی سات سورتیں سبع طوال پھر ذوات المئین، ہیں جن میں ایک ایک سو آیات ہیں پھر مثانی وہ ہیں جن میں ایک سو آیتیں نہ ہوں بعض کہتے ہیں مثانی بیس سورتیں اور مئین گیارہ سورتیں ہیں۔
سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں دو دو کرکے پڑھا کرتے تھے اور آخر میں ایک سلام سے تین رکعتیں پڑھتے تھے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

باب ـ آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھے!

۷۴۴ ـ ترجمہ: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی ہم کو کوئی آیت سُنا دیتے تھے آپ پہلی رکعت میں جو تطویل کرتے۔ دوسری رکعت میں اتنی تطویل نہ کرتے تھے اسی طرح عصر کی نماز اور صبح کی نماز میں کرتے تھے!

۷۴۴ ـ شرح: اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ پچھلی دو رکعتوں میں اگر چاہے تو سورۂ فاتحہ پڑھے مگر یہ واجب نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور پچھلی رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے"

بَابُ مَنْ خَافَتَ الْقِرَآءَةَ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

۷۴۵ـ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِی مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ

بَابٌ اِذَا اَسْمَعَ الْاِمَامُ الْاٰيَةَ

۷۴۶ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِیُّ قَالَ حَدَّثَنِی يَحْيَى بْنُ اَبِی كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِی عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِی قَتَادَةَ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِاُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ مَعَهَا فِی الرَّكْعَتَيْنِ الْاُولَيَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْاٰيَةَ اَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُولٰى

باب ـ جس نے ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ پڑھا

۷۴۵ـ ترجمہ: ابو معمر سے روایت ہے کہ میں نے خباب بن ارت سے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت کیا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا جی ہاں! ہم نے کہا یہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟ خباب رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی شریف کی حرکت سے"

۷۴۵ـ شرح: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی حرکت سے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے معلوم کیا کہ آپ اِن دونوں نمازوں میں قراءت کیا کرتے تھے" حدیث ۷۱۵ کے ترجمہ میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

بَابٌ يُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی

۷۴۷ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُطَوِّلُ فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰی مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَیُقَصِّرُ فِی الثَّانِیَةِ وَیَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ

باب جب امام آئت سنائے

۷۴۶ـ ترجمہ: عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے باپ ابو قتادہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نمازوں کی پہلی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت قرآن ملا کر پڑھتے تھے اور گاہے بگاہے ہمیں کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے آپ پہلی رکعت کو لمبا کیا کرتے تھے۔

۷۴۶ـ شرح: سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم امت کے لئے سری نماز میں کبھی کبھی ایک آدھ آیت بلند آواز سے پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ صحابہ کو علم ہو جائے کہ سری نماز میں بھی قراءت ہے، مگر آپ کا یہ عمل شاذ و نادر تھا، بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر سہواً ایسا ہو جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہے مگر یہ حدیث سے ثابت نہیں۔

باب ـ پہلی رکعت کو لمبا کرے

۷۴۷ـ ترجمہ: عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے باپ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کی پہلی رکعت کو لمبا اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے تھے، صبح کی نماز میں بھی اس طرح کرتے تھے۔

(اس حدیث کی تفصیل حدیث ۷۴۵ میں گزری ہے)

بَابُ جَهْرِ الْاِمَامِ بِالتَّاْمِيْنِ

وَقَالَ عَطَاءٌ اٰمِيْنَ دُعَاءٌ اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَّرَآءَهٗ حَتّٰى اِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً وَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يُنَادِى الْاِمَامَ لَا تُفُتْنِىْ بِاٰمِيْنَ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدَعُهٗ وَيَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِىْ ذٰلِكَ خَبَرًا

۷۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِىْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اٰمِيْنَ

باب - امام کا بلند آواز سے آمین کہنا

عطاء نے کہا آمین دُعا ہے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور جو اُن کے پیچھے تھے سب نے آمین کہی حتّٰی کہ مسجد گونج اُٹھی ،، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ امام کو آواز دیتے کہ میری آمین فوت نہ کرنا۔ نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آمین نہ چھوڑتے تھے اور لوگوں کو اس کی رغبت دلاتے تھے اُن سے میں نے اس سے متعلق حدیث بھی سُنی ،،

۷۴۸ - ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو ،، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے پہلے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے ابن شہاب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین ؓ

۷۴۸ — شرح : لفظ "آمین" کو مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے "اگر میم کو مشدد پڑھا جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اسی پر فتویٰ ہے"، "یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء سے ہے اس سے پہلے حرفِ نداء حذف کرکے مدّ کو اس کی جگہ دی گئی ہے"، اس کا معنیٰ یہ ہے اے اللہ ہماری دُعاء قبول فرما"، حدیث میں ہے کہ آمین" دعاء کے لئے مُہر ہے بالاتفاق یہ قرآن میں داخل نہیں علماء نے کہا جو کوئی اسے قرآنِ کریم کا جُزمانے وہ مرتد ہے"، "تنہاء نماز پڑھنے والے کے لئے یہ کہنا مسنون ہے"،

حضرت عطاء بن ابی اُباح رضی اللہ عنہ نے کہا "آمین"، دُعاء ہے لہٰذا اس میں امام و مقتدی دونوں شریک ہیں اس طرح یہ اثر عنوان کے مطابق ہے اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اثر سے اس کی تاکید کی ہے۔

ابوھُرَیْرَہ رضی اللہ عنہ امام کو آواز دیتے کہ مجھے آمین کہنے لینے دینا"، اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ امام و مقتدی دونوں آمین کہیں گے ایک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس طرح یہ عنوان کے موافق ہے"،

نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے کبھی نہ چھوڑتے تھے اور لوگوں کو یہ کہنے کی رغبت دلاتے تھے۔ یہ امام و مقتدی دونوں کو شامل ہے۔ نماز میں ہوں یا نماز سے باہر ہوں اس طرح یہ اثر عنوان کے موافق ہے"۔

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت عنوان کے موافق اس طرح ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا کہ امام کی تامین کے وقت آمین کہیں"، یعنی جب امام سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد آمین کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس میں بڑے بڑے گناہ بھی شامل ہیں مگر حقوق العباد دوسرے دلائل کے ساتھ اس عموم میں داخل نہیں"، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا امام آمین نہ کہے اور مذکور حدیث کا جواب یہ ہے کہ امام کو مُؤمّن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آمین کا مُسبّب ہے اور مُسبّب کو مباشر کے اعتبار سے آمین کہنے والا کہا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ امیر نے مکان بنایا"، حالانکہ مکان عملہ بناتا ہے۔ وہ صرف مباشر ہوتا ہے"، امام مالک نے کہا امام آمین نہ کہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْن"، سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام اور مقتدیوں کے درمیان اس کی تقسیم کی اور تقسیم شرکت کے منافی ہے اور اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ"، کا معنیٰ یہ ہے کہ جب امام تامین کے مقام پہ پہنچے تو تم آمین کہو مگر یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ حدیث کے آخر میں ہے امام بھی آمین کہے۔

امام اَحمد، اَبُوْدَاؤد، طِیالسی، اَبُوْیَعْلیٰ نے اپنی مسانید میں طبرانی معجم میں دارقطنی نے اپنی سُنن میں حاکم نے مستدرک میں شعبہ کی حدیث سلمہ بن کہیل سے اُنھوں نے حجر بن عنبس سے اُنھوں نے علقمہ بن وائل سے اُنھوں نے اپنے باپ وائل سے روایت کی"، کہ: اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہا تو آہستہ آواز سے آمین

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے سفیان سے اُنھوں نے سلمہ بن کہیل سے اُنھوں نے حجر بن عنبس سے اُنھوں نے ابووائل بن حجر سے روایت کیا (فتح القدیر) حاکم کے "کتاب القراآت" میں یہ الفاظ ہیں خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ "، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، امام بخاری اور مسلم نے اسے صحیحین میں ذکر نہیں کیا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب الآثار میں اپنے اسناد کے ساتھ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ " التعوذ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وسبحانک اللھم وآمین "، یعنی چار چیزیں ہیں جن کو امام آہستہ کہے ایک اعوذ باللہ، دُوسری بسم اللہ، تیسری ثناء اور چوتھی آمین ہیں "، اس کو شیخ عبدالرزاق نے مصنف میں مَعْمَر سے روایت کیا۔ مگر اُنھوں نے ثناء کی جگہ اللھم ربنا لک الحمد "، کہا ہے "، طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابووائل سے روایت کی کہ "حضرت عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بسم اللہ اور آمین بُلند آواز سے نہ کہتے تھے "، (عمدۃ القاری)

علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ آمین بالجہر میں کوئی صریح حدیث نہیں مگر محدثین کے نزدیک اس میں کلام ہے "، ابن تیمیہ نے کہا دارقطنی نے کہا آمین بالجہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی صحیح حدیث مذکور نہیں۔ دارقطنی نے مصر میں بسملہ کے جہر میں کتاب لکھی ایک مالکی نے دارقطنی کو قسم دے کر کہا کہ کوئی حدیث اس میں صحیح بھی ہے ؟ دارقطنی نے کہا اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں !

سوال : ابوداؤد اور ترمذی نے سفیان سے اُنھوں نے سلمہ بن کہیل سے اُنھوں نے حجر بن عنبس سے اُنھوں نے وائل بن حجر سے روایت کی كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ "، یہ ابوداؤد کے لفظ ہیں۔ ترمذی نے یوں روایت کی: مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ "، اور کہا یہ حدیث حسن ہے "، ابوداؤد اور ترمذی نے دُوسرے اسناد کے ساتھ وائل سے روایت کی اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فَجَهَرَ بِآمِيْنَ "، نسائی نے اپنے اسناد کے ساتھ وائل سے روایت کی کہ اُنھوں نے کہا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْفَاتِحَةِ قَالَ اٰمِيْنَ يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهٗ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَلَا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ "، ابن ماجہ نے یہ الفاظ زیادہ ذکر کیے فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ " ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے "، حاکم نے مستدرک میں ذکر کرتے ہُوئے کہا۔ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے " دارقطنی نے اس کو اپنی سُنن میں ذکر کرکے کہا کہ اس کا اسناد صحیح ہے "، اِن تمام روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے آمین بُلند آواز سے کہی ہے "

جواب : ابوداؤد اور ترمذی نے جو سفیان سے روایت کی ہے۔ اس کے معارض ترمذی نے شعبہ سے روایت کی جبکہ ترمذی نے کہا : رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ

عَنْ حُجْرٍ اَبِیْ الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِہَا صَوْتَہٗ ،، یعنی شعبہ نے اس حدیث کو کہیل کے واسطہ سے وائل سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین ،، پڑھا اور آمین آہستہ آواز سے کہی۔

شعبہ کی روایت پر اعتراض کرتے ہوئے ترمذی نے کہا میں نے بخاری سے سُنا ہے وہ کہتے تھے سفیان کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ نے اس حدیث میں کئی جگہ خطاء کی ہے اور کہا عَنْ عَلْقَمَۃَ بن وائل ،، حالانکہ اس میں علقمہ نہیں وہ تو صرف ،، حُجر بن عنبس عَن وائل بن حُجر ،، ہے۔ شعبہ نے کہا ،، وَخَفَضَ بِہَا صَوْتَہٗ ،، جبکہ حدیث مَدَّ بِہَا صَوْتَہٗ ،، ہے۔ ترمذی نے کہا میں نے اس حدیث سے متعلق ابوزرعہ سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا ،، اِس مسئلہ میں سفیان کی حدیث زیادہ صحیح ہے۔

امام ترمذی کی تنقید کا جواب یہ ہے کہ شعبہ حدیث کے فن میں امیر المؤمنین ہیں انہیں خطاء کی طرف منسوب کرنا خطاء ہے۔ ترمذی کا یہ کہنا کہ حُجر بن عنبس ہے، ابوالعنبس نہیں درست نہیں، کیونکہ وہ ابوالعنبس حُجر بن عنبس ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کی تصریح کی ہے جبکہ اُنھوں نے کہا اس کی کُنیت اپنے باپ کے نام جیسی ہے۔ امام بخاری کا یہ کہنا کہ اِس کی کنیت ،، ابوالسکن ،، ہے۔ یہ ابوالعنبس ،، کے منافی نہیں ،، کیونکہ ایک شخص کی متعدد کنیتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جیسے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے جبکہ ابوتراب بھی ان کی کنیت ہے امام بخاری کا یہ کہنا کہ اس اسناد میں علقمہ کو زیادہ ذکر کیا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ خصوصًا شعبہ جیسے عظیم امام الحدیث کی زیادتی میں تو کسی شبہ کی گنجائش نہیں ،، امام بخاری کا یہ کہنا کہ شعبہ نے کہا خَفَضَ بِہَا صَوْتَہٗ ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں ،، مَدَّ بِہَا صَوْتَہٗ ،، ہے دارقطنی کی وائل بن حُجر سے روایت اس کی تائید کرتی ہے اُنھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کہا تو آہستہ آواز میں آمین فرمایا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان کی حدیث کے اسناد میں بشر بن رافع حارثی ہے۔ امام بخاری، ترمذی، نسائی، احمد اور ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے ،، ابن قطان نے کہا بشر بن رافع حارثی ضعیف ہے۔ وہ اِس حدیث کو ابوعبداللہ سے روایت کرتے ہیں جو ابوہریرہ کے چچا کے بیٹے ہیں۔ اس ابوعبداللہ کا حال معلوم نہیں اور نہ بشر کے سوا کسی اور نے اس حدیث کی روایت کی ہے ،، اس لئے یہ حدیث صحیح نہیں لہٰذا حاکم کا یہ کہنا کہ یہ حدیث بخاری مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔ ساقط ہے ایسے ہی دارقطنی کا اس حدیث کی تحسین کرنا اور اس کے اسناد کو صحیح کہنا بے فائدہ ہے (عینی)

علماء نے کہا ،، آمین ،، دعا ہے اس میں اخفاء کرنا اصولی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً ،، تعارض کے وقت اخفاء کو ترجیح دی جاتی ہے۔ واللہ اعلم!

بَابُ فَضْلِ التَّأْمِيْنِ

۷۴۹ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِيْنَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ

۷۵۰ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ تَابَعَهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُعَيْمٌ الْمُجْمِرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب ـ آمین کہنے کی فضیلت

۷۴۹ ـ ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آمین کہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں میں سے ایک آمین دوسری آمین کے موافق ہو تو اس کے پہلے گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔

۷۴۹ ـ شرح : یعنی جو شخص سورہ فاتحہ پڑھے نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو نماز میں امام ہو یا مقتدی ہو،، جب دونوں آمینیں موافق ہو جائیں تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں،، کیونکہ یہ کلام مطلق ہے وہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔ امام احمد نے مسند میں ہمام

سے روائت ذکر کی کہ جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آمین کہی جائے تو سننے والا نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اس کے لئے آمین کہنا مستحب ہے ملائکہ سے خاص فرشتے مراد نہیں بلکہ یہ لفظ تمام ملائکہ کو شامل ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیئے کیونکہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں"

باب ـ مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا

۷۵۰ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین "، کہے تو تم آمین کہو کیونکہ جس کا قول (آمین کہنا) فرشتوں کے قول (آمین کہنے) کے موافق ہو جائے گا اس کے پہلے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے"، محمد بن عمرو نے ابوسلمہ سے اُنھوں نے ابوہریرہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روائت میں سُمَیؔ کی متابعت کی نیز نعیم مجمر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت میں سُمَیؔ کی متابعت کی۔

۷۵۰ ـ شرح : یہ حدیث بظاہر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ مقتدی آمین کہے مگر بُلند آواز سے آمین کہنے پر دلالت نہیں کرتی۔ امام اور مقتدی کا آمین کہنے میں نزاع نہیں نزاع تو صرف آمین بُلند آواز سے کہنے میں ہے احناف کہتے ہیں۔ آمین دُعاء ہے اور دُعا میں مسنون یہی ہے کہ اسے آہستہ کہا جائے"، حضرت موسیٰ علیہ السلام دُعاء کر رہے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے"، اللہ تعالیٰ نے فرمایا : قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا"، معلوم ہُوا کہ آمین دُعاء ہے لہٰذا اس کا اخفاء افضل ہے"، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : اُدْعُوا اللّٰہَ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً"، اس کے علاوہ آثار و احادیث بھی آمین کے اخفاء پر دلالت کرتی ہیں، گو طبری نے تہذیب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آہستہ آواز سے فرمایا آمین"، مگر اس کے اسناد میں "ابن ابی لیلیٰ"، ہے اس کی روائت کو حجت نہیں بنایا جاتا بلکہ اس سے آہستہ آمین کہنا بھی منقول ہے"، اور جو ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روائت کی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جب آپ نے "ولا الضالین"، کہا تو بُلند آواز سے آمین کہا۔ بزار نے اپنی سنن میں ذکر کیا کہ یہ حدیث نقل کے اعتبار سے ثابت نہیں"، اور جو بیہقی نے معرفت میں ام حصین سے روائت کی ہے کہ اُنھوں نے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ کو انہوں نے آمین کہتے ہوئے سُنا جبکہ وہ عورتوں کی صف میں تھیں"، لیکن وائل کی حدیث کہ اُنہوں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز

بَابٌ اِذَا رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ

۷۵۱۔ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنِ الْاَعْلَمِ وَهُوَ زِيَادٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ اَنَّهٗ اِنْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ قَبْلَ اَنْ يَّصِلَ اِلَى الصَّفِّ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَّلَا تَعُدْ

پڑھی جب آپ نے ولا الضالین" کہا تو آہستہ آواز سے آمین کہی،، ام حصین کی حدیث کے معارض ہے عورتوں کی نسبت مردوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال زیادہ واضح تھا،، امام طحاوی نے ابو وائل سے روایت کی کہ عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی لیکن احناف اس کو تعلیم پر محمول کرتے ہیں۔ افضل یہی ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم!

باب۔ جب صف میں جانے سے پہلے رکوع کرلے"

۷۵۱۔ ترجمہ : ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے جبکہ آپ رکوع فرما رہے تھے۔ تو انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کرلیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا ،،اللہ تعالیٰ تیری حرص کو زیادہ کرے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

۷۵۱۔ شرح : یعنی جب تم مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے آؤ اور امام رکوع کر رہا ہو تو صف میں کھڑا ہونے سے پہلے ہی رکوع نہ کرو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے آئے تو صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع نہ کرے بلکہ صف میں شامل ہو کر رکوع کرے،، حدیث میں مذکور لفظ ،،ولا تعد،، کا متبادر معنی

بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي الرُّكُوْعِ

قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ

۷۵۲ — حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلّٰى مَعَ عَلِيٍّ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوةً كُنَّا نُصَلِّيْهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ

یہی ہے یہ بھی احتمال ہے کہ بھاگ کر صف میں شامل نہ ہو جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم دوڑتے ہوئے نہ آؤ آرام سے آؤ جتنی نماز پاؤ پڑھو اور جو رہ جائے اس کو بعد میں پورا کر لو،،

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی تنہا کھڑا ہو تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا،، یہ نہی تنزیہہ کے لئے ہے اگر تحریم کے لئے ہوتی تو اس شخص کو نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے،، امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو کر نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اسے جائز نہیں کہتے۔

باب — رکوع میں تکبیر ختم کرنا،،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روائت کی اس بارے میں مالک بن حویرث نے بھی روائت کی،،

۷۵۲ — ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اُنھوں نے بصرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی اور کہا کہ اس شخص نے ہم کو وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اُنھوں نے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سر اُٹھاتے اور جب سر جھکاتے تو تکبیر کہتے تھے،،

۷۵۳ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَاِذَا انْصَرَفَ قَالَ اِنِّيْ لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۷۵۲ ـ شرح : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر رفع اور خفض میں اللہ اکبر کہنا سنت ہے اسی طرح نماز کے جمیع انتقالات میں اللہ اکبر کہنا مسنون ہے ،، اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تائید ہے کہ سر جھکاتے اور اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہے ،، اس سے آگے اور پیچھے نہ کہے ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا سر جھکاتے ہوئے اور اسی طرح سر اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور تکبیر اتنی لمبی کرے کہ رکوع کی حد تک پہنچ جائے۔ دراصل دونوں طرح جائز ہے۔ شرح المہذب میں کہا صحیح یہ ہے کہ تکبیر کو لمبا کرے ،، اسی پر عمل ہے ۔

اسماء رجال ۷۵۲ : ع۱ مالک بن حویرث حدیث ع۸۶ کے اسماء میں مذکور ہے ع۲ اسحاق واسطی ع۳ اور خالد الحذاء حدیث ع۳۰۵ کے اسماء میں مذکور ہیں ع۴ جریری کا نام سعید بن ایاس ہے ۔ ۱۴۴ ہجری میں فوت ہوئے ع۵ ابوالعلاء کا نام یزید بن عبداللہ شخیر ہے وہ عامری ہیں ایک سو گیارہ ہجری میں فوت ہوئے وہ مطرف سے روایت کرتے ہیں جو ۸۷ ہجری میں فوت ہوئے تھے ع۶ عمران بن حصین خزاعی ہیں ان کی کنیت ابونجید ہے ۔ فتح خیبر کے سال مسلمان ہوئے ۔ انھوں نے ایک سو اسی احادیث روایت کی ہیں ان میں سے بخاری نے ۱۲ ذکر کی ہیں ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں بصرہ بھیجا تھا تاکہ لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں ۔ وہ بصرہ میں قاضی بھی رہے ہیں انہیں فرشتے سلام کہا کرتے تھے ۔ حسن بصری نے کہا بخدا بصرہ میں ان سے اچھا سوار کوئی نہیں آیا ۔ وہ ۵۲ ہجری کو بصرہ میں فوت ہوئے ۔

۷۵۳ ـ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور جب بھی سر جھکاتے یا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا میں نماز کے اعتبار سے تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ ہوں ،،

۷۵۳ ـ شرح : یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سارے انتقالات میں تکبیر کہتے تھے اسی طرح ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے ۔ ابوہریرہ نے کہا میری نماز سید عالم

بَابُ اِتْمَامِ التَّكْبِيْرِ فِي السُّجُوْدِ

۷۵۴ ـ حَدَّثَنَا اَبُوْ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ ابْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ انا وعمران بْنُ حُصَيْنٍ فكان اذا سجد كبر واذا رفع راسه كَبَّرَ وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ اَخَذَ بِيَدِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تمام تکبیرات واجب ہیں۔ ان سے دوسری روایت اس کے خلاف ہے۔ جمیع انتقالات میں سے رکوع سے سر اُٹھاتے وقت تکبیر نہ کہنا مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس وقت "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا جاتا ہے، لہٰذا یہ حال بالاجماع مخصوص ہے۔

باب ـــ سجدہ میں تکبیر پوری کرنا

۷۵۴ ـــ ترجمہ: مطرف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اُٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے جب اُنھوں نے نماز پوری کر لی تو عمران بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اُنھوں نے مجھے محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز یاد دلادی ہے۔ یا یہ کہا کہ اُنھوں نے ہمیں محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز پڑھائی ہے"

۷۵۴ ـــ شرح: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر انتقال میں اللہ اکبر کہتے تھے۔ اس لئے عمران نے کہا اُنھوں نے ہمیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز پڑھائی ہے۔ سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہر رفع اور خفض میں اللہ اکبر کہنے میں اکثر آثار مروی ہیں اور سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا اور آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔ کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ مسئلہ ایسا ہے گویا کہ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

۷۵۵ــ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَّرَفْعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَوَلَيْسَ تِلْكَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُمَّ لَكَ

بَابُ التَّكْبِيرِ إِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ

۷۵۶ــ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ تَكْبِيرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مُوسٰى حَدَّثَنَا أَبَانٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ

اسماء رجال : ۷۵۳ : ع۱ ابو النعمان حدیث ع ، ع۲ حماد حدیث ع کے اسماء میں مذکور ہیں۔ ۷۵۴ : غیلان بن جریر ازدی ہیں۔ ۱۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔

۷۵۵ــ ترجمہ : حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایک شخص کو مقام ابراہیم کے پاس دیکھا کہ وہ ہر خفض اور رفع میں اللہ اکبر کہتا تھا۔ جب وہ کھڑا ہوتا اور جب سر جھکاتا تو اللہ اکبر کہتا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر دی تو اُنھوں نے کہا تیری ماں نہ رہے کیا یہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نہیں ؟

۷۵۵ــ شرح : یعنی یہ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی ہے، کیونکہ نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عکرمہ کی مذمت کی جبکہ وہ اس میں سنت سے جاہل تھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں

باب ــ سجدہ سے اُٹھتے وقت تکبیر کہنا

۷۵۶ــ ترجمہ : عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک شیخ

۷۵۷ — حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثِّنْتَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ

کے پیچھے نماز پڑھی۔ اُنھوں نے بائیس ۲۲ تکبیریں کہیں۔ میں نے ابن عباس سے کہا: یہ شیخ احمق ہے۔ ابن عباس نے کہا تیری ماں تجھے گم پائے۔ یہ سیّدنا ابوالقاسم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت ہے۔ موسیٰ نے کہا ہمیں ابان نے خبر دی اُنھوں نے کہا ہمیں قتادہ نے خبر دی قتادہ نے کہا ہمیں عکرمہ نے خبر دی!

۷۵۶ — شرح: امام طحاوی نے وضاحت کی ہے کہ عکرمہ نے جو نماز شیخ کے پیچھے پڑھی وہ چار رکعت والی نماز تھی، کیونکہ اتنی تکبیریں اسی نماز میں ہی پُوری ہوسکتی ہیں دو رکعت والی نماز میں گیارہ تکبیریں ہیں،، نیز امام طحاوی رحمۃ اللہ نے صراحت کی ہے کہ یہ شیخ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے،، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ (زجر و تشدید) عکرمہ کو اس لئے کی کہ اُس نے جلیل القدر شیخ ابوہریرہ کو نامناسب کلمہ کہا تھا،، موسیٰ امام بخاری کے شیخ ہیں۔

اسماء رجال ۳۵۵: عمرو بن عون اور ہشیم حدیث ۲۹۵ کے اسماء میں مذکور ہیں۔
۳ ابوبشر حدیث ۵۷ کے اسماء میں گزرے ہیں۔

اسماء رجال ۳۵۶: ابان بن یزید عطّار۔ موسیٰ نے ابان سے بھی روایت کی ہے۔ جیسے ہمام سے روایت کی ہے۔

۷۵۷ — ترجمہ [illegible] کہ انھوں نے ابوہریرہ کو یہ کہتے

بَابُ وَضْعِ الْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ فِى الرُّكُوْعِ

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِىْ اَصْحَابِهٖ اَمْكَنَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ

۷۵۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ يَعْفُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِىْ فَطَبَّقْتُ بَيْنَ كَفَّىَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخِذَىَّ فَنَهَانِىْ اَبِىْ وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهٗ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَاُمِرْنَا اَنْ نَضَعَ اَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ

ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر جس وقت رکوع سے سر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ،، کہتے پھر رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ،، کہتے ، حالانکہ آپ کھڑے ہوتے پھر جس وقت (سجدہ کرنے کے لئے) جھکتے تو تکبیر کہتے پھر جب سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جس وقت سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے ، پھر جب سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے تھے حتی کہ اسے پوری کر لیتے ، اور جس وقت دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کے بعد اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے "۔

۷۵۷۔ شرح : اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے کھڑا ہونے کے بعد تکبیر کہی جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رکوع کرتے وقت تکبیر کہی جاتی ہے ،، اس حدیث شریف میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کی دلیل ہے کہ امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ،، دونوں کہے ،، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا امام رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ،، نہ کہے۔ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ،، کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو ،، اور متن میں مذکور حدیث کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا نفلی نماز پڑھ رہے تھے ،، اگر کوئی شخص تنہا ، نماز پڑھے تو وہ تسمیع اور تحمید دونوں کہے گا۔ واللہ اعلم

باب۔ رکوع کی حالت میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا ،،

ابو حمید نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ :

بَابٌ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوْعَ

۷۵۹ — حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمٰنَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ رَاٰى حُذَيْفَةُ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَقَالَ مَا صَلَّيْتَ وَلَوْ مِتَّ مِتَّ عَلٰى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِيْ فَطَرَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۷۵۸ — ترجمہ: ابو یعفور رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے مصعب بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں نماز پڑھی، میں نے دونوں ہتھیلیاں ملائیں پھر ان کو دونوں رانوں کے درمیان رکھ لیا میرے باپ نے مجھے منع کیا اور کہا ہم اس طرح کرتے تھے پھر اس سے ہم کو منع کیا گیا، اور ہمیں یہ حکم کیا گیا کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

۷۵۸ — شرح: اس حدیث سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اور ان کے تلامذہ نے استدلال کیا کہ نمازی جب رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر انگلیوں کو بکھیر دے اور گھٹنوں کو پکڑنے کی شکل بنائے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِسْتَعِيْنُوْا بِالرُّكَبِ، یعنی رکوع وسجود میں گھٹنوں سے استعانت کرو۔ مقصد یہ ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑو، اور تطبیق یعنی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر گھٹنوں کے درمیان رکھنا منسوخ ہے، شیخ عبد الرزاق نے علقمہ اور اسود سے روایت کی کہ ہم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو انھوں نے تطبیق کی پھر ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو ہم نے تطبیق کی جب عمر فاروق نے سلام پھیرا تو کہا اس طرح ہم پہلے کرتے تھے پھر اس کو ترک کر دیا، واللہ اعلم!

۷۵۷ اسماء رجال: ؏۱ ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی ہیں ان کا فقہا سبعہ میں شمار ہوتا ہے۔ ان کا لقب راہب تھا۔ ۹۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے ؏۲ عبد اللہ بن صالح جہنی لیث کے کاتب تھے۔ ۲۲۳ ہجری میں فوت ہوئے۔

باب — جب رکوع پورا نہ کیا

۷۵۹ — ترجمہ [illegible]

بَابُ اِسْتِوَاءِ الظَّهْرِ فِي الرُّكُوْعِ

وَقَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ فِي اَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ

بَابُ حَدِّ اِتْمَامِ الرُّكُوْعِ وَالْاِعْتِدَالِ فِيْهِ وَالْاِطْمَانِيْنَةِ

۷۶۰ — حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَكَمُ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَاِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُوْدَ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَآءِ

رکوع وسجود مکمل نہ کرتا تھا تو حذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر تو اسی حال پر مر جائے تو اس طریقہ پر نہ مرے گا جو اللہ تعالیٰ نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو طریقہ بتایا ہے۔

اسماء رجال ۷۵۹: ع۱ سلیمان اعمش ہیں ع۲ زید بن وہب حدیث ۵۱۵ کے اسماء میں گزرے ہیں۔

باب — رکوع کی حالت میں پیٹھ برابر رکھنا

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا اور اپنی پیٹھ کو جھکا دیا۔"

باب — رکوع کو پورا کرنا اور اس میں اعتدال اور طمانینت وسکون کرنا۔

بَابُ اَمْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَہٗ بِالْاِعَادَۃِ

۷۶۱ـ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلّٰی ثُمَّ جَآءَ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ

۷۶۰ـ ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع سجود دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے (قومہ) قیام وقعود کے سب برابر ہوتے۔

۷۶۰ـ شرح: یعنی قرأت کے لئے قیام اور تشہد کے لئے سجود کے علاوہ رکوع وسجود جلسہ اور قومہ یہ سب قریبًا یکساں تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تفاوت تھا اور وہ ایک دوسرے سے لمبے تھے۔ معلوم ہوا کہ رکوع وسجود کی اصل حقیقت سے ان میں مکث زائد تھا۔ اور مکث کی زیادتی سے ان افعال میں اعتدال اور طمانیت ہوتی ہے۔

نیز اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نماز کے بعض ارکان بعض سے اطول ہیں

اسماء رجال ۔ ۱ بدل بن محبّر یربوعی بصری ہیں۔ ۲۱۵ ہجری میں فوت ہوئے ۲ حکم حدیث ۱۱۷ کے اسماء میں مذکور ہے ۳ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری کوفی ہیں۔ ان کے ساتھی ان کا بہت احترام کرتے تھے گویا امیر رہے ہیں ایک سو بیس ہجری میں فوت ہوئے۔ عبد الملک بن عمیر نے کہا میں نے ابن ابی لیلہ کے حلقہ میں صحابہ کی ایک جماعت دیکھی۔ جو ان سے حدیث نبویہ سنتے اور کان لگا کر سنا کرتے تھے۔ ۸۳ ہجری کو بصرہ کی نہر میں ڈوب پر شہید ہوئے۔

لَمْ تُصَلِّ ثَلٰثًا فَقَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُحْسِنُ غَیْرَهٗ فَعَلِّمْنِیْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَکَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَیَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ رَاکِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَعْتَدِلَ قَآئِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِیْ صَلَاتِكَ کُلِّهَا

باب — نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اس شخص کو نماز دہرانے کا حکم کرنا جس نے رکوع مکمل نہ کیا تھا،،

۷۶۱ — ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد شریف میں داخل ہوئے تو ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی پھر آپ کی خدمت میں آیا اور سلام کہا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے "علیک السلام،، فرمایا اور اسے کہا لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی،، اس نے نماز پڑھی پھر آیا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہا آپ نے فرمایا لوٹ جا اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی،، تین بار ایسا ہی ہوا،، اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں آپ مجھے سکھائیں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو پہلے تکبیر تحریمہ کہو پھر قرآن کریم سے جو بھی آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو پھر رکوع کرو حتّٰی کہ اطمینان سے رکوع کرو پھر سر اٹھاؤ حتی کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے ٹھہر کر سجدہ کرو پھر سر اٹھاؤ حتی کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو حتّٰی کہ اطمینان سے سجدہ کرو پھر اپنی ساری نماز میں اسی طرح کرو،،

۷۶۱ — شرح : ثَلَاثًا،، کا متعلق فَصَلِّ، جَاءَ اور سَلَّمَ ہے یعنی سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین بار کلام فرمایا آپ نے اسے نماز لوٹانے کے لئے اس لئے فرمایا کہ اس نے رکوع وسجود پورا نہ کیا تھا،، حدیث شریف میں اگرچہ رکوع وسجود کے ناقص ادا کرنے کا ذکر نہیں مگر یہ نماز کے عظیم تر رکن ہیں ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس لئے ظاہر یہی ہے کہ اس شخص نے رکوع وسجود پورا نہ کیا تھا اسی لئے آپ نے اسے نماز کے اعادہ کا حکم فرمایا۔ حدیث ۷۲۶ کے ترجمہ میں اس سے متعلق مباحث مذکور ہیں

بَابُ الدُّعَآءِ فِی الرَّکُوْعِ

۷۶۲ ـ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهٖ وَسُجُوْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ

باب ـ رکوع میں دُعاء کرنا ،،

۷۶۲ ـ ترجمہ : ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع وسجود میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ کہتے تھے ،،

۷۶۲ ـ شرح : سُبْحَانَكَ ،، مفعول مطلق ہے اس کا عامل واجب الحذف ہے وہ سَبَّحْتُ ہے یہ تسبیح کا علم ہے اس کا معنی نقائص سے تنزیہہ ہے ،، علم کو جب نکرہ کیا جائے تو وہ مضاف ہوسکتا ہے جیسے اَکْوَعُنَا ،، الحاصل علم ذاتی مضاف نہیں ہوتا علم وصفی مضاف ہوتا رہتا ہے قاضی مُبارک کے حواشی میں ہم نے اس کی پُوری تحقیق کی ہے !

وَبِحَمْدِكَ ،، میں واؤ حالیہ ہے اور حمد کا مجازی معنی مراد ہے اور وہ توفیق و ہدایت ہے ،، عبارت کی تقدیر یہ ہے : سَبَّحْتُ بِتَوْفِیْقِكَ وَهِدَایَتِكَ لَاحَوْلِیْ وَتَوْفِیْقِیْ ،، یعنی میں تیری توفیق اور ہدایت سے تسبیح کرتا ہوں میری اپنی توفیق وطاقت کوئی شئی نہیں ـ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ،، حالانکہ آپ مغفور ہیں ،، وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ،، عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا اور مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ،، کے مصداق ہیں ـ آپ نے فرمایا میں سب سے پہلا جنّت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ میرا استقبال کرے گا ،، مگر اس قسم کی دُعاؤں سے آپ کا مقصد اظہارِ عبودیت وشکر اور طلب دوام ہے تاکہ امت اس کا امتثال کرے اور یہ دُعا در رکوع وسجود میں اس لئے فرماتے تھے کہ ان میں خشوع وخضوع نماز کے دوسرے ارکان کی نسبت زیادہ ہے ،، امام ابوحنیفہ ، ابو یوسف ، محمد اور ایک روایت میں امام احمد نے کہا کہ نمازی کے لئے مسنون یہ ہے کہ کم ازکم رکوع میں تین بار ،، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور سجود میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ،، کہے اس سے کم نہ کرے زیادہ جتنا چاہے کرے ،، یہ فرض نماز میں ہے نفل نماز میں جس قدر چاہے دُعائیں کرے [illegible] ،،

بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

۷۶۳ـ حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ

بَابُ فَضْلِ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

۷۶۴ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ

امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا رکوع وسجود میں یہ ذکر سنت ہے اگر اس کو ترک کر دیا تو نماز صحیح ہے اور قصداً ترک کرنا مکروہ ہے۔ امام احمد کے نزدیک واجب ہے سہواً ترک کرنے سے سجدہ سہو کرنا ہوگا!
(ابو الضحیٰ کوفی عطار تابعی ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کی دورِ خلافت میں فوت ہوئے)

باب ـ امام اور جو لوگ امام کے پیچھے ہوں وہ جب سر اُٹھائیں تو کیا کہیں؟

۷۶۳ ـ ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ " کہتے تو فرماتے " اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ "، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر مبارک اُٹھاتے تو اللہ اکبر" فرماتے اور جب دو سجدے کر کے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر فرماتے۔

۷۶۳ ـ شرح : بعض روایات میں رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ہے مگر حدیث میں مذکور اَوْلیٰ ہے؛

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلَائِکَۃِ غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔

کیونکہ "اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا" دراصل "یَا اللّٰہُ یَا رَبَّنَا" ہے۔ حرفِ نداء اس میں مکرر ہے۔"

ترجمۃ الباب میں دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ امام کیا کہے دوسری یہ کہ مقتدی کیا کہے، مذکور حدیث صرف پہلے جزء پر دلالت کرتی ہے۔ دوسرے جزء پر دلالت اس طرح ہے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے" اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام رکوع سے سر اٹھا کر جو کچھ کہے مقتدی اس میں اس کی موافقت کریں۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنے کی فضیلت"

۷۶۴ — ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو اس کے پہلے سارے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔

۷۶۴ — شرح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" نہ کہے اور مقتدی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ نہ کہے، کیونکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تسمیع و تحمید کو تقسیم فرمایا اور تسمیع امام کے لئے اور تحمید مقتدی کے لئے ہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔ بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مذکور حدیث کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں تکبیر کہتے تھے۔ جبکہ اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو فرماتے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، پھر فرماتے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ قنوت پر محمول ہے، کیونکہ اس نماز میں آپ نے کفار کی ہلاکت اور کمزور مسلمانوں کے لئے نجات کے لئے دعاء فرمائی تھی۔ الحاصل سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے جب تسمیع و تحمید دونوں منقول ہیں تو وہ منفرد نماز پر محمول ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے کہ وہ تسمیع و تحمید کو حالتِ انفراد پر محمول کرتے ہیں۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

باب ٧٦٥ ــــ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ صَلٰوةَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِى الرَّكْعَةِ الْاٰخِرَةِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَصَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَيَدْعُوْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ

باب

٧٦٥ ــــ ترجمہ : ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تمہارے قریب کرتا ہوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر، عصر، عشاء اور صبح کی نمازوں کی آخری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ "کہنے کے بعد دعاءِ قنوت پڑھتے مومنوں کے لئے دُعاء اور کافروں پر لعنت کرتے"

٧٦٥ ــــ شرح : اس حدیث سے بعض علماءِ کرام نے استدلال کیا کہ مذکور نمازوں میں دُعاء قنوت پڑھی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب میں قنوت صرف وتر کی نماز میں رکوع سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ سیدنا عمر فاروق، علی المرتضیٰ، ابن مسعود، ابوموسیٰ عشری براء بن عازب، عبداللہ بن عمر، ابن عباس، انس اور بیشتر تابعی علماء کا مذہب بھی یہی ہے اور حدیث میں مذکور قنوت منسوخ ہے۔ امام طحاوی نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ بھر عُصَیَّہ، ذکوان کے لئے بددعاء کرتے رہے اور جب مسلمانوں کو غلبہ ہوگیا تو دُعاء قنوت ترک کردی"، اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قنوت نہ پڑھتے تھے حالانکہ اُنھوں نے قنوت کی روائت کی تھی اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قنوت کی روائت کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ "، نازل فرمائی تو قنوت کو منسوخ کردیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے بھی دُعائے قنوت کی روائت کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مذکور آیت نازل کرکے اس کو منسوخ کردیا"، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صبح کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ ان کو اس آئت کے نزول کا علم نہ ہُوا تھا اس لئے اُنھوں نے جو کچھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا وہ کرتے رہے اور عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کو اس آیت کے نزول کا علم ہُوا ان کو معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائے قنوت پڑھنا منسوخ ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

۷۶۶ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّآءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوْتُ فِی الْفَجْرِ وَ الْمَغْرِبِ

۷۶۷ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيٰى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِیِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّیْ وَرَآءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی"

۷۶۶ ـ ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قنوت مغرب اور فجر کی نماز میں پڑھی جاتی تھی"

۷۶۶ ـ شرح : اس روائت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قنوت مغرب اور فجر کی نمازوں میں تھی پھر منسوخ ہوگئی" اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ قنوت پڑھی پھر ترک کر دی" حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ عموم ثابت ہے لہٰذا یہ تمام نمازوں کو شامل ہے اور کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جاتی ہے اور فجر کی نماز کی تخصیص بلا دلیل ہے" اور یہ حدیث کہ انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے حتیٰ کہ وفات فرما گئے" جیسا کہ دارقطنی نے اپنی سنن میں عبدالرزاق کے طریق سے ذکر کیا ہے اور اسحاق بن راہویہ نے اسے اپنی مسند میں ابن جوزی نے علل میں ذکر کیا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ؛ کیونکہ اس کے اسناد میں ابوجعفر رازی عیسیٰ بن ماہان ضعیف ہے۔ ابن حبان نے کہا یہ منکر حدیثیں روائت کرتا ہے" طبرانی نے اپنی معجم میں عبداللہ بن محمد سے روائت کی کہ غالب بن فرقد طحان نے کہا میں انس بن مالک کے پاس دو ماہ رہا وہ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے" معلوم ہوا کہ قنوت منسوخ ہے اگر منسوخ نہ ہوتی تو حضرت انس اس کو پڑھنا نہ چھوڑتے"

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ابوجعفر رازی کی حدیث ضعیف نہیں تو اس روائت کی تاویل ضروری ہے تاکہ حضرت انس سے منقول دوسری روایات سے اس کا اتفاق ہو جائے اور وہ یہ کہ ابوجعفر کی روائت میں قنوت سے مراد طولِ قیام ہے ؛ کیونکہ لفظ قنوت دعاء، طاعت، قیام، خشوع اور سکوت وغیرہ میں مشترک ہے۔

۷۶۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رِفَاعَةَ ابْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَآءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلٰثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ

حدیث شریف میں ہے" اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ الْقُنُوْتُ " یعنی افضل نماز وہ ہے کہ اس میں قیام لمبا ہو۔ واللہ اعلم!
(عبداللہ بن محمد بن ابی الاسود حافظ بصری ہیں۔ ۲۲۳ ہجری میں فوت ہوئے)

۷۶۷ — ترجمہ: رفاعہ بن رافع زرقی نے کہا ایک روز ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے رکوع سے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ " پیچھے کھڑے ایک شخص نے کہا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ "، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا یہ کلمات کہنے والا کون ہے؟ اس نے کہا میں ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے ہیں کہ وہ ان کو پکڑنے میں جلدی کر رہے تھے کہ ان میں سے کون اس کو جلدی لکھتا ہے۔

۷۶۷ — شرح: یعنی ہر ایک فرشتہ ان کلمات کے لکھنے میں دوسرے فرشتہ سے جلدی کرتا تھا تاکہ ان کو پہلے لکھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرے۔ معلوم ہوا کہ ان کلمات کی عظمت بہت بڑی ہے " دراصل قنوت کا معنی طاعت ہے اور نماز میں قیام کو قنوت کہا جاتا ہے۔ پھر عرف میں مشہور دعا میں مخصوص ہوگیا " امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ نماز میں اعتدال کے پیش نظر قیام کی تطویل جائز ہے " ابن بطال نے کہا اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا ذکر مساجد میں بلند آواز سے جائز ہے " اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں چھینک لینے والا اللہ کی حمد کر سکتا ہے " کیونکہ یہ کسی کے جواب میں نہیں لیکن اگر کسی دوسرے نے نماز میں " یَرْحَمُکَ اللّٰہُ " کہہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی! کیونکہ یہ لوگوں کا کلام ہے " معلوم ہوا کہ نماز میں چھینک کا جواب دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

بَابُ الطُّمَانِيْنَةِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ

وَقَالَ اَبُوْحُمَيْدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَوٰى حَتّٰى يَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ

۷۶۸ — حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَنْعَتُ لَنَا صَلٰوةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَامَ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ نَسِيَ

۷۶۹ — حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِيْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كَانَ رُكُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُجُوْدُهٗ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيْبًا مِّنَ السَّوَآءِ

۷۶۷ — اسماء رجال نُعیم بن عبداللہ المجمر حدیث ۱۳۶ کے اسماء میں مذکور ہیں ۲ علی بن یحییٰ بن خلاد بن رافع زرقی انصاری مدنی ہیں ۱۲۹ ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کے والد یحییٰ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی دی تھی وہ اپنے چچا رفاعہ بن رافع بن مالک زرقی سے روایت کرتے ہیں تمام جنگوں میں شریک رہے چوبیس حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے امام بخاری نے تین ذکر کی ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہوئے۔

باب — رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا

ابو حمید نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اُٹھایا اور سیدھے کھڑے رہے حتّٰی کہ پیٹھ کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر آ گیا ،،

۷۶۸ — ترجمہ : ثابت سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے نبی کریم

٧٧٠ ـ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ فَقَامَ فَأَمْكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَمْكَنَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَنْصَتَ هُنَيَّةً قَالَ فَصَلَّى بِنَا صَلٰوةَ شَيْخِنَا هٰذَا أَبِي يَزِيدَ وَكَانَ أَبُو يَزِيدَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ اسْتَوٰى قَاعِدًا ثُمَّ نَهَضَ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے وصف بیان کرنے کے لئے نماز پڑھتے تھے جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو کھڑے رہتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ انس سجدہ میں جانا بھول گئے ہیں۔

٧٦٩ ـ شرح : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع، سجود، جب رکوع سے سر اُٹھاتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا قریب برابر تھا۔

٧٧٠ ـ ترجمہ : ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مالک بن حویرث ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت دکھاتے تھے۔ یہ فرض نماز کا وقت نہ تھا، چنانچہ مالک بن حویرث کھڑے ہوئے اور اطمینان سے قیام کیا پھر رکوع کیا تو اطمینان سے رکوع کیا پھر رکوع سے سر اُٹھایا تو کچھ دیر خاموش کھڑے رہے۔ ابو قلابہ نے کہا مالک بن حویرث نے ہمارے اس شیخ ابو یزید کی نماز جیسی نماز پڑھی اور ابو یزید جب آخری سجدہ سے سر اُٹھاتے تو آرام سے بیٹھ کر پھر کھڑے ہوتے تھے!

٧٦٨ ـ ٧٦٩ ـ ٧٧٠ ـ شرح : باب کی تینوں احادیث سے ظاہر ہے کہ رکوع، قومہ، سجود اور جلسہ میں تعدیل ہے مگر احناف کے نزدیک یہ فرض نہیں۔ امام مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ امام شافعی اور احمد رضی اللہ عنہما کے مذہب میں یہ فرض ہے،، امام ابو یوسف بھی یہی کہتے ہیں "
(حدیث ٦٧٢ کے ترجمہ میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم!

بَابُ يَهْوِي بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ

۷۷۱ـــ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَأَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ

باب ـــ جب سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے جھکے

اور نافع نے کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھٹنے ٹیکنے سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے تھے ،،

۷۷۱ ـــ ترجمہ : زہری نے کہا کہ ابوبکر بن عبدالرحمان نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہر فرض نماز اور اس کے سوا رمضان اور غیر رمضان کی نماز میں تکبیر کہتے تھے ، چنانچہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے پھر کہتے سمع اللہ لمن حمدہ پھر سجدہ کرنے سے پہلے کہتے ربنا ولک الحمد ،، پھر جب سجدہ کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر ،، کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے ،، پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے ہر رکعت میں اس طرح کرتے حتیٰ کہ

هٰذِهٖ لَصَلَاتُهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَا وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهٗ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُوْ لِرِجَالٍ فَيُسَمِّيْهِمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ ابْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِىْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِىْ يُوْسُفَ وَاَهْلُ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مِنْ مُضَرَ مُخَالِفُوْنَ لَهٗ

سے فارغ ہوجاتے پھر جب نماز سے پھرتے تو کہتے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم سب لوگوں میں میری نماز جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے،، یقیناً آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نماز اسی طرح تھی حتیٰ کہ دُنیا کو داغِ مفارقت دے گئے،،

ابوبکر اور سلمہ دونوں نے کہا کہ ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب رکوع سے سر مبارک اُٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ،، اور ربنا ولک الحمد،، فرماتے جبکہ لوگوں کے لئے دُعاء فرماتے اور ان کے نام ذکر کرتے پس فرماتے اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو نجات دے اور مضر کے کافر پر سخت تنگی کر اور وہ ان پر یوسف (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کے زمانہ میں قحط سالی جیسی کر،، اس روز مشرق والے اور مضر کے کافر آپ کے سخت مخالف تھے!

۱۱۷۷ — **شرح** : یعنی رکوع سے اُٹھنے کے سوا ہر خفض اور رفع میں تکبیر کہی جاتی ہے اور "لفظ حین،، سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر ان حرکات سے مقارن ہونی چاہیئے اور جب رکوع کو جانے لگے تو تکبیر میں شروع ہو اور حدِ رکوع کو پہنچنے تک اسے لمبا کرے پھر رکوع میں تسبیحات رکوع پڑھے اور جب سجدہ کو جھکنے لگے تو تکبیر شروع کرے اور زمین پر پیشانی رکھنے تک اُسے لمبے کرے اور سجدہ میں سجدہ کی تسبیحات پڑھے رکوع سے اُٹھتے وقت تسمیع شروع کرے اور اطمینان سے کھڑا ہونے تک اسے لمبا کرے اگر امام ہے تو صرف تسمیع کہے تحمید نہ کہے اگر منفرد اور تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دونوں کہے اور مذکور حدیث منفرد پر محمول ہے جبکہ اس میں ابوہریرہ نے تسمیع و تحمید دونوں ذکر کی ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا نماز کے آداب سے یہ ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھنے سے پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے اور پیشانی رکھنے سے پہلے دونوں ہاتھ رکھے اور ناک سجدہ گاہ پر لگانے سے پہلے پیشانی رکھے اور سجدہ کو جاتے وقت جو عضو نیچے کے

۷۷۲ـ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیٰنُ غَیْرَ مَرَّۃٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ سَقَطَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ وَّرُبَّمَا قَالَ سُفْیٰنُ مِنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّہُ الْاَیْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَیْہِ نَعُوْدُہٗ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَصَلّٰی بِنَا قَاعِدًا وَّقَعَدْنَا وَقَالَ سُفْیٰنُ مَرَّۃً صَلَّیْنَا قُعُوْدًا فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا وَکَذَا جَآءَ بِہٖ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ کَذَا قَالَ الزُّھْرِیُّ وَلَکَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّہِ الْاَیْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّھْرِیِّ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ وَّاَنَا عِنْدَہٗ فَجُحِشَ سَاقُہُ الْاَیْمَنُ

کے قریب ہے پہلے وہ رکھے اور سجدہ سے اُٹھتے وقت جو آسمان کے زیادہ قریب ہے وہ پہلے اُٹھائے، چنانچہ پہلے چہرہ پھر دونوں ہاتھ پھر دونوں گھٹنے اُٹھائے،،

مذکور دعاء قنوت لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ ،،کے نزول کے بعد منسوخ ہوگئی تھی۔ حدیث ۷۶۶ کے ترجمہ میں تفصیل گزری ہے ،،

۷۷۲ ـــ ترجمہ : زہری نے کہا میں نے انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کی دائیں کروٹ چھل گئی۔ ہم آپ کی عیادت کرنے حاضر خدمت ہوئے اور نماز کا وقت ہوگیا تو آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی ہم بھی بیٹھ گئے۔ ایک دفعہ سفیان نے کہا ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپ نے نماز ادا فرمالی تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ رکوع سے اُٹھے تم بھی اٹھو جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لک الحمد کہو جب سجدہ کرے تم سجدہ کرو سفیان نے کہا کیا معمر نے اس جیسی روایت کی ہے ؟ میں نے (علی بن عبداللہ) کہا جی ہاں ! سفیان نے کہا معمر نے درست حفظ کیا ہے،، ایسا ہی زہری نے وَلَکَ الْحَمْدُ کہا ہے،، میں نے زہری سے مِنْ شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حفظ کیا ہے جب ہم زہری کی مجلس سے باہر نکلے تو ابن جریج نے کہا جبکہ میں اس کے پاس تھا فَجُحِشَ

بَابُ فَضْلِ السُّجُوْدِ

۷۷۳ ــ حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ یَزِیْدَ اللَّیْثِیُّ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَخْبَرَھُمَا اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ قَالَ ھَلْ تُمَارُوْنَ فِی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ لَیْسَ دُوْنَہٗ سَحَابٌ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَھَلْ

سَاقَہُ الْاَیْمَنُ " آپ کی دائیں پنڈلی پر خراش آگئی "

۷۷۲ ــ شرح: یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام کو بھی بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور آپ کے پیچھے صحابہ نماز میں کھڑے تھے حدیث ۷۰۱، ۷۰۲ کے ترجمہ میں اس حدیث کی وضاحت گزری ہے! قولہ قَالَ سفیان الخ " یعنی سفیان نے مدینی علی بن عبداللہ سے کہا کیا جو میں نے روایت کی ہے اس جیسی روائت معمر نے بھی کی ہے؟ علی بن عبداللہ نے کہا جی ہاں! سفیان نے کہا معمر نے زُہری سے صحیح حفظ اور ضبط کیا ہے۔

قولہ کذا قَالَ الزُّھْرِیُّ الخ یعنی جیسا معمر نے واؤ کے ساتھ کہا زہری نے بھی وَلَکَ الْحَمْدُ " واؤ کے ساتھ کہا ہے " یہ کذا قالَ کا بیان ہے یعنی معمر نے صحیح ضبط کیا ہے جیسا کہ زہری نے "واؤ" کے ساتھ ذکر کیا ہے یاد رہے کہ امام بخاری کے شیخ علی بن عبداللہ نے اس حدیث کو سُفیان بن عُیینہ سے روائت کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اس کو معمر سے بھی روائت کیا ہے " سفیان بن عیینہ نے علی بن عبداللہ سے سوال کر کے اپنی روایت کی یوں تقریر کی کہ معمر نے اس کی موافقت کی ہے! قولہ حفظت الخ یعنی سفیان نے کہا میں نے زہری سے یہ ضبط کیا ہے کہ انہوں نے کہا فَجُحِشَ شِقُّہُ الْاَیْمَنُ " اور جب ہم وہاں سے باہر گئے تو عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج نے کہا فجحش ساقُہُ الْاَیْمَنُ " زُہری نے کہا کہ میں ان کے پاس موجود تھا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سفیان کا مقولہ ہو ابن جریج کا مقولہ نہ ہو اس وقت وَاَنَا عِنْدَہٗ " میں ضمیر کا مرجع ابن جریج ہوگا زہری نہ ہوگا!

اسماءِ رجال: ولید بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ مخزومی ہیں۔ خالد بن ولید کے بھائی ہیں۔ بدر میں کافر گرفتار ہوئے اور فدیہ ادا کرنے کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ فدیہ ادا کرنے سے پہلے کیوں نہیں اسلام قبول کیا تو انھوں نے کہا میں یہ اچھا نہ جانتا تھا کہ بےقراری میں اسلام قبول کروں وہ مکہ مکرمہ میں محبوس ہوئے۔ پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے کفار کی قید سے

تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ
يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ فَمِنْهُمْ مَنْ
يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوَاغِيْتَ
وَتَبْقٰى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ
هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ
فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ
ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِأُمَّتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ
أَحَدٌ إِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلُ
شَوْكِ السَّعْدَانِ هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهَا مِثْلُ
شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ النَّاسَ
بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوبَقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُو حَتّٰى إِذَا أَرَادَ

رہائی پائی اور آپ کے پاس آگئے۔ ع۲ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ ابوجہل ملعون کے بھائی ہیں وہ قدیم الاسلام ہیں۔ اسلام کے سبب انہیں بہت عذاب دیا گیا اور کفار نے انہیں مدینہ منورہ جانے سے سختی سے منع کیا۔ ۱۴ ہجری کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوگئے
ع۳ عیاش بن ابی ربیعہ عمرو بن مغیرہ جو اوپر مذکور ہیں۔ یہ بھی ابوجہل ملعون کے اخیافی بھائی ہیں۔ وہ قدیم الاسلام ہیں ابوجہل نے انہیں مکہ مکرمہ میں قید کر رکھا تھا۔ شام کی جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ یہ تینوں مغیرہ کی اولاد میں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا چچا ہے۔

باب ۴ — سجدہ کی فضیلت

۷۷۳ — ترجمہ: سعید بن مسیب اور عطاء بن لیثی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

اللّٰہُ رَحْمَةَ مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اَمَرَ اللّٰہُ الْمَلَآئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰہَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰہُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَأْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرَجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَاءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰہُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلًا بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَشَبَنِيْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِيْ ذَكَآؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فُعِلَ ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِى اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَشَآءُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللّٰہُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ رَاٰى بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ يَّسْكُتَ

نے خبر دی کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے روز دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم چودھویں رات کا چاند جس کے آگے بادل نہ ہو کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ اُنھوں نے کہا جی نہیں یا رسول اللہ! فرمایا کیا تم سورج جس کے آگے بادل نہ ہو، کے دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ اُنھوں نے کہا جی نہیں! فرمایا تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے قیامت کے دن لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو شخص جس کسی کی عبادت کرتا تھا وہ اس کی متابعت کرے لوگوں میں سے بعض سورج کی متابعت کریں گے ان میں سے بعض چاند کی اور بعض طواغیت کی مطابعت کریں گے ،، صرف یہ امت رہ جائے گی اس میں منافق لوگ بھی ہوں گے ان کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا اور کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے یہ ہماری جگہ ہے (ہم یہاں رہیں گے) حتیٰ کہ ہمارے پاس رب آئے گا ،، جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے ،، اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے بے شک تو ہمارا رب ہے ،، اللہ تعالیٰ اُن کو بلالے گا اور جہنم کے درمیان پل صراط رکھا جائے گا۔ تمام رسولوں میں سے سب سے پہلے میں اپنی امت لے کر گزروں گا اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی شخص کلام نہ کرے گا ،، اور اس روز

ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ الْعُهُودَ
وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ
فَيَقُولُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيْتَ ذٰلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ
غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا
بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ
فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَيْحَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ أَلَيْسَ
قَدْ أَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيْتَ فَيَقُولُ يَا رَبِّ
لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ فَيَضْحَكُ اللّٰهُ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ تَمَنَّ
فَيَتَمَنَّى حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمْنِيَّتُهُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ زِدْ مِنْ كَذَا وَكَذَا
أَقْبَلَ يُذَكِّرُهُ رَبُّهُ حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ
وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذٰلِكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْفَظْهُ مِنْ

رسولوں کا کلام "اللّٰھم سلّم سلّم" ہوگا (اے اللہ بچائیو، بچائیو) دوزخ میں سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکڑے ہوں گے کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ نے عرض کی جی ہاں! فرمایا وہ آنکڑے سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے مگر ان کی جسامت کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑیں گے ان میں سے بعض لوگ اپنے عمل کے باعث ہلاک ہوجائیں گے اور چکنا چور ہو کر بچ رہیں گے اور نجات پائیں گے، حتیٰ کہ جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے جس پر رحمت کا ارادہ کرے گا فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اس کو دوزخ سے نکالو وہ ان کو دوزخ سے نکالیں گے جبکہ وہ ان کو آثارِ سجود سے پہچانیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر آثار سجود کو [illegible] کھانا حرام کردیا ہے، وہ دوزخ سے لوگوں کو نکالیں گے، سجدہ کے نشان کے سوا سارا آدمی آگ کھا جائے گی لوگ دوزخ سے نکلیں گے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَہٗ لَکَ ذٰلِکَ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ اِنِّیْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ ذٰلِکَ لَکَ وَعَشَرَۃُ اَمْثَالِہٖ

حالانکہ وہ کالے سیاہ ہو چکے ہوں گے پھر ان پر آبِ حیات ڈالا جائے گا اور وہ اُبھر آئیں گے جیسے سیلاب کے خس و خاشاک میں دانہ اُگتا ہے ،، پھر اللہ تعالیٰ لوگوں میں فیصلے کر کے فارغ ہوگا اور جنت و دوزخ کے درمیان ایک مرد باقی رہ جائے گا وہ شخص آخری دوزخی ہوگا جو جنت میں داخل ہوگا وہ اپنا چہرہ دوزخ کی طرف کئے ہوئے ہوگا اور کہے گا اے میرے پروردگار میرا چہرہ آگ سے پھیر دے مجھے اس کی بدبو نے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی گرمی کی تیزی نے مجھے جلا کر رکھ دیا ہے ،، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر ایسا کر دیا گیا تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی سوال کریگا؟ وہ کہے گا ہرگز سوال نہ کروں گا۔ مجھے تیری عزت و جلال کی قسم! جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ اس کو وعدے اور میثاق دے گا ،، اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ سے پھیر دے گا ،، جب وہ جنت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کی رونق دیکھے گا تو اتنی دیر خاموش رہے گا جتنی دیر اللہ تعالیٰ اس کا خاموش رہنا چاہے گا ،، پھر کہے گا اے میرے رب! مجھے جنت کے دروازہ کے قریب کر دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے مجھے عہد و پیمان نہیں دیئے کہ جو تو نے سوال کیا ہے اس کے سوا کوئی سوال نہ کرے گا وہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے بڑا بدبخت نہیں ہوں (کافر نہیں ہوں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا ایسا کہے گا کہ اگر تجھے جنت کے دروازہ کے پاس کر دیا جائے پھر اور کوئی سوال نہ کرے ،، وہ شخص کہے گا تیری عزت کی قسم! اس کے علاوہ کوئی سوال نہ کروں گا وہ اپنے رب کو عہد و پیمان دے گا جو بھی وہ چاہے گا ، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازہ کے آگے کر دے گا ؛ جب وہ جنت کے دروازے تک پہنچے گا اور جنت کی رونق اور اس کی تروتازگی اور سرور دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ تعالیٰ چاہے گا اتنی دیر وہ خاموش رہے گا پھر کہے گا اے اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا افسوس اے ابن آدم ،، تو کس قدر وعدہ خلاف ہے کیا تو نے عہد و پیمان نہیں دیئے کہ جو کچھ دیا جائے تو اس کے سوا کوئی اور سوال نہ کرے گا وہ شخص کہے گا اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدبخت نہ کر ،، اس پر اللہ تعالیٰ ضحک فرمائے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے گا اور فرمائے گا آرزوئیں کر وہ آرزوئیں کرتا رہے گا۔ حتیٰ کہ جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ بھی آرزو کر یہ بھی آرزو کر اس کا رب اس کو آرزوئیں یاد دلائے گا حتیٰ کہ اس کی تمام خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اور اس کے ساتھ اس کی مثل تیرے لئے ہے۔ ابوسعید خدری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ اور اس کی دس مثلیں تیرے لیے ہیں ،، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف یہی کلام محفوظ رکھا ہے کہ یہ اور اس کی

مثل تیرے لئے ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تیرے لئے یہ اور اُس کی دس مثلیں ہیں "

۷۷۳ — **شرح** : یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی شک وشبہ کے بغیر اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھو گے اگرچہ کسی شئ کو دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ چیز دیکھنے والے کے سامنے ہو نہ زیادہ دُور ہو اور نہ ہی زیادہ قریب ہو اور دیکھنے والے کی آنکھ سے شعاع نکلے جو اسی شئ پر پھیل جائے مگر یہ امور رُؤیت کے لئے عادۃً لازم ہیں عقلاً لازم نہیں۔

طَوَاغِیْت " طاغوت کی جمع ہے شیطان اور ہر گمراہ سردار کو طاغوت کہا جاتا ہے " یہ منقلب ہو کر طغیٰ سے مشتق ہے جادوگر، کاہن اور سرکش اہلِ کتاب پر طاغوت کا اطلاق ہوتا ہے " قیامت میں سب لوگ اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ صرف یہ اُمّتِ مرحومہ باقی رہ جائے گی ان میں منافق بھی چھپے ہوں گے جیسے دُنیا میں مسلمانوں میں چھپ کر رہتے تھے تاکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مستفید ہوں مگر بعد میں ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کر دیا جائے گا اور وہ قیامت میں حوضِ کوثر سے دُور کئے جائیں گے " مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ آئے گا " اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہماری نظروں اور اللہ تعالیٰ کی رؤیت کے درمیان حجاب اُٹھا دیا جائے گا " کیونکہ حرکت اور انتقال جسم کی صفت ہے اللہ تعالیٰ ایسے صفات سے پاک ہے " لہٰذا اللہ تعالیٰ کے آنے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے اپنی ذاتِ کریمہ ظاہر فرمائے گا " منافق اس عظیم نعمت سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں میں اپنی معرفت کا ضروری علم پیدا کر دے گا یا وہ دُنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کی بتائی ہُوئی صفت سے پہچان لیں گے کہ یہی حق تعالیٰ ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قیامت کے روز تمام علوم مومنوں کے لئے بدیہی ہو جائیں " اور انہیں اللہ تعالیٰ کے پہچاننے میں کوئی پریشانی لاحق نہ ہو پلصراط جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہو گا جہنم کے بیچ میں رکھا جائے گا اس پر فرشتے ہوں گے جو لوگوں سے سات مقامات میں سوال پوچھیں گے اور ان سے نماز، زکوٰۃ، صیامِ رمضان، حج، عمرہ، وضوء اور غسلِ جنابت یہ سات خصلتیں پوچھیں گے "

حدیث میں آثارِ سجود سے مراد سات اعضاء ہیں جن پر سجدہ کرنے کا حکم ہے " مَاءُ الْحَیَات " وہ پانی ہے جو کوئی اسے پی لے یا وہ اس پر گرایا جائے تو وہ کبھی نہیں مرتا بلکہ مردہ بھی زندہ ہو جاتا ہے جیسے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے ناشتہ کی مچھلی پکی ہُوئی ماء الحیات کے چشمہ کا قطرہ پڑنے سے زندہ ہو گئی تھی "

اللہ تعالیٰ کے ضحک سے مراد اس کی رضاء ہے کیونکہ ضحک کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے غیر متصور ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ قیامت میں مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ قرآن کریم میں ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ " یعنی قیامت کے دن چہرے بارونق اپنے رب کو دیکھیں گے " کیونکہ نظر کے ساتھ جب چہرہ مذکور ہو تو اس سے آنکھ کی نظر مراد ہوتی ہے اور جب اس کے ساتھ دل مذکور ہو تو

بَابٌ یُبْدِی ضَبْعَیْهِ وَیُجَافِی فِی السُّجُوْدِ

۷۷۴ ـ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَکْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَیْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْهِ حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْهِ وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَةَ نَحْوَهٗ

یقین مراد ہوتا ہے،،

اہل سُنّت وجماعت اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا صحیح ہے،، مگر یہ رویت اجسام کی رویت سے مختلف ہے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ،، میں اللہ تعالیٰ کو ابصار کا احاطہ کر لینے کی نفی ہے اس سے مطلقاً رویت کی نفی نہیں ہوتی ہے،، یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز بہترین عمل ہے کیونکہ اس میں سجدہ ہے اور سجدہ کی حالت میں مومن اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہوتا ہے۔

باب ـ نمازی سجدہ میں دونوں بازو ظاہر کرے اور پیٹ کو رانوں سے دُور رکھے

۷۷۴ ـ ترجمہ : عبداللہ بن مالک بن بُحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب نماز پڑھتے تو سجدہ میں دونوں ہاتھ پہلوؤں سے دُور رکھتے حتیٰ کہ آپ کی دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی!

لیث نے کہا مجھے جعفر بن ربیعہ نے اس جیسی خبر دی!

۷۷۴ ـ شرح : سجدہ میں دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح تفریج کرنا کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جائے بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے دُور کرنے سے ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ حدیث باب کے عنوان کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم!

بَابُ يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ

قَالَهُ اَبُوْحُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ اِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُوْدَهُ

۷۷۵۔ حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهُ وَلَا سُجُوْدَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مَا صَلَّيْتَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ وَلَوْ مُتَّ مُتَّ عَلٰى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب سجدہ میں اپنے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے

ابوحمید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے روایت کیا ہے

شرح : سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے! ابوحمید ساعدی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ سجدہ میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ میں انگلیوں کے پیٹ زمین پہ لگنے ضروری ہیں ؟

باب جب سجدہ مکمل نہ کیا

۷۷۵ ترجمہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع وسجود پورا نہ کرتا تھا۔ جب اس نے نماز پڑھ لی تو اُسے حذیفہ نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ ابووائل نے کہا میرا گمان ہے کہ حذیفہ نے کہا اگر تو مر جائے تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف مرے گا ۔

بَابُ السُّجُوْدِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ

۷۷۶۔ حَدَّثَنَا قَبِيْصَةُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْضَاءٍ وَلَا يَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا اَلْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ

۷۷۷۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْنَا اَنْ نَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَلَا نَكُفَّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا

باب — سات ہڈیوں پر سجدہ کرنا

۷۷۶ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ فرمائیں اور بالوں کو نہ روکیں اور نہ ہی کپڑا کو اکٹھا کریں! وہ سات اعضاء چہرہ، دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور دونوں پاؤں ہیں۔

۷۷۷ — ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اور نماز میں کپڑے اکٹھے نہ کریں اور نہ ہی بالوں کو روکیں۔

۷۷۶ - ۷۷۷ — شرح: سات ہڈیوں سے سات اعضاء مراد ہیں، اور یہ وہی اعضاء ہیں۔ حدیث ۷۷۶ کے متن میں مذکور ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ارشاد فخیم فرمایا کہ آپ اور آپ کی اُمّت مرحومہ سات اعضاء، چہرہ، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر سجدہ فرمائیں اور سجدہ کی حالت میں پاؤں کی ساری انگلیوں کے پیٹ کو لگانا سنت تین انگلیوں کے پیٹ کو لگانا واجب اور ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگانا فرض ہے، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے اُمِرْنَا اَنْ نَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ

۷۷۸ـــ حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَّهُوَ غَيْرُ كَذُوْبٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّيْ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهٗ حَتّٰى يَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهٗ عَلَى الْاَرْضِ

کا مدلول یہ ہے کہ یہ خطاب عام امت کے لئے ہے ،، امام مالک ، ابو یوسف اور شافعی رضی اللہ عنہم نے کہا جب پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک زمین پر نہ لگے تو سجدہ کے لئے کافی ہے اور مستحب یہ ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر لگائے ۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی زمین پر نہ لگے تو سجدہ کے لئے کافی ہے اور یہی صحیح ہے ! اور بعض مالکی بھی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اس میں متفق ہیں کہ پیشانی اور ناک میں سے کسی پر سجدہ کرے تو سجدہ ادا ہو جائے گا اور بعض مالکی دونوں پر سجدہ کرنا واجب کہتے ہیں ،، ہدایہ کی شرح میں ہے کہ دونوں ہاتھوں ، گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر سجدہ کرنا واجب نہیں ۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ان اعضاء کا زمین پر رکھنا واجب نہیں ۔ فقہاء بھی یہی کہتے ہیں ،، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مذہب میں واجب ہے ،،

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں کفِّ ثوب اور کفِّ شعر مکروہ ہے ظاہر حدیث سے یہی واضح ہوتا ہے ۔

۷۷۸ ـــ ترجمہ : براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے خبر دی جبکہ وہ کاذب نہیں ہیں ،، براء نے کہا ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے ۔ جب آپ ’’سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ‘‘ فرماتے تو ہم سے کوئی بھی اپنی پشت کو نہ جھکاتا حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی مبارک زمین پر رکھ دیتے ،،

۷۷۸ ـــ شرح : اس حدیث کی باب کے عنوان سے مطابقت اس طرح ہے کہ عادتاً زمین پر پیشانی کی وضع باقی اعضاء کی استعانت سے ہوتی ہے ۔ علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں اس لئے ذکر کیا کہ باقی اعضاء کی نسبت پیشانی پر سجدہ کرنا زیادہ ضروری اور واجب ہے ۔ اسی لئے اس کے وجوب میں اختلاف نہیں اور باقی اعضاء کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے ۔

حدیث ۶۶۰ کے ترجمہ میں ’’غیر کذوب‘‘ کی تشریح ذکر کی گئی ہے ،،

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ

۷۷۹ — حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ ثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَاَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ

بَابُ السُّجُوْدِ عَلَى الْاَنْفِ فِى الطِّيْنِ

۷۸۰ — حَدَّثَنَا مُوْسٰى ثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰى اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ اَلَا تَخْرُجُ بِنَا اِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ

باب — ناک پر سجدہ کرنا

۷۷۹ — ترجمہ : ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور اپنے دستِ اقدس سے ناک کی طرف اشارہ فرمایا اور دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کریں۔"

۷۷۹ — شرح : قولہ اَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ " اَلْجَبْهَةِ معطوف علیہ اور والیدین معطوف " کے درمیان جملہ معترضہ ہے " اس سے غرض یہ ہے کہ پیشانی اور ناک دونوں ایک عضو ہے۔ اس کا مدلول یہ ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی اور ناک میں برابری فرمائی ہے کیونکہ ناک کی دونوں ہڈیاں آبرو کے اوپر سے شروع ہو کر ثنایا اور رباعیات (سامنے والے دانت) تک پہنچتی ہیں۔ اس تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دونوں ایک ہی عضو ہے" لہٰذا حدیث میں مذکور سات اجزاء ہیں آٹھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(باقی حدیث ۷۷۸ کے ترجمہ میں مذکور ہے)

فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَاعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ أَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا صَبِيحَةَ عِشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيَرْجِعْ فَإِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نُسِّيتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي وِتْرٍ وَإِنِّي رَأَيْتُ كَأَنِّي أَسْجُدُ فِي طِينٍ وَمَاءٍ وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ شَيْئًا فَجَاءَتْ قَزَعَةٌ فَأُمْطِرْنَا فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْنَبَتِهِ تَصْدِيقُ رُؤْيَاهُ

باب ناک پر سجدہ کرنا اور کیچڑ پر سجدہ کرنا،،

٧٨٠ — ترجمہ : ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں ابوسعید خدری کے پاس گیا اور ان سے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ کی طرف نہیں نکلتے ہم آپس میں باتیں کریں گے وہ نکلے ابوسلمہ نے کہا میں نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں جو کچھ سنا ہو وہ مجھے بتائیں" ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی اعتکاف کیا آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ جس شئ کی تلاش میں ہیں وہ آگے ہے۔ آپ نے درمیان والے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی اعتکاف کیا پھر آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ جس شئ کی تلاش میں ہیں وہ آگے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کی بیسویں صبح کو خطبہ دیا اور فرمایا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا تھا وہ واپس لوٹ آئے کیونکہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی اور وہ مجھے بھلا دی گئی ہے وہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے،، میں نے دیکھا ہے گویا اس رات میں مٹی اور پانی میں سجدہ

کر رہا ہوں۔ مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں کی تھی اور ہم آسمان میں کوئی بادل وغیرہ نہ دیکھتے تھے۔ اچانک خفیف سا بادل آیا اور ہم پر بارش برسائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے مٹی اور پانی کا نشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک کی نوک پر دیکھا۔ یہ مٹی اور پانی کا نشان آپ کے خواب کی تصدیق تھی۔

۷۸۰ — شرح : سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ ،، اس کلام میں التفات ہے اصل میں عبارت یہ تھی مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ الخ یعنی جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ واپس لوٹ آئے ،،
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں طاق راتوں میں ہے اور پانی اور مٹی میں سجدہ کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہلکا سا کیچڑ تھا جو پیشانی زمین پر لگنے سے مانع نہ تھا اگر کیچڑ زیادہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہوتی۔ جمہور ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے ،،
علامہ طیبی نے کہا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشانی پر سجدہ کرنا واجب ہے اگر واجب نہ ہوتا تو آپ اسے کیچڑ سے بچاتے ،، یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب سچے ہوتے ہیں اور حدیث کے بیان میں یکسوئی ہونی چاہیئے اسی لئے وہ کھجوروں کے باغ میں چلے گئے تھے۔
اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ساجد کی پیشانی پر اگر معمولی سا غبار لگ جائے تو مستحب امر یہ ہے کہ اس کو صاف نہ کرے ،، نیز شیخ سے حدیث دریافت کرنی چاہیئے ،، واللہ اعلم!

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلَى التَّمَامِ وَعَلَى النَّبِيِّ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

علامہ غلام رسول رضوی

فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرس

تفہیم البخاری

حصہ اوّل — پارہ : ۱ تا ۳